مخزن اخلاق

KITABISTAN
URDU BAZAR
LAHORE

بُعِثتُ لِاُتمّمَ حُسنَ الاَخلاق

مخزنِ اخلاق

از

مولانا رحمت اللہ سبحانی، لودیانوی

ناشرین

کتابستان پبلشنگ کمپنی

اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم

دریا بہ حباب اندر — دنیا بہ کتاب اندر

مخزنِ اخلاق

سترھواں ایڈیشن یعنی طبع ہفدہم

باضافاتِ جدیدہ وافاداتِ عجیبہ

(منظور کردہ سررشتہ تعلیم حکومت متحدہ پنجاب)

اخلاقیات کے ماتحت ہر قسم کے مضامین متفرقہ کا نہایت دلچسپ و مفید عام
دانش آموز و خرد افروز مجموعہ اور بہترین و دِل نشین انتخابات کا لاثانی تحفہ
جس کی نظیر دنیا بھر کی کوئی کتاب بحیثیت مجموعی پیش نہیں کر سکتی۔ جسے ہر
مذہب و ملت کے اکابر نے متفقہ طور پر بہ زمانہ حاضرہ و ضرورت وقت کی لاجواب
دنیا و آخرت کی فلاح و صلاح کے لیے ازبس مفید گردانا اور ہمیشہ زیر مطالعہ رکھنے کو لازمی
قرار دیا ہے۔

مرتبہ و مؤلفہ
مولانا رحمت اللہ سبحانی لودیانوی ساندہ خورد، لاہور

کتابستان پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

بغیر کسی اخبار، اشتہار، ایجنٹ یا دیگر ذرائع اشاعت کے اٹھارہ ہزار جلدیں طبع ہو کر فروخت ہوئیں۔ ہر دلعزیزی و قدردانی کی یہ نظیر کوئی کتاب پیش نہیں کر سکتی:

ایڈیشن	سنہ	تعداد	مطبع
پہلا ایڈیشن	۱۹۳۲ء	۱۰۰۰ جلد	ایجوکیشنل الیکٹرک پریس، ریلوے روڈ جالندھر
دوسرا ایڈیشن	۱۹۳۳ء	۱۲۵۰ "	" " " " "
تیسرا ایڈیشن	۱۹۳۵ء	۱۲۵۰ "	ثنائی برقی پریس، امرتسر
چوتھا ایڈیشن	۱۹۳۷ء	۱۰۰۰ "	حجازی پرنٹنگ پریس، لاہور
پانچواں ایڈیشن	۱۹۳۹ء	۱۲۵۰ "	مفید عام پریس، لاہور
چھٹا ایڈیشن { اسپیشل سکول ایڈیشن حسب الحکم سررشتہ تعلیم پنجاب }	۱۹۴۱ء	۱۷۵۰ "	فیروز پرنٹنگ پریس، لاہور
ساتواں ایڈیشن	۱۹۴۸ء	۱۰۰۰ جلد	اتحاد پریس، ہل روڈ، لاہور
آٹھواں ایڈیشن	۱۹۵۰ء	۱۰۰۰ "	" " " " "
نواں ایڈیشن	۱۹۵۲ء	۱۰۰۰ "	انشاء پریس اردو بازار، لاہور
دسواں ایڈیشن	۱۹۵۳ء	۱۰۰۰ "	" " " " "
گیارھواں ایڈیشن	۱۹۵۴ء	۱۰۰۰ "	کتابستان پرنٹنگ پریس میکلوڈ روڈ لاہور
بارھواں ایڈیشن	۱۹۵۵ء	۱۰۰۰ "	" " " " " "
تیرھواں ایڈیشن	۱۹۵۶ء	۱۰۰۰ "	" " " " " "
چودھواں ایڈیشن	۱۹۵۷ء	۱۰۰۰ "	" " " " " "
پندرھواں ایڈیشن	۱۹۵۸ء	۱۰۰۰ "	" " " " " "
سولھواں ایڈیشن	۱۹۵۹ء	۱۰۰۰ "	" " " " " "
سترھواں ایڈیشن	۱۹۶۰ء	۱۰۰۰ "	" " " " " "

مقبولیت علامہ کا شاندار و درخشاں کارنامہ

سینکڑوں میں سے چند ایک مقتدر اصحاب، اعلیٰ حکام و مشاہیر اُدبائے کرام کے اسمائے گرامی، جنھوں نے بذریعہ تحریر کتاب ہذا کے متعلق اپنی قیمتی آراء کا بہترین الفاظ میں اظہار کرکے اس کی فضیلت و برتری اور اس کے لافانی و لاثانی اور زندہ جاوید کتاب ہونے کے متعلق مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے:

آنریبل چوہدری محمد علی سابق وزیر اعظم پاکستان

آنریبل شیخ عبد القادر مرحوم جسٹس ہائی کورٹ پنجاب

آنریبل میاں عبد الحی مرحوم وزیر تعلیم متحدہ پنجاب

آنریبل جسٹس شیخ محمد شریف جج فیڈرل کورٹ پاکستان

آنریبل جسٹس خورشید الزماں خاں جج ہائی کورٹ پنجاب۔

چوہدری محمد حسین اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل پولیس کرائمز مغربی پاکستان، لاہور۔

مسٹر نذیر علی شاہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر لاہور۔

علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی۔

علامہ شمس العلماء تاجور مرحوم پروفیسر دیال سنگھ کالج، لاہور۔

علامہ مولانا علم الدین سالک پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور۔

علامہ مولانا عبد المجید سالک ایڈیٹر "انقلاب" لاہور

علامہ علاؤ الدین صدیقی ایم۔ اے، ایم او ایل، ایل۔ بی۔

علامہ لطیف انور گورداسپوری۔

مولانا مولوی محمد شفیع ایم اے ایم او ایل پرنسپل اورینٹل کالج لاہور۔

خواجہ دل محمد ایم اے سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور۔

مسٹر غلام عباس ایم اے پرنسپل دیال سنگھ کالج لاہور

مولانا محمد بخش مسلم بی اے خطیب جامع مسجد دہلی گیٹ، لاہور

مولانا عبد الحق عباس مہتمم و بانی مدرسۃ البنات، لاہور۔

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش ایڈیٹر "احسان" لاہور۔

مسٹر محمد باقر نسیم رضوانی ایم اے ایم او ایل۔

مولانا فضل الدین نور ایم اے علیگ ہیڈ ماسٹر

ڈاکٹر سیّد محمد صدیق ایم اے پی ایچ ڈی، لندن۔
آغا شیر احمد خاں ایم اے بی ٹی ایم او ایل، ایل ایل بی۔
مسٹر محمد یامین پروپرائیٹر ذوالفقار آئل ملز لودیانہ
میجر ممتاز محمد خاں جاگیردار رئیس اعظم سرگودھا۔
شیخ غلمان احمد لکھنوی بی اے ایگزیکٹیو ایڈوائزر
چوہدری عبدالرحمٰن ایم۔ ایل اے راہوں۔
لفٹنٹ شیر علی خاں بہادر دولی ضلع جہلم۔
لفٹنٹ سردار مصلح الدین خاں بہادر رئیس اعظم لودیانہ۔
سید شیر محمد ترمذی ڈپٹی ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب
خان بہادر محمد علی خاں رسالدار میجر سب رجسٹرار جالندھر۔
پروفیسر سیّد فیض الحسن ہمدانی ایم اے ایم او ایل، ایچ پی۔
مولانا سید حبیب صاحب مرحوم ایڈیٹر "سیاست" لاہور
مولانا حاجی سید محمد اسلم چشتی ایڈیٹر "جریدہ" لاہور
مولانا لعل دین عاصی ایڈیٹر "صادق" ملتان۔
سیٹھ عبدالمالک مالک کرنال شاپ لاہور

خان بہادر میاں امام الدین ایگزیکٹو انجنیئر مردان سرحد۔
مسٹر فتح محمد خاں ایم ایس سی پروفیسر گورنمنٹ کالج لودیانہ۔
سیّد محمود الحسن انسپکٹر آف سکول جالندھر ڈویژن
مولانا مفتی مولوی خیر محمد فاضل دیوبند، بانی و مہتمم خیر المدارس ملتان۔
راجہ نریندرا ناتھ پریذیڈنٹ ہندو مہاسبھا پنجاب۔
سردار بہادر سردار کپور سنگھ ایم اے آکسن بیرسٹر جالندھر۔
سیٹھ کشن داس صاحب گنگا ٹمبر ڈپو جہلم۔
سردار رام سنگھ ایم اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول گل۔
بابو دلباغ رائے بی اے سب ڈویژنل آفیسر لودیانہ
پنڈت ہربنس لال فارسی ٹیچر آریہ ہائی سکول لودیانہ۔
سوڈھی شمشیر سنگھ رئیس سنگت پورہ پٹیالہ
سردار نہال سنگھ کوٹ نہال سنگھ والا ضلع منٹگمری

فہرستِ مضامین

گزارشِ مؤلف متعلقہ طبعِ ہفدہم

خدایا مطلعِ انوارِ رحمت کن کتابم را — شمارد "مخزنِ اخلاق" دنیا انتخابم را
طفیلِ رحمۃ للعالمین و صدقۂ خلقش — بگرداں کعبۂ مقصود فکرِ بے حسابم را

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ : الحمد للہ کہ مشہورِ آفاق کتاب "مخزنِ اخلاق" کے سابقہ سولہ ایڈیشن بغیر کسی اخبار، اشتہار، ایجنٹ یا دیگر ذرائع اشاعت کے محض بافضالِ ایزدِ متعال و بالطافِ خدائے ذوالجلال، بذریعہ ڈاک یا فرداً فرداً دست بدست براہِ راست اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ اخلاقی تنزل اور لادینی و آزادروی کے اس دورِ پُرآشوب میں جب کہ ہر کس و ناکس نئی روشنی کے مخربِ اخلاق اور برعکس نام نہاد "ترقی پسند" ادب کے بے پناہ سیلاب میں بے اختیار خس و خاشاک کی طرح بہا جا رہا ہو، "مخزنِ اخلاق" جیسی کتاب کا، جو حسن و عشق کی ظاہری رنگینیوں سے معرّا اور جذبات انگیز و ہیجان خیز عریانیت سے لبریز مخش مضامین کی دلفریبیوں سے بالکل مبرّا ہے، عرصۂ قلیل میں بہ تعداد کثیر اس قدر سرعت کے ساتھ مقبولِ عام و محبوبِ انام ہو جانا خداوند کریم کے بے انتہا فضل و کرم، عوام الناس سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ و علمائے کرام تک کی غیر متوقع اور دور از امید قدردانی کتاب ہٰذا کے لاثانی و لافانی اور زندہ جاوید رہنے پر دال اور بہاؤ کے مخالف سمت تیرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ جس کیلیے بغیر کسی تفاخر و تکبر کے جس قدر بھی اظہارِ تشکر کیا جائے کم ہے +

ملک کے ہزارہا علم دوست و اخلاق پسند اصحاب اور ہر مذہب و ملت کے اکابر و ادبائے عظام و علمائے کرام نے اس کتاب کے متعلق جو گراں قدر الفاظ تحریر فرمائے ہیں، ان میں بغیر کسی اختلافِ رائے کے یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی ہے کہ اخلاقیاتِ اسلام کے ماتحت ہر مذاق کے مضامینِ متفرقہ کا ایسا معمورِ حکمت و دانش موثر و مفید، دلچسپ و دل نشیں مجموعہ جو "مخزنِ اخلاق" نے پیش کیا ہے، آج تک ان کی نظروں سے نہیں گزرا، جو ہر مبتدی و منتہی کے لیے حسبِ استعداد و بقدرِ فہم فائدہ رساں اور بلا تفریقِ مذہب و ملت ہر زن و مرد اور پیر و جواں کے لیے یکساں دلچسپ و مفید، دانش افروز و سبق آموز اور مدت العمر زیرِ مطالعہ رکھنے کے قابل ہو جس کی نظیر دنیا بھر کے کسی ملک، کسی مذہب، کسی مشہور مصنف، کسی مضمون کی کوئی کتاب [illegible]

مجموعی یکجائی طور پر پیش نہیں کر سکتی۔ عیاں راچہ بیان۔ یہ الفاظ خودستائی کے طور پر میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھے بلکہ بےشمار نقادانِ ادب و اخلاق اور ہزاروں قدر دانانِ کتاب کی زبان و قلم سے نکل چکے ہیں جو اظہارِ حقیقت کے لیے دعوت بہ دوستاں و دعوئ با منکراں کے طور پر رکھے گئے۔ بالفاظ قدر دانے ؎

علم و حکمت کا یہ "مخزن" نہ ملے گا یکجا لاکھ پڑھ جاؤ کتب خانے زمانے بھر کے
اس کی یکتائی سے منکر کے لیے ہے دعوت کوئی دکھلائے کتاب ایسی جو پیدا کر کے

بفضل اللہ العالمین اب "مخزنِ اخلاق" کا ستارھواں ایڈیشن، مزید ستر صفحات کے نہایت بیش قیمت اضافات جدیدہ و افادات عجیبہ کے ساتھ پیش خدمت ناظرین باتمکین ہے۔

میں نے اپنی کامل شصت سالہ کثیر المطالعہ زندگی کے فراہم کردہ سرمایۂ ادب و اخلاق کا صرف وہ حصہ جو عوام الناس کے لیے عام فہم اور دینی و دنیوی اور اخلاقی طور پر دلچسپ مفید اور کار آمد ہو سکے، اپنی مناسبتِ طبع اور افتادِ سرشت کے ماتحت مع اپنے ذاتی خیالات، تجربات و مشاہدات کے درج کتاب ہٰذا کر دیا ہے، جو آپ کو عمر بھر بہترین کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی بحیثیتِ مجموعی یکجائی طور پر کسی صورت سے کسی قیمت پر بھی میسر نہ آسکتا تھا جس کو "دریا بہ حباب اندر دنیا بہ کتاب اندر" کہنا بےجا نہ ہوگا بشرطیکہ چشمِ بینا، دلِ دانا، مذاقِ سلیم اور فہم رسا سے کوئی ذرا سا بھی بہرہ ور ہو ؎

وہ گل کہ جو نہ دیکھے گا رُوئے خزاں کبھی ہے میرے باغ میں تری قسمت جو رسا ہو

واضح رہے کہ علم و دولت ہر دو بےفائدہ ہیں جب تک کہ ان کو مناسب طریق پر نہ پھیلایا جائے۔ علم و دولت وہ نہیں جسے تم اپنے سینے یا دفینے میں ڈال چکے ہو، بلکہ علم و دولت وہ ہے جو تم خلقِ خدا کے فائدے کے لیے اپنے سینے یا دفینے سے نکال چکے ہو۔ لہٰذا اس فرض کو بقدر اپنے علم و فہمِ ناقص میں نے پورا کر دیا ہے جس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا آپ کے اختیار میں ہے ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

خادمِ خلق بندۂ اخلاق

رحمت اللہ سبحانی، لودیانوی

سبحانی سٹریٹ، ساندہ خورد (لاہور)

۲۹ جنوری ۱۹۶۰ء

بروز جمعہ مبارک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احکامِ خدا تعالیٰ

"احکامِ خدا" کو ہنسی کھیل نہ سمجھو۔ اور خدا نے تم پر جو احسان کیے ہیں اُن کو یاد کرو۔ اُس کا یہ احسان بھی نہ بھولو کہ اُس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاری ہیں۔ اور منشور یہ ہے کہ تم کو ان حکموں کے یا اس کتاب کے ذریعے سے نصیحت کرے۔ اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ⁂

مَیں وہ خدا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے میری قضا کو تسلیم کیا اور میری بلا پر صبر کیا اور میری نعمتوں پر شکر ادا کیا۔ میں اُس کو اپنے پاس صدیق لکھتا ہوں۔ اور جس نے میری قضا کو تسلیم نہ کیا اور بلا پر صبر نہ کیا۔ اور میری نعمتوں پر شکر نہ کیا۔ پس چاہیے۔ کہ میرے سوا اور رب کی تلاش کر لے ✣

دوزخ کے عذاب سے ڈرتے رہو، جو نافرمانوں اور منکروں کے لیے تیار ہے۔ اور اللہ و رسولؐ کا حکم مانو۔ عجب نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے ✣

مسلمانو! تم ہماری یاد میں لگے رہو تاکہ ہمارے ہاں بھی تمھارا ذکرِ خیر ہوتا رہے۔ اور ہمارا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو ✣

جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔ ہم اُن کو اپنا راستہ بتائیں گے ✣

جس شخص کو میرا ذکر سوال کرنے سے روک لے مَیں اُس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں ✣

اگر اللہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانی چاہے۔ تو اُس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر تجھ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ⁂

شاید کہ تم بُرا مانو کسی شے کو۔ حالانکہ وہ تمھارے لیے اچھی ہو۔ اور شاید کہ تم محبت کرو کسی چیز سے حالانکہ وہ تمھارے لیے مضر ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ⁂

تحقیق وہ آنکھیں اندھی نہیں بلکہ وہ دل جو سینے میں ہیں اندھے ہیں ⁂

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں ✣

لوگوں سے بے رُخی نہ کر اور زمین پر اِترا کر نہ چل۔ کیونکہ اللہ کسی اِترانے والے شیخی خور کو

پسند نہیں کرتا ❖

کیا تمہارا خیال ہے کہ تم بے فایدہ پیدا کیے گئے ہو اور تم ہماری طرف نہ پھرو گے ؟

جو اللہ سے ڈرتا ہے خدا اُس کے لیے وجہِ خروج بنا دیتا ہے۔ اور اُسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے۔ جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی ❖

بہت بڑا گناہ یہ ہے۔ کہ تم وہ بات کہو جو تم خود نہیں کرتے ❖

خدا سے تو اُس کے وُہی بندے ڈرتے ہیں جو خدا کے آثارِ قدرت کا علم رکھتے ہیں ❖

جب گواہ ادائے شہادت کے لیے بُلائے جائیں تو حاضر ہونے سے انکار نہ کریں ❖

تو اپنے رب کی راہ کی طرف بلا ساتھ حکمت اور موعظت کے۔ اور ان سے ایسی تدابیر کے ساتھ مباحثہ کر جو خوبی سے بھری ہُوئی ہوں ❖

لوگو! جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں خرچ نہ کرو گے جو تم کو عزیز اور پیاری ہیں نیکی کے درجے کو ہرگز نہ پہنچو گے۔ اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو۔ اللہ اُس کو جانتا ہے ❖

خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو ❖

ظالموں پر خدا کی لعنت جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں شبہے ڈال کر اُن میں کجی پیدا کرنی چاہتے ہیں ❖

اللہ توبہ تو قبول کرتا ہی ہے مگر انہی لوگوں کی جو نادانی سے کوئی بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں اور جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں۔ تو اللہ بھی ایسوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اور اللہ سب کا حال جانتا ہے۔ اور دین و دُنیا کی مصلحتوں سے واقف ہے ❖

اور اُن لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو عمر بھر تو بُرے کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُن میں سے جب کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو تو کہنے لگے۔ کہ اب میری توبہ۔ اور اسی طرح اِن کی بھی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جو کافر ہی مر گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ❖

اے نبیؐ! ہم نے تمہارے پاس ایسی آیتیں بھیجی ہیں۔ جن کا مطلب صاف اور واضح ہے۔ اور ان سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو نافرمان ہیں ❖

اے ایمان والو کہیں تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا کہ جن پر تم سے پہلے کتاب اُتری۔ لیکن زمانہ دراز گزر جانے پر اُن کے دل سخت ہو گئے اور وہ اُس کو فراموش کر بیٹھے ❖

کوئی اُمت ایسی نہیں گزری۔ کہ اس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو ❖

خبردار نیک کام میں خرچ کیے ہُوئے روپے کو احسان جتا جتا کر دُکھ دینے والے کلمات

کہ کر ضائع نہ کرو +

جو اللہ سے ڈرتا رہے گا۔ خدا اُس کے سب کام آسان کر دے گا۔ اور جو خدا پر بھروسہ رکھے، خدا اُس کے لیے کافی ہے +

گمراہوں کے سوا ایسا کون ہے جو اپنے پروردگار کی رحمت سے نا اُمید ہو +

اے نوح! تمھارا بیٹا تمھارے اہل و عیال میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں۔ جس چیز کی حقیقت الحال تم کو معلوم نہیں ہے۔ ہم سے اُس کی درخواست نہ کرو۔ ہم تم کو سمجھائے دیتے ہیں کہ نادانوں کی سی باتیں مت کرو +

اور مجھے حکم دیا گیا ہوں کہ میں قرآن کو پڑھ کر سنا دوں۔ پس جو ہدایت پا گیا اس کا فائدہ اس کے نفس ہی کو پہنچے گا۔ اور جو گمراہ ہو گیا اُس کا نقصان بھی وُہی اُٹھائے گا۔ پس کہ دے میں تو ڈرانے والا ہوں +

اے نبیؐ! کہ دے۔ میں خالص اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ پس تم عبادت کرو جس کی تم چاہو اُس کے سوا +

یہ بات تحقیق ہے کہ ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی ہے +

جو شخص سیدھے راستے پر چلا وہ اپنے ہی ذاتی فائدے کے لیے چلا۔ اور جو بھٹکا تو اُس کے بھٹکنے کا خمیازہ بھی اُسی کو بھگتنا پڑے گا۔ اور کوئی متنفس کسی دوسرے متنفس کے بارِ گناہ کو اپنے اُوپر نہیں لے گا۔ اور جب تک ہم رسولؐ بھیج کر اتمامِ حجت نہ کر لیں، کسی کو اُس کے گناہ کی سزا نہیں دیا کرتے +

اے پیغمبر! ایسا نہ سمجھنا۔ کہ خدا اُن ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ اور یہ جو فوراً اُن پر عتاب نازل نہیں ہوتا۔ اُس کی وجہ بس یہ ہے کہ خدا اُن کو اُسی حد تک مہلت دے رہا ہے، جس دن کہ مارے خوف کے لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی +

جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں۔ تو وہ اُلٹا ہم سے منہ پھیرتا اور پہلو تہی کرتا ہے۔ اور جب اُس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہے +

ہم کسی شخص کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتے۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو شرطِ فرمانبرداری یہ ہے کہ اُسی پر بھروسہ رکھو +

جو ہماری ناراضگی لوگوں کی رضامندی کے مقابلے میں خریدتا ہے۔ ہم اُس کو انھیں کے حوالے کر دیتے ہیں +

مال اور اولاد دُنیا کی چند روزہ زندگی کے بناؤ سنگار ہیں۔ اور اعمالِ نیک جن کا اثر دیر تک

باقی رہنے والا ہے۔ تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور توقعاتِ آئندہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں +

تُم ہر اُونچی جگہ پر جو بے ضرورت یادگاریں بناتے ہو۔ اور بڑی بڑی صنعت کے محل تعمیر کرتے ہو۔ کیا تم ہمیشہ دُنیا ہی میں رہو گے ؟

لوگوں نے خُدا کی جیسی قدر جاننی چاہیے تھی جانی ہی نہیں۔ بیشک اللہ تو بڑا زبردست سب پر غالب ہے +

اے پیغمبرؐ! لوگوں سے کہ دو کہ میرا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے۔ اور جس کی چاہتا ہے تنگ۔ مگر اکثر لوگ تقسیمِ رزق کی مصلحتوں سے واقف نہیں +

جو شخص خُدا کے لیے محنت اُٹھاتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لیے اُٹھاتا ہے۔ ورنہ خُدا تو دُنیا جہان کے سب لوگوں سے بے نیاز ہے +

ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گِرَوی ہے +

مُسلمانو! ہم نے جو مال تم کو دے رکھا ہے اُس میں سے راہِ خُدا میں بھی کچھ خرچ کرتے رہا کرو۔ مگر اس دن سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آموجود ہو۔ اور اس وقت کہنے لگے کہ کاش میرا پروردگار مجھ کو تھوڑی سی مہلت اَور دیتا۔ اور مَیں خیرات کرتا۔ اور دُوسرے نیک بندوں میں سے ایک نیک بندہ میں بھی ہوتا +

جب تمھیں سلام کے ذریعے سے دُعا دی جائے تو تم اُس کے جواب میں بہتر دُعا دو۔ یا وُہی کلمہ جواب میں کہ دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے +

جو شخص راہِ ہدایت پر چلے گا اُس کے لیے نہ دُنیا میں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ آخرت ہی میں غمگین ہوں گے +

لوگو! اپنی بہت پاکیزگی نہ جتایا کرو۔ پرہیزگاروں کو وُہی خُوب جانتا ہے +

ایمان لانے کے بعد بد تہذیبی بُری ہے۔ اور جو اِن حرکات سے باز نہ آئیں تو وُہی خُدا کے نزدیک ظالم ہیں +

دُنیا کی زندگی تو نرا کھیل اور تماشا ہے۔ اور اگر خُدا پر ایمان رکھو گے اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو وہ تم کو تمھارا اجر عنایت کرے گا۔ اور اپنے لیے تمہارے مال سے کچھ طلب نہ کرے گا +

اور اگر کوئی مُشرکوں میں سے پناہ مانگے تو اُن کو پناہ دے دے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے۔ اور پھر اس کو امن کی جگہ پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ وہ بے علم قوم ہے +

تحقیق وہ لوگ جنھوں نے تفرقہ کیا اور فرقے فرقے ہو گئے۔ تجھے اُن کے بارے میں کوئی

اختیار نہیں۔ اُن کا معاملہ خدا کے حضور پیش ہے۔ اور اُن کو اُن کے افعال سے خبر دے گا ٭

کہیں انسان کو مَن مانی مُراد بھی ملی ہے؟ سو آخرت اور دُنیا سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے ٭

کیا اس وجہ سے تم لوگ حدِ عبودیت سے باہر ہو گئے ہو کہ ہم تمھاری اصلاح سے بے تعلق ہو کر نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے؟

کیا! نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟

جہان کا مال و متاع مثل آبِ باراں کے ہے۔ یعنی بارش اگر ضرورت کے موافق برسے تو نافع ہے۔ اور زیادہ برسے تو باعث بربادی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مال بقدر ضرورت نافع اور فائدہ مند ہے۔ اور زائد از ضرورت باعث گرفتاری معصیت ہے ٭

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔ اور میں اپنی جگہ پر عمل کر رہا ہوں پھر آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ایسی آفت آتی ہے جو اُس کو دُنیا میں بھی رُسوا کر دے گی اور آخرت میں بھی اس پر عذابِ دائمی نازل ہو گا ٭

جو شخص نیک عمل کرے گا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔ تو ہم اس دُنیا میں بھی اُس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے۔ اور آخرت میں بھی ان بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے ٭

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زبان سے اتنا کہنے پر ہی چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟

البتہ ہم تم کو ایک شے سے آزمائیں گے۔ ڈر سے بھُوک سے اور مالوں جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ اُن لوگوں کو کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں تحقیق ہم اللہ کے واسطے ہیں۔ اور تحقیق ہم اُسی کی طرف پھر جانے والے ہیں ٭

مصیبت کی برداشت کے لیے صبر اور نماز کا سہارا پکڑو ٭

البتہ نماز شاق ہے مگر اُن پر نہیں جو خاکسار ہیں اور یہ خیال پیش نظر رکھتے ہیں کہ وہ آخر کار اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ٭

لوگو! تم کہیں بھی ہو، موت تو تم کو آ کر رہے گی۔ اگرچہ مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو ٭

اے نبی! تم ان سے کہ دو کہ نفع ہو یا نقصان سب اللہ ہی کی طرف سے ہے ٭

اور اگر وہ تیری تکذیب کریں تو کہہ دے میرے لیے میرے عمل ہیں اور تمھارے لیے تمھارے عمل۔ تم بری ہو اُس سے جو میں کرتا ہوں۔ اور میں بری ہوں اُس سے جو تم کرتے ہو۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو تیری بات بظاہر سنتے ہیں۔ کیا تو بہروں کو سُنا سکتا ہے اگرچہ اُن میں

کچھ بھی عقل نہ ہو؟ بعض اُن میں ایسے ہیں جو تیری طرف دیکھتے ہیں۔ کیا تو اندھوں کو راہ دکھا سکتا ہے اگرچہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہوں؟ تحقیق اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں +

خدا نے مومنوں سے اُن کے نفس اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں +

مسلمانو! اسلام میں پُورے پُورے آجاؤ۔ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے +

جو شخص نیک بات کی سفارش کرے قیامت کے دن اس نیک کام کے اجر میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا۔ اور جو بُری بات کی سفارش کرے اُس کے وبال میں وہ بھی شریک ہو گا۔ اور اللہ کا ہر چیز پر ضابطہ ہے +

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرے، تو تم پر کوئی غالب نہ ہو گا +

نہیں طاقت بدی کو چھوڑنے کی اور نہ قوت نیکی کرنے کی مگر اللہ بلند و بزرگ کی مدد سے +

سائل کو نرمی سے جواب دے دینا۔ اور سائل کے اصرار سے درگزر کرنا اس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے پیچھے سائل کو کسی طرح کی ایذا ہو۔ اور اللہ بے نیاز اور بُردبار ہے +

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر دلاؤ اور تعلق پیدا کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ تم نجات پاؤ +

مسلمانو! خدا کی راہ میں عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔ وہ چیزیں جو تم نے تجارت وغیرہ سے آپ کمائی ہوں، یا ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ تک بھی نہ کرنا۔ کہ اس میں خرچ کرنے لگو۔ حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تم کو دینا چاہے تو تم اس کو کبھی خوش دلی سے نہ لو۔ مگر ہاں دیدہ دانستہ چشم پوشی کر جاؤ تو دوسری بات ہے۔ اور جانتے رہو۔ کہ اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے +

مومنین ایسے نیک دل ہوتے ہیں کہ بتقاضائے بشریت جب اُن سے کوئی بُرا کام، یا کوئی اور بے جا بات کر کے اپنا دینی نقصان ہو جاتا ہے، تو فوراً خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔ اور خدا کے سوا بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بھی کون؟ اور جو بے جا بات کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ دانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے +

مسلمانو! جب تم ایک معلوم مقرر تک کے لیے اُدھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اور تم کو لکھنا نہ آتا ہو تو تمہارے درمیان میں تمہاری باہمی قرارداد کو کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے۔ اور لکھنے والے کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جس طرح خدا نے اسے

لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی چاہیئے کہ وہ بے عذر لکھ دے ∴

اس قرآن کا مقصود لوگوں کو سمجھانا ہے لیکن ہدایت اور نصیحت تو اس سے وہی لوگ پاتے ہیں، جن کے دل میں خدا کا خوف ہے ∴

لوگوں کو دُنیا کی مرغوب چیزوں مثلاً بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں کے ساتھ دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ تو دُنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں۔ اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے ہاں ہے ∴

نماز پڑھا کر اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جیسی پڑے اُس کو جھیل۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ∴

اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ مخلوط نہ کرو۔ اور جان بوجھ کر حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اور تم اس بات کو جانتے ہو ∴

نعمت کا ملنا آزمائش ہے کہ تم شکر کرتے ہو یا ناشکری ∴

آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق ناروا خورد بُرد نہ کرو۔ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو۔ کہ لوگوں کے مال سے جو کچھ ہاتھ لگے، اس کو جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ ∴

غصہ کے وقت اپنے قصوروار سے بدلہ لینے سے اول یہ ضرور خیال کر لیا کرو کہ تو اپنے رب کا اُس کی نسبت زیادہ قصوروار ہے یا کم۔ پھر جو معاملہ اپنے رب کی طرف سے اپنے لیے تجھ کو پسند آئے (یعنی سزا یا معافی) وُہی فیصلہ اُس کے لیے تجویز کر۔ کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے ∴

لوگو! اب بھی ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ تو تم قیامت میں ہمارے دوبارہ پیدا کرنے کو سچ کیوں نہیں سمجھتے؟ ہم نے قرآن کو لوگوں کے نصیحت پکڑنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے ∴

لوگوں میں بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں، جو خدا کی عبادت کرتے تو ہیں مگر اُکھڑی اُکھڑی۔ کہ اگر ان کو کوئی نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گئے۔ اور اگر ان پر کوئی مصیبت آ پڑی تو جدھر سے آئے تھے اُلٹا اُدھر ہی کو لوٹ جاتے ہیں۔ اُنھوں نے دُنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ بس صریح گھاٹا یہی کہلاتا ہے۔ کہ خدا کے سوائے ان چیزوں کو اپنی حاجت روائی کے لیے بلاتا ہے۔ جو نہ ان کو نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع۔ پرلے

درجے کی گمراہی یہی ہے جو شخص خدا کے سوائے اور چیزوں کو حاجت روائی کے لیے بُلاتا
ہے۔ اُن کے فائدے سے نقصان زیادہ قریب ہے کچھ شک نہیں کہ ایسا کارساز بھی بُرا
ہے اور ایسا رفیق بھی بُرا ؞
ہم نے لوگوں کو مبتلائے عذاب بھی کیا۔ تاہم یہ لوگ اپنے پروردگار کے آگے نہ جھکے اور عاجزی
کرنا تو ان کا شیوہ ہی نہیں ؞
جب سمندر میں تم کو کسی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اُس وقت جن معبودوں کو تم پکارا
کرتے ہو سب بھولے بسرے ہو جاتے ہیں۔ مگر وُہی ایک خدا یاد رہتا ہے۔ پھر جب
خدا تم کو سمندر سے باہر خشکی پر نکال لاتا ہے تو اس سے تم پھر بیٹھتے ہو۔ تو انسان بڑا ہی
ناشکرا ہے۔ کیا تم اس بات سے خاطر جمع ہو گئے ہو، کہ وہ تم کو خشکی کی طرف لے جا کر زمین
میں دھنسا دے۔ یا تم پر آندھی کا پتھراؤ چلا دے۔ اور اُس وقت تم کسی کو اپنا مددگار نہ پاؤ ؞
زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر۔ کیونکہ اکڑ کر چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں دے گا۔ اور نہ تن کر چلنے
سے پہاڑوں کی بلندی ہی کو پہنچ سکے گا ؞
موت کی بے ہوشی تو ضرور ہی آ کر رہے گی۔ اور ہم اُس وقت آدمی کو جتا دیں گے کہ یہی
وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا ؞
اے نبی! کہہ دو کہ میں اور پیغمبروں سے کوئی انوکھا پیغمبر تو ہوں نہیں۔ اور میں نہیں
جانتا کہ آئندہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور نہ یہ جانتا ہوں۔ کہ تمھارے ساتھ کیا کیا
جائے گا۔ میری طرف جو وحی نازل ہوتی ہے میں اُسی پر چلتا ہوں۔ اور میں تو صاف طور
پر ڈرانے والا ہوں اور بس ؞
اگر خدا بندوں کو اُن کی نافرمانیوں کی سزا میں پکڑتا تو روئے زمین پر کسی ایک آدمی کو بھی
باقی نہ چھوڑتا۔ مگر وہ ایک وقت مقررہ یعنی موت تک اُن کو مہلت دیے ہوئے ہے۔
پھر جب اُن کا وقت آ پہنچتا ہے تو اُس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ
سکتے ہیں ؞
اے پیغمبر! ان کو بیہودہ باتیں بنانے اور کھیل تماشے کرنے دو۔ یہاں تک کہ آخر کار وہ
دن جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے اُن کے سامنے آ موجود ہو ؞
جس شخص نے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے باہر قدم رکھا۔ تو اُس نے آپ ہی اپنے
اوپر ظلم کیا ہے ؞
آدمی بہتری کی دعا مانگنے سے تو کبھی نہیں اُکتاتا۔ اور اگر اُس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو

دل شکستہ اور بالکل نااُمید ہو جاتا ہے۔ ناشکری عذاب کی خوشخبری ہے +
جب ہم آدمی پر اپنا فضل و کرم کرتے ہیں، تو وہ ہماری طرف سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ اور ہم سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دُعائیں مانگنے لگتا ہے +
لوگو! تم پر جو مصیبت پڑتی ہے تو تمھاری اپنی ہی کرتوت سے پڑتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ تو تمھارے بہت سے قصوروں سے درگزر فرماتا ہے +
لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوّا) سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر تمھاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرا دیں، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں شریف وُہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا باخبر ہے +
جو صاحبِ دل ہے یا کان لگا کر بات کو حضورِ قلب سے سُنتا ہے، اُس کے لیے تو ان باتوں میں (یعنی تعلیم قرآن) کافی نصیحت ہے +
قیامت کا دن وہ دن ہوگا جس دن کہ ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا مکتوب لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اور جس طرح ہم نے اوّل بار مخلوقات کو پیدا کیا تھا، اسی طرح اُن کو دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جس کا پُورا کرنا ہم نے اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے +
عورت مردِ زنا کریں تو اُن میں سے ہر ایک کو سَو سَو دُرّے مارو۔ اور اگر اللہ اور روزِ آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حُکم کی تعمیل میں تم کو اُن کے حال پر کسی طرح کا ترس دامن گیر نہ ہونا چاہیے۔ اور نیز اُن کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت اُن کی فضیحت کیلیے موجود رہے +
مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزقِ طیب دے رکھا ہے، اُس کو بے تامّل کھاؤ۔ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اُس کا شکر بھی کرو +
اور اگر کوئی تنگدست تمھارا مقروض ہو تو اس کو فراخی تک کی مُہلت دو۔ اور اگر تم سمجھو، تو تمھارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ اُس کو اصل قرضہ ہی بخش دو +
کوئی ہے جو خُدا کو خوشدلی سے قرض دے کہ خُدا اس کے قرض کو اس کے لیے کئی گُنا بڑھائے +
لوگو! تم خُدا سے کیونکر انکار کر سکتے ہو۔ تم بے جان تھے، اُس نے تم میں جان ڈالی پھر وُہی تم کو مارتا ہے۔ پھر وُہی تم کو دوبارہ قیامت کے دن زندہ کریگا۔ پھر اُسی کی طرف لوٹائے جاؤگے +
اے نبیؐ! تم سے دریافت کرتے ہیں، خُدا کی راہ میں کس قدر خرچ کریں؟ تو ان کو سمجھا دو، کہ جتنا تمھاری حاجت سے زیادہ ہو خرچ کر دو +
مسلمانو! ہمارے دیے ہُوئے مال میں سے کچھ ہماری راہ میں بھی خرچ کرلو۔ اس دن کے

آنے سے پہلے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی یاری و آشنائی اور نہ سفارش اور جو راہِ خدا میں نہ خرچ کر کے نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں۔ یعنی اپنا ہی نقصان کرتے ہیں +

اور جنھوں نے لوگوں پر ظلم کیے ہیں، اُن کو مرنے پر عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے؟

رات دن کے رد و بدل میں سمجھ والوں کے لیے بڑی عبرت ہے +

اے نبیؐ! جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو ان کو بتادو کہ ہم اُن کے پاس ہیں۔ جب کوئی ہم سے دُعا کرے، تو ہم دُعا کرنے والے کی دُعا کو سنتے ہیں، اور مناسب ہوتا ہے تو قبول بھی کر لیتے ہیں۔ تو اُن کو چاہیے کہ ہمارے حکم بھی مانیں اور ہم پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھے راستے پر لگ جائیں +

اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ، یا اُس کی راہ میں اپنی موت سے مر جاؤ۔ تو خدا کی بخشش اور مہربانی جو تم پر ہوگی، اُس مال و دولت سے جو لوگ چند روز جمع کر لیتے ہیں، کہیں بہتر ہے۔ اور تم اپنی موت سے مرو یا مارے جاؤ، آخر کار اللہ ہی طرف بلائے جاؤ گے +

وہی قادرِ مطلق ہے، جو ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمھاری صورت بناتا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے +

اللہ کی راہ میں جو قتل ہو، اُسے مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اُنکی زندگی کو نہیں سمجھ سکتے

جو شخص عزت کا خواہاں ہو اُس کو چاہیے کہ خدا کی فرمانبرداری کرے کیونکہ عزت ساری خدا کی دین ہے +

لوگوں سے ڈرنے کی نسبت خدا کا زیادہ حق ہے کہ اُس سے ڈرا جائے +

متقی وہ لوگ ہیں، جو خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے اور غصے کو روکتے ہیں۔ اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے ہیں۔ اور اللہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے +

اللہ چاہتا ہے کہ انبیاء و صلحاء جو تم سے پہلے گزرے ہیں، اُن کے طریقے کھول کھول کر تم سے بیان کرے۔ اور تم کو انہی طریقوں پر چلائے اور تم پر بخشش کی نظر رکھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے +

جو کوئی زور و ظلم سے کسی کا مال خورد برد کرے گا۔ تو ہم اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے۔ اور اللہ کے لیے ایک آسان سی بات ہے۔ کہ جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے۔ اگر تم اُن میں سے بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے، تو تمھارے چھوٹے چھوٹے قصور تمھارے نامۂ اعمال سے محو کر دیں گے۔ اور تم کو مقامِ عزت میں لے جا کر جگہ دیں گے +

ارشاداتِ نبویؐ

کسی بھائی کی حاجت برآری کرنے والا ایسا ہے کہ گویا تمام عمر خدا کی خدمت میں گزار دی +
تم اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ مظلوم کی مدد ظالم کو اُس سے چھڑانا، اور ظالم کی مدد اُس کو ظلم سے باز رکھنا ہے +
جس کو مسلمان کا غم نہ ہو، وہ میری اُمّت میں سے نہیں :-
اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے :-
شرک کے بعد بدترین گناہ ایذا رسانیِ خلق ہے +
ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق کو آرام دینا ہے +
جو شخص سلام سے پہلے بات کرے، اُس کا جواب مت دو، جب تک پہلے سلام نہ کرے :-
سلام میں سبقت کرنے والے کو تیس اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں :-
جب دو بھائی مصافحہ کرتے ہیں تو اُن میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اُنہتر رحمتیں اُس کو ملتی ہیں، جو ان دونوں میں زیادہ خندہ رُو کشادہ پیشانی ہوتا ہے۔ اور ایک رحمت دوسرے کو +
حقِ ہمسائگی درجہ وار چالیس گھروں تک ہے یعنی چاروں طرف چالیس چالیس گھر +
ہمسایہ کا حق صرف یہی نہیں کہ اُن کو ستائے نہیں، بلکہ اُن کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے +
قیامت کے دن غریب ہمسایہ امیر ہمسایہ کا دامن گیر ہوگا +
احوال پُرسی کرنا اور پھر اظہارِ غمخواری نہ کرنا دلیلِ نفاق ہے +
کافر ہمسایہ کا ایک حصہ حق ہے، مُسلمان ہمسایہ کا دو چند اور رشتہ دار ہمسایہ کا سہ چند :-
جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے کہ دو کہ پڑوسی کی تکریم کرے :-
جس نے پڑوسی کے کتے کو مارا، اُس نے پڑوسی کو ایذا دی +
پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے۔ اگرچہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزہ دار رہے :-
جس کے شر سے پڑوسی بے خوف نہ ہو وہ مُسلمان نہیں، خواہ وہ پڑوسی کافر ہو یا مومن :-
قسم ہے خُدا کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ کہ حقِ ہمسایہ اُسی سے ادا ہوتا ہے، جس پر خُدا رحمت کرتا ہے +
یگانوں سے نیکی کرنا عمر دراز اور رزق فراخ کرتا ہے +
جب جنازہ کے ہمراہ جاتے تو مُردے کے غم سے زیادہ اپنا غم کر اور خیال کر کہ وہ ملک الموت کا

مُنہ دیکھ چکا اور مجھے ابھی دیکھنا ہے۔ وہ موت کی تلخی کا مزہ چکھ چکا مجھے ابھی چکھنا ہے۔ وہ خاتمہ کے ڈر سے نکل گیا، مجھ پر ابھی باقی ہے +
غمّاز کی بات کسی مسلمان کے حق میں مت سُن +
مُسلمان کی رنجش کا خاتمہ سلام علیک ہے +
تُو بوڑھوں کی تعظیم کر۔ خدا نوجوانوں کو توفیق دے گا کہ وہ تیری تعظیم کریں، جبکہ تُو بوڑھا ہوگا +
جو شخص بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے گا، وہ میری اُمّت میں نہیں +
رنجش کی حالت میں بہتر وہ ہے، جو صُلح میں سبقت اور سلام علیک کرے +
ہر نیک و بد کے ساتھ نیکی کر۔ اگر وہ نیکی کرنے کے قابل نہیں، تو تُو تو اس لائق ہے +
بدوں سے نیکی کرنا نیکوں کا کام ہے اور نیکوں سے بدی کرنا بدوں کا کام +
جو کام سب سے زیادہ سببِ مغفرت ہوگا، وہ کُشادہ رُوئی اور شیریں زبانی ہے +
جو چیز تُو اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔ کسی مسلمان کے لیے بھی پسند نہ کر +
کوئی مُسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ پائے +
تین دن سے زیادہ کسی آشنا سے ترکِ کلام نہ کر +
ہر قوم کے معزز آدمی کی تعظیم کر +
حتّی المقدور ہر ایک کے ساتھ نیکی کر۔ خواہ وہ نیک ہو یا بد +
تُہمت کی جگہ سے دُور رہ۔ کسی کو اپنی نسبت بدگمانی میں نہ ڈال +
اگر تُو صاحبِ منزلت ہے تو کسی کے لیے سعی کرنے میں دریغ نہ کر +
غریبوں کے ساتھ دوستی رکھ اور امیروں کی مجلس سے حذر +
ایسا اشارہ بھی حرام ہے جس سے کسی کو رنج ہو۔ چہ جائیکہ کلام +
ایسا کوئی کلام حلال نہیں جس سے کوئی گھبرائے یا ڈر جائے +
کوئی صدقہ زبانی صدقہ سے بہتر نہیں۔ زبانی صدقہ یہ ہے، کہ تُو کسی کی سفارش کر دے، یا اذیت ہٹا دے یا جان بچائے +
جو نرمی سے محروم ہُوا وہ نیکی سے بالکل محروم رہا +
زیارتِ قبُور کے لیے جا۔ خُود عبرت حاصل کر اور مغفرتِ مُسلمین کی دُعا کر +
سادگی ایمان کی علامت ہے +
سخی اللہ سے قریب ہے، جنّت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور آگ سے دُور ہے +
بخیل اللہ سے دُور ہے، جنّت سے دُور ہے، لوگوں سے دُور ہے اور دوزخ سے نزدیک ہے +

جب تین شخص سفر کو جائیں تو ایک کو اپنا سردار بنالیں ÷

تین باتوں میں توقف مت کرو۔ نماز میں جب اُس کا وقت ہو جائے، جنازہ میں جب تیار ہو اور بیوہ کے نکاح میں جب اس کا جوڑ مل جائے ÷

دو نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ نقصان اُٹھاتے ہیں۔ ایک تندرستی دوسرے کاروبار سے فراغت ÷

جس نے جنگل میں سکونت اختیار کی، وہ علم و عقل سے خالی رہا۔ جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا ÷

جو اُمراء کے دروازے پر آیا، وہ فتنے میں پڑا۔ جس قدر اُن کے نزدیک ہوا اُتنا ہی خدا سے دُور ہوا ÷

سب اعضا زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا خیال کر کے خدا سے ڈرنا۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے ÷

یہ ایک گناہ ہی، کہ تو ہمیشہ جھگڑتا رہے، تیرے عذاب کے لیے کافی ہے ÷

کھاؤ، خیرات کرو اور پہنو اس حد تک کہ فضول خرچی اور تکبر نہ کرو ÷

تیرا کسی چیز کو چاہنا تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے ÷

جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھا، میں اُس کے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں ÷

ایماندار آدمی کو شایان نہیں کو اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ یعنی اُس بلا میں ہاتھ ڈالے جس کے مقابلے کی اُسے طاقت نہ ہو ÷

ایماندار آدمی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا ÷

بغیر سختی اُٹھانے کے حلیم اور بغیر تجربہ کے حکیم نہیں ہو سکتا ÷

نجات کیا ہے؟ اپنی زبان کو بند رکھنا، اپنے گھر میں قیام رکھنا اور گناہوں پر نادم ہونا ÷

تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس سے نیکی کی توقع ہو اور بدی کی نسبت اطمینان ہو کہ وہ نہیں کریگا۔ اور بدتر وہ شخص ہے، جس سے نہ نیکی کی توقع ہو، نہ ہی بدی نہ کرنے کی نسبت اطمینان ہو ÷

کوئی مرد دوسرے مرد کے مقامِ ستر کی طرف نہ دیکھے۔ نہ کوئی عورت دوسری عورت کے مقامِ ستر کی طرف دیکھے۔ نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ بغلگیر ہو کر ایک ہی کپڑے میں سوئے۔ اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ بغلگیر ہو کر ایک ہی کپڑے میں سوئے ÷

واضح رہے کہ آپؐ نے ران سے کمر تک مقامِ ستر قرار دیا ہے ÷

زمانے کو بُرا نہ کہو کہ اس کا فاعلِ حقیقی خدا ہے، بر تر ہے ÷

ایمان دو نصف ہیں۔ نصف صبر اور نصف شکر ÷

صبر ایمان سے ایسا ملا ہوا ہے جیسے سر جسم سے +
جو کوئی قصور کرے گا، اُسی سے اُس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ باپ سے بیٹے کا مواخذہ نہ ہوگا اور نہ بیٹے سے باپ کا +
جس کسی نے ظالم کی مدد کی۔ اُس نے گویا غضبِ الٰہی خود اپنے سر لے لیا +
جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے +
خُدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اُس شخص کے دل میں ہے، جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا رہتا ہے +
چار شخص مرفوع القلم ہیں۔ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو۔ سویا ہُوا جب تک بیدار نہ ہو۔ دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو۔ وہ بڈھا جس کی عقل زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہوگئی ہو +
جو شخص اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے خط کو دیکھے گا وہ آگ کو دیکھے گا +
کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھے نہیں رہ سکتے +
انسان جب بُڈھا ہو جاتا ہے۔ تو اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں۔ ایک مال کی حرص دُوسری عمر کی +
آپس میں سلام کا عام رواج کرو۔ محبت بڑھے گی +
ہر ایک دین کے واسطے خُلق ہے اور اسلام کا خُلق حیا ہے +
جو چیز لوگوں کو جنت میں بہت داخل کرے گی، وہ اللہ سے ڈرنا اور خوش خُلقی ہے +
دو بھُوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں، وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے، جس قدر انسان کی دولت اور مرتبہ کی حرص اس کے دین میں فساد ڈالتے ہیں +
جس چیز میں فحش ہوگا اُس کا انجام سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تباہی ہو۔ اور جس میں حیا ہے اُس کا انجام اس کی زینت ہے +
قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خُلقی سے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ بدگو بدزبان کو بہت بُرا سمجھتا ہے +
اگر مرتے دم تک تم حاکم یا منشی یا کاردار نہ ہوئے، تو سمجھو کہ مزے میں رہے اور مواخذے سے بچ گئے +
حکومت طلب مت کرو۔ کیونکہ اگر وہ تجھے مانگنے سے ملی تو اس کا سب بوجھ تجھ پر پڑ

جائے گا۔ اور اگر بن مانگے ملی تو تیری ہر طرح سے امداد ہوگی +
مظلوم کی دعا سے ڈرو۔ کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں +
اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو۔ ایسا اتفاق نہ ہو جائے کہ وہ گھڑی اجابت کی ہو، اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے +
اونچی آواز سے تکبیر نہ پڑھو۔ کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہے تم اس کو پکار رہے ہو جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے +
اللہ تعالےٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو یہ پسند ہے کہ مانگا جائے۔
اور غم کے دور ہونے اور آسائش کے حاصل ہونے کا انتظار کرنا بہت اچھی عبادت ہے +
تم میں سے ہر ایک کو اپنی ساری حاجتیں اپنے رب سے مانگنی چاہییں یہاں تک کہ چپلی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو بھی اسی سے مانگو +
اللہ کی پناہ مانگو ایسے دل سے جس میں عاجزی نہ ہو۔ ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے۔ ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو۔ ایسے علم سے جس سے نفع نہ ہو +
دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ اور کسی چیز کی محبت تمہیں اندھا، گونگا اور بہرا کر دیتی ہے +
ملعون ہے وہ جس کا اعتماد اپنے جیسی مخلوق پر ہے +
جس شخص کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکالا جائے گا +
ایماندار آدمی کا ہر ایک کام اس کے لیے اچھا ہے۔ اسے جب خوشی حاصل ہوتی ہے، وہ شکر کرتا ہے۔ اگر اسے دکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں اچھی ہیں +
ایماندار وہ شخص ہے جس سے لوگ اپنے مال اور جان کو محفوظ سمجھیں +
کوئی شخص تم میں سے ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے +
تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ اور تمہارے اپنے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ پس روزہ بھی رکھو مگر کھانا بھی کھاؤ۔ نماز پڑھو مگر سوؤ بھی +
لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں۔ تو جلدی خدا ان سب پر عذاب نازل کرے گا +
بہت بڑا جہاد یہ ہے کہ انصاف کی بات ظالم حاکم کے روبرو کہہ دی جائے +
لوگو! نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیا کرو۔ اور برے کاموں سے منع کرتے رہو۔ ورنہ جلدی

خدا تم پر عذاب نازل کرے گا۔ پھر اگر دُہائی دو گے تو شنوائی نہ ہو گی ✤
اگر کوئی شخص کسی ممنوع کام کا عمل میں آنا دیکھے تو اُسے چاہیے کہ ہاتھ سے روک دے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے اُس کی بُرائی ظاہر کر کے اُسے روک دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے اُسے بُرا سمجھے۔ مگر یہ آخری صورت بہت ضعیف ایمان کی نشانی ہے ✤
جہاں شُبہ کی گنجائش ہو، وہاں قبل اس کے کہ کوئی منہ کھولے، خود اپنی بریت کا اظہار کر دینا چاہیے ✤
باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اُس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے ✤
دو شخصوں کے درمیان صُلح کرا دینا صدقہ ہے۔ کسی کو سہارا دے کر اُس کی سواری پر سوار کرا دینا یا اس کا مال لدوا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھا قول بھی صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز یا کسی کارِ ہائے نیک کے واسطے اٹھایا جائے صدقہ ہے۔ راستہ سے اذیت دینے والی چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے ✤
قسم سے خرید و فروخت میں زیادتی ہو سکتی ہے مگر کمائی گھٹ جاتی ہے +
خدا اُس شخص پر مہربانی کرتا ہے، جو خرید و فروخت، اور قیمت وصول کرنے کے تقاضے میں سہولت اور نرمی اختیار کرتا ہے ✤
وُہ لوگ جو فنا فی المال ہیں، وہ راندۂ درگاہِ ایزدِ متعال ہیں ✤
کسی مُسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی چیز بیچے، جس میں کسی نقص کے ہونے کا اُس کو علم ہو۔ البتہ اگر خریدار کو اُس کے نقص سے مطلع کر دے تو مضائقہ نہیں ✤
درختوں کے پھل مت بیچا کرو۔ جب تک کہ اُن میں صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے +
دو خصلتیں کسی ایمان دار آدمی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک بُخل دوسری بد خُلقی +
اے بنی آدم! تیرا کوئی مال نہیں سوائے اس کے جو تُو نے کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر گھسا یا، یا کارِ خیر پر صرف کر کے اُسے جاری رکھا +
غیر کے لیے کوئی صدقہ نہیں جب قریبی رشتہ دار محتاج ہیں ✤
کسی کے غضب پر صبر کرنے اور ایذا رسانی سے درگزر کرنے کے رویّے کو جو لوگ اختیار کریں گے خدا انہیں محفوظ رکھے گا۔ اور اُن کے مخالف اُن سے عاجزی کریں گے +
گنہگار کا دل بُرے عمل کی کثرت سے اُس کا عادی ہو جاتا ہے۔ اُسے اس کا احساس بہت کم ہوتا ہے۔ اس لیے بلا روک ٹوک بد عمل کیے جاتا ہے +
جب تم میں سے کوئی نماز کی جماعت کا امام ہو تو اُسے تھوڑا پڑھنا چاہیے کیونکہ جماعت میں ضعیف، بیمار اور کام کاج والے ہوں گے اور جب اکیلے پڑھو تو بیشک جتنا جی چاہے پڑھو +
وہ مُسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے۔ اور اُن سے اذیت پہنچنے پر صبر کرتا ہے۔ اُس سے اچھا ہے

جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ اُن سے اذیت پہنچنے پر صبر کرتا ہے ✣

بہتر صدقہ وہ ہے جو صاحب توفیق دے اور اپنے عیال سے شروع کرے ✣

ایک بار وز آپؐ نے صدقے کا حُکم فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کو اپنی جان پر صدقہ کر یعنی اپنی جان پر خرچ کر۔ اُس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اُسے اپنی اولاد پر خرچ کر۔ اُس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اُسے اپنی بیوی پر صدقہ کر۔ کہا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اُسے اپنے خادم پر صدقہ کر۔ پھر کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اُسے جہاں تو خود مناسب سمجھے صرف کر ✣

بہتر صدقہ وہ ہے جو مقدور کے موافق ہو ✣

نیکی کے بتانے والا مثل اُس کے کرنے والے کے ہے ✣

مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے۔ اور قرابتی کو صدقہ دینا دو صدقے ہیں۔ ایک تو اصل صدقہ دُوسرے رشتہ داری کی نگہداشت کا ✣

اگر میں حکم دیتا کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حُکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ✣

اگر کوئی عورت مرجائے اُس حال میں کہ اُس کا خاوند اُس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی ✣

ایماندار آدمی اپنی بیوی سے ناراض نہ رہا کرے۔ کیونکہ اُس کی کوئی عادت اُسے ناپسند ہو تو کوئی قابلِ پسند بھی ہوگی ✣

جو شخص کسی بُرائی میں حاضر ہوا اور اُس سے راضی ہوا۔ تو گویا اُس نے خود وہ بُرائی کی ✣

لوگوں کو اپنی منزل پر اُتارو یعنی حفظِ مراتب کا خیال رکھو ✣

بدظنی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ظن سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے عیب جوئی مت کرو چھپ کر باتیں نہ سُنو۔ فخر نہ کرو۔ حسد اور کینہ نہ رکھو منہ نہ موڑو۔ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بنے رہو ✣

اگر کوئی بندہ مشرق میں مارا جائے اور دُوسرا شخص مغرب میں اُس کے قتل سے راضی ہو۔ تو وہ دوسرا بھی اُس کے قتل میں شریک ہوگا ✣

مومن کا چہرہ بشاش رہتا ہے اور دل غمگین ✣

ایک مسلمان کے دُوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا۔ بیمار پُرسی کرنا۔ جنازے کے ساتھ جانا۔ بُلاوے کو قبول کرنا۔ اور چھینک کا جواب دینا ✣

حسنِ خلق کو حقیر مت سمجھو۔ خواہ وہ اسی قدر ہو کہ تم اپنے بھائی سے بکشادہ پیشانی ملو ✣

جب سالن پکاؤ تو اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال لیا کرو۔ اور اپنے ہمسایے کو اس میں سے

ایک دو چمچے دے ڈالو +

رستوں میں بیٹھنے سے پرہیز کیا کرو۔ اگر بیٹھنا ہی ہے تو راستے کے حق ادا کرو۔ یعنی نظر نیچے رکھنا، کسی کو ایذا پہنچانے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، نیک کام کا حکم دینا، بُرے کام سے منع کرنا، مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرنا اور بھولے ہوئے کو رستہ بتانا +

جب تین شخص بیٹھے ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ اس سے وہ آزردہ ہو جائے گا +

جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ لوگ اس کے لیے تعظیماً کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں سمجھ رکھے +

کھانا کھلانا اور واقف و ناواقف ہر دو کو سلام کہنا بہترین اسلام ہے +

ایک گروہ جب چل رہا ہو تو کافی ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہی سلام کہے۔ اسی طرح ایک جگہ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بھی ایک ہی کا جواب سلام کافی ہے +

دوست کے ساتھ محبت اعتدال کے ساتھ رکھو۔ کیونکہ ممکن ہے کبھی تمہارا بگاڑ ہو جائے۔ اسی طرح دشمن کے ساتھ دشمنی حد سے زیادہ نہ کرو۔ کیونکہ ممکن ہے کبھی تمہاری محبت ہو جائے +

سوار پیدل کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو، اور تھوڑے لوگ بہتوں کو سلام کریں +

جس شخص کے دونوں دن یعنی آج اور کل گزشتہ برابر ہو جائیں وہ نقصان زدہ ہے۔ اور جس کا گزشتہ کل آج سے اچھا تھا وہ محروم ہے +

گوشہ نشینی کو لازم پکڑو۔ وہ عبادت ہے۔ اور تم سے پہلے نیکوکاروں کا طریقہ ہے +

خدا کی عبادت اس طرح سے کر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے +

اپنے آپ کو تمنا سے بچا۔ کہ وہ بے وقوفوں کی وادی ہے +

مومن کو ایذا پہنچانا خدا کے نزدیک کعبہ اور بیت المعمور گرانے سے پندرہ گنا بُرا ہے +

لوگ خدا کی عیال ہیں، اور خدا کے نزدیک زیادہ پیارا اس کے عیال کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے +

علم عمل کو آواز دیتا ہے۔ پس اگر وہ جواب دے تو ٹھہرتا ہے ورنہ کُوچ کر جاتا ہے +

جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر۔ اور جب تو شام کرے تو اپنے نفس سے صبح کا ذکر نہ کر۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ کل تیرا کیا انجام ہوگا +

جس نے جہالت سے اللہ کی عبادت کی اس کا فساد اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے +

جاہل ایک دفعہ عذاب دیا جائے گا اور عالم سات دفعہ +

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا +

بندے کے لیے دُنیا میں اللہ کا سخت ترین عذاب غیر مقسوم کا طلب کرنا ہے ٭
مومن کی فراست سے بچتے رہو۔ یقیناً وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ٭
مجھے اپنی اُمت پر زیادہ خوف منافق اور زبان دراز کا ہے ٭
عبادت کے دس جز ہیں۔ نو اِن میں سے طلب حلال ہیں ٭
جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے مال کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی پروا نہ کریگا کہ اس کو کہاں سے دوزخ میں داخل کرے ٭
جو شخص ایک کپڑا دس درم کو مول لے اور اس کی قیمت میں ایک درم حرام ہو، تو وہ کپڑا جب تک اُس کے بدن پر رہے گا، اللہ تعالیٰ اُس کی نماز قبول نہ کرے گا ٭
ایماندار کا غصہ بھی جلد ہوا کرتا ہے اور راضی بھی جلد ہوا کرتا ہے ٭
آدمی کو اتنی ہی بُرائی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ٭
تمھارا ہمسایہ اگر تم سے مدد چاہے تو اُس کی مدد کرو۔ اور اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ اگر تم سے کوئی کام پڑے تو پورا کرو۔ بیمار ہو تو عیادت کرو۔ اور مر جائے تو جنازے کے ہمراہ جاؤ۔ اُس کو بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو مصیبت پڑے تو تعزیت کرو۔ بغیر اس کی اجازت کے اپنی عمارت اونچی مت کرو، کہ اُس کی ہوا رُکے۔ اگر کوئی میوہ خریدو تو اُس کو ہدیہ دو۔ ورنہ چھپا کر اپنے گھر میں لاؤ۔ اور اپنے بچے کو میوہ لے کر باہر نہ جانے دو کہ کسی ہمسایہ کے بچے کو رنج نہ ہو۔ اپنی ہنڈیا کے خوشبودار بگھار سے اس کو ایذا مت دو۔ مگر اس صورت میں کہ ایک چمچہ اُس کے ہاں بھی بھیجو۔ اور یہ حقوق اُسی سے ادا ہوں گے، جس پر خدا تعالیٰ رحم کرے ٭
رحم رحمٰن سے مشتق ہے۔ جو کوئی اُس کو ملائے گا رحمٰن سے ملے گا۔ جو کوئی اس سے قطع کریگا، وہ رحمٰن سے قطع کرے گا ٭
نیک خو اور خوش خلق صائم الدہر اور قائم اللیل کا درجہ پاتا ہے ٭
جس کو سلامت رہنا اچھا لگے وہ سکوت لازم پکڑے اور چاہیے کہ تیرا گھر تجھ کو گنجائش کرے ٭
مومن کی زبان دل سے پیچھے رہتی ہے (یعنی جب بولنا چاہتا ہے تو دل ہی سوچ لیتا ہے، تب زبان سے نکالتا ہے) ٭
جب کوئی تم کو دُعا دے تو تم بھی دُعا دو۔ اس سے بہتر یا وُہی ٭
زیادہ گوئی سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی چیز بُری نہیں ٭
دُنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے ٭
میں اور میری اُمت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بَری ہیں ٭

آگ خشک لکڑی میں اتنی جلدی نہیں لگتی جتنی غیبت بندہ کے حسنات کو خشک کرتی ہے ٭

لوگوں میں سے بُرا وہ ہے جس کی تعظیم اُس کے شر کے خوف سے کی جائے ٭

بہتر وہ ہے کہ دیر میں خفا ہو اور جلد مَن جائے۔ بدتر وہ ہے کہ جلد غصہ ہو اور دیر میں راضی ہو ٭

دُنیا اُس کا گھر ہے جس کا گھر نہ ہو۔ اُس کا مال ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔ اس کے وہ جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ اس پر وہ عداوت کرتا ہے جس کو علم نہ ہو۔ اس پر وہ حسد کرتا ہے جس کو سمجھ نہ ہو۔ اور اس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے جس کو یقین نہ ہو ٭

دُنیا کی کوئی چیز تیرے پاس نہ ہو لیکن یہ چار چیزیں ہوں تو تجھے ضرر نہیں (۱) راست گفتاری (۲) حفظِ امانت (۳) خوش خلقی اور (۴) غذائے حلال ٭

دُنیا حلال بھی عذاب ہے مگر یہ حرام کی نسبت خفیف ہے ٭

آدمی کے دوست تین ہیں: ایک تو قبضِ رُوح تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرا قبر تک تیسرا قیامت تک۔ قبضِ رُوح تک کا ساتھی مال ہے۔ قبر تک کے ساتھی اُس کے گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی اُس کے اعمال ٭

سخی گنہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے ٭

کوئی فقیر اور غنی ایسا نہیں جس کو قیامت میں یہ تمنا نہ ہو، کہ دُنیا میں اس کو بقدرِ قوت یعنی گزارہ کے لائق دیا جاتا ٭

جو دُنیاوی حیثیت میں تجھ سے زیادہ ہے، اُس کو مت دیکھ کہ ناشکری پیدا ہوگی ٭

جو میانہ روی کرتا ہے وہ مفلس نہیں ہوتا ٭

سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا مرض ٭

جو شخص خدا کی ناراضی لوگوں کی رضامندی میں چاہتا ہے، اللہ اس کو لوگوں ہی کے حوالے کر دیتا ہے ٭

اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ دُوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرا ہو ٭

بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے ٭

جو کسی قوم سے مُشابہت پیدا کرتا ہے وہ اُسی میں سے ہے ٭

جب تم کسی کو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ اُس کی مُراد دیے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مُصر ہے۔ تو جان لو۔ کہ یہ امر اُس کو مُہلت دیے جانے کے لیے ہے ٭

جب کسی بندے پر خدا تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اُس کی طرف لوگوں کی حاجتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اگر وہ اُن سے سُستی برتتا ہے تو اس نعمت کے کھونے کے درپے ہوتا ہے ٭

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں ÷

جو شخص جھگڑا چھوڑ دے گو حق ہی پر ہو اُس کے واسطے صف فنائے جنت میں۔ جو جھوٹ کہنا چھوڑ دے خواہ بطور ظرافت ہی ہو اُس کے لیے جنت کے وسط میں۔ اور جو خوش خلق ہو اُس کے واسطے جنت کے اعلیٰ درجہ میں ایک گھر کا میں ضامن ہوں ÷

جو چیز اولاد کے لیے بازار سے لاتے پہلے لڑکی کو دے پھر لڑکے کو ÷

کیا میں تمہیں ایسے خزانے سے مطلع نہ کروں جو سب سے اچھا ہے؟ سن لو کہ وہ نیک عورت ہے ÷

آپس میں تحفہ بھیجا کرو کہ تحفہ دل کی کدورت دور کر دیتا ہے ÷

اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی ظاہر نہ کرو کہ خدا اُسے آرام دیگا اور تجھے دکھ میں مبتلا کریگا ÷

حاکم عادل کی تعظیم کرنا خدا کی تعظیم میں داخل ہے ÷

جس نے لڑنے کی غرض سے تلوار اُٹھائی اور پھر اپنے ارادہ سے باز رہ کر میان میں کرلی اُس نے اپنا فرض ادا کیا ÷

ایک جنتی وہ ہے جو رنجور ہے، وہ بیٹیوں والا گرانبار اور تین والے کی مدد کر دے۔ یہ مسلمان ہوا کہ وہ جنت میں میرا ہمسایہ ہوگا ÷

ایسی نعمت کسی کو نہیں ملی جو صبر سے بہتر اور بڑی ہو ÷

لوگ ہرگز ہلاک نہیں ہوں گے جب تک کہ اُن کے اعمال بد کی وجہ سے نکل جاویں۔ پر حجت قائم نہ ہو دعویٰ کی دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے۔ اور اس کے انکار کی صورت میں قسم کھانا مدعا علیہ کے ذمہ ہے ÷

حلال چیزوں میں کوئی چیز خدا کے نزدیک ایسی بری نہیں جیسی طلاق ÷

جس شخص پر فاقہ اُترے اور وہ اُسے لوگوں پر اُتارے یعنی بھیک مانگے اُس کا فاقہ دور نہیں ہوتا اور جو اپنا فاقہ خدا پر اُتارے یعنی اُس سے مانگے تو اُسے خدا جلدی یا دیر سے رزق دے گا ÷

جب کوئی حاکم تجسس و تحقیقات کرے اور حق بات پا جائے تو اُسے دو اجر ملیں گے۔ اور اگر تجسس کرے اور غلطی کھا جائے تو اُس کے لیے تجسس کا ایک ہی اجر ملے گا ÷

تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے معلوم رہے کہ وہ دل ہے ÷

وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو دو شخصوں میں صلح کرا دے۔ نیک بات کہے یا اپنی طرف سے نیک بات بنائے ÷

سیدنا ابراہیم (فرزند مبارک) کو جب سانس چھوڑ رہے تھے، حضورؐ نے اپنی گود میں اٹھایا اور زبان مبارک سے فرمایا "اے ابراہیم! حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آ سکتے ہیں" ÷

جو شخص کسی لباس کو شہرت حاصل کرنے یا امارت ظاہر کرنے کی غرض سے پہنے گا، اللہ تعالیٰ اُسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔

جو شخص اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے، وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے۔

جو شخص تلاشِ علم میں نکلا وہ اپنی واپسی تک گویا اللہ کی راہ پر چلتا رہا۔

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت رکھے تو چاہیے کہ اسے بتلا دے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔

تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ اگر کوئی کسی میں برائی دیکھے تو چاہیے کہ اُسے ہٹا دے یا بتا دے۔

جو شخص مرنے کے وقت غلام کو آزاد کرے، وہ گویا پیٹ بھر کر کسی کے ہاں کھانا بطور تحفہ بھیجنے کی مانند ہے۔ جس میں کوئی مروّت نہیں۔

آدمی کے اسلام کی خوبی اُمورِ بے فائدہ کو چھوڑ دینا ہے۔

جب دو شخص ایک ہی وقت میں دعوت دیں، تو اُن میں سے نزدیک تر دروازے والے کی دعوت قبول کرو۔ اگر کوئی اُن میں سے پہل کرے تو پہل والے کی قبول کرو۔

اگر کسی شخص کی دعوت کی جائے اور وہ قبول نہ کرے، تو اُس نے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ اور جو شخص بن بلائے چلا جائے تو گویا چور اندر چلا گیا، اور چوری کر کے باہر آ گیا۔

کوئی آقا اپنے غلام سے یہ نہ کہے کہ میرا غلام یا میری لونڈی یا میرا خادم۔ اور نہ خادم آقا کو یہ کہے کہ میرا رب یعنی پالنے والا یا پالنے والی۔ بلکہ آقا کہے میرا جوان یا میری جوان عورت اور خادم کہے میرا سردار یا میری سردارنی کیونکہ تم سب مملوک ہو اور سب کا رب وہی عزت و جلال والا ہے۔

آپؐ جب کسی کے گھر آتے تو دروازہ کے سامنے سے نہ آتے۔ بلکہ دائیں یا بائیں سے السلام علیکم کہتے۔ کیونکہ اُن ایام میں دروازوں کے آگے پردے نہ تھے۔

ابو مسعود بدری اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا۔ کہ اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لے آئے تو اُس نے کوڑا پھینک دیا۔ آپؐ نے فرمایا "سنو! ابو مسعود، خدا تجھ پر زیادہ قادر ہے بہ نسبت اس کے کہ تو غلام پر ہے" یہ سن کر ابو مسعود آئندہ کے لیے تائب ہو گئے۔

آپؐ نے اُس چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر پردے نہ ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے باہر سے آواز دے کر رسول اللہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ آپؐ بولے یہ شخص قوم کا بُرا آدمی ہے جب وہ اندر آیا، تو اُس سے کشادہ پیشانی اور نرم کلامی سے پیش آئے جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ جس وقت آپؐ نے اس آدمی کا نام سنا۔ اُس وقت اُس کی نسبت ایسا ایسا کہا جب آپؐ اُس کے سامنے ہوئے تو کشادہ پیشانی رکھی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اے عائشہ! تو نے

مجھے کب کسی سے بداخلاقی کرتے یا بد خلقی سے پیش آتے دیکھا؟ بہت لوگ آپؐ کے حسن اخلاق ہی سے متاثر ہو کر آپؐ کی رسالت پر ایمان لائے +

حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم مسجد میں معتکف تھے۔ ایک رات میں اُنھیں دیکھنے گئی۔ چند باتیں کر کے میں اُٹھی کہ گھر جاؤں تو آپؐ بھی کھڑے ہو گئے۔ اور میرے ساتھ مسجد کے دروازے تک تشریف لائے۔ اُس وقت دو شخص انصاری اُدھر سے گزرے جب اُنھوں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا تو قدم تیز کر دیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہیں ٹھہر جاؤ۔ دیکھو یہ صفیہ میری بیوی ہے۔ اُنھوں نے کہا۔ سبحان اللہ یا رسول اللہ! یہاں کیا کسی شبہ کی گنجائش ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ شیطان کا گزر بنی آدم کے خون کی گزرگاہوں تک ہے مجھے اندیشہ ہُوا کہ تمھارے دلوں میں میرے متعلق کوئی بُرا خیال نہ ڈال دے ⁘

عثمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ میرا باپ مجھے ہمراہ لے کر رسول کریم کی خدمت میں آیا۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے اِس بیٹے کو یہ غلام عطا کیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تم نے ہر ایک بیٹے کو ایسا عطیہ دیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تو اپنا عطیہ واپس لے لے ⁘

جب دو مسلمانوں نے تلواروں سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ قاتل تو دوزخی ہُوا، مقتول کیوں؟ فرمایا اُس نے بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کر رکھا تھا ⁘

اگر کوئی شخص نیک کام کر رہا ہو۔ اور بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ نیک کام سے رُک جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا عمل ایسا ہی شمار کریگا جیسا وہ اُس حالت میں تھا، جبکہ وہ معذور نہیں تھا +

جو شخص کسی نیک کام کے واسطے ترغیب دیتا ہے تو اُسے اُسی قدر ثواب ملتا ہے جس قدر اُس شخص کو جو اُس کی پیروی کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی بُرے کام کی ترغیب دیتا ہے، تو اُسے اُسی قدر گناہ ہوتا ہے، جس قدر اُس شخص کو جو اُس کی پیروی کرتا ہے۔ ان ہر دو کے ثواب و گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی ⁘

ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ مگر اتنی زیادہ نہ ہو کہ میں بھول جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ غصہ نہ کیا کرو ⁘

آنحضرتؐ سے پُوچھا گیا کہ سب سے اچھا شخص کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر لمبی ہو، اعمال نیک ہوں لوگوں نے پُوچھا۔ سب سے بُرا شخص کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر لمبی اور اعمال بد ہوں +

ایک اُونٹنی کسی کے باغ میں گھس گئی۔ اور اُسے خراب کر ڈالا۔ آپؐ نے فرمایا۔ دن کے وقت

مال کی حفاظت (یعنی باغ کی) مال والے کے ذمّے ہے۔ اور رات کے وقت مویشی کی نگہبانی مویشی والے کے ذمّے ہے ٭

لوگوں نے خبر دی کہ ایک شخص نے خودکُشی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں اُس کے لیے جنازہ کی دُعا نہ پڑھوں گا ٭

ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہ نے عرض کیا کہ میرا خاوند بخیل ہے میری اور میری اولاد کی ضروریات کے لیے کافی خرچ نہیں دیتا۔ کیا میں اُس کی لاعلمی میں اُس کا مال خرچ کر سکتی ہوں؟ فرمایا اپنی اور اپنی اولاد کی معمولی ضروریات کے واسطے جس قدر بکار ہو خرچ کر لیا کرو ٭

اے خدا میں تیرے سامنے اقرار کرتا ہُوں کہ اگر غصّہ میں آ کر میں نے اپنی اُمّت کے کسی آدمی کو بُرا کہا ہو یا لعنت کی ہو۔ تو میں بھی انسان ہُوں۔ مجھے بھی ویسا ہی غُصّہ آتا ہے جیسا اور لوگوں کو آتا ہے۔ تُو نے مجھے مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو قیامت کے دن میری لعنت کو اس پر رحمت کیجیو ٭

ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگر میرے پاس کوئی آئے اور میرا مال مُجھ سے چھینے آپؐ نے فرمایا۔ اُسے خُدا سے ڈرا۔ اُس نے کہا۔ اگر وہ نہ ڈرے۔ فرمایا۔ اپنے ہمسایوں سے مدد مانگ۔ اُس نے کہا۔ اگر ہمسایوں میں کوئی مُسلمان نہ ہو جو میری مدد کرے (کیونکہ کافر تو مدد کرتے ہی نہیں) فرمایا۔ پھر حاکم سے مدد مانگ۔ اُس نے عرض کیا۔ اگر حاکم دُور ہو۔ فرمایا اپنے مال کی خاطر لڑ۔ یہاں تک کہ آخرت میں تو شہیدوں میں شامل ہو جائے یا جیت کر اپنا مال بچا لے ٭

ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ خادم کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپؐ خاموش رہے۔ اُس نے اپنا سوال پھر دوہرایا۔ آپؐ پھر بھی خاموش رہے۔ اُس نے تیسری بار اپنا سوال دہرایا آپؐ نے فرمایا۔ ہر ایک دن میں اُسے ستّر بار معافی دو ٭

مطرفؓ بن عبداللہ نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے سردار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ سردار اللہ ہے۔ اُس نے کہا۔ آپؐ بزرگی میں سب سے افضل ہیں۔ اور آپؐ کی طبیعت میں بخشش بھی ہماری طبیعت سے زیادہ ہے۔ فرمایا خیر ایسا کہو یا اس سے بھی کم مگر شیطان کے وکیل نہ بنو ٭

اُمِّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اور حارث کی بیٹی میمونہ رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھی تھیں کہ اُمِّ مکتومؓ کا بیٹا آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا پردہ کر لو۔ ہم نے کہا وہ تو اندھے ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم بھی اندھی ہو، اور اُسے دیکھ نہیں سکتیں؟

ایک شخص نے آپؐ سے پُوچھا۔ کہ میں جب ماں کے پاس جاؤں کیا تب بھی اجازت لیکر جاؤں؟ فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا میں اور ماں ایک ہی مکان میں رہتے ہیں۔ فرمایا پھر بھی

اجازت لیا کرو۔ اُس نے کہا۔ مَیں تو اُس کی خدمت کرتا ہُوں۔ آپؐ نے فرمایا تب بھی اجازت لیا کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اُسے برہنہ دیکھو؟ کہا نہیں۔ فرمایا۔ پس اسی واسطے اجازت لیا کرو۔ ممکن ہے کہ کبھی تم بے اطلاع چلے جاؤ، اور وہ برہنہ ہو +

عوفؓ ابن مالک نے پُوچھا کہ ایک آدمی کے ہاں میرا جانا ہُوا۔ اُس نے میری ضیافت نہ کی۔ اگر وہ میرے ہاں آجائے تو کیا مَیں اُس کی مہمان داری کروں؟ آپؐ نے فرمایا ضرور کرو۔ آپؐ نے دیکھا کہ میرے کپڑے ناقص ہیں۔ فرمایا۔ کیا تیرے پاس کوئی مال نہیں؟ مَیں نے عرض کیا۔ ہر قسم کا مال خُدا نے مجھے عطا کر رکھا ہے۔ فرمایا۔ تمھاری طرح وضع بہ لحاظ مناسب اُس کا ظہور ہونا چاہیے +

حضرت ابو قتادہؓ اور محلمؓ بن جسامہ کہیں چلے جا رہے تھے۔ قوم اشجع کا ایک شخص عامر بن اضبط بھی اپنے مال و متاع کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اُس نے اسلامی لشکر کو دیکھ کر السلام علیکم کہا۔ مگر مُسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ دشمن قبیلے کا شخص ہے، اپنی جان بچانے کے لیے السلام علیکم سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے۔ اس لیے سب نے اس کا جواب وعلیکم السلام دینے میں تامّل کیا اور محلمؓ بن جسامہ نے حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ جب اس واقعہ کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپؐ سخت ناراض ہُوئے اور محلمؓ سے کہا کہ تو نے ایک شخص کو خدا پر ایمان رکھنے کی حالت میں کیوں قتل کیا؟ اور عامر کے ورثا کو پچاس اونٹ خوں بہا دلا کر رضامند کیا۔ اور اس طرح محلمؓ کو قصاص سے نجات ملی +

دُشمن پر رحم کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ خاص کر اُس وقت جب بدلہ لینے کا موقع حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ اہلِ مکہ کے ہاتھوں طرح طرح کی بے شمار تکالیف اور اذیتیں اُٹھائیں لیکن پھر بھی آپؐ نے ان کی بھلائی اور بہتری کے لیے دُعا فرمائی۔ ایک بار صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! دُشمنوں کے حق میں آپؐ بددعا کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا۔ مَیں دُنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اولاد دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہو سکے +

اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کے ساتھ پانچ چیزیں عنایت کرتا ہے۔ شکر کے ساتھ مال کی زیادتی۔ دُعا کے ساتھ اجابت۔ استغفار کے ساتھ بخشش۔ صدقہ کے ساتھ قبولیت۔ رحم کے ساتھ رحمت +

اگر تمھارا کھانا حسبِ خواہش نہ ہو تو اُس کو بُرا نہ کہو +

مجھے حکم کیا گیا ہے کہ تقریر و گفتگو میں اختصار کیا کروں اس لیے کہ مختصر بات بہت بہتر ہوتی ہے +

مومنِ کامل وُہی شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہے +

اگر کوئی شیر خوار بچہ آپ کی گود میں پیشاب کر دیتا تو آپؐ کپڑوں کو اُس کے والدین کی رنجیدگی کے خیال سے اُس وقت نہ دھوتے تھے، بلکہ جب وہ باہر چلے جاتے تب دھوتے +

اسماء بنت یزید انصاری صحابیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئیں اور عرض

گیا۔ یارسول اللہ! مَیں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ مَیں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ بیشک آپؐ کو اللہ جل شانہٗ نے مرد اور عورت دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ اس لیے ہم عورتوں کی جماعت آپؐ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے، پردوں میں بند رہتی ہے۔ مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے۔ اور مردوں کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے کھڑی رہتی ہے۔ ہم اُن کی اولاد کو پیٹ میں اُٹھائے رہتی ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں۔ جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہیں جنازوں میں شرکت کرتے ہیں۔ حج پر حج کرتے رہتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج کے لیے یا عمرہ کے لیے یا جہاد کے لیے جاتے ہیں تو ہم عورتیں اُن کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اُن کے لیے کپڑا بُنتی ہیں۔ اُن کی اولاد کو پالتی ہیں۔ کیا ہم ثواب میں اُن کے شریک نہیں؟

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سُنی؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے؟ اس کے بعد آنحضرتؐ اسماء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ غور سے سُن اور سمجھ۔ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے، اُن کو بتادے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اُس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے، جن کو تُو نے مردوں کے لیے مخصوص سمجھ رکھا ہے۔

بوڑھوں میں بدتر بوڑھا وہ ہے جو سیاہ خضاب سے جوانوں کی مشابہت کرتا ہے کیونکہ سیاہ خضاب فریب ہے اور فریب دینے والا ہم میں سے نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے پینے کے لیے آبِ زمزم طلب فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا۔ یاحضرتؐ! اس پانی میں بہت لوگوں نے اپنے ہاتھ ڈالے ہیں اور گنگھولا ہے، ٹھہرئیے مَیں خالص ڈول پانی کا آپؐ کے لیے نکالتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں، مَیں مسلمانوں کے ہاتھ کی برکت کو دوست رکھتا ہوں۔

ایک دفعہ جنگِ بدر کے دن حضرتؐ سایہ میں بیٹھے تھے اور صحابہؓ دھوپ میں تھے جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا۔ یارسول اللہ! آپؐ سایہ میں ہیں۔ اور صحابہؓ دھوپ میں ہیں

خیال کرو! حضورؐ سے اتنی بات کا گلہ بھی ہوا ہے۔ اور یہ کہ حقوق العباد کا کیا درجہ ہے؟
ایک دفعہ آپؐ سرداران قریش کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن مکتوم آئے اور انھوں نے کچھ دریافت کیا۔ آپؐ نے اُنھیں دخل انداز ہوتے دیکھ کر مُنہ پھیر لیا۔ اُسی وقت یہ آیات بطور تنبیہ نازل ہوئیں: "محمدؐ ترش رُو ہوئے اور مُنہ پھیر بیٹھے، کہ اُن کے پاس ایک نابینا آیا۔ تمھیں کیا معلوم، شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا ـــــ جو پروا نہیں کرتا، اُس کی طرف تم توجہ کرتے ہو۔ اور جو تمھارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور خدا سے ڈرتا ہے، اُس سے تم بے رُخی کرتے ہو۔" اس پر آپؐ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی غلطی نہ تھی۔ مگر خدا کو آنحضرتؐ کی ذات مبارک سے ایسا طرزِ عمل بھی بھلا نہ لگا :.

خصائل و شمائل نبویؐ

حُلیہ شریف: حضور سرورِ دو عالمؐ کا حلیہ مبارک متفقہ روایتوں سے اس طرح بیان ہوا ہے۔ قد مبارک آپؐ کا نہ بہت لمبا تھا اور نہ بہت چھوٹا۔ اوسط درجہ سے ذرا اونچا۔ رنگ مبارک نہ بہت سفید نہ بہت گندم گوں۔ بدن دُبلا مگر خوبصورت اور دلکش۔ سینہ کشادہ اور کھلا ہوا۔ بدن کے اُستخواں اور پنجر فراخ۔ اعضاء متناسب۔ سر بڑا، وسیع اور شریفانہ پیشانی۔ بال سیاہ گھنے اور قدرے گھونگریالے کانوں تک بڑے ہوئے۔ بھویں بھرا ہوئی اور آپس میں ملی ہوئیں۔ رُخِ انور سبک لیکن مائل بہ درازی نہایت درخشاں اور بارونق۔ دل میں کھُب جانے والی سیاہ اور بڑی آنکھیں۔ نیز سیاہ پتلیاں جو پلکوں کے لمبے اور سیاہ باریک بالوں سے اور بھی روشن معلوم ہوتی تھیں۔ خوبصورت اُبھری ہوئی اور سُتواں ناک۔ دانت کشادہ اور موتیوں کی طرح چمکدار صاف اور نرم۔ جسم میں لطافت و نزاہت۔ رُخِ انور پر عزو محبوبیت کے آثار نمایاں اور چہرہ ذکاوت سے روشن تھا۔ آپؐ مکہ بھر میں سب سے زیادہ حسین سمجھے جاتے تھے :.

حالات عمومی: شانہ مبارک داہنی طرف سے شروع کرتے۔ کفش مبارک داہنی طرف پہلے پہنتے۔ خضاب آپؐ کا مہندی کا تھا۔ سُرمہ رات کے وقت تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ لباس میں قمیص آپؐ کو زیادہ پسند تھی اور موٹا کپڑا۔ بچھونا چمڑے کا تھا جس میں بجائے رُوئی کے کھجور کے پتے بھرے تھے۔ اور کبھی ٹاٹ بستر ہوتا۔ جوتا مبارک دو دو تسمہ والا ہوتا تھا۔ آپؐ نے پیٹ بھر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ سوائے کسی صحابہؓ کی ضیافت کے اور

آپؐ اور آپؐ کے اہلِ بیت نے دو روز متواتر جَو کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔ کئی کئی روز تک آپؐ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ اور کئی کئی شب چراغ نہ جلتا تھا۔ انگشتری چاندی کی دائیں دستِ مبارک میں پہنتے۔ جس کے نگینہ میں اسمِ مبارک اس طرح کندہ تھا: (محمد رسول اللہ) زرہ آپؐ کے پاس دو تھیں، جو فتح مکہ کے دن آپؐ پہنے ہوئے تھے۔ عمامہ مبارک اس روز سیاہ رنگ کا تھا۔ تلوار مبارک کا قبضہ چاندی کا تھا۔ آپؐ کے پاس ایک چادر اور ایک تہبند بہت سے پیوند لگا ہوا تھا۔ اسی میں آپؐ کی وفات شریف ہوئی۔ اور دو ہی دو کپڑے کے کفن ہوئے۔ آپؐ کے وقت میں چھلنی نہ تھی۔ پھونک لگا کر آٹا صاف کر لیتے۔ پتلی چپاتی کبھی نہیں کھائی۔ دسترخوان آپؐ کا چمڑے کا تھا۔ ایک پیالہ لکڑی کا زنجیر آہنی سے جکڑا ہوا آپؐ کا برتن تھا۔ اس میں ہر چیز پینے کی پیتے۔ پھلوں میں ککڑی اور کھجور ملا کر کھاتے۔ عطر آپؐ کو بہت پسند تھا۔ کبھی رد نہ فرماتے۔ اور فرماتے کہ خوشبو جنت سے ہے ؛

رفتار: میں قدم تیز مگر ایک انداز سے پڑتے تھے۔ آپؐ بدن کو اٹھا کر کے چلتے۔ گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔ چلنے میں فروتنی اور انکسار ظاہر ہوتا تھا اور کمر ذرا آگے کو جھکی رہتی تھی ؛

گفتار: حضورؐ کی گفتگو نہایت فصیح اور مختصر ہوتی تھی لیکن پُر مضمون۔ نہ مطلب سے زیادہ نہ کم۔ کبھی کسی کی مذمت نہ فرماتے۔ نہ کسی کھانے کو برا کہتے اور نہ تعریف میں لگے رہتے۔ زیادہ گفتگو سے احتراز فرماتے تھے۔ جلدی جلدی کلام نہ فرماتے تھے۔ بلکہ آہستہ آہستہ اور جدا جدا الفاظ کہ سننے والا حفظ کر سکے۔ مجمع میں گفتگو کے وقت یا وعظ کے موقع پر ہر ایک کلمہ عموماً دو تین مرتبہ بولتے تاکہ عام لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔ ہمیشہ مغموم و متفکر رہتے۔ آپؐ کے لیے آرام نہ تھا۔ عموماً خاموش رہتے اور بغیر حاجت کلام نہ فرماتے ؛

غصہ: حضورؐ کو جب کسی پر غصہ آتا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ جب کسی سے خوش ہوتے تو صرف مسکرا دیتے۔ آپؐ کبھی قصوروار پر ناراض ہوتے نہیں دیکھے گئے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ فرماتے: "اسے کیا ہو گیا ہے؟" یا "اس کی پیشانی خاک آلود ہو"۔ اپنے لیے نہ کبھی غصہ کرتے اور نہ بدلہ لیتے۔ البتہ اگر ہتک اسلام ہوتی تو آپؐ کے غضب کو کوئی شے نہ روک سکتی تھی۔ جب تک اس کا بدلہ نہ لے لیتے مطمئن نہ ہوتے۔ بات کے لیے اگر اشارہ کرتے تو پورے پنجے سے کرتے کیونکہ انگلی کا اشارہ تکبر ہے۔ تعجب کے وقت اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے ہاتھ میں ڈالتے۔ کبھی کبھی سچی اور درست خوش طبعی بھی فرماتے ؛

نمازِ تہجد اس قدر دراز فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر جاتے۔ تلاوت قرآن مجید بہت فرماتے ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ پڑھتے ؛

بیمار پُرسی اور جنازہ کے ساتھ جانے کا بہت خیال رکھتے ☆
دعوت غلام کو بھی قبول فرماتے ☆
خانہ داری کے کاموں میں آپؐ کپڑا سی لیتے، بکریاں چرالاتے اور اُن کا دودھ دوہ لیتے۔ اپنے نفس کی خدمت بھی کیا کرتے۔ فحش کلام نہ کرتے۔ بازار میں چلّا کر نہ بولتے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی نہ کرتے بلکہ معاف فرماتے۔ سخی ایسے کہ کبھی "نہ" کا لفظ زبان پر نہیں آیا۔ بالخصوص رمضان مبارک میں بہت سخاوت فرماتے ☆
فرخندہ مزاجی: اتنا کھل کھلا کر نہ ہنستے تھے کہ آپؐ کا مُنہ کھل جائے مُسکرانے پر بس فرماتے مگر سب لوگوں سے زیادہ مُسکرانے والے تھے۔ جس کسی نے آپؐ کو دیکھا، فرخندہ مزاج اور خندہ پیشانی پایا۔ حضورؐ کی شفقت آمیز حیا اور تحمل و درگزر ایسی چیزیں تھیں کہ ہر ایک آپؐ کو دیکھ کر اور آپؐ سے باتیں کر کے آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ خیال کرتا تھا کہ حضورؐ کو میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے ☆
مساوات: ایک لاکھ چوالیس ہزار کے مجمع میں حجۃ الوداع کے خطبے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی ترجیح نہیں۔ مگر پرہیزگاری کے ساتھ" جو سب کو اولادِ آدم بتاتا ہے۔ اُس کے اُسوۂ حسنہ میں ان اقوال کی تائید دیکھو۔ سفر ہو یا حضر، آپؐ اپنے اصحابؓ کے ساتھ کام میں برابر کا حصّہ لیتے تھے۔ اگر سفر ہے تو آپؐ لکڑیاں اکٹھی کر رہے ہیں۔ مسجد تعمیر ہو رہی ہے تو آپؐ پتھر ڈھو رہے ہیں اور ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے شریک کار ہیں ☆
آپؐ ایک جگہ سے واپس ہوئے تو مالکِ مکان نے ایک خچر سواری کے واسطے اور ایک غلام ہمراہی کے لیے ساتھ کر دیا۔ آپؐ نے غلام سے فرمایا "تم میرے آگے سوار ہو جاؤ۔ کیونکہ جس کی سواری ہے وہ آگے بیٹھنے کا مستحق ہے۔" اُس نے بپاسِ ادب ساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ یا تو سوار ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ ☆
ایک دفعہ آپؐ نے ایک شخص مغیث کے بارے میں اُس کی آزاد شدہ زوجہ بریرہ سے سفارش فرمائی کہ مصالحت کر لیں۔ اُس نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آپؐ حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ بریرہ نے جواب میں نہایت آزادی سے کہا کہ "مجھے مغیث کی ضرورت نہیں ہے" ☆
ایک دفعہ آپؐ بازار سے سودا سلف خرید کر خود اُٹھائے لا رہے تھے۔ کسی شخص نے کہا، یہ چیزیں میں اُٹھائے چلتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس کسی کی چیز ہو اُس کا اُٹھانا اسی پر

واجب ہے"۔

حضورؐ نے بدر کی جنگ میں ایک کافر شاعر کو قیدی بنایا۔ اس نے درخواست کی۔ ہللہ میری جان بخشی فرمائیں حضورؐ نے فرمایا۔ وعدہ فرماؤ کہ تم آئندہ کبھی مسلمانوں کی ہجو نہ کرو گے، اور کافروں کو شعر پڑھ کر نہ بھڑکاؤ گے۔ اس نے آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ جب حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ اپنے اس اقرار سے پھر گیا۔ اور بدستور مسلمانوں کے خلاف کافروں کو بھڑکاتا رہا۔ دوسری لڑائی اُحد میں وہ پھر پکڑا گیا۔ اس دفعہ اس نے پھر حضورؐ سے رہائی کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں اب تم کو نہیں چھوڑوں گا مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔ چنانچہ اُسے قتل کر دیا گیا۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ "مجھے غریب مسلمانوں میں ڈھونڈو اس لیے کہ تمہیں خدا کا رزق اور اس کی مدد غریب مسلمانوں ہی کی وجہ سے ملتی ہے"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نظر نہ تھا۔ مگر اس فرطِ محبت کے باوجود مسلمان جب حضورؐ کو دیکھتے تو تعظیم کے لیے مطلق کھڑے نہ ہوتے۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ حضورؐ کو اس قیام تعظیمی سے نفرت و کراہت ہے۔ کیونکہ اہلِ عجم اس طرح ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ خدا کی قسم حضورؐ نے عمر بھر کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت نہیں فرمائی۔ بلکہ اقرارِ اسلام کے کلمات کے بعد یہ ارشاد فرماتے۔ "مجھ کو تمھاری بیعت منظور ہے"۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم (کوڑھی) کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ساتھ مل کر ایک رکابی سے کھانا تناول فرمایا اور یہ فرمایا۔ "کھاؤ میرا خدا پر بھروسہ ہے"۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ حضورؐ اپنی چاندی کی انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے جس پر محمدؐ رسول اللہ کندہ تھا۔

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ چند خواتین کے سامنے سے گزرے اور ان کو السلام علیکم کہا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جس شخص کے دو بچے مر جائیں، خدا اُس کو ضرور جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اگر آپؐ کی اُمت کے کسی مسلمان کا صرف ایک بچہ مر جائے تو؟ فرمایا اے سمجھ دار خاتون! جس مسلمان کا ایک بچہ مر جائے وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ اگر آپؐ کی اُمت کے کسی شخص کا کوئی بچہ ہی نہ ہو تو؟ فرمایا۔ میں اپنی اُمت کا بچہ ہوں مجھ جیسا قیمتی شخص اُس کو کہاں مل سکتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ چند انصار نے آنحضرتؐ سے مال غنیمت مانگا۔ حضورؐ نے مال دیا۔ اُنھوں نے دوبارہ سوال کیا۔ حضورؐ نے دوبارہ مال عطا فرمایا۔ حتّٰی کہ آپؐ کے پاس جتنا مال تھا سب ختم ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں اپنے پاس کوئی مال جمع کرکے نہیں رکھتا۔ اسی وقت تم میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ فرمایا جو شخص سوال کرنے سے بچنا چاہے، خدا اُسے سوال سے بچنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص دُنیا سے بے نیاز ہونا چاہے، خدا اُسے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور اُس کا دل دُنیا سے متنفّر ہو جاتا ہے۔ جو شخص صبر کرنا چاہے، خدا اُسے صبر کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ صبر سے زیادہ کوئی اچھی چیز کسی کو نہیں ملی +

حضرت عمروؓ بن شعیب سے مروی ہے۔ ایک روز نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم ایک اُونٹ کے قریب آئے۔ اُس کے کوہان کے بال پکڑ کر ارشاد فرمایا "مسلمانو! اس مال غنیمت میں میرا اتنا بھی حصہ نہیں ہے۔ صرف خمس ہے مگر وہ بھی تمھارے کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ ایک دھاگا اور ایک سُوئی تک بھی غنیمت کے مرکز پر جمع کرا دیا کرو۔" یہ ارشادِ زرّیں سُنتے ہی ایک شخص کھڑا ہوا۔ اُس کے ہاتھوں میں بالوں سے بٹی ہوئی ایک رسّی تھی۔ اُس نے عرض کیا میں نے اس کو اپنے گھوڑے کی زین کا کمبل درست کرنے کے لیے اُٹھایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: "اگر تم نے یہ میرے یا میرے رشتہ داروں کے حصّے سے اُٹھایا ہے تو کوئی حرج نہیں۔" اُس نے عرض کیا جب حضورؐ کا یہ ارشاد ہے تو میں اس کو لیتا ہی نہیں۔ یہ کہ کر اُس کو مالِ غنیمت میں پھینک دیا۔ اگر آنحضرتؐ کی زندگی سے یادِ خدا کو منہا کر دیا جائے تو باقی جو کچھ بچتا ہے، وہ خدمتِ خلق ہے۔ آپؐ کے مذہب میں خُدا سے تعلق پیدا کرنے کا دُنیوی وسیلہ صرف یہ ہے کہ انسان خدا کی مخلوق کا خادم بن جائے۔ آپ کا ارشاد ہے "سیّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ" یعنی قوم کا سر گروہ وہ ہے جو قوم کا خادم ہو۔ آپؐ کا یہ بھی فرمان ہے کہ "تمام مخلوق خُدا کا کُنبہ ہے۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب انسان وہ ہیں جو اس کی مخلوق کے ساتھ بہترین سلوک کریں۔" حضورؐ کا ذاتی نمونہ بھی تھا۔ آپ بچّوں کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے۔ اُن کو پہلے سلام کرتے بعد میں پیار کرتے۔ بوڑھوں کی پُوری عزت فرماتے حضرت صدیق اکبرؓ اپنے بوڑھے اور نابینا باپ کو بیعت کے لیے لائے تو فرمایا: "تم نے انھیں کیوں تکلیف دی۔ میں خود اُن کے پاس چلا جاتا۔"

مساوات: ایک روز آپؐ ایک کنوئیں پر غسل کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک صحابیؓ آپؐ کی طرف پُشت کرکے چادر تان کر کھڑے رہے۔ جب حضورؐ فارغ ہوئے اور صحابیؓ کے نہانے کی باری آئی تو آپؐ بھی اسی طرح چادر تان کر کھڑے ہوگئے۔ اور پردہ کیے رہے صحابی کو اپنے رسولؐ کی یہ تکلیف کیونکر گوارا ہوسکتی۔ التجا کی۔ یا رسولؐ اللہ! میری جان آپؐ پر

قربان - آپؐ یہ تکلیف نہ فرمائیں - ارشاد ہوا " جیسا میں انسان ہوں ویسے ہی تم انسان ہو۔ مجھ کو ایسی کیا فوقیت ہے ؟ "

اثنائے سفر میں آپؐ نے ایک منزل پر قیام فرمایا۔ کھانے پکانے کا انتظام ہونے لگا۔ بکری ذبح کرنے کی تیاری ہوئی۔ صحابہ کرامؓ میں سے ہر شخص نے ایک ایک کام اپنے ذمہ لیا ایک نے بکری ذبح کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ دوسرے نے اُس کے بنانے اور صاف کرنے کی خواہش کی۔ تیسرے نے گزارش کی کہ میں پکاؤں گا - چوتھے صحابیؓ بولنے ہی لگے تھے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا " میں ایندھن کے لیے جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا " صحابہ کرامؓ نے نہایت ادب سے عرض کیا - ہماری جانیں آپؐ پر قربان، ہمارے ہوتے ہوئے حضورؐ کو کسی کام کے کرنے کی حاجت نہیں - فرمایا " میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگوں کی میرے حال پر بڑی عنایت ہے، لیکن مجھے منظور نہیں کہ تم میں مشیخت مآب بن کر بیٹھ جاؤں - رفیق وہ ہے جو رفیقوں کا شریکِ کار ہو - یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کام کرو اور میں بیٹھا منہ دیکھا کروں - مجھے حقِ رفاقت ادا کرنے دو " چنانچہ آپؐ جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لائے - اور ہمیشہ ایسے مواقع پر اپنے رفقاء کے ساتھ برابر شریکِ کار رہتے +

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر شروع ہوئی - تو آپؐ بھی مزدوروں کی صف میں شامل تھے مٹی کھودتے تھے اور ڈھوتے تھے - اِس قدر بھاری پتھر اُٹھاتے کہ جسمِ مبارک لچک جاتا عقیدت مند عرض کرتے " ہمارے ماں باپ فدا ہوں آپؐ چھوڑ دیں، ہم خود اُٹھا لے جائیں گے - فرماتے بہت اچھا لیکن پھر ذرا سی دیر میں اُسی وزن کا پتھر اُٹھاتے اور کام کرنے والوں کی صف میں شامل ہو جاتے جب مزدور تکان مٹانے کو رجز پڑھتے تو آپؐ بھی اُن کے ساتھ آواز ملاتے +

ایک دن حضورؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا - درست فرمانے لگے - تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا - حضورؐ میں درست کرتا ہوں - فرمایا " یہ شخصیت پرستی ہے مجھے پسند نہیں " +

غزوہ بدر کے موقع پر سواریاں کم تھیں، تین تین آدمیوں کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا حضورؐ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی شامل کر لیے - اُن دونوں نے عرض کیا - آپ سوار رہیں، ہم پیادہ چلیں گے - فرمایا - " نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں " +

ایک دن حضورؐ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے - اُس وقت آپؐ کے ہاتھ میں پتلی سی لکڑی تھی۔ آپ نے ایک شخص کو ہٹایا - اتفاق سے لکڑی کا سرا اُس شخص کے مُنہ پر لگ گیا اور خراش سی آ گئی۔ اسی وقت فرمایا " مجھ سے انتقام لے لو " اُس نے کہا حضورؐ میں نے معاف کیا +

حضور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنی خذیمہ میں اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہاں تلوار چلادی۔ حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو بے قراری سے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھ گئے اور فرمایا۔ "خداوندا میں خالد رضی اللہ عنہ کے فعل سے بری ہوں" پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ آپ نے حسبِ فرمانِ نبوی ﷺ ایک ایک مقتول کا خوں بہا ادا کیا حتیٰ کہ اگر کسی کا کتا مر گیا تو اس کا بھی خوں بہا ادا کیا گیا۔ یہ کیوں؟ انسان کا کوئی حق نہیں کہ وہ دوسرے انسان کو بغیر حق کے قتل کرے ۔

مساوات: آنحضرت ﷺ کی خدمتِ مبارک میں جب نجاشی شاہ حبش کا مرسلہ وفد آیا۔ تو آپ نے کسی کو موقع نہ دیا کہ آپ ﷺ کے سوا کوئی اور اُن کی خدمت کرے۔ آپ ﷺ فرماتے یہ میرے مرسلہ وفد اصحاب کے میزبان ہیں۔ میں اِن کو ان کی مہمان نوازی کا عوض دینا چاہتا ہوں ۔

ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور کچھ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اُسے چالیس بکریاں دینے کا ارشاد فرمایا۔ پھر وہ آدمی اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ اے میری قوم! اسلام قبول کرو۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنے کھلے دل سے عطا کرتے ہیں، جس سے کسی کو محتاجی اور مفلسی کا کبھی ڈر نہ ہو۔ اور آپ ﷺ کے اصولِ دین اس قدر مساوات پر مبنی ہیں کہ امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ چنانچہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کی سخاوت، خوش اخلاقی اور مساوات اسلام سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے ۔

اکثر مرتبہ آپ ﷺ خادمہ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ اور جب وہ تھک جاتی اُس کے ساتھ چکی پیستے۔ بازار سے بوجھ اُٹھا کر گھر لانے میں عار نہ ہوتا۔ غنی و مفلس ہر دو سے برابر کا مصافحہ کرتے اور خود ہاتھ نہ چھوڑتے، جب تک دوسرا ہی ہاتھ نہ چھوڑ دے۔ ہجومِ حج میں کوئی شخص لوگوں کو ہٹانے والا آپ کے آگے نہ ہوتا۔ اور اسی بھیڑ میں سے آپ بھی گزر تے ۔

انس بن مالک نے آنحضرت ﷺ کی چھت پر جانے کی سیڑھی کو گرا ہوا دیکھا تو مٹی کے ساتھ اس کی مرمت کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے اُن کو روکا اور فرمایا۔ میرا اور دُنیا کا کیا تعلق۔ میں دنیاوی جاہ و نمائش اور فضولیات کی بربادی کے لیے بھیجا گیا ہوں نہ کہ ان کی آبادی کے لیے ۔

اشعث بن قیس حاکم کندہ اسّی مسلمان سواروں کے ساتھ اس شان سے خدمتِ نبوی ﷺ میں آئے کہ حریر کی چادریں جن کے ریشم کے سنجاف تھے، اُن کے کندھوں پر لٹک رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم مسلمان ہو؟" عرض کیا۔ "ہاں"۔ فرمایا پھر یہ ریشم کیسا؟ اس جملے پر ہر ایک سوار نے اپنی اپنی چادر پھاڑ کر زمین پر ڈال دی۔ فرمایا۔ "اسلام کا منشا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک معتدل اور مساوی زندگی بسر کریں۔ امیروں کی صورت ایسی نہ ہو کہ غریبوں کی توہین اور حقارت سے دیکھنا اُن کے لیے لازمی ہو جائے۔ اور غریبوں کی دلآزاری کا موجب ہو" ۔

ایک دفعہ کسی نے کمخواب کی قبا بھیجی۔ آپؐ نے پہن لی۔ پھر خیال آیا اور اُتار کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی حضرت عمرؓ روتے ہوئے آئے کہ جو چیز ناپسند ہوئی وہ مجھ کو عنایت ہوئی۔ ارشاد ہوا۔ کہ میں نے استعمال کے لیے نہیں بلکہ فروخت کرنے کے لیے بھیجی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو فروخت کیا تو دو ہزار درہم دام اُٹھے +

ایک مرتبہ کسی شخص نے کھانا پکوا کر حضرت علیؓ کے گھر بھیجا حضرت فاطمہؓ کی خواہش تھی کہ آنحضرتؐ بھی یہیں تشریف لے آتے اور ہمارے ساتھ کھانا کھاتے حضرت علیؓ گئے اور آپؐ سے جا کر عرض کیا۔ آپؐ تشریف لائے لیکن دروازے پر جا کر دیکھا کہ گھر میں دیواروں پر پردے لٹک رہے ہیں۔ آپؐ اُسی وقت واپس پلٹ گئے حضرت علیؓ نے واپسی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا "پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی زیب و زینت کے مکان میں داخل ہو" +

فتح مکہ کے بعد شہر میں داخلہ کے وقت حضرت نبی کریمؐ اونٹ پر سوار تھے کیفیت انکسار نے سر مبارک کو اس قدر جھکا رکھا تھا کہ پیشانی مبارک کجاوے سے لگتی جا رہی تھی "تاکہ کسی شخص کو نفسانی فتح کا دعوکا نہ ہو۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ فتح مند ہو کر بھی انسان کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انسان بہرحال خدا کا بندہ ہے +

جن لوگوں نے آپؐ کو اس قدر سخت اذیتیں پہنچائی تھیں، اُن سب کو معافی اور امن کا پیغام سُنایا۔ سراقہ بن جعشم نے آپؐ پر تین دفعہ تلوار کے وار کیے تھے، آپ نے اُس سے کچھ بھی پرسش نہ فرمائی۔ ہبار نے آپؐ کی بیٹی زینب کو نیزہ سے زخمی کیا تھا۔ آخر اسی زخم سے فوت ہو گئی تھیں جب ہبار سامنے ہوا تو آپؐ نے معاف فرمایا۔ وحشی نے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا، وہ معافی کے لیے حاضر دربار ہوا۔ تو حضور نے شرم سے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں اور معاف فرمایا۔ جنگ اُحد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ خود غار میں گر گئے۔ بعض صحابہؓ نے بد دُعا کی درخواست کی تو فرمایا "اے خدا! میری قوم کو ہدایت فرما، وہ جانتے نہیں ہیں" +

ایک دفعہ آپ کا ایک آزاد شدہ غلام مر گیا۔ قاعدے کے مطابق لوگ اس کا متروکہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کا کوئی رشتہ دار یا ہم وطن یہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ سب چیزیں اُس کے حوالے کر دو +

ایام طفولیت میں جب آپؐ کی عمر بارہ سال کی تھی، چند لڑکے آپؐ کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ لڑکے رات کو باری باری شہر جاتے اور کہانیاں سُنا کرتے۔ اُن لڑکوں نے دو مرتبہ آپؐ کو بھی کہانیاں سُننے کی ترغیب دی۔ اور بڑے اصرار سے شہر میں بھیجا لیکن نبی معصوم دونوں مرتبہ منزل تک نہیں پہنچے۔ راستے ہی میں جان نیند غلبہ کرتی سو جاتے۔ اور جب بیدار ہوتے سیدھے ریوڑ

میں چلے آتے۔ ان دو واقعات کے سوا آپؐ نے ساری زندگی میں کبھی کھیل تماشے کا قصد بھی نہیں کیا۔ اور یہی بے لوث زندگی مخالفین نبوت کے لیے ایک ناقابل تردید اور دائمی ثبوت قرار پاگئی۔ جب کبھی قریش نے آپ کی تکذیب کی، آپؐ نے یہی فرمایا: "اے قریش! میں نے نبوت سے قبل ایک طویل زندگی تمھارے سامنے گزاری ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے"۔ یہ پُرحقیقت عظیم الشان آواز برابر ۲۳ سال تک فلک عرب کی فضاؤں میں گونج پیدا کرتی رہی مگر کوئی انسان اس کے جواب میں لب کُشا نہ ہوسکا۔

ابُوطالب (آپؐ کے چچا) سے زیادہ آپؐ کے بچپن کے حالات سے کون باخبر ہوگا؟ وہ فرمایا کرتے تھے: "میں نے نہیں دیکھا کہ محمدؐ نے بچپن میں بھی کبھی جھوٹ بولا ہو۔ ہنسی مذاق کیا ہو۔ کوئی جہالت کی ہو یا لڑکوں کے ساتھ پھرے ہوں۔" آپؐ کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ ابوطالب کی کنیز کہتی ہیں کہ آپ گھر میں کھانے کے لیے آتے تھے، مگر خود کبھی نہیں مانگتے تھے۔ حیاداری کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ بالکل نوعمری کے زمانے میں آپؐ کا تہ بند اُتر گیا۔ اسی وقت آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ زمین پر گر پڑے۔ اور اسی حالت میں آپؐ نے پھر سے جسم پر تہ بند لپیٹ لیا۔ انہی ایام میں ایک دن قریش نے چڑھاوے کا کھانا آپؐ کے سامنے لاکر رکھا۔ آپؐ نے کھانے سے انکار کردیا۔ اور باوجود ایسے خاندان میں پیدا ہونے کے جو تمام بت پرست قبائل کا بروہت تھا، چالیس سال تک محنت اور خدمت کی زندگی بسر کرتے رہے مگر کبھی بُتوں کے آگے سر نہ جھکایا۔

ایک دفعہ ایک یہودی نے آپؐ کو السلام علیکم کی بجائے "السّام علیکم" (تم پر موت ہو) کہا۔ آپؐ نے اس کے جواب میں فقط "وعلیکم" کہا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا حضرت! آپ نے بھی السّام کا لفظ کیوں نہ کہا اور فقط "وعلیکم" ہی پر اکتفا کیا۔ فرمایا: بُرے کلمہ سے زبان آلودہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ "وعلیکم" سے بھی وہی مطلب نکل سکتا ہے (یعنی "تم پر بھی") علاوہ ازیں خدائے تعالیٰ کا ایک نام رفیق بھی ہے۔ اس واسطے وہ رفق یعنی نرمی کو پسند کرتا ہے +

مساوات: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم استر پر بلا پالان سوار تھے۔ میں راستے میں مل گیا۔ فرمایا سوار ہوجاؤ۔ میں آنحضرتؐ کو پکڑ کر سوار ہونے لگا۔ خود تو چڑھ نہ سکا لیکن آنحضرتؐ کو گرا دیا۔ آنحضرتؐ نے دوبارہ سوار ہو کر فرمایا۔ سوار ہوجاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ مجھ سے چڑھا نہیں جاتا حضورؐ کو کہاں تک گراؤں گا؟ آخرکار آپؐ بھی پیدل چلنے لگے۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں۔ میرے گھر میں آنحضرت صلعم کا بستر صرف بوریا تھا۔ اسے دوتہ کرکے بچھا دیا جاتا۔ ایک رات چار تہ کرکے بچھا دیا۔ فرمایا بستر نرم ہوگیا ہے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا

مجھے شب بیداری سے باز رکھتا ہے ✧
نجران کے عیسائی آپؐ کی خدمت میں آئے۔ اُن کی عبادت کا وقت آگیا۔ آپؐ نے مسجد نبویؐ
میں اُن کو عبادت کرنے کی اجازت دے دی ✧
ایک یہودن آپؐ کے پاس بکری لائی جو زہر کھلا کھلا کر پالی گئی تھی۔ آنحضرتؐ اس امر سے
مطلع ہو گئے۔ فرمایا۔ تیرا اس سے کیا مدعا تھا؟ وہ کہنے لگی۔ آپؐ کا قتل۔ فرمایا۔ تو ایسا نہیں
کر سکتی۔ کیونکہ خدا کو منظور نہیں۔ صحابہؓ نے اُسے قتل کرنا چاہا۔ لیکن آپؐ نے معاف فرما دیا ✧
ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ تم بازار سے میرے نام
پر قرض لے لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ خدا نے آپ کو ایسی حالت میں تکلیف اٹھانے کا حکم نہیں
دیا۔ آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ راہ خدا میں دینا ہی اچھا ہے
اس پر آپؐ خوش ہو گئے۔ اور فرمایا۔ "خداوند کریم رد سوال کو مجھ سے پسند نہیں فرماتا" ✧
ایک موقع پر آپؐ سے صحابہؓ نے سوال کیا کہ کبائر (یعنی سب سے بڑے گناہ) کیا ہیں؟ آپؐ
نے فرمایا۔ شرک۔ قتل۔ والدین کی نافرمانی۔ پھر فرمایا کہ میں تم کو سب سے بڑے گناہ کی خبر
دوں۔ وہ ہے جھوٹی شہادت ✧
ایک بار آپؐ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرائے گی؟
ارشاد ہوا کہ خدا کا تقویٰ اور خوش خلقی۔ پھر سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو
دوزخ میں لے جائے گی؟ فرمایا۔ منہ اور شرمگاہ۔ یعنی بدزبانی اور بدکاری ✧
ایک بار ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بالکل دروازہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؐ
نے فرمایا کہ سامنے سے ہٹ جاؤ۔ کیونکہ اس طریقے کے قائم کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی کے
گھر آنے والے کی نگاہ ایسی چیز پر نہ پڑ جائے جس کا اظہار اس کو پسند نہ ہو ✧
ایک بار ایک بوڑھا آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن اہل مجلس نے اُس کے لیے جگہ
خالی کرنے میں دیر کی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ "جو کوئی ہمارے چھوٹوں کے ساتھ تلطف پیش نہ آئے اور
بڑوں کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے" ✧
حضرت رسول کریمؐ کی زندگی کے واقعات میں اس صفت کی نمایاں جھلک پائی جاتی ہے کہ جو
لوگ آپؐ کے مقرب تھے۔ وہی سب سے بڑھ کر آپؐ کے گرویدہ اور مطیع و منقاد نظر آتے ہیں۔
جب حضورؐ نے بحکم خدائے عزوجل سماوی پیغام دنیا کو سنایا۔ تو سب سے پہلے وہی لوگ اس سے
متاثر ہوئے۔ جن کے ساتھ آپؐ کا گہرا تعلق رہا اور جو ہمیشہ آپ کے ہمدم و ہمراز اور ہمنشین تھے۔
یعنی آپؐ کی انیس و رفیق بیوی حضرت خدیجہؓ۔ آپ کے غلام زیدؓ۔ آپؐ کے دوست صادق صدیق

اکبرؓ۔ آپؐ کے عم زاد برادر حضرت علیؓ۔ کیا آپؐ کی صداقتِ نبوت اور خُلقِ عظیم اور انسانیت کاملہ کی اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟

آپؐ ایک دن کسی شخص کے ساتھ جنگل میں گئے۔ اور زمین کھود کر آپؐ نے دو مسواکیں نکالیں۔ ایک سیدھی تھی دوسری ٹیڑھی۔ حضورؐ نے ٹیڑھی مسواک خود لی اور سیدھی اس شخص کو دی۔ اُس نے عرض کیا۔ اچھی مسواک آپ رکھیں۔ فرمایا "نہیں اگر کوئی شخص ایک گھڑی بھی کسی کے ساتھ رہے تو قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ کہ حقِ صحبت بجا لایا یا نہیں"؟

ایک غریب شخص مسجد نبویؐ میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو آپؐ ہمیشہ اُس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ وہ آدھی رات کے وقت فوت ہو گیا اور اُسی وقت دفن کر دیا گیا۔ صبح کے وقت آپکو اطلاع ہوئی تو اظہارِ افسوس فرمایا اور اس کی قبر پر جا کر نمازِ جنازہ ادا فرمائی ÷

عفو و تحمل: آپؐ لوگوں میں کچھ چیزیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور اُس نے آپؐ کی چادر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ حضورؐ کی گردنِ مبارک میں نشان پڑ گئے۔ اعرابی نے کہا۔ اے محمدؐ! میرے لیے ان اونٹوں کو خدا کے مال سے لاد دے" تو کچھ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے نہیں لادتا۔ اس پر آپؐ خاموش ہو گئے اور نہایت تحمل و وقار سے فرمانے لگے کہ "تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا"۔ اُس نے کہا اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیوں؟ کہنے لگا کہ آپؐ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں لیتے۔ آپؐ ہنس پڑے اور درگزر فرمایا ÷

جنگِ اُحد میں عبداللہ بن قمیہ نے حضورؐ کے روئے انور پر تلوار سے وار کیا۔ مغفر کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں چُبھ گئیں۔ چاروں طرف سے تیر اور تلواریں برس رہی تھیں۔ جاں نثاروں نے آپؐ کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ ابو دجانہؓ جھک کر سپر بن گئے۔ حضرت طلحہؓ نے دشمن کی تلواریں اپنے ہاتھ پر روکیں اور ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اُس وقت حضورؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ "خداوندا میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں کہ خدا کے تمام بندوں کی آزادی ہمارا مقصدِ اولین ہے ÷

ایک اعرابی نے کہا۔ آپؐ مال کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اگر میں نے انصاف نہ کیا تو اور کون کرے گا؟ میں نے نقصان اور خسارہ پایا اگر انصاف نہ کیا" ÷

ایک دفعہ ایک یہودی زید بن سنہ اپنا قرض آنحضرتؐ سے وصول کرنے آیا اور آتے ہی آپؐ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی اور کہنے لگا۔ اے بنی عبدالمطلب! تم بڑے نادہند ہو۔ اُس کی اس ناشائستہ حرکت پر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور اُسے سخت سُست کہنے لگے۔ آپؐ مسکراتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ "اے عمرؓ! میں اور وہ دونوں اس کے سوا ایک اور ہی بات کے محتاج تھے۔ تم مجھے حُسنِ ادا کا امر کرتے اور اُسے حُسنِ تقاضا کا"۔ اس کے بعد آپؐ نے یہودی سے

فرمایا - کہ تیرے اقرار میں تو ابھی تین دن باقی ہیں - مگر آپؐ نے اس پر بھی اسی وقت قرضہ ادا کردیا - ورثے بیس صاع غلہ اور زیادہ اس وجہ سے دلا دیا کہ حضرت عمرؓ نے اُسے سخت سُست کہا تھا -

ایک دفعہ دو یہودیوں کی کسی بیہودہ بات پر آپؐ ناراض ہو گئے - رخسار مبارک غصہ سے سُرخ ہوگیا - دونوں یہودی اُٹھ کر چلے گئے - بعد میں آپؐ نے اُن کے پاس کچھ کھانے کی چیزیں بھیجیں تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ آپؐ ناراض نہیں ہیں ÷

خیبر کی جنگ میں ایک یہودن زینب نامی آپؐ کو کھانے میں زہر دیتی ہے مگر آپؐ اُسے معاف کردیتے ہیں ÷

غورث بن حارث آپؐ کو ہلاک کرنے کے لئے تلوار لے کر بڑھتا ہے - آپؐ بیدار ہوجاتے ہیں - وہ پوچھتا ہے کہ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے ؟ آپ فرماتے ہیں - "اللہ" ! اس کے سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی ہے - اُسی تلوار کو آپؐ نے پکڑ کر پوچھا - اب تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے ؟ اس پر وہ گھبرایا - آپؐ نے اُسے فرمایا کہ وہ خدا جس نے مجھے تجھ سے بچایا تھا وہ تیری حفاظت پر بھی قادر ہے ÷

آپؐ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دُنیا اپنے اخلاق کا خراب نمونہ پیش کرے تو بھی انسان کو اپنے اخلاقِ حسنہ نہ چھوڑنے چاہئیں ÷

آپؐ لوگوں کو جلد بازی سے ہمیشہ محترز رہنے کی تاکید فرماتے - یہاں تک کہ اگر نماز کی اقامت بھی ہوجائے تو اس کے لیے بھاگ کر نہ جاؤ بلکہ آہستگی اور وقار کے ساتھ جاؤ - کیونکہ بھاگنا کوئی عبادت نہیں ہے ÷

آپؐ شرم کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظر جما کر نہ دیکھتے تھے - اگر کسی کا کوئی فعل ناپسندیدہ ہوتا تو اُسے براہ راست نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اُس کی کراہت بیان فرماتے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو ÷

آدابِ اصحاب کی مجلس ہو یا غرباء و مساکین کی محفل حضورؐ اُن میں جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے اپنے زانو بھی اپنے ساتھیوں سے بڑھا کر نہ بیٹھتے - نہ کسی کی طرف پُشت کرتے نہ پاؤں پھیلاتے - چلتے یا بیٹھتے اپنے لیے کوئی امتیازی جگہ خاص نہ فرماتے بلکہ اس طرح غیر ممتاز ہو کر ملے جُلے رہتے کہ اجنبی لوگ پہچان بھی نہ سکتے کہ اس جماعت میں نبی اعظمؐ اور مسلمانوں کا نہ صرف دنیاوی پیشوا بیٹھا ہے جس کی آنکھ کے ایک اشارے پر لاکھوں گردنیں خم ہونے اور بے شمار دل اپنا سرمایۂ حیات نثار کردینے کو تیار ہیں ÷

آپؐ کسی کی بات کو قطع نہ فرماتے تھے - جب کسی کی طرف دیکھتے تو پوری نظر بھر کر دیکھتے کن انکھیوں سے کبھی نہ دیکھتے - ہر ایک پاس بیٹھنے والے کو گفتگو میں پورا حصہ دیتے - جب آپؐ کے صحابہؓ اہلِ مجلس کی کسی بات پر ہنستے تو آپ بھی مسکرا کر اس میں شرکت فرماتے ÷

سلام علیکم کہنے اور مصافحہ کرنے میں آپؐ ہمیشہ پیش قدمی فرمایا کرتے تھے - مگر مصافحہ کے بعد ہاتھ علیحدہ کرنے میں پیش قدمی نہ فرماتے جب تک دوسرا خود حضورؐ کا ہاتھ نہ چھوڑ دے ÷

اگر کوئی شخص کسی بات کے لیے آپؐ کے کان کو اپنے منہ سے لگا لیتا، تو آپؐ اُس سے اپنا سر علیحدہ نہ کرتے۔ حتیٰ کہ وہ خود فارغ ہو کر حضورؐ کے سر مبارک کو ہاتھ سے نہ ہٹا دیتا۔

اگر کوئی شخص آپؐ کے پاس بات کرنے کو بیٹھتا تو اُس کے پاس بیٹھے رہتے، جب تک کہ وہ خود ہی علیحدہ نہ ہو جاتا۔

جو کوئی آپ سے ملنے آتا۔ آپؐ اُس کی عزت کرتے اور بعض اوقات اپنی چادر اُس کے بیٹھنے کے لیے بچھا دیتے۔ اور بعض اوقات ملنے والوں کی خاطر اُس چادر کو چھوڑ دیتے جس پر آپؐ بیٹھے ہوتے تھے۔
آپؐ کے اہل بیت یا صحابہؓ اور خدام میں سے جو کوئی آپؐ کو پکارتا آپ فوراً جواب میں لبیک فرماتے یعنی حاضر ہوا۔

ملنے والوں کی خاطر آپؐ نماز کو مختصر فرما دیا کرتے تھے۔

سخت گو، بد مزاج، عیب جو اور مبالغہ کرنے والوں کو پسند نہ فرماتے۔
جو شخص پہلی مرتبہ آپؐ کو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا لیکن آپؐ کی رحمدلی اور حُسن اخلاق سے بہت جلد مانوس ہو جاتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا۔ چہرۂ مبارک ہمیشہ بشاش رہتا۔ مزاج شستہ اور پیشانی شگفتہ تھی۔ گفتگو میں گو متانت کا رنگ غالب تھا۔ لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ راہ میں مرد، عورت یا بچہ جو سامنے آجاتا اُن سب کو سلام کرتے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ کرتا ہوں کہ دیر میں ختم کروں لیکن کسی بچہ کے رونے کی آواز کان میں آجاتی ہے تو مختصر کر دیتا ہوں کہ اُسے تکلیف ہوتی ہوگی۔ یہ محبت کچھ مسلمان بچوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ دوسرے مذہب کے بچوں کے ساتھ بھی تھی۔
ایک بار آپؐ ایک صحابیہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اُنھوں نے اپنے بچے کو بلایا کہ "آ! میں تجھے چیز دیتی ہوں۔" آپؐ نے فرمایا، اس کو کیا دینا چاہتی ہو؟ اُنھوں نے کہا کھجور۔ فرمایا اگر تم اس کو کچھ نہ دیتیں تو تمھارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ لیا جاتا۔ لوگ بچوں کو بہلانے کے لیے جھوٹ بول دیا کرتے ہیں لیکن اسلامی اخلاق کی رو سے یہ بھی قابل اعتراض ہے۔
ایک دفعہ کسی جنگ میں چند بچے مارے گئے۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو بہت رنج پہنچا۔ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ وہ بچے مسلمانوں کے نہ تھے۔ فرمایا تم سے اچھے تھے۔ خبردار آئندہ کبھی بچوں کو قتل نہ کرو۔
ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا اور ڈھیلے مار کر کھجوریں گرا لیتا۔ ایک دفعہ لوگ مجھے پکڑ کر حضرتؐ کی خدمت میں لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟ میں نے کہا "کھجوروں کے لیے۔" ارشاد فرمایا کہ "زمین پر گری ہوئی کھجوریں کھا لیا کرو، ڈھیلے مار کر نہ گرایا کرو۔ درخت کو نقصان پہنچتا ہے۔" پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے تھے۔ آپؐ بھی تشریف لائے اور انہیں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ فقیر مہاجر دولتمندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اور تمام دنیا کے امیروں سے ایک غریب بہتر ہے۔ یہ سن کر ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔ میرے دل میں یہ حسرت تھی کہ کاش میں بھی انہیں میں سے ہوتا۔ اکثر دعا میں فرمایا کرتے۔ کہ اے خدا! مجھے مسکین زندہ رکھ مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر +

حضرت سعدؓ کے مزاج میں کسی قدر تفاخر تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو غریبوں سے بالاتر خیال کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کو یہ بات ناگوار تھی۔ آپؐ نے ایک دن انھیں مخاطب کر کے فرمایا ”تم کو جو کامیابی اور روزی حاصل ہے، وہ سب انہیں غریبوں کی بدولت ہے“ +

زکوٰۃ کی نسبت آپؐ کا ارشاد تھا کہ شہر کے امیروں سے لے کر وہیں کے غریبوں میں تقسیم کر دی جائے۔ گھر میں ہمیشہ تاکید تھی کہ کسی مسکین کو دروازے سے نامراد نہ پھیرو۔ گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو +

اہل عرب زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے اور اسے پکا کر کھاتے۔ کسی جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ بناتے اور تیراندازی کی مشق کرتے۔ آپؐ نے ایسی بے رحمی سے لوگوں کو روک دیا۔ بلکہ جانوروں کی دم اور ایال کاٹنے سے بھی منع فرمایا کہ دم ان کا مورچھل اور ایال ان کا لحاف ہے +

دشمن بھی آپ کو صادق اور امین سمجھتے تھے۔ ابوجہل کہا کرتا تھا ”محمدؐ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔ البتہ تم جو کچھ کہتے ہو اس کو میں صحیح نہیں سمجھتا“ +

نضر بن حارث نے جو قریش میں سب سے زیادہ جہاندیدہ، تجربہ کار اور ممتاز شخص تھا۔ اپنے ساتھیوں سے ایک دن کہا کہ محمدؐ تمہارے سامنے ایک بچہ سے پل کر جوان ہوا۔ وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، بات میں سب سے سچا، امانت میں سب سے یکتا اور سب سے زیادہ حلیم تھا۔ اب جبکہ اس کے بالوں میں سفیدی آچلی اور تمہیں دعوت حق دی تو تم اسے جادوگر اور دیوانہ کہتے ہو +

یہودی اور دیگر مخالفین بھی اپنے مقدمات و تنازعات میں آپؐ ہی کا فیصلہ تسلیم کرتے تھے +

قبیلہ بنو ثقیف کے کچھ لوگ مدینے میں آئے۔ ایک انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ! ان کے مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بدلے میں اب ایک آدمی ان کا

بھی قتل کرا دیجیے۔ آپ ﷺ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جا سکتا۔
آپ ﷺ کے حلم اور فیاضی کی وجہ سے تمام لوگ بہت دلیر ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ کہ ایک بدّو آیا اور آپ ﷺ کا دامن پکڑ کر کہنے لگا کہ میری ایک معمولی سی ضرورت رہ گئی ہے' وہ ابھی پوری کر دو۔ آپ ﷺ اس کے ہمراہ گئے' اور اس کے کام سے فارغ ہو کر آئے تو نماز پڑھی۔

ایک دفعہ ریشم کا کپڑا بازار میں بک رہا تھا حضرت عمرؓ نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضورؐ یہ کپڑا اپنے لیے پسند فرمالیں' اور جمعہ' عید یا کسی وفد کے آنے کے وقت شاندار لباس زیب تن فرمایا کریں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ یہ وہ پہنے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

آپ ﷺ موٹے جھوٹے اور بھیڑ کی اُون کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ جن کپڑوں میں وفات ہوئی' اُن میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ تھوڑے سے جَو کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا چراغ کے لیے تیل ایک ہمسائے سے مانگ کر لیا تھا۔ ۹ھ میں' جب یمن سے شام تک صرف اسلام کی حکومت تھی' خدا کے اس محبوب ﷺ کے گھر میں اُس وقت بھی ایک کھری چارپائی اور چمڑے کا ایک سوکھا ہُوا مشکیزہ تھا۔

ایک صحابیؓ جنگ میں گئے ہوئے تھے۔ اُن کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ آپ ﷺ ہر روز اُن کے گھر دودھ دوہ آیا کرتے تھے۔ غریب عورتیں آپ ﷺ کے پاس آتیں اور کہتیں کہ ہمارا یہ کام ہے۔ آپ ﷺ اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُن کا کام کر دیتے۔

اگر کسی سے کوئی گستاخی ہو جاتی اور صحابہؓ اُس کی سرزنش کو تیار ہوتے تو آپ ﷺ اُنھیں روک دیتے۔ اور فرماتے۔ "یہ میری بِدکی ہُوئی اُونٹنیاں ہیں۔ غیر لوگ جتنا اِن کے پیچھے دوڑتے ہیں' اُتنا ہی یہ بھاگتی ہیں۔ مگر میری آواز پر آ جاتی ہیں۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔ میں اُنھیں خود درست کر لُوں گا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے اُونٹ کی سرکشی پر اُسے دوڑا کر نرم کرنا چاہا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ذرا نرمی اختیار کرو۔

بے زبانوں پر حضورؐ کی شفقت دیکھ کر لوگ سفر میں جب مقام کرتے تو پہلے اونٹوں وغیرہ کو چارہ ڈال لیتے اور پھر نماز پڑھتے۔

حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا ہُوا تھا۔ "اُس شخص کی حاجت مجھ تک پہنچاؤ' جو اپنی حاجت خود مجھ تک نہ پہنچا سکے۔

جن غربا کا کوئی گھر بار نہ ہوتا تھا' وہ حضورؐ کے ہمسائے میں آ رہتے۔ آپ ﷺ اپنے قلیل ما حضر

میں جو کچھ بھی ہوتا۔ انھیں شریک فرما لیا کرتے۔ اور فرمایا کرتے تھے "جو رحم نہیں کرتا، اُس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

راستہ میں چلتے ہوئے بچے کھیلتے نظر پڑتے تو انہیں سلام علیکم کہنے میں پیشقدمی فرماتے۔ اُن سے ہنستے اور گود میں اُٹھا کر پیار کرتے۔ اور بڑی بے تکلفی سے اُن کے ساتھ پیار اور محبت کی باتیں کرتے سفر سے واپس آتے تو راہ میں جو بچے ملتے۔ اُن میں سے کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے۔

چند بار و مدینہ میں حضورؐ کے مہمان ہوئے۔ اُن میں سے ایک کو زیادہ کھانے کی وجہ سے دست آنے لگے۔ صبح کو وہ تو شرم کے مارے چلا گیا حضورؐ بستر کی غلاظت صاف کرنے لگے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ہماری موجودگی میں حضورؐ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ "میرے مہمانوں کی تمام خدمات کی بجا آوری میرے ذمہ ہے"۔

آپؐ کی خدمت میں اُس وقت کے بادشاہوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مال آتا تھا۔ مگر حضورؐ نے اس میں سے کبھی ایک درہم اپنے لیے نہیں رکھا۔ اکثر مہینوں آپؐ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی محض کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپؐ کوہِ اُحد کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تو اُسے دیکھ کر فرمانے لگے کہ "اگر میرے پاس کوہِ اُحد جتنا سونا ہو مجھے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ تین دن سے زیادہ میرے پاس رہے"۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجنا چاہا۔ میں نے کہہ دیا۔ میں نہ جاؤں گا۔ آپؐ خاموش ہو گئے۔ میں یہ کہہ کر باہر چلا گیا۔ دفعتاً آنحضرتؐ نے پیچھے آ کر میری گردن پکڑی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپؐ ہنس رہے ہیں۔ پھر پیار سے فرمایا۔ "انس! جس کام کے لیے کہا تھا، اب تو چلے جاؤ"۔ میں نے کہا اچھا جاتا ہوں۔

حضرت انسؓ جو خادمِ خاص تھے، فرماتے ہیں کہ میں دس برس تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ مگر مجھے آپؐ نے کبھی اُف تک نہیں کہا۔ جو کام میں نہ کر سکا۔ اُس پر یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔ اگر مجھ سے کوئی نقصان ہو جاتا اور گھر کے آدمی مجھے ملامت کرتے تو آپؐ فرماتے: "اسے چھوڑ دو، ملامت نہ کرو۔ ہونے والی چیز ہو کر رہتی ہے"۔

ایک دفعہ رئیس فدک نے چار اونٹوں پر غلّہ لاد کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ جسے حضرت بلالؓ نے بازار میں فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض ادا کیا۔ پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں آ کر اطلاع کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا۔ وہ بولے ہاں ابھی کچھ بچا ہوا ہے۔ فرمایا جب تک کچھ باقی رہے گا۔ میں گھر نہیں جا سکتا۔ حضرت بلالؓ نے کہا کہ اس وقت تو کوئی سائل بھی نظر نہیں آتا۔ آنحضرتؐ نے مسجد میں رات بسر کی۔ دوسرے دن جب آپؐ کو اطلاع ہوئی کہ

سب غلہ تقسیم ہوگیا ہے تو آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور گھر تشریف لے گئے ۔
ذاتی ضروریات کے متعلق آپؐ اتنی ہی چیز رکھتے تھے۔ جس کے لیے ضرورت حیات داعی ہوتی۔ جو کھانا سامنے آتا وہی کھا لیتے۔ اس میں نقص نہ نکالتے۔ عموماً ایسا ہی کھانا کھاتے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے استعمال کرتے ہیں عار نہ سمجھتے۔ مکان نہایت سادہ اور صاف ہوتا تھا جب گھر میں تشریف لاتے تو گھر والوں سے کھانا نہ مانگتے۔ کسی نے لاکر رکھ دیا تو کھا لیا ورنہ خیر۔ جو کھلا دیا کھا لیا جو پہنا دیا پہن لیا ۔
وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ انتقام کے ڈر سے شہر بہ شہر مارا مارا پھرتا رہا۔ اہل طائف نے جو وفد مدینے کے لیے مرتب کیا۔ اس میں وحشی کا نام بھی تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے لیکن دشمنوں نے اس کو یقین دلایا کہ تم بے خوف و خطر جاؤ' محمدؐ سفیروں کو قتل نہیں کیا کرتے چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربار نبوت میں حاضر ہوا اور اسلام لے آیا ۔
ابو رافع ؓ ایک غلام حالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر جب مدینہ منورہ آیا اور روئے اقدس پر نظر پڑی تو بے اختیار اسلام کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ عرض کی ۔ "یا رسول اللہ! میں اسلام لے آیا ہوں۔ اب میں کافروں کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "میں عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں۔ تم اس وقت واپس چلے جاؤ۔ اگر وہاں پہنچ کر بھی تمہاری یہی کیفیت رہے تو یہاں چلے آنا"۔ چنانچہ ان کو واپس بھیج دیا۔ پھر وہ آئے اور داخل اسلام ہوئے ۔
عبداللہ نامی ایک شخص نے آپؐ سے کچھ معاملہ کیا۔ اور آپؐ کو بٹھا کر چلے گئے کہ میں ذرا حساب صاف کر دیتا ہوں۔ اتفاق سے ان کو خیال نہ رہا۔ تین دن کے بعد آئے تو حضرتؐ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے۔ ان کو صرف اتنا فرمایا۔ "کہ میں تین روز سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں" ۔
ایک دفعہ ایک عورت نے چوری کی۔ قریش اپنی عزت کے خیال سے چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہؓ سے سفارش بھی کرائی کہ معافی دے دی جائے۔ مگر آنحضرتؐ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کی مجرم ہوتی، تو میں اس کے بھی ہاتھ کٹوا دیتا ۔
ایک دفعہ آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے اور بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ ام سلمہؓ نے دریافت کیا۔ خیر تو ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کل جو سات دینار آئے تھے ابھی تک وہ بستر

ہی پر پڑے رہ گئے ہیں۔

کسی جنگ میں ایک سو تیس اصحابؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے ایک بکری خرید کر ذبح کروائی اور کلیجی الگ بھوننے کے لیے حکم دیا۔ وہ تیار ہوگئی تو سب اصحابؓ میں تقسیم کر کے کھائی جو لوگ موجود نہ تھے اُن کا حصہ رکھوا دیا۔

لباس میں نمائش اور سامان کی آرایش سے آپؐ کو نفرت تھی۔ ایک مرتبہ کسی لڑائی سے واپسی پر آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو دیکھا کہ گھر میں چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ اُسی وقت پھاڑ ڈالی اور فرمایا۔ خدا نے ہمیں دولت اِس لیے نہیں دی ہے کہ اینٹ پتھر کو کپڑے پہنائیں بلکہ غربا کی امداد کے لیے ہے۔

مُہر کرنے کی غرض سے آپؐ کی انگوٹھی سونے کی بنی۔ آپؐ کی تقلید میں صحابہؓ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور انگوٹھی اُتار کر پھینک دی اور فرمایا کہ اسے پہنوں گا۔ صحابہؓ نے بھی اُسی وقت اپنی انگوٹھیاں اُتار کر پھینک دیں۔

ایک دفعہ کسی نے ریشم کا سلوکہ ہدیۃً بھیجا۔ آپؐ نے پہن لیا اور اُس کو پہن کر نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر نہایت نفرت کا اظہار کیا اور اُس کو اُتار کر فرمایا۔ پرہیزگاروں کے لیے یہ کپڑے مناسب نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مشربہ میں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ سرورِ عالمؐ کے جسم مبارک پر صرف ایک تہ بند ہے۔ ایک کھری چارپائی بچھی ہے سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے جس میں خرمے کی چھال بھری ہے۔ ایک طرف مٹھی بھر جَو پڑے ہیں۔ ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے۔ کچھ مشکیزہ کی کھالیں سر کے پاس کھونٹی پر لٹک رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ نے میرے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! مَیں کیوں نہ روؤں چارپائی کے بان سے جسم مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں، اور خدا کے برگزیدہ پیغمبرؐ کی کوٹھڑی میں یہ سامان؟ فرمایا۔ مجھ کو دُنیا سے صرف اسی قدر تعلق ہے، جس قدر اُس سوار کو جو تھوڑی دیر کے لیے راہ میں کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جائے اور پھر اُس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے۔ اے ابنِ خطابؓ! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ لوگ دُنیا سنبھالیں اور ہم آخرت"۔

یا صاحبَ الجمال و یا سیدَ البشر ۔ من وجہِکَ المنیر لقد نُوِّرَ القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقُّہٗ ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
محمدؐ ہے بنی ممدوح ذاتِ کبریائی کا ۔ کرے بندہ مدح اُس کی تو دعویٰ ہے خدائی کا

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۶۳۲ء کو حضور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کا ارادہ کیا اور جملہ افراد عرب میں اعلان عام کر دیا گیا کہ حضرت رسول کریمؐ حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ اور گروہ در گروہ خلقت مدینۂ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ جن میں ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ شامل تھے۔ ۲۵۔ ذی قعد کو بروز چہار شنبہ حضور سرور عالمؐ نے غسل فرما کر کپڑے بدلے اور خوشبو لگائی اور نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ازواج مطہرات ہودجوں میں سوار آپ کے ہمراہ تھیں۔ اس مقدس قافلہ کے ساتھ راستہ میں ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ آخر بعد قطع منازل مکہ میں داخل ہوئے۔ اور بروز دوشنبہ میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو اچھی طرح ظاہر فرمایا۔ زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے گئے۔ اُن کی چوٹیوں پر چڑھے اور کعبہ کی جانب رُخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ نویں ذوالحجہ کو آنحضرتؐ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آکر اُترے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل تحمید و تقدیس میں مصروف تھا۔ اس وقت ڈیڑھ لاکھ افراد کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے ہمہ تن حاضر تھا حضرت رسول کریمؐ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصویٰ (اونٹنی کا نام) پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا جس کا پالان ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

خطبۂ نبویؐ: لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہوں گے۔ لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح ہیں، جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا، کہ ایک دوسرے کو کاٹنے لگ جاؤ۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو اپنے خاندان کا ہے یعنی ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا، اور ہذیل نے اُسے مار ڈالا تھا، چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانے کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود جو اپنے خاندان کا ہے، میں مٹاتا ہوں یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے اُن کو بیوی بنایا۔ اور خدا کے کلام سے تم نے اُن کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمھارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمھارے بستر پر غیر مرد کو نہ آنے دیں۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ ؞

لوگو! میں تمھارے میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں، کہ اگر اُسے مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے ؞

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی اُمت پیدا ہونے والی ہے۔ اچھی طرح سُن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ دیا کرو۔ خانۂ خدا کا حج بجا لاؤ اور اپنے اولیائے امور کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے ؞

لوگو! قیامت کے دن تُم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ تو سہی کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے اللہ کے احکام ہم پر پہنچا دیے۔ آپؐ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا ؞

اُس وقت حضرت رسولِ کریمؐ نے اپنی انگشتِ شہادت کو اُٹھایا۔ آپ آسمان کی طرف انگشتِ مبارک اُٹھاتے تھے۔ اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے۔ یا اللہ! سُن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ یا اللہ! گواہ رہیو کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں؟ یا اللہ شاہد رہیو کہ یہ سب کیا صاف اقرار کر رہے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

"دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ اُن لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں، اس کی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں، جن پر تبلیغ کی جائے" ؞

حضورِ ہادیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اُسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا:

"آج مَیں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے کامل کر لیا، اور تم پر اپنی نعمت کو پُورا کر دیا اور مَیں نے تمھارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے" ؞

الغرض حضرت رسولِ کریمؐ اس عظیم الشان اور فقید المثال کامیابی اور ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے واسطے توحید کی تکمیل اور تعلیم اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و منعم مدینہ طیبہ

کو روانہ ہوئے۔ آپؐ کے آزاد کردہ غلام زیدؓ کا فرزند اسامہ آپؐ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا۔

وفات شریف: اس حج سے تقریباً گیارہ ہفتے کے بعد ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ میں مرضِ الموت نے حضورؐ پر حملہ کیا۔ چودہ روز بیمار رہے۔ اور وفات سے تین روز پہلے تک نماز کے لیے مسجد میں برابر تشریف لے جاتے رہے۔ ۱۲۔ ربیع الاوّل کو مرض اور درد کی شدت زیادہ ہوگئی۔ اپنا سر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سینے کے ساتھ ٹکایا ہوا تھا۔ اسی اثنا میں عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ ہاتھ میں مسواک لیے ہوئے تشریف لائے۔ آپؐ نے اُن سے لے کر مسواک فرمائی۔ پاس ہی پانی کا ایک پیالہ تھا۔ اُس میں ہاتھ بھگو بھگو کر رخِ انور پر پھیرتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ "اے اللہ! موت کی سختی پر میری مدد فرما" اور تھوڑی دیر کے بعد "نماز، کنیز اور غلاموں کے حقوق اے خدا مجھے بخش دے اور جنت میں رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے!" فرماتے ہوئے آپؐ نے ایک طشت منگوایا۔ پھر بول کیا اور وصال فرمایا۔

متروکات: خیال ہوگا کہ اس قدر وسیع سلطنت کے شہنشاہ نبیؐ خدا نے اپنے بعد کس قدر زر و مال چھوڑا؟ اس کے متعلق حضرت عمروؓ بن حارث فرماتے ہیں متفق علیہ "حضور نبی کریمؐ جب اس دُنیا سے تشریف لے گئے تو اپنے بعد نہ درہم چھوڑا، نہ دینار، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور مالِ دُنیوی۔ البتہ حضورؐ کے پاس ایک سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین تھی، جسے حضورؐ نے عام مسلمانوں پر صدقہ فرما دیا تھا" وفاتِ اقدس سے ایک دو روز پہلے جب کہ روحِ مبارک بہت تکلیف اور بے چینی میں تھی، حضورؐ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس چند دینار رکھوائے تھے۔ فرمایا "انھیں بھی خیرات کر دو۔ یہ زیبا نہیں کہ محمدؐ اپنے خالق کی بارگاہ میں جائے اور اس کے گھر میں دینار پڑے ہوں" آنحضرتؐ پر اس جہانِ فانی کی جب آخری رات آئی تو زرہ مبارک چند سیر جَو کے عوض ایک یہودی کے ہاں گروی تھی۔ اور عائشہ صدیقہؓ ایک پڑوسن سے تیل مانگ رہی تھیں کہ چراغ روشن کیا جائے۔ جن کپڑوں میں پیغمبرِ خداؐ نے انتقال فرمایا، اُن میں اُوپر تلے کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور دُنیا کی مقدس ترین صداقت و سعادت پکار پکار کر اعلان کر رہی تھی کہ کائناتِ خداوندی میں یہی وہ آخری پیغمبر ہے جس کے چشمۂ فیض پر دُنیا بھر کی پیاسی قومیں قافلے بن بن کر آئیں گی اور آزادی و مساوات کا آبِ حیات پی پی کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کریں گی۔

تاریخ ولادتِ مبارک ۱۲۔ ربیع الاوّل سال عام الفیل مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ بوقتِ چاشت قریباً ۲۵۰۰ سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام، بمقام مکہ شریف۔

تاریخ نزولِ نبوت ۲۲۔ فروری سنہ ۶۱۰ء، ۹۔ ربیع الاوّل۔

تاریخ ہجرت ۵ ۲-ستمبر ۶۲۲ء پنجشنبہ ۷-ربیع الاوّل ٭
تاریخ داخلہ مدینہ منورہ ۹ ۲-ستمبر ۶۲۲ء دوشنبہ ۱۲-ربیع الاوّل ٭
تاریخ فتح مکہ ۱۰-رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۶۳۰ء ٭
تاریخ حجۃ الوداع ۹-ذوالحجہ ۱۰ھ مطابق مارچ ۶۳۲ء ٭
تاریخ وفات شریف ۱۲-ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز دوشنبہ مطابق ۸-جون ۶۳۲ء ٭
ایامِ قیامِ نبویؐ بعالمِ دُنیوی ۲۲۳۳۰ یوم چھ گھنٹے-۶۳ سال ۵ یوم بحساب سن ہجری ٭
تعداد ایامِ تبلیغ و نبوت ۸۱۵۵ یوم قریباً ۲۳ سال صلی اللہ علیہ وسلم ٭

نوٹ: حضرت رسول کریمؐ کے خصائل حسنہ اور اخلاق و اعمال کی یہ ایک سرسری سی جھلک اور مختصر سا بیان ہے۔ خداوند کریم سب مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ واضح رہے کہ مسلمانوں کا یہ ناقابلِ تردید دعویٰ بادلیل ہے کہ آج تک اس کرۂ زمین پر کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ جس کے بالاتفاق ایسے صحیح، مکمل ترین اور تفصیلی بتفصیل حالات آنحضرت صلعم کی طرح بنی نوع انسان کے سامنے موجود ہوں یا آشکارا ہوئے ہوں اور اس دعویٰ کی صحت کو بڑے بڑے عیسائی مورخین نے بھی باایں ہمہ اختلاف عقائد اور تعصب مذہبی نہایت کشادہ دلی کے ساتھ کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سپرنگر مشہور انگریزی مصنف لکھتا ہے کہ "کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے" ٭

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کی قدر و قیمت معلوم تھی اور آپ نے یہ امر اپنے پیروؤں کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ آپ تمام نوعِ انسان کے لیے اللہ کے نبیؐ قیامت تک کے لیے ہیں۔ اور آپؐ کا ہر فعل آئندہ نسلوں کے لیے نمونہ زندگی ہے۔ اسی بنا پر آپؐ نے اپنے عہد کے ہر موجود مسلمان کو حکم فرمایا تھا "میرے حالات دوسروں تک پہنچاؤ۔ خواہ تمہیں ایک ہی جملہ معلوم ہو"۔ آنحضرتؐ کو اپنی زندگی پر بے حد اعتماد تھا۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو حکم فرمایا تھا کہ "جو لوگ موجود ہیں وہ آنے والوں کو میرے حالات کی اطلاع دیں"۔ بیبیوں کو حکم تھا کہ "جو کچھ تنہائی میں مجھ سے دیکھو، وہ دوسروں کے پاس بیان کر دو"۔ بعض صحابی جو کچھ زبانِ مبارک سے سنتے تھے، وہ لکھ لیتے تھے۔ ایک دفعہ قریش نے ان لوگوں کو لکھنے سے منع کیا لیکن جب حضورؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا "کسی کو لکھنے سے منع نہ کرو۔ اس منہ سے جو کچھ نکلتا ہے حق نکلتا ہے" صلی اللہ علیہ وسلم

ے
یا صاحب الجمال یا سیّد البشر   من وجہک المنیر و لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اربعین یعنے چہل احادیث

جن کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بہ سندِ مسلسل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے شریعت حقہ کا یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ جس مسلمان کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں حفظ ہوں گی وہ بروز حشر علماء کے گروہ میں شمار ہوگا اور اس اُمت کے علماء کا شمار انبیائے بنی اسرائیل کے برابر ہے۔ لہٰذا یہ چھوٹی چھوٹی عام فہم اور مشہور احادیث درج کی گئی ہیں اور ہر ایک کا ترجمہ بھی بالمقابل لکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ ہر مسلمان ان کو نگاہ رکھے اور انھیں یاد کرکے بآسانی یہ سعادت حاصل کر سکے ✣

۱ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ : نہیں ہے خبر کا سننا دیکھنے کی مانند ✣

۲ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ : جنگ ایک دھوکا ہے ✣

۳ اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ : ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے آئینہ ہے ✣

۴ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ : جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہے ✣

۵ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ : نیکی پر رغبت دلانے والا ایسا ہے جیسا خود کرنے والا ✣

۶ اَسْتَعِیْنُوْا عَلَی الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ : مطلب براری کے لیے حاجات کو پوشیدہ رکھ کر مدد مانگو ✣

۷ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ : آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا خیرات کرکے ✣

۸ اَلدُّنْیَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ : دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے بہشت ✣

۹ اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّهٗ : حیا سراسر نیکی ہے ✣

۱۰ عِدَةُ الْمُؤْمِنِ کَاَخْذِ الْکَفِّ : مومن کا وعدہ ایسا ہے جیسا ہاتھ میں پکڑ لینا ✣

۱۱ لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ : کسی مومن کے لیے جائز نہیں۔ کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے ✣

۱۲ لَیْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّنَا : جو شخص ہماری خیر خواہی چھوڑ دے، وہ ہم میں سے نہیں ہے ✣

۱۳ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْهٰی : تھوڑی چیز جو کفایت کر سکے اس سے زیادہ بہتر ہے جو غافل کرے۔

۱۴ اَلرَّاجِعُ فِیْ هِبَتِهٖ کَالرَّاجِعِ فِیْ قَیْئِهٖ : چیز دے کر واپس لینے والا ایسا ہے جیسا اپنی قے کو کھانے والا۔

۱۵ اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ : بلا بولنے کے ساتھ متعلق ہے ✣

۱۶ اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ : آدمی آپس میں ایسے ہیں جیسے کنگھی کے دندانے ✣

۱۷ اَلْغِنَاءُ غِنَی النَّفْسِ : دولتمندی دل کی دولت مندی ہے ✣

۱۸ اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ: نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔

۱۹ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةً وَّاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا: بیشک بعض اشعار میں دانائی کی بات اور بعض تقریروں میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔

۲۰ عَفْوُ الْمُلُوْکِ اِبْقَاءٌ لِلْمُلْکِ: بادشاہوں کا معاف کر دینا بقائے سلطنت کا نشان ہے۔

۲۱ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ: آدمی اس شخص کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

۲۲ مَا هَلَكَ امْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ: وہ شخص ہلاک نہیں ہوگا جس نے اپنی قدر پہچانی۔

۲۳ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ: بچہ صاحب عورت کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر۔

۲۴ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى: اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۲۵ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ: جو لوگوں کا ممنون احسان نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

۲۶ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ: کسی چیز سے بے حد محبت کرنا تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔

۲۷ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰى حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَيْهَا: دلوں کو اس بنا پر پیدا کیا گیا ہے کہ جو ان سے نیکی کرے اس سے محبت کرتے ہیں اور جو ان سے برائی کرے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

۲۸ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ: گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی مانند ہے۔

۲۹ اَلشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَاهُ الْغَائِبُ: حاضر وہ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

۳۰ اِذَا جَاءَكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ: جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔

۳۱ اَلْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ: جھوٹی قسم ملک کو برباد کر دیتی ہے۔

۳۲ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ: جو شخص اپنے مال کے پیچھے مارا جائے وہ شہید ہے۔

۳۳ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ: اعمال کا اعتبار نیتوں پر ہے۔

۳۴ سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ: قوم کا سردار قوم کا خدمت گار ہوتا ہے۔

۳۵ خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا: کاموں کی بہتری اعتدال پر ہے۔

۳۶ اُتْرُكِ الدُّنْيَا تَاْتِكَ رَاغِبَةً: چھوڑ دنیا کو تاکہ تیری طرف رغبت کے ساتھ آئے۔

۳۷ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا: قریب ہے کہ محتاجی کفر تک پہنچا دے۔

۳۸ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔

۳۹ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ: مجلسیں امانت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

۴۰ خَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى: بہتر توشہ آخرت پرہیزگاری ہے۔

امثالِ حضرت سلیمانؑ

خداوند کی تنبیہ کو حقیر مت جان اور اُس کی تادیب سے بیزار مت ہو۔ کیونکہ خداوند جس کو پیار کرتا ہے، اُسے تنبیہ کر دیتا ہے جس طرح باپ اُس بیٹے کو جس سے وہ خوش ہے +

اپنی نگاہ میں آپ کو دانش مند مت جان۔ خداوند سے ڈر اور بدی سے باز رہ +

اپنے ہمسایہ پر بدی کا منصوبہ مت باندھ جس حال میں کہ وہ بے فکر ہو کر تیرے پاس رہتا ہے +

کسی انسان سے بے سبب جھگڑا مت کر کہ اُس نے تجھ سے کچھ بدی نہیں کی +

شریر کی بدکاریاں اس کو پکڑ لیں گی اور وہ اپنے ہی گناہ کی رسیوں سے جکڑا جائے گا +

اے کاہل آدمی چیونٹی کے پاس جا، اُس کی روش دیکھ اور دانش حاصل کر کہ وہ باوجودیکہ اس کا کوئی سردار یا حاکم نہیں۔ گرمی کے موسم میں اپنے لیے خورش جمع کرتی ہے اور سردی میں اس سے فائدہ اٹھاتی ہے

خداوند ان چھ چیزوں کو ناپسند رکھتا ہے: اونچی آنکھیں۔ جھوٹی زبان۔ وہ ہاتھ جو بے گناہ کو آزار پہنچائے۔ وہ دل جو بُرے منصوبے باندھتا ہے۔ وہ پاؤں جو جلد بُرائی کے لیے دوڑتے ہیں۔ وہ گواہ جو جھوٹ بولتا ہے اور وہ جو بھائیوں کے درمیان جھگڑے برپا کرتا ہے +

کلام کی کثرت میں کچھ نہ کچھ گناہ ضرور ہوگا۔ مگر وہ جو اپنے لبوں کو روکے رہتا ہے بڑا دانا ہے +

خداوند کی راہ سیدھے لوگوں کے لیے توانائی اور بدکرداروں کے لیے ہلاکت ہے +

کوئی انسان شرارت سے پائدار نہیں رہ سکتا۔ لیکن صادقوں کی بنیاد کو کبھی جنبش نہ ہوگی +

ہوشیار آدمی کا ہاتھ حکمران ہوگا اور سست آدمی خراج گزار رہے گا +

خداوند کا خوف عمر کو دراز کرتا ہے لیکن شریروں کی زندگی گھٹائی جاتی ہے +

وہ دولت جو بطالت سے حاصل کی جائے گھٹ جاتی ہے اور محنت سے فراہم کردہ بڑھے گی +

ملائم جواب غصہ کو کھو دیتا ہے مگر کرخت باتیں غضب انگیز ہیں +

شکستہ خاطر کے سب دن بُرے ہیں۔ مگر وہ جو خوش دل ہے ہمیشہ شکر گزار رہتا ہے +

تھوڑا جو خداوند کے خوف کے ساتھ ہو، اُس بڑے گنج سے جو رنج کے ساتھ ہو بہتر ہے +

جب انسان کی روش خداوند کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے تو وہ دشمنوں کو بھی دوست بنا لیتا ہے

وہ جو مسکین پر ہنستا ہے گویا اس کے بنانے والے کی حقارت کرتا ہے۔ اور وہ جو اوروں کی مصیبت سے خوش ہوتا ہے، بے گناہ نہ ٹھہرے گا +

جھگڑے کو پیشتر اس کے کہ تیز ہو جائے چھوڑ دو +

وہ جس کے دل میں برائی ہے بھلائی نہ پائے گا اور جس کی زبان میں نکتہ چینی ہے آفت میں گرے گا +
عالم کم گو، سرد مزاج اور خردمند ہوتا ہے۔ احمق بھی جب تک چپکا ہوتا ہے عقلمند شمار ہوتا ہے +
خداوند کا نام ایک محکم برج ہے صادق اس میں دوڑتا ہے اور امن میں رہتا ہے +
دولت بہت سے دوست پیدا کرتی ہے۔ مگر مسکین اپنے ہی دوست سے بیگانہ ہے۔ بلکہ مسکین کے تو بھائی بھی اس کا کینہ رکھتے ہیں پس وہ جو اس کے دوست ہیں اُس سے کتنے زیادہ دور بھاگیں گے۔ وہ خوشامد کی باتیں کر کے اُن کا پیچھا کرتا ہے لیکن وہ اُس کے خواہاں نہیں +
گھر اور مال وہ میراث ہے جو باپ سے حاصل ہوتی ہے لیکن دانشمند بیوی نعمت خداداد ہے +
آدمی کی عزت اسی میں ہے کہ جھگڑے سے باز رہے لیکن بے دانش چھیڑ چھاڑ جاری رکھتا ہے +
دغا کی روٹی آدمی کو میٹھی لگتی ہے۔ مگر آخر کو اس کا مُنہ کنکروں سے بھرا جاتا ہے +
ہو سکتا ہے کہ کوئی ملکیت ابتدا میں بعجلت حاصل ہو جائے گی مگر اس کا انجام نامبارک ہے +
راستی اور انصاف خداوند کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پسند ہے +
جو مسکین کا نالہ سن کر اپنے کان بند کر لیتا ہے۔ وہ آپ بھی نالہ کرے گا اور اُس کی سنی نہ جائیگی +
ہوشیار انسان بلا کو پیش بینی سے دیکھتا اور آپ کو چھپاتا ہے مگر نادان لوگ پاس سے گذرتے اور سزا پاتے ہیں +
مالدار مسکین پر حکمران ہوتا ہے اور قرض دار قرض خواہ کا چاکر ہے +
کج رو لوگوں کی راہ میں کانٹے اور پھندے ہیں۔ وہ جو اپنی جان کی نگہبانی کرتا ہے، اُن سے دور رہیگا +
جہالت لڑکوں کے دل سے وابستہ ہے مگر تربیت کی چھڑی اُسے اُس میں سے دور کر دے گی +
بیوقوف کے کانوں میں باتیں مت ڈال کیونکہ بجائے عمل کے وہ تیرے دانشمندانہ کلام کی تحقیر کرے گا +
بیٹے کی تادیب سے دستبردار نہ ہو۔ چھڑی مارنے سے وہ مر نہ جائے گا لیکن جہنم سے اُس کی جان بچائے گا +
مئے لعل فام کا عکس جب جام پر پڑے تو اس پر نظر مت کر کہ انجام کار وہ سانپ کی مانند کاٹتی ہے اور بچھو کی طرح ڈنک مارتی ہے۔ تیری آنکھیں بیگانہ عورتوں سے لڑیں گی اور تیرا دل ٹیڑھے مضمون نکالے گا۔ جو انجام کار تیری ہلاکت کا باعث ہوں گے +
صادق آدمی سات بار گرتا ہے اور پھر اُٹھتا ہے۔ مگر شریر بلا میں گر کے پڑا رہتا ہے +
سخن جو موقع سے کہا جائے سونے کے سیبوں کی مانند ہے جو روپہلی ٹوکریوں میں ہوں +
ظاہری برائی کا چھپانا گمانی بات پر رسوا کرنے سے اولیٰ ہے +
جو کہ ایک بے وقوف کے ہاتھ پیغام بھیجتا ہے، اپنے پاؤں آپ کاٹتا ہے +
خدا کا ہر ایک سخن پاک ہے۔ وہ اُن کے لیے جن کا توکل اُس پر ہے ایک سپر ہے +
جاہل اپنے دل میں جو کچھ ہے ظاہر کرتا ہے مگر دانشمند اُسے آخر موقع تک چھپائے رکھتا ہے +

مواعظِ حضرت عیسیٰؑ

سفر دو قسم کا ہے۔ دُنیا اور آخرت کا۔ دونوں کے واسطے توشہ درکار ہے۔ دُنیا کے سفر میں توشہ ہمراہ رکھنا چاہیے اور سفرِ آخرت میں روانگی سے پہلے بھیج دینا چاہیے۔

دُنیا میں دو چیزیں پسندیدہ ہیں۔ سخن دل پذیر اور دل سخن پذیر۔

عملِ صالح وہ ہے جس پر لوگوں کی ثنا کی اُمید نہ رکھی جائے۔

مَیں مُردہ کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہُوا لیکن احمق کی اصلاح سے عاجز آ گیا۔

ننانوے راستبازوں کی نسبت، جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے، ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خُوشی ہوگی۔

آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نقطے کے مٹ جانے سے زیادہ آسان ہے۔

انفعالِ گناہ غرورِ عبادت سے بدرجہا بہتر ہے۔

دُنیا کے مال و سامان پر مغرور مت ہو۔ کیا خبر کہ اسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائے۔

اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مَیں خُدا سے محبت کرتا ہُوں اور اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے۔ تو وہ جھوٹا اور مکّار ہے۔ کیونکہ جب وہ آنکھوں سے نظر آنے والے انسان سے بُرا سلوک کرتا ہے تو نادیدہ خُدا کی محبت کس طرح کر سکتا ہے؟ اصل میں مخلوق کی محبت ہی خالق کی محبت ہے۔

جو شخص اپنے لیے خزانہ جمع کرتا ہے، وہ خُدا کے نزدیک سب سے زیادہ غریب ہے۔ اور ایک بے سر و سامان مُفلس خُدا کے نزدیک سب سے زیادہ دولتمند ہے۔

اگر تم لوگوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو خُداوند کریم بھی تمھارے قصور معاف نہ کرے گا۔

اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر گزار رہا ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے، تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر تب آ کر اپنی نذر گزار۔

حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے اپنی بیویوں کو حتی المقدور ہرگز طلاق مت دو۔

اپنے دُشمنوں سے محبت رکھو۔ اور اپنے ستانے والوں کے لیے دُعا مانگو۔ کیونکہ خداوند کریم اپنے سُورج کو نیک و بد دونوں پر چمکاتا اور راستباز اور بدکار دونوں پر مینہ برساتا ہے۔

اگر تم اپنے محبت رکھنے والے سے محبت رکھو تو تمھارے لیے کیا اجر ہے۔ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی سے سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو۔ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا ہی نہیں کرتے پس چاہیے کہ تم کامل خلیق بنو۔

قسم بالکل نہ کھاؤ بلکہ تمہارا کام "ہاں ہاں" یا "نہیں نہیں" ہو لیکن اس سے زیادہ جو ہے وہ بدی ہے +
جب تو خیرات کرے تو جو تیرا دایاں ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے +
جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت نہ بناؤ۔ تاکہ لوگ تمہیں روزہ دار جانیں۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ اپنا اجر پا چکے ہیں +
جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو، جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں۔ مگر باطن میں بھیڑیئے ہیں۔ اُن کے اعمال سے تم انہیں پہچان لوگے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور اور اُونٹ کٹاروں سے انجیر حاصل کر سکتے ہیں +
پاک چیزیں کتّوں کو نہ دو۔ اور سچے موتی سؤروں کے آگے نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اُنہیں پاؤں کے نیچے روندیں اور پلٹ کر تمہیں پھاڑیں +
جو کی روٹی کھانا صاف پانی پینا اور کھلے میدان میں سو رہنا مرنے والے کے لیے بہت ہے +
اپنی جان کا فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے۔ نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں۔ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں اور نہ کاٹتے ہیں اور نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا خدا اُن کو رزق پہنچاتا ہے۔ پہلے تم راستبازی کی تلاش کرو، تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی۔ پس کل کے لیے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لیے آپ فکر کرلے گا۔ آج کے لیے آج ہی کا دُکھ کافی ہے۔ غور کرو کہ تمہیں ان پرندوں کی نسبت بہت زیادہ قدرت حاصل ہے +
مانگو تو تمہیں دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائیگا +
جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں، وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو۔ کیونکہ سب نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔ اور خوشنودیٔ خدا کے حصول کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں +
جب تو دُعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کرکے اپنے خدا سے جو پوشیدگی میں ہے دُعا مانگ۔ اس صورت میں تیری دعا ضرور قبول ہوگی +
خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لیے نہ کرو۔ ورنہ درگاہِ ایزدی میں تمہارے لیے کچھ اجر نہیں +
اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا +
شریر کا مقابلہ نہ کر بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اُس کی طرف پھیر دے اور جو کوئی تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ +

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں۔ کیونکہ وہ بہشت کے حقدار ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے غمگین ہیں، کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں، کیونکہ اُن پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے۔ لوگوں نے اُن نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔
کسی کی عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے جس پیمانے سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔
جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا۔ پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک عضو جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔
خدا کے ساتھ اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ اور انسانوں سے اپنے برابر محبت رکھ۔
اُن سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور بعد اس کے کچھ نہیں کر سکتے بلکہ صرف اُس سے ڈرو جس کو قتل کرنے کے بعد اختیار ہے کہ جہنم میں ڈالے۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ صرف اُس سے ڈرو۔
اگر تیرا بھائی گناہ کرے تو ملامت اور نرمی سے اُسے ملامت کرو۔ اگر توبہ کرے تو اُسے معاف کرو۔ اگر وہ ایک دن میں سات دفعہ تیرا گناہ کرے۔ اور ساتوں دفعہ تیرے پاس آ کر کہے کہ توبہ کرتا ہوں تو اسے معاف کر۔
نوح ؑ کے زمانے میں بھی لوگ کھاتے پیتے، خوشیاں مناتے اور شادیاں رچاتے تھے۔ اُس دن تک کہ نوح ؑ کشتی پر چڑھا اور طوفان نے آکر سب کو ہلاک کر دیا۔ چاہیے کہ وقت سے پہلے خبردار ہو جاؤ۔ ورنہ اُس وقت تمہارا رونا اور چلانا کچھ نہ سنا جائے گا۔
ایک امیر نے آپ سے کہا کہ میں نے بچپن سے خدا کے دسوں احکام پر پورا عمل کیا ہے۔ کیا میں ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے۔ یعنی اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔ یہ سن کر وہ بہت غمگین ہوا کیونکہ وہ بڑا دولتمند تھا۔ آپ نے اُس کو غمگین دیکھ کر کہا "جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کیا جائے گا۔ اور جو کوئی اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کیا جائے گا۔"
اے لوگو! جب بادل کو تم مغرب سے اُٹھتا دیکھتے ہو تو فوراً کہتے ہو کہ مینہ برسے گا۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور جب تم معلوم کرتے ہو کہ دکھن کی ہوا چل رہی ہے تو کہتے ہو کہ لُو چلے گی۔ اور ایسا

ہی ہوتا ہے۔ اے ریاکارو! زمین و آسمان کی صورت میں تو تمھیں امتیاز کرنا آتا ہے۔ لیکن اِس زمانے کی بابت امتیاز کرنا کیوں نہیں آتا۔ اور تم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے کہ واجب کیا ہے؟
اثنائے وعظ میں مجمع میں سے ایک عورت نے پکار کر آپ سے کہا۔ مبارک ہے وہ پیٹ جس میں تو رہا اور وہ چھاتیاں جو تو نے چوسیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مگر زیادہ مبارک وہ ہیں، جو خُدا کا کلام سُنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں +

بدن کا چراغ آنکھ ہے پس اگر تیری آنکھ درست ہو تو تیرا سارا بدن روشن ہوگا۔ اور اگر تیری آنکھ خراب ہو تو تیرا سارا بدن تاریک ہوگا +

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے۔ اور جہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو، جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا +

اے خُدا ہمارے گناہوں کو معاف کر۔ ہماری ہر روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔ اگر تم دانا عالم ہو تو اپنے کانوں کو چھلنیاں نہ بنالو، کہ بھوسی رکھ لیتی ہے اور آٹا گرا دیتی ہے +

ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ اثنائے راہ میں بارش ہونے لگی۔ ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ میں گھس گئی۔ آپ کو خیال گزرا کہ سبحان اللہ! جانوروں کے لیے تو ٹھکانا اور ہمیں خانہ بدوش۔ خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا۔ اور ندا آئی "اے دوست! اگر مکان درکار ہے تو یہ موجود ہے۔ ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہیں۔ مگر تمھارے واسطے یہ رُتبۂ پیغمبری اِس مکان سے بہت اعلیٰ ہے" آپ نے عرض کیا۔ الٰہی! مَیں اسی حال میں خوش ہوں۔ دُنیا دوزے چند عاقبت کار با خُداوند +

ایک دفعہ بہت سے امیر اپنی نذروں کے روپے ہیکل کے بیت المال میں ڈال رہے تھے حضرت نے ایک مفلس بیوہ کو بھی اُس میں دو دمڑیاں ڈالتے دیکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ دیکھو مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس مفلس بیوہ نے سب سے زیادہ ڈالا کیونکہ اُن سب امیروں نے اپنے مال کی بہتات سے تھوڑا سا حصہ ڈالا۔ مگر اُس نے اپنی ناداری کی حالت میں جتنا سرمایہ اُس کے پاس تھا، سب کا سب ڈال دیا +

آپ کثیر التبسم یعنی زیادہ مُسکرانے والے اور یحییٰ علیہ السّلام کثیر البکا یعنی زیادہ رونے والے تھے۔ ایک دفعہ حضرت یحییٰؑ نے آپ سے فرمایا کہ آپ کو قہر خداوندی سے اس قدر بے خوف

نہ ہونا چاہیے کہ ہر وقت مُسکراتے ہی رہو۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ کو رحمتِ خداوندی سے اس قدر نا اُمید بھی نہ ہونا چاہیے کہ ہر وقت روتے ہی رہو +

عالمِ بے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے اندھے نے چراغ اُٹھایا ہو کہ لوگ اُس سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور وہ خود اندھیرے میں رہتا ہے +

آپ سے جب احوال پُرسی کی جاتی کہ کیسے ہو تو فرماتے "جس چیز میں میرا فائدہ ہے اس پر میرا قابو نہیں۔ اور جس چیز میں میرا نقصان ہے اُس کو اپنے اُوپر سے دفع نہیں کر سکتا۔ میرا کام دُوسرے کے ہاتھ میں ہے اور میں اپنے سے زیادہ کسی کو محتاج اور بیچارہ نہیں پاتا ہُوں +

آپ کا ایک دوست تھا مگر نادان۔ اُس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھ کو اسمِ اعظم سکھا دیجیے ہر چند انکار کیا اور سمجھایا کہ تُو اس قابل نہیں ہے۔ اُس نے نہ مانا اور نہایت اصرار کیا۔ ناچار بتا دیا اور امتحان بھی کرا دیا لیکن منع کیا کہ آئندہ تُو اس کو کام میں نہ لانا، ورنہ تیرے لیے اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر آپ چل دیے۔ اُس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب دیکھوں اسمِ اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں۔ کچھ ہڈیاں نظر آئیں اُن پر اسمِ اعظم پڑھا۔ فوراً ایک شیر زندہ ہو کر غرایا اور اُس کو پھاڑ کھایا۔ حضرتؑ اس راہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے، اور شیر اُس کو کھا رہا ہے۔ شیر سے پُوچھا۔ تُو نے اِس کو کیوں مارا؟ جواب دیا کہ "یہ شخص میرا خالق تو بنا مگر رازق نہ بن سکا اور رزق کی فکر نہ کی۔ اِس لیے میں نے اِس کو کھا لیا" +

ایک دفعہ آپ کے ہمراہ تین شخص جا رہے تھے کہ راستے میں ایک سونے کی اینٹ نظر آئی۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ دیکھو یہ دُنیا ہے جو موجبِ فسادات ہے۔ اِس کے نزدیک ہرگز نہ جانا۔ آخر کار اِن لوگوں نے آگے جا کر آپ سے رُخصت طلب کی۔ کیونکہ اینٹ کا خیال تینوں کے دلوں کو بیتاب کر رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اینٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا انتظام کرنے لگے۔ اِن میں سے دو تو اینٹ توڑنے میں مصروف ہو گئے اور تیسرے شخص کو شہر سے روٹی لانے کے لیے بھیج دیا۔ اُس شخص کی نیت میں خلل آیا۔ کہ کیوں نہ میں اکیلا ہی اینٹ کا مالک بن جاؤں۔ چنانچہ اُس نے ان دونوں کو ہلاک کرنے کے لیے کھانے میں زہر مِلا دیا۔ اِدھر اِن دونوں شخصوں نے اُن کی غیر حاضری میں صلاح کی۔ کہ کیوں نہ اینٹ کے تین ٹکڑوں کی بجائے دو ہی کیے جائیں اور ہم تم آپس میں بانٹ لیں۔ اور جب وہ شہر سے کھانا لائے تو اُس کو آتے ہی مار ڈالیں۔ وہ شخص زہریلا کھانا لے کر شہر سے آیا تو ان دونوں نے مل کر اُس کو جان سے مار ڈالا۔ اس کو مار ڈالنے اور اینٹ تقسیم کرنے سے فراغت حاصل کر کے وہ کمال اطمینان سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے چنانچہ اُن دونوں نے بھی زہر کے اثر سے فوراً

وہیں جان دے دی۔ آپ جب واپس ہوئے تو تینوں لاشوں کو دیکھ کر تاسف کیا اور کہا کہ آئے کمبختو! آخر تم نے اسی دنیا کی طرف توجہ کی جس سے تمھیں اس قدر تاکید سے منع کیا گیا تھا۔ اور اس نتیجہ کو پہنچے +

نمک اچھا ہے لیکن اگر نمک کی نمکینی جاتی رہے تو اس کو کس چیز سے مزیدار کرو گے؟ اس لیے اپنے میں نمک رکھو اور ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ سے رہو +

خاوند اور بیوی دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لیے جسے خدا نے جوڑا ہے، انسان اسے حتی المقدور جدا نہ کرے +

دنیاداروں کے مکانوں، مالوں اور باغوں کو دیکھنا حرص دنیا کی تحریک لاتا ہے اور تقویٰ سے بعید ہے +

جو چیز باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے، وہ اسے ناپاک نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ وہ اس کے دل میں نہیں بلکہ پیٹ میں جاتی ہے، اور پاخانہ میں نکل جاتی ہے۔ بلکہ جو آدمی میں سے نکلتا ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے۔ کیونکہ اندر سے یعنی آدمی کے دل سے برے خیال، حرام کاریاں، چوریاں، خونریزیاں، زناکاریاں، لالچ، بدی، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی اور بے وقوفی نکلتی ہیں۔ یہ سب بری باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں +

عیسائی ع پیغمبرم بر آسماں پیغمبرت زیر زمیں
مسلمان ع خس بود بالائے دریا در تہش دُر ثمیں

اقوال حضرت ابوبکرؓ

سو درہم میں سے اڑھائی درہم بخیلوں اور دنیاداروں کی زکوٰۃ ہے۔ اور صدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ کر دینا ہے +

صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے با ادب پیش کر۔ کیوں کہ خوش دلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے +

نہیں حاصل ہوتی دولت ساتھ آرزو کے۔ نہیں حاصل ہوتی جوانی ساتھ خضاب کے۔ نہیں حاصل ہوتی صحت ساتھ دواؤں کے +

عبادت ایک پیشہ ہے۔ دکان اس کی خلوت ہے۔ راس المال اس کا تقویٰ ہے اور نفع اس کا جنت +

عامل و انصاف ہر ایک سے بہتر ہے لیکن امیروں سے بہتر ہے +

گُناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گُناہ سے بچنا واجب تر ہے +
مُصیبت میں صبر کرنا سخت ہے مگر صبر کے ثواب کو ضائع نہ ہونے دینا سخت تر ہے +
زمانہ کی گردش اگرچہ عجیب امر ہے لیکن اس سے غفلت عجیب تر ہے +
جو امر پیش آتا ہے وہ نزدیک ہے لیکن موت اُس سے بھی نزدیک تر ہے +
شرم مردوں سے خُوب ہے مگر عورتوں سے خُوب تر ہے +
توبہ بوڑھے سے خُوب ہے لیکن جوان سے خُوب تر ہے +
بخشش کرنا امیر سے خُوب ہے لیکن محتاج سے خُوب تر ہے +
گُناہ جوان کا بھی اگرچہ بد ہے لیکن بوڑھے کا بدتر ہے +
مشغُول ہونا ساتھ دُنیا کے جاہل کا بد ہے لیکن عالم کا بدتر ہے +
اللہ کی عبادت میں سُستی عام لوگوں سے بد ہے لیکن عالموں اور طالب علموں سے بدتر ہے +
تکبّر کرنا امیروں کا بد ہے لیکن محتاجوں کا بدتر ہے +
تواضع غریبوں سے خُوب ہے لیکن امیروں سے خُوب تر ہے +
پُورا کرتا ہے نماز کو سجدۂ سہو، پُورا کرتا ہے روزہ کو صدقۂ فطر، پُورا کرتا ہے حج کو فدیہ، اور پُورا کرتا ہے ایمان کو جہاد +
جسے رونے کی طاقت نہ ہو، وہ رونے والوں پر رحم ہی کیا کرے +
زبان کو شکوہ سے روک خوشی کی زندگانی عطا ہوگی +
اُس دن پر رو جو تیری عمر سے گزر گیا اور اس میں نیکی نہیں کی +
ہرگز کوئی شخص موت کی تمنا نہیں کرے گا سوائے اُس کے جس کو اپنے عمل پر وثوق ہوگا +
مسئُول پر سائل کا حق جواب ہے اور عمدہ جواب حُسنِ اخلاق ہے +
ہر چیز کے ثواب کا ایک اندازہ ہے۔ سوائے ثواب صبر کے کہ وہ بے اندازہ ہے +
شکر گزار مومن عافیت سے زیادہ قریب تر ہے +
جہادِ کفار جہادِ اصغر ہے اور جہادِ نفس جہادِ اکبر +
خوفِ الٰہی بقدرِ علم ہوتا ہے اور خُدا سے بے خوفی بقدرِ جہالت +
خلقت سے تکلیف دُور کر کے خُود اُٹھا لینا حقیقی سخاوت ہے +
اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دُنیا کو آخرت کے لیے۔ اور آخرت کو اللہ کے لیے چھوڑ دے +
تو دنیا میں رہنے کے سامانوں میں لگا ہے اور دُنیا تجھ کو اپنے سے نکال لینے میں سرگرم ہے +

جس کا سرمایہ دنیا ہے، اُس کے دین کا نقصان بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں +
علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا بخلاف مال کے +
آپ جب کسی کی ماتم پرسی کے لیے جاتے تو فرماتے کہ "صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے میں کچھ فائدہ نہیں۔ رسولؐ خدا کی وفات کو یاد کرو تو تم کو اپنی مصیبت بہت کم معلوم ہوگی +
عورتوں کو سونے کی سُرخی اور زعفران کی زردی نے ہلاک کر رکھا ہے +
جو شخص ابتدائے اسلام میں مرگیا وہ بہت خوش نصیب تھا +
کاش میں کسی مومن کے سینے کا ایک بال ہی ہوتا +
لوگو! خدا سے شرم کرو۔ واللہ میں جب کبھی میدان میں قضائے حاجت کے لیے جاتا ہوں تو خدا سے شرما کر سر نیچے کر لیتا ہوں۔ لہٰذا اپنے اعمال و افعال میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر ڈرتے اور شرم کرتے رہو +
خالد بن ولید سپہ سالارِ اعظم کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا۔" جاہ و عزت سے بھاگو تو عزت تمہارے پیچھے پھرے گی۔ اور موت پر دلیر رہو تاکہ تم کو ابدی زندگی بخشی جائے +
علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ اور مال کفار فرعون و قارون وغیرہ کی +
دل مُردہ ہے اور اس کی زندگی علم ہے۔ علم بھی مُردہ ہے اور اُس کی زندگی طلب کرنے سے ہے +
صبح خیزی میں مرغانِ سحر کا سبقت لے جانا تیرے لیے باعث ندامت ہے +
وہ علماء حق تعالےٰ کے دشمن ہیں، جو اُمراء کے پاس جائیں۔ اور وہ اُمراء حق تعالےٰ کے دوست ہیں جو علماء کے پاس جائیں +
نوکِ زبان کو بار بار پکڑتے اور فرماتے کہ اس نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے +
بندے کے اندر جب کسی زینتِ دنیا سے عجب آجاتا ہے تو اللہ اس کو دشمن رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس زینت سے جدا ہو جائے +
اونٹنی کی مہار گر جاتی تو خود اتر کر اٹھاتے۔ دوسرے کو کہنا داخل سوال خیال فرماتے تھے +
کاش میں درخت ہوتا کہ اس کو کاٹ کر کھا لیتے۔ یہ اس لیے تھا کہ آپ پر خوف و حزن بغایت درجہ غالب تھا +
میری نصیحت قبول کرنے والا دل موت سے زیادہ کسی کو محبوب نہ رکھے +
وہ لوگ بہتر نہیں جو دنیا کو آخرت کے لیے ترک کر دیتے ہیں۔ بلکہ بہتر وہ ہیں جو دنیا و آخرت دونوں کو لیتے ہیں +
مافات کا تدارک مآت سے کرو۔ اور پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ +

جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اُس کے کاموں میں لگ جاتا ہے ÷
مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے ÷
بُعدِ سفر اور قلتِ زادِ راہ سے ڈرتا رہ ÷
مومن کے خوف و رجا کو اگر وزن کریں تو دونوں برابر ہوں گے ÷
شریف جب علم پڑھتا ہے متواضع ہوجاتا ہے۔ اور وضیع جب پڑھتا ہے متکبر ہو جاتا ہے آپ کے مختصر الفاظ بطور ورد "ھو القادر اللہ" تھے ÷
بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے۔ اور تنہائی سے صحبت صلحا بدرجہا بہتر ہے ÷
طالبِ دین عمل میں زیادتی کرتا ہے اور طالبِ دُنیا علم میں ÷
حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توحید میں سب سے بزرگ ترین کلام جناب حضرت صدیقؓ کا ہے۔ اور وہ یہ ہے: (ترجمہ) "وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی مخلوق کے لیے سوائے عجز کے کوئی راستہ نہیں بنایا" ÷
جس پر نصیحت اثر نہ کرے، وہ جانے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے ÷
علم کی قوت جب حد سے بڑھ جائے تو مکاری اور بسیار دانی پیدا کرتی ہے۔ اور جب ناقص ہو تو حماقت اور ابلہی پیدا کرتی ہے ÷
عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار اور علم بغیر عمل کے عقیم و بیکار ہے ÷
آنکھ کا کاسہ دل کا دروازہ ہے کہ قلب کی تمام آفتیں اسی راستہ سے آتی ہیں اور شہوت و لذات پیدا ہوتی ہیں۔ آنکھ بند کرلے تمام آفتوں سے محفوظ ہوجائے گا ÷
بذلِ نوال قبل سوال کے بجالا۔ اگر سائل کے سوال کرنے پر تو نے دیا تو جتنا تو نے دیا اس سے دُگنی آبرو اس کی تو نے لی ÷
انسان ضعیف ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کیوں کر خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے ÷
ابنِ بخت ہے وہ شخص جو خود تو مرجائے اور اُس کا گناہ نہ مرے یعنی کوئی بُری بات جاری کر جائے۔ مثلاً کوئی کھوٹا سکہ بنانا۔ بُری رسم جاری کرنا۔ بُری کتاب کی اشاعت کرنا وغیرہ ÷
آپ کی اولیات: (۱) سب سے اوّل اسلام قبول کیا (۲) سب سے اوّل قرآن مجید کو یکجا جمع کرکے اُس کا نام مصحف رکھا (۳) کفار کے ساتھ سب سے پہلے آپ نے جہاد کیا (۴) سب سے پہلے خلیفہ ہیں (۵) آپ کو اپنے باپ کی حیات میں خلافت ملی (۶) سب سے پہلے آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا (۷) سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام میں اجتہاد کیا (۸) سب سے پہلے آپ ہی نے مسجد بنوائی (۹) سب سے پہلے آپ ہی کو لقب "صدیق" عطا ہوا ÷

حالتِ کفر میں بھی آپ نہایت سخی تھے۔ جس قدر آمدنی ہوتی غرباء و مساکین کو کھلا دیتے۔ بعد از قبولِ اسلام کسی نے پوچھا اے ابوبکرؓ! کیا تم نے جاہلیت میں شراب پی تھی؟ آپ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ اپنی عزت و انسانیت کی حفاظت کرتا تھا۔ اس لیے کہ جس نے شراب پی اُس نے اپنی عزت و انسانیت کو ضائع کر دیا۔ شراب نوشی، قمار بازی، زنا، اور بُت پرستی قبل از اسلام عرب میں اس قدر عام تھی کہ اس سے بچے رہنا محالات بلکہ غیر ممکنات سے تھا لیکن آپ نے زمانہ کفر میں بھی ان تمام بُرائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ ایک روز سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں مہاجرین و انصار کا اجتماع تھا۔ جناب ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ یا حضرت! بخدا میں نے جاہلیت میں بھی کبھی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ موقع پاکر ان کو توڑ دیتا تھا۔

سابق الایمان ہونے کے متعلق مختلف احادیث آئی ہیں بعض سے حضرت علیؓ، بعض سے حضرت ابوبکرؓ اور بعض سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا سابق الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب احادیث اپنے اپنے موقع پر بالکل صحیح ہیں۔ اس لیے کہ بالغ و آزاد مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور بالغ و آزاد عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور نابالغ اور آزاد لڑکوں میں حضرت علیؓ پہلے ایمان لائے ہیں۔ اور تینوں اپنی اپنی جگہ "سابق الایمان" ہیں۔

آپ فطرتاً نہایت ہی رقیق القلب اور متین الجذبات تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو ترہیب و ترغیب کے موقعوں پر بے اختیار رو دیا کرتے تھے۔ آپ کے اس رونے کا اثر قریش کی عورتوں اور ان کے بچوں پر بہت پڑنے لگا جو آپ کے چبوترہ کے ارد گرد جمع رہتے تھے۔ یہ امر معتمدین و روسائے قریش کے نہایت خلاف گزرتا کیونکہ تبلیغ اسلام کا یہ ایک مؤثر ذریعہ تھا۔

جس وقت نبی کریمؐ پر شدتِ مرض نے غلبہ کیا تو آپؐ نے نماز پڑھانے کے لیے فرمایا۔ کہ لوگو! ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا حضرت! وہ بہت ہی رقیق القلب ہیں۔ جب آپؐ کے مصلیٰ پر نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں گے تو رنج و غم سے نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ انھیں کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پس ارشادِ نبویؐ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کی حینِ حیات میں نماز پڑھائی۔

تمام مسلمانوں کے اتفاقِ آرا سے جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو پہلے خطبے میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"آپ حضرات نے اتفاق کرکے مجھے خلیفہ اور امیر مقرر کیا ہے۔ حالانکہ میں اپنے اندر اس قدر قابلیت نہیں رکھتا۔ یاد رکھو کہ میں انسان ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں احتیاط کروں اور محال نہیں ہے اگر بُرائی کروں۔ لہٰذا تم میرے اچھے کاموں میں ممد و معاون بنو۔ اور بُرے کاموں سے مجھے روک دو۔ مجھے سرزنش کرو۔ بالقیہ صدق امانت، اور کذب خیانت

ہے۔ خدا مجھے صدیق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میری نظروں میں قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس کی حق رسی کردوں۔ اور جو قوی ہے وہ میری نظروں میں ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس سے حق لے لوں۔ مسلمانو! جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کردیتی ہے وہ ذلّت و خسران کے تنگ و تاریک غاروں میں گر جاتی ہے۔ اور جو قوم بدکاری میں مبتلا ہوتی ہے، خدائے قدوس اُس پر نزولِ مصائب کرتا ہے۔ اے مسلمانو! یاد رکھو کہ جب تک میں خدا اور اُس کے مقدس رسولؐ کی پیروی کرتا رہوں، اُس وقت تک تم میری متابعت و فرمانبرداری کرو۔ اور جب راہِ مستقیم سے میرے قدم اِدھر اُدھر دیکھو تو میری اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ گمراہ کی پیروی گمراہی ہے"۔

ایک دفعہ مرتدین کی جانب سے ایک وفد آیا۔ جو اُن کے چند سر برآوردہ لوگوں پر مشتمل تھا۔ اُنھوں نے اپنی جماعت کی طرف سے یہ کلمات نہایت ہی بے خوف اور نڈر ہو کر کہے کہ اے ابوبکرؓ! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمان رہیں تو نماز میں تخفیف کردو۔ اور زکوٰۃ معاف کردو"۔ آپ نے یہ کلمات سُنے تو غصہ میں سُرخ ہو گئے اور فرمایا" ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ نماز میں رتی بھر تخفیف ہو سکتی ہے۔ اور نہ صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ ایک دقیقہ کے لیے معاف ہو سکتی ہے۔ اے موذیو! تم نے اسلام کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ یاد رکھو کہ ابوبکرؓ رسّی جیسی حقیر چیز کے لیے بھی تم سے لڑے گا۔ اور تمھیں کیفرِ کردار تک پہنچائے گا، خواہ ایک شخص بھی میری مدد پر نہ ہو۔ جب تک میرے جسم میں جان اور ہاتھ میں تلوار ہے۔ میں مفسدوں سے برابر جہاد کرتا رہونگا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں فتنۂ ارتداد کا قلع قمع کردیا۔

آپ کے منصبِ خلافت پر فائز ہونے کا جب اعلان ہُوا تو ایک لڑکی نے کہا" افسوس اب ہماری بکریاں کون دوہے گا"؟ آپ نے فرمایا" خدا کی قسم! خلافت مجھے خدمتِ خلق سے کبھی باز نہ رکھ سکے گی"۔ مثلاً ایک ضعیف و نابینا عورت کے جھونپڑے میں ہر روز جا کر اُس کی ضروریات پوری کرتے وغیرہ۔

قاعدہ تھا کہ لڑائیوں میں امیرِ لشکر کا سر کاٹ کر دربار میں بھیجا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں بھی کسی شامی سردار کا سر آیا تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کفار بھی تو ہمارے سروں کو کاٹ کر اپنے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہمیں خدا اور رسولِ کریمؐ نے روم و فارس کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

ایک چڑیا درخت پر بیٹھی چہچہا رہی تھی۔ آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا۔ تو بڑی خوش قسمت ہے، جو بغیر روک ٹوک کے اُڑتی پھرتی ہے۔ درختوں کے سایے میں بیٹھتی ہے اور زمزمہ سرائی کرتی ہے۔

کاش ابوبکرؓ تیرے ہی جیسا ہوتا اور اس پر اتنی ذمہ داریاں نہ ہوتیں +
آپ کا بدن چھریرا اور رنگ نہایت ہی گورا تھا۔ رخسار بیٹھے ہوئے تھے۔ جبین مبارک پر خوفِ الٰہی سے عموماً پسینہ رہا کرتا تھا۔ حنا یا کسم سے خضاب کیا کرتے تھے۔ تہ بند باندھا کرتے تھے، جو پیچھے کی جانب کھسکا رہتا تھا۔ خوفِ خدا اور حقوق العباد کے افکار و خدشات آپ کے دل و دماغ پر اثر انداز رہتے تھے۔ اس وجہ سے آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں تمام صحابہ کرامؓ سے آپ زیادہ فصیح البیان تھے۔ دو برس چار ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے +
بوقتِ وفات حضرت عائشہؓ سے فرمایا خلیفہ بننے کے بعد میں نے زیادہ قناعت کی زندگی بسر کی ہے۔" رعایا کے مال میں سے میرے پاس ایک حبشی غلام، ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا اور کچھ نہیں میری وفات کے بعد یہ تمام اشیاء حضرت عمرؓ کو دے کر بری ہو جانا +
ایک شخص نے آپ کے حضور میں شکایت کی کہ میرا باپ مجھ سے کل مال لے کر مجھے محتاج کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اُس کے باپ کو بلا کر کہا کہ تجھ کو جس قدر مال کی ضرورت ہے لے لے۔ اور باقی اُس کو دے دے۔ اُس نے عرض کی کہ ارشاد نبویؐ کے مطابق بیٹا اور اس کا مال باپ کا ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا۔ ٹھیک ہے لیکن ارشادِ پاک کے معنی نفقہ سے جانبین کے ہیں +
اپنے عہد خلافت میں آپ صرف اُسی قدر وظیفہ ماہوار بیت المال سے لیا کرتے تھے جس سے کہ بمشکل تمام آپ کی گزران ہو سکے۔ ایک مہینہ میں آپ کی اہل خانہ نے کسی ضرورت نسوانی کے لیے ماہوار وظیفہ میں نہایت کفایت شعاری کر کے چند پیسے بچا لیے اور ان کے خرچ کرنے کی آپ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے وہ پیسے بیت المال میں جمع فرما دیے۔ اور آئندہ ہمیشہ کے لیے ماہوار وظیفہ میں اُتنے ہی پیسے کم کر دیے۔ بایں خیال کہ اتنے کم خرچ میں بھی گزارہ ہو سکتا ہے +
اگر کوئی شخص آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو جاتا تو فرماتے۔" خدایا تو اِن کے حسن ظن سے مجھے بہتر ثابت کر اور مجھے خدمتِ خلق کی توفیق عطا فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے +
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے شدتِ سرما میں غسل کیا۔ ہوا نہایت ٹھنڈی تھی۔ بایں سبب مبتلائے بخار ہو گئے۔ پندرہ روز تک نماز کے لیے مسجد تشریف نہ لے جا سکے۔ جب آپ پر عالم نزع طاری ہوا تو حضرت عائشہؓ کو بلایا اور فرمایا:
(۱) میری نورِ نظر عائشہؓ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جس وقت میں انتقال کر جاؤں تو میری دو استعمال کردہ چادریں دھو ڈالنا اور انہیں سے مجھے کفن دینا۔ کیونکہ اگر سب سے پُرتکلف کپڑوں کا کفن دیا، تو میرا رتبہ کچھ بڑھ نہ جائے گا۔ اور اگر ردی کپڑوں میں مجھے کفنایا

گیا تو میرا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ کم نہ ہو جائے گا۔

(۲) مجھے میری زوجہ اسماء بنت قیس غسل دیں۔ میرا لڑکا عبدالرحمٰن پانی ڈالے۔ اور غسل میں خاص احتیاط سے کام لیا جائے۔

(۳) جب مجھے کفنا چکیں اور نماز جنازہ پڑھا چکیں تو مجھے آنحضرتؐ کے برابر دفن کردیں۔

تاریخ وفات: ۲۲۔ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ مابین مغرب و عشا۔ عمر ۶۳ سال۔

مدتِ خلافت دو سال چار ماہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہ نے لوگوں کو تلقینِ صبر کے سلسلے میں ایک طویل و بلیغ خطبہ آپ کے اوصافِ حمیدہ کے متعلق ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"آپ کا ایمان خالص اور یقین سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ سب سے زیادہ ڈرا کرتے تھے۔ اور آپ نے سب سے بڑھ کر اللہ کے دین کو نفع پہنچایا۔ خدمتِ نبویؐ میں سب سے زیادہ حاضر رہنے والے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے صحابہؓ کے لیے شفیق اور بابرکت۔ رفاقت میں سب سے بہتر۔ فضائل میں سب سے آگے۔ درجہ میں بلند۔ سیرت، ہیئت، مہربانی اور فضل میں رسول اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ۔ قدر و منزلت میں سب سے بلند۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی جانب سے جزائے خیر دے۔ آپ رسولؐ اللہ کے نزدیک بمنزلہ ان کی سمع و بصر تھے۔ آپ نے رسولؐ اللہ کو اس وقت سچا جانا، جب سب انھیں جھوٹا جھوٹا کہتے تھے۔ اسی لیے آپ کا نام صدیقؓ ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: "وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ" یعنی وہ جو سچ کو لایا۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ سچ لانے والے جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تھے۔ اور ان کی تصدیق کرنے والے جناب صدیقِ اکبرؓ جس وقت کہ دوسرے لوگوں نے آنحضرت صلعم کے ساتھ تنگ دلی کا برتاؤ کیا، اس وقت آپ نے آنحضرت صلعم کے ساتھ غمخواری کی۔ آپ دو میں سے ایک تھے اور غار میں رفیق۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی سکینت نازل فرمائی۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہو گئے، اور آپ کے ساتھ سختی کرنے لگے اور آپ کو کہنے لگے کہ مرتدین کی تالیفِ قلوب کرنی چاہیے۔ اور ان سے نرمی کا برتاؤ مناسب ہے۔ تو اس وقت آپ نے امتِ محمدیہ کی ایسی حفاظت اور نگہبانی کی، جو کسی نبیؐ کے خلیفہ نے پیشتر ازیں نہیں کی تھی۔ اس وقت آپ نے دشمنوں کی کثرت اور اپنی کمزوری کا خیال نہیں کیا، بلکہ احیائے دین کے لیے دلیرانہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگرچہ آپ کے خلیفہ ہونے کے وقت باغی لوگ غیظ و غضب میں تھے۔ کفار کو رنج تھا۔ اور

حاسدوں کو آپ کے خلیفہ ہو جانے کے باعث کراہت ہو رہی تھی، تب بھی آپ بلا نزاع و تفرقہ خلیفۂ برحق تھے۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد لوگوں کی بزدلی اور گھبراہٹ کے وقت آپ ثابت قدم رہے اور لوگوں کو بھی اپنا پیرو کار بنا کر اُن کو منزلِ مقصود پر پہنچایا۔ اگرچہ آپ کی آواز پست تھی۔ لیکن آپ کا تفوق سب سے بڑھا ہوا تھا۔ آپ کا کلام باوقار تھا اور گفتگو با صواب۔ آپ کی خاموشی طویل اور قول بلیغ تھا۔ آپ کی ذات بابرکت عمل میں سب سے بزرگ، معاملات میں واقفیت کار اور آپ شجاع ترین ہستی تھے۔ خدا کی قسم! آپ مومنین کے سردار تھے۔ لوگوں کے ارتداد کے وقت آپ آگے بڑھے اور ان کو ارتداد سے بچا لیا۔ اور ان کی پشت پناہ بن گئے۔ اُمّتِ محمدیہ کے لیے آپ بمنزلہ باپ کے تھے شفیق، مہربان، اور اہلِ دین بمنزلہ اولاد کے ہوئے اور اُن کی فروگذاشتوں کی آپ نے نگہداشت کی۔ اور جو کچھ وہ نہ جانتے تھے اُن کو سکھایا۔ اُن کی عاجزی کے وقت آپ نے جانبازی اور ثابت قدمی دکھائی۔ فریادیوں کی فریاد کو پہنچے۔ وہ اپنی رہنمائی کے لیے آپ کے پاس آتے۔ اور آپ نے خدا کی مہربانی سے اُن کو کامیاب بنایا۔ آپ کی شجاعت، تدبر اور اولو العزمی کا صدقہ اُن کو وہ کچھ ملا جس کا اُن کو وہم و گمان تک نہ تھا (یعنی سلطنتِ روم و ایران کا قبضہ)۔ کافروں کے حق میں آپ برقِ سوزاں سے کم نہ تھے، اور مومنین کے لیے بارانِ رحمت سے زیادہ۔ آپ اس پہاڑ کی مانند تھے جس کو نہ تو زمانہ کے تھپیڑے ہلا سکتے تھے اور نہ تیز و تند ہوا کے طوفان جنبش دے سکتے تھے اگرچہ آپ بدن کے ناتوان تھے۔ مگر آپ کا دل سب سے زیادہ قوی اور دلیر تھا۔ نہ تو آپ کی دلیل کو شکست ہوتی، اور نہ ہی آپ نے بزدلی دکھائی اور نہ ہی آپ کا دل راہِ راست سے بھٹکا۔ آپ کے مال نے آنحضرت صلعم کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا۔ جس کے لیے وہ ہمیشہ آپ کے احسان کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ جس کا اجرِ عظیم خدائے تعالیٰ آپ کو مرحمت فرمائے گا۔ اگرچہ آپ اپنے آپ کو ہمیشہ ایک ناچیز تصور کرتے رہے۔ لیکن خدا کے نزدیک اور اس کے رسولؐ کی نظروں میں نیز تمام لوگوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ گرامی قدر ہے۔ اور ہم سب سے فضائل میں بازی جیت لی۔ آپ کی نسبت کسی کو طعن کا موقع نہ ملا۔ کیونکہ آپ نے کبھی کسی کی بے جا رعایت نہیں کی۔ اس لیے لوگوں کے دلوں میں آپ کا جلال اور رعب و وقار قائم تھا۔ کمزور آپ کے نزدیک قوی تھا، جب تک کہ اس کا حق دلا دیتے تھے۔ آپ کا سب سے زیادہ مقرب وہی تھا، جو سب سے زیادہ خدا کا فرماں بردار و مطیع تھا۔ آپ کی رائے میں دانائی اور اولو العزمی پائی جاتی تھی۔ اور اس کی طفیل آپ نے باطل کو شکست پر شکست دے کر فنا اور مشکلات کا راستہ صاف کر دیا اور آپ کی وجہ سے اسلام قوی بن گیا اور مسلمان مضبوط ہو گئے۔ اگرچہ آپ کی وفات نے

ہماری کمر توڑ دی۔ لیکن آپ کی شان ہماری آہ و بکا سے ارفع ہے۔ آپ کا ماتم آسمان عظیم بار ہے لیکن ہم سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ اور بجز اس کے کہ رضائے الٰہی پر رضامند ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ خدا کے حکم کو مان کر صبر شکر کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی وفات سے بڑھ کر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نہ آئے گی۔ آپ اسلام کے لیے عزت اور مسلمانوں کے لیے ملجا و ماویٰ تھے۔ اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے۔ اور ہمیں آپ کے اجر سے محروم اور آپ کے بعد گمراہ نہ کرے۔ اخیر میں ہم پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہیں"۔ حاضرین نے نہایت سکون و خاموشی سے اس خطبہ کو سُنا۔ اور اس قدر روئے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ بالاتفاق سب نے کہا "اے رسول اکرمؐ کے عزیز و خویش! جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سب سچ ہے" رضی اللہ عنہ۔

اقوال حضرت عمر رضؓ

شُبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے۔

ایمان کے بعد بڑی نعمت نیک عورت ہے۔

قبل اس کے کہ بزرگ بنو علم حاصل کرو۔

اسراف اس کا بھی نام ہے کہ جس چیز کو انسان کی طبیعت چاہے کھائے۔

جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔

جو آدمی اپنے کو عالم کہے وہ جاہل ہے اور جو اپنے کو جنتی بتائے وہ جہنمی ہے۔

توبۃ النصوح اس کا نام ہے کہ برے فعل سے اس طرح پر توبہ کی جائے کہ پھر اس کو نہ کرے۔

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کل پر نہ اُٹھا رکھے جائیں۔

کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے اور دُعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔

اگر غیب دانی کے دعوی کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ پانچ اشخاص بہشتی ہیں: (۱) وہ محتاج جو عیالدار مگر صابر ہو (۲) وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو (۳) وہ عورت جس نے اپنے شوہر کا حق مہر معاف کر دیا ہو (۴) وہ جس کے والدین اس سے خوش ہوں (۵) وہ جو اپنے گناہوں

ہے سچی توبہ کرے +
یہ تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں: (۱) سلام کرنا (۲) دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا (۳) مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا +
ندامت چار قسم کی ہوتی ہے: (۱) ندامت ایک دن کی جب کوئی شخص گھر سے بلا کھانا کھائے چلا جائے (۲) ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گزر جائے (۳) ندامت عمر بھر کی جب بیوی سے موافقت نہ ہو (۴) ندامت ابدی کہ خدائے برتر ناخوش ہو +
آپ اکثر دعا مانگتے کہ خدایا دنیا میں کوئی چیز باقی نہ رہے گی اور نہ کوئی حالت قائم رہے گی تو مجھے ایسا کر دے کہ میں اس میں علم کے ساتھ بولوں اور حلم کے ساتھ خاموش رہوں۔ اے اللہ! تو مجھ کو بہت دنیا نہ دے کیونکہ شاید میں سرکش ہو جاؤں۔ اور نہ بہت تھوڑی کیونکہ شاید میں تجھے بھول جاؤں۔ پس تھوڑی اور کافی ہونا بہ نسبت اس کے بہتر ہے کہ زیادہ ہو اور گناہوں میں مبتلا کرے +
آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں: کامل۔ نیم کامل۔ لاشئے۔ کامل وہ ہے جو لوگوں سے مشورہ کر کے اس پر غور کرے۔ نیم کامل وہ ہے جو اپنی رائے پر چلے۔ اور کسی سے مشورہ نہ کرے۔ لاشئے وہ ہے کہ جو نہ خود صاحب الرائے ہو اور نہ دوسرے سے مشورہ کرے +
جب تم کسی صاحب علم کو دنیا کی طرف مائل دیکھو تو سمجھ لو کہ دین کے بارے میں وہ قابل الزام ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا خواہاں ہوتا ہے۔ اسی کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے +
ایمان اس کا نام ہے کہ خدائے واحد کو دل سے پہچانے اور زبان سے اس کا اقرار کرے۔ اور حکم شرع پر عمل کرے +
خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکات سے +
مقدمات کا جلد تصفیہ کرنا چاہیے تاکہ دعوی کرنے والا دیر کے سبب سے کہیں اپنے دعوی سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے +
بدخو کی دوستی سے احتراز لازم ہے کیونکہ اگر وہ بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے، تو بھی اس سے برائی سرزد ہو جاتی ہے +
خدا اس شخص پر رحمت فرمائے جو میرے عیوب سے مجھے مطلع کرتا ہے +
جب عالم کو لغزش ہوتی ہے تو اس سے ایک عالم لغزش میں پڑ جاتا ہے +
ایک دن ایک شخص نے آپ کی تعریف کی تو فرمایا کہ کیا تو مجھے اور اپنے نفس کو ہلاک کرتا ہے +
میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔ مگر اس کے ساتھ اللہ کو دیکھتا ہوں +
اگر میں ایسی حالت میں مر جاؤں کہ اپنی محنت و سعی سے اپنی روزی تلاش کرتا ہوں۔ تو مجھے

اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی راہ میں غازی ہو کر مروں ؛
لوگوں کے ساتھ نیک خلقی آدھی عقل ہے۔ حسن سوال نصف علم ہے اور حسن تدبیر نصف معیشت ہے
طالب دنیا کو علم پڑھانا راہزن کے ہاتھ تلوار فروخت کرنا ہے ؛
کسی کے خلق پر اعتماد نہ کرتا وقتیکہ غصہ کے وقت اُسے نہ دیکھ لے ؛
کسی کی دینداری پر اعتماد نہ کر، تا وقتیکہ طمع کے وقت اُسے نہ آزمائے ؛
جو عیب سے واقف کرے وہ دوست ہے اور مُنہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے ؛
ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے۔ رعب و داب جاتا رہتا ہے اور موت سے غافل کا نشان ہے ؛
طمع کرنا مفلسی، بے غرض ہونا امیری اور بدلہ نہ چاہنا صبر ہے ؛
نیکی کے عوض نیکی حق ادائیگی ہے۔ اور بدی کے عوض نیکی احسان ہے ؛
کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت، اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے ؛
بڑھاپے سے پہلے جوانی اور موت سے پہلے بڑھاپا غنیمت جان ؛
سخی حبیب خدا ہے اگرچہ فاسق ہو۔ بخیل دشمن خدا ہے اگرچہ زاہد ہو ؛
ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے ؛
جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوتا ہے۔ چاہے وہ تھوڑا ہی سا ہو ؛
نہیں دوستی رکھتے مومن مخالفین خدا اور رسولؐ سے، اگرچہ ماں باپ ہوں ؛
بدترین آوازیں دو ہیں راگ کی اور نوحہ کی ؛ سلامتی گمنامی میں ہے یا خلوت میں ؛
عزت دنیا مال سے ہے اور عزت آخرت اعمال ہے ؛
ہم حرام کے خوف سے نو حصے حلال بھی ترک کر دیتے ہیں ؛
نہیں حاصل ہوتا مطلب بغیر خوف کے، خصلت اچھی بغیر ادب کے، خوشی بغیر امن کے
تونگری بغیر بخشش کے، فقیری بغیر قناعت کے، رفعت بغیر تواضع کے، جہاد بغیر توفیق خدا کے ؛
مشغولی سے پہلے فراغت اور موت سے پہلے بڑھاپا غنیمت جان ؛
دوزخ سے بچو اگرچہ آدھے خرما ہی کی بدولت ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو میٹھی بات ہی سہی
آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی ان کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھتا تو آپ اس جگہ نہ بیٹھتے ؛
نماز کے بعد حالاتِ رعیت سے باخبر رہنے کے لیے آپ شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں گشت
فرمایا کرتے۔ اثنائے گشت میں بعض نہایت عجیب و غریب واقعات ظہور میں آئے ؛
ایک دفعہ آپ بازار گئے۔ راستے میں ایک جوان عورت ملی اور کہنے لگی۔ "اے امیر المومنین!
میرا خاوند ہلاک ہو گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے ان بچوں کے پاس نہ زمین ہے

کہ اُس کی آمدنی پر گزارہ کر سکیں۔ نہ کوئی جانور ہے کہ اس کا دودھ پی سکیں۔ نہ ہی کوئی بکری ہے
کہ اُس کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ بچے کہیں بھوکے نہ مر جائیں۔ میں
خفاف بن ایمن الغفاری کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ واقعہ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ شریک تھا۔ حضرت عمرؓ اُس عورت کی بات سننے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب اُس نے
اپنی بات ختم کر لی تو آپ اُسے مرحبا کہ کر گھر لوٹے۔ گھر میں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا۔ آپ نے
اُسے کھولا اور دو بوریاں اُس پر لاد دیں۔ یہ بوریاں سامانِ اکل و شرب اور دیگر اشیائے ضروریات
سے بھری تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس اونٹ کی مہار اس عورت کے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا۔ لے جاؤ
یہ تمھارے لیے کافی ہے جب تک کہ تمھارے پاس مال آئے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں چند تاجر آئے اور عید گاہ میں قیام کیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو حضرت
عمرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اپنے ہمراہ لے کر ان سوداگروں کے خیمے کے پاس گئے تاکہ
رات بھر ان کی حفاظت کریں۔ اثنائے حفاظت میں حضرت عمر فاروقؓ نے ایک لڑکے کے
رونے کی آواز سنی۔ آپ اُس کی طرف آئے اور اس کی ماں سے کہا "خدا کا خوف کر، اس بچے
کو نہ رُلا" یہ کہ کر آپ واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بچے نے پھر رونا شروع کر دیا۔ آپ نے
پھر آ کر اُس کی ماں سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ حضرت نے جب پھر تیسری مرتبہ بچے کے رونے
کی آواز سنی تو پھر اُس کی ماں کے پاس آئے اور کہا۔ "افسوس! میں نہیں سمجھتا، تو اپنے بچے کو کس
طرح کیوں رُلا رہی ہے؟ آخر کیا بات ہے یہ چپ کیوں نہیں ہوتا؟" اُس عورت نے کہا "اے
بندۂ خدا! تیرا کیا مطلب ہے تو بڑی بلا ہے۔ تو نے مجھے رات گزارنی دشوار کر دی ہے۔ میں اپنے
بچے کو دودھ چھڑانے کی عادت کرا رہی ہوں۔" آپ نے پوچھا کیوں؟ اُس نے کہا "اس لیے کہ
جب تک بچے کا دودھ نہ چھڑایا جائے، عمرؓ وظیفہ مقرر نہیں کرتے۔" آپ نے پوچھا "اب اس
کے کتنے مہینے اور باقی ہیں؟" اس عورت نے بتایا کہ اس قدر باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا "اچھا جلدی
نہ کرو، ابھی اسے دودھ پینے دو۔"

حضرت عمرؓ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو نہایت آبدیدہ ہو کر اپنے کو مخاطب ہو کر
کہنے لگے "افسوس اے عمرؓ! تو نے مسلمانوں کی بہت اولاد مروا ڈالی ہو گی۔" اس کے بعد حضرت
عمرؓ نے تمام بلاد و امصار میں یہ اعلان کر دیا کہ "کوئی عورت اپنے بچے کے دودھ چھڑانے میں جلدی
نہ کرے۔ اب سے ہر ایک دودھ پیتے بچے کا بلا استثناء وظیفہ مقرر کر دیا جایا کرے گا۔"

ایک بار حضرت عمر فاروقؓ علاقہ شام سے واپس آئے۔ تو آپ تنہا ہو کر لوگوں سے حالات
دریافت کرنے لگے:

آپ ایک بڑھیا کے پاس سے گذرے اور اُس سے اُس کا حال دریافت کرنے لگے۔ بڑھیا نے پوچھا۔ عمرؓ کا کیا حال ہے؟

حضرت عمرؓ: بڑھیا! وہ ابھی شام سے واپس آئے ہیں ۔

بڑھیا: اللہ اُنھیں میری طرف سے جزائے خیر نہ دے ۔

حضرت عمرؓ: کیوں؟ آخر اس کا سبب؟

بڑھیا: جب سے وہ خلیفہ ہوئے ہیں۔ مجھے آج تک بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا ۔

حضرت عمرؓ: بڑھیا! عمرؓ کو تیرا حال معلوم نہیں ۔

بڑھیا: سبحان اللہ! یہ آپ نے کیا کہا؟ جو شخص خلیفہ ہو اور پھر اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ میری سمجھ میں نہیں آسکتا ۔

اس بڑھیا کے یہ الفاظ سُن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہنے لگے اے عمرؓ! تجھ پر افسوس ہے! تیری رعایا تجھ سے کیسی جھگڑتی ہے۔ ہر شخص تجھ سے زیادہ فقیہ ہے ۔

اس کے بعد آپ نے بڑھیا سے کہا۔ "اے بڑھیا! تُو اپنی دادخواہی کتنے میں فروخت کرکے اپنے دعوٰی سے دستبردار ہو سکتی ہے؟ مَیں عمرؓ کو اس پر راضی کر لوں گا" ۔

بڑھیا نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے میرے ساتھ مسخرہ نہ کرو ۔

حضرت عمرؓ: بی اماں! مَیں آپ سے تمسخر نہیں کرتا ۔

آخر آپ نے بیس درہم میں اُس کی دادخواہی خرید لی۔ اِس بڑھیا سے رخصت ہونے ہی کو تھے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہؓ ابنِ مسعود السلام علیک یا امیرالمومنین! کہتے ہوئے آموجود ہوئے ۔

بڑھیا "امیرالمومنین" کا لفظ سُنتے ہی سخت پریشان ہوئی اور افسوس کرنے لگی کہ اُس نے امیرالمومنین کے رُوبرو اُنھیں بُرا کہا ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اے بڑھیا! افسوس نہ کر۔ تُو نے جو کچھ کہا ہے۔ بجا کہا ہے۔ تُو نے کوئی الزام کی بات نہیں کہی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوستین کے ایک ٹکڑے پر جو عبارت لکھی، اُس کا ترجمہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر ہے اس امر کے متعلق کہ عمرؓ نے فلاں بڑھیا سے اپنی ابتدائے خلافت سے اب تک اس کی دادخواہی بیس درہم میں خرید لی۔ اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے دعوٰی کرے تو مَیں اس سے بَری ہوں۔ علیؓ اور عبداللہ ابنِ مسعودؓ اس پر گواہ ہیں" ایک عورت کے اعتراض اُٹھانے پر آپ نے فرمایا۔ "اسے مت روکو کہنے دو۔ اگر یہ لوگ کہیں گے تو یہ بے مصرف ہیں اور اگر ہم نہ مانیں یا نہ سُنیں تو ہم بے مصرف ہیں" ۔

حضرت عمرؓ مختلف بلاد کے گورنروں کے حالات کی ہمیشہ تفتیش کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے اہلِ حمص سے دریافت کیا کہ تمہارا امیر کیسا ہے ؟ عرض کیا۔ اے امیرالمومنین! ہمارا امیر نہایت اچھا آدمی ہے۔ ہم اُس میں صرف ایک نقص پاتے ہیں۔ کہ اُس نے اپنی رہائش کے لیے ایک محل بنوا لیا ہے +

حضرت عمرؓ یہ سُن کر آگ بگولا ہو گئے۔ اُسی وقت ایک قاصد روانہ کیا اور اُسے حکم دے دیا کہ امیر کے محل پر پہنچتے ہی لکڑیاں جمع کر کے محل کے دروازے میں آگ لگا دے۔ لوگوں نے فوراً امیر کو اطلاع دی کہ ایک شخص لکڑیاں جمع کر کے دروازے میں آگ لگا رہا ہے۔ امیر نے کہا۔ لگانے دو۔ یہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ فاروق کا قاصد ہے۔ پھر حمص کے امیر خود قاصد کے پاس آئے۔ امیرالمومنین حضرت عمرؓ فاروق کا حکم پڑھتے ہی مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ فاروق نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس امیر کو تین دن دھوپ میں رکھو۔ چنانچہ انھیں تین دن دُھوپ میں رکھا گیا +

چوتھے روز حضرت عمرؓ اپنے ہمراہ انھیں سنگستان میں لے گئے۔ اُس سنگستان میں زکوٰۃ کے اُونٹ بندھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے امیر کو پہننے کے لیے ایک کمبل دیا اور امیرانہ لباس اُتروا لیا۔ پھر حکم دیا کہ ان تمام اُونٹوں کو پانی بھر بھر کر پلاؤ۔ جب وہ تمام اونٹوں کو پانی پلا کر فارغ ہوئے تو تھک کر چور ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ تھک کیوں گئے ؟ پہلے بھی تو یہی کام کرتے تھے۔ امیر نے عرض کیا۔ امیرالمومنین! اس کام کو چھوڑے ہوئے مدت گزر گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "پھر اسی لیے تم نے بالاخانہ بنوایا تھا اور مسلمانوں سے اُونچے رہ کر سوتے تھے ؟ اب اپنے عہدے پر واپس جاؤ۔ مگر آئندہ کبھی ایسا کام نہ کرنا" +

قیصرِ روم نے اپنا ایلچی حضرت عمرؓ کے پاس اس لیے بھیجا کہ آپ کے حالات و خیالات اور انتظاماتِ سلطنت سے واقف و مستفیض ہو سکے جب وہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے ؟ لوگ کہنے لگے کہ ہمارا بادشاہ تو کوئی نہیں۔ البتہ ایک امیر ہے جو کہیں شہر سے باہر نکلا ہے۔ وہ قاصد آپ کی تلاش میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ اپنے کوڑے بطور تکیہ رکھے ہوئے دھوپ میں گرم ریت پر سو رہے ہیں۔ آپ کی پیشانی سے اس قدر پسینہ بہ رہا ہے کہ اُس نے زمین کو تر کر دیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ سخت متعجب ہوا۔ اور اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت عمرؓ عدل کرتے ہیں اور بے خوف سو رہے ہیں۔ ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ خائف و بیدار رہتا ہے +

حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ جب کبھی کوئی قافلہ باہر سے گرد و نواحِ مدینہ میں اُترتا تو آپ تمام

رات کو چوکیداری کیا کرتے۔ ایک رات آپ گشت کرتے ہوئے ایک بدّو کے خیمے کے پاس سے گزرے۔ بدّو خیمہ کے سامنے سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا حضرت عمرؓ اُس کے پاس جا پہنچے اور اُس سے سفر وغیرہ کے حالات پُوچھنے لگے۔ یہ بدّو نہایت مغموم و پریشان حال بیٹھا تھا حضرت عمرؓ اُس سے گفتگو کر رہے تھے کہ خیمہ کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آئی حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ یہ کس کی آواز ہے؟ بدّو نے کہا کہ میری عورت کو درد زہ ہے۔ وہ بیچاری اس وقت سخت مصیبت کی حالت میں ہے۔ مجھ میں اتنی وسعت نہیں کہ کسی دایہ وغیرہ کو بلاؤں۔ حضرت عمرؓ یہ سُنتے ہی شہر کی طرف لوٹے اور گھر آئے۔ آپ کی زوجہ حضرت اُم کلثومؓ جو نیکی حلم اور محبت کی مجسم تصویر تھیں' فی الفور انھیں اپنے ہمراہ لے کر اُس بدّو کے خیمے کے پاس آئے اور بدّو سے کہا کیا آپ میری بیوی کو خیمہ کے اندر جانے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ تاکہ وہ اندر جا کر آپ کی عورت کو تسلی و تشفی دیں اور ممکن امداد کر سکیں۔ چنانچہ بدّو نے اجازت دے دی۔ حضرت اُم کلثومؓ اندر تشریف لے گئیں پہلے چراغ روشن کیا اور پھر تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔

بدّو کو اس وقت تک یہ معلوم نہ تھا کہ یہی صاحب جو میری خدمت میں اس قدر دل و جان سے مصروف ہیں' امیر المومنین ہیں۔ جس وقت امیر المومنین کی بیوی اُم کلثومؓ خیمہ کے اندر تیمارداری میں مصروف تھیں' بدّو حضرت عمرؓ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہا:

سُنا ہے حضرت عمرؓ بڑے سخت گیر ہیں۔ کیا تم انھیں جانتے ہو؟

حضرت عمرؓ: واقعی وہ سخت گیر ہیں۔

بدّو: میں حیران ہوں مدینہ کے لوگوں نے کیوں اُسے اپنا امیر بنا لیا؟

حضرت عمرؓ: مسلمانوں کی مرضی۔ شاید ان کی نظر میں عمرؓ اچھا آدمی ہو گا۔ اور کثرت رائے نے انھیں امیر منتخب کر لیا۔

بدّو: وہ بڑے پُرلطف کھانے کھاتا ہو گا؟

حضرت عمرؓ: ہاں۔ بڑے لذیذ کھانے کھاتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور بدّو کے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت اُم کلثومؓ کی آواز آئی۔ "امیر المومنین! اپنے دوست کو خوشخبری دیجیے' اللہ تعالیٰ نے اُسے فرزند عطا کیا ہے"۔

بدّو امیر المومنین کا نام سُنتے ہی گھبرا کر آپ کے برابر سے اٹھ کر آپ کے سامنے آ بیٹھا۔ اور اپنی گستاخی کی معذرت کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں' قوم کا سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے۔ کل صبح تم میرے پاس آنا۔ میں بیت المال سے تمھارے بچے کا روزینہ مقرر کر دوں گا۔ اگلے روز علی الصبح بدّو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیا اور

اُس بدو کو بھی کچھ مال دے کر رخصت کیا۔
سب سے پہلے امیرالمومنین لقب آپ کا ہوا۔ آپ کے دسترخوان پر دو سالن کبھی نہ ہوتے تھے۔
آپ نے قمیص اور ازار میں چودہ پیوند تھے۔ ایک پیوند سرخ چمڑے کا بھی تھا۔
فرمایا کرتے کاش میں ایک مینڈھا ہوتا۔ میرے گھر والے مجھے موٹا کر کے ذبح کرتے پھر پکا کر کھا لیتے اور فضلہ ہو کر باہر نکلتا۔ مگر بشر نہ ہوتا۔
رانڈوں اور یتیموں کے لیے آٹے کا تھیلا اپنی پشت پر لادتے۔ اگر کوئی کہتا لاؤ ہم اٹھالیں تو فرماتے قیامت کے دن میرے گناہ کون اٹھائے گا۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ جس طرح ارحم امت تھے، اسی طرح آپ امر خدا میں اشد تھے۔
فرمایا کرتے کہ اگر خوف حساب کا نہ ہوتا تو میں بھی ایک بکری تنور میں بھون کر کھاتا۔
نگینہ مُہر پر یہ کندہ تھا: "کفیٰ بالموتِ واعظاً یا عمرؓ!" (ترجمہ) اے عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔
ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ اے سلمان! میرا وہ احوال جو تمھیں برا معلوم ہوتا ہو، مجھے سچ سچ بتاؤ۔ اُنھوں نے کہا۔ مجھے اس سے معاف رکھیے۔ فرمایا ضرور بیان کرو۔ جب بہت الحاح کیا تو حضرت سلمانؓ نے کہا۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ کے دسترخوان پر ایک وقت میں دو قسم کا کھانا ہوتا ہے۔ اور آپ کے پاس پیراہن دو ہیں، ایک دن کا اور دوسرا رات کا۔ آپ نے فرمایا۔ "اے سلمانؓ! یہ دونوں باتیں تو نہیں ہیں۔ کچھ اور دیکھا یا سُنا ہو تو وہ بتائیے۔ اُنھوں نے کہا اور کچھ نہیں ہے۔
ایک مجلس میں کسی شخص نے آپ کے سامنے ایک شخص کی بہت تعریف کی۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے اس کے ساتھ کبھی کوئی سفر کیا ہے؟ اُس نے کہا "نہیں"۔ آپ نے پوچھا۔ کیا اس شخص کے ساتھ تمھارا کبھی کوئی معاملہ پڑا ہے؟ اُس نے کہا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تمھاری یہ تعریف تصدیق طلب اور مشتبہ ہے، تاوقتیکہ تمھارا اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہ پڑے یا اتفاق سفر نہ ہو۔ نیز آدمی کے نماز روزہ کو نہیں بلکہ اُس کی خوش معاملگی، انسانی ہمدردی، دانائی اور راست بازی کو دیکھنا چاہیے۔
حُلیہ مبارک: رنگ گندمی، قد اتنا لمبا کہ ہزاروں کے مجمع میں بھی سب سے نکلتا ہوا۔ رخسار پر گوشت کم، داڑھی گھنی، مونچھیں بڑی بڑی۔ سامنے سے سر کے بال اُڑے ہوئے۔
مسکن: مکے میں صفا و مروہ کے درمیان اُن کا مکان تھا۔ جسے اپنے ایام خلافت میں گرا کر حاجیوں کے اُترنے کے لیے میدان بنوا دیا۔ چند دکانیں تھیں جو عرصہ تک آپ کے خاندان

کے قبضے میں رہیں۔ ہجرت سے پہلے عوالی میں رہتے تھے۔ پھر مسجد نبویؐ کے پاس ایک مکان لے لیا۔ اسی مکان کو بیچ کر اُن کا قرضہ ادا کیا گیا ❖

لباس: نہایت معمولی اور سادہ لباس پہنا کرتے۔ گلے میں قمیص، سر پر عمامہ یا برنس کی قسم کی ٹوپی رکھتے۔ جوتا عربی وضع کا تسمہ دار ہوا کرتا۔ عموماً کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے۔ موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے۔ باریک کپڑے سے سخت نفرت تھی مگر صفائی کو ملحوظ رکھتے۔ رہبانیت کے لباس سے نفرت کرتے ❖

غذا: لباس کی طرح غذا بھی سادہ ہوا کرتی۔ عام طور پر گیہوں کی روٹی اور زیتون کا تیل کھایا کرتے۔ قحط کے ایام میں جَو کی روٹی پر قناعت کرتے۔ کبھی کبھی گوشت ترکاری یا سرکہ بھی معمولی خوراک کے علاوہ آپ کے دسترخوان پر ہوا کرتا ❖

معاش: مکے میں تجارت کیا کرتے۔ مدینہ میں بٹائی پر زراعت کرا لیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد معمولی گزراوقات کے لیے جاگیر ہو گئی۔ خیبر میں بھی وہ جاگیریں تھیں مگر اُن کو وقف کر دیا تھا۔ ایامِ خلافت میں بمشورہ صحابہ کرامؓ اتنا وظیفہ مقرر ہو گیا، جس سے معمولی لباس خوراک چل سکے مگر ۱۵ھ میں جب سب لوگوں کے روزینے مقرر ہوئے تو جنگ بدر کے شرکا میں ہونے کی وجہ سے آپ کا بھی پانچہزار درہم سالانہ کا روزینہ مقرر ہو گیا ❖

تقریر و تحریر: آپ کی تقریر بلیغ، تحریر برجستہ اور فصیح ہوتی۔ اکثر دفعہ تیاری کیے بغیر برمحل و برجستہ خطبہ دیا کرتے۔ البتہ نکاح کے خطبات جیسا کہ آپ کا اپنا بیان ہے اچھے نہ پڑھتے ❖

مذاقِ شعر: آپ بھی شعر کہا کرتے تھے مگر بہت کم شعراء کے اشعار بڑی کثرت سے یاد تھے۔ چنانچہ کسی معاملہ کو فیصل کر چکتے تو اُس کے مناسب حال ضرور کوئی شعر بھی پڑھ دیا کرتے بُرے اشعار سے سخت نفرت کرتے ❖

ذہانت و علم: آپ بڑے ذہین تھے۔ ہر ایک بات میں دقیق نکتے نکال لیتے تھے۔ رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر دفعہ اتفاق ہوا ہے کہ اُن کی رائے کے موافق آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں۔ علومِ قرآن، حدیث، فقہ اور علم انساب میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کے سخت پابند تھے۔ حج ہر سال کیا کرتے۔ اخیر عمر میں متصل روزے رکھنے شروع کیے گئے۔ غرور و تکبر بالکل نہ تھا۔ تواضع اور سادگی کے دلدادہ تھے۔ بار ہا مکے اور مدینے کی آمد و رفت میں خیمہ و شامیانہ ساتھ نہیں لیا جہاں اُترے کسی درخت پر کپڑا ڈال کر اُس کے سایہ میں لیٹ رہے۔ خلافت کے ایام میں بھی کبھی کوئی بات ایسی نہیں کی جس سے اوروں پر کوئی خصوصیت و تفوق ظاہر ہو۔ عام مسلمانوں کے مجمع میں ناواقف لوگ یہ نہ سمجھ سکتے کہ خلیفہ کون ہے۔ امورِ خلافت سے فراغت کے بعد بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرتے اور اکثر مسجد میں فرش پر لیٹے ہوتے ❖

مزاج: آپ قدرتاً مزاج کے تند و تیز اور زود رنج تھے۔ اسلام لانے پر بھی عرصہ تک اس کا اثر رہا۔ مگر آنحضرتؐ اور حضرت صدیقؓ کی برکت صحبت سے اس میں اعتدال پیدا ہو گیا تھا۔ مزاج کی سختی ہی کا نتیجہ تھا کہ نہ آپ عورتوں کے دلدادہ تھے، نہ بال بچوں اور اہل خاندان کے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے۔ البتہ اپنے بھائی زید سے بہت اُلفت تھی۔ جس کے جنگ یمامہ میں شہید ہونے پر سخت قلق ظاہر کیا۔

عدل: آپ کا عدل و انصاف مشہور روزگار ہے۔ آپ ہمیشہ بغیر رُو رعایت کے بے لاگ انصاف فرماتے رہے۔ فاتحِ مصر عمرو بن عاصؓ کے بیٹے عبداللہ کو (جس نے کسی شخص کو بے وجہ مارا تھا) آپ نے اُس کے باپ کے سامنے کوڑے لگوائے مگر کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ کچھ مخالفت کر سکے۔ فاتحِ شام خالدؓ کو معزول کیا۔ فاتحِ ایران سعد بن وقاص سے جواب طلبی کی۔ خالد کی معزولی کے بعد آپ نے شام کے سفر میں ایک مجمع میں اپنی برئیت بیان کی تو ایک شخص نے آپ کے سامنے یہ کہہ دیا۔ "اے عمرؓ! خدا کی قسم تو نے انصاف نہیں کیا۔ رسول اللہ کے عامل کو معزول اور رسول اللہ کی تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے برادر عم زاد پر حسد کھایا۔" آپ نے جواب میں صرف اتنا کہا۔ "تمہیں اپنے بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا۔" معاملات عدل میں دوست و دشمن کی تمیز اور خویش و اقارب کا ہرگز پاس نہ رکھتے۔ چنانچہ اپنے فرزند ابو شحمہ کو شراب پینے کی علت میں اسی کوڑے لگوائے جس کے صدمے سے وہ قضا کر گئے۔ پھر اپنے سالے قدامہ بن مظعون کو بھی اسی قسم کی سزا دی۔

آپ ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دربان نہ رکھے گا۔ اور اہلِ حاجت کے لیے کبھی اپنا دروازہ بند نہ رکھے گا۔

حضرت عمرؓ جب کسی شخص کو کسی صوبے یا شہر کا والی مقرر کرتے تھے تو پہلے اس کی جائداد اور اندوختہ کا حساب لے لیتے تھے۔ اور جب وہ اپنے منصب سے الگ ہوتا یا اس کے اثنائے دوران میں اگر اُن کو معلوم ہو جاتا کہ اس کے پاس غیر معمولی دولت جمع ہو گئی ہے۔ تو وہ اس کا محاسبہ کرتے اور پوچھتے کہ "مِنْ اَیْنَ لَکَ ھٰذَا" (یہ دولت تمہارے پاس کہاں سے آئی؟) اس احتساب اور داروگیر سے بڑے بڑے صحابی تک محفوظ نہ تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی کی غلطی پکڑی جاتی تھی تو ان کی باقاعدہ تادیب ہوتی تھی۔ اور حضرت عمرؓ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتتے تھے۔

ایک شخص نے شکایت کی کہ فلاں عامل نے مجھے بے قصور کوڑے مارے ہیں۔ مستغیث کو حکم دیا گیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو سو کوڑے مارے۔ عمرو بن العاص کی التجا نے بھی کچھ اثر نہ کیا۔ چنانچہ مستغیث کو ایک ایک تازیانے کے عوض عامل نے دو دو اشرفیاں دے کر اپنی جان چھڑائی۔

حضرت ابوہریرہؓ کا محاسبہ: حضرت ابوہریرہؓ بحرین کے والی تھے حضرت عمرؓ نے انھیں معزول کر کے واپس بلایا اور پوچھا: "میں نے تمھیں بحرین کا والی مقرر کیا تھا، تو تمھارے پاس جوتے تک بھی نہ تھے۔ اور اب مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے سوالہ سو دینار کے گھوڑے خریدے ہیں" حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ "ہمارے ہاں گھوڑے تھے جن کے بچے پیدا ہوئے، نیز ہمیں عطیات ملے" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں نے تمھاری معاش اور وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور اب یہ جو کچھ تمھارے پاس ہے یہ فاضل ہے اسے واپس دے دو" +

حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا: "تمھارا اس پر کوئی حق نہیں ہے" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم میرا اس پر حق ہے اور میں تمھاری پیٹھ پر دُرّے لگاؤں گا" +

یہ کہہ کر وہ اُٹھے۔ ہاتھ میں دُرّہ لیا اور انھیں اتنے دُرّے مارے کہ لہولہان کر دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرمانے لگے: "مَیں یہ مال اللہ پر چھوڑتا ہوں" اس پر حضرت عمرؓ بولے: "کاش تم نے یہ حلال طریقے سے حاصل کیا ہوتا۔ اور تم اسے اپنی مرضی سے خوشی خوشی دے دیتے۔ کیا بحرین کے اطراف واکناف سے تمھارے لیے لوگ محصول لاتے تھے یا اللہ اور مسلمانوں کے لیے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری ماں آمیمہ نے تمھیں گدھے چرانے کے لیے جنا ہے" +

حارث بن کعبؓ کا محاسبہ: حضرت عمرؓ نے حارث بن کعبؓ سے فرمایا: "یہ تمھارے پاس اچھی قسم کے اونٹ اور یہ غلام کہاں سے آئے؟ ان کو دو سو دینار میں فروخت کر دو" +

اُس نے جواب دیا: "مَیں گھر سے کچھ نقدی لے کر آیا تھا اس سے مَیں نے تجارت کی" +

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم! مَیں نے تمھیں اس لیے والی نہ بنایا تھا کہ تم جا کر مسلمانوں کے مال کے ساتھ تجارت کرو۔ اب اس مال کو واپس کر دو" +

حارثؓ نے جواب میں کہا: "خدا کی قسم! آج کے بعد مَیں تمھارا کوئی کام اپنے ذمے نہیں لوں گا" +

حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "اس دن کا انتظار کرو۔ جب مَیں تمھیں کہیں کا والی مقرر کروں گا۔"

یہ کہہ کر آپ نے اسے معزول کر دیا +

حضرت خالدؓ بن ولید کا محاسبہ: حضرت خالدؓ بن ولید حمص میں تھے۔ ان کے متعلق حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ انھوں نے اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم عطا کیے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انھیں معزول کر دیا اور لوگوں کے سامنے انھیں کھڑا کیا +

چنانچہ ان کا عمامہ ان کے گلے میں ڈالا گیا۔ اور ان کے سر سے ٹوپی اتار لی گئی۔ اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ یہ رقم تمھیں کہاں سے آئی؟ حضرت خالدؓ نے کہا: "مالِ غنیمت سے" +

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم! آج کے بعد تم میرا کوئی کام نہ کرنا۔ اور آپ نے ان کا آدھا مال

بڑا لیا۔ اور تمام صوبوں میں اُن کے معزول کیے جانے کی اطلاع بھیج دی +

حضرت عمرو بن عاصؓ کا محاسبہ: حضرت عمرو بن عاص کو حضرت عمرؓ نے مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ عمرو بن عاص نے بہت سا زر و مال جمع کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انھیں لکھا کہ بتاؤ کہ یہ سب کچھ کہاں سے آیا؟

زبیر بن بکار کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کو خط میں لکھا تھا کہ:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے پاس اس وقت جو مال ہے، وہ نہ تمھارے والی بننے سے پہلے تمھارے پاس تھا اور نہ وہ تمھارے وظیفہ کا ہے۔ بتاؤ یہ تمھارے ہاں کہاں سے آیا؟ میرے پاس مہاجرین اوّلین میں سے تم سے بہتر لوگ موجود تھے لیکن میں نے تمھیں اس خیال سے مصر کا والی مقرر کیا تھا کہ تم روپے پیسے سے بے نیاز رہوگے۔ تم مجھے فوراً لکھو کہ یہ مال تمھارے پاس کہاں سے آیا؟"

عمرو بن عاص نے اس کے جواب میں لکھا:

"میں امیر المومنین کے خط کا مطلب سمجھ گیا۔ باقی جس مال کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ سو بات یہ ہے کہ ہم ایک ایسی سرزمین میں ہیں، جہاں چیزیں سستی ہیں جنگیں اور غزوے کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ہمارے ہاں وہ مال جمع ہو گیا ہے، جس کی خبر آپ کو پہنچی ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ کی خیانت کرنا حلال بھی ہوتا، تو بھی میں آپ کی خیانت نہ کرتا جب کہ آپ نے میرے ذمے امانت سپرد کر دی ہے۔ کیونکہ ہمارا نسب ایسا ہے کہ جب ہم اس کا خیال کرتے ہیں تو آپ کے ہاں مہاجرین اوّلین میں سے ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اے امیر المومنین! میں نے آپ کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا تھا اور نہ ہی آپ کا قفل کھولا تھا" +

حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ:

"میں نے تمھیں جو خط لکھا تھا اور تم سے جو بات کہی تھی، میرا اس سے کوئی ذاتی مقصد و مفاد نہ تھا لیکن بات یہ ہے کہ تم اُمراء، لوگوں کے اموال دبا کر بیٹھ گئے ہو اور تمھارے پاس اس کے متعلق عذر پیش کرنے کی کوئی کمی نہیں۔ بے شک تم اس طرح آگ کھاتے ہو، اور فساد کی طرف سُرعت سے جا رہے ہو۔ میں تمھاری طرف محمد بن مُسلمہ کو بھیج رہا ہوں۔ تم اپنے مال کا نصف ان کے حوالے کر دو +

جب محمد بن مُسلمہ مصر پہنچے تو عمرو بن عاص نے اُن کے لیے کھانا تیار کرایا اور اُنھیں کھانے کی دعوت دی لیکن محمد بن مسلمہ نے انکار کر دیا اور کہا۔ "یہ بُرائی کی ابتدا ہے۔ اگر تم میرے سامنے مہمان سمجھ کر کھانا رکھتے تو میں کھا لیتا لیکن میں ایک مقرر کردہ محاسب کی حیثیت سے بحکم امیر المومنین آیا ہوں۔ لہذا اب یہ کھانا اُٹھا لو" +

ایک نوجوان چوری کے جرم میں آپ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تصدیق و تحقیق کے بعد بموجب حکم شرع آپ نے اس کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم فرمایا۔ نوجوان نے نہایت عجز و زاری کے ساتھ معافی کی التجا کی کہ یہ میری پہلی چوری ہے۔ آئندہ میں ہرگز چوری نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم غلط کہتے ہو۔ اس سے پہلے تم نے متعدد مرتبہ چوری کی ہے۔ مجرم نے بار بار انکار کیا۔ لیکن آپ بار بار یہی اصرار کرتے رہے کہ تم نے پہلے بھی چوریاں کی ہیں۔ آخرکار مجرم کو اقرار کرنا پڑا۔ لیکن مجرم نے اب بجائے معافی مانگنے کے صرف یہ دریافت کیا کہ یا امیر المومنین! ان چوریوں کا علم سوائے میرے اور خدا کے کسی کو نہیں ہے۔ آپ پر یہ حقیقت پوشیدہ کس طرح ظاہر ہو گئی؟ آپ نے فرمایا۔ خداوند کریم کسی شخص کو اس وقت تک ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔ جب تک اس کی برائی حد سے نہ گزر جائے ؎

تو مشو مغرور از حلمِ خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

وفات شریف: ایک روز مغیرہؓ بن شعبہ کے عجمی غلام فیروز نے جس کی کنیت ابولولو تھی، اپنے آقا کی شکایت آپ سے کی کہ وہ مجھ سے روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) وصول کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے؟ اس نے کہا نجاری، نقاشی، آہن گری۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری صنعت کے مقابلے میں یہ کچھ زیادہ نہیں۔ اس پر وہ ناراض ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت جب آپ امامت کرنے لگے، گھات سے نکل کر خنجر سے چھ سات وار کیے اور آپ وہیں گر گئے۔ نماز کے بعد گھر لے جا کر علاج کیا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ زخمی ہونے سے تین دن بعد ۲۹-ذی الحج سنہ ۲۳ھ کو دس برس چھ مہینے چار یوم خلافت کر کے ترسیٹھ برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ اور یکم محرم سنہ ۲۴ھ کو بروز شنبہ مدفون ہوئے۔ حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبدالرحمٰنؓ، طلحہؓ، سعد وقاصؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے قبر میں اتارا۔ وفات سے پیشتر یہ شعر زبان پر تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

"میں نے اپنی جان پر ظلم کیے مگر اتنا ہے کہ مسلمان ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں"

حسبِ وصیت آپ کے سکونتی مکان کو فروخت کر کے آپ کا قرض ادا کیا گیا۔

تاریخ وفات یکم محرم سنہ ۲۴ھ۔ مدتِ خلافت قریباً دس سال۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اقوال حضرت عثمانؓ

تعجب ہے اُس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے ÷

تعجب ہے اُس پر جو دُنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اُس کی رغبت رکھتا ہے ÷

تعجب ہے اُس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور پھر جانے والی چیز کا غم کرتا ہے ÷

تعجب ہے اُس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے ÷

تعجب ہے اُس پر جو دوزخ کو حق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے +

تعجب ہے اُس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا اور اُن پر بھروسہ رکھتا ہے +

تعجب ہے اُس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دُنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے ÷

تعجب ہے اُس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اُس کی اطاعت کرتا ہے +

ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھیں۔ وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے۔ وہ مال جس کو کارِ خیر میں خرچ نہ کیا جائے۔ وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔ وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے۔ وہ اچھی رائے جس کو قبول نہ کیا جائے۔ وہ مصحف جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ وہ زاہد جو خواہشِ دُنیا دل میں رکھے۔ وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے ÷

بعض اوقات جرم معاف کرنا مجرم کو زیادہ خطرناک بنا دیتا ہے ÷

اے انسان! خدا نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے +

عافیت کے نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں ہیں اور ایک حصہ ملنے میں ÷

جو شخص مصیبت کے وقت اوّل اپنی تدبیروں اور پھر خلقِ خدا کی امداد سے عاجز ہو کر خدا کی جانب رجوع کرتا ہے، خدا تعالیٰ بھی اُس کی جانب سے مُنہ پھیر لیتا ہے +

محبت اللہ کو تنہائی محبوب ہوتی ہے ÷

تواضع کی کثرت نفاق کی نشانی اور عداوت کا پیش خیمہ ہے +

مت رکھ اُمید کسی سے مگر اپنے رب سے۔ اور مت ڈر کسی سے مگر اپنے گناہ سے +

جس نے دُنیا کو جس قدر پہچانا، اُسی قدر اُس سے بے رغبت ہوا +

دُنیائے فانی کی لذتیں لینے سے عالمِ باقی کے اجر و ثواب میں کمی ہو جاتی ہے +

لوگوں کو جس طرح چاہے آزما دیکھ، سانپ بچھوؤں سے کم نہ پائے گا +

باوجود نعمت و عافیت موجود ہونے کے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے +

علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے فائدہ نہیں بخشتا +
اپنا بوجھ خلقت میں سے کسی پر نہ رکھ، خواہ کم ہو یا زیادہ +
ایک پرہیز گار فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے +
دُنیا وہ ہر کام ہے جس سے مقصود آخرت نہ ہو +
خاموشی غصّے کا بہترین علاج ہے +
دُوسروں کا بوجھ اُٹھانا عابدوں کی عزّت کا تتمہ ہے +
دُنیا خدا کی سرائے ہے، جو آخرت کے مسافروں کے لیے وقف ہے۔ اپنا توشہ لے اور جو کچھ سرائے میں ہے اُس کا لالچ نہ کر +
زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بہت زیادہ خطرناک ہے +
فقیر کا ایک درم صدقہ بہتر ہے غنی کے لاکھ درم سے +
اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں خُدا نہ ہو +
اے انسان! اگر تو معبودِ حقیقی کی پرستش نہیں کرنا چاہتا تو اُسکی بنائی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال نہ کر +
بہتر ہے کہ دُنیا تجھ کو گنہگار جانے بہ نسبت اس کے کہ تو خُدا کے نزدیک ریاکار ہو +
تونگروں کے ساتھ عالموں اور زاہدوں کی دوستی ریاکاری کی دلیل ہے +
ظالموں اور اُن کے متعلقین سے معاملہ مت کر +
جنّت کے اندر رونا عجیب ہے اور دُنیا کے اندر ہنسنا عجیب تر ہے +
جس خوشبو کا تجھے حق نہیں ہے اُس سے ناک بند کرلے کہ اس کی خوشبو بھی اس کی منفعت ہے۔
اگر آنکھیں روشن ہیں تو ہر روز روزِ حشر ہے +
عیالدار کے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر جاتے ہیں +
اُمراء کی تعریف کرنے سے بچ کہ ظالم کی تعریف سے غضبِ الٰہی نازل ہوتا ہے +
ترغیب دلانے کی نیّت سے علانیہ صدقہ دینا خُفیہ سے بہتر ہے +
اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے +
متواضع دُنیا و آخرت میں جو چیز چاہے گا پُوری ہوگی +
جو لوگ خدا سے صدق اور خلوص کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، وہ اس کے ماسوا سے ہر حالت میں نفرت کرتے ہیں +
جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے خُدا کو نہیں پہچانتا +
ایک دفعہ آپ کے عہدِ خلافت میں سخت قحط پڑا۔ لوگ فاقہ کشی سے مجبور ہو کر اپنی املاک و جائداد نہایت ارزاں قیمتوں پر فروخت کرنے لگے۔ آپ کے اہلِ خانہ نے کہا کہ فلاں باغ کا مالک اُسے

نہایت سستی قیمت پر فروخت کر رہا ہے، بہتر ہو کہ آپ ہی اُس کو خرید لیں۔ آپ روپیہ لے کر باغ کی طرف چل دیئے لیکن راستہ میں قحط زدہ لوگوں کی فاقہ کشی اور مصیبت و پریشانی دیکھ کر آپ اشکبار ہو گئے۔ اور وہ تمام روپیہ اُن لوگوں میں تقسیم کر دیا اور گھر واپس آ گئے۔ اہلِ خانہ نے دریافت کیا کہ آپ باغ خرید آئے؟ آپ نے کہا۔ "ہاں! میں تمہارے لیے جنت میں باغ خرید آیا ہوں"۔

غیبت گو تین آدمیوں کو مجروح کرتا ہے: اوّل اپنے آپ کو، دوم جس کی بُرائی کرتا ہے، سوم جو اُس کی بُرائی کو سنتا ہے۔

جو اپنی جوتی آپ گانٹھ لیتا ہے، غلام کی عیادت کرتا ہے، اپنے کپڑے دھو لیتا ہے اور اُن میں پیوند لگا لیتا ہے، وہ غرور اور تکبّر سے پاک اور بَری ہے۔

لوگ تمہارے عیبوں کے جاسوس ہیں۔

تلوار کا زخم جسم پر ہوتا ہے اور بُری گفتار کا رُوح پر۔

بندہ حقیقتِ ایمان کو نہیں پہنچتا، جب تک کہ اُس کو فقر محبوب نہ ہو جائے غنا سے۔ اور اُس کے نزدیک اُس کی تعریف اور مذمت کرنے والے برابر نہ ہو جائیں۔

بہترین صومعہ مردِ مسلمان کا اُس کا گھر ہے، جو روکتا ہے اُس کی زبان، شرمگاہ اور نظر کو۔

بڑا خطاوار لوگوں میں وہ ہے جس کو لوگوں کی بُرائیوں کا ذکر کرنے کی فراغت ملی ہو۔

مسلمان کی ذلّت اپنے مذہب سے غافل بن جانے میں ہے نہ کہ بے زر ہونے سے۔

ایسی بات مت کرو جو مخاطب کی سمجھ سے باہر ہو۔

تسلیم و رضا دُنیا کی جنت ہے۔

حاجتمند غرباء کا تمہارے پاس آنا خدائے پاک کا انعام ہے۔

محبوبین کی کھالیں بھی دل کی طرح نرم ہو جاتی ہیں۔ اور اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دل اور جلد نرم ہو جاتے ہیں اور یادِ خدا سے اِن کو راحت ہوتی ہے۔

حق پر قائم رہنے والے تعداد میں کم ہوتے ہیں مگر منزلت و اقتدار میں زیادہ۔

تو کتنا بھی مفلوک الحال ہو لیکن مغلوب الحال نہ ہو۔

جب زبان اصلاح پذیر ہو جاتی ہے، قلب بھی صالح ہو جاتا ہے۔

اگر میں رات کو سو جاؤں اور صبح کو نادم اُٹھوں تو یہ مجھ کو زیادہ پیارا ہے اِس سے کہ تمام شب بیدار رہوں اور صبح کو معجب اُٹھوں۔

حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔

گناہ کسی نہ کسی صورت سے دل کو بے قرار رکھتا ہے +

عمدہ لباس کے حریص کفن کو یاد رکھ - عمدہ مکان کے شیدائی قبر کا گڑھا مت بھول - عمدہ غذاؤں کے دلدادہ کیڑے مکوڑوں کی غذا بننا یاد رکھ +

نعمت کا بے مناسب جگہ پر خرچ کیا جانا ناشکری ہے +

سخاوت پھل ہے مال کا - اعمال پھل ہیں علم کا - خوشنودیٔ خدا پھل ہے اخلاص کا +

اُس نے خُدا کا حق نہیں جانا جس نے لوگوں کا حق نہیں پہچانا +

جس شخص کو سال بھر تک کوئی تکلیف یا رنج نہ پہنچے پس وہ جان لے کہ مجھ سے میرا رب ناراض ہے +

ایرانیوں کے ساتھ آپ نے ایسا حسن سلوک اختیار کیا کہ وہ بے اختیار آپ کو عربی نوشیرواں کہہ کر اپنی عقیدت حقیقی کا اظہار کرتے تھے +

تہجد کے لیے اٹھتے تو کسی کو جگا کر اس کی نیند خراب نہ کرتے بلکہ خود ہی وضو کا سامان فراہم کر لیتے اور پانی بھی گرم کر لیتے +

جو شخص التجائے نگاہ کو نہیں سمجھ سکتا اُس کے سامنے اپنی زبان کو شرمندہ نہ کر +

آپ ۴۹ روز محصور رہ کر بھوکے پیاسے تلاوتِ قرآن مجید فرماتے ہوئے شہید ہوئے - آپ ازحد باحیا تھے - خلوت میں بھی کبھی برہنہ نہ ہوتے تھے - صائم الدہر و قائم اللیل تھے - چار پانچ درم کی ازار پہن کر خطبہ پڑھتے - ایامِ خلافت میں غلام کو اپنے ساتھ سوار فرماتے تھے - قبروں کو دیکھ کر اس قدر روتے کہ ریشِ مبارک تر ہو جاتی - تاریخ وفات ۱۲ - ذی الحجہ ۳۵ھ - مدت خلافت قریباً ۱۲ سال - رضی اللہ عنہ

اقوالِ حضرت علیؓ

خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے +

کارخانۂ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے +

عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے +

بے موقع حیا بھی باعثِ محرومی ہے + قابلِ صحبت بہت کم لوگ ہیں +

شکرِ نعمت حصولِ نعمت کا باعث اور ناشکری حصولِ زحمت کا موجب ہے +

ادب بہترین کمالات اور خیرات افضل ترین عبادات سے ہے +

موت ایک بے خبر ساتھی ہے +

زمانہ کے پل پل کے اندر آفات پوشیدہ ہیں ÷
عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے ÷
عقلمند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے
عقل دو قسم کی ہوتی ہے: طبعی اور سماعی۔ عقل سماعی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اگر طبعی عقل نہ ہو۔ جیسے تاوقتیکہ بصارت نہ ہو سورج کی روشنی بیکار ہے +
دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے ÷
گناہوں پر نادم ہونا اُن کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا اُن کو برباد کر دیتا ہے +
خواہش پرستی ہلاک کرنے والا ساتھی اور بُری عادت ایک زور آور دشمن ہے +
عقلمند ہمیشہ غم و فکر میں مبتلا رہتا ہے + بیکاری میں عشق بازی یاد آجاتی ہے +
سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے +
فاسق کی بُرائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے +
آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے +
مُعافی نہایت اچھا انتقام ہے +
ہوشیاری اس کا نام ہے کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اُس کے مطابق کام کرے +
سچائی میں اگرچہ خوف ہے مگر باعثِ نجات ہے اور جھوٹ میں گو اطمینان ہو مگر موجبِ ہلاکت ہے +
بے قراری بہ نسبت صبر زیادہ تکلیف دہ ہے ÷
غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو +
علم بے عمل ایک آزار ہے اور عمل بغیر اخلاص بیکار ہے ÷
تنگدستی جسے لوگ معیوب سمجھیں اُس مالداری سے اچھی ہے جس سے انسان گناہوں اور خرابی میں مبتلا ہو کر ذلیل و رسوا ہو +
تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقلمند وہ ہے جو اُن میں ترقی کرتا رہے +
مصیبت میں گھبرانا کمال درجہ کی مصیبت ہے +
جلدی سے معاف کرنا انتہائے شرافت اور انتقام میں جلدی کرنا انتہائے رذالت ہے +
علماء اس لیے غریب و بیکس ہیں کہ جاہل لوگ زیادہ ہیں جو اُن کی قدر نہیں سمجھتے +
شریف کی پہچان یہ ہے کہ جب کوئی سختی کرے تو سختی سے پیش آتا اور جب اُس سے کوئی نرمی کرے تو نرم ہو جاتا ہے۔ اور کمینے سے جب کوئی نرمی کرے تو سختی سے پیش آتا اور جب کوئی سختی کرے تو ڈھیلا ہو جاتا ہے +

عقلمند اگر خاموش رہے تو قدرتِ الٰہی میں فکر کرتا اور جب نگاہ اُٹھا کر دیکھے تو عبرت حاصل کرتا ہے +

طولِ امل اور خلوصِ عمل کبھی جمع نہیں ہو سکتے +

بے قراری کچھ تقدیرِ الٰہی کو نہیں ہٹاتی - لیکن اجر و ثواب کو ضائع کر دیتی ہے +

حرص سے کچھ روزی نہیں بڑھ جاتی مگر آدمی کی قدر گھٹ جاتی ہے +

عورت اگرچہ شر اور خرابی ہے - مگر اس سے بڑھکر خرابی یہ ہے کہ عورت کے بغیر گزارہ بھی نہیں ہو سکتا +

انسان جو حالت اپنے لیے پسند کرے اُسی حالت میں رہتا ہے +

بُرا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رکھتا - کیونکہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے +

علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو +

میزانِ اعمال کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو +

آدمی اگر عاجز اور نیک کام کرتا رہے تو اُس سے اچھا ہے کہ قوت رکھے اور بُرے کام نہ چھوڑے +

شرافت عقل و ادب سے ہے نہ کہ مال و نسب سے ہے +

حرام کاموں سے نفس کو روکنا بھی صبر کی دوسری قسم ہے +

جلد باز آدمی اکثر اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے - اگر نادم نہ ہو تو سمجھو کہ اُس کا جنون مستحکم ہو گیا +

اقرارِ جرم مجرم کے لیے بہت اچھا سفارشی ہے +

دوسروں کے سینے سے شر اُس وقت دور کر کہ پہلے تو اپنے سینے کی صفائی کر لے +

جو شخص خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی جان بھی بھلا دیتا ہے +

جو شخص کسی کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے اُسے کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے +

جو شخص خواہ مخواہ اپنے کو محتاج بناتا ہے، وہ محتاج ہی رہتا ہے +

جس شخص کے دل میں جتنی زیادہ حرص ہوتی ہے اُس کو خدا تعالیٰ پر اتنا ہی کم یقین ہوتا ہے +

دُنیا ایک مُردار ہے - جو لوگ اس کی بدولت آپس میں بھائی بند بنتے ہیں، اُن کی بھائی بندی اس کے لالچ میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے مانع نہیں ہوتی +

ہر ایک آدمی کی رائے اُس کے ذاتی تجربے کے مطابق ہوا کرتی ہے +

اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے +

جب تک کوئی بات تیرے مُنہ میں بند ہے تب تک تو اُس کا مالک ہے - جب زبان سے نکال چکے تو وہ تیری مالک ہو چکی +

اوّل عمر میں جو وقت ضائع کیا ہے، آخر عمر میں اُس کا تدارک کر - تاکہ انجام بخیر ہو +

جو لوگ تجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں اُن سے حاصل کر - اور جو نادان ہیں اُن کو اپنا علم سکھلا دے، تاکہ

خود مشورہ کرنا مشیر کی رائے کا لگا کھاتا ہے ÷

اُس شخص کی نسبت تعجب ہے جو اپنی اجل کا مالک نہیں۔ پھر وہ اپنی اُمیدیں کس طرح بڑھاتا ہے؟

بخیل دُنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا اور عاقبت میں امیروں کا سا حساب بھگتے گا ÷

لمبی لمبی اُمیدیں باندھنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ وہ خدا کی عطا کردہ موجودہ نعمتوں کی خوشی کو دور کرتی اور تمھاری نظروں میں اُن کو حقیر بنا دیتی ہیں، اور تم اُن کی شکر گزاری نہیں کرتے ÷

ہمسایہ کی بدخواہی اور نیکوں کے ساتھ بُرائی انتہائے شقاوت ہے ÷

تیرے مال میں سے تیرا حصہ تو صرف اتنا ہی ہے، جسے تُو نے آخرت کے لیے پہلے بھیج دیا۔ اور جسے دُنیا میں چھوڑ دیا، وہ تیرے وارثوں کا مال ہے ÷

شریعت غرّا نے مشورہ لینے کی طرف صرف اس لیے رغبت دلائی ہے کہ مشورہ دینے والے کی رائے سراسر خالص اور مشورہ لینے والے کی رائے ہوائے نفس سے مخلوط ہوتی ہے ÷

اگر تو کسی کے ساتھ احسان کرے تو اس کو مخفی رکھ اور جب تیرے ساتھ کوئی احسان کرے تو اُس کو ظاہر کر دے ÷

جو شخص بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے، وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے گا ÷

غیبت کے سُننے والا غیبت کرنے والوں میں داخل اور بُرے کام پر راضی ہونے والا گویا اُس کا فاعل ہے ÷

اگر اہل دُنیا کو پوری عقل حاصل ہوتی تو دُنیا کے کاروبار اور اس کی موجودہ حالت میں ضرور خلل آ جاتا ÷

کبھی اچانک سب کام درست ہو جاتے ہیں اور کبھی طلبگار ناکام رہتے ہیں ÷

کبھی خوش کلامی سے نقصان ہوتا اور کبھی ملامت کرنے سے اثر ہو جاتا ہے ÷

اے دُنیا! جو شخص تیرے حیلوں سے ناواقف اور تیرے مکروں سے ناآشنا ہے، وہ تیرے جیتے جی مر چکا اور قابل تعزیت ہو چکا ہے ÷

حیا کی غایت یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ سے حیا کرے ÷

جو شخص اپنے آپ کو گمراہ کرے اُس کو کوئی دوسرا شخص کس طرح راہ پر لا سکتا ہے ÷

احمق کی عقل اُس کی زبان کے پیچھے اور عقلمند کی زبان اُس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے ÷

بخشش کا کمال یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دینی ہو، جلدی سے اُسے دے دی جائے انتظار میں نہ رکھا جائے ÷

کہاوتیں اور مثالیں عقلمندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے واسطے بیان کی جاتی ہیں۔ نادانوں کو اُن سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ÷

جو شخص حق کے خلاف کرتا ہے حق تعالیٰ خود اُس کا مقابلہ کرتا ہے ÷

جو شخص اپنے دُشمن کے قریب رہتا ہے اُس کا جسم غم سے گھل کر لاغر ہو جاتا ہے ÷

جو شخص زیادہ ناخوش رہتا ہے اُس کی خوشنودی اور رضامندی معلوم نہیں ہو سکتی ÷

جو شخص نیک سلوک کرنے سے درست نہ ہو وہ بدسلوکی سے درست ہو جاتا ہے ✦

جو شخص اپنے ہر ایک کام کو پسند کرتا ہے' اُس کی عقل میں نقصان آجاتا ہے ✦

جس شخص کی زبان اُس پر حکمران ہو تو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے ✦

جس شخص کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں اُس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں ✦

جس شخص کے بُرائی کرنے پر اُس کی شکر گزاری کی جائے' وہ شکر گزاری نہیں بلکہ تمسخر ہے ✦

جو شخص جلدی کے ساتھ ہر ایک بات کا جواب دے دیتا ہے وہ ٹھیک جواب بیان نہیں کرتا ✦

جو شخص تجربوں سے بے پروائی اختیار کرتا ہے' وہ انجام کار کے سوچنے سے اندھا ہو جاتا ہے ✦

جو شخص کسی بُرے کام کی بُنیاد ڈالتا ہے' وہ اُس بُنیاد کو اپنی جان پر قائم کرتا ہے ✦

جس شخص کو علم غنی اور بے پروا نہیں کرتا' وہ مال سے کبھی مستغنی نہیں ہو سکتا ✦

جو شخص اپنے اقوال میں حیا کا ساتھ رکھتا ہے' وہ اپنے افعال میں بھی اُس سے دور نہیں ہوتا ✦

جو شخص چھوٹی مصیبتوں کو بڑا سمجھتا ہے' خدا تعالیٰ اُس کو بڑی مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے ✦

جو شخص اپنا بھید محفوظ رکھنے سے عاجز ہوتا ہے' وہ دوسروں کا راز محفوظ رکھنے سے نہایت عاجز ہوگا

جس شخص کے اپنے خیالات خراب ہوتے ہیں اُس میں دوسروں کی نسبت بدظنی زیادہ ہوتی ہے ✦

جو شخص اپنی قدر آپ نہیں کرتا تو کوئی دوسرا شخص بھی اُس کی قدر نہیں پہچانتا ✦

جو شخص خود اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا وہ دوسروں کے حق میں کبھی مصلح نہیں بن سکتا ✦

جو شخص اپنی بیداری سے مدد نہیں لیتا وہ محافظوں کی نگہبانی سے فائدہ نہیں اُٹھاتا ✦

جو شخص کسی کے احسان کا شکر گزار نہیں ہے وہ آئندہ ضرور اُس سے محروم ہو جاتا ہے ✦

جو شخص بُرائی کا نقصان نہیں جانتا وہ اُس کے واقع ہونے سے نہیں بچ سکتا ✦

جو شخص بھلائی کا فائدہ معلوم نہیں کرتا وہ اُس کے کرنے پر قادر نہیں ہوتا ✦

شریفوں کے واسطے یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ اُن کو شریروں کی خاطر مدارات کی ضرورت پیش آئے ✦

خلق خدا کے ساتھ نیکی کرنے سے جس قدر حقیقی شکر گزاری ہوتی ہے' وہ اور کسی صورت میں نہیں ہو سکتی ✦

جو شخص گناہ سے پاک اور بری ہو وہ نہایت دلیر ہوتا ہے۔ اور جس میں کچھ عیب ہو وہ سخت بزدل ہو جاتا ہے

جو شخص کل کو اپنی موت کا دن سمجھتا ہے' موت کے آنے سے اُسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ✦

جو کام لوگوں کے سامنے کرنا مناسب نہیں' مناسب ہے کہ اُس کو چھپ کر بھی نہ کرنا چاہیے ✦

خدا کی اطاعت اپنی جان پر جبر کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ✦

علم کی خوبی اُس پر عمل کرنے میں اور احسان کی خوبی اُس کے نہ جتلانے پر منحصر ہے ✦

جس شخص کا علم اُس کی عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے' وہ اُس کے لیے وبال ہو جاتا ہے ✦

دُنیاداروں کی دوستی ایک معمولی اور ادنیٰ بات سے دُور ہو جاتی ہے ❖

وہ مصیبت جس کے ثواب کی اُمید ہو' اُس نعمت سے اچھی ہے جس کا شُکر ادا نہ ہو ❖

صادق یقین کے ساتھ سو رہنا اُس نماز سے کہیں اچھا ہے جو شک کے ساتھ ادا کی جائے ❖

شُوم عورتوں سے بالکل برکنار رہو اور جو بھلی مانس ہوں اُن سے بھی ہُشیار رہو ❖

لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا ایک طرح کی ملامت ہے ❖

جاہلوں کی دوستی مُتغیّر الحال اور سریع الزوال ہے ❖

تنگ دست آدمی جو رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے اُس مالدار سے اچھا ہے جو اُن سے قطع تعلق کرے ❖

دین کی درستی دُنیا کے نقصان کرنے سے حاصل ہوتی ہے ❖

جب تک کسی شخص کا پُوری طرح حال معلوم نہ ہو اُس کی نسبت بزرگی کا اعتقاد نہ رکھ ❖

جب تک کسی شخص سے بات چیت نہ ہو اُسے حقیر نہ سمجھ ❖

اگرچہ کوئی قدرشناس نہ ملے مگر تُو اپنی نیکی کو بند نہ کر ❖

جس بات کا علم نہ ہو اُسے بُرا نہ سمجھو۔ ہوسکتا ہے کہ کئی باتیں ابھی تک تمھارے کان تک نہ پہنچی ہوں ❖

اگر کوئی قابل شخص دوستی کے لائق نہ ملے تو کسی نااہل سے دوستی مت کر ❖

صاحبِ علم اگرچہ حقیر حالت میں ہو' اُسے ذلیل نہ سمجھ۔ بے وقوف اگرچہ بڑے مرتبے پر ہو اُسے بڑا مت خیال کر ❖

کبھی دُوسرے کے گرنے پر خوشی مت منا۔ کیا معلوم کل کو تیرے ساتھ کیا ہوگا ❖

دشمن کے حُسن سلوک پر بھروسہ مت کر کیونکہ پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے پھر بھی وہ اُسکے بجھانے کو کافی ہے ❖

تنگدستی میں سخاوت کی کوئی صُورت نہیں اور کھانے کی حرص کے ساتھ صحت کی کوئی دلیل نہیں ❖

مصائب کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو ❖

موت سے بڑھکر کوئی سچی اور اُمید سے بڑھکر کوئی چیز جھُوٹی نہیں ❖

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جلد باز شخص نقصان نہ اُٹھائے۔ اور ایسا بہت ہی شاذ و نادر ہے کہ جو شخص صبر کرے اور وہ کامیاب نہ ہو ❖

تھوڑا علم فسادِ عمل کا موجب ہے اور صحتِ عمل صحتِ علم پر منحصر ہے ❖

اپنا واجبی حق لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو۔ البتہ دُوسرے کے غصبِ حقُوق سے بچو ❖

امن کی طرف راستہ مل جانے کی صُورت میں خوف کی حالت میں مقیم رہنا نادانی ہے ❖

جیسے جہالت کی بات کہنے میں کوئی خوبی نہیں ایسا ہی حق سے چُپ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں ❖

سچا آدمی سچائی کی بدولت اُس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے جھُوٹا اپنے مکر و حیلہ سے نہیں پا سکتا ❖

آدمی کی عقل اُس کے کلام کی خوبی سے اور شرافت اُس کے افعال کی عمدگی سے ظاہر ہوتی ہے ؞
اپنی عقلوں کو ناقص سمجھے رہو کہ عقل پر بھروسہ کرنے سے ضرور غلطی سرزد ہو جاتی ہے ؞
دولت مندی کی مستی سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہ ایک ایسی لمبی مستی ہے کہ اس سے بہت دیر میں ہوش آتی ہے ؞
بدکاروں کی صحبت سے بچارہ کہ بُرائی بُرائی سے جلد مل جاتی ہے ؞
لوگوں کو طلب علم میں صرف اس وجہ سے بے رغبتی پیدا ہو گئی ہے کہ بہت سے عالم ایسے نظر آتے ہیں جو اپنے علم پر عمل کم کرتے ہیں ؞
انعام میں دیر کرنا شریفوں کی عادت نہیں اور انتقام میں جلدی کرنا کریموں کی خصلت نہیں ؞
اگر خدائے پاک حرام اور ناجائز کاموں سے منع نہ فرماتا تو بھی عقلمند کے لیے ضروری تھا کہ ان سے پرہیز رکھتا۔
اگر دُنیا ہمیشہ ایک شخص کے پاس رہتی تو اب جن کے پاس موجود ہے' ان کو ہرگز نہ ملتی ؞
کلام کرنے پر کئی آفتیں پیش آتی ہیں متکلم کو وقت اور موقع کا پاس ضروری ہے ؞
ہر ایک چیز کے لیے زکوٰۃ ہے۔ اور عقل کی زکوٰۃ نادانوں کی باتیں پر تحمل کرنا ہے ؞
جس نے تیری تعریف و تکریم کی گو تو درحقیقت اُس کے لائق ہو مگر اُس نے تجھے نقصان پہنچایا ہے ؞
جس نے تجھے ذلیل سمجھا ہے' اگر تجھے عقل ہو تو بے شک اُس نے تجھے فائدہ پہنچایا ہے ؞
نیک کام میں کسی کے پیچھے ہونا بہتر ہے کہ بُرے کاموں میں اوروں کا پیشوا ہو ؞
تیرا نفس تجھ سے وہی کام کرائے گا' جس کے ساتھ تو نے اُسے مانوس بنالیا ہے ؞
وہ شخص تیرا بھائی نہیں ہے جس کی خاطر مدارات کرنے کی تجھے حاجت ہو ؞
جب تک نحوست کا مزہ نہ چکھے تب تک سعادت کی لذت محسوس نہیں ہو سکتی ؞
اپنی جان پر حد سے زیادہ سختی بھی نہ کر اور ایسا بھی نہ ہو کہ ہمت ہار کر بیٹھ جائے ؞
سفر کرنے میں کوئی عیب اور عار نہیں۔ عیب کی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے وطن میں دوسروں کا محتاج ہو ؞
جو شخص تیرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے' وہ درحقیقت تیرے حق میں نہایت غلطی کرتا ہے ؞
خدا تعالیٰ سے صُلح رکھ کہ آخرت سلامت رہے اور لوگوں سے صُلح رکھ کہ دُنیا برباد نہ ہو ؞
حلم اور بردباری یہ نہیں کہ جب عاجز ہو تو کچھ نہ کہے' اور جب قدرت پائے تو انتقام لینے میں ہاتھ دکھلائے ؞
خدا تعالیٰ کے راضی ہونے کی یہ علامت ہے کہ بندہ اُس کی تقدیر پر راضی ہو ؞
اہل بصیرت کے لیے ہر ایک نگاہ میں عبرت اور ہر ایک تجربے میں نصیحت ہے ؞
سخا سے اچھا اور عملی شکر یہ ہے کہ خداداد نعمتوں میں سے دوسروں کو بھی دے ؞

دیدہ و دانستہ غلطی قابلِ معافی نہیں ہوتی +
شکریہ میں کمی کرنے سے محسن لوگ نیکی کرنے میں بے رغبت ہو جاتے ہیں +
اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو، تو اُس کے جواب میں لا اعلم (میں نہیں جانتا) کہنا نصف علم ہے۔ اپنی لاعلمی کے اظہار کو کبھی بُرا نہ سمجھو +
خواہش نفسانی کو علم کے ساتھ اور غضب کو حلم کے ساتھ مار ڈال +
انسان اس عمر پر کس طرح خوش ہوتا ہے جو گھنٹوں کے گزرنے سے گھٹتی جاتی ہے۔ اور اس جسم کی سلامتی پر کیوں مغرور ہوتا ہے جو جہان بھر کی آفتوں کا نشانہ ہے +
اُمیدیں بہت کم پوری ہوتی ہیں اور ادبار بہت کم مبدل بہ اقبال ہوتا ہے +
کبھی تلواروں کے وار خالی جاتے اور کبھی خواب سچے نکل آتے ہیں +
تمھارے دلوں سے اگر موت کا یقین دُور نہ ہوتا تو فضول اُمیدوں کا غرور فریب تم پر غالب آتا +
ہر ایک بات میں ہاں میں ہاں ملانا منافقوں کی خصلت اور ہر بات میں اختلاف کرنا باعثِ عداوت ہے +
خاموشی عالم کے لیے باعثِ زینت اور جاہل کے لیے پردہ دارِ جہالت ہے +
دوست سے دھوکا کھانے اور دشمن سے مغلوب ہونے سے بچا رہ +
فضول اُمیدوں پر بھروسہ کرنے سے بچا رہ کہ یہ احمقوں کا سرمایہ ہے +
فسق و فجور کے مقامات سے دُور رہ کہ یہ خدا تعالیٰ کے غضب کے مقام اور اس کے عذاب کے محل ہیں +
جس کلام کو تو بہت اچھا سمجھتا ہے اُسے مختصر کر دے کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہے +
شریر کی کوئی اچھی بات دیکھ کر اس کے دھوکے میں نہ آ۔ اور شریف کی سختی یا غلطی دیکھ کر اُس سے متنفر نہ ہو جا +
زیادہ تر دشوار یہ ہے کہ جو چیز کمینوں کے ہاتھ میں ہو انسان اُس کا طلبگار بنے +
تمام لوگوں میں نیک کام پر سب سے زیادہ قادر وہ شخص ہے جسے غصہ نہ آئے +
سب سے زیادہ بلیغ اور مؤثر وعظ یہ ہے کہ انسان قبرستان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے +
سب سے زیادہ سخت گناہ وہ ہے جو اس کے کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو +
رحمت کے زیادہ مستحق یہ تین شخص ہیں (۱) وہ عالم جس پر جاہل کا حکم چلے (۲) وہ شریف جس پر کمینہ حاکم ہو (۳) وہ نیکوکار جس پر کوئی بدکار مسلط ہو +
دُنیا میں جو چیز بہت کم ہے وہ سچائی اور امانت ہے، اور جو سب سے زیادہ ہے وہ جھوٹ اور خیانت ہے +
سب سے اچھا کلام وہ ہے جس کی حُسنِ فعل تصدیق کرے +

سب سے زیادہ مصیبت اس شخص پر ہے جس کی ہمت بلند، مروت زیادہ اور مقدرت کم ہے ؛
سب سے زیادہ احمق وہ شخص ہے، جو دوسروں کی رذیل صفات کو تو بُرا سمجھے اور خود ان پر جما ہوا ہو ؛
بیشک خدا تعالیٰ کی یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان پر گناہوں کا کرنا دشوار ہو ؛
بیشک زمین کا پیٹ مُردہ اور اس کی پشت بیمار ہے (یعنی پیٹ میں مُردے دفن ہیں اور پشت پر جو زندہ ہیں وہ گرفتارِ مصیبت ہیں) +
بیشک تنگ دستی نفس کے لیے ذلت کا باعث، عقل دُور کرنے والی اور غم و فکر بڑھانے والی ہے ؛
بیشک دلوں میں بُرے بُرے خیالات گزرتے ہیں مگر سلیم عقلیں اُن سے باز رکھتی ہیں ؛
بیشک دُنیا اور آخرت کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص کی دو بیویاں ہوں کہ جب ایک کو راضی کرتا ہے تو دوسری ناخوش ہو جاتی ہے ؛
بیشک دُنیا مصیبتوں کا گھر ہے، جو شخص جلدی کے ساتھ اس سے رُخصت ہو جاتا ہے، اُس کی اپنی جان پر مصیبت آتی ہے۔ اور جسے کچھ مہلت ملتی ہے وہ فکرِ معاش اپنے دوست احباب اور عزیز و اقارب کے فراق کی مصیبت میں مُبتلا ہے +
جب عقل کامل ہو جائے تو کلام کم ہو جاتا ہے +
جب تم اُمیدیں باندھتے باندھتے دُور جا پہنچو تو موت کی ناگہانہ آمد کو یاد کرو ؛
جب کلام کم ہو جائے تو آدمی اکثر صحیح بات کہتا ہے ؛
جب تجھے خالق کا خوف آئے تو بھاگ کر اُس کی بارگاہ میں پناہ لے۔ اور جب مخلوق کا ڈر ہو تو اُن سے دُور بھاگ جا ؛
ہر ایک شمار شدہ چیز کم اور ہر ایک خوشی ایک نہ ایک دن کالعدم ہو جاتی ہے +
جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے یہ توفیق بخشتا ہے کہ وہ زمانہ کے عبرت ناک واقعات سے عبرت کا سبق حاصل کرتا ہے +
شریف عالم تواضع اختیار کرتا ہے۔ اور جب کمینہ با علم ہو جائے تو بڑائی کرنے لگتا ہے +
جب آدمی کا خُلق اچھا ہو تو کلام لطیف ہو جاتا ہے +
جب کسی احسان کا بدلہ ادا کرنے سے تیرے ہاتھ قاصر ہوں تو زبان سے اُس کا شکریہ ضرور ادا کر +
جب زاہد لوگوں سے بھاگ جائے تو اس کی تلاش کر۔ اور جب زاہد لوگوں کو تلاش کرے تو اُس سے بھاگ جا +
جب کسی کلام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت معلوم نہ ہو تو اپنے خیالات کو آگے نہ بڑھا +

جب تُو کمزوروں کو کچھ دے نہیں سکتا تو اُن کے ساتھ رحمت اور مہربانی ہی سے پیش آ +
جب تُو کسی امر کا خوف رکھتا ہے تو اس میں داخل ہو جا۔ کیونکہ ہر وقت اُس کا خوف رکھنا اس میں داخل ہونے کی نسبت زیادہ سخت اور بُرا ہے + جب کسی آدمی میں ٹیڑھی خصلت معلوم ہو تو اس بات کا منتظر رہ کہ اس میں اس قسم کی اور خصلتیں بھی موجود ہوں گی +
جو حقوق تیرے نفس کے ذمّے فرض ہیں، اُن کے ادا کرنے کا تُو خود اُس سے تقاضا کر، تا کہ اوروں کے تقاضے سے محفوظ رہے +
نیک عمل کا ثواب اُس کی مشقت کے اندازے پر ملتا ہے +
جس شخص نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، وہ خُدا تعالیٰ کے شکر سے بھی عُہدہ برآ نہیں ہو سکتا +
بوڑھے کی رائے جوان کی قوت و زور سے زیادہ اچھی ہے +
آدمی کے چہرے کا حُسن خُدا تعالیٰ کی عُمدہ عنایت ہے +
کسی چیز سے بالکل نا اُمید ہو جانا اُس کی طلب میں ذِلّت اُٹھانے سے بہتر ہے +
خوشامد اور تعریف کی محبت شیطان کے نہایت مضبوط داؤں ہیں +
بہترین کلام وہ ہے جس سے سُننے والے کو ملال اور اُس پر بوجھ نہ ہو +
ہر ایک شخص سے اُس کی فہم کے مطابق کلام کر +
کمینوں کی دولت تمام مخلوق کے واسطے مصیبت ہے +
صِلۂ رحمی کی بہت سی ایسی صُورتیں ہیں کہ اُن سے قطع رحم بہتر ہے +
بہت سے سکوت کلام سے زیادہ موثر، بہت سے کلام تیر سے زیادہ تیز اور بہت سی لذتیں ہلاک کرنے والی ہیں +
ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ ہم دس آدمی ہیں اور سوال ایک ہی ہے۔ مگر جواب جُداگانہ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہاں کہو۔ اُس نے یہ سوال پیش کیا۔ "علم بہتر ہے، یا مال"۔ آپ نے اِس طرح جواب دینا شروع کیا:
(۱) علم، اِس لیے کہ مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے +
(۲) علم، اِس لیے کہ مال فرعون وہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث +
(۳) علم، اِس لیے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے +
(۴) علم، اِس لیے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے مگر علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا +
(۵) علم، اس لیے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہے علم کو نہیں +
(۶) علم، اس لیے کہ صاحبِ مال کبھی بخیل بھی کہلاتا ہے مگر صاحبِ علم کریم ہی کہلاتا ہے +

(۷) علم، اس لیے کہ اس سے دل کو روشنی ملتی ہے اور مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے +

(۸) علم، اس لیے کہ کثرتِ مال سے فرعون وغیرہ نے دعویٰ خدائی کیا۔ مگر کثرتِ علم سے رسُولِ پاکؐ نے "ماعبدنا ک حق عبادتک" کہا +

(۹) علم، اس لیے کہ مال سے بے شمار دشمن پیدا ہوتے ہیں۔ مگر علم سے ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے +

(۱۰) علم، اس لیے کہ یومِ قیامت کو مال کا حساب ہوگا مگر علم پر کوئی حساب نہ ہوگا +

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دیے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچے گا؟ آپ نے جواب دیا جہاں سے اس کی اجل آئیگی +

ایک صحابیؓ نے آپ سے پوچھا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جس قدر آفتاب کی ایک دن کی رفتار ہے +

ایک دفعہ ایک کافر نے عین نمازِ عصر کے لیے تیار ہونے کے وقت آپ سے یہ سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے بچے؟ اس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ یہ سب جانوروں کی تفصیل بیان کریں گے اور نمازِ جماعت کا وقت قضا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جن جانوروں کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جن کے باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں +

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ انسان مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا۔ اپنی ایک ٹانگ اُٹھا۔ اُس نے اُٹھالی۔ پھر فرمایا۔ اب دوسری ٹانگ بھی اُٹھا۔ اُس نے مجبوری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال مختار و مجبور کی ہے +

آپ کی ولادت عین خانۂ کعبہ کے اندر ہوئی۔ آپ آنحضرتؐ کے حقیقی عم زاد برادر تھے۔ پانچ سال کی عمر کے بعد آنحضرت صلعم ہی نے آپ کی پرورش و تربیت فرمائی۔ آپ نے سب سے پہلے صرف دس برس ہی کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ والدین کی ناراضگی اور لوگوں کی مخالفت سے بچنے کے لیے جنگل میں جا کر آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ آنحضرتؐ کا شرف دامادی آپ کو حاصل ہوا۔ صحابہؓ کرام میں جب رشتۂ مواخات قائم کیا گیا، تو حضرت علیؓ رہ گئے۔ آپ آنحضرتؐ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ حضرت نے فرمایا۔ "اے علیؓ! کیوں گھبراتے ہو، تم دُنیا اور آخرت میں دونوں جگہ میرے بھائی ہو۔" کسے را میسر نہ شد ایں سعادت　بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

جب آنحضرتؐ غزوۂ تبوک پر تشریف لے جانے لگے، اور آپ کو مدینے میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا۔ یا حضرتؐ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کا خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ مجھے جہاد میں کیوں نہیں لے جاتے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں

تمہیں مدینے میں ایسے ہی چھوڑے جا رہا ہوں جیسے کہ موسیٰؑ ہارون کو چھوڑ کر گئے تھے۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ٭

چونکہ آپ کا دورِ خلافت زیادہ تر شورش اور خانہ جنگی میں گزرا۔ ایک معترض نے اس کا باعث دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے پیشرووں کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر تمہارے جیسے لوگ ہیں۔

آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا "اے علی! تمہاری مثال حضرت عیسیٰؑ کی سی ہے۔ یہودیوں نے آپؑ سے ایسی عداوت و دشمنی کی کہ اُن کی والدہ مریمؑ صدیقہ پر گندے اتہام باندھے اور نصاریٰ نے اُن سے اس قدر محبت کی کہ انہیں "ابن اللہ" کہہ دیا۔ انسان کو دو چیزیں ہلاک کرتی ہیں۔ اس درجہ کی دشمنی بھی کہ اتہام سازی اور افترا پردازی پر اتر آئے۔ اور اس درجہ کی محبت بھی کہ جس میں حد سے زیادہ غلو ہو جائے۔ یہ کلمات گو ایک پیشینگوئی تھے، جو لفظ بہ لفظ پورے ہوئے۔ یعنی فرقہ خارجی آپ کو حد سے زیادہ برا کہنے لگا۔ دوسرا گروہ رافضیوں کا آپ کی محبت میں حد سے زیادہ غلو کرنے لگا۔ اور گروہ نصیری نے تو آپ کو خدا ہی کہہ دیا ٭

تفسیر، حدیث، فقہ، کتابت علم الشعر، تصوف، فن فصاحت و بلاغت، نحو، علم کلام، علم فراست، علم جفر، علم ہیئت، علم قرأت اور علم فرائض میں اپنی نظیر آپ تھے یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کی شان میں فرمایا۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس کا دروازہ ہے۔" اگر امعانِ نظر سے کام لیا جائے تو دنیا میں آپ جیسا جامع کمالات انسان نہ ملے گا۔ بےنظیر شجاعت و سخاوت، اور بےمثال علمی قابلیت کا یکجا ہونا بہترین کمالات سے ہے ٭

آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ جب حضورِ اقدسؐ ہجرت کے لیے جانے لگے تو آپ نے ایثار و جاں نثاری کا ایک عدیم المثال مظاہرہ پیش کیا۔ کفار نے حضورؐ کے بیت مقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا جب آپ آنحضرتؐ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں آپؐ کے بستر پر بلا خوف و خطر لیٹ گئے۔

یہ کامرانی بھی حضرت علیؓ کے حصے ہی میں تھی کہ قلعہ خیبر آپ کے ہاتھوں ایک ہی حملہ میں فتح ہو گیا۔

سخاوت یہاں تک تھی کہ خود فاقہ کشی کر کے غرباء کی امداد فرماتے۔ ایک روز محنت مزدوری کر کے آپ دو درہم لے کر شام کو گھر پہنچے تو دروازے پر ایک سائل کھڑا تھا۔ آپ نے دو درہم میں سے ایک سائل کو دے دیا۔ سائل نے بہت غور کے ساتھ اس کو جانچا پرکھا۔ ایک شخص نے کہا کیا تم نے کوئی چیز فروخت کی ہے جو اس قدر جانچ پرکھ کر رہے ہو؟ اُس نے کہا۔ ہاں! میں نے اپنی آبرو فروخت کی ہے۔ آپ نے یہ سن کر دوسرا درہم بھی اُس کو دے دیا اور معذرت چاہی کہ میں آبرو کی پوری قیمت نہیں ادا کر سکا۔ تین روز متواتر ایسا ہی واقعہ پیش آتا رہا کہ مشقت کر کے جو کچھ لاتے، نذرِ سائل ہو جاتا۔ اور آپ مع اہل و عیال کے مسلسل تین روز مبتلائے فاقہ کشی رہے٭

عبدالرحمٰن ابن ملجم اپنے فرقہ خارجی کی ایک نہایت حسین وجمیل عورت قسطام بن شحنہ کی محبت میں دیوانہ تھا۔ اُس نے کہا۔ میں تم سے اس شرط پر نکاح کر سکتی ہوں کہ تم علیؓ کو قتل کر دو۔ اُس نے کہا کہ بخدا میں پہلے ہی کوفہ میں اسی خیال سے آیا ہوں۔ اور اب تو اس کام کو ضرور انجام تک پہنچاؤں گا۔ جنونِ محبت میں وہ ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مسجد میں آیا اور عین حالتِ نماز میں آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے زخمی ہو کر جعدہ بن ہبیرہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ابنِ ملجم نہایت تیزی سے تلوار ہلاتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے اُس کا تعاقب کیا۔ لیکن غیر مسلح ہونے کے باعث کوئی اُسے پکڑ نہ سکا۔ اتفاق سے مغیرہ بن نوفل کا ادھر گذر ہوا۔ اور اس ہنگامہ میں اپنی چادر اس پر پھینک دی۔ وہ چادر کی لپیٹ میں آگیا اور قابو کر لیا گیا +

لوگ حضرت علیؓ کو اٹھا کر گھر لائے اور ابنِ ملجم کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ "اے دشمنِ خدا! میں نے تیرے ساتھ کوئی نیکی اور احسان نہیں کیا تھا؟" ابنِ ملجم نے جواب دیا۔ آپ کے بہت سے احسان میری گردن پر ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "کیا تو نے مجھے ان احسانات کا یہی بدلہ دیا ہے؟" ابنِ ملجم اس کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ اور چپ رہا۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں مر جاؤں تو قاتل کو مار ڈالنا۔ اور اگر میں بچ گیا تو خود فیصلہ کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت امام حسنؓ و حسینؓ اور محمد بن حنفیہ کو پاس بٹھا کر خاص وصیتیں کیں جس میں متفق رہنے، عدل و انصاف اور رحم و انکساری کی تاکید فرمائی۔ جب آپ وصیت سے فارغ ہو گئے تو حاضرین سے فرمایا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس کے بعد آپ نے سوائے کلمۂ پاک کے اور کچھ نہیں فرمایا۔ آپ کے دونوں بیٹوں اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت امام حسنؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تین کپڑوں کا آپ کو کفن دیا گیا۔ جس میں کرتہ نہ تھا۔ اور صبح کے وقت دفن کیے گئے +

تاریخِ وفات: ۱۷۔ ماہ رمضان بشب جمعہ سنہ ۴۰ھ ہے۔ بعمر ۶۳ سال +

مدتِ خلافت: قریباً پانچ سال ہے۔ رضی اللہ عنہ +

کلامِ اکبر

عورت دیکھو زمین و آسمان کو شسکو | چل بھی سکتا ہے خدا کے نظام اتنا بڑا

ایک دن اور قیامت کھسک آئے گی ادھر | اور کیا عرض کروں آپ سے کل کیا ہوگا

اقوالِ حضرت امام جعفر صادقؓ

دروغ گو کو مروت اور حاسد کو راحت نہیں۔ بد خلق کو سرداری اور ملوک کو اخوت نہیں +
جو کوئی خالق تعالیٰ سے اُنس رکھتا ہے، اُس کو خلق سے وحشت ہو جاتی ہے ❊
اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچاؤ تاکہ عابد ہو اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا اُس پر راضی رہو ❊
فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فسق و فجور غالب آجائے گا۔ مشورت ایسے لوگوں سے کر جو طاعتِ خدا خوب کرتے ہوں ❊
جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا۔ اور جو کوئی بُرے راستے جاتا ہے اُس کو اتہام لگتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے ❊
بہت سی ایسی نیکیاں ہیں کہ جس سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مطیع مغرور گنہگار اور گنہگارِ نادم مطیع ہوتا ہے +
خوشامدی لوگ تیرے لیے تکبر کا تخم ہیں ❊
آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا درویش صابر۔ کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں اٹکا رہتا ہے اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں +
عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے ❊
آپ نے امام ابی حنیفہؓ سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں؟ حضرت امام ابی حنیفہؓ نے کہا کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمیز تو بہائم میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے؟ فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے اور خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں خیر الشرین کو ❊
ایک گناہ بہت ہے اور ہزار طاعت قلیل +
ذوقِ صوفیا کوئی اور طریق علاوہ کتاب و سنت نہیں ہے +
اِبتلا ایک شرف ہے اسی لیے خاصانِ حق اس میں مبتلا کیے جاتے ہیں ❊
بے حد اعتقاد بربادی ہے اور نکتہ چینی بدنصیبی ❊
علماء کا فقر اختیاری ہوتا ہے اور جُہلا کا اضطراری ❊
آدمی کی نیک بختی اس میں بھی ہے کہ اُس کا دشمن عقلمند ہے ❊
متکبر اطاعت کرنے والا عاصی ہے اور عاصی عذر کے سبب اطاعت کرنے والا ہے ❊

توبہ کرنا آسان لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے +
اُس کو خوشی ہو جس کی آنکھ شہوات دیکھتی ہے اور اُس کا دل اُن شہوات کو نہیں چاہتا +
ہمارا دین سراپا ادب ہے جو اُس کو ملحوظ نہ رکھے گا وہ حرماں نصیب ہے +
بڑا زہد دُنیا میں یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کش ہو جائے +
فضیلت اگرچہ جماعت میں ہے لیکن سلامتی گوشہ نشینی میں ہے +
زیادہ شکم سیری اور فاقہ کشی دونوں مانع عبادت ہیں +
قدرتِ انتقام رکھتے ہُوئے غصّہ کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے +
کھلی ہُوئی عداوت منافقانہ موافقت سے بہتر ہے +
مُصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت کو ترقی دیتی ہے +
جہلو بالستیت سے جہاد بالمال سخت تر ہے +
حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل کے اندر ہے اگر تُو اُس کو ایک کُھلے ہُوئے طباق میں رکھ دے اور اس کو لے کر بازار کا گشت لگائے تو اُس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس کو اِس طرح آشکارا کرنے میں تجھے شرم آئے یا کوئی اس پر حرف گیری، نکتہ چینی یا انگشت نمائی کر سکے +
غذا سے جسم کو، اور قناعت سے رُوح کو راحت پہنچتی ہے +
سعید وہ ہے جس کا دل عالم ہو اور بدن صابر اور موجودہ پر قانع رہے +
کم عمر والے کے گناہ اپنے سے کم جان کر اس کی عزت کر +
دُوسروں کے مال کی طمع نہ کرنا بھی داخلِ سخاوت ہے +
نزولِ بلا ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ امتحان کے لیے ہوتا ہے +
نفس اللہ تعالےٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت خدا کی دوستی ہے +
احسان تین باتوں کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔ یہ کہ اِس کو صغیر سمجھے تو عظیم بن جائے گا۔ یہ کہ اس کو مستور رکھے۔ مستور رکھنے سے تمام یعنی پورا ہو جائے گا۔ یہ کہ اس میں جلدی کرنے سے خوش گوار ہو جائے گا +
گُناہ ناسور ہے۔ اگر ترک نہ کرو تو برابر بڑھتا رہے گا +
شکایت کا ترک کرنا صبر ہے +

اقوال حضرت غوث الاعظمؓ

ہماری غیبت کرنے والے ہماری فلاح ہیں کہ ہم کو خراج دیتے ہیں۔ اور اپنے اعمال صالحہ ہمارے اعمال نامہ میں منتقل کر دیتے ہیں +

جب کوئی تم سے کوئی بات تمہاری بے آبروئی کی یا رنج دینے والی کسی شخص کی طرف سے نقل کرے تو اس کو جھڑک دو اور کہہ دو کہ تو اُس سے بھی بدتر ہے کہ اُس نے تو ہماری پس پُشت یہ بات کہی ہے اور تو ہمارے مُنہ پر کہتا ہے۔ اُس نے ہم کو سنائی نہیں تھی لیکن تُو نے سنا دی +

وہ کیا ہی بدنصیب انسان ہے کہ جس کے دل میں خُدا نے جانداروں پر رحم کرنے کی عادت پیدا نہیں کی +

تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بُرے ہمنشین ہیں +

تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا اور عمل کرنا پھر اوروں کو سکھانا ہے :-

دُنیا کی محبت سے خاصانِ خُدا کو پہچاننے والی آنکھ اندھی رہتی ہے :-

شکستہ قبروں میں غور کر کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے :-

جو خُدا سے واقف ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہو جاتا ہے :-

وعظ خالصاً للہ کر۔ ورنہ تیرا گونگا پن ہی بہتر ہے +

جس عمل میں تجھ کو حلاوت نہ آئے سمجھ کہ تو نے وہ عمل ہی نہیں کیا :-

گمنامی کو پسند کر کہ اس میں ناموری کی نسبت بڑا امن ہے :-

جب تک کہ سطح زمین پر ایک شخص بھی ایسا رہے' جس کا تیرے دل میں خوف ہو یا اُس سے کسی قسم کی توقع ہو' اُس وقت تک تیرا ایمان کامل نہیں ہوا :-

جب تک تیرا اترانا اور غصہ کرنا باقی ہے' اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر +

وُہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو' اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتی ہے +

اوروں پر ہردم نیک گمان رکھ اور اپنے نفس پر بدظن رہ +

اَے عالم! اپنے علم کو دُنیاداروں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر +

تیرا کلام بتادے گا کہ تیرے دل میں کیا ہے ؟

ظالم مظلوم کی دُنیا بگاڑتا ہے اور اپنی آخرت -:

شروع کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا خُدا کا +

عاقل پہلے قلب سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بولتا ہے ÷

تنہا محفوظ ہے اور ہر گناہ کی تکمیل دو سے ہوتی ہے ÷

بجز اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروریات کے گھر سے باہر مت نکل ÷

کوشش کر کہ گفتگو کی ابتدا تیری طرف سے نہ ہوا کرے اور تیرا کلام جواب بنا کرے ÷

غیر ضروری بات کے جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ چہ جائیکہ تو خود کوئی فضول بات کرے جس سے کوئی ایذا نہ پہنچے، اس میں کوئی خوبی نہیں ہے ÷

دنیا دار دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے ÷

مومن کے لیے دنیا ریاضت کا گھر اور آخرت راحت کا گھر ہے ÷

بدگمانی تمام فائدوں کو بند کر دیتی ہے ÷

سمجھدار کسی چیز میں خوشی نہیں پاتا۔ کیونکہ اس کا حلال حساب ہے اور حرام عذاب ہے ÷

خدا کے دشمنوں کو راضی رکھنا عقل و دانش سے دور ہے ÷

اللہ والے تو طاعتیں کرتے ہیں اور اس پر بھی اُن کے دل خوف زدہ رہتے ہیں تم گناہ کرتے ہو اور پھر بھی بے خوف ہو یہی تو صریح دھوکا کھانا ہے۔ بچو بچو کہ کہیں اسی حالت میں تمھاری گرفت فرمائے ÷

نفس کو حق پہنچانے میں اس کی بقا اور حظ پہنچانے میں اس کی فنا ہے ÷

بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہے ÷

ایمان اصل اور ایمان فرع ہیں۔ لہذا ایمان میں شرکت سے بچو اور اعمال میں معصیت سے ÷

اول جہل ہوتا ہے، پھر علم۔ پھر اس پر عمل، پھر عمل میں اخلاص اور پھر عمل قلبی ÷

مستحق سائل خدا کا ہدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے ÷

اگر صبر نہ ہو تو تنگدستی یا بیماری وغیرہ ایک عذاب ہے اور اگر صبر ہو تو کرامت اور عزت ہے ÷

مساکین کو ناخوش رکھ کر خدا کی خوشنودی ناممکن ہے۔ جو مصیبت تم پر آئے اس کا علاج مساکین کی خوشنودی حاصل کرنا ہے ÷

جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے ÷

تو نفس کی تمنا پوری کرنے میں مصروف ہے اور وہ تجھ کو برباد کرنے میں ÷

خالق کا مقرب وہی ہے جو مخلوق پر شفقت کرتا ہے ÷

کفرانِ نعمت اور خود ستائی قربِ حق کی ضد ہیں ÷

تجھ جیسے ہزاروں کو دنیا نے موٹا تازہ کیا ہے اور پھر نگل گئی ہے ÷

تیری جوانی تجھ کو دھوکا نہ دے۔ یہ عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی ÷

افلاس گناہوں سے بچاتا ہے اور تونگری معصیت کا جال ہے۔ افلاس کو اپنا محافظ خیال کر ✣

افلاس پر رضا مندی بے حد ثواب کا موجب ہے ✣

رحمت کوئے کر کیا کرے گا رحیم ہونے ✣ ہر متقی شخص محمدؐ کی آل ہے ✣

جس کا انجام موت ہے اُس کے لیے کون سی خوشی ہے ✣

تجھ کو لوگ تکبّر کرنے سے بڑا نہیں سمجھ سکتے بلکہ تواضع سے بڑا ہو گا ✣

اپنے دل کو صرف خدا کے لیے خالی رکھ اور اعضاء کے ساتھ اہل بچوں کے لیے معاش میں مصروف رہ کہ یہ بھی تعمیلِ حکم ہے ✣

موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے ✣

عبادت عادت ترک کرنے کا نام ہے نہ کہ عبادت کو عادت بنا لینے کا ✣

جو نفس کو درست کرنا چاہے وہ اس کو سکوت اور حسنِ ادب کی لگام دے ✣

اللہ اپنے بندوں سے قرض طلب کرتا ہے اور اُس کے قاصد سائل لوگ ہیں ✣

مَیں ایسے مشائخین کی صحبت میں رہا ہوں کہ اُن میں سے کسی ایک کے دانت کی سفیدی بھی نہیں دیکھی ✣

جہاں تک ہو سکے لقمہ کی اصلاح کر کہ بنیادِ عملِ صالحہ کی یہی ہے ✣

اہل اللہ کے نزدیک مخلوق بمنزلہ اولاد کے ہے ✣

نامحرم عورتوں اور لڑکوں کے پاس بیٹھنا اور پھر یوں کہنا کہ مجھے اُن کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوتی، جھوٹ ہے۔ ایسی باتیں نہ تو شریعتِ مطہرہ ہی تیری موافقت کرتی ہے اور نہ ہی عقلِ سلیم اس سے مطابقت کھاتی ہے۔ اور یہ شریعت کا انکار عام ہے کیونکہ شریعت نے کسی کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کیا ہے ✣

جب کہ فرشتے تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے تو خدا تعالیٰ تیرے قلب کے اندر کیونکر داخل ہو گا جبکہ اس میں بیشمار ہی مورتیں اور بُت جمع کر رکھے ہیں۔ خدا کے سوا ہر چیز جو دل میں جاگزین ہے تصویر اور بُت ہے ✣

صالح کی زیارت ہی اُس کی حالت کی اطلاع دے دیتی ہے ✣

سیاحت و خلوت سے مانوس ہونا قربِ حق کی کنجی ہے ✣

نعمت تجھے اپنا پابند نہ بنا لے کہ منعم سے غافل کر دے ✣

اسباب درحقیقت حجاب ہیں کہ اُن کی وجہ سے شاہی دروازہ بند نظر آتا ہے ✣

مومن کو نیند کرنا زیبا نہیں جب تک اپنا وصیت نامہ اپنے سرہانے نہ رکھ لے ✣

اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے، قالب سے نہیں ✣

مکانوں کے بنانے میں عمر ختم کر رہا ہے بسیں گے دوسرے حساب دے گا تو ✣

اے ابنِ آدمؑ! خدا سے اتنا تو شرما جس قدر تو اپنے دیندار پڑوسی سے شرماتا ہے ✣

جب کوئی بندہ گناہ کرنے کے وقت اپنے دروازوں کو بند کرلیتا، پردے ڈال دیتا اور مخلوق سے چھپ جاتا ہے۔ اور خلوت میں خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! تُونے اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ مجھ ہی کو کمتر سمجھا ہے کہ سب سے پردہ کرنا ضروری سمجھتا ہے اور مجھ سے مخلوق کے برابر بھی شرم نہیں کرتا +

یہ مفید نہیں ہے کہ زبان تو ماہر ہو اور قلب نادان +

مقتدی بن رہ۔ مقتدائے اُمت بن + اپنے مالوں کو شریک خُدا نہ سمجھو کہ ان پر بھروسہ کر بیٹھو + اے مذاق اُڑانے والے جلد تجھ کو اپنا جواب بھی نظر آجائے گا +

اے منافقو! عنقریب تم عذاب خُدا اور کو دُنیا و آخرت میں دیکھو گے زمانہ حاملہ ہے جلدی ہی تم کو نظر آجائے گا۔ کہ اس سے کیا پیدا ہوتا ہے +

تیرا عمل تیرے عقائد کی دلیل ہے اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے +

مخلوق کی طرف مُنہ کرنا بعینہٖ حق تعالےٰ کی طرف پُشت کرنا ہے +

گونگا پن اپنی عادت، گمنامی اپنا لباس اور مخلوق سے گریز اپنا مقصود بنالے۔ اور اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں سُرنگ کھود کر اُس میں بیٹھ جا۔ اور یہ عادت تیری اس وقت تک رہنی چاہیئے کہ تیرا ایمان بالغ اور جوان ہو جائے +

خالی تمنا حماقت کا جنگل ہے جس میں احمق ہی مارا مارا پھرتا ہے +

رضائے خالق کے خواہشمند مخلوق کی اذیتوں پر صبر اختیار کر +

بَلا کے سبب سے حق تعالیٰ کی طرف سے رُوگرداں مت ہو کہ وہ اس میں تیری آزمائش فرماتا ہے +

میانہ روی نصف روزی ہے اور حُسنِ اخلاق نصف دین ہے +

اے عمل کرنے والے اخلاص پیدا کر ورنہ فضول مشقت ہے +

اس منزل سے جس میں تُو ہے، ڈرتا رہ کہ جدھر بھی تو دیکھے گا، تیرے اردگرد درندے ہی درندے ہیں +

اعمال خلوتوں ہی میں رہتے ہیں نہ کہ جلوتوں میں۔ بجز فرائض کے کہ اُن کا ظاہر کرنا ضروری ہے +

ہر وہ چیز جس پر کہ تیرا اعتماد ہے، ہر وہ شخص جس سے تو ڈرتا یا جس سے تو کچھ توقع رکھتا ہے وہی تیرا معبود ہے۔

وصیّتِ خاص: (۱) اطاعت خداوندی کو لازم کر (۲) نہ کسی سے خوف کر نہ طمع رکھ (۳) ساری حاجتیں حق تعالیٰ کے حوالے کر اُسی سے مانگ اور اُس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ رکھ +

طالبِ صادق نہیں جب تک تُو اپنی خوراک میں اپنے ہمسایہ کو اپنے نفس پر ترجیح نہ دیگا +

لوگوں کے سامنے معزز بنا رہ، درنہ افلاس کے ظاہر کرنے سے لوگوں کی نظروں سے گر جائیگا +

امیروں کے ساتھ عزت اور غلبہ سے مل اور فقیروں سے عاجزی اور فروتنی کے ساتھ +

تیری غفلت کی علامت اہلِ غفلت کے پاس بیٹھنا ہی ہے +
مخلوق کی محبت اُن کی خیر خواہی کرنا ہے + بہترین عمل دوسروں کو دینا ہے نہ کہ دوسروں سے لینا +
جو خلق کے ساتھ خُلق میں فراخ تر ہو وہ خالق سے نزدیک تر ہے +
رہائش کے قابل گھر، بدن ڈھانپنے کے قدر کپڑا، پیٹ بھر روٹی اور بیوی دُنیا نہیں ہے۔ بلکہ دُنیا یہ ہے کہ دُنیا کی طرف مُنہ ہو اور خُدا کی طرف پُشت کرلے +
خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں، جلوت میں خاموش رہ +
اگر تو نے اللہ بھی آواز بلند کہا ہے تو اس کی بھی تجھ سے باز پُرس ہوگی کہ خالصاً کہا ہے یا ریا سے +
جب ذکر قلب میں جگہ پکڑ جاتا ہے تو بندے کا اللہ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے اگرچہ زبان بند ہے +
حاکم کے جو حقوق تجھ پر ہیں بجالا۔ اور وہ چیز جو اُن پر واجب ہے مطالبہ نہ کر +
موت سے پہلے یادِ خُدا میں عزت ہے۔ لوگوں کے کاٹنے کے وقت دل جلانا اور زیچ ہونا بیہودہ ہے +
مصیبتوں کو چھپا قُربِ حق نصیب ہوگا +
مومن اپنے اہل وعیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے درہم و دینار پر +
مخلوق تین طرح کی ہے : (۱) فرشتہ (۲) شیطان (۳) انسان۔ فرشتہ تو سرتاپا خیر ہے اور شیطان سرتاپا شر اور انسان مخلوط کہ خیر بھی رکھتا ہے اور شر بھی۔ جس پر خیر غالب ہو۔ وہ فرشتوں سے جا لاحق ہوتا ہے اور جس پر شر غالب ہو وہ شیطان سے +
مصیبت والوں کے ساتھ ہنسا مت کر بلکہ رونے والوں کے ساتھ رونا رہا کر +
اگر تو خالق کے ساتھ ہے تو تو اس کا بندہ ہے اور اگر مخلوق کے ساتھ ہے تو مخلوق کا بندہ +
آخرت کو دُنیا پر مقدم کر دونوں میں فائدہ حاصل کرے گا۔ اور جب تو نے دُنیا کو آخرت پر مقدم رکھا تو دونوں میں نقصان اُٹھائے گا +
کسی کی دشمنی یا کینہ کے خیال میں ایک رات بھی مت گُزار +
تیرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ تو خلقت کی تعریف اور مذمت کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور اُن کے مالوں میں طمع نہ رکھے۔ بلکہ تو ربوبیت کو اُس کا حق دے اور منعم کے لیے عمل کرے نہ کہ نعمت کے لیے مالک کے لیے نہ کہ مِلک کے لیے۔ حق کے لیے نہ کہ باطل کے لیے +
حیات کے دروازے کو جب تک کُھلا ہے غنیمت جانو۔ وہ جلدی ہی تم سے بند کیا جائیگا۔ اور نیکی کے کاموں کو جب تک تمھیں قدرت ہے غنیمت سمجھو +
خالق کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے، جب تک تو مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے +
جو شخص اپنے نفس کا اچھی طرح سے معلم نہیں ہو سکتا تو دوسرے کا کس طرح ہو گا؟

جب عالم زاہد نہ ہو تو وہ اپنے زمانہ والوں پر عذاب ہے ❖

مومن جس قدر بوڑھا ہوتا ہے اُس کا ایمان طاقتور ہوتا ہے ❖

مقسوم کی طلب بے فائدہ تکلیف ہے اور غیر مقسوم کو طلب کرنا غضبِ الٰہی اور ذلت ہے ❖

تُو خلقت کو راضی کرنے میں خالق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ دُنیا کی عمارت کے عوض آخرت کو برباد کرتا ہے جلدی ہی تو پکڑا جائے گا۔ تجھے وہ پکڑے گا جس کی گرفت حد درجہ دردناک ہے ❖

کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اُسے حکم کرتا ہے کہ وہ تیری قسمت کو بدل ڈالے۔ کیا تو اُس سے زیادہ حاکم اور زیادہ عادل اور اُس سے زیادہ رحیم ہے؟ تو اور ساری خلقت اُس کے بندے ہیں وہ تیرا بھی اور اُن کا بھی منتظم ہے اگر تو دُنیا اور آخرت میں اُس کی صحبت کا خواہشمند ہے تو سکون خاموشی اور گونگا رہنا لازم پکڑ

قولِ بے عمل اور عملِ بے اخلاص ناقابلِ قبول ہیں ❖

ایک شخص رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں آپؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ فقر کے لیے چادر بنا۔ ایک اور شخص نے کہا کہ میں خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بلا کے لیے چادر بنا۔ اللہ اور رسولؐ کی محبت فقر و فاقہ اور بلا سے ملی جلی ہوتی ہے ❖

تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکو گے۔ آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکو گے۔ تعمیر کرتے ہو ایسے مکان جن میں بس نہ سکو گے۔ یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب کے مقام سے محجوب کرتی ہیں ❖

خوش رہو اللہ کے تغیر و تبدل سے جو کچھ وہ تمہارے حق میں پسند کرے۔ جب تم اُس کے ساتھ اس طرح رہو گے تو بالضرور وہ تمہاری وحشت کو اُنس سے بدل دے گا ❖

صبر اختیار کر کیونکہ دُنیا تمام تر ہی آفات و مصائب کا مجموعہ ہے ❖

تکبر اور نخوت اور اترانے کو چھوڑ اپنی خوشی کو کم کر اور حُزن کو بڑھا کہ تو دار الحُزن یعنی دُنیا میں قید ہے۔ ہمارے نبی کریمؐ ہمیشہ غمگین رہتے۔ خوش کم ہوتے اور ہنستے کبھی نہیں تھے

جیسا تیرا نفس حق تعالےٰ کے حکم پر راضی ہونے سے منکر ہے ایسا ہی تو اپنے نفس کا منکر بن ❖

چھوڑ دو تکبر کو خالق پر اور مخلوق پر۔ اپنی حقیقت کو پہچانو اور تواضع اختیار کرو اپنے نفسوں میں تمہاری ابتدا ایک نطفہ ہے جس سے گھن آتی ہے۔ درمیانی حصہ زندگی غلاظت کی پوٹ اور انتہا ایک مُردار ہے جس کو پھینک دیا جاتا ہے ❖

کیا عجب ہے کہ کل کا دن ایسی حالت میں آئے کہ تو سطح زمین سے گم اور قبر کے اندر موجود ہو یا اگلی ساعت ہی میں ایسا ہو جائے ❖

جو حکم کی تعمیل نہ کرے لازمی ہے کہ وہ خوشنودیٔ آقا سے محروم رہے ❖

اگر محبت دُنیا کے سوا ہمارا اور کوئی بھی گُناہ نہ ہو، تب بھی ہم مستحق دوزخ ہیں +
علم سے مُراد عمل ہے - اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے تو دُنیا سے بھاگتے - کیونکہ علم میں کوئی شے ایسی نہیں جو محبتِ دُنیا پر دلالت کرے +
تاریخ پیدائش مبارک "ولادتِ عاشق" ۴۷۱ھ +
تاریخ وفات شریف "معشوقِ الہٰی" ۵۶۲ھ رضی اللہ عنہ +

وجودِ باریٰ تعالیٰ

ہری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

یہ مسلّم ہے کہ تمام اجسام میں کسی نہ کسی قسم کی حرکت پائی جاتی ہے - حرکت سے ہماری مُراد صرف انتقالِ مکانی نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے تغیّر کا نام حرکت ہے - مثلاً جسم یا بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے - یا اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے - پہلی دونوں صورتوں میں تو علانیہ تغیّر محسوس ہوتا ہے - تیسری صُورت بھی درحقیقت تغیّر سے خالی نہیں کیونکہ پُرانے اجزاء فنا ہوتے جاتے ہیں اور اُن کی بجائے نئے آتے جاتے ہیں - یہ دلیل کا پہلا مقدمہ ہے - دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جو چیز متحرّک ہے، ضرور ہے کہ اس کا کوئی محرّک ہو - کیونکہ اگر کوئی خارجی محرّک نہیں ہے تو صرف یہ احتمال قائم ہو سکتا ہے کہ خود اُس شے کی ذات محرّک ہو - اور یہ صحیح نہیں - مثلاً یہ ظاہر ہے کہ انسان متحرّک بالارادہ ہے - اب اگر حرکت اُس کی ذاتی ہو تو چاہیے کہ جب کسی آدمی کے مقدم اعضاء جُدا کر دیے جائیں تو اصلی جسم اور جُدا شدہ اعضاء میں حرکت پائی جائے - حالانکہ دونوں میں سے ایک میں بھی حرکت باقی نہیں رہتی - جب یہ ثابت ہوا کہ ہر متحرّک کے لیے کسی محرّک کی ضرورت ہے تو ضرور ہے کہ تمام اجسام کا سلسلہ کسی ایسے وجود پر ختم ہو جو خود متحرّک نہیں - کیونکہ اگر وہ بھی متحرّک ہو تو اس کے لیے بھی محرّک کی ضرورت ہوگی - اس صُورت میں غیر مُتناہی کا وجود لازم آئے گا - اور یہ محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے - یہی محرّکِ اوّل جو خود متحرّک نہیں اور تمام اشیاء کی حرکت کا باعث ہے، خدا ہے - جب یہ ثابت ہو گیا کہ جو چیز متحرّک ہے، ضرور ہے کہ اس کے لیے کوئی محرّک ہو - اب دو صورتیں ہیں یا یہ سلسلہ کسی حد تک جا کر ٹھہر جائے گا - یعنی اخیر میں ایک ایسی چیز ثابت ہوگی جو بالذات یا بالواسطہ تمام اشیاء کی محرّک ہے، اور خود متحرّک نہیں - یہی خدا ہے -

یا یہ سلسلہ کہیں ختم نہ ہوگا۔ اس صورت میں غیر متناہی کا وجود لازم آئیگا اور یہ قطعاً ناممکن ہے۔
اللہ تعالیٰ ازلی ہے۔ اس کے وجود کی ابتدا نہیں۔ ہر زندہ اور مُردہ چیز سے پہلے وہی ہے جس
کی دوسری سادہ اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ قدیم نہیں ہے تو حادث ہوگا۔ اور اگر حادث
ہے تو وہ بھی کسی دوسرے پیدا کرنے والے کا محتاج ہے۔ پھر وہ دوسرا تیسرے کا اور تیسرا چوتھے کا
علیٰ ہذالقیاس۔ اس سے ایک بے نہایت تسلسل پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تسلسل سراسر ناممکن ہے۔
متسلسل شئے حاصل نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو اسی طرح سے ہوتی ہے کہ ایک ایسے محدث
یعنی پیدا کرنے والے پر نوبت پہنچے، جو سب سے اوّل اور قدیم ہو اور اسی سے ہماری غرض ہے
اور یہ وُہی ہے جس کو ہم عالم کا خالق، مُوجد، پیدا کرنے والا، بنانے والا اور حادث کرنے والا
کہتے ہیں ؎ جہاں را بلندی و پستی توئی ندانم چہ ہر چہ ہستی توئی
حقیقت یہ ہے کہ خدا کا اعتراف انسان کی اصل فطرت میں داخل ہے علم الانسان کے
ماہرین نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انسان جب بالکل فطری حالت میں تھا یعنی علوم و فنون
اور تہذیب و شائستگی کا بالکل وجود نہیں ہوا تھا۔ اس وقت اس نے سب سے پہلے اصنام کی پرستش
کی تھی یا خدا کی؟ مادہ پرستوں کے سوا دیگر تمام محققین نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ انسان نے پہلے خدا
کی پرستش اختیار کی تھی۔ مشہور محقق میکس مولر لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اس
وقت سر جھکایا تھا۔ جب وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکے تھے۔ جسمانی خدا یعنی بُت اس حالت
کے بعد اس طرح پیدا ہوئے کہ فطرتِ اصلی مثالی صورت کے پردے میں چھپ گئی یہی وجہ
ہے کہ جس زمانے سے دُنیا کی تاریخ معلوم ہے۔ دُنیا کے ہر حصے میں خدا کا اعتقاد موجود تھا۔
آشوری مصری کلدانی یہود اہلِ فنیشیا تمام کی تمام اقوام خدا کی قائل تھیں۔ پلوٹارک کہتا ہے
کہ تم دُنیا پر نظر ڈالو گے تو بہت سے ایسے مقامات ملیں گے، جہاں نہ قلعے ہیں نہ سیاست، نہ
علم نہ صناعت، نہ حرفہ، نہ دولت لیکن کوئی ایسا مقام نہیں ملتا، جہاں خدا اور اس پر اعتقاد
نہ ہو۔ قرآن مجید کی سُورۂ ابراہیم کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے "کیا خدا کی نسبت بھی شک
ہو سکتا ہے جو آسمان و زمین کا مُوجد ہے" چونکہ خارجی اسباب کی وجہ سے بعض اوقات یہ فطری
احساس اس قدر دب جاتا ہے کہ محض اشارہ اور تنبیہ کافی نہیں۔ اس لیے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔
بلکہ تجربی اور حسی مقدمات کے ذریعے سے بھی خداوند کریم نے قرآن پاک میں اکثر جگہ استدلال
کیا ہے مثلاً:
"کیا تم اُس پانی کو جو عورت کے رحم میں ڈالتے ہو، دیکھتے ہو؟ کیا اس سے بچوں کو تم
پیدا کرتے ہو یا اُن کو اور تمہارے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ اور ہم پر کوئی زیادتی نہیں لے گیا۔

(یعنی ہمارے حکم سے کوئی بھاگ نہیں سکتا) اور موت کو ہم نے اس لیے مقرر کیا ہے کہ تم میں سے تمہارے جیسے آدمیوں کو بدل دیں (یعنی تم کو مار ڈالیں اور دوسروں کو پیدا کریں) اور تم کو دوبارہ اس صورت میں پیدا کریں گے جس کو تم آج نہیں جانتے ہو۔ اور ضرور تم نے پہلے پیدا کرنے کو جان لیا ہے پس کس لیے ہماری قدرت کو یاد نہیں کرتے ہو۔ کیا جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، اس کو دیکھتے ہو؟ کیا اس بیج کو تم اُگاتے ہو، یا اس کے اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو جو کچھ تم نے بویا ہے ہم اس کو بے دانہ گھاس بنا دیں۔ پس تم اس سے اندوہناک رہو اور اپنی کوشش سے پشیمان۔ اور پھر کہو کہ تحقیق ہم تاوان زدہ ہیں، بلکہ ہم روزی سے بے نصیب ہیں۔ کیا تم اس پانی کو دیکھتے ہو، جس کو تم پیاس بجھانے کے لیے پیتے ہو۔ کیا اس کو سفید بادل سے تم نے نیچے اُتارا ہے، یا اس کے اُتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو شور اور کڑوا بنا دیں۔ پس اس نعمت پر خدا کا شکر کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم اس آگ کو دیکھتے ہو جس کو تم نکالتے ہو؟ کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ اس آگ کو ہم نے نصیحت بنایا ہے کہ اسے دیکھو تو دوزخ کی آگ کو یاد کرو۔ اور ہم نے اس آگ کو مسافروں اور مقیموں کے لیے متاع بنایا ہے۔" ۵؎

مردِ بینا کو فقط ارض و سما کافی ہے　　　یہی نظارہ پئے یادِ خدا کافی ہے

انسان کو آغازِ تمیز میں جن بدیہی اور حسی مقدمات کا علم ہوتا ہے، اُن میں ایک یہ ہے کہ جب کسی چیز کو مرتب، باقاعدہ اور منظم دیکھتا ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ کسی دانشمند نے ان چیزوں کو ترتیب دیا ہے۔ اگر کسی جگہ ہم چند چیزیں بے ترتیب رکھی دیکھیں تو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ سے آپ یہ چیزیں رکھی ہوئی ہوں گی۔ لیکن جب وہ اس ترتیب اور سلیقہ سے چنی گئی ہوں کہ ایک ہوشیار صناع بھی بمشکل اس طرح سے چن سکتا ہے تو یہ خیال کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ ترتیب خود بخود پیدا ہو گئی ہوگی۔ اس کو ایک اور مثال میں سمجھو: خواجہ حافظؒ یا نظامیؒ و سعدیؒ کا کوئی شعر لو۔ اس کے الفاظ اُلٹ پلٹ کر کے کسی معمولی آدمی کو دو اور اس سے کہو کہ ان الفاظ کو آگے پیچھے رکھ کر ترتیب دے۔ وہ سو سو طرح اُلٹ پلٹ کرے گا۔ لیکن اتفاقیہ طور سے بھی کبھی یہ نہ ہوگا کہ حافظؒ اور نظامیؒ و سعدیؒ کا شعر نکل آئے۔ حالانکہ وہی الفاظ ہیں، وہی حروف ہیں۔ صرف ذرا سی ترتیب کا پھیر ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ نظامِ عالم جو اس قدر باقاعدہ اور خاص سلیقہ کے ساتھ مرتب و موزوں ہے، وہ خود بخود قائم ہو گیا ہو؟ قرآن مجید میں خدا کے وجود پر اسی سے استدلال کیا ہے: "یہ خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر شے کو خوب پختہ طور سے بنایا۔ خدا کی کاریگری میں تم کو کہیں فرق نظر نہ آئے گا۔ پھر دوبارہ دیکھو کہیں دراڑ دکھائی دیتی

ہے کہ "خدا نے ہر شے کو پیدا کیا۔ پھر اس کا ایک اندازہ معین کیا۔ خدا کی بناوٹ میں کوئی ردّ و بدل ممکن نہیں۔" "خدا کے طریقے میں تم ردّ و بدل نہیں پا سکتے۔" اب یہ صاف ظاہر ہے کہ جو چیز کامل، مرتب اور مستمر الانتظام ہوگی وہ خود بخود پیدا نہیں ہو گئی ہوگی بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اس کو پیدا کیا ہوگا ؎

رخ کن عقل را ناحق ہمی باش ۔ کہ تاب خور ندارد چشم خفاش

آج جب کہ تحقیقات و تدقیقات کی انتہا ہو گئی ہے۔ جب کہ کائنات کے سینکڑوں اسرار فاش ہو گئے ہیں۔ جب کہ حقائق اشیاء نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکماء انتہائے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت میں یہی استدلال پیش کر سکے جو قرآن مجید نے تیرہ سو سال پہلے نہایت قریب الفہم اور صاف طریقہ میں ادا کیا تھا ؎

درکارخانۂ کہ رہ علم و عقل نیست ۔ وہم ضعیف رائے فضولی چرا کند

باوجود ان تمام کھلے نشانات کے جو شخص کائنات کے ظہور و تخلیق کو محض ایک اتفاق سمجھتا ہے۔ اور اپنے اس خیال پر فخر کرتا ہے کہ یہ کائنات خود بخود پیدا ہو گئی۔ اور کوئی اس کا پیدا کرنے اور بنانے والا نہیں ہے، اس کے فتورِ عقل کی دلیل ہے۔ جب ایک چھوٹا سا کمرہ بھی اس ساز و سامان کے ساتھ خود بخود مرتب نہیں ہو سکتا تو یہ اتنی بڑی کائنات کسی طاقت کے بغیر کس طرح پیدا ہو گئی؟ اور نہ صرف پیدا ہوئی بلکہ پیدا ہونے کے بعد ایک ایک چیز میں اس قدر سلیقہ، نظم اور ترتیب پائی جاتی ہے کہ اس کے حسن و خوبی کا تصور کر کے حیرت و شوق کے عالم میں انسان وجد کرتا رہے۔ صبح و شام کی گردش، موسموں کا الٹ پھیر، ہواؤں کی تردفیاں، بروج کی ضیا باریاں، چاند کی کشش سے سمندر کے پانی کا گھٹاؤ بڑھاؤ۔ اوقات مقررہ پر بارشوں کا ہونا یہ سب چیزیں صانع اور خلاق کے حسن صنعت اور خوبی تخلیق کی کھلی ہوئی نشانیاں اور شہادتیں ہیں کہر، اوس، برف، بھاپ، ہوا اور پانی کی ضرورتوں اور افادیتوں پر غور کرو گے تو تمہاری نگاہ بصیرت جتنی زیادہ گہرائیوں میں اترتی جائے گی، اتنا ہی خلاق کائنات کے وجود کا زیادہ وثوق و شدت کے ساتھ یقین ہوتا جائے گا۔ اشیاء کے خواص اور مزاج کا خوب تجزیہ کرو۔ یہاں تک کہ ایک مجرد حقیقت باقی رہ جائے گی۔ سائنس اسی مجرد حقیقت کو "نامعلوم قوت" کے نام سے تعبیر کرتی ہے ؎

نہ منزل اندیشہ افزوں ازیں ۔ کہ ہستی نہ بلکہ بیروں ازیں

؎ غلط بالکل یہ دعویٰ ہے خدا کو جان سکتے ہیں ۔ اگر یہ صاف ظاہر ہے خدا کو مان سکتے ہیں

تعجب کیا اسے محدود ہستی نے نہیں جانا ۔ تعجب ہے اگر محتاج ہستی نے نہیں مانا

سرسوں کے دانے کی بساط ہی کیا ہوتی ہے۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ وہ زمین کے سخت پردوں کو چیرتا ہوا، نرم و نازک سبز پتی کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔ شبنم کی بوندیں جن کو تم ذرا بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، اِس نوزائیدہ نونہال کی پیاس بجھاتی ہیں۔ اور سورج کی کرنیں جن کی روشنی کو تم روزانہ پاؤں سے کچلتے رہتے ہو، اُس کو اپنی تیز و گرم مگر مہربان گود میں لے کر پرورش کرتی ہیں۔ ہوا کے جھونکے اِس نازک ترین پودے کو جھولا جھلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بچہ جوان ہو جاتا ہے۔ تم نے دیکھا کہ ذرا سے پودے کی کس سلیقہ، ترتیب اور ضبط و نظم کے ساتھ پرورش ہوئی ہے؟ کتنے بہت سے اسباب جن کو کسی طرح بھی اتفاقی نہیں کہا جا سکتا، اس کی نشو و نما کے لیے جمع ہوئے؟ آخر اس ماحول کو پیدا کرکے اس کو سازگار اور اتنے بہت سے اسباب کو جمع کرنے والی کوئی قوت تو ہونی چاہیے۔ مذہب کی اصطلاح میں اِسی قوت کا نام "خدا" ہے ؎

باخدا اگر بت پرستی کعبہ ات سنگ آورد بے خدا اگر کعبہ سازی بت ز تو ننگ آورد

ذرا غور کرو تو تم دیکھو گے کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ نہایت ہی بہتر، منظم اور تربیت یافتہ نظام کے ماتحت پرورش پا رہا ہے۔ بلکہ اس میں جکڑا ہوا ہے۔ سورج کے طلوع و غروب کا ایک خاص وقت مقرر ہے۔ ہوائیں ایک خاص ترتیب کے ساتھ مخصوص موسموں میں پانی سے اپنی چھاگلیں بھر کر مینہ برساتی ہیں۔ پھولوں کے کھلنے اور سبزے کے اُگنے کے خاص اوقات مقرر ہیں۔ ہر خطہ اور ملک کے ماحول کی نسبت سے پودے، درخت، پھول، جانور، کھانے پینے کی اشیاء، دوائیں، معدنیات پیدا کی گئی ہیں۔ انتہائی سرد ملکوں میں ایسے جانور پیدا کیے گئے جن کی کھالیں، وہاں کے رہنے والوں کا لباس بن سکیں۔ ریگستانوں میں اونٹ کو پیدا کیا چونکہ وہاں گھاس اور پانی کی کمی ہوتی ہے۔ اس لیے اونٹ کے معدے کو اس ترتیب کے ساتھ بنایا کہ کئی کئی دن کا چارہ اور پانی ایک ہی وقت میں اپنے معدے کی تھیلیوں میں محفوظ رکھ سکے۔ غور کرو کہ کسی منتظم، مدبر، حکیم، علیم و بصیر اور قادر و برتر ہستی کے بغیر یہ حسن ترتیب ظہور میں آ سکتا ہے؟ ؎

مشکل حکایتے ست کہ ہر ذرہ عین اوست اما نمی تواں کہ اشارت باو کنند

آئزک نیوٹن کہتا ہے "کائنات کے اجزاء میں باوجود ہزاروں انقلاباتِ مکان و زمان کے جو ترتیب و تناسب ہے وہ ممکن نہیں کہ بغیر کسی ایک ذات کے پایا جا سکے، جو سب سے اول ہے اور صاحبِ علم و صاحبِ اختیار ہے۔" ؎

بجہاں در ہمیشہ پیدائی لیک در چشم من نمی آئی
آنکہ در ہیچ جا نداری جا بعجب ماندہ ام کہ ہر جائی

بہت سے لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے اپنے مذہب کی تشریح کر گئے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو تمام جھگڑے، تمام اختلافات، تمام پریشانی، تمام بے اطمینانی ان تشریحات کی بھول ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ سیدھے راستے کے لیے دایاں بایاں کیا؟ واحد ذات کے لیے اختلاف کیا؟ بے نشان کے لیے نشان کیا؟ بے مثال کے لیے مثال کیا؟ اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو تمام مذاہب کا نصب العین حق پرستی ہے۔ خدا پرستی کو کسی خاص فرقے یا قوم کے ساتھ خدا نے مخصوص نہیں کر دی۔ یہ بارگاہِ عالی غریب و امیر، معزز و حقیر سب کے واسطے یکساں کھلی ہے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو　　گیر و دار و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

اِس زمانے کا سب سے بڑا مادہ پرست حکیم ہربرٹ سپنسر کہتا ہے "ان تمام اسرار سے جن کی یہ کیفیت ہے کہ جس قدر ہم زیادہ غور کرتے ہیں اُسی قدر اور زیادہ غامض ہوتے جاتے ہیں۔ اس قدر قطعی ثابت ہوتا ہے کہ انسان اور تمام نظامِ عالم کے اُوپر ایک ازلی و ابدی قوت موجود ہے جس سے تمام اشیا صادر ہوتی ہیں"۔

فرانس کا مشہور فاضل کیمیل فلامریان کہتا ہے "تمام اساتذہ اس بات کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ وجود کیوں کر ہوا۔ اور یہ کیونکر برابر چلا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ان کو مجبوراً ایک ایسے خالق کا اقرار کرنا پڑتا ہے جس کا موثر ہونا ہمیشہ اور ہر وقت قائم ہے"۔ ؎ محفل میں شمع چاند فلک پر چمن میں پھول　تصویر ہو تیرے ہی نہ جاتاں کہاں نہیں

پروفیسر لینی لکھتا ہے "خدائے قادر و دانا اپنی عجیب و غریب کاریگریوں سے میرے سامنے اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور میں بالکل دیوانہ بن جاتا ہوں۔ ہر چیز میں گو وہ کتنی ہی چھوٹی ہو اس کی کس قدر عجیب حکمت اور کس قدر عجیب ایجاد پائی جاتی ہے"۔ ؎

ہر جا کہ بینم از تو سزاوار سجدہ　　بر کعبہ می تواں بہر سو نماز کرد

فونتل انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے "علومِ طبیعیات کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ ہماری عقل کی پیاس بجھائے بلکہ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی عقل کی نظر خالقِ کائنات کی طرف اٹھائیں اور اُس کے جلال و عظمت پر فریفتہ ہو جائیں"۔

راسن کہتا ہے "اے آسمانو! مجھ کو خبر دو۔ اے دریاؤ! مجھ کو بتاؤ۔ اے زمین! مجھ کو جواب دے۔ اے بے انتہا ستارو! تم بولو کون سا ہاتھ ہے! جس نے تم کو اُفق میں تھام رکھا ہے؟ اے شب چہار دہم! کس نے تیری روشنی کو خوبصورت بنا دیا ہے؟ کس قدر شان دار اور کس قدر عظمت مآب ہے، تو خود بتا رہی ہے کہ تیرا کوئی صانع ہے، جس نے تجھ کو بغیر کسی زحمت کے بنایا ہے، اس نے تیری چھت کو قبہ ہائے نور سے مرصع و منور کیا ہے۔ جس طرح کہ اُس نے اس قدر گرانبار سلسلۂ کوہسار بنا کر زمین پر نصب کر دیا ہے۔ اور پھر اس زمین کو باہمہ گرانباری سطحِ آب پر قائم رکھا ہے۔

اے مژدہ رسانِ سحر آفتاب نیرِ شنگرف اور ہمیشہ روشن رہنے والے ستارۂ درخشاں! سچ بتا۔ تو کس کی ادائے طاعت کے لیے پردۂ محیط سے باہر آتا ہے؟ اور نہایت فیاضی کے ساتھ اپنی روشن شعاعیں چہار اطرافِ عالم پر ڈالتا ہے۔ اے پُر رُعب مہیب سمندر! اے وہ کہ غضبناک ہو کر زمین کو نگل جانا چاہتا ہے۔ کس نے تجھ کو محبوس کر رکھا ہے؟ جس طرح شیر کٹہرے میں قید کر دیا جاتا ہے تو اس قید خانے سے بے فائدہ نکل جانے اور زمین کو نگل جانے کی کوشش کرتا ہے۔ تیری موجوں کا زور ایک حدِ معین سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔ اے بادلو! مجھے بتاؤ۔ تم کس طرح سمندر سے پانی حاصل کر کے اُسے اُٹھائے پھرتے ہو؟ اور جب تک خاص اوقاتِ معینہ پر برس کر عالم کو سیراب نہیں کرتے۔ اتنی مُدت کہاں چھُپے رہتے ہو؟ اور زمانۂ قحط میں تُم کو کونسی طاقت برسنے سے باز رکھتی ہے؟ اور تمہارے متعلق تمام قوانینِ قُدرت کو معطل کر دیتی ہے۔ اور مادہ پرستوں کے وہ تمام دلائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں جن کے ماتحت کہ وہ تمہارے برسنے کو منسوب کرتے ہیں۔ پُرانے خیالات یا نئی تحقیقات کے مطابق خواہ آسمان گردش میں ہے یا زمین لیکن اے قطب ستارے! تو مجھ کو بتا کہ کون سی طاقت تجھے ایک ہی مقام پر ثابت رکھتی ہے اور باقی تمام اجرامِ آسمانی کو گردش میں لے آتی ہے؟ اگر ایک سیارے کی رفتار میں ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصے جتنا بھی فرق آ جائے تو تمام دُنیا زیر و زبر ہو جائے۔ تم کو کون سی طاقت ایک رفتارِ معینہ پر اس قدر عرصۂ دراز سے چلا رہی ہے؟ وہ کونسا ہاتھ ہے جو بغیر ستونوں کے تم کو معلق تھامے ہُوئے ہے؟ ——— " الخ ؎

نظامِ عالم میں سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ بے شمار قوانینِ قدرت ہیں لیکن اگر ان میں سے ایک بھی باہمی توافق و توازن کے مرکز سے ذرا ہٹ جائے تو تمام نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی اور بالاتر قوت ہے جس نے ان تمام قوانین باہم توافق و توازن تناسب وغیرہ میں ربط و اتحاد قائم کیا ہے۔ "خدا" ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں اس کے متعلق فرماتا ہے "زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کا کہا مانتے ہیں بجبر یا بخوشی"۔ یورپ کے بڑے بڑے حکما اور فلاسفروں کو اسی بنا پر خدا کا اقرار کرنا پڑا ہے ؎

اِسلام کے دعوےٰ سے میں باز آتا ہُوں صاحب　　یہ کون بتائے تمھیں اللہ کہاں ہے؟

طیسن ایڈورڈ کہتا ہے "انسان اس وقت سخت حیرت زدہ ہو جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ ان کھُلے کھُلے مشاہدات کے ہوتے ہُوئے ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام عجائبات محض بخت و اتفاق کے نتائج ہیں۔ یا بالفاظِ دیگر یُوں کہنا چاہیے کہ مادہ کی خاصیت خاص کے نتائج ہیں۔ یہ فرضی احتمالات اور عقلی گمراہیاں جن کو لوگوں نے علم المحسوسات کا لقب دیا ہے

علمِ حقیقی نے ان کو بالکل باطل کر دیا ہے۔ فزیکل سائنس جاننے والا کبھی اس پر اعتقاد نہیں رکھ سکتا۔
مُلحدین کا یہ اعتراض کہ اگر خدا قادرِ مطلق ہوتا تو دنیا کو بتدریج کیوں پیدا کرتا اس قدر لغو ہے کہ ذرا سی توجہ کے بھی قابل نہیں۔ ایک قطرے کا رحم میں پڑنا، پرورش پانا، گوشت پوست چڑھنا، مختلف اعضاء کا پیدا ہونا، جان پڑنا، خون سے غذا پانا اور فورًا نکل کر منظرِ عام پر آنا زیادہ اعجوبہ زا اور کمالِ قدرت کی دلیل ہے، یا دفعتہً بنا بنایا ایک انسان مجسّم کا پیدا ہو جانا؟ ؎

کون و مکاں شاہدِ وجودِ تو اند　-　حجّتِ اثباتِ وجودِ تو اند

یہ اعتراض البتہ توجہ کے قابل ہے کہ دنیا میں نیکی کے ساتھ برائی کیوں ہے؟ بو علی سینا نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ "دنیا کی تین حالتیں فرض کی جا سکتی ہیں: (۱) محض بھلائی ہی بھلائی ہوتی (۲) محض برائی ہی برائی ہوتی (۳) زیادہ بھلائی ہوتی اور کسی قدر برائی۔ اب فرض کرو کہ قدرت کے سامنے یہ تینوں صورتیں پیش ہیں تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ پہلی صورت کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ اختیار کرنے کے قابل ہے یعنی بھلائی ہی بھلائی ہوتی۔ دوسری صورت بھی قابلِ بحث نہیں۔ کیونکہ ہر شخص کے نزدیک وہ ناقابلِ اختیار ہے۔ اور قدرت نے بھی ایسا ہی کیا۔ یعنی ایسی دنیا پیدا نہیں کی۔ جس میں برائیاں ہی برائیاں ہوں۔ صرف تیسری صورت بحث کے قابل ہے یعنی قدرت کو ایسا عالم پیدا کرنا چاہیے جس میں بھلائیاں زیادہ اور برائیاں کم ہوں۔ اگر ایسا عالم پیدا کیا جاتا تو بے شبہ یہ فائدہ ہوتا کہ چند برائیاں عالمِ وجود میں نہ آتیں لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سی بھلائیوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ چند برائیوں کے لیے دنیا ہزاروں بھلائیوں سے محروم رہ جاتی" +

ابنِ رشد نے اس اعتراض کا اور جواب دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں جو برائی پائی جاتی ہے وہ بالذات نہیں بلکہ کسی بھلائی کی تابع اور لازم ہے۔ غصہ بری چیز ہے۔ لیکن اس حاسہ کا نتیجہ ہے جس کی بدولت انسان حفاظتِ خود اختیاری کرتا ہے۔ یہ حاسہ نہ ہو تو انسان ایک قاتل کے مقابلے میں اپنی جان بچانے کی بھی کوشش نہ کرے۔ زنا، فسق و فجور بری چیزیں ہیں۔ لیکن یہ اسی قوت سے متعلق ہیں جس پر نسلِ انسانی کی بقا منحصر ہے۔ آگ گھروں کو جلا دیتی ہے۔ شہر کے شہر اس سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر آگ نہ ہو تو انسان کی زندگی بسر کرنا محال ہو جائے۔
اب صرف یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو چیز پیدا کی جاتی اس میں اچھائی ہی اچھائی ہوتی اور برائی مطلق نہ ہوتی۔ ابنِ رشد کہتا ہے کہ ہاں یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کوئی آگ ایسی پیدا نہیں کی جا سکتی کہ اس سے کھانا پکانا چاہیں تو پک جائے۔ لیکن اگر مسجد کو جلانا چاہیں تو نہ جلائے۔
باقی یہ اعتراض کہ دنیا میں اکثر اچھے آدمی تکلیف اٹھاتے ہیں اور برے آدمی عیش و عشرت سے

بسر کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی زندگی اس حیاتِ فانی تک ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ اس لیے یہ کیونکر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم جن کو عیش و عشرت میں بسر کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ یہ اُن کی پوری زندگی کی تصویر ہے۔ ہمارے سامنے اس سلسلے کا بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ اس کی بنا پر ہم پورے سلسلے کی نسبت کیونکر رائے دے سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمیں ایسے لوگوں کے اندرونی حالات سے کیا واقفیت ہے کہ وہ بحیثیتِ مجموعی کس قسم کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ اور طبقۂ اُمراء کس قسم کی کش مکش اور بے اطمینانی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ یا وہ کس کس قسم کے امراضِ جسمانی میں آئے دن مبتلا رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ایک تندرست مزدور اُن کے مقابلے میں رُوکھی سُوکھی روٹی کھا کر نعمتِ صحت سے فیضیاب رہتا، اور اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہے ؎

گدا اگر میسر شود نانِ شام　　　　چناں خوش بخسپد چو سلطانِ شام

برخلاف اس کے ؎　　ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ　　　　ہمچناں در بندِ اقلیمِ دگر

کسی فلاسفر کا کیا ہی سچا مقولہ ہے کہ دُنیا میں اگر تمام رنج و خوشی کو یکجا کر کے پھر اُن کو دُنیا کے تمام انسانوں میں بحصۂ رسدی مُساوی تقسیم کر دیا جاتا۔ تو ہر ایک شخص اپنی حالتِ سابقہ کو بہتر جانتا اور غنیمت سمجھتا۔ کیا طبقۂ اُمراء حوادثِ زمانہ اور مرض و مرگ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ قانونِ قدرت امیر و غریب سب پر یکساں حاوی ہے۔ اور اکثر حالات میں اُمراء اس میں زیادہ مُبتلا پائے جاتے ہیں ؎

اُمیدِ راحت اس دُنیا میں تصویرِ خیالی ہے　　　　کہاں ہے جامِ عیش ایسا کہ جو تلخی سے خالی ہے

واضح رہے کہ جزا و سزا افعالِ انسانی کے لازمی نتائج ہیں جو کسی طرح ان سے جُدا نہیں ہو سکتے جس طرح مرنا زہر کھانے کا اور سیراب ہونا پانی پینے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ بہت سے لوگ جو اچھے یا بُرے کام کرتے ہیں اُن کے نتائج اُن کو پیش نہیں آتے۔ نظامِ عالم میں ہم کو جو بُرائیاں، ابتریاں اور نقائص نظر آتے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ واقعی نقائص ہیں یا اس وجہ سے نظر آتے ہیں کہ نظامِ عالم کا پورا سلسلہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ ایسی حالت میں صرف اتنی بات پر خُدا کے کمال اور عزت و جلال کا کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے؟ ؎

خُدا کے باب میں یہ غور کیا ہے　　　　خدا کیا ہے خدا کیا ہے اور کیا ہے

بڑھلتے کیوں ہو تم لفظوں کو آگے　　　　بساطِ ذہن پر یہ جور کیا ہے

غرضیکہ ذاتِ باری کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب اور تمام انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس

بنا بریں اسلام نے اِس مسئلہ پر چنداں زور نہیں دیا۔ اسلام کے مختصات میں جو چیز ہے وہ توحید ہے۔ کیونکہ دوسرے مذاہب میں یا تو سرے سے توحید تھی ہی نہیں، یا تھی تو کامل نہ تھی۔ اسی بنا پر کلامِ مجید میں بار بار کہا گیا ہے کہ "کفار کو بھی خدا سے انکار نہیں۔ کفار کو جو وحشت ہے، وہ توحید سے ہے"۔ کلامِ پاک میں ہے کہ "جب اکیلا خدا پکارا جاتا ہے، تم منکر ہو جاتے ہو۔ اور اگر کوئی شریک کر لیا جائے تو تم مان لیتے ہو۔ اور جب خدا کا تنہا ذکر کیا جاتا ہے تو منکرینِ قیامت کا دل بدک جاتا ہے۔" ؎

رگرا زہرۂ آنکہ از نہیم تو ۔۔۔ کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

حقیقت یہ ہے کہ جن اسباب سے ہم کو خدا کے وجود کا یقین ہوتا ہے بعینہٖ وہی اسباب اِس بات کے بھی شاہد ہیں کہ خدا ایک ہی ہے۔ نظامِ عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بظاہر وہ کثیر الاجزاء یا کثیر الافراد ہے لیکن سب مل کر ایک ہے یعنی اِس کُل کا ایک ایک پُرزہ دوسرے سے اس قدر وابستہ ہے کہ وہی ایک شخص اُس کو چلا سکتا ہے جو تمام پرزوں کا مُوجد اور اُن کے باہمی تناسب کا محافظ و نگران ہو۔ اسی دلیل کو قرآن مجید میں اس طرح ادا کیا ہے۔ "اگر آسمان اور زمین میں کئی خدا ہوتے تو نظامِ عالم بگڑ جاتا"۔

خدا کے اقرار و اعتراف کا دل پر جو اخلاقی اثر پڑتا ہے، وہ توحیدِ کامل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا اطاعت و انقیاد، خشوع و استقلال اور توکل و اخلاص کی حالت صرف اسی وقت دل پر طاری ہو سکتی ہے، جب یہ خیال ہو کہ ہماری تمام حاجتوں، تمام ضرورتوں، تمام اُمیدوں، تمام اغراض اور تمام خواہشوں کا ایک ہی مرکز ہے۔ انسان میں استقلال، آزادی، دلیری اور بے نیازی کے اوصاف بھی توحیدِ کامل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتے۔ یک در گیر و محکم گیر، یہی وہ دروازہ ہے جس سے انسان کو اطمینانِ قلب اور اصلی سہارا حاصل ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایک کے سوا اور بھی حاجت روا مانتا ہے، اُس کا سر ہر آستانے پر جھک جانے کے لیے تیار رہتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ کسی طرح سے بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ؎

یہ کُتا در در پھرے در در دُر دُر ہوئے ۔۔۔ ایک ہی در کا ہو رہے دُر دُر کبھی نہ ہوئے

خدا پرستی انسان کی اصلی فطرت میں داخل ہے۔ عالم و جاہل، رذیل و شریف، نیکوکار و بدکار، شاہ و گدا، افریقہ کا وحشی اور یورپ کا اعلیٰ تعلیم یافتہ سب اِس میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ اسی کا نام مذہب ہے۔ اور یہی بات خداوند کریم قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ "اپنا مُنہ سب طرف سے موڑ کر دین کی طرف کر۔ یہ وہ خدا کی فطرت ہے جس پر خدا نے انسان کو مخلوق کیا ہے۔ خدا کی خلقت میں تغیر نہیں ہوتا یہی ٹھیک دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں"۔ نیز آسمان و

زمین میں کس قدر بے شمار نشانیاں ہیں۔ لیکن یہ لوگ ان پر گزر جاتے ہیں۔ اور اُن کی طرف رُخ نہیں کرتے۔ اُن کے دل تو ہیں لیکن اس سے سمجھ کا کام نہیں لیتے ÷ ؎

میرا تو ہر سخن اسی مطلب کے ساتھ ہے
گم ہیں خدا کے ساتھ مگر خدا سب کے ساتھ ہے

؎ خدا کہاں ہے جواب اس کا ہر مقام میں ہے
نہ سمجھے کوئی تو کہہ دو کہ اپنے نام میں ہے

بغیر موت و مصیبت کے چل نہیں سکتا
عجیب راز یہ دنیا کے انتظام میں ہے

جرمن حکیم کیبلر لکھتا ہے کہ "مذہب ابدی چیز ہے کیوں کہ مذہب جس حاسّہ کا نتیجہ ہے، وہ کسی زمانے میں معدوم نہیں ہو سکتا۔" فرانس کا مشہور و فاضل معلّم رینان جو مذہب کا پابند نہ تھا، اپنی کتاب "تاریخِ مذاہب" میں لکھتا ہے کہ "یہ ممکن ہے کہ کُل وہ اشیاء جن کو ہم محبوب رکھتے ہیں، اور کُل وہ چیزیں جو لذائذِ زندگی میں منسوب ہیں مٹ جائیں لیکن یہ ناممکن ہے، کہ مذہب دُنیا سے معدوم ہو جائے یا اس کی قوت میں زوال آ جائے۔ وہ ہمیشہ اس بات کا لاانتہا ثبوت، دے گا کہ مادّی مذہب بالکل غلط ہے۔ جو یہ چاہتا ہے کہ انسان کی دماغی قوت اِس پست خاکی زندگی تک ہی محدود رہ جائے" ÷

پروفیسر ہیسٹر فلسفۂ دینیہ میں لکھتا ہے کہ "مَیں کیوں پابندِ مذہب ہوں؟ اس لیے کہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ پابندِ مذہب ہونا میری ذاتیات اور فطرت میں ہے لوگ کہیں گے کہ یہ وراثت یا تربیت یا مزاج کا اثر ہے۔ مَیں نے خود اپنی رائے پر یہی اعتراض کیا ہے لیکن مَیں نے دیکھا کہ سوال پھر پیدا ہوتا ہے اور وہ حل نہیں ہوتا۔ مذہب کی ضرورت جس قدر مجھ کو اپنی ذاتی زندگی کے لیے ہے، اس سے زیادہ عام سوسائٹی کو ہے۔ میرے خیال میں تو اگر خدا نہ بھی ہوتا تو بھی ہمیں اسے ایجاد کر لینا چاہیے تھا۔ تاکہ زندگی میں ہمارے لیے ہماری ہر قسم کی بہتری، استقلال، بلند ہمتی، نیک چلنی اور سہارے کا موجب ہوتا۔ مذہب کے شاخ و برگ ہزاروں مرتبہ کاٹ ڈالے گئے ہیں۔ لیکن جڑ ہمیشہ قائم رہی ہے اور اُس نے نئے برگ و بار پیدا کر لیے ہیں۔ اس بنا پر مذہب ابدی چیز ہے جو کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔ مذہب کا چشمہ روز بروز وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ اور فلسفیانہ فکر اور زندگی کے دردناک تجربے اس کو اور گہرا کرتے جاتے ہیں۔ انسانیت کی زندگی مذہب ہی سے قائم ہوئی ہے اور اسی سے قوت پائے گی۔"

؎ قرار بہمہ ہست بر نیستی
توئی آنکہ بر یک قرار ایستی

دُنیا کے اخلاقی نظم و نسق کو اسی حاسّۂ مذہبی ہی نے تھام رکھا ہے۔ ورنہ اگر تعلیم و تمدن پر مدار ہوتا تو یورپ کا اخلاقی پلہ اسی قدر تمام دُنیا سے بھاری ہو گیا ہوتا، جس قدر تعلیم و تمدن میں اس کا پایہ بلند ہے ÷

دُنیا میں افرادِ انسانی کے خاص خاص مختصات یعنی زبان، قوم، مُلک، صُورت اور رنگ کو حذف کرتے جاؤ تو جو چیزیں قدرِ مشترک رہ جائیں گی، اُن میں ایک مذہب ہوگا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب فطری چیز ہے۔ جن چیزوں کو ہم انسان کی فطرت خیال کرتے ہیں۔ مثلاً اولاد کی محبت، انتقام کی خواہش اور کمال کی قدردانی وغیرہ وغیرہ۔ ان کے فطری ہونے کی یہی وجہ قرار دیتے ہیں کہ تمام دُنیا کے آدمیوں میں مشترک پائی جاتی ہیں۔ اس بناء پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں ہر قوم، ہر نسل اور ہر طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب رکھتا ہے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ مذہب فطری چیز ہے۔ اور انسان جب انتہائی رنج و غم یا شدتِ مرض میں گرفتار ہوتا ہے تو بے اختیار وہ اُس غائبانہ طاقت یعنی خُدا کی طرف رجوع ہوتا اور اس سے اپیل کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مذہب کے جو مقدم اصول ہیں، وہ تمام مذاہب میں یکساں پائے جاتے ہیں یعنی خدا کا وجود، اس کی پرستش کا خیال، حیات بعد الموت، اعمال کی جزا و سزا، رحمدلی، ہمدردی، عفت کا اچھا سمجھنا، جھوٹ، دغا، زنا، چوری کو بُرا جاننا تمام مذاہب کا اصل اصول ہے +

؎ نیست غیر از یک صنم در پردۂ دیر و حرم　　کے بود نقشِ دو رنگ از اختلافِ سنگ ہا

فِطرت نے افرادِ انسانی میں بے انتہا فرقِ مراتب رکھا ہے۔ دولت و مال، جاہ و حشم، فضل و کمال اور ذہن و ذکا کے عطا کرنے میں ایک طرف تو یہ فیاضی ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ سکندر، تیمور، ارسطو اور افلاطون، ہومر و فردوسی، اسی فیاضی کے نمونے ہیں۔ دوسری طرف یہ بخل ہے کہ انسان اور بندر میں اتنا کم فرق رہ جاتا ہے کہ ڈارون کو نظر تک نہیں آتا۔ بایں ہمہ جو باتیں شرطِ زندگی اور مدارِ حیات ہیں، وہ تمام افرادِ انسانی کو یکساں عطا کی ہیں۔ افریقہ کا جاہل سے جاہل حبشی بھی اسی طرح کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، سوتا جاگتا اور بولتا چالتا ہے، جس طرح یونان کا بڑے سے بڑا حکیم اور دُنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ ان ضروریات کو انجام دیتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مذہب کا اس قدر حصّہ جو تمام قوموں میں مشترک ہے، لازمۂ انسانی تھا۔ اور اس وجہ سے قُدرت نے تمام قوموں کو یکساں عطا کیا۔ ارسطو اور بنتھم بہت سے دلائل کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے کہ سچائی، دیانت داری، عفت اور حلم اچھی چیزیں ہیں لیکن افریقہ کا ایک وحشی بغیر تعلیم اور بغیر کسی دلیل کے خود بخود ان چیزوں کو اچھا جانتا اور اچھا سمجھتا ہے۔

حاصِل کلام یہ کہ انسان مُلحدانہ زیست بسر کر سکتا ہے مگر وہ دل میں مُلحد نہیں ہو سکتا۔ کہتے ہیں کہ ملحد رات کو خُدا پر آدھا یقین کرتا ہے اور جہاز میں خطرے کے وقت پُورا۔ حکماء کہتے ہیں کہ دُنیا میں کسی ایسے مُلحد کا وجود نہیں ہے جس کو یہ کامل یقین ہو کہ خدا نہیں ہے ؎

؎ ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا　　آتش پہ مغوں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے　　انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا

؎ اِدھر تسبیح کی گردش میں پایا شیخ صاحب کو　　برہمن کو اُدھر اُلجھا ہوا زنار میں دیکھا

؎ جو مضطرب ہے اس کو اُدھر التفات ہے　　آخر خدا کے نام میں کوئی تو بات ہے

اس سے زیادہ اور کیا کم عقلی ہو گی کہ آدمی یہ یقین کرے کہ ہمارے چار عناصر ناپائدار اور پانچواں عنصر پائدار جن سے اجرامِ فلکی پیدا ہوئے ہیں، خود بخود اس خوش اسلوبی سے ترتیب اور صحیح اندازہ کے ساتھ ترکیب پا گئے ہیں۔ اور اس کو کسی منتظم اور مدبر و مرتب کی ضرورت نہیں ؎

ہے جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھیے　　تصویر کس کی ہے ورقِ آفتاب میں

؎ اہلِ جہاں کے کفر و توہم کا کیا علاج　　آئینہ کہہ رہا ہے کہ آئینہ ساز تھا

اِنسان کتے کی پرورش کرتا ہے تو وہ انسان کو اپنا خدا جان کر کس قدر جاں نثاری اور وفاداری اس کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ کام اس سے ہرگز نہ ہوتے اگر انسان، جو اس سے غیر جنس ہے اُسکی اعانت وحمایت نہ کرتا۔ بعینہٖ انسان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے بشرطیکہ چشم بینا و دلِ دانا ہو ؎

دو کار است بافرو فرخندگی　　خداوندی از تو زما بندگی

اِنسان میں ایک جزوِ حیوانی ہے، جو اس کو حیوانوں سے ملاتا ہے اور ایک جزوِ رُوحانی جو اسے رحمٰن سے ملاتا ہے۔ پس جب دوسرے رشتے کا تعلق قطع کیا گیا، تو انسان صرف حیوان رہ جاتا ہے اور رحمٰن سے محروم ÷

مُلحد شیاطین سے بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کا یقین رکھتے اور اُس سے ڈرتے ہیں ؎

ہر گوشۂ گُفتم شنا خود نمت　　بہر جا کہ باشم خدا دانست

مُلحد جنگل میں جب کسی وحشی آدمی کا نقشِ قدم دیکھتا ہے تو آدمی ہونے کا اس کو یقین ہوتا ہے گو پہلے سے وہاں اس کی صورت نہ دیکھی ہو۔ تو کیا وہ اس خالقِ اکبر کا یقین نہ کرے گا، جس کے دستِ قدرت کے نشان سارے عالم پر منقش ہیں۔ تفکروا فی صفاتہٖ ولا تفکروا فی ذاتہٖ ؎

کون سا تن ہے کہ شبِ روح جس میں نہیں　　کون گل ہے جو ترا مسکن برنگِ بو نہیں

اگر خدا کے ہونے اور نہ ہونے کے دلائل بالکل ہموزن بھی ہوں تو بھی خدا کے نہ ماننے میں جو بھاری جوکھوں اور خوف ہیں، وہ خدا کے ماننے کی صورت میں بالکل نہیں۔ اگر بخیالِ ملحد خدا نہ ہوا تو ماننے والا اور نہ ماننے والا ہر دو برابر ہیں۔ ماننے اور نہ ماننے والے کا کچھ نقصان نہ ہوا لیکن اگر خُدا ہے اور ضرور ہے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ملحد کی جان پر کیا بنے گی؟ ؎

بحق تسلیم شو تا وا رہی از این و آں بیدل ۔۔۔ چو قطرہ محو دریا گشت دریا واند و کاوش

اگر خدا ہے اور ہم اس کے یقین کرنے سے سرکشی کریں تو کیا وہ معدوم ہو جائے گا؟ ہمارے آنکھ جھپکانے سے کیا آفتاب تاریک ہو جائے گا؟ ۵ے

دل گواہ است کہ در پردہ دلآرائے ہست ۔۔۔ ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست

ایک امیر خدا کی ہستی سے اس شدت کے ساتھ منکر و مخالف ہو گیا تھا کہ اُس نے اپنے دیوان خانے میں ایک بڑے تختے پر یہ فقرہ موٹے حروف میں لکھوا رکھا تھا "GOD IS NO-WHERE" یعنی "خدا کہیں نہیں ہے"۔ ایک مرتبہ وہ سخت بیمار ہوا۔ ایک دوست اُس کی عیادت کو آیا۔ جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ دوست مصروفِ عیادت ہو گیا۔ اور بچہ کمرے کی تصویروں سے دل بہلاتا رہا۔ ناگاہ لڑکے کی نگاہ اُسی تختہ پر پڑی جس کو اُس نے اپنے معصومانہ انداز اور بلند آواز کے ساتھ اس طرح پڑھا "GOD IS NOW-HERE" یعنی "خدا اب یہاں ہے" امیر ملحد نے جس وقت یہ الفاظ اصل عبارت سے خفیف و نامعلوم تغیر کے ساتھ سنے تو ان کے حقیقی مفہوم سے متاثر ہو کر اپنی بدعقیدگی سے فوراً تائب ہو گیا۔ اور خدا نے بھی اسے صحت عاجل عطا فرمائی۔ ۵ے

دُنیا میں بے خبر ہے جو پروردگار سے ۔۔۔ زندہ ہے شاید اپنے ہی وہ اختیار سے

ایک ملحد مادہ پرست خلیفہ ہارون رشید کے پاس آیا اور کہا "اے امیرالمومنین! تیرے عہد کے علماء مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اس دُنیا کا کوئی خالق ضرور ہے۔ ان میں سے جو عالم و فاضل ہو، اُسے یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے تاکہ میں تیرے سامنے اس کے ساتھ بحث کروں، اور ثابت کر دوں کہ "دُنیا کا کوئی بنانے والا نہیں"۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ تمام علماء سے افضل تھے، ہارون رشید نے آپ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا "اے تمام مسلمانوں کے امام! آپ کو اطلاع ہو کہ ہمارے ہاں ایک مادہ پرست آیا ہے۔ اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ صانع کوئی نہیں۔ اور وہ آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے"۔ امام صاحب نے فرمایا "میں ظہر کے بعد جاؤں گا"۔ خلیفہ کا پیغامبر آیا اور جو کچھ امام صاحب نے فرمایا، اس کی اطلاع دے دی۔ خلیفہ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ امام ابوحنیفہؒ اٹھے اور خلیفہ کے پاس آئے۔ ہارون نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو ساتھ لایا اور بلند مقام پر جگہ دی۔ امراء اور وزراء دربار جمع ہو گئے۔ ملحد نے کہا "اے ابوحنیفہ! آپ نے آنے میں دیر کیوں لگا دی؟" امام صاحب نے جواب دیا "مجھے ایک عجیب بات پیش آئی، اس لیے دیر ہو گئی۔ وہ یہ کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اُس پار ہے۔ میں اپنے گھر سے نکلا اور دجلے کے کنارے آیا تاکہ اسے عبور کروں۔

میں نے دجلے کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی، جس کے تختے بکھر چکے تھے جونہی میری نگاہ اس پر پڑی، تختوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ پھر انھوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہو گئے۔ ایک حصہ دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ اور بغیر کسی بڑھئی کے سالم کشتی تیار ہو گئی۔ میں اس کشتی پر بیٹھا۔ پانی کو عبور کیا اور یہاں آ گیا۔" ملحد نے کہا "اے لوگو! یہ تمہارا پیشوا امام اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہ رہا ہے، اسے سنو! کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹی بات کبھی سنی ہے۔ شکستہ کشتی بڑھئی کے بغیر کس طرح بن گئی؟ اور بغیر ملاح کے کس طرح چل پڑی؟ یہ تو خالص جھوٹ ہے جو تمہارے فاضل ترین عالم سے ظاہر ہوا ہے"! امام صاحب نے فرمایا "اے کافرِ مطلق! اگر کسی کاریگر کے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں ہو سکتی تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس قدر عظیم نظامِ دنیا بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے۔ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہو گیا ہے؟" ؎

برائے دیدنِ روئے او چشمے دگیرے باید　　　　ہر آں چشمے کہ تو داری جمالش را نمی شاید

حضرت علیؓ نے ایک ملحد کے جواب میں وجودِ باری کے متعلق بہت سے دلائل پیش کیے۔ آخر میں یہ زبردست ثبوت بھی دیا "عرفت ربی بفسخ العزائم" پہچانا میں نے خدا کو اپنے ارادوں میں ناکامی سے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کوئی بالاتر غائبانہ طاقت ایسی ہے، جو تمام انسانی کوششوں کو ناکام بنا کر رکھ دیتی ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی قابلِ یقین اور زبردست اسباب کے ماتحت کیوں نہ ہوں۔ ؎

ہمہ ہر چہ کردم تو برہم زدی　　　　چہ قوت کند با خدائی خودی

ڈاکٹر جانسن اور آلیور گولڈسمتھ انگریزوں میں نہایت مشہور ادیب اور ہمعصر گزرے ہیں۔ ان کے زمانے میں یورپ میں ملحدانہ خیالات کا بہت زور ہو گیا۔ ان ہر دو صاحبان نے تردیدِ الحاد کے متعلق ایک سوسائٹی قائم کی۔ ایک روز یہ دونوں ادیب سوسائٹی کے دفتر میں بیٹھے اسی مضمون کے متعلق ایک بلند پایہ اور معرکۃ الآرا کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں ایک ملحد آ گیا اور تردیدِ الحاد پر تصنیفِ کتاب کا ذکر سن کر ان کی حماقت پر بہت ہنسا اور ان کا تمسخر اڑایا۔ ڈاکٹر جانسن نے جو ایک غیر معمولی طویل القامت اور گرانڈیل جوان تھا، اس ملحد کو بوٹ کی ایک ایسی شدید ٹھوکر لگائی کہ اس کی زبان سے شدتِ درد سے یہ الفاظ بے اختیار نکل گئے "O MY GOD" (ہائے میرے اللہ) ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ ہے وہ خدا جس کا تم انکار کرتے ہو" ؎

وجود اس کا ثابت ہوا چاہتا ہے　　　　مرا نقشِ ہستی مٹا چاہتا ہے

ایک دفعہ ایک دہریہ نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے باری تعالیٰ کے سلسلے

میں مناظرہ ہوا۔ دونوں طرف سے سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری تھا۔ بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ مگر وہ دہریہ قائل نہ ہوا۔ بالآخر اس امر پر فیصلہ ہوا کہ دونوں اپنا ہاتھ آگ میں ڈالیں جس کا ہاتھ جل جائے اُس کو راہِ باطل پر سمجھا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ قدرتِ خداوندی سے دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہ جلا۔ لوگوں نے کہا۔ اس فیصلے کے مطابق دونوں حق پر ہیں۔ اس بات پر آپ بہت دلگیر ہوئے۔ گھر میں آئے اور سربسجود ہو کر جنابِ الٰہی میں عرض کیا۔ خداوندا ستر سال کی عبادت و ریاضت کے بعد اس دہریہ کے برابر بھی نہ ہوسکا؟ غیب سے ندا آئی۔ "تجھے حقیقت کا پتہ نہیں۔ یہ محض تیرے ہاتھ کی برکت تھی کہ اُس کا ہاتھ نہ جلا۔ اگر وہ تنہا ہاتھ ڈالتا تو ضرور جل جاتا" ٭

جب کہا جاتا ہے کہ حضرت تشریف لائیے گا تو کہتے ہیں اِنشاءَ اللہ۔ دکھ درد میں بے اختیار پکارتے ہیں ہائے اللہ۔ ہر ایک کام شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں بسم اللہ۔ اگر تعریف کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے سُبحانَ اللہ۔ پانی پلاتے یا کھانا کھلاتے پر فرمایا جزاکَ اللہ۔ بوقت ملاقات کہا السَّلامُ علیکم ورحمۃُ اللہ۔ سو کر اُٹھے تو کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ جب چھینک آئی تو کہ دیا اَلحمدُ للہ۔ جواب میں کہا یَرحَمُکَ اللہ یَھدِیکُمُ اللہ۔ اظہارِ نفرت پر کہا لاحولَ ولاقوۃَ اِلَّا باللہ۔ اگر پوچھا آپ کیا کام کرتے ہیں تو کہا توکّلتُ علی اللہ۔ گناہ سے معافی چاہیں تو کہا اَستغفرُ اللہ۔ قسم کھانے پر کہیں واللہ باللہ۔ بوقتِ نکاح کہیں آمنتُ باللہ۔ کسی سے محبت ہو تو لِحُبِّ اللہ۔ بوقتِ رخصت کہیں فِی اَمانِ اللہ۔ کسی سے مانگیں تو کہیں واسطے اللہ۔ خیرات پر کہیں فی سبیلِ اللہ۔ کسی بزرگ کو کہیں اہلِ اللہ یا ولی اللہ۔ سخی کو کہیں محبتِ اللہ۔ دعائے خیر پر آمین اللہ۔ بزرگوں کا نام آئے تو کہیں رضی اللہ یا رحمۃُ اللہ۔ اپنا نام لکھیں تو عفی اللہ۔ کسی بات سے پناہ مانگیں تو کہیں نعوذ باللہ۔ کسی خوشی کو دیکھ کر کہیں فتبارکَ اللہ۔ کسی کی خوبی دیکھ کر کہیں ماشاءَ اللہ۔ جھوٹوں کو کہیں لعنۃُ اللہ۔ بادشاہ کو کہیں ظلِّ اللہ۔ غرضیکہ ہر طرف اللہ ہی اللہ۔ راقم فنافی اللہ رحمت اللہ ٭

کلامِ اکبر

تو ہین سمجھے دیر میں پاتے ہیں کچھ عروج ۔۔۔ افسوس ہے کہ دل متحمل نہ ہوسکا
جو اپنی زندگانی کو فقط اک امتحاں سمجھا ٭ اسی نے راحت و تکلیف کا لازم نہاں سمجھا

اقوال حضرت فضیلؒ

ابتدائے جوانی میں آپ کی یہ حالت تھی کہ بیابان میں خیمہ زن تھے اور ٹاٹ کا لباس زیب تن رکھتے۔ آپ کے بہت دوست تھے لیکن سب چور اور ڈاکو۔ جو مال وہ لاتے آپ اُسے تقسیم کیا کرتے۔ کیونکہ آپ اُن کے سردار تھے۔ اور حسب ضرورت کچھ آپ رکھ لیتے۔ کبھی بلا جماعت نماز نہ پڑھتے۔ اور اپنے گروہ میں جو شخص نماز با جماعت ادا نہ کرتا اُسے نکال دیتے۔ ایک دن ایک زبردست قافلہ آرہا تھا کہ اہلِ قافلہ نے ڈاکوؤں کی آواز کو سنا۔ اُن لوگوں میں ایک شخص کے پاس بہت نقدی تھی۔ اُس نے سوچا کہ اس بیابان میں اُسے کسی جگہ پوشیدہ کر دوں۔ تاکہ اگر قافلہ لوٹا جائے تو نقدی محفوظ رہے۔ وہ اس غرض کے لیے بیابان میں گیا۔ اُس نے وہاں ایک خیمہ دیکھا اور اُس میں ایک مرد ٹاٹ پوش کو باتسبیح و سجادہ دیکھا۔ اُس نے کہا اچھا ہوا کہ ایک نیک آدمی مل گیا۔ اب روپیہ اس کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ آپ کے قریب گیا اور تمام حال بیان کیا۔ آپ نے اُسے اشارہ کیا کہ خیمہ میں رکھ دے۔ اُس نے وہ روپیہ وہاں رکھا اور خود قافلہ میں آگیا۔ ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا تھا۔ اس آدمی نے جو کچھ بچا کھچا تھا اٹھا لیا اور اُس خیمہ کی جانب رُخ کیا تاکہ اپنی امانت واپس لے جب خیمہ کے قریب پہنچا تو اُس نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ وہ مال تقسیم کر رہے تھے۔ اُس نے خیال کیا۔ آہ افسوس! میں نے اپنے ہاتھ سے روپیہ ڈاکو کو دے دیا۔ آپ نے جب اُسے دور سے دیکھا تو آواز دی۔ وہ ڈرتے ڈرتے آپ کے قریب آیا۔ آپ نے کہا۔ جہاں اپنی امانت رکھی تھی وہاں سے اٹھا لے۔ اُس نے وہاں سے تھیلی اٹھا لی اور رُخ قافلے کی طرف کیا۔ آپ کے دوستوں نے کہا۔ ہم نے اس قافلہ میں کچھ نقدی نہیں پائی۔ آپ نے کیوں اُسے روپیہ واپس دے دیا؟ آپ نے فرمایا۔ اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا تھا۔ اور میں بھی خدائے تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں۔ میں نے اس کے گمان کو سچا کر دکھایا ہے تاکہ اللہ میرے گمان کو سچ کر دکھائے۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا قافلہ لوٹا اور مال لے گئے جب کھانے پر بیٹھے تو قافلے کے ایک آدمی نے ڈاکوؤں سے پوچھا کیا تمہارا سردار نہیں ہے؟ انھوں نے کہا۔ ہے لیکن نماز پڑھ رہا ہے۔ اُس نے کہا نماز کا وقت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا نمازِ نفل پڑھ رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ پھر تمہارے ساتھ کھانے میں کیوں شامل نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ روزہ رکھتا ہے۔ اُس نے کہا ماہِ رمضان تو نہیں ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔ نفلی روزے رکھتا ہے۔ اس آدمی کو تعجب ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

روزہ، نماز، چوری، ان کا آپس میں کیا تعلق؟ آپ نے فرمایا۔ کیا قرآن شریف جانتا ہے؟ اس نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ فرمایا۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ (ترجمہ) "میں اور دوسروں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور نیک اعمال کو ملا دیا" وہ آدمی آپ کی حالت پر حیران رہ گیا۔
آپ بڑے باہمت و بامروت تھے۔ قافلہ میں عورت ہوتی اُسے کچھ نہ کہتے۔ جس کے پاس مال کم ہوتا اُسے نہ لوٹتے۔ اور ہر ایک کو کسی قدر مال واپس دے کر چھوڑ دیتے۔ آپ کی تمام توجہ بھلائی کی طرف ہوتی۔ ایک رات ایک قافلہ جا رہا تھا۔ اُس میں ایک آدمی یہ آیت پڑھتا تھا ترجمہ "کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تمھارا سویا ہوا دل بیدار ہو جائے" اس آیت نے آپ کے دل پر زبردست اثر کیا۔ گویا ایک تیر تھا جو آپ کی جان پر لگا۔ آپ نے ایک درد بھری فریاد کی اور سچی توبہ کر لی۔ جس کا اندازہ آپ کے اقوال سے ظاہر ہو سکتا ہے:
حق تعالےٰ سے دوستی کی غایت یہ ہے کہ جب منع و عطا اس کے سامنے برابر ہوں ✤
جو حق تعالےٰ سے ڈرتا ہے تمام چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔ اور جو اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتا۔ کوئی شے اس سے نہیں ڈرتی ✤ دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم اور علم کی اصل صبر ہے ✤
ہر شے کی زکوٰۃ ہے۔ اور عقل کی زکوٰۃ طوالتِ غم ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ہمیشہ مغموم رہا کرتے تھے ✤
ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے پوچھا کیا تیرا والد فوت ہو گیا ہے اُس نے کہا۔ ہاں۔" آپ نے فرمایا جو شخص والد کی وفات کے بعد بھی وعظ کا محتاج ہو اُس کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی ✤
عیسٰی بن یونسؒ مکہ میں آئے لوگوں نے انھیں مسجد حرام میں گھیر لیا۔ اور مشتاقوں کا ازدحام ہو گیا آپ ان کے پاس سے گزرے اور قریب آ کر فرمایا۔ "اے بھائی! اپنے دل کو دیکھ شاید اس ازدحام کی وجہ سے اس میں کچھ تغیر آ گیا ہو۔ انھوں نے ایک ساعت تک اپنے نفس میں غور کیا پھر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر کبھی ایسا موقع پیدا نہ ہونے دیا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہو سکیں ✤
تم اپنے عالموں کی تعریف کس طرح کرتے ہو۔ حالانکہ اُن کی گردنیں موٹی، اُن کے جسم فربہ، اُن کے لباس باریک اور ان کی خوراک میدہ و مرغن اشیاء ہیں ✤
جب شیطان انسان سے چار باتوں میں سے ایک حاصل کر لیتا ہے تو کہتا ہے مجھے اور کی ضرورت نہیں۔ اوّل اس کا تکبر کرنا۔ دوم اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنا۔ سوم اپنے گناہوں کو بھول جانا، چہارم پیٹ بھر کر کھانا کہ یہ سب کی جڑ ہے کیونکہ باقی تینوں باتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں ✤
اگر انسان چالیس سال کی عمر تک پہنچ کر بھی گناہ نہ چھوڑے اور اپنی سرکشی سے تائب نہ ہو تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے۔ "نجات نہ پانے والے چہرے پر میں فدا ہوں ✤
تمام بدخو کی صحبت سے فاسق خوش خو کی صحبت بدرجہا بہتر ہے ✤

منافق کی علامت غیر موجود صفت کی تعریف پر خوش ہونا اور موجودہ عیوب کی مذمت پر خفا ہونا ہے۔
آپ ایک دفعہ بازار میں اپنے عیال کے لیے روٹی لینے گئے۔ دیکھا کہ نانبائی روٹی بیچنے کے وقت کلمہ اور درود وغیرہ پڑھ کر گرم بازاری کرتا ہے۔ آپ نے اُس سے نہ خرید کیا اور آپ مع بال بچوں کے سب بھوکے سوئے۔ اور دوسرے روز ایک خاموشی سے روٹی فروخت کرنے والے سے روٹی لائے۔

مومن درخت خرما لگاتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں اُس کا پھل کانٹے نہ ہوں۔ منافق کانٹے بوتا ہے اور خواہش کرتا ہے کہ ان میں چھوہارے لگیں۔

جس کا غصہ زیادہ ہے اس کے دوست کم ہیں۔ جس نے بدمعاش پر انعام کیا اُس نے بدمعاشی کی امداد کی۔ جس نے کسی سے سوال کیا اُس نے ذلت اُٹھائی۔ جس نے بے عمل سے علم سیکھا اُس نے اس کی جہالت کو ترقی دی۔ جس نے بے وقوف کو علم پڑھایا، اُس نے بے فائدہ عمر ضائع کی۔ جس نے ناشکر گزار پر احسان کیا، اُس نے اپنی نیکی ضائع کی۔

جو اچھے کو اچھا نہ جانے وہ بُرے کو بھی بُرا نہیں سمجھتا۔

احسان یہ ہے کہ تو دوست کا احسان مند ہو۔ اگر اُس نے تجھ سے کچھ لیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ لیتا تو تجھے ثواب نہ ہوتا۔ نیز اُس نے تجھ سے سوال کیا اور تجھ ہی سے اُس کو اُمید تھی۔

زبانی استغفار کرنا بغیر اس کے کہ گناہوں سے طبیعت اُکھڑ جائے جھوٹوں کی توبہ ہے۔

انجام کی خرابی ابتداء کی بُرائی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا ابتدا کو اچھا بنا۔

مجھے رونا آتا ہے، جب میں دُنیا کو عالم کے ساتھ کھیلتی دیکھتا ہوں۔

سچی دوستی کی یہ علامت ہے کہ دوست کی عزت اُس کی مفلسی کی حالت میں اس کی تونگری سے بڑھ کر کرے۔ کیونکہ افلاس تونگری سے اشرف ہے۔ لہٰذا مفلس بھی بلحاظ اپنے مرتبے کے زیادہ اکرام کا مستحق ہے نہ کہ مفلسی کی وجہ سے اُس کو ذلیل سمجھا جائے۔

بعض لوگوں کی قدر میرے دل میں ہوتی ہے۔ مگر جب میں اُنھیں کھانے میں اسراف کرتے دیکھتا ہوں تو وہ اپنے قلتِ تقویٰ کے باعث میری نظر میں حقیر ہو جاتے ہیں۔

فرماتے جو کسی ریاکار کو دیکھنا چاہے، وہ مجھے دیکھ لے۔ پھر داڑھی ہاتھ سے پکڑتے اور روتے اور کہتے۔ اے فضیل! جوانی میں تو فاسق تھا اور پیری میں تو ریاکار ہو گیا ہے۔ واللہ فسق ریا کاری سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس کی خرابی ظاہر ہے۔ اور اُس کی خرابی پوشیدہ ہے۔

کسی شخص نے آپ کو روتے دیکھا۔ پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا اُن غریب مسلمانوں کے رنج میں روتا ہوں جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور فردائے قیامت اُن کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا اور وہ سزا پائیں گے۔

ہارون رشید سے فرمایا۔ اگر نجات چاہتا ہے تو رعایا کے ضعیف العمر مسلمانوں کو اپنا باپ جان، نوجوانوں کو

اپنا بھائی، چھوٹوں کو اپنا فرزند اور عورتوں کو ماں بہن سمجھ، اور ان سے اس طرح معاملہ کر، جیسے اپنے ماں باپ اور بھائی بہن سے معاملہ کرتا ہے +

جس حالت میں کہ دُنیا مٹی کی ہے اور فانی ہے اور آخرت سونے کی ہے اور باقی ہے تو محبت آخرت کے ساتھ ہونی چاہیے نہ کہ دُنیا کے ساتھ +

انسان کو دُنیا کی کوئی شے نہیں دی گئی۔ جب تک کہ آخرت کے تحفے اس کے لیے کم نہیں کر لیے گئے

تین چیزوں کی تلاش نہ کرو۔ کیونکہ نہ پاؤ گے ایسا عالم کہ جس کا علم میزانِ عمل میں پورا ہو نہ پاؤ گے۔ اور بلا علم کے رہو گے ایسا عامل جس کا اخلاص عمل کے موافق ہو نہ پاؤ گے اور بلا عمل رہو گے تیسرے ایسا بھائی مت ڈھونڈو جو بے عیب ہو کیونکہ یہ بھی نہ پاسکو گے اور بغیر بھائی کے رہو گے +

اگر کوئی تجھ سے پوچھے کہ تو حق تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے تو چپ رہ۔ کیونکہ تو اگر تو کہے گا کہ نہیں تو کافر ہوگا۔ اگر تو کہے کہ ہاں دوست رکھتا ہوں تو تیرے افعال دوستوں جیسے نہ ہونگے اور یہ تجھوٹ ہوگا۔

بعض لوگ حلبۂ طہارت میں سے پاک ہو کر باہر آتے ہیں بعض لوگ خانہ کعبہ میں سے باہر آتے ہیں تو پلید ہو کر آتے ہیں +

عقلمندوں کے ساتھ جنگ کرنا بے وقوفوں کے ساتھ حلوا کھانے سے زیادہ آسان ہے +

جو شخص چارپایہ کو لعنت کرتا ہے تو چارپایہ کہتا ہے کہ میری اور تیری طرف سے آمین ہو۔ اور جو مجھ اور تجھ میں سے خدا کا زیادہ گنہگار ہے اُس پر لعنت ہو +

اگر مجھے خبر دیں کہ تیری ایک دُعا قبول ہوگی۔ جو کچھ تو چاہتا ہے طلب کر تو میں وہ دُعا بادشاہ کے حق میں صرف کروں گا۔ کیونکہ اگر میں وہ دعا اپنی اصلاح کے لیے کروں گا تو وہ محض میری ہی اصلاح ہوگی۔ اور بادشاہ کی اصلاح تمام خلقِ خُدا کی اصلاح ہوگی +

جس شخص کو تنہائی سے وحشت اور مخلوق سے موانست ہے وہ سلامتی سے بعید ہے +

جب رات ہوتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کہ خلوت نصیب ہوگی جب صبح ہوتی ہے۔ تو غمگین ہوتا ہوں کہ اب لوگ آئیں گے اور مخلِ عبادت ہو کر مبتلائے تشویش کریں گے +

میں اُس شخص کا نہایت احسان مند ہوں کہ میرے پاس سے گذرے اور مجھے سلام نہ کرے جب بیمار ہوں تو میری عیادت کو نہ آئے +

ایک آدمی آپ کی زیارت کو آیا۔ آپ نے پوچھا کس غرض سے آیا ہے؟ اُس نے کہا۔ اس لیے کہ آپ سے آسائش حاصل کروں اور موانست کروں۔ آپ نے فرمایا۔ خُدا کی قسم! یہ بات بجائے آسائش و موانست کے تکلیف دہ وحشت سے نہایت قریب ہے۔ تم اس لیے آئے ہو کہ مجھے جھوٹ سے فریب دو اور میں جھوٹ سے تمہیں فریب دوں +

خلیفہ ہارون رشید سے فرمایا کہ تیری تمام سلطنت میں اگر کسی رات ایک بے نوا بڑھیا کسی گھر میں بھوکی سوتی ہوگی تو بروز قیامت وہ تیرا دامن پکڑے گی اور تجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس کمزوری اور اپنی لاچاری پر نظر رکھ +

جب حق تعالیٰ بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو اُس کو بہت سی تکالیف دیتا ہے۔ اور جب اپنا دُشمن بناتا ہے تو دُنیا اس پر فراخ کر دیتا ہے +

اقوال حضرت بایزید بسطامیؒ

ذکرِ خدا کثرتِ عدد سے نہیں ہے بلکہ حضوری بے غفلت کا نام ہے +

اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دُنیا اور آخرت ہر دو کو دوست نہ رکھے +

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول وہ شخص ہے کہ جو بارِ خلق کھینچے اور خوب خوش رکھے +

کسی نے دریافت کیا کہ کس طرح حق کو پہنچنا چاہیے۔ فرمایا کہ اندھا، بہرا اور گونگا بن کر +

کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کی کیوں اس قدر تعریف کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں خدا تعالیٰ ہوں) ہرگز نہ کہتا +

اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنیٰ بات جو عارف کو ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ مُلک و مال سے پرہیز کرے +

کسی نے کہا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی چیز خبیث سمجھے +

خوش خلقی اور خاموشی ہلکی ہیں پیٹھ پر اور بھاری ہیں میزان پر +

بُرے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ صریح دُشمنی کے مترادف ہیں +

ایک مُرید نے کہا۔ میں تیئیس سال سے آپ کے پاس رہتا ہوں۔ آپ ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اُس کا نام دل میں آگیا ہے مجھے یاد نہیں رہتا +

ایک مرتبہ آپ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ بعد نماز امام نے پوچھا کہ آپ کا کھانا پینا کہاں سے چلتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ذرا صبر کرو پہلے میں نماز کا اعادہ کروں تب تمہاری بات کا جواب دوں۔ کیونکہ جو شخص روزی دینے والے کو نہ جانے اُس کے پیچھے نماز روا نہیں +

جو کوئی فی الفور کسی نور یا علم کا پھل نہ دے اُس کو نیکی نہ گن۔ اور جس گناہ کے بعد فوراً اللہ کا خوف اور توبہ میسر آجائے اُس کو گناہ نہ گن +

نزع کے وقت آپ نے یہ کلمات ارشاد کیے: "مَیں نے تجھے یاد نہیں کیا۔ مگر غفلت سے اور مَیں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سُستی سے"۔
اپنے آپ کو اُتنا ہی ظاہر کر جتنا کہ تُو ہے یا ویسا ہو جا جیسا اپنے آپ کو ظاہر کرے۔
اگر کل میدانِ قیامت میں یہ کہیں کہ "تو نے کیوں نہ کیا" تو میں اس سے پسند کرتا ہوں کہ یہ کہیں کہ "تو نے کیوں کیا"۔
جو شخص کثرتِ خواہشات سے اپنے دل کو مُردہ بنائے اُس کو لعنت کے کفن میں لپیٹو اور ندامت کی زمین میں دفن کرو۔ اور جو نفس کو خواہشات سے باز رکھتا ہے، اُس کو رحمت کے کفن میں لپیٹو اور سلامتی کی زمین میں دفن کرو۔
لوگوں نے آپ کو بتایا کہ فلاں مقام پر ایک نہایت بزرگ شیخ ہے۔ آپ اُس کے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ اُس کے قریب پہنچے تو اس مرد نے تھوک قبلہ کی طرف پھینکی یہ دیکھ کر آپ اسی وقت واپس ہو گئے اور فرمایا۔ اگر اسے کچھ بھی طریقت میں دخل ہوتا، تو شریعت کے خلاف عمل نہ کرتا۔
جس کو خدا مقبول کرتا ہے اُس پر ظالم کو مسلط کرتا ہے، جو اُس کو رنج دیتا ہے۔
معرفت یہ ہے کہ تو مخلوق کی حرکات و سکنات کو بواسطۂ خالق جانے۔
تواضع یہ ہے کہ درویشوں سے تواضع کرے اور امیروں سے تکبّر۔
توکّل یہ ہے کہ تو زندگانی کو ایک دن کے لیے جانے اور کل کی فکر نہ کرے۔
وہ زمانہ غربتِ اسلام کا ہے، جس میں علماء مفتونِ دُنیا ہوں۔
ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میری عیال زیادہ ہے اور معاش کم ہے۔ فرمایا۔ اپنے گھر میں جا جس کو تُو دیکھے کہ اُس کا رزق مجھ پر ہے، اُس کو نکال دے۔ اور جس کو تُو دیکھے کہ اُس کا رزق اللہ پر ہے، اُس کو گھر میں رہنے دے۔
جیسا تم خدا کو کل کے لیے چاہتے ہو، تُم آج اُس کے لیے ویسے بن جاؤ۔
نیک بخت وہ ہے کہ نیکی کرے اور ڈرے اور بدبخت وہ ہے کہ بدی کرے اور مقبولیت کی اُمید رکھے۔
جو گِن کر کام کرتا ہے اُس کا اجر بھی گِن کر ملتا ہے (مراد تسبیح)۔
بہشت کو بغیر عمل کے طلب کرنا بجائے خود ایک گناہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اقوالِ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جمعیتِ خاطر سے حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے حوالے کر۔

اُس دشمن کا دفعیہ سخت مشکل ہے جو اطاعت کی راہ سے آئے ÷

دُنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں کہ دُنیا کی عارضی مسرت کو دیکھتے ہیں اور دائمی مضرت اُن سے پوشیدہ ہے ÷

گوشہ نشینی بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کا نام ہے ÷

دُنیا کی مصیبتیں بظاہر زخم ہیں مگر درحقیقت ترقیوں کا موجب ہیں ÷

حادثاتِ دُنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے ÷

گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے ÷

خُدا کے دشمنوں سے اُلفت کرنا خُدا کے ساتھ دشمنی ہے ÷

عجب یہ ہے کہ اپنے اعمالِ صالحہ اپنی نظر میں پسندیدہ دکھائی دیں ÷

دِل آنکھ کے تابع ہے۔ آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کے بگڑ جانے کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے ÷

عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بھی داخلِ بدکاری ہے۔ اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے ÷

عُلمائے بے عمل، پارس پتھر کی مثل ہیں جو اوروں کو تو سونا بناتا ہے مگر خود پتھر کا پتھر رہتا ہے ÷

کُفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دلآزاری ہے خواہ مومن کا ہو یا کافر کا ÷

ناقص پیشوا آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے ÷

اسلام غریبوں ہی میں ظاہر ہوا اور عنقریب غریبوں ہی میں رہ جائے گا ÷

دولتمند ہر پیغمبر کو جھٹلاتے رہے اور مسکین غریب ہی ان کی تصدیق کرتے رہے ہیں ÷

دولتمندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خلل انداز نہیں ہے ÷

نفسِ امّارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہنا ہے ÷

اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت مت کر کہ ضروری کام میں فتور آئے ÷

خلق کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اختلاط مت رکھ۔ کیونکہ زیادہ اختلاط زیادہ مضرتوں کا سبب ہوتا ہے ÷

جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہوگا مسلمانی کو نہ پہنچے گا۔ دیوانہ ہونا اس مقصود میں ہے کہ اسلام کے بقا کی خاطر اپنے نفع وضرر سے درگزر کیا جائے +

جس شخص میں محبت غالب ہوگی، اس میں دردِ سخن زیادہ تر ہوگا +

ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت +

گوشہ نشینی اختیار کرنے میں چاہیے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور خود خدمتِ خلق سے محروم نہ رہے +

کمزور پر حملہ کرنا بزدلی ہے اور ہم پلہ پر بدخلقی اور زبردست پر شوخ چشمی ہے +

جس کے پاس بیوی، گھر، نوکر اور سواری ہو، وہ بادشاہ ہے +

اہل اللہ کو تجارت اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی +

خدا کو جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے، اور رسولؐ کو رسولؐ سمجھنا یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے +

نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے +

سماع و رقص کو پسند کرنا در کنار ہم ذکرِ جہر کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے +

شعر خوانی اور قصہ گوئی بدبختوں کے نصیب کر اور اپنے لیے خاموشی سرمایہ بنا +

کسی فقیہ نے کسی زمانے میں سماع و رقص کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ جو اس کو جائز بتلائے ہرگز اس کا اعتبار نہ کرو +

مؤذن منادِ رحمٰن ہے اور گویا منادِ شیطان +

سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے اور گانا بجانا زنا کا منتر ہے +

ذکرِ جہر سے اس قدر پرہیز چاہیے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھی دل میں پڑھے +

صغیرہ کا اصرار کبیرہ تک اور کبیرہ کا اصرار کفر تک پہنچاتا ہے +

خدا کے کرم پر مغرور ہونا اور عفو کی امید پر گناہ کرنا شیطان کا کھلا فریب ہے +

دولتمندوں کی صحبت زہرِ قاتل اور ان کے چرب لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں +

شیر دنیاوی موت کا موجب ہے اور صحبتِ امراء آخرت کی موت کا +

دنیا میں آرام کا خواہاں بے وقوف اور عقل سے دور ہے +

متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے +

آخرت کا کام آج کر۔ دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے +

جس نے دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے سبب سے کی، اس نے دو حصہ دین برباد کر دیا +

ہر عمل جو موافقِ شریعت ہے، ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہو +

اُس اجتماع سے الگ رہ جو تفرقہ کا باعث ہو ٭

درویشی میں طولِ امل کفر ہے ٭ ظاہر دراصل باطن کا نمونہ ہے ٭

خلافِ شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں ٭

ترکِ دنیا سے مراد اُس میں رغبت کا ترک کرنا ہے کہ نہ کسی کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم ٭

جو صورت گناہ پر مجبور کرے شرعاً مردود ہے ٭ عورت اور بے ریش لڑکا ایک حکم رکھتے ہیں ٭

بلا استطاعت سفرِ حج تضیع اوقات ہے ٭

علماء کی سیاہی کا پلہ شہیدوں کے خون سے زیادہ بھاری ہے ٭

دوسری نظر تیرے لیے وبال ہے۔ نظرِ اوّل وہ ہے جو بلا قصد ہو۔ اور نظرِ دوسری وہ ہے جو قصداً ڈالی جائے ٭

ناراض ہونے کے خیال سے حق بات دوست کو نہ بتلانا حقِ دوستی نہیں ٭

احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے ٭

دوپہر کا سونا جو بہ نیتِ سنت ہو اُن کروڑ شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباعِ سنت کی نیت سے نہ ہوں ٭

کسی کامل سے عجز و نقص و احتیاج زائل نہیں ہوتی ٭

دنیا کی محبت آخرت کی رغبت سے دور ہوتی ہے اور آخرت کی رغبت اعمالِ صالحہ کے بجا لانے پر وابستہ ہے ٭

عارف و بیشوا بھی عمل بجا لانے میں طالبوں کے ساتھ برابر ہے ٭

زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اسی پر مرتب ہے ٭

معرفتِ الٰہی اُس پر حرام ہے جس کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانے جتنی بھی ہو ٭

نرم خو اور متواضع کے لیے جہنم حرام ہے ٭ جس کو نرمی عطا ہوئی دنیا و آخرت عطا ہوئی ٭

حق تعالےٰ کو حق تعالےٰ ہی سے پا سکتے ہیں نہ کہ تفکر و تخیل سے ٭

دنیا ایک نجاست ہے جو سونے میں چھپائی گئی ہو ٭

تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔ سب سے زیادہ عذاب عالم بے عمل پر ہوگا ٭

ہر ایک تعلق خدا کی طرف سے رُوگردانی کا باعث ہے ٭

نفس کی کمال مخالفت اتباعِ شریعت میں ہے ٭

شرِ نفس شیطان کے شر سے زیادہ ہے ٭ اظہارِ عجز عبادت ہے ٭

زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے ٭

ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں ہیں ٭

فضیلتِ خلفائے راشدینؓ ترتیبِ خلافت کے مطابق ہے ٭

ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالےٰ ہمارے قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب و معیت ہماری سمجھ سے باہر ہے +

اگر گناہ اس قسم کے ہیں جو بندوں پر مظالم اور اُن کے حقوق کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں تو ان سے توبہ کا طریق یہ ہے کہ ان بندوں کے حقوق اور مظالم مناسب طریقے پر ادا کیے جائیں۔ اور اُن سے معافی مانگ کر اُن پر احسان کریں +

دُنیا کاشتکاری اور تخم ریزی کا مقام ہے نہ کہ کھانے اور سو رہنے کا +

اہلِ خانہ تمہاری رعیت ہیں اور تم اس کی نسبت سوال کیے جاؤ گے +

علمائے بد وہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں +

پیر وہ ہے جو مُرید کے مال میں اپنی خواہش نہ پائے کیونکہ یہ مُرید کی ہدایت کے مانع ہے +

سہو و نسیان نوعِ انسان کا لازمہ اور خطا و غلطی اس جہان کا خاصہ ہے +

ہر دل ایک تمنا رکھتا ہے اور اس فقیر کی تمنا یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ اور اُس کے نبیؐ کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے اور اُن کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ فقیر کا یقین ہے کہ اس سے زیادہ کوئی عمل خُدا کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب نہیں ہے +

ماکولات میں حدِ اعتدال کو نگاہ رکھنا منزلِ مقصود پر پہنچنے کیلیے کافی ہے۔ اس ریاضت سے ہوتے زیادہ فکر کی حیثیت بہتر ہوجاتی ہے +

اعمالِ صالحہ ایمان کو زیادہ نہیں کرتے بلکہ روشن کر دیتے ہیں۔ اور اعمالِ مذمومہ ایمان کو کم نہیں کرتے بلکہ مکدر کر دیتے ہیں +

اہلِ کرم وہ ہے جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے +

نیک بات دوستوں کو پہنچا دے اور مخالفوں سے بحث مت کر +

اہلِ خسران کی پریشان باتوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہو بلکہ سُن ہی مت +

مومن دریافت کرنیوالا ہے اور منافق فوراً گرفت کرنے والا +

بھائی کا حق اِس جگہ معاف کرالے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی +

شریعت دُنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے +

اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ پیروی نبیؐ اختیار کرلو +

انبیاء کے قول کے مقابلے میں حکماء کا قول رد ہے +

اہلِ اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو۔ اُن کے وجود ہی کو کرامت جانو +

عمل کی سستی پر مغفرت کی اُمید ہے لیکن بد اعتقادی پر نہیں +

جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو، اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے +

کوئی جاہل ولی نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا +
علمِ الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو اور بدبخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں +
ایک مرتبہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ جہانگیر بادشاہ کے ہمراہ تھے اور لشکرِ سلطانی دریائے گنگا پر خیمہ زن ہوا۔ حضرت نے جمیع تابعین سے منع کر دیا کہ اس دریا کا پانی کوئی نہ پیئے کہ ہندوؤں کا معبد ہے۔ وہاں سے دور ایک کنواں تھا وہاں سے پانی منگوایا۔ ایک دفعہ آپ کا قیام ایسے مقام پر ہوا جہاں کنوئیں کا پانی کھارا تھا۔ کسی شخص نے دریائے جمنا کا پانی جو وہاں سے تین چار کوس پر تھا، آپ کے استعمال کے واسطے منگوایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ جمنا کا پانی پینے میں اس کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ اس سے فقط استنجا کریں +
ایک حافظِ قرآن فرش پر بیٹھا ہوا قرآن مجید پڑھتا تھا۔ حضرت نے خیال کیا تو اپنے نیچے فرش زیادہ پایا جیسا کہ صدر نشین کے نیچے ہوتا ہے۔ فی الفور وہ زیادہ فرش اپنے نیچے سے نکال دیا اور اس حافظِ قرآن کے ہم فرش ہو گئے۔ ایک دن آپ رفعِ حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں بیٹھے تو دیکھا کہ ناخن پر سیاہی کا نقطہ لگا ہے۔ دل میں خیال گزرا کہ یہ نقطہ اسبابِ کتابتِ حروفِ قرآنی سے ہے۔ مع اس کے اس جگہ بیٹھنا خلافِ ادب ہے۔ یہ سوچ کر فی الفور باہر نکل آئے اور ہاتھ دھو کر پھر استنجے کو تشریف لے گئے +
جو شخص کافروں کو عزیز رکھتا ہے، اس نے اہلِ اسلام کو ذلیل کیا۔ کفار کو عزیز رکھنا صرف یہی نہیں کہ ان کی تعظیم کرنا، صدر نشین بنانا، بلکہ اپنی مجالس میں جگہ دینا اور ان سے مصاحبت و ہم زبانی بھی داخلِ اعزاز ہے، انہیں دور ہی رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی دنیوی غرض ان کے ساتھ مربوط ہو جو ان کے بغیر حاصل نہ ہو سکے تو شیوۂ بے اعتباری کی رعایت رکھتے ہوئے بقدرِ ضرورت ان سے مشغول ہو۔ لیکن کمالِ اسلام یہ ہے کہ اس دنیوی غرض کو چھوڑ دیا جائے، جو کفار کے ساتھ وابستہ ہو۔ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی خدا اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کی طرف کھینچتی ہے۔ کفار کا کام اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑانا ہے۔ اور وہ اس بات کے منتظر ہوتے ہیں کہ قابو پانے پر مسلمان کو قتل کر ڈالیں یا کافر بنا لیں۔ پس اہلِ اسلام کو بھی شرم چاہیے۔ کیونکہ حضرت نبی کریمؐ کو جو خُلقِ عظیم سے موصوف ہیں، کفار سے جہاد اور ان پر غلظت کا حکم فرمایا گیا ہے +
حضور سرورِ دو عالم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اے علیؓ! تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت ہے جس کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا۔ اور عیسائیوں نے یہاں تک دوست رکھا کہ ان کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں

تھے یعنی خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے مطابق ہے کہ دونوں حق وسط سے برطرف جا پڑے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہلِ سنت و جماعت کو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے محبتوں میں سے نہیں جانتا اور ان کی محبت کو رافضیوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ حضرت امیر المومنینؓ کی محبت رفض نہیں ہے بلکہ خلفائے ثلاثہؓ سے تبرّیٰ اور بیزاری رفض ہے۔ اور اصحاب کرامؓ سے بیزار ہونا مذموم اور ملامت کے لائق ہے۔ اور لعنت ہے ایسے فرقہ پر جس میں گالی دینا لازمۂ عبادت ہو۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "اگر آلِ محمدؐ کی محبت رفض ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں"۔ اہلِ بیت کی محبت اہلِ سنت و جماعت کا سرمایہ دین ہے۔ مخالف لوگ اس معنی سے غافل اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں +

شیخینؓ یعنی اصحاب ثلاثہؓ کی فضیلت اور حسنینؓ کی محبت اہلِ سنت والجماعت کی علامتوں میں سے ہے یعنی شیخین کی فضیلت جب حسنینؓ کی محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو یہ امر اہلِ سنت و جماعت کے خاصوں میں سے ہے۔ شیخینؓ کی فضیلت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو اکابر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے، جب انکار کی مجال نہ دیکھی تو بے اختیار شیخینؓ کی فضیلت کا قائل ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ جب حضرت علیؓ شیخینؓ کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں اور عوام الناس میں بھی اس کے برخلاف کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہوا جو کہ بصورت اختلاف ہو جانا لازمی تھا، تو میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ارشاد و عمل کے بموجب شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ حضرت علیؓ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر اُن کی مخالفت کروں"۔ پس حضرت امیر المومنینؓ کی محبت اہلِ سنت و جماعت کی شرط ہے۔ اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہلِ سنت سے خارج ہے۔ اس کا نام خارجی ہے۔ اور جس نے حضرت امیر المومنینؓ کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا اور جس قدر کہ مناسب ہے اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کو سب و طعن کرتا ہے اور صحابہؓ و تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے پس حضرت امیر المومنینؓ کی محبت میں افراط و تفریط کے درمیان جن کو روافض و خوارج نے اختیار کیا ہے اہلِ سنت و جماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے۔ اور افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں +

ولادت مبارک ۱۴ شوال ۹۷۱ھ وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ بعمر ۶۳ سال رحمۃ اللہ علیہ +

اقوال حضرت ابوالحسن خرقانی رح

صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے یعنی وہ بات کہے جو دل میں ہو +

مخلوق کی اذیت پر صبر کرنا منجملہ علامات ولایت ہے +

فقیر کا نفس کسی خواہش کے لئے جس پر اسے قدرت نہیں ہے غنی کی ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے +

برائی سے یاد نہ کرو مُردوں کو کہ وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ چکے ہیں +

جو کچھ اللہ تعالےٰ کے واسطے تو کرے وہ اخلاص ہے اور جو خلق کے واسطے کرے وہ ریا ہے۔ ایسے آدمی کے پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ تعالےٰ کہو اور وہ کچھ اور کہے +

اندوہ پیدا کر کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے۔ کہ اللہ تعالےٰ چشمِ گریاں رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے +

علامت اُس مصیبت کی جو بوجہ عقوبت ہوتی ہے، عدم صبر ہے اور علامت اُس بلا کی جو واسطے بلندیِ درجات کے ہوتی ہے، رضا و موافقت اور طمانیتِ نفس ہے +

رسُولِ اللہ صلعم کا وارث وہ شخص ہے کہ رسولِ کریمؐ کے فعل کی اقتدا کرے، نہ وہ کہ کاغذ سیاہ کرے +

سکونِ نفس قبولِ مدح پر اشد تر ہے ذلِ معصیت سے +

حضرت شبلیؒ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں۔ فرمایا۔ یہ بھی ایک خواہش ہے +

بشریت انکار کرتی ہے رجوع الی اللہ ہونے سے مگر مصیبت کے وقت +

فرمایا چالیس سال سے میں نے روٹی وغیرہ کچھ نہیں پکائی۔ البتہ مہمانوں کے واسطے، اور میں اُس میں طفیلی رہا ہوں +

فرمایا سب سے زیادہ روشن وہ دل ہے کہ اُس میں خلق نہ ہو سب سے زیادہ سیاہ وہ دل ہے جس میں خلق نہ ہو۔ اور سب سے بہتر وہ کام ہے کہ اُس میں اندیشہ مخلوق کا نہ ہو۔ اور سب سے حلال وہ لقمہ ہے کہ جو اپنی کوشش سے ہو +

فرمایا نماز روزہ اچھی چیز ہے لیکن غرور و حسد دل سے دُور کرنا ان کو زیادہ اچھا بنا دیتا ہے +

فرمایا بہت روؤ اور مت ہنسو۔ بہت خاموش رہو اور بات نہ کرو۔ بہت دو اور کم کھاؤ۔ بہت جاگو اور کم سوؤ +

علانیہ گناہ پوشیدہ کی نسبت زیادہ سخت اور اظہارِ گناہ دوسرا گناہ ہے +

اگر کوئی ایک آرزو نفس کی پوری کرے اُس کو سینکڑوں خرخشے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیدا ہو جاتے ہیں +

اللہ تعالیٰ کی دوستی اُس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو خلق پر شفقت نہیں +

حق تعالیٰ کے تمام نام بزرگ ہیں لیکن بندے کا سب سے بزرگ نام نیستی ہے۔
جو شخص زمین کا سفر کرتا ہے اُس کے پاؤں میں آبلے پڑتے ہیں۔ اور جو آسمان کا سفر کرے اُس کے دل میں آبلے پڑتے ہیں۔ فقر کا قرار بیقراری میں ہے اور راحت جراحت میں۔
جس شخص کی رات اور دن بلا کسی مومن کے آزار دینے کے بسر ہوئی گویا اُس نے وہ رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بسر کی۔
ایک لمحہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا خلائق زمین و آسمان کے اعمال سے بہتر ہے۔
فرمایا ستر سال گزرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا ہو رہا ہوں۔ اور اس مدت میں ایک مرتبہ بھی نفس کی مراد پوری نہیں کی۔
سلطان محمود غزنوی نے کہا کہ کچھ بایزیدؒ کی باتیں سنائیے۔ فرمایا کہ بایزیدؒ نے کہا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا شقاوت سے محفوظ رہا۔ محمود نے کہا کہ کیا وہ پیغمبر خدا صلعم سے بھی زیادہ تھے کہ ابوجہل اور ابولہب نے ان کو دیکھا اور شقی ہی رہے۔ شیخ نے کہا کہ منہ سنبھال کر بات کرو۔ اور اپنی بساط سے پاؤں باہر نہ رکھو کہ ابوجہل نے اپنے بھتیجے محمدؐ کو دیکھا تھا نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو۔ یہ بات محمود کو اچھی لگی اور کہا کہ مجھ کو نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ چند باتوں کا خیال رکھنا منہیات سے پرہیز نماز باجماعت اور خلقِ خدا پر سخاوت و شفقت رکھنا۔ محمود نے کہا۔ میرے واسطے دعائے خیر فرمائیے۔ کہا میں تو ہر روز دعا کرتا ہوں۔ اللھم اغفر للمومنین۔ کہا کہ دعائے خاص کیجیے۔ فرمایا اے محمود تیری عاقبت محمود ہو۔ اس کے بعد محمود نے ایک اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ شیخ نے ایک جَو کی روٹی محمود کے آگے پیش کی اور کہا کہ کھا۔ محمود چباتا تھا اور گلے سے نہیں اترتی تھی۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ شاید گلا پکڑتی ہے۔ فرمایا۔ تمھاری اشرفیوں کی تھیلی بھی میرا اسی طرح گلا پکڑتی ہے، اس کو لے جاؤ کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔ محمود نے کہا کہ کچھ تو قبول فرمائیے۔ فرمایا کہ نہیں۔ پھر محمود نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نشان دیجیے۔ آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ سلطان کی واپسی کے وقت شیخ ان کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ محمود نے کہا کہ جس وقت میں آیا تھا اُس وقت آپ نے التفات بھی نہیں کیا تھا، اور اب تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے کیا معنی؟ فرمایا کہ اول تم غرور و رعونت شاہی میں آیا تھا۔ اب فقر کے انکسار میں جاتا ہے۔ سلطان وہاں سے چلا آیا۔ اور جب سومنات کے مندر پر چڑھائی کی عین حالت جنگ میں کہ جس وقت مخالفین کفار کا پلّہ غالب ہونے کو تھا، گھوڑے پر سے کود کر حضرت شیخ کے پیراہن کو ہاتھ میں لیکر دعا مانگی کہ الٰہی بطفیل اس پیراہن کے فتح نصیب کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح دی۔ لکھا ہے کہ اسی شب محمود نے خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ "محمود تو نے ہمارے خرقہ کی کچھ عزت نہ کی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہتا کہ تمام کافر مسلمان ہو جائیں تو سب کافر مسلمان ہو جاتے"۔ رحمۃ اللہ علیہ

اقوالِ حضرت امام غزالیؒ

اپنے تئیں بڑا جاننا بُرا ہے۔ حقیقت میں یہ خدائے پاک کے ساتھ خصومت ہے کیونکہ دراصل بڑائی اُسی کو سزاوار ہے۔

فسق و فجور سے بچنا تا وقتیکہ نظر کی حفاظت نہ کی جائے دشوار ہے۔

تمسخر اکثر قطع دوستی، دل شکنی اور دشمنی کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔

بعض لوگ توکل کے یہ معنی لیتے ہیں کہ حصولِ معاش کی کوشش اور تدبیر نہ کریں۔ مگر یہ خیال جاہلوں کا ہے کیونکہ یہ شریعت میں سراسر حرام ہے۔

بُرے کاموں سے بچنے کے لیے صفائی دل ضروری ہے اور صفائی دل کے لیے باطنی تقویٰ ضرور ہے۔ اگر دل پاک ہے تو تمام جسم پاک ہے۔ اگر دل صاف نہیں تو تمام جسم میں فساد ہوگا۔

تین چیزیں خباثتِ قلب کو ظاہر کرتی ہیں: (۱) حسد (۲) ریا (۳) عُجب۔ عقلمند کو ان سے بچنا چاہیے۔ جو شخص ان سے محفوظ رہے گا، وہ دوسری مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

اپنے آپ کو عظمت اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا نام عُجب ہے۔

نیک نصیحت کے ماننے کی طرف طبیعت کا مائل نہ ہونا اور اپنی باتوں کی تردید سے رنجیدہ ہونا کبر ہے۔ عُجب و کبر اور فخر نہایت مہلک بیماریاں ہیں۔

حاسد کی مثال اُس شخص کی ہے جو اپنے دشمن کو مارنے کے لیے پتھر پھینکے۔ اور وہ پتھر دشمن کو لگنے کی بجائے اُس کی داہنی آنکھ پر لگے اور پھوٹ جائے۔ اس سے اس شخص کو اور غصہ آئے اور وہ پھر زور سے پتھر مارے اور وہ اُسی طرح اُس کی دوسری آنکھ پھوڑ دے۔ پھر پتھر مارے اور وہ اُس کا سر توڑ ڈالے۔ اسی طرح دشمن کی طرف پتھر پھینک پھینک کر آپ مجروح ہو اور دشمن صحیح و سالم رہے اور مخالف دیکھ دیکھ کر ہنسیں۔

دوست جو صرف تمھاری اچھی حالت کا دوست ہو اور آڑے وقت کام نہ آئے، اُس سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے۔

شخصے کہ ازو فائدہ دنیا و نے دین است — بگریز ازو گرچہ شہ روئے زمین است

اقرار باللسان پوست ہے ایمان کا اور تصدیق بالقلب مغز ہے اس کا۔

عِلم دین وہ ہے جو خدا تعالیٰ کا خوف زیادہ کرے۔ ذاتی بُرائیوں سے واقف کرے۔ خدا کی عبادت کا شوق دل میں پیدا کرے۔ دُنیا کی طرف سے ہٹائے دین کی طرف لگائے۔ اور بُرے

افعال سے مجتنب کرے +

لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہیے اور برائیوں سے چشم پوشی لازم ہے +

غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کا ذکر اس کی پیٹھ پیچھے اس طریق پر کیا جائے کہ اگر وہ سُنے تو اُسے رنج ہو +

بلند آواز سے رونا بے صبری اور قہقہہ مار کر ہنسنا سفاہت کی دلیل ہے +

ریاکاری گویا خدا کی نسبت لوگوں کو زیادہ عزیز رکھنا ہے +

عالم کو بُردبار، حلیم الطبع اور صاحب وقار ہونا چاہیے۔ تمسخر اور مزاح سے بچنا چاہیے جو بات معلوم نہ ہو اس کے اظہار میں شرم نہ چاہیے اور باعمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ بلا عمل کے دوسروں پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا +

اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے بلکہ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے +

صبح سویرے اُٹھنا چاہیے۔ اور سب سے بیشتر جو خیال دل میں آئے یا زبان سے نکلے وہ خدا پاک کا ذکر ہونا چاہیے +

زبان نرم ترین عضو بے استخوان ہے۔ اگر گفتار بھی نرم ہو تو زبان ہے ورنہ زیان ہے +

کلام میں نرمی اختیار کر کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر پڑتا ہے +

تیرا پڑوسی غریب ہے، تیرے متعلقین حاجتمند ہیں، تیرے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہے، اور تجھ پر زکوٰۃ واجب۔ اس پر بھی اُن کو کچھ نہ دینا درحقیقت یہی معنی رکھتا ہے کہ تو اُن کے فاقے پر خوش ہے اور یہی سب سے زیادہ ایمانی کمزوری ہے +

بدخلقی سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور دشمنی سے جفاکاری +

خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے۔ ہیبت ہے بغیر سلطنت کے قلعہ ہے بغیر دیوار کے۔ فتحیابی ہے بغیر ہتھیار کے۔ آرام ہے کراماً کاتبین کا۔ قلعہ ہے مومنین کا۔ خیرہ ہے عاجزوں کا۔ دبدبہ ہے عالموں کا۔ مخزن ہے حکمتوں کا۔ حجاب ہے جاہلوں کا +

طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کی مثل ہے کہ جس قدر پیتا ہے زیادہ پیاس لگتی جاتی ہے +

جب آدمی کی نادانی ایسے کام میں ہو جو اس کی طبیعت کے موافق ہے تو اس گمراہی کا زائل ہونا دشوار ہے + گری ہوئی چیز کا بغیر اطلاع قبضے میں کر لینا لوٹنے کی مانند ہے +

دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کر اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے +

اس زمانہ کے علماء دنیا کے عالم ہیں دین کے عالم ہرگز نہیں +

جو شخص صدقہ کے ثواب کا فقیر کی حاجت کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ محتاج نہ جانے اس کا

صدقہ قبول نہیں ہوتا + نقد کی نسبت اُدھار زیادہ قیمت پر فروخت کرنا درست ہے +
خواہش پر غالب آنا فرشتوں کی صفت ہے اور خواہش سے مغلوب ہونا چوپایوں کی +
لاعلمی کا عُذر مقبول نہیں ہے۔ البتہ نادرالوقوع اُمور میں لاعلمی کا عذر مقبول ہے +
جو شخص عذابِ قبر سے آنا درہنا چاہتا ہے، وہ دُنیا سے صرف اتنا تعلق رکھے جتنا بیت الخلاء
سے رفع حاجت کے وقت رکھتا ہے + بد خُلقی نجاستِ باطنی کی دلیل ہے +
اکثر تاخیرِ نکاح بھی سبب زنا بن جاتا ہے اور وبال والدین پر ہوتا ہے +
نماز میں حضورِ قلب کی تدبیر یہ ہے کہ الفاظ کے معانی پر خیال رکھے +
زکوٰۃ نعمتِ مال کا شکر ہے اور نماز، روزہ و حج بدن کی نعمتوں کا +
فقیر کو صدقہ دے کر احسان نہ جتلا۔ بلکہ اُس کے قبول کرنے کا خود احسان مند ہو +
جو کام نبیؐ کے حکم کے خلاف ہو اگرچہ بشکلِ عبادت ہو گناہ ہے +
جس احتیاط اور پرہیز سے مُسلمان کو رنج پہنچے اُس کو چھوڑ دے +
تاوقتیکہ نفس و خواہش مجاہداتِ قویہ سے تابعِ شریعت نہ بن جائیں۔ دل انوارِ معرفت سے
زندہ نہیں ہو سکتا + اصلاح بچوں کی مکتب میں ہے اور عورت کی گھر میں +
عالمِ دُنیا طلب کا فساد شیطان کے فساد سے زیادہ ہے +
امردِ خوبصورت کی طرف نظر کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ خواہ بشہوت ہو یا بلاشہوت +
مسجد میں گھر والے کو سونا یا لیٹنا منع ہے اور وہاں بیٹھ کر سیر و تماشا دیکھنا مسجد کی بے حرمتی ہے +
تو اِس دُنیا میں دارِ آخرت کی طرف چلنے والا ایک مسافر ہے۔ تیرے سفر کی ابتدا مہد اور انتہا
لحد ہے۔ تیری عمر کا ہر برس منزل ہے۔ ہر مہینہ فرسنگ، ہر دن میل اور ہر سانس قدم ہے +
حوادث و آفاتِ زمانہ کو بُرا کہنا خدا کو گالی دینا ہے +
عبادت میں تشدد سے بچو اور میانہ روی و مداومت کو لازم پکڑو +
تا بمقدور کسی سے مناظرہ و مباحثہ مت کرو۔ کیونکہ اس میں منفعت کی نسبت مضرت زیادہ
ہے۔ اور تمام اخلاقِ ذمیمہ یعنی ریا، کینہ، حسد، تکبر و تفاخر کا منبع ہے +
السّلام علیکم کے کہنے سے ترکِ کلام کے گناہ سے نکل جاتا ہے +
وعظ گوئی سے پرہیز کرو، جب تک تم خود پُورے عامل نہ بن جاؤ +
امیروں اور بادشاہوں سے میل جول نہ رکھو جو کہ دین سے نفور اور شریعت سے دُور ہیں بلکہ
ان کو دیکھو بھی نہیں + مسئلہ تقدیر مشکل مسئلہ ہے۔ اس میں بحث سے ممانعت ہے +
مخلوق سے ایسا معاملہ کرو جو اُن سے اپنے حق میں پسند کرتے ہو +

خالق سے ایسا معاملہ کرو جیسا کہ تم اپنے غلام سے اپنے لیے کرانا چاہتے ہو +
علم کا مطالعہ کیا کرو اور وہ علم اپنے دل کے حالات جاننے کا ہے +
اپنے عیال کے لیے ایک سال کا سامان کیا کرو کہ سنتِ رسولؐ ہے +
خوراک بھوک سے کم کھاؤ تاکہ قوتِ عبادت اور صحت میسر آئے۔ زیادہ کھاؤ گے تو خواہش نفس کے لیے ہو جائے گا کیونکہ عبادت سے غافل ہو گا۔ اور یہی نفس کی خواہش ہے +
پاجامہ آدھا لباس ہے کہ یہ زیادہ ستر پوش ہے +
مہمان کے ساتھ تکلف نہ کرو۔ ورنہ مہمان رکھنے کو دشمن رکھو گے +
وہ شخص بڑا گنہگار ہے، جو ماحضر کو بد یا برا نا حقیر سمجھے یا جس کے رو برو لائیں وہ حقیر جانے +
مجلس میں تکیہ لگا کر بیٹھنا مکروہ ہے اور نشانِ تکبّر ہے، بے عذر +
اگر جنگ میں کافروں اور مسلمانوں کے مردے خلط ملط ہوں تو ہر ایک مردہ کی مونچھیں کٹی ہوئی اور داڑھی بڑھی ہوئی دیکھنا چاہیے اور نمازِ جنازہ اور کفن و دفن کرنا چاہیے۔ ورنہ کافروں کی طرح بے غسل و بے کفن دفن کر دینا چاہیے +
تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے +
کھانے کا عیب نہ کرو۔ ناپسند ہو تو مت کھاؤ +
بھوک سے پہلے کھانا مکروہ بھی ہے اور مذموم بھی +
غریب مہمان آجائے تو قرض لے کر بھی تکلف کر +
جو مہمان خود آجائے اس کے لیے تکلف نہ کر۔ اور جس کو تو خود بلائے اس کے لیے تکلف میں کچھ اٹھا نہ رکھ +
فی نفسہٖ شعر گوئی یا شعر خوانی منع نہیں کیونکہ شعر کلام ہے کہ اچھا اچھا ہے اور برا برا لیکن اس کا استعمال بیجا اور کثرتِ شغل شیطانی فعل ہے کہ جس سے احکام و فرائض فوت ہوں +
اگر کوئی شخص قرض لے اور دینے کی نیت نہ ہو تو وہ چور ہے +
ناواجب احتیاط باعثِ تکبر اور نشانِ غرور ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کے جائے نماز پر نماز پڑھنا یا اس کے لوٹے سے وضو کرنا یا اس کے برتن سے پانی پینا چاہے تو اس کو منع کرنا یا کراہت ظاہر کرنا بد خلقی ہے +
عابد کو کھانا کھلانا عبادت میں مدد کرنا ہے اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق کی مدد کرنا ہے +
وہ دعوت سب سے بدتر ہے جس میں امیر بلائے جائیں اور مسکین محروم رکھے جائیں +
دعوت بہ نیتِ سنت اور فقیروں کی راحت کے خیال سے کرنی چاہیے نہ کہ بڑائی اور شہرت کے لیے +
بدعتی، ظالم، فاسق اور متکبر کی دعوت قبول مت کرو +

دعوت قبول کرنے میں امیر و غریب کا فرق مت کر ٭ راہ دور ہونے کی وجہ سے دعوت رد نہ کر ٭
مہمان کے رو برو تھوڑا کھانا رکھنا بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ رکھنا تکبر ٭
جس مجلس میں جا کر خلافِ شرع امور معلوم ہوں اور منع نہ کر سکتا ہو تو وہاں سے چلے آنا واجب ہے ٭
مجلس کے اندر بیٹھ کر قریب تر لوگوں کی مزاج پرسی کر ٭ میزبان کو انتظار میں نہ ڈال وقت مقررہ پر جلد پہنچا کر ٭
مجلس طعام میں اگر بہت لوگ حاضر ہیں اور ایک دو شخصوں کا انتظار ہے تو حاضرین کی رعایت اولیٰ ہے لیکن اگر وہ شخص جس کا انتظار کیا جائے فقیر یا مسکین ہے تو انتظار اولیٰ ہے ٭
ضیافت کے کھانے میں اسراف نہیں ہے۔ لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْر ٭
مہمان کے آگے کھانا رکھنے سے پہلے اہل و عیال کا حصہ نکال لے ٭
نکاح دین کا حصار ہے اور شہوت شیطان کا ہتھیار۔ نکاح اس کے شر سے بچانے والا ہے ٭
سب سے بڑی دولت زبانِ ذاکر، دلِ شاکر اور زنِ فرمانبردار ہے ٭
نیک عورت امورِ دنیا سے نہیں بلکہ اسبابِ آخرت سے ہے ٭
عورت کی بداخلاقی پر صبر کرنا اس کی ضروریات مہیا کرنا اور راہِ شرع پر اس کو قائم رکھنا بہتر عبادت ہے ٭
جب تک آدمی اپنے نفس سے بر نہ آئے دوسرے نفس کا ذمہ نہ اٹھائے ٭
جس بیوی سے تیرے والدین ناراض ہوں اس کو طلاق دے دینا خدمتِ والدین میں داخل ہے ٭
ماں باپ کا بیٹے کے مال میں جبراً تصرف کرنا ظلم نہیں ٭
سفلہ کے ساتھ طریقہ تسلیم داخل حکمت ہے چھوٹے دروازے میں سے خمیدہ ہو کر گزرنا عین مصلحت ہے ٭
اذان و قرآن کا الحان سے زیادہ بڑھانا اور راگ کے طور پر پڑھنا منع ہے ٭
جو کسبِ حلال نہ کر سکے اس کا نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسبِ حرام ایسا گناہ ہے کہ کوئی نیکی اس کا تدارک نہیں کر سکتی ٭
عورتوں میں ایک قسم کا ضعف ہے اور تحمل اس کا علاج ہے ٭
اہل و عیال کے لیے کسبِ حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔ ان کو صلاحیت سے رکھنا اور ادب سکھانا جہاد سے افضل ہے ٭
عورت کے ساتھ نیک خو رہنا چاہیے۔ اس کو رنج نہ دے بلکہ اس کا رنج سہے ٭
کسی کو اپنے حسبِ دلخواہ بنانے کی کوشش نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو اوروں کے حسبِ دلخواہ بنانے کی کوشش کرو جب تک کہ اوروں کی خواہش خلافِ شرع نہ ہو ٭
عورت کی بدخلقی پر صبر کرنے والا حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے برابر ثواب پائے گا ٭
عورت اگر بحافظہ عصمت ہے تو اس کی معمولی فروگذاشتوں سے درگزر کرو ٭

کبھی غصّہ کے وقت طلاق کا لفظ زبان پر نہ لاؤ کہ اللہ کو یہ امر سخت ناپسند اور عورت کی دل شکنی کا موجب ہے ۔

نکاح نہ کرنے والا گو شرمگاہ کو بچالے مگر نظر اور دل کا بچانا اُس کو محال ہے ۔

تنگ دست قرضدار کو مہلت دینا رحمتِ الٰہی کو جوش میں لاتا ہے ۔

عورتوں کو ضعف اور ستر سے پیدا کیا ہے ضعف کا علاج خاموشی اور ستر کا علاج پردہ میں رکھنا ہے ۔

برکت کے معنی یہ ہیں کہ تھوڑے مال میں بہرہ مندی زیادہ ہو اور اُس سے بہتوں کو فائدہ پہنچے اعمالِ صالح کی زیادہ توفیق ہو ۔

محتاج کو مہلت دینے میں کوئی احسان نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف ہے ۔

قرض ادا کرنے کی مقدور ہوتے ہوئے ایک ساعت دیر کرنا بھی ظلم میں داخل ہے مگر باجازتِ قرضخواہ ۔

قرض بغیر تقاضا کے ادا کر دینا قرضدار کی طرف سے احسان ہے ۔

قرض ادا کرنے کے لیے زرِ نقد کا پاس ہونا ہی ضروری نہیں۔ اگر مال رکھتا ہو تو اُس کو فروخت کر کے ادا کرنا واجب ہے ۔

جو شخص مال کافی رکھتا ہو اُس کے لیے کسب کرنے سے عبادت بہتر ہے ۔

جو کسب مقدارِ ضرورت سے زیادہ طلبی کے لیے ہو وہ کسب سب گناہوں کا سردار ہے ۔

بادشاہ کے کارندوں کے ظلم کی بازپرس بھی بادشاہ سے ہوگی اور کارندوں سے علیحدہ ۔

جس کا لباس ہلکا اور باریک ہوگا اُس کا دین بھی ضعیف ہوگا ۔

ظالم کے مرنے سے ملول ہونا ظلم میں شامل ہونا ہے ۔

مالِ حرام سے صدقہ دینے والا ناپاک کپڑا پیشاب سے دھونے والے کی مثل ہے ۔

جو شخص حرام کھاتا ہے اُس کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں ۔

اگر مستجاب الدعوات بننا چاہو تو لقمۂ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو ۔

اگر تو اس قدر نماز پڑھے کہ پشت خم ہو جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بدن ہلال بن جائے ہرگز فائدہ نہ پائے گا تاوقتیکہ مالِ حرام سے پرہیز نہ کرے گا ۔

بازار کے اندر ذکرِ الٰہی میں مصروف مُردوں میں زندہ کی مثل بھگوڑوں میں غازی کی مثل اور خشک درختوں میں سرسبز کی مثل ہے ۔

محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں ہے اور صدقہ سے بہتر ہے ۔

جو ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے وہ سب احتیاط کر سکتا ہے ۔

اقوال حضرت معروف کرخیؒ

بغیر عمل کیے ہوئے بہشت کی آرزو کرنا گناہ ہے اور بغیر ادائے سُنّت کے اُمیدِ شفاعت محض غرور اور دھوکا، اور بغیر فرمانبرداری اُمیدوارِ رحمت ہونا محض جہالت اور حماقت ہے۔

دولت کے ہوتے کو کبھی حقیقی راحت نہیں ہو سکتی ۔

ایسی بات میں گفتگو کرنا جس میں کسی کا فائدہ نہ ہو علامتِ ضلالت و گمراہی ہے ۔

جس طرح بُرائی سُننے کو ناپسند کرتا ہے اُسی طرح اپنے آپ کو مدح سرائی سے بھی بچا ۔

حق تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو حُسنِ عمل کا دروازہ اُس پر کھول دیتا ہے۔

آنکھ سب کی طرف سے بند کر لے خصوصاً بُری نگاہ سے کبھی نہ دیکھ ۔

محبّت ایک ایسی چیز ہے جو سیکھنے اور کسی کے بتانے کی نہیں ہے ۔

حُبِّ دُنیا کو ترک کردو کیونکہ اگر دُنیا کی ذرا سی چیز بھی تمہارے دل میں ہوگی تو سجدہ کرنے میں بھی تم اس کو فراموش نہ کر سکو گے ۔

جو کچھ رنج و مصیبت تم کو پیش آئے اُس کا کشود کار اُس کے پوشیدہ رکھنے ہی میں ہے ۔

دُنیا کا لفظ دنایت سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں خواری، ذلت، کمینگی۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ دنیا کیا چیز ہے ؟

آپ ایک دن اپنا مُصلّٰی اور قرآن مسجد میں چھوڑ کر طہارت کے لیے دجلہ پر گئے، جو بالکل نزدیک تھا۔ اتنے میں ایک عورت آئی جسے چوری کی عادت تھی مُصلّٰی و قرآن لے کر چلتی بنی۔ آپ دجلہ سے طہارت کر کے سیدھے اُس عورت کے پیچھے گئے۔ جب قریب پہنچے تو آپ نے شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں اور کہا۔ اے مادرِ شفیق! آپ کا کوئی لڑکا قرآن شریف بھی پڑھتا ہے؟ بڑھیا نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو پھر قرآن مجید لے کر کیا کرو گی؟ یہ مجھے دے جاؤ، میں بٹھا کر دوں گا۔ مُصلّٰی تم لے جاؤ تمہارے کسی کام آ جائیگا۔ وہ عورت بہت شرمندہ ہوئی اور آئندہ کے لیے تائب ہوگئی۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن آپ کو کھجوریں چنتے ہوئے پایا۔ میں نے پُوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اِس لڑکے کو روتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں یتیم ہوں۔ آج سب لڑکوں نے کپڑے پہنے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے کھجوریں چُن رہا ہوں کہ ان کو فروخت کر کے اِسے اخروٹ لے دوں تاکہ اُن سے کھیلے اور نہ روئے۔ حضرت سری سقطیؒ نے آپ سے عرض کیا کہ میں اس کام کو سرانجام دے

دُوں گا آپ بے فکر رہیں۔ پھر میں اُس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اُسے نئے کپڑے خرید کر پہنا دیئے اور کچھ اخروٹ بھی کھیلنے کے لیے خرید دیئے۔ اور اس لڑکے کے پژمردہ دل کو خوش کر دیا۔ اس فعل سے میرے دل میں ایک نور پیدا ہو گیا اور میری حالت ہی کچھ اور ہو گئی +

ایک دفعہ آپ کا وضو ٹوٹ گیا۔ دجلہ چند قدم پر ہی تھا لیکن آپ نے وہیں تیمم کر لیا۔ ارادتمندوں نے کہا حضرت دس قدم پر دریائے دجلہ ہے تیمم کی کیا حاجت تھی؟ فرمایا۔ زندگی کا کیا بھروسہ آدمی پانی کا بلبلہ ہے ابھی اُٹھا ابھی بیٹھ گیا۔ شاید پانی تک پہنچتے سانس وفا نہ کرتا اور میں بے وضو ہی چلا جاتا۔ غرض بعد تیمم آپ دریا پر گئے اور وہاں جا کر از سرِ نو وضو کیا +

وُہ بُنیاد جو کبھی ویران نہ ہو عدل ہے۔ وہ تلخی کہ جس کا آخر شیرینی ہو صبر ہے۔ وہ شیرینی جس کا آخر تلخ ہو شہوت ہے۔ بیماری جو علاج پذیر نہ ہو ابلہی ہے۔ اور وہ بلا جس سے لوگوں کو بھاگنا چاہیے۔ عیش ہے +

شرکِ ظاہر بتوں کی پرستش اور شرکِ باطن مخلوق پر بھروسہ رکھنا ہے +

تواضع یہ ہے کہ جس کسی سے بھی تو ملے اپنے سے بہتر جانے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ عالم ہو یا جاہل۔ مومن ہو یا کافر +

شیطان کو سب سے زیادہ پیارا بخیل مسلمان اور ناپسند گنہگار سخی ہے +

عقلمند وہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اوّل روز وہی کرے جو کہ وہ تیسرے روز کریگا۔

پُوچھا گیا کہ مصائبِ دُنیا کی کیا دوا ہے؟ فرمایا خلق سے دُور اور خلق سے نزدیک رہنا +

فرمایا درویشی یہ ہے کہ کسی چیز پر طمع نہ کرے۔ جب بے طلب کوئی لائے تو منع نہ کرے اور جب لے لے تو جمع نہ کرے +

عورت طالبِ حق کا مُرشد اس کا شوہر ہے۔ اگرچہ شوہر خود طالبِ حق نہ ہی ہو +

جو کوئی ہم کو اللہ کے نام سے دھوکا دے گا ہم اس کا دھوکا کھائیں گے +

اگر صاحبِ بدعت کو دیکھو کہ ہوا پر چلتا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کرو +

کسی بزرگ سے کسی گناہ کا سرزد ہو جانا اس کو مُباح نہیں کر دیتا +

امیروں کی صحبت کے نقصانات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ بچو بچو +

علم نر ہے اور عمل مادہ۔ دین و دُنیا کے کام اُن کے ملنے سے ہیں +

جو شخص عمل نیک حصولِ ثواب کے خیال سے کرتا ہے وہ تاجر ہے۔ اور جو خوفِ دوزخ سے کرتا ہے وہ غلام ہے۔ جس طرح غلام مار پیٹ کے خوف سے کام کرتا ہے۔ اور جو شخص صرف خُدا کے واسطے کرتا ہے وہ احرار سے ہے +

گناہ کرنے والے سے میل جول رکھنا گناہ پر راضی ہونا ہے اور گناہ سے راضی ہونا گناہ کرنے کے برابر ہے +
اعتقاد سالم نہ ہو تو عبادت بھی بیکار ہے +
اسے جو نعمت کی حالت میں خدا کو محبوب سمجھتا ہے لیکن جب بلا آتی ہے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ بلا اور فقر میں ثابت القدم رہنا خدا اور رسولؐ کی سچی محبت کی علامت ہے +
ایک روز آپ روزہ کی حالت میں بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک سقے نے آواز دی کہ جو اس پانی کو پیے حق تعالے اُسے بخش دے۔ آپ نے وہ پانی لے کر پی لیا۔ لوگوں نے کہا آپ کا تو روزہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک لیکن میری رغبت اُس کی دُعا کی طرف تھی جب آپ وفات پا گئے تو کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا حق تعالے نے آپ سے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا اس سقے کی دُعا اور میرے حسن رغبت سے مجھے بخش دیا +

اقوال حضرت شفیق بلخیؒ

ایک بوڑھے نے کہا توبہ کرتا ہوں لیکن بہت دیر سے آیا ہوں۔ فرمایا موت سے پہلے آجانا دیر نہیں ہے +
جس کا باطن ظاہر سے افضل ہے وہ ولی اللہ ہے۔ جس کا باطن و ظاہر برابر ہے وہ عالم ہے۔ اور جس کا ظاہر باطن سے افضل ہے وہ جاہل و مکار ہے +
بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی اُمید پر گناہ کرے اور زندگانی کی اُمید پر توبہ +
جب سوئے تو موت کو زیر بالیں رکھ۔ اور جب اُٹھے تو پیش نظر رکھ کہ تیرا باپ مرگیا اور تجھے بھی در پیش ہے +
ایک شخص نے وصیت چاہی۔ فرمایا اگر یار چاہتا ہے تو تجھے خدائے عزوجل کافی ہے۔ اگر ہمراہ چاہتا ہے تو کراماً کاتبین کافی ہیں اگر مونس چاہتا ہے تو قرآن پاک کافی ہے۔ اگر کام چاہتا ہے تو عبادت کافی ہے۔ اگر وعظ چاہتا ہے تو مرگ کافی ہے۔ جو کچھ کہا گیا اگر تجھے پسند نہیں تو تجھے دوزخ کافی ہے +
اگر بندہ اپنی ہر ایک خطا پر ایک کنکر گھر میں ڈال دیا کرے تو اُس کا گھر تھوڑے ہی دنوں میں بھر جائے گا +
جو شخص احسان کرتا ہے اُسے چپ رہنا چاہیے لیکن جس شخص پر احسان کیا گیا ہو اُسے بولنا چاہیے +
کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو +
لوگ چار باتوں میں اللہ کی موافقت کرتے ہیں اور عمل میں خلاف: (۱) کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور عمل آزادوں جیسے کرتے ہیں (۲) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق کا کفیل ہے

اور دل اُن کے مطمئن نہیں مگر دُنیا کی چیز سے (۳) کہتے ہیں کہ آخرت دُنیا سے بہتر ہے لیکن
دُنیا کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور آخرت کے لیے گناہوں کو (۴) کہتے ہیں کہ ہم بالضرور مرنے
والے ہیں لیکن عمل ایسے کرتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں +

کوئی گناہ کسی کی رضامندی سے حلال نہیں ہوتا +

عقلمند وہ ہے کہ دُنیا سے دستبردار ہو جائے، اس سے پہلے کہ دُنیا اُس سے دستبردار ہو جائے +

عقلمند وہ ہے کہ خُدا کی خوشنودی حاصل کرے، اس سے پہلے کہ وہ خدا کے رُوبرو بلایا جائے +

جو شخص مصیبت میں فریاد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے اُس نے نیزہ پکڑا ہوا ہے اور حق تعالےٰ
سے جنگ کرتا ہے +

عبادت جو مخلوق کے لیے کی جاتی ہے زمین میں دھنسائی جاتی ہے۔ اور جو خالق کے لیے کی
جائے وہ آسمان پر چڑھائی جاتی ہے +

اگر تم کبھی مردِ خدا کو پہچاننا چاہتے ہو تو دیکھو کہ وہ حق تعالےٰ کے وعدے پر زیادہ بے خوف
ہے یا مخلوق کے وعدوں پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہے +

جب غیر محرم پر نظر پڑے بند کر لے تا ثواب حاصل کرے +

دل کی صفائی چاہتا ہے تو آنکھ جہان سے بند کر لے۔ یہی وہ رخنہ ہے جہاں سے غبار آتا ہے +

حرکت غصہ کی باطن سے ظاہر کی طرف ہوتی ہے۔ اور حرکت حُزن کی ظاہر سے باطن کی طرف +

عارف اللہ پر سب سے زیادہ گراں مخلوق کے ساتھ تکلم اور اُن کے پاس بیٹھنا ہے +

زبردست گناہوں کا کفارہ زیردستوں کی امداد اور درماندگان کی دستگیری ہے +

جب آنحضرتؐ کی حدیث سنو عمل کرنے کی نیت سے یاد رکھو نہ کہ روایت کرنے کی نیت سے +

بندگی کر اللہ کی بقدر اپنی حاجت کے۔ لے دنیا سے بقدر اپنی عمر کے۔ گناہ کر اللہ کا بقدر طاقت
عذاب سہنے کے۔ توشہ لے دُنیا سے بقدر قبر میں ٹھہرنے کے۔ عمل نیک کر بقدر جنت میں رہنے کی خواہش کے +

ظالموں اور فاسقوں کے ظلم و فسق کی وجہ سے اُن کو دُشمن نہ رکھنا ضعفِ ایمان کی نشانی ہے +

جس عالِم کو علم سے حق تعالیٰ ہی مقصود ہو اُس سے سب ڈرتے ہیں۔ اور جس کا مقصود دُنیا ہوتی
ہے وہ خود سب سے ڈرتا ہے +

نفس کو مباح چیزوں کی خواہش سے روک ورنہ دُنیا اس کی بہشت بن جائے گی اور موت اس
پر دشوار ہوگی +

آپ اپنی عورت سے فرمایا کرتے کہ اگر تمام اہل بلخ میرے ممد و معاون ہوں اور تو میرے مخالف
ہو تو بھی میں اپنے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتا +

اپنے تئیں غیبت سے بچاؤ۔ یعنی ایسا کام نہ کرو کہ لوگ تمہاری غیبت کریں +
علم کا فائدہ تین باتوں پر عمل کرنے میں ہے ورنہ یہ نفع نہیں دیتا اگرچہ اسّی صندوق کتابوں کے پڑھ لے: (۱) نہ محبت رکھے دُنیا کی کہ یہ مسلمانوں کا گھر نہیں ہے۔ (۲) نہ دوست رکھے شیطان کو کہ یہ مسلمانوں کا رفیق نہیں ہے۔ (۳) نہ دے تکلیف کسی کو کہ یہ پیشہ مسلمانوں کا نہیں ہے +
جب تک آدمی کا دل اللہ کی یاد میں ہے وہ نماز میں ہے اگرچہ بازار میں ہو۔ اگر ہونٹ بھی ہلتے ہیں تو اور بھی اچھا ہے +
حلاوتِ دُعا علامتِ اجابت ہے +

اقوالِ جالینوس

جہاں تک ہو سکے علم حاصل کر تاکہ مُراد کو پہنچے +
حکیم اُس کو کہتے ہیں کہ باوجود قدرت رکھنے کے ستم نہ کرے +
عقلمند کا نشان یہ ہے کہ دُوسرے کو اپنے اُوپر تعین کرے کہ جس وقت مجھ سے خطا سرزد ہو تنبیہ کرے تاکہ آئندہ پھر مجھ سے یہ خطا سرزد نہ ہو +
تمام لوگوں کو دیکھا کہ فضیلت کی تمنا ضرور رکھتے ہیں مگر اُس کے حاصل کرنے کے لیے کسی کو کم راغب پاتا ہوں +
ہر ایک چیز زائل و منتقل ہو سکتی ہے مگر طبیعت اس سے مستثنیٰ ہے +
جو شخص کہ دُنیا کی دولت سے خوش ہوے وہ آخرت کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے +
آدمی کو اِس قدر عقل کافی ہے کہ راہ راست بدی و گمراہی اور سعادت و شقاوت میں تمیز کر سکے۔ کیونکہ بھلائی کی تمام راہیں خطرے سے محفوظ ہیں +
انسان اپنے نفس کے ساتھ افراطِ محبت کی وجہ سے خود یہ گُمان رکھتا ہے کہ جو صفات جمیلہ اس میں نہیں ہیں، اُن صفات سے اُس کا نفس آراستہ ہے۔ یہاں تک کہ بُزدل اپنے آپ کو شجاع اور بخیل اپنے آپ کو کریم شمار کرتے ہیں لیکن عقل کے باب میں ہر شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا سب سے عقلمند شخص ہے۔ حالانکہ اُس کا یہی گمان اُس کی خفتِ عقل کی دلیل ہے +
دشمن کے ساتھ صلح اختیار کرنے میں بہتری ہے ہر چند تجھ کو اپنی قوت و غلبہ پر یقین واثق ہو +
وہ شخص تعریف کا مستحق ہے جو کہ قوتِ حلم کے ساتھ شدتِ غضب کو زائل کر سکے +

عقلمند وہ شخص ہے جو کہ اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے رکھے +
کثرتِ خاموشی سے گمراہی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ گوئی سے قدرِ ناطق زائل ہوتی ہے +
ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر کہا جو عقل شر رکھتا تھا کہ یہ گھر خوشنما تو ہے لیکن صاحبِ خانہ موجود نہیں +
نیک چلنی کیا ہے؟ تمام صفاتِ محمودہ کا انسان کی ذاتِ واحد میں جمع ہونا +
آدمی کی عقل کی دلیل اُس کا قول ہے اور اصل کی دلیل اس کا فعل ہے +
جو کوئی زمانہ شباب میں جوانمردی کرے تو ہنر اُس کے شباب پر عائد ہوتا ہے نہ کہ خود اُس پر +
جھوٹ جائز نہیں مگر دفعِ شر کے خیال سے اگر ضرورت ہو جائز ہے۔ جیسے کہ شراب جائز نہیں مگر حدوثِ مرض میں +
بیل کے قدم کے ساتھ جس طرح پہیہ چلتا ہے اسی طرح بدکردار و بدگفتار کے ہمراہ اس کے کیفرِ کردار چلتے ہیں +
ہوا ایک کتب خانہ ہے جس میں ہر انسان کے الفاظ و اعمال لکھے رکھے ہیں +
اس حکیم کا تجرد و توکل یہاں تک تھا کہ جو کچھ اس کو اپنی روزانہ خوراک سے فاضل مال حاصل ہوتا، اُس کے جمع کرنے کو حلال نہ سمجھتا +
یہ چار عادتیں بچوں کی اگر بڑوں میں ہوں تو وہ ابدال کا مرتبہ حاصل کریں۔ اول یہ کہ اگر اُن کو کسی سے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کسی سے شکایت نہیں کرتے۔ دُوم یہ کہ وہ اپنے کھانے پینے کی فکر نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ جو چیز انھیں ملتی ہے اُسے دوسرے روز کے لیے نہیں بچاتے۔ چہارم یہ کہ جب باہم لڑتے ہیں تو کینہ نہیں رکھتے +

اقوالِ فیثاغورث

اشیائے نفیس میں سب سے زیادہ نافع شے جلیل القدر سخن ہے۔ اگر اس کی قوت نہ ہو، تو کہنے والوں سے سننا چاہیے +
خدا رزاق ہے بندہ قزاق ہے + ایک شخص نے کہا کہ بادشاہ تجھ سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟ کہا وہ کون سا بادشاہ ہے جو اپنے سے بزرگوار اور بے نیاز تر سے دشمنی نہ رکھے +
نفسِ طاہر اوقاتِ خلوت میں دوسروں کی نسبت اپنے آپ سے زیادہ شرم دار رہتا ہے +
اس بات کی کوشش کر کہ افعالِ ناکردنی کا خیال تک بھی تیرے دل میں نہ گزرے +

جو شخص کہ تجھ کو تیرے عیبوں سے مطلع کرے اُس سے بہتر ہے کہ جو جھوٹی تعریف سے تجھ کو مغرور بنائے ٭
انسان برسوں میں جوان ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے وقت کو بہترین طریقے پر صرف کرے، تو گھنٹوں میں بوڑھا یعنی تجربہ کار ہو جاتا ہے ٭
احساس بدعوتِ عمل ہے اور عمل وہ خضرِ راہ ہے جو عامل کو منزلِ مقصود سے ضرور روشناس کر دیتا ہے ٭
جو شخص ایسا دوست نہیں رکھتا کہ اس کے آگے اپنے دل کی باتیں کہے وہ مردم خوار ہے۔ جو اپنے دل کو کھاتا ہے ٭
مرد کا امتحان عورت سے، عورت کا روپے پیسہ سے اور روپے کا امتحان آگ سے ہوتا ہے ٭
جس راز کو تو دشمن سے چھپانا چاہتا ہے اُس کو دوست سے بھی ظاہر نہ کر ٭
تجھے چاہیے کہ وہی کام کرے جو کہ کرنا چاہیے نہ وہ کہ جو تجھ کو چاہے ٭
تقدیر بہت کم تدبیر کا ساتھ دیتی ہے ٭ دوستی میں شبہ زہر ہے ٭
حیوانات پر بیشتر آفات بے زبانی کے باعث لاحق ہوتی ہیں اور انسان کے لیے نزولِ بلا زبان کے باعث۔ تمام اعضائے جسمانی میں سے زبان سب سے زیادہ نافرمان ہے ٭
ایک کوتاہ عقل نوجوان لباسِ نفیس میں حاضرِ خدمت ہوا۔ حکیم نے جب اُس کا جامہ نفیس اور کلامِ سقیم ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ یا تو اس لباس کو اُتار دے ورنہ گفتگو بھی لائق لباس کر ٭
ایک بوڑھے شخص کو جسے علم کا بہت شوق تھا لیکن حاصل کرنے سے شرماتا تھا۔ کہا تجھے اِس بات سے کیوں شرم آتی ہے کہ آخر عمر میں تو اوّل عمر سے عالم تر ہوگا ٭
منقول ہے کہ اس کی منکوحہ کو زمینِ غربت میں سفرِ آخرت پیش آگیا احبابِ ہمنشین وطن سے دوری کی حالت میں وفات پا جانے پر اظہارِ افسوس کر رہے تھے۔ اُن سے کہا "اے برادران! یہاں مسافر اور شہری کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور آخرت کا سفر ہر چہار جانب سے مساوی الفاصلہ ہے" ٭
دشمن کی بات سے رنجیدہ خاطر نہ ہونا چاہیے۔ اگر سچ ہے تو قابلِ مشکوری ہے۔ اگر جھوٹ ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے ٭
شکایت کا قطعی طور پر موقوف ہونا ناممکن ہے لیکن اپنی طرف سے کوشش کرو کہ کوئی تمہارا شاکی نہ ہو ٭
بخل و اسراف ہر دو مذموم ہیں۔ لیکن اسراف نسبتاً اس لیے بہتر ہے کہ اس سے دوسروں کو تو فائدہ پہنچتا ہے ٭
ہم دوسروں کی شیخی کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ وہ ہماری شیخی کو مضر ثابت ہوتی ہے ٭
فرمایا خدا تعالیٰ کے نزدیک افعالِ حکماء معتبر ہیں نہ کہ اقوال ٭
دوستوں کے مال میں تمام دوست شریک ہیں ٭

اقوالِ بطلیموس

حکمت ایک درخت ہے جو کہ دل سے اُگتا ہے اور زبان سے پھل دیتا ہے +

جو شخص کہ بقائے حیات کو دوست رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ دل کو شدائد و مصائب کے تحمل پر آمادہ رکھے +

اگر کوئی چیز تمہارے قبضہ سے نکل کر دوسرے کے پاس چلی جائے تو یہ مت کہو کہ میرا مال میرے پاس سے چلا گیا بلکہ یہ کہو کہ عاریت تھی جو چند روز مجھے فائدہ پہنچا کر چلی گئی۔ اگر درحقیقت یہ میرا مال ہوتا تو دوسروں کے پاس سے مجھ تک نہ آتا۔ اور میرے پاس سے دوسروں تک نہ جاتا +

ایک روز ایک جوان کو محروم و تہی دست، اسبابِ دنیوی سے حرماں نصیب، متاسف و متحیر دریا کے کنارے پر بیٹھا دیکھا۔ کمالِ فراست کے ساتھ حکیم سمجھ گیا کہ اُس کے حزن و ملال کا موجب عدمِ غنا اور وجودِ فقر و تنگدستی ہے۔ اُس سے کہا۔ اے جوان! تو اپنے آپ کو اعلیٰ درجے کا تونگر تصور کر اور ہزار کشتی پُر متاع کے ساتھ بغرضِ تجارت اپنے آپ کو سفرِ دریا میں خیال کر لے۔ اور عین وسطِ دریا میں بادِ مخالف سے تمام مال و متاع کو غرق شدہ سمجھ لے۔ اور اپنے آپ کو بھی قریب الغرق خیال فرض کر لے۔ ایسی حالت میں اپنی جان کے بچ جانے ہی کو غنیمت سمجھ کر ہزاروں شکر تجھ پر لازم ہیں لہٰذا اپنی موجودہ حالت پر قانع رہ کر صبر و شکر کی زندگی اختیار کر۔ اس نصیحت سے جوان کا اندوہ مبدّل بہ سرور ہو گیا +

جو شخص کہ دوسروں کے واقعات سے نصیحت حاصل نہیں کرتا، دوسرے اُس کے واقعات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ نمونہ بہت بڑا معلّم ہے اگرچہ بے زبان ہے +

عالم سے ایک گھنٹہ کی گفتگو دس برس کے مطالعے سے زیادہ مفید ہوتی ہے +

زندگی بغیر محنت کے مصیبت اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے +

ضروریات کو کم کر لینا سب سے زیادہ مالداری ہے +

انسانی زندگی دنیا میں اُس شمع کی مانند ہے جو ہوا میں رکھی گئی ہو +

جیسا کہ ملاح ہر ایک قسم کی ہوا میں کشتی کو دریا میں نہیں چلاتا۔ اسی طرح سے جو اندیشہ کہ ضمیر میں گذرے اُسی طرف نہ چل پڑنا چاہیے +

حکمتِ عملی قوتِ بازو سے زیادہ کام کرتی ہے +

جب تک کہ تیری رائے تیرے غصہ سے مغلوب اور تو متابعتِ شہوات کرتا ہے، اپنے آپ کو

انسان نہ سمجھ ÷

ایک نقاش نے اس حکیم سے کہا کہ اپنا مکان گچ کرا دے تاکہ میں اس پر تصاویر کھینچوں۔ حکیم نے کہا۔ پہلے تو تصاویر کھینچ، پھر میں گچ کراؤں گا ÷ دردِ سر کا علاج تاج سے نہیں ہوتا ÷

غور و فکر مراقبہ کا مرتبہ رکھتا ہے اور اسکی ضرورت دین و دنیا اور عاقبت کے ہر ایک پہلو میں لاحق ہوتی ہے ÷

تین آدمی میرے دوست ہیں، ایک وہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے، دوسرا وہ جو مجھ سے نفرت کرتا ہے، اور تیسرا وہ جو مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتا۔ کیونکہ پہلا محبت کا سبق، دوسرا احتیاط کا اور تیسرا خود اعتباری سکھاتا ہے ÷ جاہل کے لیے سب سے اچھی بات خاموشی ہے ÷

کسی نے اس حکیم سے پوچھا کہ جھوٹ بولنے میں کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی سچ بات کا اعتبار بھی جاتا رہتا ہے۔ پھر پوچھا سچائی میں کیا فائدہ ہے؟ اس نے کہا جھوٹ کے شر سے محفوظ رہتا ہے ÷

لائق آدمی کو نسبی فضیلت کی ضرورت نہیں اور نالائق کو اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا ÷

اقوال حکیم اقلیدس

جو شخص کہ علم رکھے اور اس پر عمل نہ کرے وہ ایک بیمار ہے جس کے پاس دوا تو ہے مگر علاج نہیں کرتا ÷

جو شخص کسی ایسی چیز کی تعریف کرے جو درحقیقت تجھ میں نہ ہو وہ ایسی برائی سے بھی تجھے منسوب کریگا جو تجھ میں نہ ہوگی ÷

دو بھائیوں میں دشمنی نہ ڈال کہ وہ معمولی بات پر صلح کر لیں گے اور تجھے ہمیشہ کی برائی حاصل ہوگی ÷

سلطانِ غیر عادل پر، اس متمول پر جو حسن تدبیر نہ رکھتا ہو، اس وزیر پر جس کا صدق کلام معلوم نہ ہو، اس بخشش کرنے والے پر جو مال کو بے موقع صرف کرتا ہو، اس صاحب فضیلت پر جو اسے صاحب نہ رکھتا ہو، تاسف کرنا چاہیے کہ عنقریب ان کا کام تباہ ہو جائے گا ÷

ایک روز اس سے کہا گیا کہ مت بول، اس نے زبان بند کر لی۔ پھر کہا کہ نہ سن، اس نے اپنے کان بند کر لیے۔ پھر کہا کہ مت دیکھ، اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر کہا مت سمجھ، اس نے کہا کہ میں اس امر پر قادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مدرکات عقل کو اپنے اختیار سے فراموش نہیں کیا جا سکتا، اور اس سے قصداً بچا نہیں جا سکتا۔ بخلاف مدرکات حسی کے کہ ان کو جس طرح چاہو استعمال کر سکتے ہیں ÷

ایک آزردہ دل تمام انجمن کو افسردہ کر دیتا ہے ÷

عالم بے عمل اور عابد بے معرفت چکی کی مانند ہیں جو روز و شب چکر میں سرگرداں ہے لیکن نہیں جانتی کہ کس حال میں ہے ؎

دانا کون ہے جو گردشِ ایام سے دل تنگ نہ ہو ؎

کون سی شیرنی ہے جو چکھنے والے کو ہلاک کر ڈالتی ہے ؟ شہوت ؎

لوگوں کو تین باتوں سے رنج پہنچتا ہے ۔ پیش از وقت چاہتے ہیں ۔ بیش از قسمت مانگتے ہیں اور دوسروں کے مال کو اپنا بنانا چاہتے ہیں ؎

جبکہ تیری روزی دوسروں کی روزی سے جدا ہے تو پھر یہ رنج و محنت بیہودہ کیوں ہے ؟

اُس سے پوچھا گیا ۔ کیا مذہب رکھتا ہے ؟ کہا کہ دہقان جو کچھ کہ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے ؎

دُنیا عالمِ اسباب ہے یہاں ہر فعل سے پیشتر سبب کا ہونا قدرت کی حکمت ہے ؎

ایک دوست صادق کا حصول نعماتِ الٰہی میں سے بہترین نعمت ہے ؎

ایک محفل میں ایک حکیم بیٹھا ہوا تھا ۔ وہاں ایک جاہل شخص آکر صدر مقام پر بیٹھ گیا ۔ کسی نے حکیم سے پوچھا کہ کیا تجھے اس بے وقوف کی یہ ناشائستہ حرکت بُری معلوم نہیں ہوتی ؟ اُس نے جواب دیا کہ بُرا ماننے کی کیا وجہ ہے ؟ کیونکہ اس مکان کی دیواریں سب سے زیادہ بلند ہیں ۔ لیکن اُن کی بلندی کا کوئی خیال بھی نہیں کرتا ۔ میں جہلاء کو ان دیواروں اور خاک پتھر سے زیادہ نہیں سمجھتا ؎

ایک شخص نے کہا ۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ تیری حیات کو تجھ سے زائل کر دوں ۔ حکیم نے کہا اور میں اس کوشش میں ہوں کہ تیرا غضب تجھ سے زائل کر دوں ؎

بزرگ اطاعت سے ہمسر خلق ہے ۔ خرد لطف و کرم سے اور حاسد زوالِ نعمت سے خوش ہوتے ہیں ؎

انسانی سرشت میں دانائی کی نسبت حماقت زیادہ بھری ہے ۔ اس کو دور کر کے انسانیت کا درجہ حاصل کر ؎

اقوالِ خلیفہ مامون رشید

طاعتِ باری تعالیٰ اتنی زیادہ کر جتنی کہ تجھے اُس کے ساتھ احتیاج ہے ؎

گناہ اس قدر کم کر کہ اُن کی عقوبت کی تاب لا سکے ؎

زیردستوں پر اس قدر کم جفا کر کہ اگر روزگار اُن کو تجھ سے زبردست بنا دے تو اُن کے انتقام کی تاب لا سکے ؎ شیریں کلام اور خوش خلق کے ساتھ محبت واجب ہو جاتی ہے ؎

جب غصّہ تجھ پر غلبہ پائے تو خاموشی اختیار کر ٭ اپنے تھوڑے کو دوسروں کے زیادہ سے بہتر جان ٭
ایسی راستی سے جو کسی کو فائدہ نہ پہنچائے اور لوگوں کا دل دُکھاتے پرہیز کر ٭
ایسے فائدے سے درگزر کر جو دوسروں کے نقصان کا باعث ہو ٭
اپنے کاموں کی بنیاد محبّت و آشتی پر رکھ نہ کہ قہر و غضب پر ٭
دوست اُس کو سمجھ، جو خلوت میں تیرے عیب تجھ پر ظاہر کر کے تجھے تنبیہ کرے اور تیرے پیچھے لوگوں میں تیری تعریف کرے اور مصیبت کے وقت تیری ہمراہی کرے ٭
یقین جان کہ جو درہم ناجائز طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے، وہ ہزار دینار کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔ جو کوئی اس کا خیال نہ کرے اُس کو شیطان خیال کر ٭
جو کوئی راست گوئی میں مشہور ہو گیا اگر وہ مصلحت کی بنا پر کسی وقت جھوٹ بھی بولے تو سچ سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے دروغ گو اگر سچ بھی بولے تو جھوٹ خیال کیا جائے گا ٭
کمینوں کے جواب کے واسطے حلم ایک لشکر ہے ٭
تونگری خورسندی میں ہے اور درویشی زیادہ نہ ڈھونڈنے میں۔ مرد خورسند ہر چند کہ ننگا اور بھوکا ہو تو بھی تونگر ہے اور جس نے زیادہ ڈھونڈا اگر تمام عالم بھی اُس کے قبضے میں آ جائے تو بھی درویش ہے ٭
کونسا امر قبیح ہے۔ کہنا اور نہ کرنا کونسا امر جمیل ہے۔ کم کہنا اور زیادہ کرنا ٭
عاقبت اندیشی کو طلب مال پر مقدم رکھو ٭
جب کسی شخص کو دوسروں کی عیب جوئی کرتے پاؤ اُسے اپنے دوستوں کے زمرے سے خارج کر دو ٭
خوشامدی شخص تمھاری بُرائیوں اور بھلائیوں دونوں کو پسندیدہ بتلائے گا ٭
اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا اپنی طرف سے لوگوں کا خیال خراب کرنا ہے ٭
مال جمع کرنا آسان لیکن اُس کی نگہداشت اور اُس سے بہرہ مند ہونا دشوار ہے ٭

اقوال کیخسرو

اگر لوگ اپنے حق پر راضی رہیں اور انصاف کے ساتھ زندگانی بسر کریں تو کسی ملک کو ملک کی ضرورت نہیں ملک ... حقیقت کی پائداری مال سے ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو ہر دو جہان کا وسیلہ تحصیل ٹھہرایا ہے ٭
جہاں تک ممکن ہو سکے مال کو عزیز رکھو اور مناسب موقعوں پر خرچ کر کے دین و دُنیا کا فائدہ حاصل کرو کیونکہ وقائع و حوادث کا احتمال ہمیشہ باقی ہے ٭

دُنیا کے حوادث و مصائب انسان کی آزمائش کے موقعے ہیں عقلمند وہ ہے جو ایسے وقت میں دل کو جگہ سے نہ ہلنے دے۔ ایسے موقع پر عقل سے زیادہ دستگیر اور مہربان تر کوئی اُستاد نہیں ہے اور عقل ایسے ہی دنوں کے واسطے ہے کہ اس کی رہنمائی میں چارۂ کار تلاش کرنا چاہیے۔ اور جو کام کہ چارۂ کار سے گُزر جائے اُس کا اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ اور اندوہِ بے فائدہ سے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالنا چاہیے۔ کیونکہ جو کچھ ہاتھ سے گیا وہ واپس نہیں آسکتا لیکن تھوڑے عرصہ میں اس کا نقصان تیرے جان و تن کو بھی تباہ کردے گا +

جب تیرا کام چارۂ تدبیر سے گُزر کر بموجب سرنوشتِ پیشانی پیش آجائے اپنی تباہی کی شرح ہر کس و ناکس کے پاس بیان نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اُس کے اظہار میں دو نقصان ہیں۔ ملامتِ دوستاں اور مسرتِ دُشمناں اور یہ ہر دو خلافِ مقصود ہیں +

نادان خُرد ہے اگرچہ پیر ہووے اور خِردمند پیر ہے اگرچہ خُرد ہووے۔ کیونکہ شرف و فضل عقل سے ہے نہ کہ سال سے +

جس شخص کی دوستی سے کچھ نفع نہ پہنچے اُس کی دُشمنی سے بھی کچھ ضرر نہ ہوگا +

پہلے دُشمن کے ساتھ صُلح جوئی اختیار کر۔ اگر قبول نہ کرے تو مردانگی دکھا۔ ؎

اگر صُلح جوئی نخواہیم جنگ　　وگر جنگ خواہی نباشد درنگ۔

جو کوئی یارِ بے عیب تلاش کرے وہ ہمیشہ بے یار رہے گا + ؎

ہمہ رُوئے زمین بگردیدم　　ہمدمے کافرم اگر دیدم

چار لوگوں کو بدخوئی سے معذور سمجھ: روزہ دار۔ مریض۔ مسافر اور قرضدار تنگدست +

جہان کے کاروبار تقدیر سے وابستہ ہیں۔ فائدہ یا نقصان، تقدیم اور تاخیر کی کسی کو طاقت نہیں۔ بہرحال تدبیر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے اور دُور اندیشی کو کام میں لانا چاہیے +

دانش کے درخت کا میوہ نیکوکاری ہے جو کوئی یہ سمجھتا ہے اور عمل نہیں کرتا۔ اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خطرۂ راہ سے واقف ہے اور پھر اُسی راستہ میں قدم رکھتا ہے۔ اور آخرکار نقصانِ جان و مال اُٹھاتا ہے۔ یا اُس بیمار کی مانند جو پرہیزی اشیاء کے ضرر سے واقف ہے اور پھر انہی کو کھاتا ہے اور انجامِ کار ہلاک ہوتا ہے +

اقوالِ بزرجمہر

مجھے بطورِ شفقت و نصیحت اور ادب سکھلانے کے بابت سے نصیحت دینے والوں نے نصیحت دی اور وعظ کرنے والوں نے وعظ کیے۔ لیکن میرے بڑھاپے جیسا وعظ کسی نے نہیں کیا۔ اور میری عقل جیسی کسی نے مجھے نصیحت نہیں کی +

مَیں نے سُورج کے نُور اور چاند کی روشنی سے روشنی طلب کی۔ مگر مجھے اپنے دل کے نور سے زیادہ کوئی روشنی نہ ملی +

مَیں آزادوں اور غلاموں کا مالک رہا مگر سوائے میری خواہش کے کوئی اور میرا مالک مجھ پر غالب نہ ہوا +

دشمنوں نے مجھ سے دشمنی کی مگر میں نے جبکہ میں جاہل ہوں اپنے نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں دیکھا۔

تنگیوں نے میری مزاحمت کی مگر بدخلقی جیسی کسی نے میری مزاحمت نہیں کی +

مَیں نے بذاتِ خود اپنے نفس کو بلحاظ اس پر خوف کھانے اور اس پر مہربانی کرنے کے تمام خلقت سے اپنی پناہ میں رکھا۔ مگر مَیں نے اُسے اپنے آپ کے لیے تمام نفوس سے بُرا پایا۔ میں نے دیکھ لیا کہ ہر خرابی اُس کی پیدا کردہ ہے +

مَیں نہایت دُور دراز خطرناک مقامات میں پڑا رہا مگر اپنی زبان سے زیادہ ضرر رساں چیز میں نے نہ پائی +

مَیں انگاروں پر چلا اور گرم ریت کو میں نے پامال کیا مگر مَیں نے غصّے سے جب کہ وہ مجھ پر قابو پالے، کوئی آگ زیادہ گرم نہیں دیکھی +

مَیں نے غور کیا کہ کونسی قاتل بیماری ہے اور کہاں سے آتی ہے تو میں نے معلوم کیا کہ وہ خدا کی نافرمانی سے آتی ہے +

مَیں نے اپنے نفس کے لیے راحت طلب کی تو مَیں نے اُس کے بے فائدہ چیز کو چھوڑ دینے کے سوا کسی چیز کو اُس کے لیے زیادہ راحت دینے والا نہ پایا +

مَیں نے سمندروں میں سفر کیا اور خطروں کو دیکھا مگر ظالم بادشاہ کے دروازے پر کھڑے ہونے سے زیادہ کوئی خطرہ نہیں دیکھا +

مَیں وحشیوں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرا۔ مگر مَیں نے بُرے ساتھی سے زیادہ کوئی وحشت ناک نہ دیکھا +

مَیں نے درندوں، کفتاروں اور بھیڑیوں کو جانچا، اُن کے ساتھ رہا اور وہ میرے ساتھ رہے اور میں اُن پر غالب آگیا لیکن بدخُلق شخص مجھ پر غالب آگیا +

مَیں شیطانوں کے ساتھ پہاڑوں پر پھرا لیکن بُرے انسانوں کے سوا کسی سے مَیں نہیں گھبرایا +
مَیں نے ایلوا کھایا اور کڑوی چیزوں کو پیا مگر محتاجی سے زیادہ کڑوا کسی چیز کو نہیں پایا +
مَیں لڑائیوں میں حاضر ہُوا لشکروں سے لڑا تلواریں چلائیں اور ہمسروں کو پچھاڑا مگر بُری عورت سے زیادہ غالب کسی کو نہیں دیکھا +
مَیں نے جنگ کے اوزاروں کو استعمال کیا اور پتھروں کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا۔ مگر قرض سے زیادہ بوجھل مَیں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا +
مَیں نے اُس چیز میں غور کیا جو عزت والے کو ذلیل بنا دیتی ہے اور طاقتور کو توڑ دیتی ہے تو مَیں نے فاقہ کشوں اور حاجت مندوں سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں دیکھا +
مَیں نے ملک الموت کو جان کنی کے فرائض سرانجام دیتے دیکھا۔ مگر قرضخواہ سے زیادہ سخت جان نکالنے والا ملک الموت کسی کو نہ پایا +
مجھے نیزے مارے گئے اور پتھر پھینکے گئے۔ پس مَیں نے اُس بُرے کلام سے جو حق بات کو طلب کرنے والے کے مُنہ سے نکلتی ہے کسی کو زیادہ اثر کرنے والا نہیں دیکھا +
مَیں نے عمدہ کھانے کھائے اور نشہ آور چیزوں کو پیا۔ لیکن مَیں نے صبر اور امن سے زیادہ لذیذ کسی چیز کو نہ پایا +
مَیں نے ناداری اور مفلسی کے کوہِ گرانبار کو اُٹھایا لیکن کسی کمینہ کے محتاج ہونے کی نسبت ان کو ہلکا پایا +
کمینہ شخص سے حاجت طلب کرنا بیابان میں مچھلی طلب کرنے کے برابر ہے +
جس شخص نے اپنے آپ کو باعزت کیا ہے تو اپنے پیسے کو ذلیل کر کے کیا ہے۔ (یعنی عزت سخاوت سے حاصل ہوتی ہے +
جب تک تُو مال کو نگاہ رکھے تو مال کا خادم اور غلام ہے جب تُو اُسے خرچ کرے تو وہ تیرا خدمتگار ہے +
جس قدر دیر میں بُرا لفظ کہا جاتا ہے اُسی قدر دیر میں اچھا لفظ ادا ہو سکتا ہے +
بسا اوقات انسان کی مَوت اُس بات میں ہوتی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے +
دُنیا کی مصیبتوں کا ¾ حصہ زبان کا پیدا کردہ ہے۔ اور اُس کے ماخذ طعام و کلام ہیں +
کم گو کم خور اور بے آزار ہمیشہ سلامت خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے +

اقوالِ حکمائے عرب

لوگوں کو ایک جیسی طبیعت کا خیال نہ کرے۔ کیونکہ اُن کی طبائع اور رنگ اتنے ہیں جنھیں تُو شمار نہیں کر سکتا *

جن بھلائیوں کو تُو طلب کرتا ہے اُن میں سستی کو چھوڑ دے کیونکہ سست شخص نیکیوں میں کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ اے پسندیدہ خصائل عالم خوش ہو کہ تُو بغیر پانی ہی کے سیراب ہے۔ اور اے جاہل اگرچہ تُو پانی کی موجوں میں بھی ہو تو بے شک تُو اُن میں بھی پیاسا رہے گا *

اگر انسان کے خیالات شرعی گواہ ہوتے تو بہت سے دیانت دار بدمعاش ہوتے *

سچائی کی مشعل جہاں جلتی ہوئی نظر آئے اُس کی روشنی سے فایدہ اٹھا۔ یہ نہ دیکھ کہ مشعل بردار کون ہے۔

جوانی کے دھوکے میں نہ آجا کیونکہ بوڑھا ہونے سے پہلے بھی کئی جوان گزر چکے ہیں *

جوانی میں مست ہو کر چلنے والے! کیا کبھی مست بھی راہِ راست تک پہنچتا ہے ؟

جب تک قدرت و طاقت ہو' احسان کر۔ کیونکہ انسان کی قدرت ہمیشہ باقی نہیں رہتی *

دِل کو دُنیا اور اُس کی زینت سے باز رکھ۔ کیونکہ اُس کا صاف گدلا اور اس کا وصل جدائی ہے *

اے جسم کے خدمت گزار! تُو کب تک اُس کی خدمت کے لیے دوڑتا رہے گا۔ کیا تُو اُس چیز سے نفع کی طلب کرتا ہے جس میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے؟ نفس اور اُس کی فضیلتوں کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تُو نفس کے ساتھ انسان ہے نہ کہ جسم کے ساتھ *

ہشام بن عبدالملک کا نزع کا عالم تھا۔ لوگ بستر مرگ کو گھیرے کھڑے تھے رونے لگے ہشام نے کہا "اے عزیزو سنو۔ ہشام نے جو کچھ جمع کیا' وہ تمھارے لیے چھوڑتا ہے۔ اور اس کا بوجھ ہے اسے تم تنہا میرے ہی سر پر چھوڑے دیتے ہو۔ خدا ہی مغفرت کرے تو ٹھکانا ہے۔ ورنہ ہشام نے بالکل اُلٹی بات کی اور وہ کیا جو نہ کرنا چاہیے تھا *

جس نے لوگوں سے جتنا زیادہ میل ملاپ رکھا اتنا ہی اُن سے رنج دیکھے گا۔ کیونکہ اُن کی طبیعت میں بغاوت اور ظلم بھرا پڑا ہے ؎

مرا روزِ قیامت غمے کہ ہست اینست   کہ روئے مردمِ عالم دو بارہ باید دید

جب شریف آدمی کو کوئی جگہ ناموافق ہو تو کچھ پروا نہیں کیونکہ اُس کے لیے فراخی زمین میں اور کئی جگہیں ہیں *

ایک مشاہدے کا گواہ نو سماعی گواہوں سے بہتر ہوتا ہے *

خوشی کو دائمی اور بدی نہ خیال کرلے کیونکہ جس کو ایک زمانہ خوش کرتا ہے اُسے کئی زمانے رنج دیتے ہیں ۔
اپنی روزی پر قناعت کر کیونکہ قناعت ہی حقیقت میں غنا ہے۔ اور جو قناعت نہیں کرتا محتاجی اُس کے نزدیک ہوا کرتی ہے ۔
کسی مجلس میں سوال سے پہلے گفتگو شروع نہ کر کیونکہ یہ بہت بُرا طریقہ ہوتا ہے ۔
زمانہ کے مصائب سے نہ گھبرا کیونکہ احمق شخص ہی حوادثِ زمانہ پر بے صبری کرتا ہے ۔
اگر آج کا رزق تجھ پر تنگ ہو جائے تو کل تک صبر کر شاید کہ زمانہ کے مصائب تجھ سے دُور ہو جائیں ۔
عورت کا خاوند مرد اور مرد کا خاوند قرض خواہ ہے ۔
عبادت ایسی کرو جس سے تمہاری رُوح کو مزا آئے۔ جو عبادت دُنیا میں مزا نہ دے گی وہ عاقبت میں کیا جزا دے گی ؟
تین چیزیں سخت تر ہیں: جوانی میں مفلسی، سفر میں بیماری اور تنگ دستی میں قرض ۔
اپنی ظاہری حالت ہر حال میں اچھی رکھ خواہ زمانہ تیرے کتنا ہی ناموافق ہو ۔
تمسخر تو چھوڑ دے کیونکہ تمسخر کے بہت سے لفظ تیری طرف ایسے رنج و غم کھینچ کر لاتے ہیں جو رفع نہیں کیے جا سکتے ۔
ایمان کا دشمن جھوٹ۔ عزت کا دشمن سوال۔ عقل کا دشمن غصہ اور دولت کی دشمن بددیانتی ہے ۔
جو شخص خطروں پر سوار نہ ہو وہ مرغوب چیزیں حاصل نہیں کر سکتا ۔
آدمی کو خود اُس کی ذات کے سوائے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔
اتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے۔ اور نہ اتنا خشک کہ توڑ لیا جائے ۔
اگر موافقت نہ ہو تو پھر مفارقت بہتر ہے ۔
قرض قاطعِ محبت ہے اور محبت فرض ہے ۔
وہ راز محفوظ نہیں جس کی کسی عورت کو خبر ہو ۔
حقیر شخص جو بات سکھے کیے اُسے حقیر نہ سمجھ کیونکہ شہد کی مکھی تو مکھی ہے مگر شہد کا پرندہ ہے ۔
بیکسوں پر ظلم کرنے والے تو مہلتوں کے دھوکے میں نہ آجا ۔ شعر

تو مشو مغرور از حلمِ خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ہر شخص اپنے سینے میں ایک دشمن لیے پھرتا ہے ۔
گناہ، ایامِ زندگی اور دشمن یہ ایسی تین چیزیں ہیں جن کا اندازہ انسانی دماغ نہیں لگا سکتا ۔
عورت کی آواز بھی عورت ہی ہے (یعنی آواز کا بھی پردہ رکھے) ۔
ہر ایک بیماری کی دوا ہمیشہ ممکن ہے مگر جب تنگدستی سستی کے ساتھ مل جائے تو یہ لا دوا مرض ہے ۔

جبکہ بعض اسباب دُشمن کو بھائی چارہ کی طرف محتاج کرتے ہیں تو اُن اسباب کے ختم ہونے پر اُس کی عداوت پھر عَود کر آتی ہے +

جس سے تم کو نفرت ہو اُس سے ڈرتے رہو +

غیبت سُننے والا کہنے والے کا ساتھی ہے +

صاحبِ غرض کی دوستی سے دھوکا نہ کھا جب تک کہ تو اُسے غرض کے نہ ہونے کے وقت میں نہ آزمالے +

اقوالِ بُوعلی سینا

محبت کے لحاظ سے ہر ایک باپ یعقوبؑ اور حُسن کے لحاظ سے ہر ایک بیٹا یوسفؑ ہے +

جو شخص اپنے دوستوں کی ہر خطا پر عتاب کرے اُس کے دُشمن بہت ہوں گے +

جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے اُس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں +

زاہد وہ ہے کہ دُنیا سے احتراز کرے۔ اپنی قسمت پر رضامند رہے اور مقدار عمل سے زیادہ بات نہ کہے۔

فقیر وہ ہے کہ اُس کی خاموشی فکر کے ساتھ اور اُس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہو +

بہترین قول ذکر ہے۔ بہترین فعل عبادت اور بہترین خصلت حلم ہے +

ہر ایک بات جو ذکر سے خالی ہو لغو ہے۔ ہر ایک خاموشی جو فکر سے خالی ہو سہو ہے اور ہر ایک نظر جو عبرت سے خالی ہو، لہو ہے +

ناقص عقل گناہ کے وقت محافظت نہیں کر سکتی +

نہایت خوشحالی اور نہایت بدحالی بُرائی کی طرف لے جاتی ہے +

اُس سے پُوچھا گیا بھائی بہتر ہے یا یار۔ جواب دیا۔ بھائی اگر یار ہو سکے +

نیت مرتکب ہونے کا پیش خیمہ ہے +

مباحثہ عقل کی صیقل ہے اور جاہلوں کے لیے تخم عداوت +

جو شخص تادیبِ دُنیا سے راہِ صواب اختیار نہ کرے، وہ عذابِ عُقبیٰ میں بھی گرفتار ہو گا +

کسی کی قلتِ عقل کا اُس کے کثرتِ کلام سے اندازہ لگا +

جہاں تک ہو سکے محال طلب نہ بن +

حُسن ایک تنہائی کی سلطنت ہے جس میں خدم و حشم کی ضرورت نہیں +

اتنا کھاؤ جتنا ہضم کر سکو۔ اتنا پڑھو جتنا جذب کر سکو۔ "علم در سینہ نہ کہ در سفینہ" +

زندگی میں تین چیزیں نہایت سخت ہیں: (۱) خوفِ مرگ (۲) شدتِ مرض (۳) ذلّتِ قرض +
کسی کی نسبت بُرا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ یاد رکھو کہ اس کا عکس اُس کے دل پر بھی ضرور پڑے گا +
نظر اُسی وقت تک پاک ہے جب تک یہ اُٹھائی نہ جائے +
خواہشِ نفس تجھے طائرِ فی القفس بناتی ہے۔ اُس کو مٹا کر حقیقی آزادی کا لُطف اُٹھا +
نیکوں کے ساتھ تیری موافقت کیا خوبی رکھتی ہے جب تک تو بدوں کے ساتھ بھی سازگار نہ ہو +
مفاسدِ تونگری مصائبِ افلاس سے بدرجہا شدید تر ہیں +
بیماریوں میں سب سے بڑی دل کی بیماری ہے۔ دل کی بیماریوں میں سب سے بڑی دل آزاری ہے +
صحیح الکلام شیریں زبان اور فصیح البیان ہونا دُنیا کی بہترین چیزوں میں سے ہے +
فضلِ خداوندی اور تائیدِ ایزدی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ تاہم عالمگیر بارش ہونے پر جو فائدہ تر زمین کو ہوتا ہے اُس کا مقابلہ بے تردد رقبہ ہرگز نہیں کر سکتا +
حقیقی خوبصورتی کا چشمہ دل ہے۔ اگر یہ سیاہ ہو تو چمکیلی آنکھیں کچھ کام نہیں دیتی ہیں +
شہوتِ طبعی انسان و حیوان کو مساوی ہوتی ہے لیکن وضعی فقط انسان کو جو بے تربیتی اور بد صُحبت سے نشو و نما پاتی ہے +

سُلطانِ عادل

سنہ ۸۰۰ھ کا آغاز ہے اور ساتھ ہی سُلطان احمد شاہ والئے گجرات دکن کی مسند نشینی کے ۸ سال پُورے ہوئے۔ اِن دونوں میں ایک خاص مناسبت پیدا ہو گئی۔ اراکینِ دربار نے عرض کیا کہ اِس سال جشنِ سالگرہ نہایت خوبی سے منانے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ اسلامی سنہ ۸۰۰ھ شروع ہوا ہے اور حضور کی سلطنت کو بھی بفضلہ ۸ سال ہو گئے۔ یہ فالِ نیک ہے۔ انشاءاللہ حضور کے خاندان میں سلطنت بھی آٹھ سو سال قائم رہے گی +
سُلطان احمد شاہ نہایت ہی نیک، عادل اور رحیم بادشاہ تھا۔ اُس کی نیکیوں سے تاریخی صفحات بھرے پڑے ہیں۔ وہ اِس قسم کے لہو و لعب سے مُتنفر رہتا تھا لیکن وزراء و اُمراء کی مخلصانہ استدعا پر بطور تالیفِ قلوب ایک خاص حد تک جشن کرنے کی اجازت دے دی۔ سلطنت میں چراغاں کی رسم بڑے پیمانے پر کی گئی۔ اور اس مُسرّت میں رعایا کے ہر فرد بشر نے بخوشی حصہ لیا۔ سُلطان کا داماد ایک وجیہ و خوبصورت نوجوان اور نہایت بااخلاق ہونے کے علاوہ خاندا

شاہی کارکنِ اعظم بھی تھا۔ اتفاق سے ایک غریب مزدور اُس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب سلطان کو خبر پہنچی تو فرمایا۔ "قانونِ شریعت میں غریب و امیر کا کوئی امتیاز نہیں۔ میرا داماد ہونا اس کو عدالت سے نہیں بچا سکتا۔ اِس کو گرفتار کر کے باقاعدہ عدالت کے سپرد کرو"۔

عدالت میں باقاعدہ مقدمہ شروع ہُوا اور گواہوں سے ثابت ہو گیا کہ واقعی یہ قاتل ہے۔ قاضی نے مقتول کے وارثوں کو بُلا کر خوں بہا کے عوض میں راضی کر لیا۔ بائیس اشرفی خوں بہا کی قرار پائیں اور وارثین نے راضی نامہ پر دستخط کر دیے۔ جب مسل مکمل ہو چکی تو آخری فیصلہ کے واسطے سلطان کے سامنے پیش کی گئی۔ جس پر قاضی کا فیصلہ بالفاظ ذیل تھا:

"حضور والا! مَیں مقدمہ کی تحقیق اور نیز گواہوں کے بیانات سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ مُلزم واقعی قتلِ عمد کا مرتکب ہُوا ہے اور اس پر حقِ قصاص از رُوئے شرع جاری ہونا ضروری ہے۔ لیکن مقتول کے ورثاء جو اَب مُدّعی کی حیثیت سے ہیں، برضا و رغبت خود خوں بہا لینے پر راضی ہیں۔ مَیں نے ورثاء کے مشورے سے ۲۲ اشرفیاں خوں بہا تجویز کی ہیں۔ برائے حصولِ حکم آخری مسل اجلاسِ معلّیٰ میں پیش کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہوں"۔

جب سلطان احمد شاہ نے یہ روئداد پڑھی تو فرمایا۔ "اس میں شک نہیں کہ ورثاء راضی ہو گئے لیکن حقیقتاً یہ فیصلہ بہت کمزور ہے اور یقینِ کامل ہے کہ اس میں میرا داماد ہونے کی وجہ بھی اثر کر رہی ہے۔ وارثوں کا خیال ہو گا کہ ہماری اِس درگزشت سے بادشاہ ممنون ہو گا۔ دوسرے اس فیصلے کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ شاہی خاندان کے افراد ہر ایک کمزور اور غریب رعیّت کو اسی طرح مار ڈالا کریں۔ مَیں سیاستاً، انتظاماً، شرعاً اور اخلاقاً اس فیصلہ کے خلاف ہُوں۔ گو مجھے یہ معلوم ہے کہ میری عزیز اور پیاری بیٹی اس صدمہ سے مجروح ہو گی اور اس کو داغِ بیوگی برداشت کرنا پڑے گا لیکن میں خاندان یا اولاد کی خوشی کے لیے غریب رعایا کی جان اِس طرح ارزاں کرنا مناسب نہیں سمجھتا"۔

"مُلزم نے جو اس طرح بیباکانہ غریب کا خُون بہا دیا، اس میں ضرور گھمنڈ پوشیدہ تھا کہ مَیں بادشاہ کا چہیتا داماد ہُوں جو کسی طرح اولاد سے کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح راضی نامہ اور فیصلہ میں بھی ضرور شاہی رعایت کا لحاظ کارفرما ہے۔ ان تمام حالات اور واقعات پر نظر کرتے ہُوئے مَیں کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا کہ عدالتِ ماتحت کے فیصلے کو بحال رکھا جائے۔ اس فیصلہ سے تمرّد کو بڑی ڈھیل ملے گی۔ ایک شاہی خاندان کے رُکن کے لیے بائیس اشرفیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں لیکن ایک جان بہت قیمتی ہوتی ہے خواہ وہ غریب ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس لیے مَیں عدالتِ ماتحت کے فیصلے کو منسوخ کرتا ہُوں اور حکم دیتا ہُوں کہ قاتل کو قصاص کے طریقے پر دار پر چڑھایا جائے نیز یہ حکم بھی دیتا ہُوں کہ عبرت کے واسطے ایک شبانہ روز وسطِ شہر میں قاتل کی لاش کو لٹکایا جائے تاکہ

پھر کسی دولت مند کو کسی غریب کا خون بہانے اور خون بہا دینے کی جرأت و اُمید نہ رہے +
ہر چند محل کے اندر اور باہر بادشاہ سے سفارش کی گئی۔ مگر سلطان نے اپنا آخری حکم واپس نہ لیا اور آخر قاتل تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا +

اقوالِ بزرگان

شیخ گنج بخش لاہوریؒ: صوفی وہ ہے کہ جس کا کردار موافق گفتار کے ہو۔ فرمایا تصوف ایک حقیقت ہے بے نام اور آج ایک نام ہے بے حقیقت +

علی بن فضلؒ: آپ اپنی اشیائے ضروریات اپنے محلہ کے بقال سے خرید اکرتے تھے۔ اور جس نرخ پر وہ اُن کو دیتا بے تامل خرید لیتے۔ کسی نے کہا کہ آپ کیوں بڑے بازار سے نہیں خریدتے کہ وہاں پر تمام اشیاء ارزاں تر دستیاب ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ اِن بقالوں نے اس واسطے اس محلہ میں دکانیں کھولی ہیں کہ ہم سے فایدہ اُٹھائیں +

فتح موصلیؒ: میں نے تیس۳۰ ابدال کی صحبت اُٹھائی۔ سب نے یہی کہا کہ خلق کی صحبت سے بچو۔ کم کھاؤ اور کم بولو +

ابراہیم ادھمؒ: جو عمل آج تم پر زیادہ شاق ہے وہ آخرت میں میزان پر زیادہ وزنی ہوگا +

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ: اہل وعیال کے خرچ میں قصور کر کے اور قرض ادا کیے بغیر جو حج کو نکلا وہ ظالم، گنہگار اور مغضوب خدا ہے + قول صورت ہے اور عمل اُس کی رُوح ہے +

نوح علیہ السلام: شیطان سے پوچھا گیا کہ بنی آدم میں سے کون سا گروہ تیری زیادہ مددگاری کرتا ہے؟ جواب دیا کہ حریص۔ بخیل۔ بددل اور شتاب کار +

شیخ سعدیؒ: کسی نے پوچھا کیسے گزرتی ہے کہا منہ نعمت حق کھاتے ہیں اور زبان شکایت کرتے ہیں +

شیخ بایزیدؒ: فرمایا میں نے چار چیزوں کو دُنیا میں ڈھونڈا اور نہ پایا۔ اوّل عالم بے طمع۔ دوم یار موافق سوم طاعت بے ریا۔ چہارم لقمہ حلال +

خواجہ ابو اسحٰقؒ نے فرمایا کہ میں نے انہی چار چیزوں کو دُنیا میں ڈھونڈا اور پایا۔ اوّل عالم بے طمع خدا کو پایا۔ دوم یار موافق قرآن شریف کو۔ سوم طاعت بے ریا طاعت شب کو۔ چہارم لقمہ حلال غصّہ کو کھانا +

حسن بصریؒ: خالی پیٹ شیطان کا قیدخانہ اور بھرا ہوا پیٹ اس کا اکھاڑہ ہے +

اگر تو خدا سے ڈرتا ہے تو اس کے تصرفات میں کلام مت کر +

حضرت سفیان ثوریؒ: حق تعالیٰ کے سامنے حق تعالیٰ کے گناہ کے ساتھ جانا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی ایسے گناہ کے ساتھ جائے جس کا تعلق بندوں کے ساتھ ہو +

جو اپنے آپ کو دوسروں پر فضیلت دیتا ہے وہ متکبر ہے +

اگر بہت سے لوگ کسی جگہ پر جمع ہوں اور اُن سے پوچھا جائے کہ جس کو آج شام تک زندہ رہنے کی خبر ہو وہ کھڑا ہو جائے تو کوئی شخص بھی کھڑا نہ ہوگا۔ اور اس پر تعجب یہ ہے کہ اگر سب کو پکار کر کہا جائے کہ جس کسی نے آئندہ سفر کا سامان تیار کیا ہوا ہے وہ کھڑا ہو جائے تب بھی کوئی ایسا نہ نکلے گا جو کھڑا ہو جائے +

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ کُتّے میں دس ایسی عمدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہییں:

(۱) وہ بھوکا رہتا ہے۔ یہ آداب صالحین سے ہے۔ اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے۔ یہ علامت صابرین سے ہے +

(۲) اس کا کوئی مکان نہیں ہوتا۔ یہ علامت متوکلین سے ہے +

(۳) وہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے۔ یہ صفاتِ شب بیداراں و علاماتِ محبین سے ہے +

(۴) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا۔ یہ صفاتِ زاہدین سے ہے +

(۵) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گو وہ اُس پر جفا کرے اور اس کو مارے۔ یہ علامت مریدانِ صادقین سے ہے +

(۶) ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہو جاتا ہے۔ یہ علامتِ متواضعین سے ہے +

(۷) اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔ یہ نشان راضیین سے ہے +

(۸) اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آجاتا ہے۔ مار کا کینہ نہیں رکھتا۔ یہ علامتِ خاشعین سے ہے +

(۹) کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا ہے۔ یہ علامتِ مساکین سے ہے +

(۱۰) کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے پھر اسکی طرف التفات نہیں کرتا۔ یہ علامتِ محزونین سے ہے +

اے عزیز! قناعت کا سبق کُتّے سے حاصل کر۔ تُو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ شکاری کُتّوں کو جب گلی کوچوں کے کُتّے دیکھتے ہیں تو اُن پر بھونکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ "اے مسکینو! جب تم نے عُمدہ عُمدہ اور لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے ساتھ قید کیے گئے۔ اگر تم بھی ہماری طرح گری پڑی اور رُوکھی سُوکھی چیزوں پر قناعت کرتے تو ہماری طرح کھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے +

ایک بزرگ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ چونکہ مستجاب الدعوۃ تھے۔ لوگ اُن کے پاس دُعائے خیر

کے واسطے آتے۔ کسی شخص نے کہا کہ آپ اپنی آنکھوں کے لیئے دُعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے ہنس کر فرمایا۔ بیٹا! خدائے پاک کی رضا میرے نزدیک آنکھوں کے بینا ہونے سے اچھی ہے +

حضرت ابن اسلام نے لکڑیوں کا گٹھا اُٹھایا ہوا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے ہاں تو بہت نوکر تھے جو لکڑیوں کو اُٹھاتے۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں اپنے نفس کا امتحان لیتا ہُوں کہ اس کام کو کسرِ شان تو نہیں سمجھتا +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں حکومت اور عورت کی محبت کا چھوڑنا صبر سے زیادہ کرنا ہے +

حضرت ابُوحازمؒ فرماتے ہیں۔ تیرا کیا ضرر ہے اگر تجھے کوئی نہ پہچانے جب کہ تُو اللہ کے نزدیک معروف و مقبول ہے۔ تیرا کیا نقصان ہے اگر تیری تعریف نہ کی جائے جب کہ تُو اللہ کے نزدیک محمود ہے۔ تجھے کیا خوف ہے اگر تُو دُنیاوی حالات میں شکست کھاتا ہے، جب کہ تُو اللہ کے نزدیک مظفر و منصور ہے۔ تیرا کیا بگاڑ ہے اگر تجھ سے نفرت کی جاتی ہے جبکہ تُو اللہ کے نزدیک محبوب ہے +

جو شخص ارادہ کسی قضائے حاجت یا دفعِ مصیبت کا کرے تو چاہیئے رجوع اس امر کے لیے اللہ پاک کی طرف کرے، لوگوں کو علم ہونے سے پہلے۔ کہ عادتِ الٰہی یہی ہے کہ جو پہلے اُس کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ خدا اس کی مشکل آسان کر دیتا ہے + (حسن بصریؒ)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مُبارک سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا بُری نظر چھوڑ دے خشوع کی توفیق ہوگی۔ بیہودہ گوئی ترک کر دانا ہوگا۔ کم کھا عبادت کی طاقت ہوگی۔ لوگوں کے عیوب کی تلاش نہ کر اپنے عیوب پر مُطّلع ہوگا اور اللہ کی ذات میں خود خوض نہ کر نفاق و شک سے بچے گا +

حضرت حامد لفافؒ فرماتے ہیں جب تمہیں نصیحت کا تسلیم کرنا معلوم نہ ہو اُس وقت تک نصیحت نہ کرو ورنہ اکثر دفعہ یہ خیر خواہی ضرر دے گی کہ برداشت بھی نہ کر سکو گے +

اہل اللہ مال پا کر متواضع ہوتے ہیں اور اہلِ دُنیا مغرور۔ وہ شکر گزار رہتے ہیں اور یہ غافل +

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ اگر عبادت پرندہ ہوتی۔ نماز اور روزہ اس کے پَر ہوتے +

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں۔ عالم کے دین میں فساد کی علامت یہ ہے کہ اُس کے نزدیک گفتگو کرنا خاموشی اور سُننے سے بہتر ہو +

حضرت انس بن مالکؒ فرماتے ہیں بیوقوفوں کی کوشش روایت پر تمام ہے اور عالم کی کوشش سمجھنے اور غور کرنے میں ہے +

حضرت سفیان بن عیینہؒ سے لوگوں نے وعظ کی درخواست کی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا نہ مَیں حدیث بیان کرنے کے قابل ہُوں اور نہ تم اس کے سُننے کے قابل ہو +

حضرت بشر حافیؒ نے جب حدیث کہنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے کہا آپ قیامت کو کیا جواب دیں گے

جب خدا تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے حدیث کہنا کیوں چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا میں کہوں گا۔ اے اللہ! تو نے اخلاص کو حکم دیا تھا۔ لیکن مجھے اپنے میں اخلاص نظر نہیں آتا +

حضرت ابُو حازمؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے زمانہ کے علماء باتوں ہی پر راضی ہو گئے ہیں اور عمل چھوڑ دیئے ہیں سلف ایسے تھے کہ عمل کرتے گر لوگوں سے نہ کہتے۔ پھر بعد کے لوگ ایسے ہُوئے جو کرتے تھے اور کہتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ہُوئے کہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ عنقریب ویسا زمانہ آنے والا ہے کہ نہ کہیں گے اور نہ کریں گے +

ایک امیر رسیدہ سے کسی نے کہا۔ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا میرے ساتھ والا مجھ سے سبقت لے جاتا ہے۔ اور جو میرے پیچھے ہوتا ہے، وہ مجھ سے آن ملتا ہے۔ جو نیک بات سُنتا ہُوں اُسے بھول جاتا ہُوں۔ جب میں کھڑا ہوتا ہُوں تو زمین مجھ سے قریب رہتی ہے۔ اور جب بیٹھتا ہُوں تو دُور رہ جاتی ہے۔ ایک چیز دو نظر آتی ہیں جو مجھے سفید معلوم ہوتی تھی وہ سیاہ رنگ ہو گئی ہے اور جسے میں سیاہ چاہتا تھا وہ سفید ہُوا جاتا ہے۔ جس چیز کو میں نرم پسند کرتا تھا، وہ سخت اور جسے سخت چاہتا تھا وہ نرم ہو گئی ہے ؎

عہدِ شباب اپنا یوں جلدی گزر گیا جیسے چڑھا ہُوا کوئی دریا اُتر گیا

حضرت مالک بن مغولؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ مقبولؐ سے لوگوں نے پُوچھا۔ سب سے زیادہ شریر کون ہے؟ فرمایا بگڑا ہُوا عالم +

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں۔ آخر زمانہ میں علماء قرب امراء پر لڑیں گے جیسا کہ مرد عورتوں پر لڑتے ہیں۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ دو اوصاف جو دو سو سال کے بعد علماء میں پیدا ہوں گے اُن سے پناہ مانگو۔ یہ قول ایک ہزار سال پیشتر کا ہے +

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص علانیہ جُرموں کے باعث دوزخ میں جائے گا وہ ریاکار کی نسبت آرام میں ہوگا +

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے عنقریب میری اُمت پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کا نام سُننا اُن کے دیکھنے سے اچھا ہوگا اور اُن کی ملاقات اُن کے آزمانے سے بہتر ہوگی۔ کیونکہ اگر تم اُن کو آزماؤ گے تو اُن کے عمل کو اور اُن کو بُرا جانو گے +

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں جب تم کسی عالم کو بادشاہ یا اُمراء کے ہاں جاتا دیکھو تو جان لو کہ وہ چور ہے +

علماء کا اتفاق ہے کہ علوِ مرتبت زیادتی ادب پر موقوف ہے اور ادب فی الاصل اپنے میں نقص

اور دوسرے کو باکمال سمجھنے کا نام ہے برعکس بے ادب کے کہ دوسرے میں نقص اور اپنے میں کمال دیکھتا ہے۔
حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جب تم کسی عالم کو بلا ضرورت حکام یا اُمراء کے پاس جاتے دیکھو تو اُسے بھلا خیال نہ کرو۔ نہ اُسے سلام کہو اور اُس کے مذہب کو مشتبہ سمجھو +
حضرت ضحاکؒ بن مزاحم فرماتے ہیں۔ مَیں ایک رات کا مل ایسا لفظ تلاش کرتا رہا جس سے بادشاہ راضی ہو اور اللہ تعالےٰ خفا نہ ہو لیکن نہ ملا +
حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں۔ اُمراء میں سے بُرے وہ ہیں جو عالموں سے دور ہوں اور عالموں میں سے بُرے وہ ہیں جو اُمراء کے قریب ہوں +
حضرت علی خواصؒ فرماتے ہیں کہ اگر تُم اپنے دوست کی اِمداد یا اُس کے غم کی برداشت یا دُعا کرنا نہیں چاہتے تو دوست سے اُس کی حالت ہرگز دریافت نہ کرو۔ کیونکہ یہ مُنافقت ہے +
حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں۔ جب تم کسی دوست کا حال دریافت کرو اور وہ کہے مَیں فلاں چیز کا محتاج ہوں اور تم اس سے تغافل کرو اور اُسکی ضرورت پُوری نہ کرو تو اُس کا حال دریافت کرنا اُسکے ساتھ تمسخر ہوگا +
حضرت بشرؒ بن منصور فرماتے ہیں۔ بخدا میرے پاس کبھی کوئی ایسا شخص نہیں بیٹھا جس کی مجلس کو مَیں نے ترک کرنا مناسب جانا ہو۔ کیونکہ اس کی ترک میرے لیے اور اس کے لیے مفید ہے +
محمد بن کعبؒ قرظی فرماتے ہیں۔ برتنوں کے ٹوٹنے پر خفا نہ ہو۔ کیونکہ اُن کے لیے بھی تمھاری طرح وقت مقرر ہے +
حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب تم بُرا کلمہ سُنو اس سے اعراض کرو اور اس کا جواب نہ دو۔ کیونکہ اس کے پاس اَور بھی ایسے کلمات ہیں جو وہ جواب میں تجھے کہے گا +
حضرت سفیان ثوری جب غفلت سے کبھی زیادہ کھا لیتے تو تمام رات قیام کرتے اور فرماتے جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے +
حضرت امام حسینؓ کے مُنہ پر ایک شخص نے تھپّڑ مارا آپ ناراض نہ ہوئے بلکہ پُوچھا کس نے مقدر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے۔ آپ نے کہا کیا تم مجھے تقدیرِ الٰہی کا لَوٹانے والا خیال کرتے ہو +
ایک آدمی نے حضرت ابراہیم ادھمؒ کے پاس رہنے کی خواہش کی۔ آپ نے اسے کہا ایک شرط پر کہ تیرے مال میں تیرا حق مجھ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس نے کہا یہ تو مَیں نہیں کرسکتا پھر چلا گیا +
حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ دُعا درحقیقت ترک گُناہ کا نام ہے کہ اس سے بغیر سوال ہی کے مقصود حاصل ہوتا ہے +
آپ نے یہ بھی فرمایا ہے عام لوگوں کا اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی ڈرنا کافی ہے کہ شبہات سے بچتے رہیں۔ پھر فرماتے کاش مَیں بھی اُن میں سے ہوتا +
حضرت اسحٰقؒ بن خلف فرماتے ہیں۔ خیانت وہ نہیں جو روپیہ کی جاتی ہے، حالانکہ

پھر گناہ کا مرتکب ہو۔ بلکہ حقیقی خائف وہ ہے جو خوفِ الٰہی سے گناہ ترک کردے +

حضرت مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں جب دل میں غم نہ ہو وہ بگڑ جائے گا جیسا کہ گھر اگر اس میں رہائش نہ ہو تو بگڑ جاتا ہے +

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز جب روتے تو ان کے ساتھ بیوی بچے بھی رونے لگ جاتے لیکن انھیں معلوم نہ ہوتا کہ کیوں روتے ہیں؟

حضرت سعیدؒ بن جبیر سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر مغرور ہونا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی نافرمانی میں بڑھتے جانا اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھنا +

دین کو حصولِ دُنیا کا ذریعہ بنانا انتہائے دنائت ہے +

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسان کے سر پر افلاس، مرض اور موت نہ ہوتی تو شدّتِ کبر کے باعث یہ کبھی سرِ تسلیم خم نہ کرتا۔ باوجود ان کے پھر وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے +

حضرت محمدؒ بن حنیفہ فرماتے ہیں مصیبت کی شکایت سے پرہیز کرو۔ کیونکہ اس سے خدا ناراض، دشمن خوش اور دوست غمگین ہوتا ہے +

حضرت ابوسعید بلخیؒ فرماتے ہیں۔ جسے کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اپنے کپڑے پھاڑے یا سینہ کو پیٹے تو گویا اس نے اللہ کے ساتھ جنگ کے لیے ہاتھ میں نیزہ اٹھالیا ہے +

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اگر نعمتِ دُنیا بلا آمیزشِ تکلیف ہوتی تو دُنیا ہی جنت ہوتی +

حضرت عبداللہؓ بن سلام فرماتے ہیں۔ کہ ایک نبیؑ نے مصیبت کی شکایت اللہ کے پاس کی۔ اللہ نے وحی فرمائی: "تو کب تک میری شکایت کرے گا۔ میں شکایت اور مذمت کے قابل نہیں ہوں تیرے کام کی ابتدا عالم الغیب میں اسی طرح تھی۔ پس تو کیوں میرے اعلیٰ انتظام پر ناراض ہوتا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تیری خاطر دُنیا کو بدل دوں اور لوحِ محفوظ میں ردّ و بدل کروں اور جو تو چاہے پورا کردوں، اور اپنی مرضی نہ رکھوں۔ جیسے تو چاہے وہ ہوجائے، اور جو میں چاہوں وہ نہ ہو۔ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے۔ اگر تیرے سینے میں پھر یہ بات کھٹکے تو میں تجھے نبوت سے محروم کردوں گا اور تجھے دوزخ میں ڈال دوں گا۔ اور مجھے کچھ پروا نہیں ہے" +

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں۔ اگر زبان کو آگ جلادے تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک چیز جو واقع ہوگئی ہو اس کو کہوں کہ ایسا کیوں ہوا ہے +

حضرت سلیمان خواصؒ فرماتے ہیں جس شخص نے دعا مانگی اے اللہ مجھ سے راضی ہوجا وہ اللہ سے راضی نہیں +

جب ابراہیم علیہ السّلام کو ختنہ کا حکم ہوا تو آپ کو استرہ نہ ملا۔ خطاب آیا اور کہا آپ نے استرہ

ملنے تک صبر کیوں نہ کیا؟ فرمایا۔ حکمِ الٰہی میں تاخیر بڑی بات ہے ۔

حضرت سہل بن تستری فرماتے ہیں۔ تیرا شکر کرنا یہ ہے کہ تو نعاماتِ خداوندی کے ذریعے سے خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ کیونکہ تیرے تمام اعضاء بھی اللہ تعالےٰ کے انعام میں سے ہیں۔ لہٰذا بالکل نافرمانی نہ کر ۔

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں۔ اگر لوگ چھوٹی مصیبت کا مقابلہ بڑی مصیبت سے کریں، تو بعض مصیبتوں کو بھی عافیت سمجھیں ۔

حضرت وہب بن منبہؒ ایک گونگے بہرے مصیبت زدہ شخص کے پاس سے گذرے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اس شخص پر بھی کوئی انعامِ الٰہی باقی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں کھانے اور پینے کا آسانی سے گلے میں اتر جانا اور خارج ہونا ان ظاہری نعمتوں سے بہتر ہے جو گم ہوئی ہیں ۔

حضرت سفیانؒ بن عیینہ سے ایک آدمی نے کہا کہ میں ایسا آدمی دیکھنا چاہتا ہوں جو دنیا سے بے رغبت ہو۔ اُنھوں نے فرمایا۔ یہ گم شدہ چیز ہے جس کا اس زمانے میں وجود نہیں۔ کیونکہ حقیقی زہد حلال میں ہے اور اب حلال کہاں ہے کہ انسان زاہد بن سکے ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ جس کے پاس بیوی ہے وہ خوشحال ہے، جس کے پاس اپنا گھر ہو وہ امیر ہے، اور جس کے پاس علاوہ ازیں نوکر اور سواری بھی ہو، وہ بادشاہ ہے ۔

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں۔ جس نے اللہ کا شکر سوائے دیگر اعضاء کے صرف زبان سے ادا کیا اس کا شکر کم ہے۔ کیونکہ آنکھ کا شکر یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی اچھی چیز دیکھے تو یاد رکھے ورنہ پردہ پوشی کرے۔ اور کان کا شکر یہ ہے کہ اگر نیک بات سُنے تو یاد رکھے ورنہ بھول جائے۔ ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ان سے جو دے پالے وہ حق ہو۔ پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اس کو علم و حلم اور اکلِ حلال سے پُر کرے۔ فرج کا شکر یہ ہے کہ اسے مباح جگہ پر استعمال کرے۔ اور پاؤں کا شکر یہ ہے کہ نیک کام ہی کی طرف چلے۔ جس نے ایسا کیا وہ پورا شاکر ہے ۔

محمد بن زیادہؒ فرماتے ہیں۔ انسان کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ اپنے دوست سے نہ ڈرے۔ نیز عاقل وہ ہے جو کام سے پہلے ہی پیش بینی سے اس کا اہتمام کرے۔ کیونکہ مجرب رائے نو پید سے اچھی ہے ۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ محمد بن یوسفؒ عبادت میں لگے ان کو دانائی مل گئی۔ اور ہم کتابی علم میں مشغول رہے جھگڑوں میں پڑ گئے ۔

حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دوں تو مجھے چٹ کر جائے ۔

حضرت اکثم بن صیفیؒ کا مقولہ ہے۔ لوگوں سے بے رخ رہنا عداوت پیدا کرتا ہے اور ان کے

ساتھ خوشی سے ملنا بُرے ہم نشین پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا تم دونوں کے درمیان رہو +
آپ سے دریافت کیا گیا کہ ضابطہ کیا ہے؟ جس سے غیر مفید باتیں معلوم ہو سکیں۔ فرمایا جن باتوں کی طرف دینی اور دُنیوی حاجت نہ ہو وہ غیر مفید ہیں +
حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ اہلِ مروّت کے لیے دُنیا میں آرام طلب کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ تمام زمانہ مصیبت میں رہتے ہیں۔ نیز فرمایا جب تیرے دوست کو حکومت مل جائے، تو جس قدر محبت اس کو تیرے ساتھ پہلے تھی اُس کے دسویں حصہ پر راضی ہو جا۔ جس نے زندگی میں تیرے ساتھ نیکی نہ کی ہو، اُس کی موت پر تیری آنکھ کو رونا نہیں چاہیے +
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقولہ ہے۔ اے اللہ! مجھ پر دُنیا کو فراخ کردے اور مجھے اس سے بے رغبت کر اور ایسا نہ کر کہ دنیا مجھ پر تنگ ہو اور میرے دل میں اس کی رغبت ہو +
حضرت فرقد السنجیؒ فرماتے ہیں حسد کے چھوڑنے کی دوا ترکِ دنیا ہے لیکن جو دُنیا کی طرف راغب ہو اس کو حسد لازم ہے خواہ مانے یا نہ مانے +
حضرت سفیان ثوریؒ کا مقولہ ہے۔ حاسد بدہضم ہوتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ نئے کپڑے پہننے اس خوف سے چھوڑ دیے کہ میرے ہمسایہ وغیرہ کو حسد نہ ہو +
حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں حسد سے بچو کیونکہ آسمانوں میں سب سے پہلے اسی گناہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی۔ (یعنی عزازیل نے حضرت آدمؑ سے حسد کیا) اور یہی پہلا گناہ ہے جس سے زمین میں اللہ کی نافرمانی ہوئی (یعنی قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا) +
حضرت ابنِ سماکؒ فرماتے ہیں۔ تمام لوگوں سے زیادہ حسد کرنے والے رشتہ دار اور ہمسائے ہیں کیونکہ وہ عوام کی نسبت تیرے انعامات کو زیادہ دیکھتے اور حسد کرتے ہیں +
حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے ابو موسیٰؓ کی طرف لکھا کہ قرابتیوں کو کہ دو کہ کبھی کبھی مل لیا کریں اور پاس پاس نہ رہیں +
حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں۔ اگر تجھ میں ایسی عادتیں ہوں جن سے تیرا دشمن تجھ سے ڈرے تو تجھ میں نیکی کا نام ونشان نہیں ہے۔ چہ جائیکہ تجھ میں ایسی عادتیں ہوں جن کی وجہ سے تیرا دوست بھی ڈرتا رہے۔ جس سے لوگ محفوظ رہیں، وہ لوگوں سے بھی محفوظ رہے گا +
حضرت امام مالکؒ نے فرمایا۔ اوس بن خارجہؓ سے پوچھا گیا۔ تمہارا سردار کون ہے؟ انھوں نے کہا حاتم طائی پھر پوچھا کہ آپ اس کے مقابلے میں کس درجہ پر ہیں؟ جواب دیا میں اس کے خادم ہونے کے بھی قابل نہیں۔ حاتم طائی سے سوال ہوا تمہارا سردار کون ہے؟ جواب دیا اوس بن خارجہؓ۔ پھر سوال کیا تو اُس کے مقابلے میں کیسا ہے؟ اس نے کہا میں اس کے مملوک ہونے کے بھی قابل نہیں +

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ میں عالموں کی شہادت عوام کی نسبت قبول کرسکتا ہوں لیکن ایک عالم کی شہادت دوسرے عالم پر قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ عموماً یہ تمام کے تمام حاسد ہوتے ہیں +

حضرت یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں۔ ایک لغو کلمے کو چھوڑنا نفس کے لیے ایک دن کے روزے سے مشکل ہے کیونکہ انسان بسا اوقات سخت گرمی میں روزہ رکھ لیتا ہے لیکن لغو کلمے سے نہیں رُک سکتا +

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اس کے پاس ہیں۔ اس کی زبان اُن کا قلم ہے اور اُس کا لعاب دہن اُن کی سیاہی ہے۔ پھر وہ بیہودہ باتیں کرتا ہے +

زبان سے سر کی حفاظت ہو سکتی ہے +

حضرت وکیع بن جراحؒ فرماتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو غیبت سے بچے ہیں +

حضرت زہریؒ سے غیبت کی نسبت سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ جس بات سے تو اپنے دوست کو رُو برُو خطاب کرنا پسند نہ کرے وہ غیبت ہے +

آپ نے ایک شخص کی فحش کلامی سُن کر فرمایا۔ "ہوش کر کہ تو خدا کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے" +

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں خُلق بد کی مثال مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن کی ہے کہ نہ اس سے کوئی فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور نہ پھر مٹی بن سکتی ہے۔ بدخلق کو اوّلاً اس کا خُلق ہی تکلیف دیتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدے میں آتا رہتا ہے +

اگر تم لوگوں سے دولت میں نہیں بڑھ سکتے تو خندہ پیشانی و حُسنِ خُلق ہی میں بڑھ جاؤ +

امیر المومنین حضرت علیؓ سے حُسنِ خُلق کی نسبت دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ سوائے گناہ کے دیگر تمام اُمور میں لوگوں سے اتفاق کرنے کا نام حُسنِ خُلق ہے +

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں۔ منجملہ انسان کی بدخُلقی کے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گھر آئے اور اس کے اہل و عیال خوشی میں ہنس رہے ہوں۔ پھر اس کے ڈر کے مارے اِدھر اُدھر پھیل جائیں۔ نیز بلی کا بھاگنا اور کُتّے کا چوکنا ہو جانا بھی اُس کی بدخُلقی ہے +

مرفوع حدیث میں ہے کہ لوگوں میں بُرا وہ ہے جس کی بدگوئی سے بچنے کے لیے لوگ اُسے چھوڑ دیں +

اسلاف کا قاعدہ تھا کہ اگر کچھ کھانا پکانے کے لیے برتن مستعار لیتے تو خالی واپس نہ کرتے۔ اور اکثر برتن کا مالک بھی مستعیر کو بھر کر دیتا اور عذر کرتا کہ مجھے خالی دینا بُرا معلوم ہوتا ہے +

حضرت حسن البصریؒ فرماتے ہیں۔ اے انسان! تعجب ہے کہ اپنی خواہشات میں تو تو بیدریغ اسراف سے خرچ کرتا ہے اور اللہ کی رضا میں ایک درہم میں بھی بخل کرتا ہے۔ اے نالائق! تجھے کل اللہ کے نزدیک اپنا درجہ معلوم ہو جائے گا +

حضرت حامد لفافؒ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی دوست تیری محبت کا اظہار کرے تو اپنی ضرورت کا

ظاہر کرے فی الفور اس کی تصدیق نہ کر کیونکہ آج کل کے دوست اظہارِ ضرورت پر فوراً پلٹ جاتے ہیں بلکہ جب کوئی تجھ سے تقرب کرے تو تم اس سے خائف ہو +

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔ اولاد کے لیے کچھ مت چھوڑ۔ اگر وہ صالح ہوگی خدا خود ان کا کفیل ہے۔ اگر بد ہوگی گناہوں کی امداد کا مجرم نہ ہوگا +

حضرت اویس قرنیؒ فرماتے ہیں۔ مومن کا حق پر قائم ہونا اس کے لیے دنیا میں کوئی دوست نہیں چھوڑتا۔ اگر لوگوں کو کوئی نیک بات بتلائے یا برائی سے روکے تو اس کو بڑی تہمتیں لگاتے ہیں اور اس کی عزت خراب کرتے ہیں +

ایک بزرگ کے اشعارِ عربی کا ترجمہ: دنیا کے تمام فوائد دھوکا ہیں اس لیے کسی خوش کی خوشی ہمیشہ نہیں رہتی۔ تو ہماری مصیبت پر خوش ہونے والوں کو کہ دے کہ تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ دنیا کی مصیبتیں چکر لگاتی ہیں

کسی شخص نے حضرت ایوبؑ سے دریافت کیا کہ آپ کے ایامِ مصیبت میں کون سی چیز زیادہ تکلیف دہ تھی؟ فرمایا "شماتتِ اعداء" +

تجھ سے جو برائی ہوتی ہے اس کے لیے اپنے آپ کو معذور جانتا ہے اور دوسرے کو عذر ہوتے ہوئے بھی معذور نہیں سمجھتا +

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے اپنے کسی دوست کے خط میں لکھا۔ "اے دوست تو اپنے کو خود نصیحت کر اور کسی دوسرے کے سمجھانے کا انتظار نہ کر۔ کیونکہ فی زمانہ یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔ والسلام" +

جو شخص لوگوں سے بکثرت ملتا ہے وہ ان کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے اور لوگ اس کو کمینگی و غفلت میں اپنے برابر جانتے ہیں + (امام شعرانیؒ)

ابو حازمؒ فرماتے ہیں۔ جو دوستوں سے بکثرت ملاقات کرے اسے کہ دو کہ ایک بات اس سے ضرور ایسی ہو جائے گی جو دوسرے کو ناپسند ہوگی۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ سلسلۂ ملاقات مختصر ہو +

حضرت فضیل بن عیاض کو معلوم ہوا کہ ان کے فرزند علی نے کہا کہ میں ایسا مکان چاہتا ہوں جس سے میں لوگوں کو دیکھوں اور لوگ مجھے نہ دیکھیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے دعا کو پورا کیوں نہ کیا بلکہ یوں کہا ہوتا۔ جس سے میں لوگوں کو نہ دیکھوں اور لوگ مجھے نہ دیکھ سکیں +

وہیب بن وردؒ فرماتے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پچاس سال میل جول رکھا لیکن میری غلطی کسی نے معاف نہیں کی اور نہ میری لغزش سے درگذر کیا۔ اور جب ان میں سے کوئی مجھ سے ناراض ہوا تو مجھے اس سے اپنی جان پر امن نہیں ہوا +

خذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ گھر کا دروازہ بند کر دوں اور مرتے دم تک کسی سے نہ ملوں +

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں۔ لوگوں کو ترک فرض کرو اور بلا ضرورت ان کے پاس نہ جاؤ۔ اور جب ان

کے قریب جاؤ تو آگ کی طرح ڈرو +

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں۔ گوشہ نشینی اُس کو مناسب ہے جو دُنیا سے بے رغبت ہو۔ اور جو دل کو دُنیا میں لگاتے ہیں اُنھیں مفید نہیں ہے۔ جو شخص گوشہ نشین ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا مُونس نہ بنائے اور قرآن مجید کے ذریعے مناجات نہ کرے وہ ٹھیک راستے پر نہیں ہے اور نہ اُسکی گوشہ نشینی درست ہے +

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں۔ لوگوں کی صحبت میں اگر کچھ بھلائی بھی ہو تو بھی اس کی حفاظت و عافیت گوشہ نشینی ہی میں ہے +

حضرت ابی حبیب بدریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہمؒ کو مُلکِ شام میں دیکھا تو میں نے کہا۔ اے ابو اسحٰق! تُو نے خراسان کیوں چھوڑ دیا اور یہاں کس لیے آیا ہے؟ اُنھوں نے کہا۔ مجھے زندگی یہاں ہی آرام سے گزرتی معلوم ہوتی ہے۔ میں اپنے دین کو کوہ در کوہ لیے پھرتا ہوں۔ یہاں جو مجھے دیکھتا ہے ملاح یا شتربان یا پاگل سمجھ کر التفات نہیں کرتا۔ اور اس گمنامی ہی میں عافیت مرکوز و مستور ہے +

بشیر ابن منصورؒ فرماتے ہیں۔ لوگوں سے واقفیت کم کر کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ خدانخواستہ کبھی تیری ذلت کا کوئی واقعہ پیش آجائے۔ اُس وقت تیرے واقف کم ہوں گے +

ایوب سختیانیؒ کا قول ہے۔ گوشہ نشینی میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر آدمی کو ضرورت کے لیے باہر جانا ہو تو ایسی جگہ جائے جہاں آدمی کم ہوں +

ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں۔ دُنیا کی تحریص و ترغیب اور خواہشات کی تحریک کا سب سے بڑا ذریعہ آنکھیں ہیں۔ گوشہ نشینی سے آنکھ محفوظ رہتی ہے۔ اور انسان تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے +

کسی نے ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا کہ آپ لوگوں سے میل جول کیوں نہیں کرتے کہ لوگوں کو نصیحت کریں اور بُرائی سے روکیں آپ نے فرمایا میرا اُن سے ملاقات نہ کرنا اس حق کو ساقط کرتا ہے نیز یہ کہ لوگ زیر زمین چلے گئے +

حضرت سفیان ثوریؒ اکثر اس بات پر زور دیتے کہ لوگوں سے واقفیت کم کرو۔ کیونکہ اُنکی واقفیت میں سوائے نقصان کے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا اور انسان کو ہمیشہ تکلیف واقف ہی سے پہنچتی ہے اجنبی سے نہیں +

جب عبداللہ بن مبارکؒ بصرہ سے بغداد میں آئے تو اُنھوں نے محمد بن واسعؒ کا پتہ دریافت کیا تو آپ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ آخر بڑی تلاش کے بعد آپ کا پتہ ملا تو عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ یہ گمنامی بھی منجملہ علاماتِ بزرگی کے ہے اور آپ سے زیادہ محبت کرنے لگے +

حضرت شیخ سعدیؒ نے گوشہ نشینی کی ایک بہت بڑی فضیلت کو مندرجہ ذیل نظم میں نہایت خوبی سے بیان کیا ہے ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے قناعت کردہ از دُنیا بغارے
چرا گفتم بہ شہر اندر نیائی کہ بارے بندی از دل برکشائی

بگفت آنجا بریدبان نغزند چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ اگر مسجد کے دروازے پر منادی کرنے والا بلائے کہ سب سے زیادہ برا شخص پہلے نکل آئے تو دروازہ کے پاس مجھ سے پہلے کوئی نہ آئے۔ مگر وہ جو مجھ سے طاقت میں بڑھ کر ہے +

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے دسترخوان سے جذامی اور ابرص وغیرہ مریضوں کو نہ ہٹاتے۔ بلکہ اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے اور فرماتے۔ اصل تواضع یہ ہے کہ حقیر لوگوں کے پاس بیٹھیں مگر کسی حظِ نفسانی کے لیے نہ ہونا چاہیے +

ایک دن ابوسازمؒ عبدالملک کے پاس گئے اور دُور کھڑے ہوگئے۔ عبدالملک نے کہا۔ تو اتنی دور کیوں کھڑا ہوگیا؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے دُور سے بلایا جانا نزدیک سے ہٹا دینے سے اچھا معلوم ہوتا ہے +

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں۔ اس شخص کی مثال جو نوافل بکثرت پڑھے اور فرائض پورے نہ کرے اُس تاجر کی سی ہے جو راس المال کو ضائع کر کے نفع کا خواستگار ہو +

حضرت وہب بن ورد فرماتے ہیں۔ تم اپنی عبادت پر ثواب کی آرزو سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس کا مردود ہونا مقبول ہونے کی نسبت اقرب ہے +

حضرت رابعہ عدویہ فرماتی ہیں۔ ہماری استغفار بھی استغفار کی محتاج ہے۔ یعنی اس لیے کہ اس میں سچائی نہیں ہوتی +

حضرت مسروقؒ سے دریافت کیا گیا۔ کیا مومن کے قاتل کے لیے توبہ ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا جو دروازہ رحمت اللہ تعالیٰ نے کھولا ہوا ہے میں اُسے بند نہیں کر سکتا +

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں۔ توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ قبل از توبہ کے ستر کبیرہ گناہوں سے بھی برا ہے +

حضرت سفیان ثوریؒ بازار میں جاتے تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے۔ بسا اوقات اگر آپ کوئی برائی دیکھتے اور اُس کو روک نہ سکتے تو مارے غصہ کے خون کا پیشاب کرتے۔ آخرکار آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے باعث دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ دین میں ایک رخنہ ہوا تھا جس کو ہم نے بند کرنا چاہا لیکن اب تو سمندر چل نکلا ہے اس کو روکنے کی کون طاقت رکھتا ہے۔ نیز فرمایا۔ آجکل زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جس سے لوگ شرمندہ ہوں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا شرمندہ انسان اُس سے ہوتا ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور جو نہ کرے اس کی ہیبت نہیں ہوتی اور نیز یہ کہ تمام لوگوں کے افعال قریباً یکساں ہوگئے ہیں۔ نیز فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو ہمسایوں کا محبوب اور لوگوں کے نزدیک نیک معلوم کرو تو جان لو کہ وہ مداہن یعنی دین میں سستی کرنے والا ہے +

حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک دفعہ یہ اشعار نہایت رقت آمیز لہجے میں پڑھے: ترجمہ
برائی ہنستی ہوئی آئی اور نیکی روتی ہوئی چلی گئی۔ جن لوگوں کے افعال کی پیروی ہوتی تھی اور جو

بُری بات کو بُرا سمجھتے تھے وہ سب گزر گئے۔ اُن کے بعد ایسے لوگ رہ گئے ہیں جو ایک دوسرے کی صفائی کرتے ہیں تاکہ ایک بدباطن دوسرے سے رُکا رہے +

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اگر بنی آدم کے تمام اعمال نیک ہوتے تو اس بات کا تکبر انھیں ہلاک کر دیتا +

مطرف بن عبداللہؒ فرماتے ہیں۔ اگر میں تمام رات سوتا رہوں اور صبح کو اپنے سونے پر نادم اُٹھوں تو یہ مجھے بہت پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ رات بھر قیام کروں اور صبح سونے والوں پر اپنے کو فضیلت دوں اور عجب اُٹھوں +

حضرت رابعہ عدویہؒ فرماتی ہیں مجھے ثواب کی اُمید اُس وقت ہوتی ہے جب میں اپنے نیک اعمال اور عبادات کو کم خیال کرتی ہوں۔ کیونکہ اس وقت میرا اعتماد محض اللہ کے فضل پر ہوتا ہے نہ کہ اعمال پر +

یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں میں نے شب بیداری میں غور کی تو دیکھا کہ چوکیدار تمام رات چند پیسوں کے بدلے نگہبانی اور شب بیداری کرتے ہیں تو کیا تم ایک رات کی عبادت کے بدلے جنت چاہتے ہو ایسی عبادت کے ساتھ کہ وہ چند پیسوں کے برابر بھی نہیں ہے۔ اور اکثر اللہ پر احسان بھی رکھتے ہو +

ایک آدمی نے عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا۔ اے امام میں اپنے آپ کو اُس شخص سے تو نیک سمجھتا ہوں جس نے میرے سامنے خونِ ناحق کیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا اپنے نفس پر اس خیال سے مطمئن ہونا خونِ ناحق سے بھی بُرا ہے +

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے وہ گناہ جس میں اللہ سے معافی کی ضرورت پڑے اس نیکی سے اچھا ہے جس سے تو لوگوں پر فخر کرے +

حضرت محمد بن واسعؒ اپنے ہمعصر عابدوں کو فرماتے۔ افسوس ہے کہ تمہارے اعمال میں باوجود قلت کے تکبر گھس گیا ہے۔ حالانکہ تم سے پہلے لوگ اپنے کثیر التعداد اعمال پر بھی تکبر نہ کرتے تھے۔ بخدا تم بمقابلہ متقدمین کے اعمال کے ایسے معلوم ہوتے ہو کہ گویا کھیل کرتے ہو +

حضرت وہب بن وردؒ فرماتے ہیں جو خواہشاتِ نفسانی پر غالب آئے وہ فرشتوں سے بھی اچھا ہے۔ کیونکہ فرشتہ محض عقل ہے اُس کو شہوت نہیں ہے۔ اور جس پر شہوت غالب آئے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ محض شہوت ہیں عقل نہیں رکھتے +

احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں جو خواہش کے مطابق کھائے پھر فرج کی حفاظت چاہے وہ محال کا خواہاں ہے +

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ زاہدوں کی لڑائی خواہشات اور اُمید سے ہوتی ہے اور تائبوں کی گناہوں سے جو اپنے کو آگ سے بچانا چاہے اُسے اپنی تمام آرزوئیں اور خواہشات چھوڑ دینی ضروری ہیں +

حضرت طاؤسؒ بیمار کو کم کھانے کی نصیحت کرتے اور فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار اور تندرست کے لیے نہ کھانے سے بڑھ کر کوئی دوا پیدا نہیں کی۔ اور بیماری کھانے کی وجہ ہی سے آتی ہے۔

اسی لیے فرشتے کبھی بیمار نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ کھاتے نہیں +

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے۔ "اے اللہ! جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے، دنیا کو ابراہیمؒ سے روکے رکھ" +

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔ اے بیٹے! تو حلال کی کمائی کے ذریعے فقر سے بچ۔ کیونکہ جو محتاج ہوتا ہے اس پر تین آفتیں آتی ہیں۔ دین میں ضعف۔ عقل میں کمی اور مروت کی بندش یہ تمام مصیبتوں سے بڑھ کر ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر لوگوں کا مفلس کو حقیر جاننا +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ اگر میں اپنے بعد ہزار دینار چھوڑ مروں تو میرے نزدیک یہ اس سے اچھا ہے کہ میں کسی کے دروازے پر حاجت کا سوال کروں +

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ستر ہزار درہم صدقہ کیا اور آپ کا کرتہ پیوند دار تھا +

مسلم نخاشؒ فرماتے ہیں جب درہم و دینار پر مہر لگائی جاتی ہے تو شیطان اس کو بوسہ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے جو تجھ سے محبت کرے وہ میرا سچا غلام ہے +

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ درہم و دینار بچھو اور سانپ ہیں جو ان کا منتر اچھی طرح نہ پڑھے گا اسکو انکا زہر ہلاک کر ڈالے گا۔ لوگوں نے پوچھا اس کا منتر کیا ہے؟ فرمایا ان کو حلال طریقہ سے حاصل کرے اور برمحل خرچ کرے +

حضرت علیؓ درہم کو ہاتھ میں لیتے اور فرماتے۔ افسوس تو میرے پاس سے جائے بغیر مجھ کو نفع نہیں دے سکتا +

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں۔ جس شخص نے دنیا کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا تو وہ اپنے مہر میں اس کا پورا دین مانگے گی اور اس سے کم پر راضی نہ ہوگی +

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں گھر کا ہمسایہ اگر کشادہ پیشانی و شیریں کلام ہو تو گھر کی قیمت چڑھ جاتی ہے +

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں جو بڑے آدمی پر رحم نہیں کرتا وہ اس سے بھی برا ہے +

حضرت حفصؒ بن حمید فرماتے ہیں تمام علما فقہا حکما و شعرا اس پر متفق ہیں کہ آخرت کی نعمت کا کمال دنیاوی نعمتوں کے زوال کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور حضرت رسول کریمؐ کی عملی زندگی اس پر بہترین دلیل ہے۔ آپؐ نے اپنے اہل بیت کی محبت کے باعث یہ دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ! محمد کی اہل بیت کا رزق بقدر خوراک بنا دے۔ یہ بھی آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ جو شخص مجھ سے رغبت رکھے گا اس کی طرف مفلسی سیل سے بھی زیادہ تیز دوڑتی ہے +

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب تک رسول کریمؐ دنیا میں رہے تمام دنیا ہم پر سخت

رہی۔ اور جب رحلت فرما گئے تو پوری طرح آگئی یعنی ہم آپ کی برکت سے دنیا سے محفوظ رہے جب آپ تشریف لے گئے تو حفاظت جاتی رہی۔ نیز فرمایا کہ ایک دن آپؐ کے پاس کوئی شخص باداموں کا ستو لایا۔ آپؐ نے واپس کر دیا اور فرمایا۔ یہ اُن لوگوں کا کھانا ہے جو دنیا میں خوش ہیں۔ آپؐ کا فرمان ہے جنت تو تکالیف محیط ہیں اور دوزخ کو خواہشات۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں اپنی آرزوؤں کو دل ہی میں مار ڈالو اور دلوں کو اُن میں نہ مرنے دو۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں علم بکثرت حکایت کرنے کا نام نہیں بلکہ علم وہ ہے، جو عالم کو مفید ہو اور وہ اُس پر عامل ہو۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالکؒ نے فرمایا۔ اے محمدؐ تو عمل کو آٹا بنا اور علم کو نمک یعنی عمل کے مقابلے میں علم اتنا ہو جیسے آٹے میں نمک ڈالا جاتا ہے۔

حضرت صالح المریؒ فرماتے ہیں۔ جب لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو تو جس طرح کی مصیبت میں وہ گرفتار ہوں اس سے تعجب نہ کرے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جس شخص نے گناہ کیے ہوں اس کو یہ نہیں پہنچتا کہ عذاب کے آنے کو خلافِ قاعدہ سمجھے میرا خیال ہے کہ جس مصیبت میں وہ مبتلا ہے وہ اُسی کے گناہ کی شامت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تیرا کوئی دوست ہو تو اُس کی محبت کا اندازہ اُس سے نہ پوچھ بلکہ اپنے دل سے پوچھ۔ کیونکہ جو تیرے دل میں ہوگا ویسا ہی اُس کے دل میں ہوگا ؎

دل را بدل رہیست دریں گنبدِ سپہر از سوئے کینہ کینہ و از سوئے مہر مہر

حضرت یحییٰ بن حسینؒ فرماتے ہیں، جو سلامتی تلاش کرتا ہے وہ مصیبت کو بخوشی برداشت کرتا ہے مصیبت موجب عافیت ہے۔ اگر فرعون کو کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ اس امر کا مدعی نہ ہوتا جس کا اُس نے دعویٰ کیا ؎

فرعون را ندادہ الم آں دوست درد سر زیرا کہ او نداشت سرِ دردہائے ما
شداد را بنعمت چندیں نپروہ ایم ہشتم بہشت آرزو اندر سرائے ما
بیگانہ راچہ کار بود از بلائے غم آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ما
ما پروریم دشمن و مامی کشیم دوست کس را مجال نیست بہ چون و چرائے ما

حضرت ربیع بن خیثمؒ عیدالاضحیٰ میں جب قربانی کرتے تو فرماتے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری خوشنودی اپنے کو ذبح کرنے میں ہے تو میں خود قربان ہو جاؤں۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں دل ہنڈیا کی طرح ہے اور زبان چمچہ کی مانند۔ پس تم اپنے افعال

سے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہو، جیسا تم اپنے اقوال سے بندگانِ خدا کو دکھائی دیتے ہو +
عاقل کی دُنیا طلبی جاہل کے ترکِ دُنیا سے بہتر ہے +
مالدار کے ساتھ تکبّر کرنا عاجزوں کے ساتھ عجز کرنے کے مترادف ہے +
اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشان ہے اس بات کا کہ وہ تجھ سے راضی ہے +
حضرت حمدون قصارؒ: بات کہنا اُس شخص کے لیے سزاوار ہے کہ اُس کی خاموشی سے دین باطل ہوتا ہو۔ اور جب وہ کہے تو یہ باطل ہونا جاتا ہے +
جو فقیر اپنے پر تکبّر کرتا ہے، وہ تکبّر میں دولت مندوں سے بھی بڑھ جاتا ہے +
مَیں اپنے بیٹوں پر درویشی کی نسبت امیری کا زیادہ خوف کرتا ہوں +
جو شخص دین کی سلامتی میں تن کی آسودگی، دل کی بے فکری اور تمام دوسرے عوارضات سے بچنا چاہتا ہے اُسے کہ دو کہ لوگوں سے علیحدہ اور ہمیشہ تنہائی پسند رہے +
تنہائی جب سزاوار ہے کہ تجھے اپنے نفس سے تنہائی حاصل ہو جائے +
ہر شے کا غم کھانا مومن کے لیے باعثِ فضیلت ہے بشرطیکہ کسی گناہ کے سبب سے نہ ہو +
بُوعلی جرجانیؒ: صاحبِ استقامت ہونا طالبِ کرامت ہونے سے بہتر ہے۔ کیونکہ کرامت کو تمہارا نفس چاہتا ہے اور استقامت کو خدا +
دُنیا کی عظمت و شان اس قابل نہیں ہے کہ کوئی عاقل اُن کے حاصل کرنے کے لیے اپنی اُنگلی بھی ہلائے +
مولانا رومؒ: جس میں ادب نہیں اُس میں سب بُرائیاں ہی بُرائیاں ہیں +
ابُو حمزہ خراسانیؒ: جو شخص اپنے دل میں موت کی محبت رکھتا ہے اُس کو باقی چیزوں کا دوست اور فانی چیزوں کا دشمن بنا دیا جاتا ہے +
ابوالحسین النوریؒ: حقیقی صبر اس کو کہتے ہیں کہ بلا آنے کو ایسا سمجھے جیسا اُس کے جانے کو سمجھتا ہے +
خواہشِ نفسانی کو ترک کرنا بھی حصولِ مراد ہے +
محمد سماکؒ: لوگوں نے کہا آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا۔ مَیں دو شیطان کی طاقت نہیں رکھتا یعنی ایک مجھ پر شیطان ہے دوسرا عورت پر ہوگا لیکن بعد وفات آپکو کسی نے خواب میں دیکھا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت فرمائی بگمانِ لوگوں سے کم درجہ ملا جو رنج و غم میں اپنے عیال و اطفال کی پرورش کرتے ہیں +
ابو سلیمان دارانیؒ: جب شکم سیر ہو جاتا ہے تو تمام دوسرے اعضاء شہوت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ اور جب شکم بھوکا ہوتا ہے تو اعضاء شہوت سے سیر ہوتے ہیں۔ ~~

شکم را چو پُر کرد انساں زناں شود بیگماں رغبتش بازناں

اقوالِ بیکن

جو انسان انتقام اور کینہ کی یاد دل میں تازہ رکھتا ہے وہ گویا اپنے زخموں کو ہرا رکھتا ہے، جو بخلاف اس کے آسانی سے بھر جاتے اور اس کے آرام کا باعث ہوتے +

جو شخص ایسے ملک میں سفر کرتا ہے جس کی زبان سے وہ نا آشنا ہے، وہ گویا ایک مدرسہ کو جاتا ہے نہ کہ سیر کو
سرشتِ انسانی کسی دوست کی ضرورت رکھتی ہے اور بغیر دوست کے دُنیا جنجال ہے +

کوئی قوم جو علمِ اسلحہ سے بے بہرہ ہے کبھی اقبال مندی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتی +

اگر کوئی شخص فراغت اور سنجیدگی سے زندگی گذارنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنا خرچ اپنی آمدنی سے نصف رکھے۔ اگر اُس کی خواہش دولتمند بننے کی ہے تو اُس کا خرچ اُس کی آمدنی سے تہائی ہونا چاہیے لیکن وہ شخص جو ہر بات میں مُسرف ہے شاید ہی شوربختی اور تباہی کے چنگل سے رہائی پا سکے +

جو شخص قماربازی میں یقینی جیت کا طالب ہے شاید ہی صاحبِ حشمت و ثروت ہو سکے۔ اور جو اپنا تمام اثاثہ قسمت آزمائی اور حسنِ اتفاق کے بھروسے پر لگاتا ہے، اکثر اوقات محتاج و مفلس ہو جاتا ہے۔ اس لیے قسمت آزمائی کی پوری اعتقاد کے ساتھ حفاظت کی جائے جس سے نقصان کا روزِ بد نہ دیکھنا پڑے +

دولت یعنی روپیہ پیسہ کھاد کی مثال ہے کہ اُس کو جب تک پھیلایا یعنی عام طور پر تقسیم نہ کیا جائے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا +

پیٹ کی یعنی بھوکوں اور فاقہ کشوں کی سازش بہت ہی بُری ہے +

بہادر اور جوانمرد آدمی کی بڑی خوبی اور شناخت یہ ہے کہ وہ سرداری اور حکومت سے دور بھاگتے ہیں اور دوسروں کے زیرِ حکم و ہدایت عوام کی خدمت کرنے میں اپنی خوشی تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ غور و تجویز میں خطرات کا مقابلہ ضروری ہے۔ اور اُن کے طرزِ عمل میں یہ بات اُس وقت تک ضروری نہیں جب تک وہ بہت ہی اہم نہ ہوں +

جو اشخاص اوّل ہی اوّل اُمراء شرفاء کے زمرے میں سرفراز کیے جاتے ہیں، عام طور پر نہایت ہی نیک اور صالح ہوتے ہیں لیکن اپنی اولاد سے کم پاک اور نیک ہوتے ہیں۔ کیونکہ شاید ہی کوئی شخص اعلےٰ مناصب تک پہنچ سکتا ہے جب تک اس میں نیک و بد فنون کی سازش اور آمیزش نہ ہو +

آزمائش کے موقعوں پر نیک اور پارسا انسانوں کی نسبت چالاک اور خبیث آدمی زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں +

اُمید کا دوسرا نام غریبوں کی قوت ہے +

مشورہ لینا بُری بات نہیں ہے۔ مگر اس مشورہ پر بلا غور و تامل کے عمل کرنا بُرا ہے +

ہر چند کہ دوستِ صادق کا میسر آنا مشکل ہے۔ لیکن کم از کم ایک ایسا آدمی ضرور حاصل کرنا چاہیے جو اس کے جذبات کو سنتا رہے ٭

دوستی تم کو ہرگز اختیار نہیں دیتی کہ اپنے دلی دوستوں کو سخت باتیں کہ لیا کرو بلکہ جس قدر دوستی گہری ہو اسی قدر خلق اور لحاظ چاہیے ٭

اگر تم ہنستے ہو تمام دنیا تمھارے ساتھ ہنسے گی لیکن اگر تم روتے ہو تو اکیلے ہی روؤ گے ٭

میخ سے نعل بچتا ہے نعل سے گھوڑا۔ گھوڑے سے آدمی، آدمی سے قلعہ، قلعہ سے مملکت ٭

ضرورت میں انسان جو وعدہ کرتا ہے وہ بہت کم پورا کرتا ہے ٭

دنیا میں کوئی ایسی اعلیٰ خوبی نہیں جس کے ساتھ اسی مناسبت سے کوئی طرفہ نہ ہو ٭

خاموشی سے بھی کیا کم فائدہ ہے کہ بحث و مجادلہ کی تکلیف سے نجات ہوتی ہے ٭

جو لوگ فائدے میں کسی کو شریک نہیں کرتے نقصان میں بھی اُن کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا ٭

عاقل کے لیے وہی لباس کافی ہوتا ہے جس سے موسم کے لحاظ سے اس کی ضرورت رفع ہو سکے ٭

کیا تمھیں بڑا بننے کی خواہش ہے۔ اگر بڑا بننا چاہتے ہو تو پہلے چھوٹا بننے کی کوشش کرو۔ جب کوئی رفیع الشان عمارت بناؤ تو اس کی چھوٹی چھوٹی بنیادوں سے غافل نہ رہو ٭

علم سے آدمی کے دل کی وحشت اور دیوانگی دور ہوتی ہے ٭

انسان کو لازم ہے کہ اپنی ہمدردی کے حلقے کو تنگ رکھے اور غیروں سے بے سبب نفرت اور تعصب کرے ٭

بادشاہ کا پہلا قانون اپنی حفاظت ہوتا ہے ٭

کسی کے غصے میں کہے ہوئے کلام کو کبھی مت بھولو ٭

دنیا میں نو حصہ برائیاں اور تکالیف صرف سستی سے پیدا ہوتی ہیں ٭

کسی چیز کے حصول کا متمنی ہونا اور اس کے لیے محنت اور سختی اٹھانے کے لیے تیار نہ ہونا کمزوری اور سستی کی نشانی ہے ٭

جس شخص کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوتا وہ دوسرے کی جان کا مالک ہوتا ہے ٭

جس شخص کو قرض لینے اور خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں وہ سب سے بڑا مالدار ہے ٭

جو شخص دولت کے استعمال سے خوف کرتا ہے، وہ دولت پانے کا ہرگز مستحق نہیں ٭

یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص عالی رتبہ اور دولتمند ہو۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ عقلمند ہو لیکن یہ البتہ ضروری ہے کہ وہ نیک چلن اور ایمان دار ہو ٭

کامیابی صرف ایک دفعہ آ کر دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔ مگر مصیبت دن اور رات میں کئی وقت تم پر حملہ کر سکتی ہے ٭

جو شخص اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے وہ اُس شخص کی نسبت زیادہ کامیاب رہتا ہے جو دوسروں کی امداد کے بھروسے پر اپنا کام کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے +

دولت کی زیادتی نوجوانی کی تباہی کا ذریعہ ہے +

دانا ہمیشہ اپنی چال چلتا ہے مگر نادان ہر حال میں مکر و تزویر کا جال پھیلاتا ہے +

والدین کا بچوں کو خرچ سے تنگ رکھنا سخت غلطی ہے کیونکہ اس سے وہ کمینہ پنے کر سیکھتے بُری صحبت اختیار کرتے اور آخر دولت کا مُنہ دیکھتے ہی کھاؤ اُڑاؤ ہو جاتے ہیں +

کُند چاقو اُنگلی کاٹتا ہے قلم نہیں تراشتا +

خاموش رہو یا ایسی بات کہو جو خاموشی سے بہتر ہو +

اُس شخص سے بچو جو اپنی بُرائیاں لوگوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتا ہے +

پڑھنے سے انسان بیدار ہوتا ہے مکالمہ سے تمیز پیدا کرتا اور لکھنے سے ذہین ہو کر صحیح المزاج بن جاتا ہے +

مُطالعہ سے خلوت میں خوشی تقریر میں زیبائش تجویز و ترتیب میں استعداد اور تجربہ میں وسعت ہوتی ہے +

انسان کے خیالات بہت کچھ اُس کے میلانِ طبیعت کے موافق تقریر و کلام اُس کی علمیت و قابلیت کے موافق اور افعال و اعمال اُس کی عادت کے موافق ہوا کرتے ہیں +

اگر تم اپنے کلام میں مقبولِ عام ہو سکتے ہو تو تمھارے لیے کاروبار میں کامیاب ہونا مشکل نہیں ہے +

جو زیادہ پوچھتا ہے وہ زیادہ سیکھتا ہے اور زیادہ تسکین پاتا ہے +

اقوالِ ہربرٹ سپنسر

لوگوں کو یہ معلوم ہونا شروع ہو گیا ہے کہ زندگی میں کامیابی کے واسطے پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ ہم حیوانات کی طرح حلیم، صابر اور محنت کش ہوں +

جو خوب غور و فکر کرتا ہے وہ پیشین گوئی کر سکتا ہے +

صحت کے قوانین کی خلاف ورزی جسمانی گُناہ ہے +

اعلیٰ چال چلن میں عموماً قوتِ ارادی کی کوتاہی سے کمی واقع ہوتی ہے نہ کہ بے علمی سے +

ہم کو اُس مکروہ خیر خواہی کی ذرا بھی برداشت نہیں جو کاہلی اور غفلت کی سزا سے باز رکھتی اور انسان کو پناہ دیتی ہے +

جس خرابی کو تم تبدیل نہیں کر سکتے اُس کے لیے فکر فضول ہے +

دوست کو اپنے حال سے اتنا ہی واقف کرو کہ اگر دشمن بھی ہو جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے ÷

یہ ثابت کرنا بڑا مشکل ہے کہ جائدادوں اور جاگیروں کے موجودہ حقوق کس بنا پر جائز ہیں۔ سب سے پہلی دستاویز تو تلوار کی نوک سے تحریر کی گئی تھی اور سپاہیوں نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیمت کے عوض تلوار اور خنجر اور بھالے کی چوٹیں ادا کر کے اُن پر انسانی خون کی مُہر ثبت کی گئی تھیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ ہی ناجائز کو جائز بنا دیتا ہے، وہ مہربانی کر کے میرے اس سوال کا تسلی بخش جواب دیں کہ ایک گناہ کو نیکی بننے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے اور کس شرح سالانہ سے ایک ناجائز سودا جائز سودا بن جاتا ہے؟

وُہ شخص قابلِ تعریف ہے جس نے اولاد کے لیے مال و دولت چھوڑا۔ لیکن اس سے زیادہ قابلِ تعریف وُہ ہے جس نے اولاد کو روپیہ کمانے اور بچانے کی تعلیم دی ÷

جس کو ماں باپ ادب نہیں سکھاتے اُس کو زمانہ سکھاتا ہے ÷

عورت کا دل اُس کے دماغ پر حکومت کرتا ہے ÷

بڑے آدمیوں کا مانگنا حکم ہوتا ہے ÷

امن چاہتے ہو تو کان اور آنکھ استعمال کرو۔ لیکن زبان بند رکھو ÷

حمق اور بیوقوفی کے اثرات نتیجوں سے انسان کو پناہ دینے کا آخری نتیجہ گویا دُنیا کو بیوقوفوں سے بھر دینا ہے ÷

کسی خاص فرقے کی خیر خواہی انسانی چال چلن کا ایک خلافِ دیانت عمل ہے ÷

لائق آدمیوں کی حق تلفی کر کے نالائق آدمیوں کی پرورش کرنا انصاف کے گلے پر چھری پھیرنا بلکہ دیدہ و دانستہ آئندہ نسلوں کے راستے میں کانٹے بونا ہے۔ آئندہ اولاد کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی آفت اور غضب کی بات نہیں ہو سکتی کہ ورثے میں اُن کو کمزور، آوارہ، کام چور، مجرموں اور گنہگاروں کی روز افزوں آبادی دی جائے۔ بدمعاش اور شریر آدمیوں کی تعداد میں اضافہ کرنا درحقیقت بدخواہی سے آئندہ نسلوں کے واسطے دشمنوں کی بھاری جماعت پیدا کرنا ہے ÷

دُنیا میں سب سے مشکل کام اپنی اصلاح ہے اور سب سے سہل دوسروں پر نکتہ چینی ÷

ہمیں اپنی مدد آپ کرنی چاہیے۔ دوسروں کی امداد ہمارے لیے اچھی طرح فائدہ نہیں پہنچا سکتی ÷

جو کوئی دوسروں کا ادب نہیں کرتا کوئی دوسرا بھی اُس کا ادب نہیں کرتا ÷

انسانی قوتوں کی نمود و تربیت اگر اعتدال و موازنہ معقول سے ہو تو حقیقی انسان پیدا ہوتے ہیں بلکہ

جو کام تم خود کر سکتے ہو، اس کے لیے دوسروں سے درخواست مت کرو ÷

بیکار لوگوں کے دلوں میں شیطان فوراً کارخانہ کھول دیتا ہے ÷

دولت، ایمانداری، احتیاط، صبر، وقت کی پابندی اور منشی اشیاء سے پرہیز کیے بغیر نہیں آتی۔

اگر اتفاقیہ آ جائے تو عرصہ تک ٹھیر نہیں سکتی +

دانشمند وقت کی قدر اُس کی موجودگی میں کرتے ہیں اور نادان و بے تمیز اُس کو کھو کر بیدار ہوتے ہیں +

تمھاری زندگی میں کوئی دن ایسا نہ گزرے جس میں تم اپنے آپ میں کوئی بہتری پیدا نہ کر سکو +

جو شخص وقت کی قدر نہیں کرتا وہ کوئی اقتدار بھی حاصل نہیں کر سکتا +

مہربانی اس شخص کے لیے رشوت ہے جس کے لیے کوئی رشتہ نہ ہو +

بد عادات کی قوت اور ترقی کا اس وقت اندازہ ہوتا ہے جس وقت اُن کے خلاف کوشش کی جاتی ہے +

وُہ وقت انسانی زندگی میں ہرگز محسوب نہیں ہو سکتا جو لہو و لعب اور بیہودہ اشغال میں صرف کیا جاتا ہے +

کتابوں کی سیر میں ہم داناؤں سے ہمکلام ہوتے ہیں اور کاروباری زندگی میں ہمیں احمقوں سے کام پڑتا ہے +

کوشش سے محال امکان میں آتا ہے بشرطیکہ ارادہ کامل ہمت مستحکم اور غور و فکر شامل حال ہو +

دُنیا میں اگر کوئی حاصل کرنے کی چیز ہے تو وہ پابندیٔ اوقات ہے۔ اور اگر کوئی نفرت کے لائق ہے تو وہ تساہل غفلت اور تاخیر ہے +

جہاں دوا کی ضرورت ہے وہاں آہ و نالہ کام نہیں دیتا +

اگر ہم اپنی گزشتہ زندگی پر نظر ڈالیں تو ہم کو پتہ لگے گا کہ اس میں اس قسم کے سنہری موقعے کثرت سے آئے ہیں جن کو ہم نے کھو دیا ہے +

انسان کے پست ارادے اور ادنیٰ خیالات جس قدر کامیابی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ اس قدر کوئی بیرونی مخالفت مزاحمت نہیں کرتی +

بیرونی آنکھوں سے انسان موجودات کو دیکھ سکتا ہے مگر بغیر تعلیم کی روشنی کے اُن کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا +

تجربہ انسان کا بہترین معلم ہے اور زندگی کی ٹھوکریں اُس کا ذریعہ تعلیم ہیں +

اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے سندیافتہ بہت ہوتے +

مجھے تصنع اور بناوٹ سے بالطبع نفرت ہے۔ خواہ وہ مرد میں پائی جائے خواہ عورت میں لیکن مرد کی نسبت عورت میں زیادہ تر اور اس سے بھی زیادہ جب وہ اس شخص میں ہو جو پیشوا اور امام ہو اس سے تو بے حد نفرت ہے +

ترقی اور کامیابی کا سامان زمانہ مستقبل کو مدنظر رکھنے سے مہیا ہوتا ہے نہ کہ برخلاف ماضی کی طرف مڑ کر دیکھنے سے حاصل کیا جاتا ہے +

زندگی کیا ہے صرف وقت۔ پس اگر ہم اس کو ضائع کرتے ہیں تو گویا زندگی برباد کرتے ہیں +

معلومات کے بڑھانے اور آزمودہ کاروں کے تجربات حاصل کرنے کے لیے ہر دم کوشاں رہو کہ اس کے بغیر انسانی زندگی کا جہاز ساحل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا +

ادنیٰ سے ادنیٰ انسانوں میں ایک چرواہا جو جنگلی فرش پر لیٹا اور ایک بے رحم کمہار جو گارے گدھے

کو ہانک کر لیے جا رہا ہے تمہیں کئی ایک ایسی باتیں بتلا سکتا ہے جس سے تم پہلے واقف نہیں ہوتے +

انسانی زندگی چند روزہ ہے لیکن اس کی ذمہ داری بہ نسبت زندگی کے بہت حصہ زیادہ ہے +

اپنے مخالف کو دلائل و براہین سے قائل کرو نہ کہ زور اور شور سے +

مغرور شخص کا کوئی دوست نہیں ہوتا اس لیے کہ دوستی میں مساوات کی ضرورت ہے جو اس کو پسند نہیں مغرور کو کوئی نصیحت نہیں کرسکتا اس لیے کہ ناصح ہونے میں برتری کی ضرورت ہے جس سے اُسے نفرت ہے

جس انسان میں کسی قسم کی قابلیت و ہنرمندی یا کوئی امتیازی خصوصیت نہیں۔ اس کو زندگی کا کوئی استحقاق نہیں +

صرف خیالی قوت کی بدولت انسان اپنی زندگی خوشی سے بسر کرسکتا ہے کیونکہ خیال اعمال کا اندرونی چشمہ ہوتا ہے +

اقوالِ فرینکلن

جاہل کا تجربہ ذاتی صرف اس قدر ہوتا ہے جو اُس کے پیشِ نظر رہتا ہے۔ مگر عالم کو علمی کُتب کی ورق گردانی سے ہزارہا سال گزشتہ و آئندہ کا حال گھر بیٹھے معلوم ہو جاتا ہے +

مخلوقات میں سب سے زیادہ جس نے قوانینِ قُدرت کی خلاف ورزی کی ہے وہ حضرت انسان ہے +

جب تک دُنیا میں جہالت کی تاریکی ہے عالموں کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنے علوم و فنون کی روشنی پھیلائیں اور جہالت و بے علمی دُور کریں +

اگر تمہارے نصیب سوئے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر تم اپنی بیداری کو مت چھوڑو +

ہر چیز صرف اپنے موقع و محل اور وقت کے لحاظ سے خوبصورت اور بدصورت کہلاتی ہے +

دن کا کام رات پر اور آج کا کام کل پر مت رکھ بلکہ برعکس اس کے کل کا فکر آج کر کہ بجز اس کے بہتری اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی +

وقت کو آگے کی طرف سے روکنا لازم ہے نہ کہ اس کے پیچھے دوڑنا مناسب ہے +

حیوانات موجودہ حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں مگر انسان زباندانی کی بدولت آگے اور پیچھے ... شرف انسانیت سے فیضیاب ہو سکتے ہیں +

جو ... اپنی زندگی کو باقاعدگی اور عمدگی سے بسر کرتا ہے وہ پھل دار درخت کی مانند ہو جاتا ہے ورنہ خاردار جھاڑی ہے جس سے ہر ایک کو نفرت ہوتی ہے +

حیوانِ ناطق کو حیواناتِ مطلق پر سوائے اس کے اور کوئی فضیلت نہیں کہ وہ علم کی بدولت گزشتہ واقعات کی خبر رکھتا اور آئندہ زمانے پر غور و فکر کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو بھیڑ جیسی کالی ویسی سفید +

اس بدنصیب دُنیا میں کروڑوں انسانوں کی روٹی کا دارومدار اور روزی کا انحصار سوشل بُرائیوں کو بدعتوں پر قائم رہتا ہے۔ شراب خوری، زناکاری کی لعنت پر لاکھوں خاندان پل رہے ہیں۔ جرائم کی بدولت ہزاروں محکمے چل رہے ہیں۔ حتیٰ کہ پادریوں کا روزگار بھی گنہگار مہیا کرتے ہیں +

جوانی کے وقت روپیہ بچاؤ اور بڑھاپے میں بے دریغ خرچ کرو تاکہ دین و دُنیا میں رستگار ہو گئے +

گورنمنٹ اپنے ٹیکس میں تخفیف کر دے تو کر دے لیکن ہم کاہلی و جاہلی اور خود بینی کے ٹیکسوں کے بار سے جو ہم نے خود اپنے اوپر عائد کر رکھے ہیں ہرگز سبکدوش نہیں ہو سکتے +

نیکی کا آغاز مشکل اور انجام بخیر ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے بدی ابتدا میں لذیذ اور انجام کار تکلیف دہ ہوتی ہے +

نیک نصیحت برسوں کی تعلیم سے بھی اثر نہیں کرتی مگر بد عادت مثل بارود کے فی الفور لے اُڑتی ہے +

بیشک بہت دیر تک سوچو۔ مگر سوچ سمجھ کر جو فیصلہ کرو اُس کو ناطق اور مستند سمجھو +

دانائی سے مخالف کاموں کی اصلاح کرنا بہ نسبت غصہ کرنے اور اس میں مُبتلا رہنے کے بہت بہتر ہے +

مذہب جو امیر و غریب کے درمیان فرق ظاہر کرے دُنیا کے لیے لعنت ہے +

بہت سے دردناک واقعات ایسے ہیں جو افسانہ بننے سے پہلے ہی محو ہو جاتے ہیں +

سچ تو یہ ہے کہ غرور کے برابر کوئی نفسانیت ایسی نہیں جس کی اصلاح دشوار ہو۔ غرور خواہ کوئی کتنا ہی دور کرے کتنا ہی مٹائے کیسا ہی چھپائے پھر بھی یہ کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی بات پر ظاہر ہو ہی جاتا ہے +

دُوسروں کی خوشی اپنے غموں کو تازہ کرتی ہے اور غم اپنے غموں کو ہلکا کرتا ہے +

غریب آدمی کو دولتمند بننے کے لیے راستی اور دیانت داری سے بڑھکر کوئی عُمدہ ذریعہ نہیں +

بُرے کام اس لیے مُضر نہیں کہ وہ ممنوع ہیں بلکہ ممنوع اس لیے ہیں کہ وہ مُضر ہیں۔ اس لیے جو شخص اس دُنیا میں خوشحالی سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ وہ نیک نیتی کی کوشش کرے +

اگر انسان کے چال چلن میں ذرا بھی عیب نہ ہو تو وہ سارے زمانے کا محسود بن جائے اور لوگ اُس سے نفرت کرنے لگیں +

غیب کا علم تو اُسی ذاتِ پاک کو ہے جس کے اختیار میں ہماری مصیبت کے وقت میں ہمیں برکت دینا بھی ہے +

جن لوگوں کے ساتھ انسان کو ہمیشہ اکٹھا رہنے کا اتفاق پڑے اُن سے کبھی بگاڑنا نہیں چاہیے +

بے احتیاطی سے مُنہ سے کوئی بات نکل جائے یا وعظ کرتے وقت غلط رائے قائم کر دی جائے۔ تو بعد میں تشریح کرنے پر اس کی درستی ہو سکتی ہے یا اس سے انکار ہو سکتا ہے لیکن جب کوئی بات تحریر میں آجائے پھر اُس سے انکار نہیں ہو سکتا +

چونکہ مفلس و محتاج کا دیانتدار رہنا نہایت مشکل ہے۔ اس لیے دولت دنیاوی باعث حصول نکوئی ہے +
روپیہ کمانے کی سڑک ایسی سیدھی ہے جیسے ہمارے گاؤں کی پن چکی کا راستہ۔ مگر دولتمند بننے کا
راز صرف اتنی سی بات میں پنہاں ہے کہ انسان جس قدر کمائے اُس سے کم خرچ کرے +

ہمارے دماغوں اور عقلوں میں اتنا ہی فرق ہے جیسے ہمارے چہروں میں +

تجربہ ایک اچھا اُستاد ہے لیکن اس کی اُجرت گراں ہے +

یہ ہماری آنکھیں نہیں بلکہ دوسروں کی آنکھیں ہیں جو ہمیں برباد کرتی ہیں۔ اگر سوائے میرے
تمام دنیا کے لوگ اندھے ہوتے تو میں کبھی عمدہ لباس اور خوشنما سامان کی پروا نہ کرتا +

اپنے حکم کی آپ تعمیل کرو، تمام تفکرات سے چھوٹ جاؤ گے +

جو کنجی استعمال کی جاتی ہے وہ صاف اور چمکدار رہتی ہے۔ یعنی انسان کو بیکار نہ رہنا چاہیے +

زندگی اور صحت تھوڑی آمدنی پر بھی قائم رکھی جا سکتی ہے +

بیہودہ باتیں مت کرو۔ مگر وہ جو تم کو یا دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔ فضول گفتگو سے بچو +

تمہارے تمام کاموں کے واسطے معین جگہ ہونی چاہیے اور تمہارے ہر کام کے واسطے ایک وقت مقرر ہونا چاہیے +

حدود اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ لوگوں کی آزادی وہاں تک برداشت کرو جہاں تک اس کو واجبی جانتے ہو +

پانی سے آگ بجھ جاتی ہے، چھتری سے دھوپ رُک سکتی ہے۔ آنکس سے مست ہاتھی مطیع ہو سکتا ہے،
لکڑی سے دوسرے جانور قابو میں آ سکتے ہیں، ہر بیماری کے لیے ایک دوا ہے، ہر گناہ کی تلافی کے
لیے کوئی طریق ہے لیکن احمقوں کی حماقت کسی طرح دور نہیں ہو سکتی +

اگر ہم محنتی ہیں تو کبھی فاقہ کشی میں مبتلا نہ ہوں گے۔ کیونکہ محنتی شخص کے گھر میں یہ صرف باہر سے
جھانکتی ہے اندر نہیں داخل ہو سکتی +

دنیا میں سب سے اچھا سوال یہ ہے کہ میں اس میں کیا نیکی کر سکتا ہوں +

اپنی سوانحعمری میں لکھتا ہے کہ سات سال کی عمر میں میں نے بہت دنوں میں کچھ پیسے جمع کیے ایک
لڑکے کو سیٹی بجاتے دیکھا جو مجھے بہت پسند آئی۔ وہ تمام پیسے دے کر سیٹی اس سے خرید لی اور
خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔ گھر آ کر معلوم ہوا کہ میں نے اس پر اصل قیمت سے چوگنے دام خرچ
کیے ہیں۔ جن سے میں کئی اور کھلونے خرید سکتا تھا۔ میں رنج کے مارے رونے لگ گیا۔ اور میرا یہ
افسوس اُس خوشی سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن اس چھوٹے سے واقعہ نے میرے دل پر ایک دیرپا اثر
قائم رکھا۔ یعنی کئی دفعہ جب مجھے کسی غیر ضروری چیز خریدنے کی ترغیب ہوتی تو میں اپنے آپ سے
کہتا "سیٹی کے لیے قیمت سے زیادہ خرچ کرو"۔ اور اپنا روپیہ بچا لیتا جب میں بڑا ہو کر دنیا میں
داخل ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ دنیا ایسے بیوقوفوں سے بھری پڑی ہے جو سیٹی کی قیمت سے زیادہ

اس پر خرچ کرتے ہیں۔ جب میں کسی طالب شہرت کو دیکھتا کہ محض حصولِ شہرت کی غرض سے وہ ملکی معاملات میں شور و غل مچاتا اور اپنے کاروبار میں تغافل کر کے مالی نقصان اُٹھاتا ہے، تو میرے دل میں یہ خیال آتا کہ "یہ سیٹی کے لیے زیادہ قیمت خرچ کرتا ہے"۔ اگر میں نے کوئی ایسا آدمی دیکھا جو نفیس لباس، نفیس سامان اور کر و فر پر مست تھا اور ان چیزوں کے لیے اس نے قرض لیا تھا اور انجام کار جیل خانہ میں بھیجا گیا تو میں خیال کرتا: "افسوس اس شخص نے کتنی زیادہ قیمت سیٹی کے لیے دی ہے"۔ الغرض میں نے نتیجہ نکالا کہ دنیا میں انسانی تکالیف کے ایک بڑے حصے کا سبب یہ ہے کہ لوگ معاملہ کی قیمت لگانے میں غلطی کرتے اور سیٹی کے لیے مناسب سے بہت زیادہ قیمت دیتے ہیں۔

نوجوانی میں فرینکلن ایک پادری سے ملنے گیا۔ جب بات چیت ہو چکی تو پادری نے اُسے باہر جانے کے لیے پچھلی طرف سے ایک دروازہ دکھا دیا۔ جب وہ ایک تنگ و تاریک راستے سے گزر رہا تھا۔ پادری نے کہا "جھک جاؤ"۔ فرینکلن نے بات کا مطلب نہ سمجھا اور ایک قدم اور اُٹھایا۔ راستے کے اوپر ایک شہتیر بڑھا ہوا تھا، اس کا سر اس سے جا لگا تو پادری نے کہا "میرے عزیز! تم نوجوان ہو۔ دُنیا تمھارے آگے ہے۔ زندگی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے جھکنا سیکھو تو بہت سی ٹھوکروں سے بچ جاؤ گے"۔ فرینکلن اس بات پر لکھتا ہے: "تاہم اچھی طرح سے مناسب محل پر جھکنے کا معاملہ ایسا نہیں کہ ہم اسے آسانی سے سیکھ سکیں۔ جب ایک شخص تمھارے سامنے طیش و غضب میں ہے، اور بیہودہ سخت الفاظ کہتا ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ غلطی پر ہے اور غیر معقول ہے۔ تو یہ حماقت ہے، کہ تم بھی اُسی کی طرح جوش میں آ جاؤ اور اُونچا بولنا شروع کر دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک عارضی دیوانے کی جگہ تم دونوں دیوانے بنتے ہو، جھک جاؤ۔ جیسا تم طوفان کے گزرنے کے وقت جھک جاتے ہو۔ تند ہوا کے سامنے جھک جانا کوئی ہتک آمیز کام نہیں۔ جیسا ایک مست سانڈ کے مقابلے میں غرانا جہالت ہے، ویسا ہی پاگل کے شور و غل کا جواب دینا حماقت ہے کہ تم بھی اسی کی طرح جوش میں آ جاؤ اور اُونچا بولنا شروع کر دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک عارضی دیوانے کی جگہ تم دونوں دیوانے بنتے ہو۔ لہذا جھک جاؤ۔ اور جب طوفان کی تندی کم ہو تو نرم الفاظ استعمال کر کے اس کا غصہ دور کرو۔ جب تم کو تمھاری کسی غلطی، زیادتی یا سستی کے لیے ملامت کی کی جائے تو جھک جاؤ۔ کسی صریح غلطی کے جواز میں وجوہات دینا نہ شروع کر دو۔ اس سے تو غلطی اور بھی بڑھ جاتی ہے اور طیش میں زیادتی ہوتی ہے۔ جھک جاؤ۔ اس مفید تجربے سے میں نے اپنی ذات میں بہت فائدہ اُٹھایا اور آرام پایا ہے"۔

[حضور سرورِ کائناتؐ نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا "میں آپ لوگوں کو عبادت تو کرتے دیکھتا ہوں، لیکن اس کی حلاوت کسی میں کم پاتا ہوں"۔ لوگوں نے پوچھا۔ یا حضرتؐ! حلاوت کس طرح

حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا "انکسار اور فروتنی سے"]

جب فرینکلن کچھ متموّل ہو گیا اُس وقت بھی اس کی کفایت شعاری اور سادگی کم نہیں ہوئی۔ مٹی کے پیالے اور لکڑی کے چمچے اُس کے گھر میں کافی سمجھے جاتے تھے۔ ایک دن اُس کی عورت نے اس کی غیر حاضری میں ایک چاندی کا چمچہ اور چینی کا پیالہ خرید لیا۔ فرینکلن نے اسے قابلِ ذکر واقعہ خیال کر کے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں بیان کیا ہے۔

برخلاف دُوسرے مغربی فلاسفروں کے ملحدانہ خیالات کے یہ جلیل القدر شخص سچا خدا پرست اور عبادت گُزار تھا۔ باوجود خود کفایت شعار ہونے اور سادہ زندگی بسر کرنے کے دُنیا کو اپنے علم و دولت سے فیض پہنچاتا رہا۔ اور اپنے علم و عمل سے ایسے نقوش و آثار چھوڑ گیا جو نوعِ انسان کے لیے روشنی کے مینار کا کام دیں۔ ۱۷۰۶ء میں امریکہ کے مشہور شہر بوسٹن میں پیدا ہُوا اور ۱۷۔ اپریل ۱۷۹۰ء کو فوت ہُوا۔

اقوال دانایانِ فرنگ

ہر انسانی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے۔ اس زندگی کی آخری جائے پناہ قبر یا اُس کا اصلی مقصد قبر پہنچانا ہی نہیں ہے۔ (لانگ فیلو)

بُزدل انسان موت آنے سے پہلے ہی کئی مرتبہ مر چکتا ہے لیکن بہادر آدمی صرف ایک ہی بار مرتا ہے۔ (شیکسپیئر)

عقل، استقلال، تحمل کا نام ہے یعنی مشکل مسائل حل کرنے کے لیے لگاتار غور کرنا چاہیے۔ (بفن)

پُرانا نظام بدل جاتا ہے۔ نیا نظام اُس کی جگہ لیتا ہے اور خدائے پاک اپنی شان کا جلوہ ہر رنگ میں دکھاتا ہے۔ (ٹینی سن)

دُنیا اپنی حالت پر قائم ہے اور رہے گی لیکن اس قفس کے اسیر ہمیشہ بدلتے رہیں گے۔ قانونِ قُدرت کسی جاندار کو ہمیشہ قید نہیں رکھتا۔ (سڈنی فلپ)

تمام انسانی عادات کا آغاز نہایت ہی حقیر ابتدا سے ہوتا ہے اور ایک غیر محسوس رفتار سے ان کا سایہ نقش رفتہ رفتہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ چشمہ سے پہلے نہایت ہی پتلی دھار نمودار ہوتی ہے۔ بہتے بہتے آگے چل کر یہ چشمہ نالہ بن جاتا ہے اور آگے بڑھ کر نالہ سے دریا بن جاتا ہے پھر یہ عظیم الشان دریا سمندر میں جا ملتا ہے۔ (ارڈ)

دُنیا میں کسی قسم کے لوگوں کا حافظہ ایسا تیز نہیں ہوتا جیسا قرض خواہوں کا۔

ایک فعل کا تخم بوؤ، عادت کا خرمن تمہارے حصہ میں آئے گا۔ ایک عادت کا تخم بوؤ ایک کیرکٹر کا خرمن نصیب ہوگا۔ کیرکٹر کا تخم بوؤ تو تمہارے حصہ میں وہ خرمن آئے گا جو تمہاری تقدیر کا

فیصلہ کر دے + (بورڈن)
وہ شخص جو تضیعِ اوقات کا عادی ہے ایسی گھڑی کے مثل ہے جس میں دونوں سوئیاں نہیں ہیں
ایسی گھڑی چلی تو کیا اور نہ چلی تو کیا + (کاؤپر)
محبت کا ایک گھنٹہ سو برس کی بے محبت زندگی سے بہتر ہے + (شیلے)
ہماری چند روزہ زندگی کا وہ حصہ جو دنیا کی چہل پہل سے علیحدہ صرف ہوتا ہے، بصیرت کے نئے
نئے باب ہماری چشمِ بینا کے سامنے کھول دیتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ بے زبان درختوں کی بھی زبان
ہے بہتی ہوئی ندیوں کی ہموار سطح ہمارے لیے اسرارِ قدرت کی کتاب بن جاتی ہے پہاڑوں کے بے حس پتھر
ہمیں وعظ سنانے لگتے ہیں اور کائنات کی ہر شے میں ہمیں بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے + (شیکسپیئر)
زندگی میں میری کامیابی کا راز یہ ہے کہ میں ہمیشہ پندرہ منٹ پیشتر اپنے کام پر موجود ہو جاتا ہوں (نیلسن)
جو شخص زیادہ سوچنے والا ہوتا ہے، وہ سب سے زیادہ صحیح کام کر سکتا ہے + (روز دلیٹ)
ظاہر اصورت پر اعتبار کرنا بسا اوقات باعثِ پشیمانی ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض گندم نما جو فروش
اپنے چلن پر پردہ ڈالنے کے لیے زہرِ ہلاہل کی بوتل پر جوہرِ حیات لکھ دیتے ہیں + (ہیکسلے)
جوش اور سنجیدگی اگرچہ ایک ہی جگہ نہیں پائے جاتے۔ تاہم جن میں یہ دونوں وصف موجود ہوں
وہ کبھی لغزش نہیں کھاتے +
اگر فیصلہ صرف حلف پر منحصر ہے تو زمین ہماری ہے + (گائٹز)
تمام کائنات کے مستقل اور مقدس نظام میں ادنیٰ سے ادنیٰ کوشش کا بھی صلہ ملتا ہے۔ اور
ذرا سی سعی بھی رائگاں نہیں جاتی ہے + (ڈیلسن)
عورت آدمی سے بنائی گئی ہے اور آدمی مٹی سے + (انڈالف)
عورت مصیبت و غم کو کم کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے + (بار بولڈ)
نیک چلنی انسان کے واسطے عمدہ ملکیت ہے جس شخص کے پاس یہ عمدہ جائداد ہو اُس کا
سب آدمی ادب کرتے ہیں اور اُس سے راضی رہتے ہیں + (سموئلز)
ان لوگوں سے عبرت کا سبق لو جو اوروں کے حالات سے عبرت نہیں حاصل کرتے + (سنیکا)
دیوار کا ہر ایک پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، اپنی قیمت رکھتا ہے + (لانگ فیلو)
کوئی مغنیہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر نہیں پیش کر سکتا جتنی اس کی بات چیت + (بین جونس)
دیہات میں جو غریب لوگ ہیں انہیں جاہل مطلق نہ سمجھو۔ اگر ان کو باقاعدہ تعلیم دی جاتی اور ان
کے دل دماغ کی نشو و نما ہوتی تو عین ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شیکسپیئر اور کوئی ملٹن پیدا ہوتا + (گرے)
عورت کا بناؤ سنگار اُس کے دل کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے +

فطرت کا عمل سرسری نظر سے دیکھنے پر پراگندہ اور بے قاعدہ نظر آتا ہے۔ مگر اس پراگندگی اور بے قاعدگی کی تہ میں ایک زبردست نظام سرگرمِ عمل ہے۔ ہر بات جو بادی النظر میں اتفاقی نظر آتی ہے حقیقت میں ایک زبردست نظام کے تابع ہو کر ظہور میں آ رہی ہے لیکن حقیقت میں بات محض اتنی ہی ہے کہ تمہاری نظر اس نظام کی تہ تک نہیں پہنچتی ٭ (پوپ)

قوانینِ املاک کی حفاظت کے لیے وضع کیے گئے ہیں نہ کہ انسان کی حفاظت کے لیے (لارڈ مانس فیلڈ)

یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم زندگی کی راہ طے کرتے ہوئے فطرت کی کل آوازوں کو ایک دلکش نغمے میں مرتبط کر لیں یا اس کی شفقت و ہمدردی کو ٹھکرا کر اس کی مترنم صدا کو ایک بھیانک اور خوفناک خاموشی میں تبدیل کر لیں ٭ (رسکن)

جو شخص مصیبت کا بوجھ بخوشی اسلوبی اُٹھا سکتا ہے وہی سب سے بہتر کام کر سکتا ہے ٭ (ملٹن)

دوسروں کے ساتھ زیادہ نیک سلوک وہی شخص کر سکتا ہے جو خود زیادہ مصیبتوں میں مبتلا رہ چکا ہو ٭ (آلیور سمتھ)

انسان کو دشمن کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ نہ کرنا چاہیے کہ پھر اس کو دوست بنانا ممکن نہ ہو (ہسلے)

شاہراہ پر خوشنما پھول دیر تک قائم نہیں رہتے ٭

کمینہ کاموں کے کرنے سے جو شخص ڈرے وہ سب سے زیادہ بہادر ہے ٭ (جانسن)

اسی مطلب کا شعر ہے:

کمینہ کام کرنے سے جو ڈر جائے بہادر ہے　　بنی آدم کی خاطر جان دے وہ بے بہادر ہے

خوبصورت عورت دیکھنے سے آنکھ لیکن نیک دل عورت دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے (نموئیل)

جو شخص بوالہوسی اور لذاتِ نفسانی میں مبتلا نہیں وہ افلاس کو مصیبت نہیں سمجھتا۔ اور جو بندۂ شکم نہیں اُس کو مفلسی کا کوئی خوف نہیں ٭ (سنیکا)

عورت اور شراب سب کو احمق بنا لیتے ہیں ٭

حیوانات پر رحم کرنا فیاضی کی عمدہ اور آسان مشق ہے ٭ (سر آرتھر ہلپس)

تمام عالم کی برائیوں میں دروغگوئی عام طور پر نہایت کثرت کے ساتھ رائج ہے ٭ (سمائلز)

دیو کی سی طاقت اپنے آپ میں رکھنا اچھا ہے۔ مگر دیو کی طرح اسے استعمال کرنا برا ہے ٭ (سمائلز)

انسان کا بہترین مطالعہ انسان کا مطالعہ ہے ٭ (پامورتھ)

آزادی اس کا نام نہیں کہ اخلاق یا مذہب کی پابندی نہ کی جائے ٭ (پوپ)

بڑھاپا زندگی کی مسرتیں کو کم لیکن زندگی کی ہوس کو زیادہ کرتا ہے ٭ (گولڈسمتھ)

اگر تم بیس برس میں خوبصورت نہیں، تیس برس میں طاقتور نہیں، چالیس برس میں دانا نہیں اور پچاس

برس میں دولتمند نہیں تو کبھی خوبصورت، طاقتور، دانا یا دولتمند ہونے کی اُمید نہ کرو + (ڈاکٹر جانسن)

عقلمند اور بے وقوف دونوں میں کچھ نہ کچھ عیب ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عقلمند اپنے عیوب کو خود دیکھتا ہے اور دُنیا نہیں دیکھتی اور بیوقوف اپنے عیوب کو آپ نہیں دیکھتا دنیا دیکھتی ہے (ڈاکٹر جانسن)

موجودات ایک کتاب ہے کہ اس کا ہر ایک صفحہ معرفتِ الٰہی سے معمور ہے + (ڈاکٹر چالرنر)

یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ مفلسی نوجوانوں کی اعلیٰ خواہشات کا زینہ ہوتی ہے + (شیکسپیر)

جو شخص کوئی کام نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے لیے دُنیا میں کوئی کام کرنے کو نہیں ہے۔ یا بوجہ تموّل اُس کو کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اُس کی حالت قابلِ رحم و سزاوارِ افسوس ہے (اسٹیلے)

قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کے نتیجۂ بد سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ بچہ آگ میں ہاتھ ڈالے گا ضرور جلے گا + (بیٹر بارنم)

مشیخت اکثر ترقی کے لیے سدِّ راہ ہوتی ہے لیکن بعض وقت نہایت فائدہ مند بھی ثابت ہوتی ہے + (جانسن)

تجھے اپنی زندگی کا سفر اکیلے ہی طے کرنا ہوگا کسی ہمراہ کی اُمید پر بھروسہ نہ رکھ + (ڈاکٹر ایمسن)

بہ نسبت مصیبت کے خوشحالی زیادہ سخت امتحان کا وقت ہے خصوصاً جبکہ دفعتاً خوشحالی ہو جائے۔ اس صورت میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے + (بارنم)

نادان گزشتہ زمانے کی یاد میں محو رہتا اور کاہل آئندہ زمانے کی موہومی اُمید کا گیت گاتا ہے۔ مگر میرے خیال کا بڑا راز آج کا دن ہے + (کارنیگی)

چھوٹے غم واویلا کرتے ہیں بڑے غم خاموش ہوتے ہیں + (کاوپر)

لکڑیاں ایک ایک جلاؤ تو دُھواں دیتی ہیں اکٹھی جلاؤ تو روشنی پیدا ہوتی ہے +

خُدا نے عورت کو مرد کی پیشانی سے نہیں بنایا کہ وہ مرد پر حکومت کرے۔ نہ اُس کے پاؤں سے پیدا کیا کہ وہ اس کی غلامی کرے۔ بلکہ اُس کی پسلیوں سے پیدا کیا کہ وہ اُس کے دل کے قریب رہے +

تجربہ ایک فصیح و اثر انداز واعظ ہے۔ مگر افسوس کہ بہت تھوڑے لوگ اس کے وعظ کو توجہ سے سنتے ہیں + (کارلٹن)

مَیں ہر اُس انسان کو بُزدل خیال کرتا ہوں جس کا عمل اُس کے تخیل کا آئینہ نہیں ہوتا + (جانسن)

صرف خُدا ہی پر بھروسہ نہ رکھو بلکہ بارود کو بھی خشک رکھو + (کرامویل)

محبت کا ماتم اور محبت کی خوشیاں دونوں آنسوؤں ہی سے کی جاتی ہیں لیکن ایک زہرِ ہلاہل کا قطرہ ہے اور دوسرا سلسبیل کا +

عُلماء کے گروہ کو انتظامِ سیاست اور ریاست سے بالکل مناسبت نہیں ہوتی +

دو تین مرتبہ مکان بدلنا آگ لگ جانے سے زیادہ بُرا ہے +

خدا خوشحالی بخشے تو اپنی آرزوؤں کو بھی وسیع نہ کرتے جاؤ + (براؤن)
بڈھے خاوند کو جوان بیوی قبر تک پہنچانے میں گھوڑے کی ڈاک ہے +
ہر خاندان و قوم اور ملک کی آسودگی اور فارغ البالی کے لیے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ وہ پل اور شوٹی کے مناسب اور بہتر استعمال سے بخوبی واقف ہو یعنی میاں بیوی اپنے فرائض سرانجام دیں (جان رسکن)
دروازہ جو غریبوں کے لیے نہیں کھلتا ڈاکٹر کے لیے کھلتا ہے + (ڈیشل)
سفید بال انسان کو ایک مدت مدید میں بوڑھا بناتے ہیں۔ مگر تاریخ دانی بغیر کسی انتظار کے طالب علم کو تجربہ کار، پختہ مغز اور پیرِ خردمند بنا دیتی ہے + (سمائلز)
سخت تنقید سے آدمی کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے لیکن ذرا سی تعریف اور معمولی سی حوصلہ افزائی جادو کا اثر دکھاتی اور بہترین نتائج پیدا کرتی ہے + (بارنم)
اپنی خوشی کو دوسروں کی خوشی پر مقدم سمجھنا اور دوسروں کے جذبات سے بالکل بے پرا ہو جانا خود غرضی کی مکمل تشریح ہے + (ہیلپس)
بے داغ دل سے بڑھ کر کون سا زرہ بکتر مضبوط ہو سکتا ہے۔ جس شخص کا معاملہ سچائی کی بنیاد پر قائم ہے وہ گویا نہایت ہی عمدہ ہتھیاروں سے آراستہ ہے۔ اور وہ شخص جس کا ضمیر بے انصافی کی وجہ سے مکدر ہو گیا ہے خواہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک آراستہ ہی کیوں نہ ہو وہ عریاں ہے + (شیکسپیئر)
باپ بے اعتنائی کر سکتا ہے، بھائی دشمن بن سکتا ہے، زن و شوہر میں عداوت پیدا ہو سکتی ہے دوستی دشمنی میں تبدیل ہو سکتی ہے لیکن ماں کی محبت میں کبھی فتور نہیں پڑ سکتا ہے + (اروِنگ)
ایک حسین اور باعصمت خاتون خدائے قدوس کی صنعتِ کاملہ کا نمونہ، فرشتوں کی حقیقی شان و شوکت، زمین کا نادر معجزہ اور دنیا کی عجیب ترین چیز ہے + (لکھیانا)
اس دنیا میں کسی کام کے اندر اس وقت تک تبدیلی نہیں ہوتی، جب تک کوئی شخص اس میں خود تبدیلی پیدا نہیں کرتا + (گارفیلڈ) ؎

زمانہ زما نا موافق چو شد موافق شدم با زمانہ زخود

انسان کے لیے اتنا ہی جاننا بس ہے کہ اس دنیا میں نیکی سے راحت ملتی ہے + (پوپ)
جہاں پر جہالت باعثِ آسودگی ہے وہاں پر عقلمندی موجبِ بیہودگی ہے +
ایک فارسی شاعر نے بھی اسی مفہوم کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

درکارخانہ کہ بنائش بہ غفلت است ہشیار زیستن نہ از آئینِ حکمت است

طمع ایسی بھوکی ہے کہ اس کا پیٹ کسی فیاضی سے نہیں بھرا جا سکتا ہے +
انسان خواہ کیسا ہی خوشحال و با اقبال فی الحال ہو مگر جب تک وہ دنیا سے انتقال نہ ہو جائے

اس کو خوشحال نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انسان کے حال میں ایسے انقلاباتِ غیر متوقع اور حادثاتِ ناگہانی وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں کہ جن کا پہلے سے سان گمان بھی نہیں ہوتا + (سولن)

مصیبتیں بیدار کرنے کے لیے آتی ہیں نہ کہ پریشان کرنے کے لیے + (ڈابسن)

میں اپنے حریفوں پر اکثر اس لیے غالب آتا ہوں کہ وہ دو چار منٹ کو کچھ حقیقت نہیں سمجھتے لیکن میں اس تھوڑے سے وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت سے بخوبی واقف ہوں + (نپولین)

تمھارا چال چلن اس بات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تم کس چیز کو دیکھ کر خوش ہوتے ہو +

نصیحت سچی خیر خواہی ہے جسے ہم نہیں سنتے۔ لیکن خوشامد بدترین دھوکا ہے۔ جس پر پوری توجہ دیتے ہیں + (شیکسپیئر)

ضروریاتِ زندگی" اور "اسبابِ راحت" ان ہر دو مدوں کا روزانہ علیحدہ علیحدہ خرچ لکھتے جاؤ۔ چند روز میں بڑی اصلاح ہو جائے گی + (بارنم)

خوشامد کرنے والا اور اس کو سن کر خوش ہونے والا دونوں ہی کمینے ہیں اور ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں + (شیکسپیئر)

جو روٹی کھائی جا سکے وہ بچائی نہیں جا سکتی +

قدرت کی نیک ہدایات کی پوری پابندی پر انسان دنیا کو بہشت کی مانند پائے گا + (پوپ)

کسی نامور کے حالات لکھو تو اس کے وہ خصائل بھی لکھو جنھیں انسانی فطرت سے تعلق ہے۔ اس سے لوگوں کو اس کے اچھے کاموں میں تقلید کی خواہش ہوگی۔ بخلاف اس کے اگر تم اس کو فرشتہ بنا کر پیش کرو گے تو لوگ اس کے کاموں کی تقلید نہ کریں گے بلکہ وہ سمجھیں گے کہ وہ فرشتہ صفت انسانی کے دائرے سے باہر تھا۔ ہم انسان ہو کر اس کی تقلید کیسے کر سکتے ہیں؟

عمدہ چیز کا حاصل کرنا کوئی خوبی نہیں بلکہ اس کو عمدہ طریقہ سے استعمال کرنا خوبی ہے + (جانسن)

صاحبِ اختیارات کے فرائض بھی اتنے ہی سخت ہیں جتنا کہ ان کو اختیار حاصل ہے (وائرفیلڈ)

دنیا کے رنج و غم کو اگر ہر ایک شخص پر مساوی طور پر تقسیم کیا جاتا تو تمام لوگ اپنی موجودہ حالت پر بخوشی قانع ہو جاتے جس کے وہ خوگر ہو چکے تھے + (آرتھر ہیلپ)

نشاط و انبساط اور اندوہ و کلفت زندگی کی اصلی غرض و غایت نہیں۔ اس کا منتہائے مقصود تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ سرگرمِ عمل رہیں تاکہ ہمارا مستقبل روز بروز بہتر ہی ہو جائے + (لانگ فیلو) +

اگر دنیا میں ایک بھی محبت کرنے والا دل باقی نہ رہے تو آفتاب اپنی حرارت کو کھو بیٹھے + (ڈکنیلر)

مستقبل خواہ کتنا ہی دلفریب اور دلکش ہو اس پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ ماضی کی دلچسپیوں کو دل سے محو کر دو اور موجودہ حال میں خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے قوی دل کے ساتھ سرگرمِ عمل

رہو ۔ (لانگ فیلو)
دُنیا کی انتہائی خوبصورت اشیاء انتہا درجہ کی بیکار ہوتی ہیں ۔ (جان رسکن)
اِنسان کی سب سے بڑی خوش قسمتی اور زندگی کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ وہ کسی خاص کام کا رُجحان لے کر پیدا ہو جس کے کرنے میں اُسے دلچسپی اور مسرّت حاصل ہو سکے ۔ (ایمرسن)
عادت کو فطرتِ ثانیہ کہتے ہو حالانکہ اس کی قوّت فطرت کی طاقت سے دس گنا زیادہ ہے ۔ (ڈیوک آف ویلنگٹن)
جانے سے پہلے آنے کا انتظام کر لو۔ اگر نہ آسکو تو جانا بے فائدہ ہے ۔ (رسکن)
اِنسان اپنی زندگی کو کیوں ایسا کم بخت بنائے جس کی وجہ سے مرنا جینے سے بہتر معلوم ہو۔ پہلے ہی سے دُنیا کے جاہ و مناصب اور عزیز و اقارب سے کیوں ایسا دل لگائے کہ جن کے مفقود ہونے پر خودکشی کو حیات پر ترجیح دے ۔ (سولن)
محبّت ایسی پیاری چیز ہے جو انسان کو مشکل ترین کاموں کے لیے مجبور کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو دُنیا میں بالعموم قربانی کی راہ مسدود ہو جاتی ۔ (ٹینی سن)
جو کچھ تم ہو اس سے بڑا بننے یا ظاہر کرنے کی پرواہ مت کرو بلکہ کاروبار میں پیش قدمی اور جرأت کو اپنے چال چلن کا ضروری جُزو قرار دو ۔ (آربتھ)
طبعی میلان کے موافق تربیت ہونے سے انسان کامل ہوتا ہے اور سرشت و رغبت کے خلاف کاروبار کرنے سے ناقص نکلتا ہے ۔ (ایلورسٹین)
ذہانت و بلاغت طبقۂ اُمراء میں نہیں بلکہ جھونپڑوں میں بود و باش رکھنے والوں کا حصّہ ہوتی ہے اور تاریخ اس کی تائید کرتی ہے کہ قوم و ملک کے لیڈر ہمیشہ متوسط درجہ کے لوگوں ہی سے نکلتے رہے ہیں ۔ (ملٹن)
ضرورت سے خواہش، خواہش سے کوشش، کوشش سے حصُول اور حصُول سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے ۔
عوام میں نیک نامی حاصل کرنے کے واسطے انسانیت درکار ہے۔ صرف زر اس وصف کے پانے کے واسطے کافی نہیں ۔ (کوپر)
غصّہ تھوڑی دیر کی اور غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہے ۔ (کوپر)
کوئی آئینہ ایسا نہیں جس نے عورت سے یہ کہا ہو کہ تو بدصورت ہے ۔
وہ شخص نہایت ہی خوش قسمت ہے جس کو مطالعہ کا شوق ہو لیکن جو فحش کتابوں کا مُطالعہ کرتا رہے اس سے وہ اچھا ہے جس کو مطالعے کا شوق ہی نہیں ۔ (میکالے)
سوسائٹی کا اثر بیشک بڑا اتالیق ہے لیکن وہ بچپن کی جبلّی بُرائیوں کے دفع کرنے سے قاصر ہے لہٰذا بچپن میں تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہیے ۔ (ہیٹلے)
شادی سے یہ غرض نہیں کہ ایک دُوسرے کے جسم پر حکومت حاصل ہو۔ بلکہ یہ کہ ایک کی کمی دوسرے

سے پُوری ہو + (سموئیل)

آدمی سے پہلے آدمی کے خصائل شہر میں جاتے ہیں +

حضرت آدمؑ کو ماں باپ کی خدمت نہیں کرنی پڑی - لہذا اُنکی اولاد بھی اس فرض سے غافل ہے (دونکن)

جو شخص وعدے کے دن قرض ادا کرے وہ دُوسرے کی تھیلی کا مالک ہوتا ہے + (بابرٹ)

عورت سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرنے کا عزم ایک شدید ترین جرم ہے - اور فطرت کبھی نہ کبھی اس کا انتقام لے لیتی ہے + (ڈیلر)

مشہور انگریز شاعرہ ایلا وہیلر ولکاکس کی ایک نظم کا ترجمہ:

اگر میرے قلم سے نکلی ہوئی ایک سطر نے یا میری زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ نے میرے دوست یا دشمن کے دل کو کسی طرح تسکین بخشی ہے تو میرے لیے یہ دُنیا بھر کی تمام نعمتوں سے افضل ترین نعمت ہوگی جو کچھ میں نے کہا یا لکھا ہے اگر اس سے میرے ہمسائے کا دل ذرا سا بھی خوش ہوگیا ہے تو میں کہ سکتی ہوں کہ میری زندگی کو اپنی محنت کا اجر مل گیا +

میں نے دُنیا میں جو کام کیے ہیں اگر اُن میں سے کسی ایک کے باعث بھی کسی مغموم دل کا غم گھٹ گیا ہے - اگر میری کسی کوشش کی بدولت جُھکی ہوئی پلکیں اُٹھ کر فردا کی درخشانی کی اُمیدوار بن گئی ہیں - تو خواہ دُنیا کو معلوم ہو یا نہ ہو اور اسے میرا خیال آئے یا نہ آئے - خواہ دُنیا کو کبھی معلوم نہ ہو سکے اور وہ مجھے کبھی داد نہ دے - لیکن پھر بھی میں اپنے دل سے یہی کہتی رہوں گی کہ میری زندگی اور محنت ٹھکانے لگ گئی +

اگر میں نے کسی طرح بھی کسی ہستی کو امداد دی یا کسی رُوح کو خوشی بخشی ہے - تو میں یہی سمجھتی رہوں گی کہ میری خوشی کا جام لبالب بھر گیا ہے +

خواہ اس آنکھ کے سوا جو آسمان پر ہے کوئی میرے نیک کام کو نہ دیکھ سکے لیکن پھر بھی اے میرے دل میں یہی سمجھا کروں گی کہ میں نے تماشہ گاہ عالم میں اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کیا +

مشہور عالم نامور انگریز فلاسفر نیوٹن نے اپنے پندرہ سالہ تجربات و انکشافات و مشاہدات کی ایک بیاض خاص شبانہ روز کی کوششوں سے نہایت محنت کے ساتھ اپنی خداداد ذہانت کے خیال سے مرتب کی تھی - رات کے وقت وہ اپنی میز پر بیٹھا اس میں ترمیم و تنسیخ اور اضافات کرنے میں مصروف و مشغول تھا - بیاض مذکور کو اُسی حالت میں چھوڑ کر ضرورتاً اُسے کسی کام کے لیے اُٹھنا پڑا کہ اُس کے کتے نے کود پھاند کر لیمپ کو گرا دیا - تیل کے شعلوں سے تمام کی تمام بیاض جل کر مٹھی بھر راکھ میں تبدیل ہو گئی - نیوٹن جب واپس میز پر آیا تو اپنی مدت العمر کے اس علمی

سرمایہ کے اس ہولناک انجام سے اس قدر متاسف و متالم ہوا کہ اس کی آنکھوں کے آگے تاریکی چھا گئی اور غش کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں سنبھالا لینے کے بعد اس پیکرِ صبر و تحمل اور شرافتِ مجسم نے صرف یہ کہا "ڈائمنڈ افسوس کہ تم کو نہیں معلوم کہ تم نے میری سالہا سال کے عرصہ دراز کی انتہائی محنت و مشقت کو چشم زدن میں تباہ و برباد کر ڈالا" یہ کہہ کر وہ پھر اسی وقت اپنی ذہنی یادداشتوں کی بنا پر تباہ شدہ بیاض کو از سرِ نو مرتب کرنے میں مصروف ہو گیا ۔

نیوٹن کہتا ہے کہ "اگرچہ اسے اس بیاض کو از سرِ نو مرتب کرنے میں سخت محنت اور ذہنی کوفت برداشت کرنے کے علاوہ بے اندازہ قیمتی وقت صرف کرنا پڑا لیکن یہ نئی ترتیب بیاض پہلے سے نہایت بہتر صورت میں انجام پذیر ہوئی"۔ انگریزوں میں اس نامور ہستی کی شرافت و تحمل بردباری اور سرد مزاجی ضرب المثل بن گئی ہے ۔

اس مشہور عالم عالم و فاضل نے ایک نہایت زبردست مضمون "شریف انسان کی پہچان" کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے جو ذرا طویل ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ "مخزنِ اخلاق" میں جامعیت و اختصار کو ہر حالت میں مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس مضمون کا لبِ لباب ہی درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے :— "مباحثہ و مناظرہ اور عام گفتگو میں اظہارِ غیظ و غضب تو درکنار، پیشانی کو بھی شکن آلود نہ کرنا چاہیے"۔ وغیرہ — چنانچہ اس کی عملی مثال مندرجہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے اگر کوئی اور شخص ہوتا تو کتے کو جان سے مار ڈالتا۔ اس مشہور عالم عالم و فاضل نے اپنی ہیچمدانی کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ "علم ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کی تہ بے شمار موتیوں سے بھری پڑی ہے۔ اور میں اس کے کنارے پر ایک طفلِ خورد سال کی طرح گھونگے چن رہا ہوں" ۔

دنیائے امروز

سرمایہ داروں کا قول ہے کہ انسانی سوسائٹی دو حصوں میں منقسم ہے: (۱) بھیڑیں (۲) اون تراشنے والے۔ ہمیشہ اون تراشنے والے گروہ میں شامل رہو ۔ (بشپ جیلی زند)

جب تک ایک انسان دوسرے انسان کی پیٹھ پر سوار ہے، دنیا میں امن و امان محض ایک خوبصورت خواب ہی رہے گا ۔ (دیکون)

انساں پہ حاکمیتِ انساں کو دیکھ کر — انسانیت نے جل کے لگا لی بدن میں آگ
باغِ جہاں میں عدمِ مساوات ہے شرر — تو آج اس نے پھونک دی سارے چمن میں آگ

تمام جائدادیں اور جاگیریں چوری اور ڈاکہ زنی کا نتیجہ ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ ڈاکہ جائداد کے موجودہ مالک نے ڈالا ہو۔ یہ کام اس کے باپ، دادا، پردادا یا دس بیس پشتوں تک کے آباؤاجداد کا بھی ہو سکتا ہے + (پروڈہین) ؎

آں کس کہ جمع شد چنیں مال و زرش زر نہ بار یادِ زآسماں بسرش
از کجا جمع کرد ایں ثروت و مال یا خورش دُزد بُود یا پدرش

ایک مزدور ایک روپیہ روزانہ مانگتا ہے کہ بیوی بچے والا ہے۔ دوسرا صرف بیوی والا بارہ آنے پر رضامند ہو جاتا ہے۔ تیسرا جس کی شادی نہ ہوئی تھی آٹھ آنے ہی پر قناعت کر لیتا ہے۔ تیسرے دن اس کی خوش قسمتی کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جب کہ ایک فاقہ کش چار آنہ روزانہ پر بخوشی رضامند ہو جاتا ہے +

قوم افراد کا مجموعہ ہے۔ افراد خوشحال ہیں تو قوم بھی خوشحال ہے۔ مگر ہم ایسے منطقی ہیں کہ ایک دوسرے کی بربادی ہی میں اپنی خوشحالی کے خواب دیکھ رہے ہیں +

مجھے تو مزدوروں کا خون چوسنے والے سرمایہ داروں کی نسبت مردم خور وحشیوں اور درندوں میں ہزار گنا زیادہ انسانیت، مروّت اور رحمدلی کے آثار نظر آتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک دفعہ ہی انسان کو چیر پھاڑ کر کھا لیتے ہیں لیکن سرمایہ دار تو زندگی بھر مزدوروں کا خون چوستے رہتے اور ان کی نسلوں کی نسلیں تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اور مزا یہ ہے کہ کسی کو معلوم بھی نہیں ہونے دیتے + (لوئس بلاک)

غریب و مفلس کے لیے صبر اختیار کرنا اور مطمئن بیٹھ رہنا خودکشی کے مترادف ہے۔ غریب ہو کر جب بے چین، جھگڑالو اور اپنے حقوق کی خاطر جدوجہد کرنے والا نہیں ہے، وہ ابدالآباد تک چاہِ ضلالت میں پڑا اپنے نصیبوں کو روتا رہے گا + (آسکر وائلڈ)

زمانۂ قدیم میں امیروں نے غریبوں کی بغاوت کو روکنے کا یہ مؤثر طریقہ ایجاد کیا تھا کہ غریبوں کے پسینے کی کمائی کا تھوڑا سا حصہ انھیں خیرات کی صورت میں واپس دے دیا کرتے تھے + (آسکر وائلڈ)

جس ملک میں مجھے ایک قدرتی پیداوار یعنی اخروٹ توڑنے کا بھی اختیار نہیں۔ اگر کل کوئی دشمن اس پر چڑھائی کر دے اور اس کی حفاظت کے لیے مجھے تلوار اُٹھانے کا حکم ملے تو میں اپنے ہتھیار یہ کہتا ہوا زمین پر پھینک دوں گا کہ "اس کے لیے پورٹ لینڈ کا نواب ہی جا کر لڑے جو کہ اس علاقہ کے مالک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے" + (سپنس ژوبی) ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو (اقبالؔ)

زر و جائداد کی ناجائز اور غلط تقسیم نے انسانی زندگی پر بہت ہی بُرا اور مضر اثر ڈالا ہے۔ جن کے پاس ضرورت سے کم زر ہے وہ انسانیت اور خودداری کے درجے سے نیچے گر جاتے ہیں۔ خوشامد و عجز وغیرہ خرابیاں ان کی خصوصیت بن جاتی ہیں۔ اور جن کے پاس ضرورت سے زیادہ جمع ہو جاتا

ہے وہ بھی انسانیت سے گر جاتے ہیں۔ اُن میں غرور و نخوت اور عیش و عشرت کے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مفلس و سرمایہ دار ہر دو جوہرِ انسانیت سے محروم ہیں + (سوشلسٹ)

جائداد اور مال و دولت تو امیر آدمیوں کے پاس بچھو کے ڈنک کی مانند ہے ڈنک نکلتے ہی وہ بھی دیگر حشرات الارض کی طرح زمین پر رینگتا پھرے گا +

اگر میں دُنیا کا ڈکٹیٹر بن جاؤں تو میں ایسا قانون بنا دوں کہ تمام اشخاص کو جن کی روزانہ آمدنی ایک پونڈ سے کم ہو انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے + (برنارڈ شا)

یہ عجیب انصاف ہے کہ آج کل محنتِ شاقہ اور گندے کام کرنے والوں کو سب سے کم مزدوری ملتی ہے اور آسان کام کرنے والوں کو خاصی اُجرت دی جاتی ہے۔ مگر سب سے زیادہ انہیں کو ملتا ہے جو کچھ بھی کام نہیں کرتے + (برنارڈ شا)

کیا یہ دُنیا کا عجیب گورکھ دھندا نہیں ہے کہ سال بھر تک سخت محنت کرتے اور گرمی، سردی، برسات وغیرہ کی سختیاں برداشت کرنے کے باوجود ایک کسان یا مزدور تو مشکل ہی سے اتنے پیسے بھی نہ کما سکے جس سے وہ اپنے اہل و عیال کی پوری طرح پرورش کر سکے۔ مگر ایک وکیل عدالت میں صرف آدھ گھنٹہ کی بحث سے ایک خونی قاتل کو بچا کر اور انصاف کے گلے پر چھری چلا کر دو چار ہزار روپیہ کما لے (برنارڈ شا)

اُس قوم میں ہرگز سچی ہمدردی و حقیقی انسانیت نہیں آتی جس میں امیر غریب سے یا غریب امیر سے نفرت کر کے پیچھے ہٹ جاتا ہے

کیا خاک ہی سے ان کا بنا ہے خمیر بھی　　اللہ تیرے بندے ہیں کیا یہ امیر بھی

شاہانہ فٹ بال، ہاکی، ٹینس، گھوڑ دوڑ اور پولو وغیرہ کو ہی تندرستی کے لیے لازمی تصور کرنے والو! دیہاتوں میں جا کر ان بدنصیب کسانوں کا ہاتھ کیوں نہیں بٹاتے جن کے جسم کی ہڈیاں سخت محنت کے باعث چور ہو رہی ہیں + (برنارڈ شا)

اگر کسی رات کو اچانک کوئی ایسی وبائے خاص پھیلے کہ جس کے سبب سے دُنیا بھر کے تمام بادشاہ، نواب، مہاراجے، راجے، رئیس، جاگیردار، سیٹھ، ساہوکار، اُمراء، سرمایہ دار، وکیل اور بیرسٹر وغیرہ مر جائیں تو نظامِ عالم میں ذرہ بھر فرق نہ پڑے۔ لیکن اگر اسی قسم کی وبا کے شکار کسان، جُلاہے، لوہار، بڑھئی، دھوبی، درزی، معمار، تیلی، نائی، حجام، بھنگی، گوالے، گڈریے، کوچوان، قلی، مزدور، گاڑیبان، اور موٹر ڈرائیور وغیرہ شکار ہو جائیں تو یہ دُنیا کسی کام کی نہ رہے اور بہت بڑا دوزخ بن جائے (ٹالسٹائی)

غریب شخص امیر کا اتنا محتاج نہیں جتنا کہ امیر شخص غریب کا۔ کیونکہ امیر کا کوئی کام غریب کے بغیر چل ہی نہیں سکتا + (آسکر وائلڈ)

اگر ایک آدمی اپنے حصے کی روٹی پیدا کرنے سے جی چراتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی

دوسرا آدمی بھوکوں مرے گا ۔

اگر تم کسی شخص کے پاس دو کوٹ دیکھو تو سمجھ لو کہ دوسرا کوٹ کسی ایسے شخص کا چرایا گیا ہے جس کے پاس ایک کوٹ بھی نہیں ۔

عیسائیت تو تجارت برآمد کی ایک جنس ناکارہ ہے۔ اپنے مُلک میں اس کی کھپت کی کوئی گنجائش نہیں ۔ (فرانسیسی مُدبّر)

جب انسان مُساوی طریق پر پیدا ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی مُساوی ہوجاتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ درمیانی وقفہ یعنی زندگانی کے دن بھی مُساویانہ طریق پر کیوں نہ گزاریں ۔ (وکٹر ہیوگو)

اگر لوگ عقل اور سمجھ سے کام لیتے تو خود سر اور سرکش امیروں کے سامنے کوئی سر نہ جھکاتا بلکہ اُن کو امیر بننے ہی نہ دیتا ۔ (وکٹر ہیوگو) ؛ وہ اب سے

فلک پر ہے ایک اور زمیں پر ہزاروں بتاؤ کہاں تک جبینیں جھکائیں

دُنیا کا سب سے بڑا اور بدترین گناہ افلاس ہے۔ زناکاری، قتل، غبن، ڈاکہ زنی، رشوت خوری، چوری، شراب خوری، جُوا وغیرہ تمام گناہ افلاس کے مقابلے میں مجسّم نیکیاں ہیں ۔ (برنارڈ شا)

دَولتمندوں اور سرمایہ داروں کی خیرات اور چندہ سے چلنے والی سوسائٹیاں ہمیشہ دولتمندوں کی طاقت اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کو قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں، وہ غریبوں کو صبر و تحمل کی تلقین و تبلیغ سے انقلابی جذبات کو ٹھنڈا کرتی رہتی ہیں۔ تاکہ سرمایہ دار بے خوف و خطر اُن کا خون چوستے رہیں ۔ (برنارڈ شا)

الف لیلہ کے سمندری بُڈھے (پیر تسمہ پا) کی طرح برسرِ اقتدار اور صاحب زر سرمایہ دار مُفلسانِ لاچار پر بُرے طرح سوار ہیں۔ وہ غریبوں کو زندہ رکھنے کے لیے قدرے خوراک بھی مہیا کرتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اُنھیں قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہونے کا ڈھنگ بھی بتلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آزادی حاصل کرنے کے گر بھی سکھلاتے ہیں۔ دلکش راگ بھی سُناتے ہیں۔ اور ہر قسم کی پند و نصائح اور طاقت امارت سے اُنھیں خوف بھی دلاتے ہیں۔ غرضیکہ اُن کی خاطر جائز و ناجائز سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ مگر اُن کی پیٹھ سے اُترنے کا نام تک نہیں لیتے ۔ (ٹالسٹائی)

موجودہ نظام میں اپنے پڑوسی کی جیب خالی کیے بغیر کوئی شخص اپنی جیب نہیں بھر سکتا ۔ (ٹالسٹائی)

دُنیا کے مزدوروں کا صرف ایک ہی مُطالبہ ہے جو کہ نہایت سچا، سادہ اور مبنی بر انصاف ہے کہ اُن کی محنت شاقہ کی پوری کمائی اُن کے حوالے کردی جائے۔ نیچے گرے ہوئے اور اُس کی پیٹھ پر چڑھے ہوئے شخص کے درمیان کبھی صُلح نہیں ہو سکتی ۔ (جارج ہیرن)

کیا موجودہ تہذیب کے ماتھے پر یہ بدترین سیاہ دھبہ نہیں ہے کہ سائنس کی اس قدر حیرت انگیز

ترقی اور زبردست ایجادات اور انسانی زندگی کی ضروریات کے سامان کی فراوانی کے باوجود دُنیا میں اِس قدر افلاس، تنگدستی، جہالت اور جرائم موجود ہیں۔ یہ تمام آفات سرمایہ دارانہ نظام کا نتیجہ ہیں ✦ (جارج ہیرن)

۵

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستوں کا سفینہ
مزدور ترے منتظر ہیں سیل مکافات

حضرت آدمؑ کے عہد بابرکت سے لے کر آج تک جو قانون بنائے گئے ہیں۔ اُن قوانین کا کام چھلکوں کی حفاظت کرنا اور دانوں کو دُور پھینکنا رہا ہے ✦ (آسکر وائلڈ)

جب انسان شیر کو مارنے کی نیت سے جنگل کو جاتا ہے تو اُسے شکار کھیلنا کہتے ہیں لیکن جب شیر انسان کو مارنے کے لیے حملہ کرتا ہے تو اُسے درندگی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جرم اور انصاف میں صرف اِتنا ہی فرق ہے ✦ (برنارڈ شا)

قدیم زمانہ کے گرجوں میں پیالے تو لکڑی کے ہوتے تھے اور پادری سونے کے۔ مگر آجکل یہ حالت ہے کہ پیالے تو سونے کے بن گئے ہیں اور پادری لکڑی کے ✦ (ڈیکن)

چھوٹے چور تو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہُوئے قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں مگر بڑے ڈاکو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے مرصّع ہو کر کھُلے بندوں اکڑ اکڑ کر گھُومتے ہیں ✦ (کیٹو)

تم ایک شخص کو ہمیشہ دھوکے میں رکھ سکتے ہو۔ تم بہت سے آدمیوں کو کچھ عرصہ کے لیے دھوکے میں رکھ سکتے ہو لیکن تمام آدمیوں کو ہمیشہ کے لیے دھوکے میں نہیں رکھا جا سکتا ✦ (ابراہام لنکن)

خونخوار شیر دوسرے شیر کو کبھی نہیں کھاتا۔ باز اور شِکرا بھی اپنے ہم جنسوں پر حملہ کرنے سے احتراز کرتا ہے۔ مگر یہ شرف حضرت انسان ہی کو حاصل ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے بھائی کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتا ✦ (جافرسن)

ہم نے کبھی کسی دولتمند یا سرمایہ دار کو حضرت عیسیٰؑ کے پہاڑ والے وعظ کے اِن الفاظ پر عمل کرتے نہیں دیکھا کہ "اس دُنیا کی جمع کی ہوئی دولت کو چور چُرا لے جا سکتے ہیں، اس کو زنگ کھا جاتا ہے۔ اس لیے تم آسمان کی بادشاہت کی دولت جمع کرو۔" نہ ہی کوئی اسلامی فریضہ زکوٰۃ پر ہی عمل پیرا نظر آتا ہے ✦

جو چیز ایک تندرست انسان کے لیے آبِ حیات ہے وہی ایک مریض کے لیے زہرِ قاتل ثابت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ریل، تار، ٹیلیفون، ریڈیو، سینما، بجلی وغیرہ جہاں آزاد ممالک کے لیے باعثِ برکت ہیں وہاں غلام اقوام کو تباہی کے گڑھے میں بھی گرانے کا سبب ہیں ✦ (رسکن)

اگر مزدور نہ ہوتے تو سرمایہ کبھی جنم نہ لے سکتا۔ یہ صرف اُنہی کی محنت کا نتیجہ ہے ✦ (ابراہام لنکن)

ہنری فورڈ کہتا ہے کہ دولت صرف محنتِ سخت، ایمان داری اور صدق دلی وغیرہ کی بدولت کمائی جاتی ہے تو دُنیا کے اربوں انسانوں میں متذکرہ بالا صفات ہوتے ہُوئے بھی وہ کیوں مفلس و نادار

ہیں۔ اربوں روپیہ تو غریب اور بیکس مزدوروں کے پسینے کی کمائی کو دبا لینے ہی سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔
عوام تو کُتّے ہیں۔ میں ان کے سامنے روٹی (روپیہ) پھینکوں گا۔ جہاں جی چاہے گا انہیں لے جاؤں گا اور جو کچھ چاہوں گا اُن سے کام لوں گا۔ (نپولین)
سکندر کے سامنے ایک ڈاکو پیش کیا گیا۔ سکندر نے کہا: "تمہیں ڈاکو کا پیشہ اختیار کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی اور رحم نہیں آتا؟" ڈاکو نے جواب دیا۔ "سُنیے میں جو کام چھوٹے پیمانے پر کرتا ہوں۔ آپ اسے وسیع پیمانے پر سرانجام دیتے ہیں۔ میرے ساتھیوں کی تعداد گنتی کی ہوتی ہے، اس لیے ہمیں ڈاکو کا خطاب ملتا ہے۔ آپ کے ہمراہ ٹڈی دَل لشکر ہے، وہ شاہی فوج کہلاتا ہے میرے کام کو ڈاکہ زنی اور آپ کے کام کو فتوحات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میں ایک آدھ گاؤں کو لوٹتا ہوں لیکن آپ کی تاخت و تاراج اور لوٹ کھسوٹ کا نشانہ تو سینکڑوں سلطنتیں بن چکی ہیں اور بننے والی ہیں۔ اس لیے آپ بڑے ڈاکو ہیں اور میں چھوٹا ڈاکو"۔
جب کسی مقام سے آزادی رخصت ہونے لگتی ہے تو وہ دفعتہً نہیں جاتی بلکہ سب خوبیوں کے چلے جانے کے بعد آخر میں کُوچ کرتی ہے یعنی رعایا کو پھر حاکم بھی ویسے ہی ملتے ہیں جن کی وہ مستحق ہوتی ہے۔
ظلم کرنا گناہ ہے اور ظلم سہنا کبیرہ گناہ۔ (جارج ہیرن)
جب تک دُنیا میں بھیڑیں موجود رہیں گی تب تک انہیں کھانے والے بھیڑیے بھی پیدا ہوتے رہیں گے (اظہر ارسٹن)
جو شخص ایک روپیہ چُرائے وہ چور ہے۔ جو ایک لاکھ چُرائے وہ فنکار ہے۔ (برنارڈ شا)
بھوک سے مرنے کی نسبت تلوار سے مرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ (السپ)
غلام ممالک میں ہر مسئلہ سیاسی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
بھیڑ اور بھیڑیا اسی حالت میں دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں جب بھیڑ بھیڑیے کے پیٹ میں ہو۔ (انگرسول)
اگر کسی ایک انسان کی جان لینا قتل کہلاتا ہے اور سوسائٹی کا قانون اس کے لیے سزائے موت تجویز کرتا ہے تو لاکھوں انسانوں کا بے دریغ خون بہانے اور کشتوں کے پشتے لگانے والا درندہ خصلت جلاد صفت، وحشی آدمی، فاتح اور جرنیل کیسے کہلا سکتا ہے۔ (پال رچرڈ)
یہ کتنی بے انصافی ہے کہ گھوڑے، باز، ہیرے اور جواہرات کی قیمت کا اندازہ تو ان کے ذاتی جوہر کے مطابق لگایا جاتا ہے مگر انسان کی قدر و قیمت اس کے بزرگوں کی عظمت کے پیمانے سے ناپی جاتی ہے۔ جو ذاتی دیانتداری اور پسینے کی کمائی سے تو سنگ مرمر کے محل کھڑے نہیں کیے جا سکتے۔ جب تک کہ اُن کے دل بھی پتھر کے نہ ہوں۔ جن کا یہ قول ہو ؎

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم　　اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

درختوں کی شاخوں پر آزادی سے بیٹھے ہوئے بندروں نے نیچے زمین پر انسانوں میں قتل و خونریزی

کالا پانی دیکھا تو بے اختیار اُن کے منہ سے نکلا خُدا کا شکر ہے کہ ہم ارتقا (ایوولیوشن) سے بچ گئے۔

انسانی سوسائٹی کا سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ غریبوں نے اتنا طویل عرصہ دُنیا کی بے انصافی اور عدم مساوات کو خاموشی سے کس طرح برداشت کر لیا۔ (افروڈ)

جب ہم کسی کمزور قوم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم اسے وحشی کے نام سے پکارتے ہیں اور جب کوئی طاقتور قوم ہم پر حملہ آور ہوتی ہے تو ہم اُسے بھی وحشی کہتے ہیں۔ (پال رچرڈ)

ہماری غیر مساوات نے سوسائٹی کے اعلیٰ طبقہ کو مردود، متوسط طبقہ کو وحشی اور غرباء کے ادنیٰ طبقہ کو حیوان بنا رکھا ہے۔ (آرنلڈ)

بھوک یا افلاس کی وجہ پیداوار کی کمی نہیں بلکہ اس کی غلط تقسیم ہے۔ (آرنلڈ)

ڈاکٹر: بڑھیا! تمہارے بیٹے کو تپ دق کی خطرناک اور مہلک مرض ہے۔ اسے مکھن، انڈے، شوربا، پھل اور سبزیاں کھلاؤ۔ اور بہت جلد کسی صحت افزا مقام پر لے جاؤ۔

بڑھیا: ڈاکٹر صاحب! اگر مجھ میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی تو میرے لختِ جگر و نورِ نظر کو یہ عارضہ ہی نہ ہوتا اور نہ ہی اسے آپ کے پاس لانے کی ضرورت ہی پڑتی۔

تاریخ کے صفحات پر اس نپولین کا نام تو سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے اور اس کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے جس کے سر پر کم از کم تیس لاکھ بندگانِ خدا کے بیگناہ قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر اس ولیم جیمس کا نام بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں جس نے چیچک جیسے نامراد مرض کا ٹیکہ ایجاد کر کے کروڑوں بنی نوع انسان کی قیمتی جانوں کو بچایا۔

ملوکیت پرستوں کی خاطر کشتوں کے پشتے لگا دینے والے سپاہی تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ جنگ کس لیے لڑی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں اُجڈ نوجوانوں کو پسند کیا جاتا ہے۔ (کارلائل)

سالانہ اوسط آمدنی فی کس: امریکہ = ۱۱۲۰ روپے، ممالکِ یورپ = ۷۰۰ روپے سے لے کر ۴۰۰ روپے تک۔ بدقسمت پاکستان و ہند = ۳۰ روپیہ سالانہ فی کس۔

(۳) عجیب افلاس کا اثر ہندوستانیوں کی صحت اور اوسط عمر پر جو پڑتا ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ ممالکِ یورپ میں اوسط عمر ۴۵ سے لے کر ۴۷ سال تک ہے۔ ہندوستان کی اوسط عمر صرف ۲۳ سال ہے۔

کوئی شخص ہرگز غلام نہیں بنایا جا سکتا تاوقتیکہ خود اس ملک کے باشندے حملہ آور کی معاونت نہ کریں۔ یقیناً یہ قول سچ ہے کہ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اُتار سکتا جب تک اس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔

اقوال یحیٰی برمکی

جو اچھی بات سنو لکھ لو۔ اور جو لکھو اس کو حفظ کر لو۔ جو حفظ ہیں ان کو بیان کرو +

جب بادشاہ کی صحبت میسر ہو تو اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو، جس طرح عاقل عورت بیوقوف شوہر کو راضی کرتی ہے +

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی ہو۔ البتہ اگر وہ شخص فصیح ہے تو میرے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے +

غلاموں کی بے ادبی اس کے مالک کے حلم کی دلیل ہے +

جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ ہمارے واسطے قابل اقتداء ہیں۔ اور جو ہمارے بعد آئیں گے ہم ان کے واسطے عبرت ہیں +

جو لوگ دولت دنیا کے طالب ہیں اگر وہ زمانے کی سختیاں نہ اٹھا سکیں تو پھر اپنے مقصد میں ناکامیاب ہونے کی شکایت نہ کریں +

جس شے کا دینا تجویز کر دیا گیا ہو پھر اس کے دینے میں توقف کرنا نہایت درجہ کی بخیلی ہے +

جس شخص میں فیاضی اور علم تکبر کے ساتھ ہو اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس میں بخل اور جہل حلم کے ساتھ ہو +

عالم دانشمند وہی ہے جو حوادث روزگار سے ایسا ہی بے پروا ہو جیسے دریا اپنے میں کنکر پتھر پھینکے جانے سے ہوتا ہے +

عمر کے کسی حصے میں بھی عورت کو اپنی مرضی پر نہ چھوڑنا چاہیے +

انسان کے جسم سے خون خارج کرنے کے لیے دو نشتر ہیں جن میں پہلا نشتر مفلس کو دولت کثیر کی خواہش ہے۔ اور دوسرا نشتر باوجود کمزوری کے دوسروں پر برائی +

دو شخصوں کو کمر میں پتھر باندھ کر دریا میں غرق کر دینا چاہیے۔ ایک تو ایسے دولتمند کو جو اپنی دولت میں مستحق لوگوں کو شریک کرے۔ دوسرے ایسے مفلس کو جو باوجود افلاس کے خدا کی عبادت نہ کرے +

چھ شخص محسنوں کے احسان کی وقعت اور پروا نہیں کرتے: (۱) فارغ التحصیل شاگرد اپنے استاد کی۔ (۲) اہل و عیال والی اولاد اپنی ماں کی (۳) خواہشات نفسانی سے سیر آدمی عورت کی (۴) اہل غرض ایسے شخص کی جس سے غرض حاصل ہو گئی ہو (۵) طوفان سے بچا ہوا آدمی کشتی کی (۶) صحت کے بعد مریض طبیب کی +

جس طرح شہد کی مکھی پھول کو قائم رکھ کر اُس میں سے صرف شہد لے لیا کرتی ہے۔ علیٰ ہٰذا حکمران کو لازم ہے کہ رعایا کی حیثیت قائم رکھ کر اُن سے محاصل وصول کرے +

راستی سے نیکی کی۔ مُطالعہ سے علم کی۔ نیک رُوی سے حُسن کی۔ نیک طریق سے خاندان کی۔ ناپ تول سے غلّہ کی۔ پھیرنے سے گھوڑے کی۔ غور و پرداخت سے جانوروں کی اور سادہ لباس سے عورت کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے +

جس مجلس میں قاعدہ امتیاز نہیں ہے خوشامد پردازانِ خانہ برانداز جتنا کہ دولتمندوں کے دل میں ایک دن میں راہ پیدا کر لیتے ہیں۔ دانا اُس کو ایک سال میں بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور جو قرب و خصُوصیت کہ اُن کو حاصل ہو جاتی ہے اُن کو خواب میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی +

قوانینِ قدرت سے انحراف کرنے والا کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا +

ایک بار کہا میں نے یقین کیا۔ دوسری دفعہ کہا شک ہو گیا۔ قسم کھائی جھوٹ سمجھا +

نفسانی خواہشوں کو ترقی دینے والا ہرگز کسی دُوسری ترقی کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہیں اُٹھا سکتا +

حقیقی مُسلمان

حُسین خان ٹکریہ دربارِ اکبری میں ایک بہت بڑا منصبدار، باعتبار آزمُودہ کار سپہ سالار اور نہایت دیندار و وفادار و جاں نثار اور بہادر سردار گزرا ہے جس کی بے نظیر شجاعت و سخاوت، ریاضت و عبادت اور رعایا پروری کے کارنامے قیامت تک اُس کا نام روشن رکھیں گے۔ یہ بہادر افغان سردار اگرچہ نورتنِ اکبری کے سلسلے میں تو نہیں آ سکتا۔ مگر اپنی بے نظیر اسلام دوستی، دینداری اور رعایا پروری کے باعث نورتنِ اکبری اور دیگر اُمرائے دربار سے بہت بڑی فضیلت رکھتا تھا جن کے بیان سے معلُوم ہوتا ہے کہ اُس عہد کے سیدھے سادے مُسلمانوں کے کیا طور طریق تھے۔ سب سے زیادہ یہ کہ مُلا حضرت عبدالقادر بدایونی جیسے فاضل اجل و عالم بے بدل، بزرگ باعمل اور نہایت مُستند و معتبر مورخ اور امامِ اکبر بادشاہ کے حالات و خیالات کو اِس فخرِ اسلام ہستی سے بہت بڑا تعلق ہے۔ اس کی تاریخ مآثر الاُمراء سے معلُوم ہوتا ہے کہ جہاں اس کا ذکر لکھتے ہیں، بڑی محبت اور عزت و عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔ جو کہ نہایت اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے:

"یہ بہادر افغان بیرم خان خانخاناں کا مُلازم ہُوا۔ اور اُسی وقت سے ہمایوں کے ساتھ تھا جب کہ اُس نے ایران سے آ کر قندھار کا محاصرہ کیا اور فتح پائی۔ شجاعت ہر معرکے میں اُسے

بے جگر کرکے آگے بڑھاتی رہی۔ اور جانفشانی اس کے درجے چڑھاتی رہی۔ مہدی قاسم خاں ایک معزز سردار تھا۔ وہ اس کا ماموں تھا۔ اس کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی +

اِس بہادر افغان نے لڑائیوں میں بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ رستم بھی ہوتا تو اس کی داد دیتا۔ اس کی بے نظیر شجاعت سے بادشاہ خوش ہو کر روز بروز زرخیز علاقے اس کی جاگیر میں دیتے تھے۔ بادشاہ جب ان لڑائیوں کے بعد ۹۶۵ھ میں ہندوستان کو چلے تو اُسے صوبہ پنجاب عنایت کیا۔ جب حاکم لاہور تھے تو ایک دراز ریش مردِ معقول اُن کے دربار میں آیا۔ یہ حامئی اسلام اُس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ مزاج پرسی سے معلوم ہوا کہ وہ تو ہندو ہے۔ اُس دن سے حکم دیا کہ جو ہندو ہوں وہ کندھے کے پاس ایک رنگین کپڑے کا ٹکڑا ٹکوایا کریں۔ اس لیے یہاں کے لوگوں نے ٹکریہ نام رکھ دیا +

فاضل بدایونی لکھتے ہیں کہ حسین خاں اسلام دوست اور سپاہی پیشہ بہادروں میں سے تھا۔ اس کے ساتھ یہ علاقۂ معنوی میرا رابطۂ عظیم و قدیم تھا۔ اور خالصتاً للہ محبت تھی۔ فاضل موصوف نے اِس بہادر افغان کی دینداری، سخاوت اور بہادری کی اتنی تعریفیں لکھی ہیں کہ ان اوصافِ حمیدہ و خصائلِ برگزیدہ کے ساتھ اگر پیغمبر نہیں تو صحابہؓ سے کسی طرح کم نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں لاہور میں حاکمِ مستقل و خود مختار تھے تو ثقہ لوگوں سے سُنا گیا کہ دُنیا کی نعمتیں موجود تھیں۔ اُس کے مطبخِ عظیم پر بلا تفریقِ مذہب و ملت اور بلا تخصیص خویش و بیگانہ ہر ایک امیر و غریب خاص و عام کھانا کھا سکتا تھا۔ خود لوگوں کے ہاتھ دُھلاتا اور پانی پلاتا پھرتا تھا اور کہتا جاتا تھا۔ "بخورید دوستاں بخورید مال مالِ خدا جان جانِ خدا رزق شما برخوانِ این گدا ہاں بخورید"۔ باوجود اِس فیضِ عام اور عام لوگوں کو بہترین کھانے کھلانے کے خود جَو کی روٹی کھاتا تھا۔ فقط اِس خیال سے کہ آنحضرت صلعم نے یہ مزے کے کھانے نہیں کھائے، میں کیوں کر کھاؤں۔ پلنگ اور نرم بچھونوں پر نہ سوتا کہ آنحضرتؐ نے اس طرح آرام نہیں فرمایا، میں کیونکر ان آراموں سے لُطف اُٹھاؤں۔ ہزاروں مسجدوں اور مقبروں کی تعمیر و ترمیم کروائی +

اکثر علماء و سادات و مشائخ اِس کی صحبت میں رہتے تھے، اِس لیے سفر میں چارپائی پر نہ سوتا تھا۔ تاکہ اُن کی بے ادبی متصور نہ ہو۔ اکثر نفلی روزے رکھتا۔ نمازِ تہجد اور صلوٰۃ باجماعت کبھی قضا نہیں کی۔ لاکھوں اور کروڑوں کی جاگیر مگر طویلے میں اس کے خاصے کا ایک گھوڑے سے زیادہ نہ تھا۔ کبھی کوئی ایسا مستحق آجاتا تھا کہ وہ بھی لے جاتا تھا۔ اکثر سفر میں پیادہ ہی رہ جاتا تھا اور نوکر غلام سیاہ گھوڑوں پر سوار چلے جاتے تھے۔ کسی شاعر نے قصیدہ کہا تھا۔ اس میں یہ مصرعہ بھی تھا اور واقعی سچ تھا ع خان مفلس غلام باساماں +

قسم کھائی تھی کہ روپیہ جمع نہ کروں گا۔ کہتا تھا جو روپیہ میرے پاس آتا ہے جب تک مستحقین میں تقسیم نہیں کر لیتا پہلو میں تیر سا کھٹکتا ہے۔ روپیہ علاقے پر سے آنے نہیں پاتا تھا کہ بیشتر ہی چٹھیاں پہنچ جاتی تھیں اور لوگ لے جاتے تھے۔ نذر کیا ہوا تھا کہ جو غلام ملک میں آنے پہلے ہی دن سے آزاد ہے۔ شیخ خیرآبادی اس زمانے میں ایک بزرگ مانے جاتے تھے وہ ایک دن کفایت شعاری کے فوائد اور روپیہ جمع کرنے کے لیے نصیحت کرنے لگے۔ آپ نے غصے ہو کر جواب دیا "کیا پیغمبر صاحب نے کبھی ایسا کیا ہے؟ حضرت امید تو یہ تھی کہ اگر ہم پر حرص و ہوا غالب ہو تو آپ نصیحت کریں نہ کہ دنیا کے اسباب کو ہماری نگاہوں میں جلوہ دیں"۔

فاضل بدایونی کہتے ہیں کہ وہ نہایت قوی ہیکل قد و قامت کی شان و شوکت سے پر بڑا دیدارو جوان تھا۔ میں ہمیشہ تو میدان جنگ میں اس کے ساتھ نہیں رہا مگر کبھی کبھی جو جنگلوں میں لڑائیاں ہوئیں تو موجود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بہادری اس میں پائی پہلوانوں کے نام افسانوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ شاید ان میں کوئی ہو تو ہو ورنہ اس زمانے میں ایسا شجاع کوئی نہ ہوگا۔ جب لڑائی کے ہتھیار سجاتا تھا تو دعا کرتا تھا "الٰہی! شہادت یا فتح" بعض لوگوں نے کہا۔ پہلے فتح کیوں نہیں مانگتے۔ جواب دیا کہ "عزیزان گذشتہ کے دیکھنے کی تمنا مخدومان موجودہ کے دیدار سے زیادہ ہے"۔ سخی ایسا تھا کہ اگر جہان بھر کے خزانے اور تمام روئے زمین کی سلطنت اسے مل جاتی تو بھی بلا مبالغہ وہ پہلے ہی دن قرضدار نظر آتا۔

کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ سوداگر پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ایرانی اور ترکی گھوڑے لاتے ہیں، فقط اتنا کہہ کر کہ "تو دانی و خدا" تمام گھوڑوں کی قیمت طے پا گئی، جو کہ اصل قیمت سے بہت زیادہ ہوتی تھی اور ایک ہی مجلس میں سب بانٹ دیے۔ اور جن کو نہیں پہنچے ان سے باخلاق تمام عذر کیا۔ میری پہلی ملاقات آگرے میں ہوئی۔ پانچ سو روپے اور ایک ایرانی گھوڑا جو اسی وقت لیا تھا، مجھے دیا۔

ایک معرکہ جنگ میں شانے پر شدید زخم کھایا۔ شاہی جراح مرہم پٹی کے لیے آئے۔ بالشت بھر سلائی زخم کے اندر چلی گئی۔ زور سے کریدتے تھے کہ زخم کہاں تک ہے۔ وہ بہادر مردانہ وار نیش کو نوش کی طرح پیے جاتا تھا۔ تیوری پر بل نہ لاتا تھا۔ بے تکلف مسکراتا اور باتیں کیے جاتا تھا۔ آخر کار اسی زخم کے باعث چوتھے روز انتقال فرمایا۔

جس مرد سخی نے عالم عالم خزانے مستحقین کو بخش دیے اس کے پاس مرتے وقت کچھ نہ نکلا کہ کفن دفن میں لگائیں۔ خواجہ محمد یحییٰ نقشبند اس زمانے کے نہایت متبرک بزرگ مشہور تھے، انھوں نے بڑی عزت و احترام سے مسکن غریباں میں پہنچایا۔ میں نے تاریخ نکالی: "گنج بخش" ۹۸۵ھ

مجھ سے اُن کی تعریف کا حق کب ادا ہو سکتا ہے۔ جوانی کی عمر اس کی خدمت میں گزاری۔ اس کے التفات کی بدولت بہت اچھی طرح پرورش پائی کہ مشہور زمان و انگشت نمائے جہانیاں ہوا۔ اور اسی کی تقریب سے یہ توفیق پائی کہ بندگانِ خدا کو علم و آگاہی کے فواید پہنچا سکا ہوں۔ لہٰذا اپنے دفتر تاریخ میں بعض وصف اس کے کہے کہ اندکے از بسیار و یکے از ہزار اور دانہ از انبار و مشتے از خروار ہیں۔ ہم نے آپس میں عہدِ قدیم کو استحکام دیا تھا۔ خدا سے اُمید ہے کہ میرا اور اُس کا حشر بھی ساتھ ہی ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ؀

یا الٰہی تو ہمیں عاملِ قرآں کر دے　　پھر نئے سر سے مسلماں کو مسلماں کر دے
وہ پیمبر جسے سرتاجِ رُسُل کہتے ہیں　　اُس کی اُمت کو ذرا تابعِ فرماں کر دے

مُساواتِ اسلام

حضرت فاروق اعظمؓ ایک اندھی اپاہج بڑھیا کی رات کے وقت خبر گیری کیا کرتے تھے، جو مدینہ طیبہ کے پاس کہیں رہتی تھی۔ مگر چند روز کے بعد آپ نے دیکھا کہ کوئی شخص پہلے ہی آ کر اس کا کام کر جاتا ہے۔ آپ کو سخت حیرت ہوتی تھی کہ کون ایسا شخص ہے؟ آخر ایک رات یہ دیکھنے کے لیے کہ کون شخص آتا ہے وہاں ٹھہر گئے۔ دیکھا تو حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ بھلا سوائے آپ کے اور کون ایسا ہو سکتا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو صبح اٹھ کر تجارت کے لیے کپڑے لے کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ ملے اور دریافت کرنے لگے کہ اے خلیفہ رسول اللہ! کدھر کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ اُن دونوں نے فرمایا کہ آپ پر تو دربارِ خلافت کا بار ہے، بازار میں کیا کیجیے گا؟ آپ نے فرمایا، پھر اپنے متعلقین کی پرورش کہاں سے کروں؟ انھوں نے کہا کہ آپ تشریف لے چلیں، ہم آپ کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ آپ ان دونوں کے ساتھ تشریف لائے تو ان حضرات نے بعد مشورۂ مسلمانان آپ کا معمولی خرچ وظیفہ مقرر کر دیا جیسا قبل از خلافت اپنے مال سے خرچ کرتے تھے۔ اور سفر خرچ وغیرہ کے واسطے سواری مقرر کر دی اور دو چادریں کہ جب پرانی ہو جائیں تو واپس کر کے نئی لے لیں۔

حضرت فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ یمن سے چادریں آئیں تو آپ نے مسلمانوں میں ایک ایک تقسیم کر دی اور خود بھی ایک لی۔ پھر نماز کے وقت دو چادریں اوڑھ کر تشریف لائے۔

خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا "سنو اور اطاعت کرو" سلمان رضی نے برجستہ کہا کہ ہم ہرگز نہ سنیں گے اور ہرگز اطاعت نہ کریں گے۔ آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ ہر ایک کو ایک ایک چادر ملی اور خود دو لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے بڑی جلدی کی۔ آپ نے عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا۔ اس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنینؓ میں حاضر ہوں۔ فرمایا کہ بتاؤ دوسری چادر جو میرے پاس ہے کس کی ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ میری ہے۔ حضرت فاروقؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ میں نے یہ چادر عبداللہ سے مستعار لی ہے۔ سلمانؓ نے یہ تمام واقعہ معلوم کر لیا تو کہا کہ اب آپ فرمائیں، ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے +

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ فرمایا کہ عمرؓ کے لیے بیت المال سے صرف اتنا جائز ہے کہ دو کپڑے پہننے کے لیے لے۔ حج وغیرہ کے لیے سواری اور اپنے اہل و عیال کے لیے قریش کے ایک اوسط درجہ کے آدمی کے برابر خرچ لیا کرے۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے لوگوں نے علاج کے لیے شہد کا استعمال تجویز کیا تو مجمعِ عام میں آکر لوگوں سے فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو بیت المال میں جو شہد رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لوں۔ لوگوں نے اجازت دے دی +

حضرت ضرار بن عنترہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اپنے ایامِ خلافت میں لوگوں میں اس طرح رہا کرتے تھے کہ گویا ہمیں لوگوں میں سے ہیں +

ابن سعد کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت عمرؓ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے ایک لڑکی گزری۔ لوگوں نے کہا کہ شاید حضرت امیر المومنینؓ کی باندی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیسی باندی؟ امیر المومنین کو خدا کے مال میں سے باندی رکھنی حلال نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا کہ پھر کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا دو جوڑے کپڑوں کے اور اہل و عیال کے لیے متوسط درجے کا کھانا۔ اس کے علاوہ میری وہی حیثیت ہے جو عام مسلمانوں کی ہے +

ایک روز فاروقِ اعظمؓ اپنی گردن پر ایک مشک اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ فرمایا میرے نفس نے کچھ غرور کیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کردوں +

حضرت عثمان غنیؓ رات کو خود اٹھ کر وضو کا تہیہ کر لیا کرتے تھے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ کسی خدمتگار کو کیوں نہیں پکار لیا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر ان کے لیے بھی تو رات آرام کرنے کو بنائی گئی ہے +

حضرت علیؓ کی زرہ ایک دفعہ ایک یہودی نے لے لی تھی۔ آپ ہی کا زمانہ خلافت تھا۔ آپ مدعی بن کر اپنے ملازم قاضی شریح کے دربار میں جا کر کھڑے ہوئے اور اپنی گواہی میں حضرت امام حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ قاضی نے ان کی شہادت لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بیٹے کی شہادت باپ کے لیے اور غلام کی شہادت آقا کے لیے قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا آپ حسنؓ کی شہادت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے رسولِ کریم صلعم کی زبانِ مبارک سے

سُنتا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ کیا جنت کے سرداروں کی شہادت مسترد کی جا سکتی ہے؟ قاضی ابو شریح نے کہا کہ ہم زمین پر موجود ہیں اور ذکر جنت کا فرما رہے ہیں، آپ اپنے دعویٰ کی کوئی اور دلیل پیش فرمائیں +

یہودی یہ دیکھ کر سخت متحیر ہوا کہ اسلام کا ایسا سچا انصاف ہے جب وہاں سے آپ کا دعویٰ خارج ہو گیا تو یہودی باہر نکل کر عرض کرنے لگا کہ آپ کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ یہ زرہ آپ کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بطیبِ خاطر مسلمان ہو گیا +

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مسجدِ نبویؐ ہی ایوانِ حکومت تھا اور اسی کے کچے فرش پر بیٹھ کر ایشیا اور افریقہ کی قسمتوں کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز بھی خلیفۂ وقت اسی مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔ غرض ہر وقت مسجد آنے جانے والوں سے بھری رہتی تھی +

حضرت عباسؓ عمِ رسولِ کریمؐ کا مکان مسجدِ نبویؐ سے متصل واقع تھا۔ اور اس کا پرنالہ مسجد میں گرتا تھا۔ بعض اوقات اس میں سے پانی آتا تو نمازیوں کو تکلیف ہوتی حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مسجد کے احترام اور نمازیوں کے آرام کی خاطر اس پرنالے کو اُکھڑوا دیا حضرت عباسؓ مالکِ مکان اتفاق سے اس وقت موجود نہ تھے۔ جب حضرت عباسؓ باہر سے واپس آئے تو یہ خبر دیکھ کر نہایت برافروختہ ہوئے اور فوراً مفتیِ شہر کے ہاں خلیفۂ وقت پر دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پر حضرت سید الانصار ابی بن کعبؓ نے دنیا کے سب سے بڑے حکمران کے نام فرمان جاری کر دیا۔ کہ آپ کے خلاف عباس بن عبد المطلب نے مقدمہ دائر کیا ہے اور انصاف چاہا ہے۔ آپ حاضر ہو کر مقدمے کی پیروی کریں۔ کوئی معمولی حاکم یا بادشاہ ہوتا تو اس طلبی کو اپنی سخت توہین سمجھتا۔ مگر عرب اور عجم کا شہنشاہ نہایت سادگی کے ساتھ تاریخ مقررہ پر حضرت ابی بن کعبؓ کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ اندر آنے کی اجازت بہت دیر میں ملی۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعب نہایت مصروف تھے۔ اتنی دیر حضرت امیر المومنینؓ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے +

مقدمہ پیش ہوا تو پہلے حضرت عمرؓ خلیفۂ وقت نے کچھ کہنا چاہا مگر فاضل منصف نے فوراً روک دیا اور فرمایا۔ "مدعی کا حق ہے کہ پہلے اپنا دعویٰ پیش کرے۔ مہربانی فرما کر آپ خاموش رہیں" بات قاعدہ کی تھی۔ امیر المومنین چپ ہو گئے اور مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی +

حضرت عباسؓ نے بیان دیا۔ "جناب میرے مکان کا پرنالہ شروع سے مسجدِ نبوی کی طرف تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں بھی یہیں تھا اور حضرت خلیفۂ اول ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں بھی اسی جگہ رہا۔ مگر اب امیر المومنینؓ نے اسے اکھاڑ کر پھینک دیا جس سے میرا نقصان بھی ہوا، اور مجھے بے حد تکلیف بھی پہنچی۔ میری عرض ہے کہ میرا انصاف کیا جائے" +

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا "بے شک آپ کا انصاف کیا جائے گا۔ فرمایئے امیر المومنین آپ صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں"؟ حضرت عمرؓ نے کہا۔ "پرنالہ بیشک میں نے اکھڑوا دیا۔ اور میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں" +

ابی بن کعبؓ: آپ کو دوسرے کے مکان میں اجازت کے بغیر اس طرح مداخلت بیجا سے اجتناب کرنا چاہیے تھا۔ آپ وجہ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمرؓ: اے محترم ابو الفضل! پرنالہ میں سے بعض اوقات پانی آتا تو چھینٹیں اڑ کر نمازیوں کے کپڑوں پر پڑتیں۔ اس لیے لوگوں کی سہولت و آرام کے لیے میں نے پرنالے کو اکھڑوا دیا۔ اور اس معاملے میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں میں نے کوئی ناواجب بات نہیں کی +

ابی بن کعبؓ: بولیے ابو الفضل! آپ اس کے جواب میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے میرے لیے خود اپنی چھڑی مبارک سے زمین پر نشانات قائم کیے اور میں نے ان ہی نشانات پر اپنا مکان بنایا جب مکان بن چکا تو یہ پرنالہ آنحضرتؐ نے اپنے حکم سے اس جگہ رکھوایا۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاؤ اور پرنالہ یہاں لگا دو۔ میں نے ادباً انکار کیا مگر حضورؐ نے بہت اصرار فرمایا۔ چنانچہ حضورؐ نیچے کھڑے ہو گئے اور میں نے حضورِ مبارک کے ارشادِ مبارک کی تعمیل کرتے ہوئے حضورؐ کے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرنالہ یہاں لگا دیا تھا جہاں سے اب امیر المومنین نے اسے اکھاڑ دیا ہے +

ابی بن کعبؓ: ابو الفضل! کیا آپ اس واقعہ کا کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: ایک دو نہیں بلکہ متعدد گواہ پیش کیے جا سکتے ہیں +

ابی بن کعبؓ: اچھا لایئے اور ابھی لایئے تاکہ جھگڑے کا فیصلہ ابھی ہو جائے +

حضرت عباسؓ باہر نکلے اور چند انصاریوں کو تلاش کر کے لائے۔ جنھوں نے شہادت دی کہ ہمارے سامنے آنحضورؐ نے عباسؓ کو اپنے مونڈھوں پر چڑھا کر پرنالہ نصب کرنے کا حکم دیا تھا + گواہی ختم ہوتے ہی دُنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ جواب تک آنکھیں نیچے کیے سامنے کھڑا تھا آگے بڑھا اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگا "اے ابو الفضل! خدا کے لیے میرا قصور معاف کر دیجیے۔ مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ آنحضورؐ نے خود یہ پرنالہ یہاں لگوایا تھا۔ ورنہ بھول کر بھی مجھ سے یہ فعل سرزد نہ ہوتا بھلا میری کیا مجال تھی کہ آنحضورؐ کے لگوائے ہوئے پرنالے کو اکھڑواتا۔ یہ جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا۔ اور اب اس کی تلافی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر پرنالے کو بدستور اپنی جگہ پر لگا دیں" +

ابی بن کعبؓ: ہاں امیر المومنین انصاف یہی چاہتا ہے اور آپ کو ویسا ہی کرنا چاہیے +

تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ قیصر و کسریٰ جیسے بادشاہوں کو شکست دینے والا جرنیل

نہایت مسکینی کے ساتھ دیوار کے نیچے کھڑا ہے اور عباسؓ اُس کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ کو اُسی جگہ پر لگا رہے ہیں۔ دُنیا بھر کی تاریخیں ٹٹول ڈالو' اپنے مطاع کی ایسی اطاعت و محبت' انصاف دوستی اور مساوات کا ایسا محیر العقول کارنامہ تم کہیں لکھا ہوا نہیں پاؤ گے۔

جب پرنالہ نصب ہو چکا تو حضرت عباسؓ فوراً نیچے کود پڑے اور کہنے لگے: "امیر المومنین! یہ جو کچھ ہوا اُس حق کے لیے ہوا جو واقعی میرا تھا۔ اب جبکہ آپ کی انصاف پسندی کی بدولت وہ حق مجھے مل چکا ہے تو میں اس بے ادبی کی آپ سے معافی چاہتا ہوں اور نہایت خوشی کے ساتھ اپنے سارے مکان کو خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ اسے گرا کر مسجد نبویؐ میں شامل فرمائیں تاکہ تنگی کی وجہ سے نمازیوں کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ ایک حد تک دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ میری اس قربانی کو قبول فرمائے۔" آمین۔

یہ کوئی فرضی افسانہ یا قصہ کہانی نہیں ہے بلکہ مستند تاریخی واقعہ ہے۔ متعدد معتبر تواریخ اس واقعہ کی صحت پر دال ہیں۔ تواریخ اسد الغابہ' سیرۃ العباسؓ' سیرۃ الانصار' اور سفرنامہ ابن بطوطہ کے علاوہ اور کئی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں جو کھانا کھایا' وہ موٹا کھایا۔ بدن پر کپڑے موٹے پہنے۔ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے میرے پاس بجز اس حبشی غلام اونٹ اور اس پرانی چادر کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں مر جاؤں تو یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا اور ان چیزوں سے بری ہو جانا۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا۔

ایک دفعہ حضرت فاروقؓ اور ابی بن کعبؓ میں نزاع ہوئی۔ ابی نے زید بن ثابت کے یہاں مقدمہ دائر کیا۔ حضرت فاروقؓ امیر المومنین مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے۔ زید نے تعظیم کی۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ کہہ کر ابی کے پاس بیٹھ گئے اور زید سے کہا کہ جب تک عام آدمی اور عمرؓ دونوں تمہارے نزدیک برابر نہ ہوں' تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔

حضرت عمرؓ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ ایک مہم میں عراق گئے۔ مہم سے فارغ ہو کر بصرہ آئے۔ جہاں حضرت موسیٰ اشعری گورنر تھے۔ انھوں نے اپنے دوست کے بیٹوں کا خیر مقدم کیا اور خوب خاطر مدارات کی۔ جب مدینہ روانہ ہونے لگے تو ابو موسیٰ نے کہا: "بھتیجو! میرے پاس صدقے کا کچھ مال ہے جس کو امیر المومنینؓ کی خدمت میں بھیجنا ہے۔ یہ مال آپ لے لیں اور سامان تجارت خرید لیں اور مدینہ جا کر فروخت کر دیں اور جو نفع حاصل ہو' اپنے لیے رکھ لیں اور اصل مال امیر المومنینؓ کو دے دیں۔" ہر دو صاحبزادگان نے جواب دیا: "ایسا نہ ہو امیر المومنینؓ خفا ہوں۔

گورنر بصرہ نے کہا "میں امیر المومنینؓ کو اس کے متعلق اطلاع دے دیتا ہوں"۔ مدینہ آکر سامانِ تجارت فروخت کیا گیا اور اُس سے خاصہ نفع حاصل ہُوا۔ حسبِ ہدایت وہ اصل مال لے کر امیر المومنینؓ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا۔ "ابا جان! یہ اصل مال ہے اور یہ ہمارا منافع ہے"۔ امیر المومنینؓ نے پُوچھا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ ابُو موسٰی نے کل فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے"؟ بیٹوں نے عرض کیا "نہیں ابا جان"۔ آپ نے فرمایا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہُوا کہ میرے بیٹے سمجھ کر تمھارے ساتھ یہ رعایت کی ہے"۔ بیٹوں نے کہا۔ "جی ہاں"۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا۔ "تو اصل رقم اور منافع دونوں بیت المال میں جمع کرو"۔

ایک دفعہ مسلمہ بن عبدالملک ایک مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے اجلاس میں پیش ہُوا۔ چونکہ شاہی خاندان سے تھا اِس لیے درباری فرش پر جا بیٹھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا "اپنے فریق مقدمہ کی موجودگی میں تم فرش پر نہیں بیٹھ سکتے۔ عام لوگوں کے برابر بیٹھو یا کسی دُوسرے کو اپنا وکیل مقرر کرو" +

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز گرمیوں کی ایک دوپہر میں آرام فرما رہے تھے اور ایک لونڈی پنکھا جھل رہی تھی۔ پنکھا جھلتے جھلتے اس کی بھی آنکھ لگ گئی تو آپ پنکھا لے کر لونڈی کو جھلنے لگے۔ اُس کی آنکھ کھُلی تو گھبرا کر چلائی۔ "امیر المومنین یہ آپ کیا کر رہے ہیں"؟ امیر المومنین نے لونڈی کو تسلی دیتے ہُوئے فرمایا۔ "میری طرح تم بھی انسان ہو۔ تم کو بھی گرمی لگتی ہے جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھی اگر میں نے بھی جھل دیا تو مضائقے کی کیا بات ہے"؟

سلاطین و اُمراء کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کہیں جاتے ہیں تو نقیب اور چوبدار اُن کے آگے عَلَم لے کر چلتے ہیں۔ بنی اُمیہ کے خلفاء نے بھی یہی غیر اسلامی تفوّق کا قاعدہ جاری کر رکھا تھا پھر انھیں نے یہ رسم بھی جاری کر دی تھی کہ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُن پر درود و سلام بھی بھیجا جاتا تھا۔ عبدالعزیزؒ کا دورِ حکومت آیا تو کوتوال نے حسبِ دستور نیزہ لے کر آپ کے آگے چلنا چاہا تو آپ نے اسے روک دیا اور فرمایا۔ "میں مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہُوں"۔ اور سلام کے بارے میں بھی ہدایت کر دی کہ عام سلام کیا جائے۔ عمال کو فرمان لکھا کہ "بعض واعظ خلفاء پر درود و سلام بھیجتے ہیں اُن کو اس فعل سے روک دو۔ اور ہدایت کر دو کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے دُعا کریں۔ مخصوص طور پر میرے لیے کوئی دُعا نہ کریں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے دُعا کریں۔ اگر میں اُن میں ہُوں گا تو میں بھی دُعا میں شامل ہو جاؤں گا" +

حضرت علیؓ بن حُسینؓ بن علیؓ۔ امام زین العابدینؒ خالص فاطمی سیّد تھے۔ مگر غرورِ نسب کو عملاً مٹانے کے لیے انھوں نے اپنی ایک لڑکی کی شادی ایک غلام سے کر دی تھی۔ اور ایک لونڈی کو آزاد کر کے اُس کے ساتھ خود نکاح کر لیا تھا۔ خلیفہ عبدالملک کو معلوم ہُوا تو اُس نے خط لکھ کر اِس

فعل پر ملامت کی حضرت امامؒ صاحب نے اس پر جواب میں تحریر فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے نمونہ ہے۔ آپ نے صفیہ بنت..... کو جو لونڈی تھیں، آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا تھا اور اپنے غلام زید بن حارث کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بن جحش کو اُن کے نکاح میں دے دیا تھا۔ ہم اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز نہیں ہیں"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز مہمانوں کی خدمت خود کرتے، اپنے ہاتھ سے چراغ درست کرتے۔ جب آپ کو اس کے متعلق کہا گیا تو فرمانے لگے "جب چراغ کی درستی کے لیے اُٹھا تھا تو بھی عمر ہی تھا۔ اب بیٹھا ہوں تو بھی عمر ہی ہوں"۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے بارے میں تاریخ نگار لکھتے ہیں کہ انتقال کے بعد آپ نے جو سرمایہ اپنے پیچھے چھوڑا کُل اکیس ۲۱ دینار تھے۔ ان میں سے پانچ دینار اُن کے کفن میں اور دو دینار اُن کی قبر کی زمین خریدنے پر صرف ہوئے۔ گیارہ لڑکوں اور ایک بیوہ پر بقیہ تقسیم کیا گیا، تو ہر ایک کے حصّے میں اُنیس اُنیس ۱۹ درہم آئے۔ ایک مشہور ثقہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک جب مرے تو اُن کے پسماندگان بھی گیارہ لڑکے تھے اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے بھی گیارہ لڑکے تھے۔ ہشام کے ترکہ میں سے اُن کے لڑکوں پر دس دس لاکھ درہم تقسیم ہوئے اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے لڑکوں پر صرف اُنیس اُنیس ۱۹ درہم۔ انہی بزرگ کا کہنا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد میں نے ہشام کے ایک لڑکے کو دیکھا کہ لوگ اسے صدقہ دے رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے لڑکے کو اس حال میں پایا کہ ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لیے دیے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز ہی کا واقعہ ہے کہ آخری وقت قریب آپہنچا ہے۔ زندگی کے سانس ایک ایک کر کے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک قریبی عزیز دوست مسلمہ بن عبدالملک قریب بیٹھے ہیں۔ آپ جانشینوں کے لیے وصیت نامہ لکھوا چکے ہیں۔ اپنی تکفین و تدفین کے بارے میں ہدایات دینے کے بعد آپ سے مسلمہ بن عبدالملک نے اہل و عیال کی نسبت سوال کیا کہ "اے امیرالمومنین! آپ نے اپنی اولاد کا منہ ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا اس لیے آپ ان کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جاتے ہیں کہ اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ کاش آپ مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو ان کے متعلق کچھ وصیت کر جاتے"۔ فرمایا "مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو"۔ پھر فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ میں نے اُن کے منہ کو خشک رکھا۔ تو خدا کی قسم میں نے ان کا حق کبھی تلف نہیں کیا اور جس چیز میں اُن کا حق نہیں تھا اُن کو کبھی نہیں دی۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں تمہیں یا خاندان کے کسی شخص کو ان کے متعلق وصیت کر جاؤں، تو ان کے معاملے میں میرا وصی اور ولی صرف خدا ہے اور وہی صلحا کا ولی ہوتا ہے۔ میرے لڑکے اگر

خدا سے ڈریں گے تو خدا اُن کے لیے کوئی صورت نکال دے گا۔ اور اگر وہ مبتلائے گناہ ہوں گے تو میں اُن کو معصیت کے لیے طاقتور نہ بناؤں گا۔ اس کے بعد لڑکیوں کو بلایا اور باچشم تر اُن کو دیکھ کر فرمایا۔ میری جان اِن نوجوانوں پر قربان! جن کو میں نے محتاج و مفلس چھوڑا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے اِن کو اچھی حالت میں چھوڑا۔ تم کو تم کسی عرب یا ذمی سے نہ لوگے جس پر تمہارا حق نہ ہوگا دیکھو تمھارے باپ کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار تھا۔ ایک یہ کہ تم لوگ دولتمند ہو جاؤ اور جہنم میں داخل ہو یا تم لوگ محتاج رہو۔ اور جنت میں جاؤ لیکن یہ بات کہ تم محتاج رہو اور جنت میں جاؤ اس کو زیادہ محبوب تھی، بہ نسبت اس کے کہ تم لوگ دولتمند ہو اور آگ میں جاؤ۔ اُٹھو! خدا تم کو محفوظ رکھے "۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کا بیان ہے کہ آخری وقت میں میں نے سُنا کہ بار بار اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے: "یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ تفوق چاہتے ہیں نہ فساد کرتے ہیں اور عافیت صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے"۔ اس کے بعد گردن ڈھلکالی اور وقت کا یہ سب سے متقی انسان اپنے خالق سے جا ملا۔ حضرت جامی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

کیسہ خالی باش بہر رفعت یوم الحساب ۔ صفر چوں خالی ست ز ارقام عدد بالاتر است

(ترجمہ) خالی کیسہ رہ یوم حساب کی بلندی کے لیے صفر چونکہ خالی ہے اس لیے تمام اعداد سے بالاتر ہے ۔

جبلہ نام شام کا ایک مشہور رئیس مسلمان ہو گیا تھا۔ کعبہ کے طواف کے وقت اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بیتاب ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے جو کیا اس کی سزا پائی۔ اس نے کہا کہ ہم اس رتبہ کے شخص ہیں کہ ہم سے جو گستاخی کرے اس کی سزا قتل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند ایک کر دیا ۔

جنگ قادسیہ سے پہلے ایک لڑائی میں ایران کا سردار جابان نامی گرفتار کیا گیا۔ اس نے کسی مسلمان کو دھوکا دے کر امان لے لی۔ لوگ اسے ابو عبیدہؓ سپہ سالار اسلام کے پاس لائے اور کہا کہ یہ ایرانیوں کا سردار ہے اس کو قتل کرنا ضروری ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا۔ جب ایک مسلمان اس کو امن دے چکا تو میں اس کو سزا نہیں دے سکتا۔ مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ جو عہد ایک مسلمان نے کیا وہ سب پر نباہنا لازم ہے ۔

فتوحات شام کے زمانے میں رومیوں نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ آیا اور ایک رات دن رہ کر واپس آگیا۔ رومیوں نے حالات پوچھے تو اس نے کہا

یہ لوگ رات کے وقت راہب بنتے ہیں اور دن کے وقت سپاہی بن جاتے ہیں۔ ان کے عدل و مساوات کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اسے پوری سزا دیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک دفعہ اپنی صاحبزادی کے پاس بیت المال کا ایک موتی دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ موتی کہاں سے لائی؟ میں ضرور سزا دوں گا۔ ابو رافع افسر بیت المال نے عرض کیا کہ امیر المومنین! میں نے کھیلنے کے لیے دے رکھا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک جرم کی وجہ سے اپنے بیٹے عبداللہ کو اتنی کڑی سزا دی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

بیت المال سے جب مسلمانوں کے وظائف مقرر ہوئے تو حضرت فاروقؓ نے اپنے لیے بھی وہی مقدار مقرر کی جو اور مہاجرین کے لیے مقرر کی تھی۔ حضرت فاروقؓ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا۔ اگر سالم (ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام) زندہ ہوتے تو انھیں خلافت کے لیے نامزد کر جاتا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک دفعہ دو چادریں خریدیں۔ قنبر اپنے غلام سے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک اپنے لیے پسند کر لو۔

جب اہلِ روم کا قاصد شام میں حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار افواجِ اسلامیہ سے گفتگو کرنے کے لیے آیا تو وہ تمیز نہ کر سکا کہ ابو عبیدہؓ کون ہیں؟ لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارا امیر کہاں ہے؟ لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے کی باگ ہاتھ سے تھامے زمین پر بیٹھا ہے اور ہاتھ میں تیروں کو الٹ پلٹ رہا ہے۔

سفارت قادسیہ میں ایک شخص مغیرہ بن شعبہ تشریف لے گئے اور جاتے ہی رستم کے ساتھ تخت پر جا کر بیٹھ گئے۔ چوبداروں نے انھیں تخت سے اتار دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو تمہاری عقل و دانائی کی خبریں پہنچی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ تم سے زیادہ بے وقوف اور کوئی قوم نہیں۔ میں خود نہیں آیا تم نے بلایا تھا تو اس سلوک سے تو یہی اچھا تھا کہ تم مجھ کو پہلے ہی یہ بتا دیتے۔ تم میں بعض خدا ہیں اور باقی سب ان کے بندے ہو کر گردن جھکاتے ہیں۔ آج مجھے یقین ہوگیا کہ تم ضرور مغلوب ہو گے۔ اور کوئی سلطنت اس اصول اور ان عقلوں کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔ بعض لوگ بول اٹھے کہ یہ عربی ٹھیک کہتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ ایک دفعہ بازار تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک کنیز کھجوروں کی دکان کے پاس کھڑی رو رہی ہے۔ آپ نے اس سے وجہ دریافت فرمائی تو کنیز نے جواب دیا کہ میرے آقا نے کھجوریں واپس کر دی ہیں، یہ دکان دار لیتا نہیں ہے۔ آپ نے دکان دار کو کھجوریں لینے اور قیمت واپس دینے کے لیے فرمایا۔ اس شخص نے آپ کو بھی جھڑک دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کچھ خبر ہے

کس کو جھڑک رہے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا۔ اگر جناب مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں تو معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم ایمانداری اور راست بازی سے معاملہ کرو گے تو میری ناخوشی کی کوئی وجہ نہیں +

ایک شکستہ حال بڑھیا خلیفہ مامون رشید کے دربار میں آئی اور شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے۔ مامون نے پوچھا۔ کس نے اور وہ کہاں ہے؟ بڑھیا نے اشارے سے بتایا کہ وہ شخص آپ کے پہلو میں موجود ہے۔ مامون نے دیکھا تو وہ خود اس کا بیٹا عباس تھا۔ وزیر کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر جا کر کھڑا کر دو۔ پھر دونوں کے اظہار سنے۔ شہزادہ رک رک کر آہستہ گفتگو کرتا تھا لیکن بڑھیا بے دھڑک بلند آواز سے مسلسل گفتگو کرتی تھی۔ وزیر نے بڑھیا کو روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر بولنا بے ادبی ہے۔ مامون نے کہا نہیں جس طرح چاہے اسے آزادی سے بولنے دو سچائی نے اس کی زبان تیز کر دی ہے اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔ جب دونوں کے اظہار ختم ہو گئے تو مامون نے فیصلہ بڑھیا کے حق میں کیا اور جائداد اسے واپس دلا دی اور معقول رقم عباس سے بطور جرمانہ وصول کر کے بڑھیا کو دلائی گئی تاکہ اس تکلیف کا کچھ معاوضہ ہو سکے جو بڑھیا کو اس کی جائداد عباس کے قبضے میں چلے جانے اور انصاف حاصل کرنے کے لیے اٹھانی پڑی تھی ٥

محاسبہ سے وہ صبح جزا کے ایمن ہیں　　جو آپ روز و شب اپنا حساب لیتے ہیں

خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار دینار کا دعویٰ دائر کیا جس کی جواب دہی کے لیے اس کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لا کر بچھایا کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہوں۔ قاضی نے حکم دیا کہ قالین اٹھا دو۔ عدالت کے روبرو خلیفہ اور مدعی دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے کچھ برا نہ مانا اور بغیر چون و چرا قاضی کے فیصلے کو تسلیم کر کے مدعی کو اس کا حق دے دیا٭

حضرت مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت فاروقؓ کا ذکر سن کر ابن عباسؓ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: "میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے فرزند ابو شحمہ پر حد قائم کی جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

"میں ایک روز مسجد نبوی میں بہت سے لوگوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اپنے بچے کو پیش کر کے رونے لگی۔ آپ نے اس کا سبب پوچھا تو عرض پرداز ہوئی کہ ایک روز میں بنی النجار کے باغ سے گزر رہی تھی۔ آپ کا لڑکا نشے میں چور مجھے ورغلا کر باغ کی طرف لے گیا اور مجھ سے مطلب براری کی۔ میں نے شرم و ندامت سے اس واقعہ کو اپنے عزیزوں سے پوشیدہ رکھا۔ جب وضع حمل ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ اس نومولود کا گلا گھونٹ

دوں مگر مامتا غالب آئی۔ اب میں آپ سے داد خواہ ہوں کہ حکمِ الٰہی کے موجب ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں" +

حضرت فاروق اعظمؓ نے ہم سے مخاطب ہوکر فرمایا: "آپ لوگ منتشر ہوں میں ابھی گھر ہوکر واپس آتا ہوں۔" گھر آکر ابو شحمہ کو دریافت کیا۔ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ "شاید یہ تمھارا آخری رزق ہے جلد فراغت حاصل کرلو۔" یہ سُن کر اُن کے اوسان خطا ہوگئے اور کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ حضرت فاروقؓ نے قسم دے کر اُن سے پوچھا: کیا تم نے کبھی شراب پی ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا: "ہاں مجھ سے ایک مرتبہ ایسا قصور ہوا ہے۔ اس کے بعد میں اس سے تائب ہو چکا ہوں۔" پھر آپ نے قسم دے کر فرمایا: "کیا تم نے حالتِ نشہ میں کسی عورت سے بدکاری کی تھی"؟ اس پر اُنھوں نے شرم وندامت سے اپنا سر جھکا لیا۔ دوبارہ پوچھنے پر اپنے جرم کا اعتراف اور توبہ و انابت کا اقرار کیا۔ آپ نے فوراً ان کا گریبان تھام لیا اور کشاں کشاں مسجد کی طرف لے آئے۔ یہاں اصحابِ رسولؐ کا مجمع پہلے سے موجود تھا۔ آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "عورت سچ کہتی ہے اور ابو شحمہ مجرم ہے۔" آپ نے اپنے غلام افلحؓ کو حکم دیا کہ کپڑے اُتروا کر اس پر حد جاری کی جائے۔ ابو شحمہ نے رحم کی درخواست کی جو حضرت فاروقؓ نے رد کردی اور جواب دیا۔ کہ اللہ تم پر رحم کرے۔ میں نے تم پر حد اسی لیے جاری کی ہے کہ پروردگار تم پر رحم کرے +

جب ابو شحمہ دُرّوں کی تاب نہ لاکر مسلسل ضربوں سے ضعیف و ناتواں ہوگئے تو اصحابِ رسولؐ نے سفارش کی کہ کسی اور وقت پر بقیہ حد کو اٹھا رکھا جائے۔ فرمایا: "جب معصیت میں دیر نہیں کی تو حد میں کیونکر دیر کی جا سکتی ہے"؟ اسی اثنا میں اُن کی والدہ کو خبر ملی وہ بھی سفارش کے لیے آئیں۔ جب دُرّہ زنی اپنی آخری حد کے قریب پہنچی تو ابو شحمہ نے اپنی نحیف آواز میں کہا۔ یا ابت السلام علیک کہا حضرت فاروقؓ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو تو آپ میرا سلام پہنچاؤ اور یہ عرض کرو کہ میں نے عمرؓ کو قرآن پڑھتے اور حدود قائم کرتے چھوڑا ہے۔" آخری دُرّہ پر ابو شحمہ نے ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہوگئے۔ حضرت فاروقؓ نے دوڑ کر گود میں اٹھا لیا۔ آنکھیں اشک بار تھیں۔ دل و جگر کے ٹکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ آپ پیشانی کو چومتے اپنی بھرائی ہوئی آواز میں فرماتے جا رہے تھے "تیرا باپ تجھ پر قربان ہو، تو حق پر قتل ہوا" +

امیر المومنین حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک اعرابی کا اونٹ مرگیا۔ وہ دور دراز علاقہ سے منزلیں طے کرتا ہوا بیت المال سے اونٹ حاصل کرنے کے لیے دار الخلافت مدینہ منورہ میں پہنچا۔ آپ کی رہائش گاہ پر آیا تو حضرت امام حسینؓ نے اس کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا

کہ حضرت امیر المومنین ؓ تو کاروبارِ خلافت کے سلسلے میں کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ؓ نے اس اعرابی کو مسجد کے حجرے میں بٹھایا اور کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا تیار کرواکے لاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں پُرتکلف کھانا تیار کرواکے آپ کے سامنے رکھا۔ اعرابی نے کہا میں یہ کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا۔ جب تک کہ اُس غریب شخص کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل نہ کروں، جو ابھی مسجد میں خشک روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا تھا۔ حضرت امام حسین ؓ نے فرمایا: "یہی تو میرے والد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ وہ اپنے معمول کے بر خلاف یہ پُرتکلف کھانا ہرگز نہ کھائیں گے۔

اعرابی یہ سادگی اور نفس کشی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ اتنی سلطنت عظیم کے سیاہ و سفید کے مالک والی کی یہ سادگی اور ایسی خشک غذا جس کو غریب ترین انسان بھی کھانا گوارا نہ کرے۔ غرض اُس اعرابی کو بیت المال سے ایک عمدہ اونٹ دلا دیا گیا۔ وہ شکر گزاری و حیرانی کے جذبات سے لبریز شادکام و بامراد اپنے وطن مالوف کو واپس چلا گیا۔ مساواتِ اسلامی کے ان واقعات رعایا پروری کا مقابلہ ہمارے حکام والا مقام کے ذاتی طرزِ عمل اور سلوک رعایا سے کیجیے —

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ؕ

حضرت امام حسین ؓ نے حضرت امام حسن ؓ کے آخری وقت میں ہر چند چاہا کہ آپ بتلادیں کہ آپ کو کس نے یہ زہر دیا ہے؟ مگر آپ نے نہ بتایا اور فرمایا۔ جس پر میرا شبہ ہے اگر وہی قاتل ہے تو خدا خود منتقم حقیقی ہے۔ اور اگر دراصل وہ نہیں ہے تو میرے واسطے کوئی ناحق کیوں قتل کیا جائے؟

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی خدمت میں ایک آدمی جوارش لایا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کی یہ ہاضم طعام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرصہ دراز سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ہے۔ ایک دفعہ آپ کے گھر کے اثاث البیت کا حساب لگایا گیا تو کُل سو درہم سے زیادہ کا سامان نہ تھا۔

آپ کو لوگوں نے خلیفہ بنانے کی بے حد کوشش کی مگر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ لوگوں نے بہت کچھ خوف اور لالچ دیا۔ مگر آپ نے اس کو کبھی قبول نہ کیا۔ ایک دفعہ لوگوں کے اصرار کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں ایسی خلافت پسند نہیں کرتا۔ جس کے لیے ایک آدمی "نہیں" کہے اور دوسرا "ہاں" کہے۔ یزید کی بیعت کی خبر جب آپ کو پہنچی تو فرمایا۔ "اگر یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر بلا ہے تو ہم صابر ہیں۔"

ایک دفعہ آپ کے پاس بیس ہزار دینار آئے۔ آپ نے لوگوں کو دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سب ختم ہو گئے تھے بلکہ اور مال کا بھی اضافہ کیا۔ آخر میں ایک اور آدمی آیا۔ جب کہ تمام مال صرف ہو چکا تھا۔ جن لوگوں کو دیا جا چکا تھا اُن سے قرض لے کر اس کو بھی دیا۔ فرمایا کرتے کہ میں بارہا اصرار

صرف اس لیے نکلتا ہوں کہ میں سلام کروں یا مجھ پر سلام کیا جائے تاکہ دونوں ثواب میں شریک ہوں۔ چنانچہ آپ ہر ایک کو پہلے سلام کرتے تھے۔ غریب و امیر معزز و مسافر آقا و غلام اور واقف یا اجنبی کی ہرگز تفریق نہ تھی۔

ایک روز حجاج جیسا ظالم بادشاہ خطبہ دے رہا تھا خطبہ دیتے دیتے شام ہو گئی۔ نماز کا وقت قریب آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا "اے شخص نماز کا وقت آ گیا ہے اب بیٹھ جا!" ان الفاظ کا تین بار اعادہ کیا۔ حجاج باز نہ آیا۔ چوتھی مرتبہ آپ نے قوم کی طرف خطاب کر کے کہا "اگر میں اٹھ جاؤں تو کیا تم لوگ اٹھنے کے لیے تیار ہو؟" لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تیار ہیں۔ اس پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حجاج سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں نماز کی ضرورت نہیں ہے" حجاج منبر سے اتر آیا اور نماز پڑھی۔ بعد نماز عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا "جب نماز پڑھ لو اس کے بعد جو چاہو کہا کرو۔" یہی صاف گوئی آپ کی موت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ اس دشمنی کی وجہ سے حجاج کے حکم سے ایک شخص نے حج کے ایام میں لوگوں کے اژدحام میں آپ کے پاؤں پر زہر آلود نیزہ چبھو دیا۔ اور اس کے زخم سے آپ واصل بحق ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نہایت قوی ہیکل وجیہہ اور بے حد بارعب تھے بیت المال سے آپ کو چار ہزار درم ملتے تھے لیکن آپ ان کو غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر اوقات کرتے تھے۔ جب آپ مدائن کے حاکم تھے اس زمانے میں بھی کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بنا کر معاش پیدا کرتے تھے۔ آپ کے پاس صرف ایک عبا تھی۔ جس کا آدھا حصہ بچھاتے اور آدھا اوڑھتے تھے۔ عمر بھر مکان نہ بنایا۔ جہاں موقع مل جاتا کسی کے مکان کے سائے میں پڑ رہتے۔

ایک دن آپ نے خادم کو کسی کام کے لیے کہیں بھیجا اور خود آٹا گوندھنے لگے۔ ایک شخص آیا اس نے دیکھ کر کہا۔ آپ کا خادم کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ اس کو ایک ضروری کام کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے یہ امر پسند نہیں کہ اس پر دو کام کا بوجھ ڈالوں۔ اس لیے ایک کام میں خود کر رہا ہوں۔ اس میں حرج ہی کیا ہے؟

حضرت عالمگیرؒ ایک روز جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ کے لیے کسی مجبوری کی وجہ سے ذرا تاخیر سے پہنچے۔ دیکھا تو امام جامع مسجد آمد شاہ کا منتظر بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وقت مقررہ پر نماز شروع کر دیتے۔ میرے انتظار کی کیا حاجت تھی اور یہ کہہ کر امام کو برخاست کر دیا کہ "جو امام احکام خداوندی کے مقابلے میں آداب شاہی کو زیادہ ملحوظ رکھے وہ قابل امامت نہیں۔"

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے آئے تو مہاجرین کی بے سروسامانی پر نظر کر کے حضرت نبی کریمؐ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار سے منسلک فرما دیا اور فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں۔" پھر ارشاد

کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر انصار اپنے مہاجر بھائی کو لے گیا اور اُسے ایک ایک چیز کا حساب دیا کہ یہ
آدھا آپ کا ہے اور یہ آدھا ہمارا ہے۔ سعد بن ربیعہ کے ہاں دو بیویاں تھیں۔ اُس نے عبدالرحمٰن
بن عوف سے کہا کہ میں ایک کو طلاق دے دیتا ہوں آپ اُس سے نکاح کر لیجیے لیکن مہاجرین کی
سیر چشمی دیکھیے حضرت عبدالرحمٰن نے منظور نہ کیا اور صرف یہ کہا کہ تمہاری ہر چیز تمہیں مبارک رہے
مجھے صرف بازار کا راستہ دکھا دو۔ تقسیم سامان کے بعد انصار نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ ہمارے
باغ اور زمینیں بھی ہمارے بھائیوں میں تقسیم کر دی جائیں لیکن حضورؐ نے اس درخواست کو منظور نہ فرمایا +

حضرت حذیفہ عدوی فرماتے ہیں کہ جنگ تبوک میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے میں اپنے
عم زاد بھائی کے پاس جو بالکل قریب مرگ تھا، پانی لے گیا۔ ابھی اُس نے پیالہ مُنہ سے نہ لگایا
تھا کہ پاس سے ایک زخمی سپاہی ہشام بن العاص کی آواز آئی۔ میرے بھائی نے اسی حال
میں بغیر پانی پیے پیالہ مجھے واپس کر دیا کہ پہلے ہشام کو پلاؤ۔ ہشام اس وقت دم توڑ رہا تھا
میں ہشام کے پاس پہنچا ہی تھا کہ پاس سے ایک تیسرے سپاہی کی آواز سنائی دی۔ ہشام نے
بھی پانی واپس کر دیا اور اشارے سے مجھے اُس آواز کی طرف متوجہ کیا۔ میں وہاں پہنچا تو مجھے
معلوم ہوا کہ یہ شخص مر چکا ہے میں ہشام کی طرف دوڑا۔ لیکن میرے پہنچنے سے پہلے وہ بھی
زندگی ختم کر چکے تھے۔ پھر میں اپنے بھائی کی طرف دوڑا تو وہ بھی موت کی نیند سو چکے تھے +

ایک بار مدینہ طیبہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے غلہ نہایت گراں و کمیاب ہو گیا حضرت امام جعفر
صادق نے اپنے وکیل کو بلا کر پوچھا ہمارے ہاں کس قدر غلہ ہے۔ وکیل نے عرض کیا کہ اللہ کے
فضل و کرم سے ہمیں قحط و گرانی سے کوئی خطرہ نہیں۔ ہمارے پاس غلے کا کافی ذخیرہ ہے۔ امام
رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب غلہ اسی وقت ارزاں نرخ پر فروخت کر ڈالو۔ وکیل نے عرض کیا۔ اگر قحط نے
زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لی تو غلے کا ملنا دشوار ہو گا۔ اس وقت غلہ کو ارزاں نرخ پر فروخت کر دینا
مصلحت و دور اندیشی کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں جو حال سب مسلمانوں کا ہو گا وہ ہمارا ہو گا +

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کسی کام میں مشغول تھے۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔
آپ چل کر بدلہ دلوا دیجیے۔ آپ نے اُس کے ایک دُرہ مار دیا کہ جب میں اس کام کے لیے بیٹھتا ہوں
اُس وقت تو آتے نہیں۔ جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آ کر کہتے ہیں کہ بدلہ
دلوا دو۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا اور دُرہ اُس کو دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو
اُس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ آپ گھر تشریف لائے۔ دو رکعت نماز
پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے عمر! تو کمینہ تھا اللہ نے تجھ کو اونچا کیا۔
تو گمراہ تھا اللہ نے تجھ کو ہدایت بخشی۔ تو ذلیل تھا اللہ نے تجھ کو عزت دی۔ پھر لوگوں کا بادشاہ

بنایا۔ اب ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے تو تو اُس کو مارتا ہے کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دیگا"۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے ؛

امیر طلحہ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ تنہا ایک قبیلہ میں گئے۔ قبیلے کا سردار مالک بن عوف تھا۔ اُس نے نہ پہچانا اور ان کی مہمان داری میں تقصیر کی جب وہ چلے گئے تو مالک بن عوف کو معلوم ہوا فوراً ایک معذرت نامہ لکھا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ مجھے تو کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ نہ کوئی شکایت ہے۔ البتہ تم کو چاہیے کہ تمام مہمانوں کے حقوق جانو۔ اور مثل باراں کے تر و خشک ہر جگہ برسو اور آفتاب کی طرح ہر جگہ چمکو ؛

مشہور واقعہ ہے کہ یوسف علیہ السلام جب مصر میں بادشاہ تھے۔ قحط کے زمانے میں ہر روز دُبلے ہوے جاتے تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ جواب دیا۔ کہ اس فکر میں رہتا ہوں کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا کہ کوئی غریب بھوکا رہا اور میں نے سیر ہو کر کھانا کھایا تو قیامت کے دن عنت بازپرس ہوگی۔ کیونکہ بادشاہ تمام رعایا کے خور و نوش کا ذمہ دار ہے ؛

کہتے ہیں کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ اورنگ شاہی پر بیٹھنے کے بعد بھی نہایت سادہ اور محتاط زندگی بسر کرتا تھا۔ خاص بادشاہ کے ذاتی باورچی کی خدمت ظاہر ہے کہ بہت عزت اور شہرت کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے بڑے بڑے ہنرور باورچی بے حد شوق اور آرزو سے یہ خدمت خاص حاصل کرتے تھے۔ مگر بعد میں یہ حقیقت کھل جاتی تھی کہ پتی تلی کھچڑی یا معمولی روٹی دونوں وقت پکتی ہے اور تمام کی تمام بادشاہ سلامت کے سامنے دسترخوان پر چلی جاتی ہے اور دسترخوان سے صاف رکابی واپس آجاتی ہے۔ یعنی باورچی کو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے بھی کچھ نہیں ملتا اور خشک تنخواہ پر گزر کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے چند ہی روز میں وہ عاجز آکر ترک ملازمت کر کے چلے جاتے تھے یا شاہی مطبخ عام میں تبدیلی کرا لیتے تھے ؛

بار بار کے استعفوں سے تنگ آکر بادشاہ نے ایک نئے باورچی سے یہ معاہدہ کیا کہ کم سے کم برس دن تک تم کو ملازمت میں رہنا پڑے گا۔ اور اس عرصے میں استعفا قبول نہ ہوگا۔ ناواقف باورچی نے بڑی خوشی سے معاہدہ کر لیا۔ مگر جلد ہی اس پر بھی یہ حقیقت کھل گئی۔ اب یہ باورچی مصیبت میں پڑ گیا۔ نہ گنجائش ہوتی تھی نہ استعفا دے سکتا تھا۔ لاچار تنگ آکر اس نے یہ سوچا۔ کہ بادشاہ کو اس قدر ناراض کرو کہ خود ہی نکال دے۔ لہذا اُس نے ایک دن کھچڑی میں برابر کا نمک جھونک دیا ؛

بادشاہ نے کھچڑی کھا لی۔ باورچی کی طرف صرف نظر اُٹھا کر دیکھا مگر فرمایا کچھ نہیں۔ باورچی نے مایوس ہو کر اگلے دن بالکل نمک نہ ڈالا اور پھیکی کھچڑی پکائی۔ بادشاہ نے اس دن بھی کچھ نہ

فرمایا۔ تیسرے روز باورچی نے صحیح مقدار نمک کی ڈالی۔ بادشاہ نے اس دن پھر باورچی کو نظر اٹھا کر دیکھا اور نہایت تحمّل سے فرمایا کہ میاں صاحب ایک ڈھنگ اختیار کر لو۔ یا تو برابر کا نمک ہمیشہ ڈالا کرو یا بالکل پھیکی پکایا کرو یا معتدل ذائقہ ہو۔ بار بار نمک کی مقدار بدلنے کی تکلیف نہ اٹھاؤ۔ باورچی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ حکم ہوا کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

باورچی نے عرض کیا کہ جہاں پناہ! مَیں سات لڑکیوں کا باپ ہوں۔ شاہی باورچی کہلاتا ہوں۔ لوگوں کو مجھ سے بڑی توقعات ہیں اور میری یہ حالت ہے کہ فاقوں مرتا ہوں۔ میں نے یہ سمجھ کر ملازمت کی تھی کہ جہاں پناہ کی ذاتی خدمت بجا لا کر کچھ عرصہ میں متموّل بن جاؤں گا۔ مگر اب تو سال بھر تک فاقہ ہی نظر آتا ہے۔ بہ تصدّقِ فرقِ مبارک خادم کو آزاد فرمایا جائے ٭

بادشاہ نے فرمایا۔ آزادی کی خواہش ہے یا روپے کی ضرورت ہے؟ عرض کیا روپے کی زیادہ ضرورت ہے۔ فرمایا۔ اچھا آج آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکا لینا۔ باورچی کچھ نہ سمجھا اور آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکالی۔ بادشاہ نے اپنے حصّے کی کھچڑی ختم کر کے باقی ماندہ زائد کھچڑی کے سات حصّے کیے اور ایک ایک طشتری میں ایک ایک حصّہ رکھ کر باورچی کو حکم دیا کہ خوان میں لگا کر ہمارے ساتوں وزیروں کو ہمارا یہ آلش پہنچا دو ٭

چونکہ آج تک ایسا تحفہ وزراء کو نہ ملا تھا۔ وزیروں کو اس غیر معمولی شاہی التفات کی خبر لگی تو ان کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہی۔ شاہی باورچی کا بڑے تزک و احتشام سے ساتوں وزیروں کی ڈیوڑھیوں پر استقبال ہوا اور شاہی آلش لانے کے صلے میں ہر وزیر نے باورچی کو ایک ایک لاکھ روپیہ کی نق[illegible]

باورچی یہ سات لاکھ روپے کی رقوم اور کافی ساز و سامان کمانے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ کہو گزارے کی کچھ صورت نکل آئی؟ باورچی نے دست بستہ عرض کی کہ حضور کی توجہ کی بدولت اب عمر بھر کے لیے بے فکری ہو گئی۔ اب کوئی حاجت باقی نہیں۔ بادشاہ نے فرمایا آئندہ کھچڑی میں نمک صحیح اندازہ سے ڈالا کرنا ٭

۵ بارگاہِ نبویؐ میں جو مؤذن تھے بلالؓ ‏ کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ مدینہ میں [illegible] عقد کہیں ‏ جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

مَیں غلام حبشی ہوں۔ [illegible] ‏ بات یہ ہے کہ نہیں پاس مرے دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہشِ تزویج بھی ہے ‏ کون ہے جس کو نہیں میری قرابت پہ حذر

گردنیں جھک کے یہ کہنے لگیں دل سے منظور ‏ جس طرف اس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر

شہنشاہ محمد تغلق عدالت کے کٹہرے میں

کھڑے تھے ایک دن محوِ تفکر باغ شاہی میں
وہ تغلق شاہ نبرد گرِ دوراں و تاجدارِ معدلت گستر

یکایک آ گئے اِس جا ایک طفلِ غیر مسلم بھی
لگا پھرنے حضورِ شاہِ عالی بے خطر ہو کر

نظر تغلق کی جب اِس پر پڑی تو فرطِ غصہ سے
بڑھا کر ہاتھ مارے دُرّے اُس کی پشتِ عریاں پر

جونہی قاضی کو لڑکے کی زبانی یہ خبر پہنچی
بلایا شاہِ ذی شاں کو عدالت میں نڈر ہو کر

کہا کیا کرتے ہو تسلیم تم تقصیر یہ اپنی
کہا تسلیم کرتا ہوں مرا یہ ظلم ہے یکسر

دیا یہ حکم لڑکے کو لگاؤ شاہ کے دُرّے
کہ اَمرِ رَبّی بالقسط ہے حکمِ خالقِ اکبر

جھکایا سر یہ سن کر شاہ نے اور پشتِ عریاں کی
کہا لڑکے سے ہاں دُرّے لگائے بے خطر ہو کر

سزا جب اپنی پوری پا چکے تو ہنس کے فرمایا
خدا کا شکر پورا ہو گیا فرمودۂ داور

حضرت فاروقِ اعظمؓ کی طرزِ معاشرت نہایت سادہ اور غریبانہ تھی۔ سفر، حضر، جلوت، خلوت، مکان اور بازار میں کوئی شخص آپ کو کسی علامت سے نہیں پہچان سکتا تھا کہ آپ ہی خلیفۂ وقت اور امیر المومنین ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے ایلچی مسجد نبویؐ میں آ کر ڈھونڈتے اور پوچھتے تھے کہ خلیفۂ اسلام کہاں ہیں؟ حالانکہ آپ پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے وہیں کہیں بیٹھے ہوتے تھے۔

جنگِ مصر کی فتح کی خوشخبری سننے کے لیے حضرت فاروقِ اعظمؓ عالمِ بے تابی میں کئی کوس دور چلے جاتے۔ آخر ایک دفعہ ایک سانڈنی سوار کو دور سے دیکھا۔ آپ دوڑتے ہوئے اُس کے پاس گئے۔ دریافت کیا کہاں سے آ رہے ہو؟ اُس نے کہا مصر سے آ رہا ہوں اور حضرت امیر المومنین کو فتح کی بشارت دینے جا رہا ہوں۔ آپ مدینہ منورہ تک اس سانڈنی سوار کے پیچھے دوڑتے گئے۔ سانڈنی سوار نے لوگوں سے امیر المومنین کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا حضرت امیر المومنین یہی تو ہیں جو آپ کے پیچھے دوڑتے آ رہے ہیں۔

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان کسی معاملہ پر تنازعہ تھا۔ دربارِ فاروقی میں یہ معاملہ پیش ہوا۔ یہودی سچا تھا۔ فاروقِ اعظمؓ نے اُس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن ابو شحمہ اور سالے قدامہ بن مظعون نے ایک بار شراب پی۔ ثبوتِ شرعی گزرنے پر آپ نے اپنے لختِ جگر اور سالے یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں پر جو اُن دنوں بحرین کے گورنر تھے، حد جاری فرمائی۔ زید بن وہبؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ایک چادر اوڑھے دیکھا۔ اُس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر میری طبیعت بھر آئی۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں چیخ چلا دیا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ کے کرتے میں چار پیوند لگے دیکھے۔ اور آپ کے تہبند میں چمڑے کا بھی ایک پیوند لگا ہوا تھا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں جب غلہ وغیرہ کی کمی ہو گئی تو آپ نے جو کی روٹی کھانی شروع کر دی۔ جو آپ کو موافق نہ آتی تھی۔ آپ اپنے شکم پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کرتے کہ قسم خدا کی اس کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔ جب تک خدا مسلمانوں کو ارزانی نہ عطا فرمائے +

ایک مرتبہ تقریباً پچاس انصار و مہاجرین کی اتفاق رائے سے قرار پایا کہ حق تعالیٰ نے عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر قیصر و کسریٰ کے ممالک اور مشرق و مغرب کی ولایتیں فتح کرا دیں۔ عرب و عجم کے قاصد آپ کے حضور میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ آپ کی بارہ پیوند لگی کملی کو دیکھ کر کیا خیال کرتے ہوں گے۔ اس لیے حضرت فاروقِ اعظمؓ سے عرض کیا جائے کہ وہ عمدہ کپڑا پہنیں اور اپنے دستر خوان کو وسیع فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بات چیت کرنے لیے منتخب کیا گیا۔ فاروقِ اعظمؓ اُن کا مشورہ سُن کر رو پڑے اور فرمایا کہ میرے آقا نامدار حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گیہوں کی روٹی کی صورت نہ دیکھی۔ کبھی اُن کو دونوں وقت کھانا میسر نہ ہوا۔ کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا۔ وہ ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے۔ اُن کا اونی جُبّہ ایسا تھا جس کی سختی سے کئی دفعہ جسمِ مبارک چھل جاتا تھا۔ کبھی نرم بستر پر نہیں سوئے۔ حالانکہ آپ سراپا رحمت تھے۔ مگر اس کے باوجود بھوک، بیداری، رکوع و سجود اور گریہ زاری میں ساری عمر دن گزارتے تھے۔ اس لیے عمر نہ اچھا کھانا کھائے گا نہ اچھے کپڑے پہنے گا +

۵۔ شاہزادی فاطمہؓ۔ زوجِ عمرؒ عبد العزیز — یعنی وہ پروردۂ آغوشِ شاہانِ عرب

وہ سراپا صدق۔ ہمسروں میں اپنے منتخب — وہ کنیزِ حکمِ شوہر اور وہ کانِ ادب

اُن کا نقد و جنس بیت المال میں کچھ جمع تھا — کر لیا تھا اُن کے شوہر نے کہ جو ان سے طلب

وہ عمرؒ وہ ثانیِ فاروقؓ روحِ اتقا — وہ فدائے نامِ احمدؐ بندۂ فرمانِ رب

سادگی سے خود بسر کرتے تھے اپنی زندگی — اپنی بیوی کو بنا سکتے تھے کب راحت طلب

لے کے سارا مال بیگم سے خزانے میں رکھا — دل میں بس یہ دیکھیے یہ قوم کے کام آئے کب

فاطمہؓ نے ایک دن فاروقِ ثانی سے کہا — آج کل ہیں آپ امیر المومنین از فضلِ رب

جھلسے جاتے ہیں یہ میرے ہاتھ۔ چولھا جھونکتے — ایک لونڈی تو مجھے لے دیجیے گا آپ اب

سُن کے یہ بولے امیر المومنینؒ خوش سیر — فاطمہؓ تم میرے مال و زر سے نا واقف ہو کب

اور جو بیت المال کی پوچھو تو وہ ہے قوم کا — ایک حبہ بھی جو اس سے لوں تو ہو جائے غضب

مانتا ہوں تم کو ہے تکلیف بے لونڈی مگر — آتشِ دوزخ کے اُف جانسوز ہیں رنج و تعب

جب ہوئیں بیوہ خلافت اِن کے بھائی کو ملی تخت پر بیٹھا یزید ابن الملک والاحسب
بھائی نے چاہا کہ واپس کردے زر مہر کو ہے یہی بہتر ہے "ما اہلِ عرب پیش عرب"
لیکن اس خاتون نے انکار لینے سے کیا اور کہا مجھ کو نہیں اس چیز کی مطلق طلب
جس طرح تھی زندگی میں اپنے شوہر کی مطیع بعد رحلت بھی اسی صورت سے ہوں میں تابع اب
سب سے زیادہ یہ بموجب حکم محبوب خدا مسلماں سے مسلماں کو فوقیت جائز ہے کب

شنیدم کہ شاہنشہے دادگر قبا داشتے ہر دو رو آستر
یکے گفت کای شاہِ گیتی فروز قبائی ز دیبائی چینی بدوز
بگفت ایں قدر ستر و آسائش است وزیں بگذرم زیب آرائش است
مرا ہم ز صد گونہ آزم رواست ولیکن خزانہ نہ تنہا مراست

سیرۃ الاولیاء

ایک دن ایک عورت حضرت ابراہیم بن یوسفؒ کی طرف دیکھنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ کام ہے؟ اُس نے کہا نہیں مگر تم علماء کا خیال ہے کہ عالم کو دیکھنا بھی عبادت ہے میں بھی اس خیال سے تجھ کو دیکھتی ہوں۔ یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر فرمایا۔ اس عورت کی غلطی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ وہ کب کے قبروں میں پڑے ہیں مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب +

حضرت رابعہؓ عدویہ کی آنکھ میں نماز پڑھتے وقت ایک تنکا چبھ گیا۔ جو سلام کے بعد آپ کو معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو میری آنکھ میں یہ سخت چیز کیا ہے۔ پس اس کو زیادہ گہرا ہونے کے باعث بڑی مشکل سے نکالا +

حضرت خلفؒ بن ایوب ایک روز مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کا ایک آدمی کسی بات کے دریافت کرنے کو آیا۔ آپ اُٹھے اور مسجد سے باہر جا کر اس کی بات سُنی اور اُس کو جواب دیا۔ پھر واپس آ گئے اور فرمانے لگے مسجد میں دُنیاوی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ یہ خانۂ خدا ہے +

ایک شخص نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ تم ہی ہو جس کو حضرت معاویہؓ نے جلاوطن کیا تھا۔ اگر تم نیک ہوتے تو وہ تم کو جلاوطن نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے دوست! میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے۔ اگر اس سے بچ گیا تو تیرا بُرا کہنا مجھے کچھ نقصان نہ دے گا اور اگر اس سے نہ بچا تو جو تو کہتا ہے، میں اس سے بھی بُرا ہوں" +

ایک آدمی نے بکرؒ بن عبداللہ کو بہت سی گالیاں دیں۔ آپ خاموش رہے۔ کسی نے کہا آپ بھی اسے کیوں گالیاں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا "میں اِس شخص کی کوئی بُرائی نہیں جانتا کہ میں اُس کو بُرا کہہ سکوں اور بہتان لگانا جائز نہیں" +

حضرت عبداللہ تیمیؒ فرماتے ہیں۔ "آدمی جن لوگوں کی عیب چینی کرتا ہے، وہ عیبوں میں اُن سے بھی بڑھا ہُوا ہوتا ہے جن کی وہ عیب چینی کرتا ہے" +

ایک شخص نے حضرت سالمؒ بن عبداللہؒ بن عمرؓ سے کہا۔ اے بدتمیز بڈھے۔ سالمؒ نے کہا۔ "اے بھائی میرے خیال میں تم راستے سے کچھ دُور نہیں گئے" +

حضرت ابراہیم تیمیؒ نے موسیٰؒ بن مہران کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور اُن سے اللہ تعالیٰ کے سلوک کے متعلق سوال کیا۔ اُنھوں نے جواب دیا "جب سے مرا ہُوں، اُمراء کی ضیافتوں کا حساب دے رہا ہُوں اور ایک سُوئی کے بدلے قید ہُوں جس کو میں نے مستعار لیا تھا اور واپس نہیں کی تھی"۔ پھر میں نے دریافت کیا کونسی قبروں میں زیادہ روشنی ہے تو آپ نے فرمایا۔ "دُنیا میں مصیبت زدگان کی قبروں میں" +

ایک شخص نے زیادؒ بن ظبیانؒ سے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے مسلمان پیدا کرے تو آپ نے فرمایا۔ "تو نے خدائے پاک سے اچھی بات نہیں مانگی بلکہ خدائے تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ تمام لوگ بُرے ہو جائیں" +

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ سے ایک شخص نے کہا اللہ تیری عمر دراز کرے۔ آپ نے فرمایا "یہ ایسا امر ہے جس سے فراغت ہو چکی ہے (یعنی عمر لکھی گئی ہے)۔ تو میرے لیے صلاحیت کی دُعا کر" +

حضرت عامرؒ بن عبدقیسؒ سے ایک شخص نے کہا میرے لیے دُعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا "مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی پسندیدہ بات کے لیے اُس سے سوال کروں۔ جو جانتا ہے مجھ کو کس کے لیے بہتر ہے یہ ایک قسم کی قناعت ہے اور قناعت مقربین کا کام ہے" +

فاطمہ بنت عبدالملک فرماتی ہیں کہ جب حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کو خلافت سپرد ہوئی تو آپ نے ہم کو اور اپنی تمام لونڈیوں کو جمع کر کے فرمایا "اب میرے ذمہ ایک ایسا کام لگا ہے جس کے باعث میں تم سے بالکل غافل ہو جاؤں گا اور تمھارے لیے فارغ نہیں ہوں گا۔ مگر جب قیامت کے حساب سے فارغ ہو جاؤں گا۔ پس اگر تم میرے پاس رہنا چاہتا اور مجھ سے مطالبہ نہ کرو تو رہو ورنہ جو چاہے مجھ سے علیحدہ ہو جائے"۔ آپ نے قریب وجاہت ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عطاء سلمیؒ رات میں اکثر اپنے جسم کو ٹٹولتے کہیں کثرت گناہ سے مسخ تو نہیں ہو گیا۔

حضرت محمدؒ بن منکدرؒ نے ایک شخص اپنی والدہ کے لیے خربوزہ خریدا مگر اُنھیں پسند نہ آیا اور جھٹ

ہوئیں۔ یہ آپ نے عرض کی۔ اماں جان! آپ کس پر خفا ہوتی ہو۔ بیچنے والے پر یا خریدار پر یا خالق پر۔
بخدا کہ خالق تو تمام سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔ اور بیچنے والا اور خریدنے والا بھی وہی بناتا ہے
جو ازل میں تیرے لیے لکھا ہے۔ یہ سن کر میری والدہ نے استغفار و توبہ کی ✦

حضرت معاویہؓ کے اگلے دانت نکل گئے تو فرمانے لگے۔ شکر ہے اُس ذات پاک کا جس نے میری
سماعت و بصارت سلب نہیں کی ✦

حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ایک روز دہلی میں وعظ فرما رہے تھے۔ اختتام وعظ پر جب ہزارہا
لوگوں کا مجمع منتشر ہو گیا تو ایک دہقان دوڑتا ہوا آیا اور آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کا وعظ سننے
کے لیے بڑی دور سے حاضر خدمت ہوا تھا لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ آپ وعظ ختم کر بیٹھے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ "میں تم کو بھی وہی وعظ جو ہزاروں آدمیوں کو سنایا تھا لفظ بلفظ پھر سنا دیتا ہوں"۔
دہقان نے عرض کیا کہ آپ محض ایک آدمی کی خاطر اس قدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں؟ آپ نے
فرمایا۔ "پہلے بھی ایک کو خوش کرنا مقصود تھا اور اب بھی اُسی ایک کو خوش کرنا ہے"۔ چنانچہ آپ نے
پہلے کی طرح کھڑے ہو کر تمام کا تمام طویل وعظ از سر نو دہرا کر اس دہقان کو سنایا۔ یہ حصول خوشنودی
اور تالیف قلوب مخلوق کی بہترین مثال ہے ✦

سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں۔ "اگر کسی نے تیری ایذا کے لیے
راستے میں کانٹے رکھے ہیں تو تو اُسے راستہ سے ہٹا دے۔ اور اگر تو نے بھی اُس کے جواب میں اس کے
راستے میں کانٹے رکھے تو پھر تمام دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے" ؎

ہر کہ مارا یار نبود ایزد اُو را یار باد　　　ہر کہ ما را رنجہ دارد راحتش بسیار باد
ہر کہ اُو خارے نہد در راہ ما از دشمنی　　　یا الٰہی گلشن اُو را اشجار بے خار باد

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں ہماری کتاب قرآن مجید تمام کتابوں کی سردار اور سب سے جامع کتاب
ہے۔ اور ہماری شریعت تمام شرائع سے صاف اور مطابق فطرت انسانی ہے۔ اور ہمارا اہل تصوف
کا طریقہ کتاب اور سنت سے مستحکم کیا ہوا ہے جس نے قرآن مجید کو پڑھا نہیں اور حدیث شریف کو یاد
نہیں کیا اور ان دونوں کے معانی و مطالب نہ سمجھے اُس کی اقتدا ہرگز جائز نہیں۔ اگر تم کسی آدمی کو
دیکھو کہ ہوا میں چار زانو بیٹھا ہے تب بھی اس کی پیروی نہ کرو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی
کے متعلق اس کے عمل نہ دیکھ لو ✦

حضرت فضیلؒ بن عیاض فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنے اعمال میں جادوگر سے زیادہ ہوشیار نہ ہو وہ
بھی ریاکار ہو جائے گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ریاکار سے کہے گا جا اپنے اعمال کا بدلہ ان
لوگوں سے لے جن کو تو دکھلاتا تھا۔ آدمی جب تک لوگوں سے میل جول نہ گھٹائے ریا سے نہیں بچ سکتا ✦

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں جس نے محفل میں اپنے آپ کو بُرا کہا اُس نے اپنی تعریف کی اور یہ ریا کی علامت ہے +

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں، اپنی نیکیوں کے لیے پوشیدہ جگہ بناؤ۔ جیسے برائیوں کے لیے بناتے ہو +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں" جو ظالم کو خندہ پیشانی سے ملے یا مجلس میں جگہ دے یا اس کی دی ہوئی چیز لے لے تو اُس نے اسلام کی زنجیر توڑدی اور وہ ظالموں کے مددگاروں میں شمار ہُوا۔ اے دوست! متکبر لوگوں اور اُمراء کے پاس جانے سے بچ۔ اگرچہ تیرا جانا نصیحت کے لیے ہو۔ کیونکہ نصیحت تجھ سے پُوری نہیں ہوگی اور عذاب قربت تیرے ذمے رہے گا" +

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں" قیامت میں سب سے بڑھ کر بدبخت وہ عالم ہے جس کے علم پر لوگ تو عمل کریں مگر خود عامل نہ ہو" +

حضرت وہب بن ورد فرماتے ہیں" ہنسنا جس میں اسراف نہیں، وہ ہے جس میں دانت نظر آئیں اور آواز نہ ہو۔ اور لباس جس میں اسراف نہیں، وہ ہے جو ستر عورت کے مقدار ہو اور گرمی سردی سے بچائے۔ اور کھانا جس میں اسراف نہیں، وہ ہے جس سے بھوک ٹھہر جائے اور شکم سیری سے کم ہو۔ مومن آواز سے اُس وقت ہنستا ہے جب موت سے غافل ہو" +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں" ہم نے ایسے مشائخ دیکھے ہیں جو موت کی تمنا کرتے تھے۔ اور میں اُن کی آرزو کو تعجب سے دیکھتا تھا۔ اور اب میں اُن لوگوں پر تعجب کرتا ہوں جو موت کے خواستگار نہیں ہیں" +

حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں" میری طرف کسی دوست نے ایسا تحفہ نہیں بھیجا جو مجھے السلام علیکم سے زیادہ پیارا ہو۔ اور نہ مجھے اُس کی موت کی خبر سے بڑھ کر کوئی عمدہ خبر ملی ہے" +

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں" اللہ تعالےٰ نے مجرموں کو دُنیا اور آخرت میں ذلیل کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔ انسان رات میں کوئی گناہ بھی کرے صبح کو اس کے چہرے پر ذلت ہوتی ہے"

حضرت یزید جمیریؒ فرماتے ہیں" میں نے ایک راہب سے کہا۔ تم نے سیاہ لباس کو سفید کے مقابلے میں کیوں ترجیح دی؟ اُس نے جواب دیا کیونکہ یہ اہل مصیبت کا نشان ہے اور ہم گنہگار ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی۔ اور فرماتے ہیں اکثر تم میں سے جب گناہ پرانا ہوجاتا ہے تو خیال کرتے ہیں کہ گناہ معاف ہوگیا۔ یہ دھوکا ہے۔ لہٰذا اگر گناہ دیرینہ ہوجائے تو استغفار سے غافل نہ ہو کیونکہ گناہ کا تو تجھے یقین ہے لیکن مغفرت کا یقین نہیں" +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں" وہ شخص موت کے لیے تیار نہیں ہُوا جسے یہ خیال ہو کہ کل

زندہ رہے گا۔" نیز فرمایا ۔ "نیکیاں موت کی یاد کی فرع ہیں اور گناہ نسیانِ موت کی شاخ" +

حضرت حاتم اصم سے کسی نے پوچھا کہ ہم دُنیا میں نصیحت یافتہ کب ہو سکتے ہیں ؟ فرمایا "جب یہ بات بخوبی سمجھ میں آجائے کہ دُنیا کی ہر چیز کا انجام بربادی اور دُنیادار کا انجام مٹی میں جانا ہے لہذا تعجب ہے اُس شخص پر جس کے گھر سے جنازہ نکلے اور پھر وہ اس سے بھی عبرت حاصل نہ کرے" +

حضرت صالح مری ایک دن فرمانے لگے "جو ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو ضرور اس کے لیے دروازہ کھلے گا۔" اس پر ایک عورت بولی۔ کیا خداوند عالم بھی دروازہ بند رکھتے ہیں ؟ صالح کہنے لگے ۔" ایک عورت سمجھ گئی اور بوڑھے آدمی نے نہ سمجھا" +

حضرت ابو مطیع بلخی نے ایوب بن خلف کے پاس اپنی بیوی کی شکایت کی۔ انھوں نے جواب دیا" جو عورت کی تکلیف دہی پر صبر نہیں کر سکتا وہ اس سے افضل ہونے کا کیونکر مدعی ہے۔ بندگان دین عورتوں کی تکالیف پر اس خیال سے صبر کرتے کہ ان کا فائدہ ان کی مضرت سے زیادہ ہے اور یہ لوگ عورتوں کا پورا حق ادا کرتے۔ عورتوں کی مخالفت اُن کو حقوق واجب سے نہ روکتی۔ کیوں کہ زوجین پر طرفین کے حقوق ہیں" +

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی اپنی چھت کا پرنالہ اپنے گھر کے اندر رکھتے۔ تاکہ کسی راہرو پر پانی نہ گر جائے۔ آپ کے پاس ایک بلی مر گئی۔ آپ نے اُسے گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا اور ڈھیر پر نہ پھینکا کہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف نہ پہنچے +

اسلاف کی عادت تھی کہ اگر کسی کا دینار گر پڑے اور اُس کی تلاش میں وہاں جائیں اور دینار پڑا دیکھیں تو اُسے نہ اُٹھاتے کہ ممکن ہے کسی اور کا ہو اور میرا کسی نے اُٹھا لیا ہو +

حضرت مغیرہ بن شعبہ جب پھیری والوں سے کوئی چیز خریدتے تو راستہ سے ایک طرف کھڑے ہوتے تاکہ رہروؤں کو تکلیف نہ ہو +

قاضی بکار بن قتیبہ نے اپنی والدہ سے چادر مانگی تاکہ اُسے اوڑھکر روٹی پکوا لائیں۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ سے کلام کیا۔ آپ جواب کے لیے کھڑے نہ ہوئے۔ اُس نے پوچھا۔ آپ کلام کیوں نہیں کرتے فرمایا "اے دوست! میں نے اس چادر کو روٹی پکوانے کے لیے مستعار لیا ہے۔ نہ اس لیے کہ اسے لیکر بازار میں کھڑا رہوں ؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو باتیں کرے گا تو میں اس کی اجازت لے لیتا +

حضرت یونس بن عبید چادریں اور اوڑھنیاں وغیرہ فروخت کیا کرتے لیکن جب آسمان ابر آلود ہوتا تو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لے کر جاتے۔ کسی نے اس کا باعث دریافت کیا تو فرمایا ابر کے دن خریدار کو معیوب شے صاف نظر آتی ہے +

حضرت بشر حافی بہت کم گفتگو کرتے اور دوستوں کو فرماتے تم غور کرو، اپنے اعمالنامہ میں کیا

بھیجا رہے ہو۔ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے پیش ہوگا +

حضرت ابراہیمؒ بن ادھم غیبت کرنے والوں کی سخت سرزنش کرتے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کو ضیافت میں بلایا جب آپ وہاں گئے تو اسے کسی کی غیبت کرتے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ادھر سے دیکھتے ہیں کہ لوگ گوشت سے پہلے روٹی کھاتے ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم روٹی سے پہلے گوشت کھاتے ہو۔ پھر آپ اُٹھ گئے اور کھانا نہ کھایا + ؎

آئینہ خود باش عقلے بہ ازیں نیست — عیب ہر کس پوش قبائے بہ ازیں نیست

حضرت عبدالعزیز دیرینیؒ کو جب معلوم ہوجاتا کہ کسی نے میری غیبت کی ہے تو آپ اس کے مکان پر جاتے اور اسے کہتے اے دوست! تیرے اور عبدالعزیزؒ کے گناہوں کا کیا تعلق ہے کہ تو ان کو برداشت کرتا ہے +

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں۔ آدمی بہت سی نیکیاں کرے گا اور اسے اپنے اعمالنامہ میں نہ دیکھے گا۔ تو دریافت کرے گا اے پروردگار! میری نیکیاں کہاں ہیں؟ حکم ہوگا کہ تو نے اپنی نیکیاں اُن لوگوں کے پاس پہنچا دی ہیں جن کی تو غیبت کیا کرتا تھا +

حضرت ابراہیمؒ بن ادھم سے کسی دوست نے ملنا چھوڑ دیا۔ پھر چند روز بعد آپ کی ملاقات کو آیا اور ایک شخص کی غیبت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا "بخدا تیرا نہ ملنا ہی بہتر ہے۔ تو نے میرے دوست کی غیبت میرے دل میں بغض ڈالدیا اور میرے دل کو غافل کردیا +

روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص پیش ہوا جس پر حد واجب تھی۔ لوگ اس کے اردگرد ہجوم کیے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ میں تم لوگوں کو خداوند عالم کی قسم دیتا ہوں کہ جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوچکا ہو وہ یہاں سے چلا جائے۔ تو سب کے سب چلے گئے لہٰذا اس بات سے اجتناب کر کہ جب تجھے مسلمان بھائی کا عیب معلوم ہو تو اپنے عیب کو بھول جائے بلکہ تجھ پر واجب ہے کہ اس علم کو اپنے عیب کی یاددہانی تصور کرے کیونکہ خلقت انسانوں کی ایک ہے۔ جو عیب ایک شخص سے واقع ہوا ہے وہ تجھ سے بھی ہوسکتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے جو اپنے دوست کو کسی گناہ کا طعنہ دے وہ اس گناہ کا مرتکب ہونے سے پہلے نہیں مریگا +

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں عاقل کی عقلمندی یہ ہے کہ کسی کو گناہ کا طعنہ نہ دے۔ کیونکہ میں نے اگر کسی کو گناہ کا طعنہ دیا ہے تو بیس سال کے بعد بھی اس گناہ میں خود گرفتار کیا گیا ہوں۔ نیز آپ نے فرمایا مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جو اس حکم خداوندی سے واقف ہو (ترجمہ) "اگر تم اللہ کو اچھا قرضہ دو تو وہ تمہارے لیے اس کو دگنا کر دے" پھر اپنے پاس مال جمع رکھے +

ایک عورت امام لیث بن سعد کے پاس چھوٹا سا برتن لے کر شہد مانگنے آئی اور کہا میرا خاوند

بیمار ہے۔ امام موصوف نے اُسے شہد کا بھرا ہوا مشکیزہ دینے کا حکم فرمایا۔ کسی نے کہا۔ وہ تو چھوٹی سی پیالی میں مانگتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اُس نے اپنی قدر کے مطابق مانگا اور ہم نے اپنی حیثیت کے موافق دیا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ نے اُن کو اسی وقت تقسیم کر دیا۔ اور اس شام کے کھانے تک کا بھی ان کے پاس باقی نہ رہا۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک دعوتِ ولیمہ میں مدعو کیے گئے۔ مگر آپ کسی مانع کے باعث حاضر نہ ہو سکے۔ آپ نے صاحبِ ولیمہ کی طرف پانچسو دینار بھیجے اور معذرت کی اور عدم حضوری کی معافی چاہی۔

ایک آدمی سعیدؓ بن عاص کے پاس کچھ مانگنے کو آیا۔ آپ نے اُسے پانچ سو ۔۔۔ دینے کا حکم دیا اور کسی چیز کا نام نہ لیا۔ نوکر نے پوچھا۔ درہم دوں یا دینار؟ آپ نے جواب دیا۔ میرا درہم کا خیال تھا لیکن مجھے اس میں شک ہوا ہے اور اس نے بھی سُن لیا ہے۔ اس لیے اُسے دینار ہی دے دے۔ سائل بیٹھ کر رونے لگا۔ سعیدؓ نے پوچھا۔ تو کیوں روتا ہے؟ اُس نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ تیرے جیسا سخی زمین میں دفن ہوگا اور مٹی اسے کھا لے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں "میں نے رسولِ کریمؐ کے بعد معاویہؓ سے زیادہ کسی کو سخی نہیں دیکھا۔ آپ حضرت امام حسنؓ بن علیؓ سے ملے اور فرمانے لگے۔ مرحبا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے فرزند! آپ نہایت مبارک آدمی ہیں۔ پھر ان کو تین لاکھ درہم دیئے۔ بعد ازاں عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات ہوئی تو ان کو ایک لاکھ درہم عطا کیے"۔

جب عبداللہؓ بن لہیعہ بیمار ہوئے تو امام لیثؒ ان کی عیادت کو آئے اور ان کو روتے دیکھا۔ امام نے سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا مجھ پر ایک ہزار دینار قرض ہے۔ امام نے اپنے نوکر کو بھیجا وہ ہزار دینار لے آیا اور آپ کا قرض ادا کیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی عادت تھی کہ اگر ایک دوست کو تحفہ بھیجتا تو وہ اپنے کسی دوست کو بھیج دیتے اسی طرح یہ تحفہ گھومتا پھرتا یہاں تک کہ پہلے ہدیہ بھیجنے والے کے پاس آ جاتا۔ حالانکہ ہر ایک کو اس کی ضرورت ہوتی۔ مگر اپنے پر دوست کی ضرورت کو ترجیح دیتے۔

حضرت بکر بن مزنیؒ فرماتے ہیں۔ مجھے اپنے مال میں سے وہ چیز بہت پیاری ہے۔ جس سے اپنے دوست کی دلجوئی کروں۔ اور سب سے بُری چیز وہ ہے جو پیچھے چھوڑ جاؤں گا۔

اسلاف کی عادت تھی کہ اگر کوئی اپنا قرضہ ادا کرنے کو کہتا تو فی الفور ادا کر دیتے اور افسوس کرتے کہ ہم اس کے حالات سے بے خبر رہے کہ اس کو سوال کی ضرورت پڑی۔

حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں۔ "بڑا احسان یہ ہے کہ سائل کو تیرے پاس سوال کی ضرورت ہو اور وہ تجھ سے شرم کھائے۔ اس صورت میں تیرا احسان اس کی شرمندگی کی مکافات نہ کرے گا۔ مناسب یہ تھا کہ تم اپنے دوست کے حالات کی خود تفتیش کرتے اور سوال کی نوبت ہی نہ آتی کہ تم اس کی ضرورت پوری کر دیتے +

حضرت علیؓ فرماتے ہیں "احسان کرو خواہ ناشکرے پر ہو۔ کیونکہ وزن میں شکرگزار کے احسان سے بڑھ کر ہوگا +

حضرت مسلم بن زیادؒ ایک دعوت ولیمہ میں مدعو ہوئے۔ آپ کو دیر ہو گئی۔ جب آپ گئے تو صاحب ولیمہ نے آپ کو دیکھ کر کہا۔ آپ نے دیر کی لوگ کھا کر چلے گئے۔ اب کھانا نہیں رہا۔ مسلمؒ نے کہا۔ پیالوں میں شاید کچھ لگا ہو میں وہی صاف کر لوں گا۔ اُس نے کہا۔ برتن ہم نے دھو ڈالے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ شاید دیگ میں کچھ لگا ہو۔ صاحب خانہ نے کہا وہ بھی دھوئے جا چکے ہیں۔ آپ نے کہا۔ شاید روٹی کا کوئی ٹکڑا بچا ہو۔ مالک نے کہا۔ وہ بھی فقراء میں تقسیم کیا جا چکا ہے۔ اب ایک لقمہ بھی نہیں ہے۔ مسلم بن زیادؒ ہنسے اور واپس چلے گئے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ اس بات سے رنجیدہ نہیں ہوئے بلکہ ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اُس نے نیک نیتی سے بلایا تھا۔ اب نیک نیتی سے واپس کیا ہے خفگی کیوں ہو +

ایک دفعہ ایک آدمی نے اوس بن خارجہؒ سے کہا۔ میں آپ کے پاس ایک معمولی ضرورت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ معمولی ضرورت کے لیے معمولی آدمی تلاش کر اور میرے پاس کسی بڑی ضرورت کو بیان کر۔ کیونکہ مجھ میں اس کے پورا کرنے کی توفیق ہے +

حضرت امام حسنؓ سے جب کسی ضرورت کا سوال ہوتا تو فی الفور پورا کر دیتے اور فرماتے مجھے ڈر ہے کہ مبادا اگر میں اس میں تاخیر کروں تو وہ مستغنی ہو جائے اور مجھ سے ثواب جاتا رہے +

حضرت مطرف بن عبداللہؒ فرماتے ہیں "اگر کسی کو میرے متعلق کچھ ضرورت ہو تو وہ کاغذ پر لکھ کر مجھے بھیج دے۔ میں مسلمان کے چہرے پر سوال کی ذلت کو دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ سوال کی ذلت بخشش سے بڑھ کر ہے۔ خواہ بخشش بہت زیادہ ہو" +

حضرت عطا خراسانیؒ فرماتے ہیں "جب میں کسی آدمی سے حدیث یا کوئی اور بات سنتا ہوں اگرچہ وہ مجھے پہلے سے معلوم ہو اور بار ہا اس کو سنا ہو۔ تاہم خوب کان لگا کر متوجہ ہو کر سنتا ہوں گویا پہلی مرتبہ اُسی سے سن رہا ہوں۔ اس خیال سے کہ اگر اس کو بتلاؤں گا تو وہ شرمندہ ہوگا" +

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ہر اندر آنے والے پر رعب ہوتا ہے۔ پس تم اُسے مرحبا کہتے ہوئے بلاؤ اور سلام کی ابتدا کر کے اُس کی حوصلہ افزائی کرو +

حضرت ربیع بن خیثیمؒ کسی سائل کو روٹی کا ٹکڑا یا کوئی ٹوٹی ہوئی چیز یا مستعمل کپڑا نہ دیتے اور فرماتے "مجھے شرم آتی ہے کہ میرا اعمالنامہ اللہ تعالیٰ کے پیش ہو اور اس میں ردی اشیاء ہوں جو اُس کی راہ میں دی گئی ہوں" ✤

ایک شخص نے بشر بن صالحؒ سے کہا۔ میں آپ سے للّٰہی محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "تجھے کس نے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا؟ تو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ تو اپنے گدھے کا پالان میری پگڑی اور دوسرے کپڑوں سے زیادہ عزیز خیال کرتا ہے" ✤

حضرت ابو مطیعؒ فرماتے ہیں "ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو آپس میں غلام، گھوڑے، مکان اور بہت سامال تحفہ میں دیا کرتے تھے لیکن آج کل روٹی اور کھانا وغیرہ تحفہ ہو گیا ہے۔ کوئی زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ اس کو بھی ترک کر دیں گے اور اسلاف کی عادت بالکل جاتی رہیگی اور ان کا ذکر کتابوں میں رہ جائے گا" ✤

حضرت ابو معاویہ اسودؒ سنگ تراشی کر کے روٹی کھاتے تھے۔ پھر جب عمر رسیدہ ہو گئے تو لوگوں نے اُن سے کہا۔ آپ بوڑھے اور اس کام کے ناقابل ہو گئے ہیں۔ فرمایا۔ بخدا سنگ تراشی کر کے روٹی کھانا لوگوں سے سوال کرنے کی نسبت بہت آسان اور اچھا ہے ✤

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ مہمان کے لیے کشادہ خرچ کرنا اسراف نہیں ہے ✤

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے میرے پاس تین توڑے چاندی کے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اسے فقراء اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دو۔ میں نے لے لیے۔ اور ان میں سے کچھ ابی ذرین عقیلیؒ کے پاس بھیجے آپ مصیبت زدہ رہتے تھے۔ تو گویا میں نے آپ پر بچھو ڈال دیئے پس آپ نے اُسے واپس کر دیا اور رات بھر بھوکے رہے ✤

امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے ابی ذرؓ کے پاس غلام کے ہاتھ کچھ روپیہ ارسال فرمایا اور اُسے کہ دیا کہ اگر انہوں نے لے لیا تو تو آزاد ہے۔ غلام روپیہ لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ غلام نے عرض کی۔ یا حضرت! آپ کا اس مال کو قبول کرنا میری آزادی کا باعث ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تیری آزادی ہے تو میری غلامی بھی ہے ✤

حضرت ابراہیم بن یوسفؒ مال اکٹھا کرتے اور فرماتے "میں یہ بھوکوں ننگوں کے لیے جمع کرتا ہوں نہ کہ اظہار امارت یا بلند عمارت کے لیے۔ اگر انسان ایسا نہ کرے تو مال جمع کرنا چھوڑ دے" ✤

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ "صدقہ کو حقیر نہ جانو۔ کیونکہ اس کا ایک دانہ بھی قیامت میں پہاڑ جتنا وزن رکھتا ہے" آپ نے ایک فقیر کو ایک دانہ انگور عطا کیا، اس نے واپس کر دیا۔ گویا اُس نے حقیر جانا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ فَمَن یَّعمَل مِثقَالَ

ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ (ترجمہ) جو ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا دیکھ لے گا"۔ تو دیکھ کہ اس انگور میں کتنے ذرے ہیں"۔ پس فقیر نے توبہ کی اور وہ انگور شکریہ کے ساتھ لے لیا +

حضرت معروف کرخیؒ کے پاس ایک سائل آیا تو اس کو کچھ دینے کے لیے جوتی کھ سیا اور کچھ نہ دیکھا وہی دے دی۔ بعد ازاں آپ کو معلوم ہوا کہ اس نے جوتا فروخت کر کے اس کی قیمت کا کوئی پھل خریدا ہے۔ تو فرمایا "الحمد للہ۔ شاید اس کا دل میوے کو چاہتا ہو۔ پس ہم نے اس کی قیمت دے کر غم خواری کی +

حضرت حسن بصریؓ کے پاس کوئی سائل آتا تو اسے دے کر دعا کرتے "یا اللہ! اس نے ہم سے جو مانگی ہے اور ہم تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں۔ تو ہماری خیرات کرنے سے مغفرت کے زیادہ لائق ہے" +

دوستی کے متعلق حضرت امام شافعیؒ کے چند عربی اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔ "جو دوست مصیبت کے وقت مفید نہیں وہ عقلاً دشمن کے قریب ہے۔ دوست اور برادر غمخواری کے لیے ہوتے ہیں ورنہ وہ ناواقف شخص کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے بڑی کوشش سے معتبر دوست کی تلاش کی لیکن نہ ملا۔ اس نے میری کوششوں کو تھکا دیا۔ تمام شہر میرے نزدیک بدل گئے ہیں۔ گویا ان کے اندر کوئی بھی ہمدرد غمخوار انسان نہیں"۔ نیز "صدیق کا صاد اور کیمیا کا کاف یکجا نہیں ملتے۔ پس اپنے دل سے ہر دو کی طمع کو کھو دے"۔ (واضح ہو کہ عربی کے کسی لفظ میں صاد کاف کے ساتھ ملا ہوا نہیں) یعنی سچے دوست اور کیمیا کی تلاش نہ کر +

حضرت عطاء سلمیؒ کے پاس گھر کا کام کرنے کے لیے مخنث ملازم تھے کسی نے کہا کیا آپ کو اس سے گھن نہیں آتی ہے کہ یہ لوگ آپ کے گھر میں ہوں۔ آپ نے فرمایا "بخدا میرے خیال میں وہ مجھ سے پاکباز تر ہیں۔ میں کم اور ریا و نفاق میں مجھ سے ادنیٰ درجہ رکھنے والے ہیں تو میں ان سے کیونکر گھن کروں" +

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے لوگوں نے مسجد بنانے کو کچھ طلب کیا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا "بھوکے کے پیٹ میں ایک لقمہ جانا یا کسی محتاج کی حاجت روائی کرنا میرے خیال میں مسجد بنانے سے بہتر ہے۔ اگرچہ میں اکیلا ہی اس کی تعمیر کر سکوں +

حضرت مطرف بن عبداللہؒ کے گھر کی دیوار ایک طرف کو جھک گئی۔ لوگوں نے کہا آپ اسے مرمت کیوں نہیں کراتے؟ آپ نے فرمایا "گھر والا ہمیں اس میں رہنے نہیں دے گا۔ کہ ہم اس کو مرمت کریں۔ فرمایا حضرت نوح علیہ السلام نے باوجود اس قدر عمر طویل کے کھجور کی چھال کی ایک جھونپڑی بنا رکھی تھی۔ لوگوں نے کہا۔ اگر آپ اپنے لیے گھر بنائیں تو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا "جو چند روز تک مر جائے گا اس کے واسطے اتنا ہی بہت ہے۔ فرمایا۔ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ دین کو پست کریں گے اور عمارتوں کو بلند بنائیں گے +

حضرت عبدالواحد بن زیادؒ فرماتے ہیں "میرے والد کو اپنے باپ سے ایک بڑی حویلی ورثہ میں ملی۔ آپ اس کی ایک کوٹھڑی میں رہتے۔ جب وہ گر جاتی تو دوسری میں رہنا اختیار کرتے۔ حتیٰ کہ اس کی آخری کوٹھڑی میں جا کر آپ کا انتقال ہو گیا۔ لیکن کبھی مرمت نہ کرائی" ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خبر پہنچی کہ دمشق کی مسجد کے ستونوں کو سرخ رنگ کیا گیا ہے اور ان کو زعفران کی خوشبو دی گئی ہے۔ آپ نے دمشق کے صوبہ دار کی طرف لکھا کہ ان درہموں کے مستحق ان ستونوں سے بڑھ کر مساکین و غرباء ہیں ۔

معتمر بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مکان گر پڑا۔ میرے باپ نے اسے نہ بنوایا اور فرمایا "موت اس سے بہت قریب ہے۔ پھر ہمارے لیے ایک خیمہ لگوایا اور اس میں ہم کو رکھا۔ پس ہم اس میں تیس سال سے ہیں ۔

ایک آدمی حسن بصریؒ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا میں نے ایک مکان بنوایا ہے۔ میری آرزو ہے کہ آپ چلیں اور اس میں برکت کی دعا کریں۔ آپ نے اسے جواب دیا "زمین والوں نے تجھے دھوکا دیا ہے اور آسمان والے تجھ پر ناراض ہیں کہ تو نے مضبوط عمارت بنائی۔ اور ایک بعید عمر کی امید باندھی۔ حالانکہ چند روز تک تو مر جائے گا" ۔

محمد بن سلام بیکندیؒ سے مسجد اور گھروں کو بلند بنوانے میں سنت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا "بقدر قامت انسان کے کہ جس میں آسانی سے کھڑا ہو سکے" ۔

حضرت ابو معاویہ اسودؒ فرماتے ہیں "میرے دوستوں میں سے جو مجھے اپنے پر فضیلت دے وہ مجھ سے افضل ہے" ۔

حضرت ابو سلیمان درانیؒ کے پاس جب کوئی بیٹھتا اور آپ کی طبیعت کھلتی تو آپ اپنے نفس کو تنبیہ کرتے اور فرماتے "تجھے اپنے سے زیادہ نیک لوگوں کی صحبت پسند نہیں۔ جب اس کو اپنے آپ سے اچھا دیکھا تو اس کے پاس بیٹھنا تجھے مشکل ہو گیا ۔

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں "خواہشات نفس کی متابعت کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں میں گرفتار عذاب رہتا ہے۔ دنیا میں بوجہ اس کی تلاش کے اور آخرت میں بوجہ حساب کے۔ یاد رہے جس کی خوراک زیادہ ہے۔ اس کے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہو گا۔ اور جس کے پیٹ کا گوشت زیادہ ہے اس کی خواہشات بھی بہت زیادہ ہوں گی۔ اور جس کی شہوات زیادہ ہوں اس کے گناہ زیادہ ہوں گے۔ اس کا دل بھی سخت ہو گا۔ اور جس کا دل سخت ہو وہ معاصی و آفات میں غرق ہو گا وہ آگ میں داخل ہو گا ۔

حضرت حارث بن سعیدؒ فرماتے ہیں۔ ہم ایک دن کسی عیسائی راہب کے پاس سے گزرے

جو جنگل میں رہتا تھا ہم نے اُس کی ریاضت و مجاہدہ اور خلوت نشینی دیکھ کر اُسے اپنے نفس پر اِس قدر سختی کرنے سے منع کیا۔ اُس نے جواب دیا یہ فعل مقابلتاً اُس امر کے جس کو ہم قیامت میں پائیں گے اور جن سے کہ ہم غافل ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم میں سے ایک نے کہا ہم تجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا پوچھو مگر مختصر کرو کیونکہ وقت واپس نہیں آئے گا، اور نہ عمر پھر ملے گی۔ اور ڈھونڈنے والا جلدی کر رہا ہے۔ ہم نے اس کے کلام سے تعجب کیا اور پوچھا قیامت میں اللہ کے پاس مخلوق کی کیا حالت ہوگی۔ اُس نے جواب دیا اپنی نیتوں کے مطابق۔ پھر ہم نے کہا کچھ نصیحت کرو۔ اُس نے کہا۔ اپنے سفر کے مطابق زادِ راہ لو، اور اپنی راہ لو۔ میں راہب نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو ایک کٹ کھنا کتا ہوں، جس نے اپنے کو یہاں قید کر رکھا ہے تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں۔ پھر اپنے غار میں گھس گیا اور ہمیں چھوڑ گیا +

حضرت عمرو بن ادہمؒ جب بازار نکلتے تو آنکھیں باندھ لیتے تاکہ غافلوں اور کافروں کو نہ دیکھیں۔ آپ کا غلام آپ کو پکڑ کر لے جاتا۔ ایک دن اثنائے راہ میں انھوں نے اپنے غلام سے دریافت کیا کہ اس وقت ہم کہاں پر ہیں؟ غلام نے کہا قبرستان میں۔ تو آپ نے آنکھوں سے پٹی کھول دی۔ آپ کی نظر قبروں پر پڑی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہہ کر گر پڑے اور مر گئے +

حضرت میمونؒ بن مہران کو جب کسی دعوت میں بلایا جاتا تو غریبوں کے پاس بیٹھتے، اور اُن کے ساتھ برتن چاٹتے +

کسی بادشاہ نے کسی فقیر کو اپنے محل کے سائے میں بیٹھا دیکھا جس نے سوکھا ٹکڑا پانی میں ڈال کر کھایا اور پھر سو گیا۔ جب اُٹھا تو بادشاہ نے اُسے بلوایا اور پوچھا "جب تُو نے پانی کے ساتھ سوکھا ٹکڑا کھایا اور پھر سو گیا تھا کیا تو اپنے پروردگار سے خوش تھا؟" اس نے کہا۔ "ہاں لیکن میں تجھے وہ شخص بتلاتا ہوں جو اس سے بھی کم پر خوش ہو گیا۔" بادشاہ نے کہا۔ "وہ کون ہے؟" اُس نے کہا "جو آخرت کے بدلے دُنیا پر خوش ہو گیا۔" یہ الفاظ بادشاہ پر کارگر ہو گئے اور بادشاہت چھوڑ دی بھیس بدل کر رات کے اندھیرے میں جنگل کی طرف چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا +

حضرت سالم بن ابی الجعد کے ہاتھ میں جو کچھ آتا خرچ کر دیتے۔ اس پر اُن کی بیوی نے ملامت کی۔ آپ نے فرمایا۔ "مجھے خود نیکی لے کر تمہیں تکلیف میں چھوڑ جانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ خود بدی لے جاؤں اور تمہیں خیر یعنی مال و متاع میں چھوڑ جاؤں +

حضرت مالک بن دینارؒ کو کسی نے کہا: "کیا آپ کے پاس قاری کو لائیں جو آپ کو قرآن مجید سنائے؟" آپ نے فرمایا "مجھے گم کرنے والی کو نوحہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں" +

حضرت ابو عمران جونیؒ فرماتے ہیں: "قیامت کو جو کچھ انسان کے سامنے ہوگا، جانور دیکھیں گے تو کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں انسان نہیں بنایا" +

حضرت معروف کرخیؒ کے سامنے لوگوں نے اقامت کہی۔ ایک صوفی کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کرنے لگے۔ اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا: "مجھے خوف ہے کہ میں نماز پڑھتا مر جاؤں اور لوگوں کی نماز پریشان ہو۔" لوگوں نے اصرار کیا تو اس نے کہا: "میں اس شرط پر پڑھاتا ہوں کہ پھر دوسری نماز نہ پڑھوں گا۔" معروف کرخیؒ نے کہا: "اے دوست! پیچھے ہٹ جا، تو دیوانہ ہے۔ پہلے تو تو نماز میں مر جانے سے ڈرتا تھا۔ پھر تیرے دل میں خیال آتا ہے کہ تو دوسری نماز تک زندہ رہے گا۔" پھر دوسرے کو امام بنایا۔ اس نے جماعت کرائی +

ایک دفعہ ایک قوم حضرت معروف کرخیؒ کے پاس سے ہو کر دجلہ میں کشتی پر گزری۔ جس کے پاس شراب اور دیگر سامانِ تعیش رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ ان کے واسطے بد دعا کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: "اے اللہ! ان کو آخرت میں بھی ایسا ہی خوش و خرم رکھ جیسے یہ دنیا میں خوش ہیں۔" لوگوں نے کہا ہم نے بد دعا کی گزارش کی تھی۔ آپ نے ان کے لیے الٹی بہتری کی دعا کی۔ آپ نے فرمایا: "العیاذ باللہ میں کسی مسلمان پر بد دعا کروں۔ بے شک اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو اسی وقت خوش کرے گا۔ جب دنیا میں توبہ کی توفیق دے کر ان کو معاف کر دے گا۔ یہ اس کی حسنِ سیاست میں سے ہے" +

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ "اے اللہ! جو تجھے مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، وہ مجھے بتلا۔" فرمایا: "اے موسیٰ! مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو مومن کے کانٹا لگنے کی خبر پا کر اسی طرح غمگین ہو کہ خود اسی کے کانٹا لگا ہے" +

ایک شخص نے حضرت مطرف بن عبداللہ پر جھوٹ بولا۔ آپ نے دعا کی۔ یا اللہ! اگر یہ کاذب ہے تو اسے اسی دم ہلاک کر دے۔ وہ اسی وقت گر کر مر گیا۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر مطرف کو چمٹ گئے اور حاکم بصرہ کے پاس لائے اور واقعہ بیان کیا۔ نیک دل حاکم نے سنا تو کہنے لگا۔ یہ نیک مرد کی دعا ہے جو اس شخص کی موت کے ٹھیک وقت پر صادر ہوئی لہٰذا یہ قصوروار نہیں +

حضرت معاویہؓ سے جب کوئی کسی ضرورت کو کہتا اور اس میں سے بعض حاجت پوری ہوتی، تو اتنی ہی مقدار اپنے فکر میں تخفیف محسوس کرتے۔ کیونکہ آپ کی انسانی ہمدردی بہت بڑھی ہوئی تھی +

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے پیٹ کا جھڑا لٹکتے ہوئے دیکھا تو اس پر درہ لے کر لپکے اور فرمایا۔ اس کا پیٹ کافر کے پیٹ کی طرح ہے۔ نیز آپ جسے اکثر گوشت خریدتا دیکھتے تو اسے بھی تنبیہ فرماتے کہ کیا تجھے معلوم نہیں شراب کی طرح گوشت کی بھی عادت ہو جاتی ہے +

حضرت ربیع بن خثیمؒ فرماتے ہیں۔ "مچھر جب تک بھوکا ہے زندہ رہتا ہے۔ اور سیر ہو جائے تو
موٹا ہو جاتا ہے اور جب موٹا ہو جائے تو مر جاتا ہے۔ ایسا ہی انسان کہ جب موٹا ہو جاتا ہے تو اس کا
دل مر جاتا ہے"۔

حضرت سفیان ثوریؒ جب کسی دعوتِ ولیمہ میں بلائے جاتے تو روٹی اپنے گھر سے ساتھ لے
جاتے۔ صاحبِ خانہ جب کہتا یہ کیوں نہیں کھاتے؟ تو فرماتے "تجھے اپنی روٹی کا حال معلوم ہے
مجھے اپنی کا۔ پس ہر ایک اپنے اپنے علم کے مطابق کھانا کھائے"۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ شام تک کام کرتے رہتے۔ پھر جب مخص اُجرت دیتا تو اس کی طرف
دیکھتے اور فرماتے "میں ڈرتا ہوں کہ میں نے پوری طاقت صرف نہ کی ہو، جیسا یہ شخص چاہتا
تھا" پھر اُجرت نہ لیتے اور اکثر بھوکے رہتے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں "میرا جو عمل نیک ظاہر ہو جائے، میں اُس کو عمل شمار نہیں
کرتا۔ کیونکہ جب لوگ دیکھ لیں تو ہمارے جیسوں سے اخلاص نہیں ہو سکتا"۔

حضرت ابراہیم تیمی غلاموں جیسے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اُن کے دوستوں کے سوا کوئی اُن
کو عالم نہ جانتا تھا۔ فرمایا کرتے "مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو برائی کی طرح مخفی رکھے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں "جو لوگوں کو مشکل مسائل بغیر توقف اور تامل کے بتلائے
اُس نے اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا چاہا ہے۔ اور جو لوگوں کی تمام باتوں کا جواب دے وہ دیوانہ ہے"۔

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں "جس شخص نے قرآن مجید سیکھا اور اس میں تفقہ بھی حاصل کیا۔ پھر وہ کسی
امیر کے پاس بغیر کسی خاص ضرورت کے جائے تو وہ اپنے قدموں کے مقدار جہنم میں داخل ہوا"۔

حضرت ابو امامہؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے، جو سجدہ میں رو رہا تھا تو فرمانے لگے "یہ نہایت
اچھا ہوتا۔ اگر گھر میں ہوتا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھتا"۔ نیز فرمایا "حضرت عمرؓ جب کسی نمازی کو گردن
جھکائے دیکھتے تو دُرّے لگاتے اور فرماتے "تیرا بھلا ہو خشوع تو دل میں ہوتا ہے نہ کہ گردن جھکانے میں"۔

بصرہ کے ایک حاکم نے مالک بن دینارؒ سے کہا "تجھے معلوم ہے کس بات نے تجھے ہمارے سامنے
درشتی اور سخت کلامی کی جرأت دی؟ اور کس وجہ سے ہمیں تیرے مقابلے کی طاقت نہیں؟ اس کا باعث
تیرا ہم سے بے طمع ہونا اور دنیا سے بے رغبتی ہے"۔

ابو عبداللہ سمرقندی کی جب لوگ تعریف کرتے تو فرماتے "واللہ میری اور تمہاری مثال اس لڑکی
کی سی ہے جس کی بکارت زنا سے زائل ہو گئی ہو اور اس کے گھر والوں کو معلوم نہ ہو۔ وہ اس کی
شبِ زفاف پر خوش ہوں مگر لڑکی اپنی فضیحت کے خوف سے غمگین ہو"۔

میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں کہ بغیر باطن کے صرف ظاہر اچھا ہونا اس پاخانہ کی طرح ہے جس

کی بیرونی طرف خوب آراستہ ہو اور اس کی اندرونی طرف بدبو اور پلیدی ہو۔"

حضرت ابن سماکؒ فرماتے ہیں۔ "جب تم اپنے فعل کرتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے۔ تو جیسا اس وقت عذر کرتے ہو کہ اللہ نے یونہی مقرر کیا تھا۔ ایسے ہی تم اپنے حاکموں اور ایذا رساں ظالموں کو بھی معذور خیال کرو۔ کیونکہ ان کی تقدیر میں بھی تم پر ظلم لکھا ہے۔ کوئی ان میں سے نہیں چاہتا کہ تم میں سے کسی پر کوئی ظلم کرے۔ یاد رہے کہ تمہارے اعمال ہی تم پر ظلم ہونے کا سبب ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ کا فرمان ہے اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ یعنی تمہارے عمل ہی تمہارے حاکم ہیں۔"

حضرت طاؤسؒ اکثر اپنے گھر میں بیٹھے رہتے۔ جب ان سے اس کا باعث پوچھا گیا تو فرمانے لگے۔ "حاکموں کے ظلم، رعیت کی تباہ کاری اور سُنت کے جاتے رہنے کے باعث میں نے یہ تنہائی اختیار کی ہے۔ کیونکہ جو حق کے قائم کرنے میں غلام اور اپنے بیٹے میں فرق کرے وہ ظالم ہے۔"

حضرت زید العمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آسمانی کتاب میں دیکھا ہے۔ "اے ابن آدم! میں نے تیرے واسطے دو توبڑے بنائے ہیں۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ جو تیرے پیچھے ہے اس میں تیرے عیب ہیں اور جو تیرے آگے ہے اس میں لوگوں کے عیب ہیں۔ اگر تو پیچھے والے کو دیکھے تو آگے والے سے غافل ہو جائے۔ یعنی ان کی عیب چینی نہ کرے۔"

میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں۔ "میرے نزدیک عمر بن عبدالعزیزؓ سے بڑھ کر کوئی پیارا نہ تھا۔ لیکن مجھے ان کے حاکم ہونے کی حالت میں دیکھنے سے ان کو مردہ دیکھنا زیادہ پسند ہے۔ علم پڑھنا اور اس کا پڑھانا بے فائدہ ہے جب تک کہ اطاعت و خوف بھی ساتھ ساتھ نہ ہوں۔"

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ "جب لاغر کے بعد حاکم موٹا ہو جائے تو جان لو کہ وہ رعیت کی اور اپنے رب کی خیانت کرتا ہے۔"

ابو العالیہؒ ایک دفعہ ہارون رشید کے پاس آئے اور فرمایا۔ "مظلوموں کی دعا سے خائف رہو کیونکہ ان کی دعا رد نہیں ہوتی۔ اگرچہ فاجر و گنہگار اور کافر ہی کیوں نہ ہوں۔"

حضرت مالک بن دینارؒ کے سامنے اگر کتا آ بیٹھتا تو اُسے نہ دھتکارتے اور فرماتے۔ "بُرے دوست سے یہ اچھا ہے۔ اور آدمی کے بُرا ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ خود نیک ہو اور نیک لوگوں کو بُرا کہے۔"

حضرت حسن بصریؒ کو جو شخص دیکھتا اُسے خیال گزرتا کہ گویا ابھی کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کیونکہ اکثر رنج و خوف اُن پر طاری رہتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔ "مجھے نزع کے وقت کم تکلیف کا ہونا پسند نہیں ہے کیونکہ یہ آخری مصیبت ہے جس پر مومن کو اجر ملے گا۔"

حضرت سہل تستریؒ سے عبداللہ بن مبارکؒ نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو پسند ہے کہ آپ

کل مرجاؤ ؟ فرمایا نہیں بلکہ ابھی مرنے کو پسند کرتا ہوں" +

سلطان سنجر شاہ والئی ملک نیمروز نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت مبارک میں درخواست لکھ کر بھیجی کہ بسلسلۂ خدمات دین و اشاعت اسلام یہاں دو سو گاؤں کا معافی نامہ خدمت کے لیے بطور نذر حقیر پیش کرتا ہوں۔ امید ہے آپ قبول فرما کر سرفراز فرمائیں گے۔ آپ نے اس رقعہ کی پشت پر یہ قطعہ لکھ کر واپس بھیج دیا ؎

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ خبر یافتم از ملک نیم شب ۔۔۔ من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص آپ کی سخت غیبت کرتا ہے۔ آپ نے اس شخص کے پاس ایک طبق چھوہاروں کا بسبیل عذر بھیج دیا اور کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنی نیکیاں میرے دفتر اعمال میں منتقل کردی ہیں۔ میں نے چاہا کہ اس کا کچھ عوض ادا کروں معاف کرنا مجھ میں پورے معاوضے کی طاقت نہیں +

حضرت مالکؒ دینار نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ آپ کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ آپ کے گھر کا محراب یہودی کے مکان کے دروازے پر تھا۔ اس نے وہاں پاخانہ بنا لیا۔ اور غلاظت آپ کے گھر میں پھینکتا اور محراب کو پلید کر دیتا۔ ایک مدت تک اس نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ نے کسی سے ذکر نہ کیا اور نہ ہی اس سے شکایت کی۔ ایک دن وہ یہودی آپ کے پاس آیا اور کہا "اے مالکؒ! تجھے میرے اس پاخانہ سے تکلیف تو نہیں"؟ آپ نے فرمایا "تکلیف تو ضرور ہے لیکن میں نے ایک تغار اور جھاڑو بنا لیا ہے، اس سے صاف کر لیتا ہوں اور دھو لیتا ہوں۔" اس نے کہا "یہ تکلیف آپ کس لیے برداشت کرتے ہیں"؟ آپ نے فرمایا۔ "اللہ کا ایسا ہی حکم ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ" یہودی نے کہا "افسوس کہ خدا کا دوست دشمن کا رنج اٹھائے اور ہرگز فریاد نہ کرے، اور اس حد تک صبر کرے" یہ کہا اور وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہو گیا" +

سالہا سال گزر گئے کہ آپ شیریں، ترش یا نمکین کوئی چیز نہ کھاتے اور صرف روکھی پھیکی روٹی پر گزران کرتے اور اسی سے تسلی پاتے۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے دل میں گوشت کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ نے صبر کیا۔ جب تقاضائے نفس حد سے زیادہ گزر گیا تو آپ قصاب کی دکان پر گئے اور گوشت کا ایک ٹکڑا خرید کیا اور آستین میں رکھ کر چل دیے۔ قصاب نے اپنا شاگرد آپ کے تعاقب میں بھیجا تاکہ معلوم کرے کہ آپ گوشت کو کیا کرتے ہیں؟ تھوڑی دیر کے بعد شاگرد نے واپس آکر بیان کیا کہ جب آپ ایک غیرآباد جگہ پر پہنچے تو گوشت کو آستین

سے باہر نکالا اور تین بار سونگھا اور گوشت ایک فقیر کو دے دیا۔ اور کہا کہ "اے جسم ضعیف! یہ تکلیف جو تجھ کو دیتا ہوں، یہ خیال مت کر کہ کسی دشمنی کی وجہ سے ہے۔ چند روز صبر کر کہ شاید یہ محنت ختم ہو جائے اور نعمت نصیب ہو کہ جسے ہرگز زوال نہ ہو"۔

ایک دن ایک عورت نے آپ سے کہا۔ اے ریاکار! آپ نے جواب دیا۔ بیس سال ہوئے کہ کسی نے میرا نام لے کر نہ بلایا۔ لیکن تو نے ٹھیک پہچانا کہ میں کون ہوں"۔

حضرت واسعؒ نے ایک دن اپنے بیٹے کو ذرا خراماں چال چلتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا "تجھے کچھ خبر ہے تو کون ہے؟ تیری ماں کو میں نے دو سو درم کے عوض مول لیا تھا۔ اور میں جو تیرا باپ ہوں، تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں۔ پھر یہ تیرا اترانا کس بات پر ہے؟"

حضرت حبیب عجمیؒ ایک مرتبہ اپنا پوستین راہ میں رکھ کر وضو کرنے چلے گئے۔ حضرت حسن بصریؒ کا گذر ادھر سے ہوا تو آپ وہاں پر ٹھیر گئے، تاکہ کوئی پوستین اٹھا نہ لے جائے۔ تھوڑی دیر میں جب واپس تشریف لائے اور سلام کہا اور پوچھا کہ آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آپ پوستین کس کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے اگر کوئی لے جاتا؟ آپ نے فرمایا۔ اس کے بھروسے پر جس نے تجھ کو اس کی نگہبانی پر متعین کیا۔

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں۔ "شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے۔ تیرا کھانا کیا ہے، لباس کیا ہے اور سکونت کہاں ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ میری غذا موت ہے، میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے"۔

شیخ داؤد رقیؒ فرماتے ہیں۔ "دنیا میں سب سے زیادہ کمزور وہ شخص ہے جو اپنی شہوت کے ضبط پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ اور سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے جو ضبط پر قدرت رکھتا ہو"۔

حضرت ابو حازمؒ ایک روز قصاب کے قریب سے گذرے۔ آپ نے گوشت کی طرف دیکھا تو قصاب نے کہا۔ "لے لیجیے۔ اچھا، عمدہ اور فربہ ہے"۔ فرمایا۔ "میرے پاس قیمت نہیں"۔ قصاب نے کہا "میں مہلت پر دے دیتا ہوں۔ جب ہوگی دے دیجیے گا"۔ فرمایا۔ "میں اپنے نفس کو مہلت دے دوں گا"۔ قصاب نے کہا۔ "اسی لیے تمھارے پہلو کی ہڈیاں نظر آ رہی ہیں"۔ فرمایا۔ "قبر کے کیڑوں کے لیے یہ کافی ہیں"۔

حضرت حسن بصریؒ ایک روز حضرت رابعہؒ کے عبادت کدہ میں گئے۔ اور کہا۔ "وہ علوم جو تم نے علم سے حاصل کیے اور نہ کسی سے سنے بلکہ جو بلا واسطہ خلق تمھارے دل میں پیدا ہوئے ہوں، مجھ سے کچھ بیان کیجیے"۔ آپ نے کہا۔ "میں نے چند کلاہ بنے تھے تاکہ انھیں فروخت کر دوں اور ان سے قوت حاصل کر سکوں۔ میں نے دو درم کے عوض بیچ ڈالے۔ ایک درم کو میں نے

اس ہاتھ میں کیا پکڑا اور دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں۔ کچھ خوف ہوا کہ اگر میں نے کوئی بھی ایک ہاتھ میں پکڑ لی تو جنت ہو گئے اور مجھ کو راہ سے بے راہ کر دیں گے۔ میری آج کی فتح یہ تھی۔ اس کے علاوہ طریقت و حقیقت کی گفتگو ہوتی رہی تو سرحجی دیکھیں ان پاکیزہ مرد شیخ نے دس کے دل ہی میں خیال گزرا کہ میں عورت ہوں۔ آخر الامر جب میں اٹھا۔ تو اپنے آپ کو مفلس اور اس کو مخلص پایا ٭

حضرت حبیبؒ کے پڑوس میں ایک شخص کے ہاں چوری ہو گئی۔ آپ اپنے احباب کے ساتھ اُس کی غمخواری کو گئے۔ چور کی نے گمان کیا کہ قحط پڑا ہوا ہے۔ اس لیے دسترخوان کا حکم دیا۔ جعفر بن محمدؒ نے کہا کہ "ہم تجھے چوری کا حادثہ سن کر افسوس کے لیے آئے ہیں۔" اُس نے کہا: "اس واقعہ سے مجھ پر تین شکر واجب ہوئے ہیں۔ اوّل یہ کہ دوسروں نے میرا مال چرایا میں نے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابھی آدھا مال میرے پاس موجود ہے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کو چرا لے گیا ہے اور دین میرے پاس ہے" ٭

حضرت ابو عباسؒ ٹوپیاں بنا کر گزارہ کرتے اور کمائی کا آدھا حصہ صدقہ کیا کرتے۔ ایک دولتمند نے آپ سے پوچھا "زکوٰۃ کسے دوں؟" فرمایا "جس پر تمہارا دل مطمئن ہو" اس نے ایک اندھے کو روپیہ دے دیا۔ اتفاقاً دوسرے دن اُس اندھے کو دیکھا کہ خرابات میں شراب پیے گانا سن رہا ہے اور اُن سے بدتر فعل کا مرتکب ہونے کو ہے۔ آپ نے اس شخص سے یہ ماجرا سنا۔ انہوں نے ایک روپیہ دیا۔ اور کہا جو شخص سامنے آئے اسے دے دینا۔ ایک سید پہلے نظر پڑا اور روپیہ اس کے حوالے کیا۔ اور چپکے سے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ ویرانے میں گیا۔ اور ایک مردہ جانور اس کے نیچے سے نکال کر پھینک دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تین روز سے اپنے بال بچوں سمیت بھوکا تھا اور سوال کی ذلت اپنے اوپر روا نہیں رکھتا تھا۔ بحالت اضطرار مردہ جانور اٹھا کر لے آیا تھا۔ اضطرار جاتا رہا تو اسے پھینک دیا۔ شیخ نے فرمایا "مال حلال ایسی ہی جگہ پہنچ جاتا ہے اور جس میں شبہ ہو مست اندھوں کے ہاتھ پڑتا ہے" ٭

چند لوگ امتحان کی غرض سے حضرت رابعہؒ کی خدمت میں آئے اور کہا۔ "اللہ نے تمام فضائل مردوں پر نچھاور کیے ہیں۔ اور کرامت بھی مردوں ہی سے مخصوص ہے۔ آج تک کوئی عورت پیغمبر کے درجے پر فائز اور مرام نہیں ہوئی ہے۔ آپ یہ لاف زنی کس لیے کرتی ہیں؟" آپ نے جواب دیا۔ "خدائی کا دعویٰ آج تک کسی عورت نے نہیں کیا۔ انبیاء بھی آخر عورت ہی کے پیٹ سے نکلے ہیں۔ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ لیکن بغیر ماں کے آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ آج تک کوئی عورت مخنث نہیں ہوئی۔ یہ صرف مردوں ہی کے حصے میں آئی ہے۔ اس مضمون کا ایک ہندی دوہا بھی ہے: ناری نندا نہ کرو ناری نر کی کھان۔ ناری سے نر بچیں بیر پیغمبر جان" ٭

عبدالواحدؒ اور حضرت سفیانؒ ایک روز حضرت رابعہؒ کی عیادت کو گئے۔ لیکن آپ کی ہیبت

کی وجہ سے باتوں کی ابتدا نہ کر سکتے تو آپ نے سفیانؒ سے کہا کچھ فرمائیے۔ اُنھوں نے کہا میرے لیے دعا کرو کہ حق تعالیٰ اِس رنج کو مجھ پر آسان کر دے۔ آپ نے یہ سن کر اُن کی طرف دیکھا اور کہا "اے سفیانؒ! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بیماری مجھ پر اُس کے حکم کی وجہ سے ہے۔" اُنھوں نے کہا "جانتا ہوں"۔ آپ نے کہا۔ جب تو جانتا ہے تب ہی مجھ پر حکم کرتا ہے کہ اس سے درخواست کروں اور وہ بھی اُس کی مرضی کے خلاف۔ حالانکہ دوست کی مرضی کے خلاف کرنا درست نہیں ✦

ایک شخص امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا آپ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ "ہاں"۔ پھر پوچھا "آپ کی والدہ زندہ ہیں؟" فرمایا "ہاں زندہ ہیں"۔ وہ کہنے لگا "میں نے سنا ہے کہ آپ کی والدہ بڑی حسینہ جمیلہ ہیں اِس لیے میں اُن سے نکاح کرنے آیا ہوں۔ آپ اُن کا نکاح میرے ساتھ کر دیجیے۔" فرمایا کہ "وہ عاقل و بالغ ہیں۔ اُنھیں اپنے نکاح کا اختیار ہے میں جبر نہیں کر سکتا۔ البتہ اُن سے پوچھ سکتا ہوں۔" آپ پوچھنے جاتے تھے اتفاق سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ تڑپ تڑپ کر جان دے رہا تھا۔ فرمایا۔ "ابو حنیفہؒ کے صبر نے اُس کی جان لے لی" ✦

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے امتحان کی غرض سے ایک شخص آیا اُس نے سنا تھا کہ آپ بڑے جوشیلے اور تیز طبع ہیں۔ دہلی کی جامع مسجد میں مولانا تشریف رکھتے تھے۔ وہ آیا اور مجمع میں با آواز بلند پوچھا "میں نے سنا ہے کہ آپ حرامی ہیں؟" مولانا نے فرمایا کہ "تم سے کسی نے غلط کہا ہے۔ میری ماں کے نکاح کے گواہ ابھی زندہ ہیں۔ اگر یقین نہ ہو تصدیق کرا دوں۔" وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا۔ "میں تو امتحان کرتا تھا کہ آپ کی تیزی تکبر سے تو نہیں ہے لیکن معلوم ہوا کہ سارا غصہ اور تکبر اللہ ہی کے لیے ہے" ✦

حضرت امام احمد حنبلؒ بغداد میں رہتے تھے لیکن بغداد کی روٹی نہ کھاتے تھے۔ فرماتے کہ "اس زمین کو حضرت عمرؓ نے غازیوں پر وقف فرمایا ہے"۔ آپ موصل سے آٹا منگواتے اور اس کی روٹی بنوا کر کھاتے۔ آپ کے بیٹے صالح ایک سال اصفہان میں قاضی رہے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ اور رات کو دو ساعت سے زیادہ نہ سوتے تھے۔ اپنے مکان کے دروازے پر ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا۔ دن رات اسی میں رہتے تھے اس خیال سے کہ شاید رات کو کسی شخص کو کام پڑے اور دروازہ بند ہو۔ غرضیکہ یہ اس قسم کے خدا ترس و متقی قاضی تھے۔ ایک دن امام احمد بن حنبلؒ کے لیے روٹی پکائی جا رہی تھی۔ خادمہ نے آپ کے صاحبزادہ قاضی صالح سے خمیر لے کر روٹی لائی تھی تو آپ نے پوچھا اِس روٹی کو کیا ہوا؟ خادمہ نے کہا۔ خمیر آپ کے صاحبزادہ صالح کے ہاں سے لے لیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "اُس نے ایک سال اصفہان کی

قضا کی ہے۔ اس کی روٹی میرے حلق کے قابل نہیں ہے"۔ خلوص نے پوچھا۔ اس روٹی کو کیا کریں؟ آپ نے فرمایا۔ "رکھ چھوڑو جب کوئی سائل آئے تو اس سے کہہ دینا کہ خمیر صالح کا ہے اور آٹا احمد کا، اگر تم پسند کرتے ہو لے لو"۔ وہ روٹی چالیس روز رکھی رہی کوئی سائل نہ آیا۔ اس روٹی میں بو پیدا ہو گئی۔ خلوص نے اُسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا۔ آپ نے اس کے بعد دجلہ کی مچھلی کھانی چھوڑ دی۔ آپ کا تقویٰ اس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ فرماتے کہ "جس کے پاس ایک سُرمہ دانی بھی چاندی کی ہو اس کے پاس بھی بیٹھنا نہ چاہیے"۔

ایک بار آپ (احمد حنبل) مکہ تشریف لے گئے تاکہ حضرت سفیانؒ بن عیینہ سے احادیث سُنیں۔ آپ ہر روز اُن کے ہاں تشریف لے جاتے۔ ایک دن نہ گئے۔ اُنھوں نے آدمی بھیجا تا معلوم ہو کہ آپ کس وجہ سے تشریف نہیں لائے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے کپڑے دھوبی کو دیے ہوئے ہیں اور آپ برہنہ بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے کہا۔ میں چند دینار آپ کو دیتا ہوں تاکہ آپ انھیں اپنے مصرف میں لائیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا۔ میں اپنے کپڑے بطریق مستعار دیتا ہوں۔ آپ نے پھر بھی انکار کر دیا۔ اُس نے کہا میں واپس نہ جاؤں گا، جب تک آپ اس کی کوئی تدبیر نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا "میں ایک کتاب لکھتا ہوں، اس کو فروخت کر کے کپڑا خرید لاؤ۔ اُس نے کہا کتنا خرید لاؤں؟ آپ نے فرمایا۔ "نہیں۔ دس گز ٹاٹ خرید لاؤ۔ پانچ گز کا کرتہ بناؤں گا اور پانچ گز کا تہ بند"۔

حضرت حارث محاسبی کو اسی ہزار دینار ترکہ پدری سے ملے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ "انھیں بیت المال میں جمع کرا دو"۔ لوگوں نے کہا۔ یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ "آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان آتش پرست کی میراث قبول نہیں کرتا میرا باپ آتش پرست تھا اور میں مسلمان ہوں"۔

حضرت سہل تستریؒ نے اپنے ایک مُرید سے ذکر کیا کہ بصرہ میں ایک نانبائی ہے، جو درجہ ولایت تک پہنچا ہوا ہے۔ مُرید اُٹھ بیٹھا اور بصرے روانہ ہو گیا۔ اُس نے وہاں جا کر دیکھا کہ اس نانبائی نے نانبائیوں کی طرح داڑھی کے گرد کپڑا لپیٹا ہوا تھا جب آپ کے مُرید کی نظر اس پر پڑی تو اُس نے خیال کیا کہ اگر درجہ ولایت پر ہوتا تو آگ سے احتراز نہ کرتا۔ پھر اس نے سلام کیا اور یہی سوال کیا۔ نانبائی نے کہا کہ تُو نے ابتدا میں مجھے حقارت کی نظروں سے دیکھا ہے۔ اس لیے تجھے میرے سخن سے فائدہ نہ ہوگا"۔

حضرت احمد بن حربؒ کی زیارت کے لیے چند سادات نیشاپور آئے۔ آپ کا ایک لڑکا نہایت رِند تھا جو مستی کی حالت میں رباب لیے گھر سے نکلا اور نہایت بے پروائی کی ادا سے ان سادات کے سامنے سے گزرا اور ان سادات کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا۔ تمام سادات اس بات سے نہایت

ملول ہوئے۔ آپ نے جب یہ حالت دیکھی تو ان سادات سے معذرت طلب کی اور کہا کہ ایک دن میں نے ایک پڑوسی کے ہاں سے کھانا کھایا تھا اور اسی رات گھر میں خلوت کا اتفاق ہوا۔ اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کھانا بادشاہ کے گھر کا تھا۔

لوگوں نے خلیفہ ہارون رشید سے کہا کہ حضرت امام شافعیؒ کو قرآن شریف حفظ نہیں ہے۔ اور درحقیقت یہ بات صحیح تھی۔ لیکن آپ کی قوت حافظہ نہایت زبردست تھی۔ خلیفہ نے آپکا امتحان کرنا چاہا اور رمضان مبارک میں آپ کو امام کیا۔ آپ دن بھر میں ایک سیپارہ حفظ کر لیتے اور اُسی رات کو تراویح میں سنا دیتے۔ یہاں تک کہ آپ نے ماہ رمضان میں تمام قرآن مجید حفظ کر لیا۔

حضرت نفیلؒ نے بوقت انتقال اپنی اہلیہ سے وصیت کی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو ان دونوں بیٹیوں کو کوہ بوقبیس پر لیجانا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا کہ اے خداوند! نفیلؒ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جب تک زندہ رہا۔ ان پناہ گزینوں کو اپنی طاقت کے مطابق اپنے پاس رکھا۔ اب جب تو نے قبر کے قید خانے میں مجھے محبوس کر دیا تو میں ان پناہ گزینوں کو تجھے واپس دیتا ہوں۔ بعد تدفین آپ کی اہلیہ نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور مناجات کر کے اپنی بےکسی پر بہت روئی۔ اس اثنا میں امیر یمن مع اپنے دو بیٹوں کے اس جگہ پہنچ گیا اور اس نالہ وزاری کو سنا اور حال پوچھا۔ آپ کی اہلیہ نے تمام حالت بیان کی۔ امیر یمن نے سب باتیں سن کر کہا کہ میں ان دونوں لڑکیوں کو اپنے دونوں بیٹوں سے بیاہ دیتا ہوں۔ چنانچہ ان کو اپنے ہمراہ یمن لے گیا اور بزرگوں کو جمع کر کے دس دس ہزار مہر پر اُن کا نکاح کر دیا۔ جو شخص حق تعالیٰ کا ہو جاتا ہے حق تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ ایک رات ایک غیر آباد مسجد میں گئے۔ جس کے کواڑ نہ تھے۔ دیکھا کہ تین درویش وہاں سو رہے ہیں۔ سردی نہایت سخت تھی۔ آپ صبح تک مسجد کے دروازے ہی میں کھڑے رہے۔ انھوں نے پوچھا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا۔ ہوا سرد تھی۔ میں نے خیال کیا کہ دروازہ روکے رکھوں تاکہ تمھیں سرد ہوا کم لگے۔

ایک عیالدار شخص شام کے وقت گھر کی جانب جارہا تھا۔ اُس روز اس نے کچھ کمایا نہ تھا اور نہایت غمگین و تہی دست تھا کہ اپنے عیال و اطفال سے کیا کہوں گا؟ راستہ میں حضرت ابراہیم ادھمؒ کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور کہا۔ ”اے ابراہیم! مجھے آپ کی حالت پر رشک آتا ہے کہ آپ ایسے فارغ و ساکن بیٹھے ہیں۔ اور میں اس طرح عاجز و سرگرداں ہوں۔“ آپ نے یہ سن کر کہا کہ میں نے آج تک جس قدر مقبول عبادت اور پسندیدہ خیرات کی ہے وہ سب میں نے تجھے بخشی۔ اور تم اس ایک ساعت کا غم مجھے بخش دو۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں تھا۔ سردی زیادہ تھی۔ میں نے آپ کو برہنہ دیکھا اور آپ کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا یہ کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا "میں نے درویشوں اور غریبوں کو یاد کیا۔ میرے پاس مال نہیں کہ اُن کی مدد کر سکوں۔ پھر میں نے چاہا کہ بدن ہی سے اُن کی موافقت کروں"۔

ایک جوان ہمیشہ صوفیائے کرام کا انکار کرتا تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنونؒ نے اس کو انگشتری دی اور فرمایا "اسے نانبائی کے پاس لے جا اور ایک دینار کے عوض گرو رکھ"۔ وہ جوان اس انگشتری کو لے گیا۔ نانبائی نے اس کو کہا "میں ایک درم سے زیادہ نہیں دے سکتا"۔ وہ واپس لے کر پھر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا "اسے صراف کے پاس لے جا اور اس کی قیمت دریافت کر"۔ وہ جوان انگشتری صراف کے پاس لے گیا۔ صراف نے ہزار دینار اس کی قیمت بتائی۔ وہ پھر آپ کی خدمت میں واپس آیا۔ آپ نے فرمایا "تیرا علم صوفیائے کرام کے متعلق نانبائی کے علم کی طرح ہے جو اسے انگشتری کے متعلق تھا"۔ یہ سن کر اس نے توبہ کی اور اس تکبر و انکار سے نکل گیا۔

لوگوں نے امام احمد حنبلؒ سے پوچھا کہ آپ ان صوفیائے کرام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جو بے علم ہیں اور توکل کیے مسجدوں میں بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا "یہ تمہاری غلطی ہے جو تم انہیں بے علم کہتے ہو۔ ان کو علم ہی نے متوکل بٹھایا ہے"۔ لوگوں نے کہا۔ ان کی تمام نیت محض روٹی کے ٹکڑے ہی کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا "میں ان سے بڑھ کر روئے زمین پر کسی قوم کو نہیں دیکھتا۔ جن کی نیت دُنیا میں روٹی کے ٹکڑے سے زیادہ نہ ہو"۔

منصور حلاجؒ کے متعلق صوفیائے کرامؒ کے ایک بڑے گروہ کو تردد و تذبذب رہا ہے۔ حضرت قشیریؒ نے اس کے متعلق فرمایا "اگر مقبول تھا تو ردِ خلائق سے مردود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مردود تھا تو قبولِ خلائق سے مقبول نہیں ہو سکتا"۔

امام احمد حنبلؒ پر جب عالم نزع طاری ہوا تو آپ کے بیٹے نے پوچھا "اے باپ! یہ کیا حال ہے؟" آپ نے فرمایا "وقت پُرخطر ہے، جواب کی جگہ نہیں ہے دُعا سے مدد کرتے رہو۔ کیونکہ جو لوگ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہیں اُن میں شیطان بھی ہے اور وہ میرے سامنے کھڑا سر پر خاک ڈال کر کہہ رہا ہے کہ اے احمد! تو میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا۔ اور میں کہتا ہوں کہ جب تک ایک سانس بھی باقی ہے، خطرہ موجود ہے"۔

حضرت شبلیؒ سے قاضی نے دریافت کیا کہ بیس دینار ہوں تو کیا زکوٰۃ دینی چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ ساڑھے بیس دینار۔ قاضی نے کہا۔ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا "حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے اور باقی ایک بھی نہ رکھا"۔ قاضی نے کہا۔ پھر آپ نے یہ آدھا دینار

زیادہ کیسے بتلایا؟ آپ نے فرمایا "یہ جرمانہ ہے کہ اُس نے بیس دینار اکٹھے ہی کیوں کیے"؟

حضرت ابو عبداللہ حبیب سن شعور کو پہنچے تو ذوقِ عبادت کی وجہ سے اپنے ماں باپ سے کہا کہ مجھے خدا کے حوالے کر دیجیے۔ اُنھوں نے کہا۔ ہم نے کر دیا۔ مَیں اُن کے پاس سے چلا گیا اور سالہا بعد گھر واپس آیا۔ جب مَیں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھ سے پُوچھا تو کون ہے؟ مَیں نے کہا تمھارا بیٹا۔ اُنھوں نے جواب دیا "ہمارا ایک ہی بیٹا تھا، سو اُسے ہم نے خدا کو سونپ دیا ہے اور ہم دینے کے بعد اُسے نہیں لیتے"۔ غرضیکہ اُنھوں نے دروازہ نہ کھولا اور مَیں واپس چلا گیا +

حضرت ابو محمد مرتعش رحؒ سے لوگوں نے وصیّت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ "ایسے شخص کے پاس جاؤ جو تمھارے لیے مجھ سے بہتر ہو اور میرے پاس ایسے شخص کو چھوڑ جاؤ جو تم میں بہتر ہو" +

حضرت شفیق رحؒ سے ایک شخص نے کہا کہ لوگ آپ کو ملامت کرتے ہیں، کیونکہ تم لوگوں کی محنت سے کمائی ہُوئی روزی کھاتے ہو۔ آؤ تاکہ مَیں آپ کو کچھ دے دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم میں پانچ عیوب نہ ہوتے تو مَیں ایسا کر لیتا۔ ایک تو یہ کہ تیرا خزانہ کم ہو جائے گا۔ دوسرے اِس بات کا امکان ہے کہ چور میرے پاس سے لے جائیں۔ تیسرے یہ ہو سکتا ہے کہ تم پشیمان ہو جاؤ۔ چوتھے یہ کہ شاید تم مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو کہو کہ میرا مال واپس دے دو۔ پانچویں یہ کہ کیا عجب ہے جو تیری اجل آ جائے اور مَیں بے سروسامان ہو جاؤں لیکن میرا ایک خدا ہے۔ یہ تمام عیوب جو مَیں نے بیان کیے ہیں، اِن سب سے پاک ہے +

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بادشاہوں کے تحفے قبول نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ خلیفہ مستنجد باللہ نے اشرفیوں کے دس توڑے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے حسبِ معمول انکار فرمایا۔ خلیفہ نے اصرار کیا تو آپ نے ایک توڑا دائیں ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ میں لے کر دونوں کو رگڑا تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا۔ خلیفہ سے ارشاد فرمایا۔ شرم نہیں آتی بغداد کا خون کھاتے ہو۔ اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو۔ خلیفہ پر اتنا اثر ہُوا کہ غشی کی نوبت آ گئی" +

آپ کی توبہ کا یہ سبب ہُوا کہ آپ بسلسلۂ تجارت ترکستان گئے۔ وہاں پر ایک شخص کو دیکھا، جو بُت کی پرستش کرتا تھا۔ اور بُت کے سامنے زاری کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "تیرا پیدا کرنے والا زندہ قادر ہے۔ کچھ شرم کر اور بُت پرستی سے باز رہ۔ کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اُس نے کہا اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو۔ تو کیا وہ اِس بات پر قادر نہیں ہے کہ تمھیں تمھارے شہر ہی میں روزی دے تاکہ تمھیں اِس شہر میں نہ آنا پڑے۔ تم کو ہوسِ زر اور جلبِ منفعت دربدر اور شہر بشہر پھرا رہی ہے۔ اِس سے متاثر ہو کر آپ نے حقیقی توبہ کی +

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ادھم بلخیؒ سے سوال کیا۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دُعائیں قبول

نہیں فرماتا۔ آپ نے فرمایا:" اس وجہ سے کہ تم خدا کو جانتے اور مانتے ہو، مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر اُن کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو مگر شکر نہیں کرتے۔ یہ جانتے ہوئے کہ بہشت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے مگر اس کی طلب نہیں کرتے جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے۔ مگر اس سے نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔ موت کو برحق سمجھتے ہو مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں کرتے بلکہ دُنیا کا سامان جمع کرتے ہو۔ خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو مگر عبرت نہیں پکڑتے اپنی برائیوں کو ترک نہیں کرتے لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو۔ بھلا ایسے شخص کی دُعا کیسے قبول ہو +

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے خیمے میں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا لیا۔ کوچ کے وقت فراش کو حکم دیا کہ خیمہ بدستور چھوڑ دیا جائے تاکہ بھولا بھالا جانور بے آرام نہ ہو۔ اس رحم دلی کی یادگار آج تک اس مقام پر "فسطاط" نامی شہر آباد ہے۔ فسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں +

حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک کُتے کو پیاسا دیکھا جو پیاس سے ایسا بے تاب تھا کہ کیچڑ کھا رہا تھا۔ آپ نے پاؤں سے موزہ نکالا۔ اوڑھنی پھاڑ کر رسی بنائی۔ کنواں بہت گہرا تھا کافی نہ ہوئی۔ چوٹی کاٹ کر رسی بٹی اور اوڑھنی کی رسی میں ملا کر پانی نکالا اور کُتے کو پلایا +

حضرت مولانا روم ایک بار مع معتقدین کے کسی جگہ جا رہے تھے۔ ایک گلی میں آڑے رُخ کُتا سو رہا تھا۔ جگہ ایسی تنگ تھی کہ گزرتے تو کُتے کے آرام میں خلل پڑتا۔ آپ مع رفقاء کے اس وقت تک کھڑے رہے کہ کُتا نیند پوری کرکے اُٹھا اور راستہ صاف ہُوا +

ایامِ سرما میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ نمازِ تہجد سے فارغ ہو کر کانپتے ہوئے لحاف میں لیٹنے لگے دیکھا تو ایک بلی لحاف میں دبکے بیٹھی ہے۔ آپ نے اس کو نکال کر خود لیٹنا گوارا نہ فرمایا اور بقایا سخت ترین سردی کی رات کھڑے کھڑے گزار دی۔ واضح رہے کہ یہ ہند کی سردی نہ تھی بلکہ افغانستان کے دارالسلطنت کابل کی +

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ ایامِ جاہلیت کے بدمعاش آج کل کے علماء سے زیادہ باحیا اور شرمگیں ہوتے تھے۔ یہ قول قریباً بارہ سو سال پہلے کا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ اَتَا اَبْتَرکی حدیث شریف کے ماتحت آجکل کے علماء کا اندازہ لگالو۔ اگرچہ یہ قاعدہ کُلیہ تو نہیں لیکن اکثر یہ ضرور ہے۔ اور الاکثر حکم الکل +

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ تیرا اللہ تعالیٰ سے ایسے ستر گناہ لے کر ملنا جو اللہ ہی کے ہوں بہت آسان ہیں۔ اس ایک گناہ سے جو کسی خاص شخص سے تعلق رکھتا ہے +

نصائح لقمان

کوئی چیز تیرے نزدیک حصولِ نعمتِ آخرت سے زیادہ محبوب تر نہ ہو +

دُنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزقِ مقدر پر قناعت کر اور دُوسروں کی روزی پر آنکھ مت ڈال تاکہ رنجِ نفس سے سلامت رہے + کھانے سے بھوکا اور حکمت سے سیر رہ +

اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتلائیں جو کہ تیری ذات میں نہ ہو تو ان کی تعریف سے مغرور مت ہو جا۔ کیونکہ جاہلوں کے کہنے سے ٹھیکری سونا نہیں بن سکتی +

کمینوں کے مقابلے میں خاموشی سے مدد معاونت طلب کر +

بُری اور شریر عورتوں سے خدا تعالیٰ کی پناہ میں رہ اور نیک عورتوں سے بھی پرہیز رکھ کہ ان کی طرف میلان کا نتیجہ شر ہی شر ہے + خاموشی کو اپنا شعار بنا تاکہ شرِ زبان سے محفوظ رہے +

بدگمانی کو اپنے اُوپر غالب مت کر کہ تجھ کو دُنیا میں کوئی دوست ہمدرد نہ مل سکے گا +

بزرگوں کو لازم ہے کہ بے خردوں کو خردمندوں اور جاہلوں کو عالموں پر فضیلت میں ترجیح نہ دیں - اور ہر شخص کو اس کے ہنر و جوہر کے مطابق جگہ دینی چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ان کی بے خردی و عدمِ امتیازی پر دلالت کرتا ہے جس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی سر کے کپڑوں کو پاؤں پر باندھ لے اور پاؤں کی پوشش کو سر پر رکھ لے +

کسی ذکر میں بجز ذکرِ خدا اور کسی خاموشی میں بجز فکرِ روزِ جزا کوئی خیر و خوبی نہیں ہے +

آسائشِ خلق میں کوشش کر اور خلق سے مت ڈر اور اپنی جان کو مصیبت و مشقت کا عادی بنا +

مصائبِ دُنیا کو سہل خیال کر اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھ +

نماز میں قلب کی حفاظت کر مجلس میں زبان کی غصہ میں ہاتھ کی اور دسترخوان پر شکم کی حفاظت کر +

نیکی کر اور مخلوق کو طریقہ نیکی سکھلا اور بدی سے دُور رہ اور خلق کو بھی بدی سے دُور رکھنے کی کوشش کر +

کثیر الفہم اور کم سخن بنا رہ اور حالتِ خاموشی میں بے فکر مت رہ +

جس طرح آگ کا ایک ذرہ عالم کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح ایک بد کلمہ انسان کی حالت کو تباہ کر دیتا ہے +

اگر کسی کے ساتھ رشتہ دوستی قائم کرنا چاہے باین خیال کہ وہ وقتِ مصیبت تیرے کام آئے تو پہلے اس کو غصہ میں لا کر آزما۔ اگر بحالتِ غضب اس کو منصف پائے تو اس کی دوستی پر مائل ہو ورنہ پرحذر رہ +

مردِ کامل تو وہی ہے جو دشمن کو دوست بنا سکے لیکن اگر بوجوہ خاص یہ تیری دسترس سے باہر ہو تو بحالتِ مخاصمت فرطِ غضب سے حذر کر کہ تیرا غضب تیرے لیے دشمن سے زیادہ دشمن ہے +

خُدا کے نزدیک عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں اور عقل کامل اُس وقت ہوتی ہے جب اس میں دس فضیلتیں ہوں: (۱) آدمی اس سے بے خوف ہوں (۲) اس سے ہدایت حاصل کریں (۳) جس حالت میں رہے راضی و شاکر ہو (۴) اپنی حاجت سے زائد راہِ خُدا میں صرف کرے (۵) فروتنی و عجز کو دوست رکھے (۶) دُنیا کی خواری کو عزت سے بہتر خیال کرے (۷) اگر کوئی بات دریافت کی جائے تو رنجیدہ نہ ہو اور بتلانے میں دریغ نہ رکھے (۸) حاجتمند بشرطِ موجودگی اس کے دروازے سے محروم نہ جائے (۹) اگر اس کے ساتھ تھوڑی نیکی کی جائے تو زیادہ جانے اور اپنی زیادہ نیکی کو کچھ بھی نہ سمجھے (۱۰) سب کو اپنے سے بہتر جانے +

جس طرح دُشمن احسان کے ساتھ دوست ہو جاتے ہیں۔ اُسی طرح سے دوست جور و جفا سے دُشمن بن جاتے ہیں + دوست صادق جان دوم ہے اور چشم سوم +

وہ بات جو دُشمن سے پوشیدہ رکھے، دوست سے بھی پنہاں رکھ ممکن ہے یہ بھی کسی روز دُشمن بن جائے +

صحتِ جسمانی سے بہتر کوئی تونگری اور استغنا سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے +

جس مجلس میں ذکرِ خُدا سُنے۔ بیٹھ جا، شاید کہ اس رحمت میں تجھ کو بھی کچھ حصّہ مل جائے۔ اور جس مجلس میں کہ غفلت دیکھے، اُس سے دُور بھاگ۔ ایسا نہ ہو کہ تو بھی گرفتارِ عقوبت ہو جائے +

جو کام کہ برائے خُدا کیا جائے اُس میں بندوں کا خوف نہ کر +

اگر کوئی کام کسی کے سُپرد کرے تو دانا کے سپرد کر۔ اگر دانا میسّر نہ ہو تو خود کر ورنہ ترک کر +

جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں سے دُور رہ تاکہ تیرا دل سلامت اور نفس پاکیزہ رہے اور تن راحت پائے +

جس نعمت میں کہ کفران ہے اُس کو بقا نہیں ہے، اور جس نعمت میں کہ شکر ہے اس کو زوال و فنا نہیں ہے +

عقلمند کے لیے وہ وقت سخت مشکل ہے جب کسی بات کا اظہار و اخفا دونوں میں خرابی پیدا ہونے کا خوف ہو +

عقل ادب کے ساتھ ایسی ہے جیسا کہ درختِ ثمردار اور عقل بغیر ادب ایسی ہے جیسا کہ درختِ بے برہ +

جاہلوں کی صحبت سے پرہیز رکھ ایسا نہ ہو کہ اپنے جیسا بنا لیں +

لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اُتار سکتا جب تک اُس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو یعنی اپنے ہم جنس ہی سے نقصان پہنچتا ہے +

صحبتِ علماء کو غنیمت شمار کر کیونکہ علم دل کو اُسی طرح سے زندہ کرتا ہے جیسا کہ بارش زمینِ خشک کو +

دوستیِ حق کو سرمایۂ تجارت خیال کر کہ بغیر سرمایہ کچھ فائدہ نہ ہو گا +

اصلاحِ نفس کی فکر میں مشغول رہ تاکہ بجائے صفاتِ بد صفاتِ نیک پیدا ہو سکیں +

کسب نہ کرنا محتاجی لاتا ہے اور محتاجی دین کو تنگ، عقل کو ضعیف اور مروّت کو زائل کرتی ہے +

نصائحِ سُقراط

جس چیز کا علم نہیں اُسے مت کہو۔ جس چیز کی ضرورت نہیں اُس کی جُستجو مت کرو۔ جو امر معلوم نہیں اُس میں ضرمت کرو۔ اور اچھی بات جو کوئی کہے غور سے سُنو۔ کیونکہ غوطہ زن کی ذلت سے گوہر کی قیمت کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا +

افعالِ خراب پر اظہارِ ندامت نہ کرنا دُوسری خرابی ہے +

آدمی کے حال کا دریافت کرنا سخت مشکل ہے۔ جب تک کہ بارہا آزمائش نہ کی جائے۔ اور جب تک معاملہ نہ پڑے اعتماد نہ کر + خوبصُورتی چند روزہ حکومت ہے +

اربابِ حاجات کی ملتمسات کو کل پر نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ معلوم کہ کل تک کیا ظہور پذیر ہو +

سب سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے کہ جو فتنۂ خفتہ کو بیدار کرے اور جو کام کہ آسانی سے سرانجام پا سکے اُس کی لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچا دے۔ خردمند ہر چند کہ اپنے زور و توانائی پر بھروسہ رکھے لیکن اپنی قوت پر اعتماد کر کے دُشمن سے متعرض نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ خواہ تریاق موجود ہی کیوں نہ ہو لیکن اُس کی اُمید پر زہر ہلاہل نہ کھانا چاہیے +

فاضل شریف کے نفس کو حُسنِ قبولِ حق سے اور خسیسِ ناقص کے نفس کو میلانِ باطل سے شناخت کرنا چاہیے +

سُقراط سے پوچھا گیا کہ موت سے بھی سخت تر کوئی چیز ہے؟ جواب دیا کہ زندگی، کیونکہ ہر قسم کے رنج و آزار اور مصیبتیں زندگی ہی میں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور موت اُن سے نجات دلاتی ہے +

اگر ہم اپنی مصیبتوں کا تبادلہ کر سکتے تو ہر شخص اپنی پہلی ہی مصیبت کو غنیمت جانتا +

جس شخص کو تیرا دل بُرا خیال کرے یا دُشمن جانے اس سے بچتا رہ +

لوگوں نے اس سے پُوچھا کہ اس قدر حکمت حاصل کرنے سے تجھے کونسا خاص فائدہ پہنچا؟ کہا "اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہوگا کہ میں بحرِ زندگی کے کنارے سلامتی و عافیت کے ساتھ بیٹھا ہوا اور جاہلوں کو اس میں غرق ہوتے دیکھتا ہُوں" +

اِس حکیم نے تحمل و بُردباری کی عادت حاصل کرنے کے لیے قصداً ایک تُند خُو اور شُعلہ مزاج عورت سے شادی کی تھی جو ہمیشہ بلاوجہ بھی لڑتی رہتی تھی۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ مُجھ میں غصّہ نہ رہے +

ایک روز اس کی بیوی پہلے تو بہت کچھ بُرا بھلا کہتی اور لڑتی جھگڑتی رہی۔ پھر غصّہ میں آکر پانی کی بھری ہُوئی دیگچی اس کے سر پر دے ماری تو اُس نے کہا۔ گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا +

عورت خود ہی فتنہ ہے اور اس کا لکھنا سیکھنا سخت ترین فتنہ ہے +

تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے +

بچپن میں شرم و حیا، نوجوانی میں اعتدال اور پیری میں کفایت شعاری اور عاقبت اندیشی ضروری ہے +

زندگی کا وقفہ نہایت قلیل ہے لیکن اگر مصیبت ہو تو یہ کافی طویل ہے +

کامل انسان وہ شخص ہے جس سے اُس کے مخالف بھی بے خوف ہوں نہ کہ وہ جس سے اس کے دوست بھی خائف ہوں +

جب انسان کسی کے ساتھ کسی طرح کی نیکی نہ کر سکے تو اس کی برائیوں ہی سے اُسے مطلع کرتا رہے +

جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا +

لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے +

جو شخص اچھے اور برے میں تمیز نہ کر سکے اُس کا شمار مُردوں میں ہے +

دُوسرے لوگوں کی تحریروں سے اپنی زندگی کی اصلاح و ترقی شروع کرو۔ اس طرح تم زندگی کے ایسے مدارج و منازل با سانی طے کر لوگے جن تک پہنچنا بڑی ہمت اور قربانی طلب کرتی ہیں +

سُقراط سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کبھی رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتا جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو +

عالم دین کا طبیب ہے اور مال دین کا مرض۔ جب طبیب خود مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس سے دُوسروں کا علاج نہیں ہو سکتا +

نیک خُو ہونا تمام حکمت کا خلاصہ ہے۔ اس سے امن اور سلامتی حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے +

نامعلوم اور پیچیدہ راستوں کی کوتاہی پر فریفتہ مت ہو اور سیدھے راستوں کی درازی سے اندیشہ نہ کرو +

بیشک عقل سب سے اچھی چیز ہے اور تمام اُمور کا انحصار اسی پر ہے۔ مگر بعض اشیاء ایسی ہیں جنھیں ہم روزمرہ دیکھنے کے باوجود بھی اُن کے وجود کی غرض و غایت نہیں سمجھتے +

ہر فضیلت کی ایک حد معین ہے جب اس سے تجاوز ہوگا خواہ افراط کی طرف خواہ تفریط کی طرف تو وہ فضیلت، رذیلت اور نیکی برائی بن جاتی ہے +

زمانہ پیری نہایت مسرت ناک ہے بشرطیکہ صحت اور سچا دوست میسر ہو +

دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش کی یاد ہمیشہ زہرآلود کرتی رہتی ہے +

اگر کوئی شخص اپنی دولت پر فخر کرے تو اس کی تعریف نہ کرو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ دولت کو کس طرح کام میں لاتا ہے؟

ایتھنز میں سقراط نے اپنا چھوٹا سا مکان بنوایا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا "آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا مکان کیوں بنواتا ہے؟ اپنی شان کے لائق مکان تعمیر کرنا چاہئے" سقراط نے کہا "میں اِس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھوں گا۔ اگر وہ سچے اور اصلی دوستوں سے معمور ہوگا" یعنی اِس کو سچے اور اصلی دوستوں کے ملنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ تنگ عمیر اُن سے معمور ہوتی)+

اثنائے سفر میں سُقراط سے کسی نے پوچھا "تم کس مُلک کے رہنے والے ہو؟" تو اس نے بجائے ایتھنز کہنے کے یہ کہا کہ میں دُنیا کا رہنے والا ہوں۔ اس کے خیالات ایسے وسیع اور معمور تھے کہ وہ ساری دُنیا کو اپنا وطن اور تمام دُنیا کے آدمیوں کو اپنا ہموطن اور دوست خیال کرتا تھا"

دوستی وہیں ترقی کر سکتی ہے۔ جب فریقین کے دولت و اقبال میں مشارکت خیالات میں مطابقت اور حالات میں موافقت ہو +

طامع کی دولت کا حال آفتاب کا سا ہے کہ غروب ہو کر کسی کو خوش نہیں کرتا +

بعض دیوتاؤں نے یہ چاہا تھا کہ خوشی اور رنج کو آپس میں ایسا ملا جلا دیں کہ وہ ایک ہو جائیں۔ مگر جب وہ یہ نہ کر سکے تو انھوں نے اُن کو دُموں کی طرف سے جوڑ دیا۔ اس لیے خوشی اور رنج ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں +

سُقراط اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتا کہ تم کتابوں کی باتیں بیان کیا کرو بلکہ اپنے نفس کی اصلی باتوں اور حرکات کو بیان کیا کرو +

اس کے شاگرد اس کو ایک مشہورِ زمانہ قیافہ شناس کے پاس لے گئے۔ اُس نے اس حکیم کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص شہوت مجسم مغلوب الغضب اور نہایت عیش پسند ہے۔ شاگردوں نے قیافہ شناس سے کہا کہ آج ہمیں تمھارے کمال قیافہ شناسی میں شبہ ہو گیا اور گزشتہ کی نسبت بھی یہ یقین ہے کہ تم اٹکل پچو بیان کر دیتے ہوگے جو اتفاقاً صحیح نکل آتے تھے۔ حکیم نے کہا۔ اس شخص کے کمال میں کوئی شبہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس کے بیان کردہ عیوب مجھ میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ لیکن میں نے اپنے ضبطِ نفس اور حکمت و دانائی سے ان سب پر غلبہ حاصل کر لیا ہے +

یہ حکیم ۴۶۹ سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ نہایت محنتی، جفاکش اور صابر ہونے کے علاوہ نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ تحقیقِ حق اور علمِ اخلاق کی وعظ گوئی میں اس کی تمام عمر بسر ہوئی۔ غور و فکر میں اس درجہ محو و مستغرق ہو جاتا کہ کسی مسئلہ کو سوچنے کے لیے گھنٹوں ایک ہی جگہ دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر کھڑا رہتا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی مسئلے پر غور کرتے کرتے ایک دن اور ایک رات برابر چوبیس گھنٹے تک کھڑا رہا۔ اپنے معتقدین اور شاگردوں سے کبھی کوئی نذرانہ، فیس یا اور کسی قسم کی امداد نہ لیتا۔ وعظ گوئی کی یہاں تک عادت تھی کہ ہر وقت اسی میں مصروف

رہتا۔ خواہ مجمع ہو یا صرف دو آدمی ہر شخص کی قابلیت کا اندازہ لگا کر اسی کے حسب حال وعظ کہتا اور انسانوں کی صحبت کا ہر وقت متلاشی رہتا +

ساٹھ سال کی عمر میں سینیٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ ایک معاملے میں جو صریح بے انصافی پر مبنی تھا۔ اس نے دوسرے ممبروں سے اختلاف رائے کا اظہار کیا اور کہا کہ میں ہزار بیماریوں کو اپنے پر برداشت کر سکتا ہوں لیکن دوسرے شخص کے ساتھ بے انصافی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا +

ستر سال کی عمر میں اس حکیم پر بت پرستی کے خلاف وعظ گوئی اور حکومت وقت کے خلاف تقریریں کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اس زمانے میں حکام سلطنت ووٹوں کے ذریعے سے منتخب کیے جاتے تھے۔ سقراط کہتا تھا کہ یہ رسم نہایت نامعقول اور بیہودہ ہے۔ اگر معمار، ملاح اور بڑھئی کی ضرورت ہو تو کوئی شخص ووٹ نہیں لیتا بلکہ جو شخص ان کاموں کے لیے مناسب ہوتا ہے اُسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر ایسے انتخاب میں غلطی ہو جائے تو انفرادی حیثیت کی وجہ سے چنداں مضر نہیں ہوتی۔ لیکن جہاں ہزارہا انسانوں کے حکام منتخب کرنے میں ووٹ لیے جائیں وہاں بلاشبہ یہ سخت حماقت ہے۔ غرضیکہ حکومت کی طرف سے سماعت مقدمہ کی تاریخ مقرر ہو گئی لیکن سقراط بدستور اپنی تعلیم تدریس اور وعظ گوئی میں مصروف رہا۔ ایک شخص نے کہا۔ "سقراط! تم عجیب آدمی ہو۔ تم پر جو سخت ترین الزام حکومت کی طرف سے لگایا گیا ہے اگر خدانخواستہ وہ ٹھیک ثابت ہو جائے تو تمھاری جان کے لالے پڑ جائیں اور تم ایسی مخدوش حالت میں بے فکر بیٹھے ہو۔ جوابدہی کے لیے تمھیں تیاری کرنی چاہیے۔" سقراط نے بے پروائی سے کہا۔ "میں اسی کو کافی تیاری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی گناہ اور فریب نہیں کیا۔ اس وقت تک میری عمر نہایت اطمینان سے گزری ہے اور میں لگاتار اخلاقی ترقی کرتا رہا ہوں، اور لوگوں کو بھی اخلاقی تعلیم دیتا رہا ہوں۔ تمام لوگ میری عزت کرتے رہے ہیں۔ اگر میری زندگی منقطع نہ ہو تو بڑھاپا مجھے ستائے گا۔ میرے حواس کام نہیں کریں گے۔ میری فراست میں کمی آ جائے گی۔ ایسے حالات میں زندگی کی مجھے چنداں خواہش نہیں۔ اب اگر مجھے مجرم گردان کر مار ڈالا جائے گا تو لوگ ججوں کے فعل کو قابلِ نفرت خیال کریں گے اور میرے خلاف کوئی اتہام نہ لگائیں گے۔ بلکہ ممکن ہے کہ میری موت کی وجہ سے میری عزت آگے سے بڑھ جائے +

مقدمہ کی تاریخ مقررہ پر جو جو سوالات عدالت نے اس سے کیے اُن کا نہایت متانت، دلیری اور استقلال سے اس نے جواب دیا۔ اس کی آواز اور الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے یا اپنے آپ کو مجرم سمجھتا اور مہربانی کا خواستگار ہے۔ آخر عدالت نے ووٹ لینے کے بعد اُس کی موت کا فتویٰ صادر کیا۔ اس عہد حکومت میں پھانسی یا گردن کاٹنے کی بجائے زہر کا پیالہ دیا جاتا تھا۔ اس وقت کے قانون کے مطابق ایسے جرائم کے لیے کچھ جرمانہ لے کر مجرم کو معاف کر دیا جاتا تھا

اس کے دوستوں نے سقراط سے کہا کہ وہ اِس قانون سے فائدہ اُٹھائے۔ ہم جرمانہ کی بھاری سے بھاری رقم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ وہ جرمانہ دے کر معافی حاصل کرے۔ سقراط نے کہا روپیہ دینے کے یہ معنے ہیں کہ مَیں بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں۔ مَیں نفرت سے اس کو نامنظور کرتا ہوں جب اس کو موت کا فتویٰ دیا گیا تو اُس نے ایک نہایت پُرتاثیر آخری تقریر کی جس کو سُن کر لوگ رونے لگ گئے۔ اُس نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ لوگوں نے کہا۔ آپ کی بے گناہی کی موت کا ہمیں سخت رنج و افسوس ہے۔ اُس نے کہا کہ کیا تمہارے خیال میں مَیں گنہگار ہو کر مرتا +

سزائے موت کے بعد حکومت کی ایک خاص مذہبی رسم کی ادائیگی کی وجہ سے سقراط کو تیس دن قیدخانے میں رہنا پڑا۔ بعض دوستوں نے اس کو صلاح دی کہ وہ قیدخانے سے فرار ہو جائے۔ وہ ہنس پڑا اور کہا "پہلے کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں موت نہیں پہنچ سکتی" +

تیسویں دن اس کی عورت اور تین بچے اس کے پاس آئے۔ سقراط نے انہیں کچھ آخری کلمات کہہ کر رخصت کر دیا۔ اتنے میں قیدخانے کا ایک ملازم آیا اور کہا "اے سقراط! جب مَیں کسی مجرم کو زہر کا پیالہ دیتا ہوں تو وہ مجھے کوسنا شروع کر دیتا ہے لیکن تم معقول پسند ہو اور جانتے ہو کہ مَیں افسروں کے حکم کا پابند ہوں۔ اگر تمہیں کوئی شکایت ہے تو ان سے ہونی چاہیے مجھ سے نہیں۔ اب زہر پینے کی تیاری کرو۔" یہ کہہ کر اُس ملازم کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔ سقراط نے کہا بہت بہتر۔ مَیں تیار ہوں اور زہر کا پیالہ لے کر پی لیا +

افلاطون نے کہا کہ دنیا میں سب سے عقلمند، سب سے منصف اور سب سے نیک شخص کا انجام تھا +

سسرو لکھتا ہے کہ جب کبھی مَیں اس واقعہ کو پڑھتا ہوں تو بے اختیار رو دیا کرتا ہوں +

نصائح افلاطون

بدنفس وہ ہے، جو لوگوں کی بدی ظاہر کرے اور نیکی چھپانے کی کوشش کرے +

عقل جس جگہ کہ کامل ہوگی، حرص و شر ناقص ہوگا +

نیکی میں اگر تجھے رنج پہنچے تو رنج تو نہ رہے گا، فعل نیک رہ جائے گا۔ گناہ میں اگر لذت حاصل ہو تو لذت تو نہ رہے گی فعل بد البتہ باقی رہ جائے گا +

عمر کوتاہ اور کار ہائے دراز۔ عاقل وہ ہے کہ عمر کو ضروری کاموں میں صرف کرے +

بات کو پہلے دیر تک سوچو پھر منہ سے نکالو اور پھر اس پر عمل کرو +

جو شخص لوگوں کو عمل صالح کی ہدایت کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ اس کی مثال اُس شخص کی مانند ہے جس نے دوسروں کو روشنی دکھلانے کے لیے چراغ کو اپنے ہاتھ پر رکھا ہو +

حاکمِ وقت ایک بڑے دریا کی مانند ہے جس کا پانی چھوٹی ندیوں میں جاتا ہو۔ اگر بڑے دریا کا پانی شیریں ہے تو ندیوں کا بھی شیریں ہوگا۔ اور اگر دریا کا پانی تلخ ہوگا تو لامحالہ ندیوں کا پانی بھی تلخ ہوگا +

حُسن ایک قدرتی قانون مخصوص انسان کے فائدے کے لیے ہے جس سے زیادہ کوئی محسن نہیں +

دوست کے ساتھ ایسا سلوک کر کہ حاکم تک نوبت نہ پہنچے اور دشمن سے اس طرح برتاؤ کر کہ اگر حاکم تک نوبت پہنچے تو تم کو کامیابی ہو +

اچھی بات کے حاصل کرنے میں بُری بات کو ذریعہ اور وسیلہ نہ بنانا چاہیے +

وہ شخص عقلمند نہیں ہے جو دنیاوی لذتوں سے خوش اور مصیبتوں سے مضطرب ہو +

خدا سے ایسی چیزیں مت چاہو جن کا نفع دیرپا نہ ہو بلکہ باقیات الصالحات کے خواہاں رہو +

ہر روز اپنا منہ آئینے میں دیکھا کرو۔ اگر بُری صورت ہے تو بُرا کام نہ کرو تاکہ دو بُرائیاں جمع نہ ہوں۔ اگر اچھی صورت ہے تو اس کو بُرا کام کر کے خراب نہ کرو +

خدا کا بندے سے انتقام لینے کا یہ مطلب ہے کہ خدا اُس کو ادب سکھاتا ہے نہ کہ اپنا غصہ نکالتا ہے +

غصہ کی مقدار بات چیت میں اتنی ہونی چاہیے جیسے کھانے میں نمک کہ جب تک اندازہ رہتا ہے تو ہاضم ورنہ فاسد ہے +

اہلِ علم کا امتحان اس کی کثرتِ علم سے نہیں ہوتا بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ فتنہ انگیز باتوں سے کیسے بچتا ہے +

طلبِ علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے +

بدترین حاجت وہ ہے جو ایک کریم شخص لئیم الطبع کے آگے پیش کرے اور پوری نہ ہو +

انسان کا فخر اس میں ہے کہ فخر نہ کرے اور باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو کمتر خیال کرے +

بہت سے نقصانات انسان کو اس وجہ سے پہنچتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مشورہ نہیں لیتا +

جو شخص لوگوں سے کنارہ کشی کرتا ہو تو اس سے مل اور جو شخص لوگوں سے ملنے کا عادی ہو تو اس سے کنارہ کشی کر +

انسان کی طبیعت کا حال اس کے چھوٹے چھوٹے کاموں سے معلوم ہوتا ہے۔ بڑے کاموں سے نہیں کیونکہ اُن کو وہ بہت سوچ بچار کر کرتا ہے۔ اور وہ بعض اوقات اس کے میلانِ طبع کے بالکل برخلاف ہوتے ہیں +

فرمایا تین باتوں سے میرے نفس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ دولتمند جو کہ محتاج ہو جائے۔ وہ عزیز کہ جو ذلت و خواری میں گرفتار ہو۔ وہ عالم کہ جس پر جاہل افسوس کریں +

جب تو کسی کی طبیعت کا اندازہ لگانا چاہے تو بعض امور میں مشورہ طلب کر تاکہ اس کے جور و عدل اور خیر و شر سے تھوڑے سے اشارہ سے واقف ہو جائے +

ضعیف ترین شخص وہ ہے جوکہ اپنے راز کو چھپانے سے عاجز ہو اور قوی ترین شخص وہ ہے کہ جو اپنے غصّے کو تسکین میں تبدیل کر دینے پر قادر ہو اور صابر ترین وہ شخص ہے جو درویشی میں صبر کر سکے اور قانع ترین وہ شخص ہے کہ جو روزیِ مقدرہ پر راضی و شاکر رہے +

ایسے شخص کی فریاد رسی کر کہ جو گرفتارِ بلا ہو بشرطیکہ وہ اپنے فعل کے نتیجے میں گرفتارِ بلا نہ ہوا ہو +

متکلم کا کلام جب اس کی نیت کے مطابق ہو سامع کو حرکت میں لاتا ہے اور اگر مخالفِ نیت ہو تو کان سے تو سنتا ہے لیکن قلب اس کو قبولیت کا موقع نہیں دیتا +

کسی شخص کی رائے جو علم و معرفت میں تیرے مساوی ہو تیرے حق میں تیرے سے اچھی ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ تیری ہوائے نفس سے خالی ہے +

عدل کی ایک ہی صورت ہے اور جور کی بہت سی صورتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہ نسبت عدل جور آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال غلط اور صحیح نشانہ اندازی کی مانند ہے کہ صحیح نشانہ کے لیے تعلیم کی احتیاج ہے اور غلط نشانہ کسی تعلیم کا محتاج نہیں ہے +

ہوائے نفس پر عقل کو اس وجہ سے شرف حاصل ہے کہ عقل روزگار کو تیرا بندہ بناتی ہے، اور ہوائے نفس تجھ کو بندہ روزگار بناتی ہے +

کسی نے پوچھا فلاں شخص کی موت کا باعث کیا ہوا۔ حکیم نے کہا اس کی زندگی +

جو شخص کہ خوبصورت گھوڑے اور قیمتی لباس سے فضیلت حاصل کرنی چاہتا ہے تو وہ جاہل ہے۔ کیونکہ گھوڑے کی فضیلت دوسرے گھوڑوں پر اور لباس کی فضیلت دوسرے لباسوں پر ہوگی نہ خود اُس کی

کسی نے پوچھا۔ تو نے اتنا علم کس طرح حاصل کیا؟ کہا کہ رات کو جب لوگ مصروفِ مے نوشی ہوتے تھے، میں روغنِ زیتون کے ساتھ اپنا خون بھی جلاتا تھا +

افراطِ نصیحت بھی موجبِ تہمت ہے +

کسی نے پوچھا کہ انسان حالتِ پیری میں کیوں زیادہ حریص ہو جاتا ہے۔ کہا اس لیے کہ مر جانا اور دشمنوں کے واسطے چھوڑ جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ حالتِ حیات میں دوستوں کا محتاج ہونا +

جس شخص میں غور و فکر کرنے کی عادت ہے وہ اپنی روح سے دو بدو کلام کرتا ہے +

دنیا کو چوروں کی کمین گاہ تصور کر کے ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے +

ایک شخص نے اس سے کہا کہ آج فلاں آدمی تیری بہت تعریف کرتا تھا حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچے کر لیا اور نہایت اندیشے میں گیا۔ تب اُس نے کہا۔ اے حکیم! تجھے کیا اندیشہ پڑا؟ میں نے تو کچھ بُری بات نہیں کی۔ جواب دیا۔ تیری بات کی مجھے کچھ فکر نہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بیوقوفی ہوئی جو اس جاہل کے پسند آئی۔ کیونکہ جب تک نادانی نہ ہو، نادان پسند نہیں کرتا +

حالت نزع میں اس کے دنیا میں زندگی گزارنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ جواب دیا کہ بحالت اضطرار شکم مادر سے باہر آیا۔ تحیّر میں زندگی بسر کی اور اب بہ جبر و اکراہ اس سے باہر جاتا ہوں۔ اور اس قدر معلوم ہوا کہ کچھ معلوم نہ ہوا +

زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو، شائستہ نہیں کہی جا سکتی +

یاد رکھ کہ خدائے کریم کے سارے عطیتوں میں سے حکمت سب سے بڑھ کر ہے اور حکیم وہ شخص ہے کہ جس کے قول اور فعل دونوں یکساں ہوں +

نصائح ارسطاطالیس (ارسطو)

دنیا ایک خس پوش کنواں ہے۔ عقلمندوں کو ہوشیاری کے ساتھ قدم رکھنا چاہیے +

مرگ ایک چیتا ہے کمین گاہ میں کہ جس کے پنجے سے رہائی نہیں ہو سکتی +

حرص کو دل میں جگہ نہ دے کہ تیری قوت دوسروں سے زیادہ نہیں ہے +

اپنے اعضاء کو محنت و مشقت کا عادی بنا۔ ہر چند کہ خدمتگار و پرستندگان موجود ہوں۔ اتفاق آ پڑے کہ وہ نہ رہیں، اُس وقت تو بے دست و پا رہ جائے گا اور ایسا ہو جانا آئینِ زمانہ سے کچھ بعید نہیں ہے + ہ

دوشس میکائیل را دیدم بدستش دفترے نام شخصے می نوشت و نام شخصے می سترد
چوں نظر کردم بہ دفتر بادشاہے می گذشت پادشاہی را بہ فرزندِ گدائے می سپرد

(ترجمہ) میں نے کل میکائیل کو ایک دفتر ہاتھ میں لیے دیکھا کہ ایک شخص کا نام کاٹ رہا تھا اور دوسرے شخص کا نام لکھ رہا تھا۔ جب میں نے دفتر پر نظر کی تو ایک بادشاہ گذر رہا تھا اور اس کی بادشاہی ایک فقیر زادہ کے نام پر لکھی جا رہی تھی +

لوگوں نے اس حکیم سے کہا بعض شخص تم کو برا کہتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ اُن کو اور زیادہ برا کہنے دو۔ وہ مجھ پر تازیانہ زنی کرتے ہیں جہاں میں نہیں ہوتا +

زیادہ گفتگو کرنا ہر چند کہ اچھی باتیں ہوں دلیلِ دیوانگی ہے +

ظالموں اور ستمگاروں کے ساتھ تعلقات مت رکھ کہ بروز جزا اُن کی بازپرس تجھ پر عائد ہوگی +

جملہ امور میں آہستگی پسندیدہ ہے سوائے اِن کاموں کے جو غم سے نجات بخشیں +

کارہائے گزشتہ پر افسوس مت کر افسوس ہوگا کہ افسوس بے فائدہ کے لیے وقتِ گرامی کو ضائع کیا جائے +

اگر کوئی مشکل در پیش ہو تو دانایان مشکل کشا کی رائے سے امداد طلب کر +
صرف تعلیم سے شرافت انسانی کا حاصل کرنا ایسا ہی مہمل خیال ہے۔ جیسا کہ علم کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا +
ذہنی تکمیل معلومات و خیالات سے نہیں ہوتی بلکہ ان معلومات کے حاصل کرنے میں جو کوششیں کی جاتی ہیں اُس سے ہوتی ہے +
جو چیز ہماری عادت سے دُور ہے وہ عقل سے بھی دُور ہے +
جب کسی کے طالع یاور دیکھے، اس کے ساتھ جنگ کو خلافِ مصلحت جان +
ناامید نہ ہو کہ اس کا نتیجہ کم عمری ہے +
کوئی سفارش نامہ حُسن سے زیادہ انسان کے واسطے نہیں ہے +
اگر کوئی تیرے حق میں بدی کرے اور تو کسی کے حق میں نیکی کرے، دونوں کو فراموش کر +
ایسے شخص کی صحبت کے لیے رغبت ظاہر کرنا جو کہ تجھ سے پہلوتہی کرے ذلتِ نفس کا موجب ہے اور ایسے شخص کی صحبت سے پہلوتہی کرنا جو کہ تیری صحبت کی طرف مائل ہو قصورِ ہمت ہے +
مُلک و دولت کو حکامِ بدطینت کی ذات سے زیادہ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی +
جو شخص تحصیل علم کی مشکلات کا تحمل نہیں ہو سکتا اسے جہل کی تلخیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں +
ہر ایک نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوستی جتنی پرانی ہو اُتنی ہی عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے +
وہ غنا حاصل کرنا چاہیے جو فنا نہ ہو۔ وہ زندگی جس کو تغیر نہ ہو۔ وہ مُلک جو بے زوال ہو۔ وہ بقا جس میں اضمحلال نہ ہو +
کسی کے عیب مت تلاش کر تا کہ دوسرا تیرے عیبوں کی جستجو نہ کرے +
رشک سے انسان کو بچنا چاہیے۔ مگر جس رشک سے اصلاح کی اُمید ہو اُسے بالضرور اختیار کرنا چاہیے +
شر کو شر سے دفع کرنا اگرچہ اچھی بات ہے۔ مگر شر کو خیر سے دفع کرنا نسبتاً احسن ہے +
جو بات معلوم نہ ہو اس کے اظہار میں شرم نہ چاہیے +
انسان کے اسبابِ ظاہری میں عزت کا مرتبہ سب سے اوّل ہے +
صاحب اقبال اوپر چڑھتا ہے۔ اس لیے اس کی حرکت رفتار تیز نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے صاحب ادبار جو کہ مائل بہ پستی ہوتا ہے اس لیے اس کی رفتار تیز ہوتی ہے جیسے پتھر جو اوپر کی طرف سے نیچے آرہا ہو +
جواب دینے میں جلدی نہ کر، تا کہ بعد میں خفت و شرمندگی نہ ہو +
بخیل خواہ دولتمند ہو مگر اُسے ذلت حاصل ہو گی۔ سخی خواہ مفلس ہو مگر لوگ اس کی عزت ہی کریں گے +
یہ بھی سخاوت و کرم میں داخل ہے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے، اور اُن کے عیبوں کے معلوم کرنے کی خواہش نہ کی جائے +

خاموشی سب سے زیادہ آسان کام اور سب سے زیادہ نفع بخش عادت ہے ÷
سخاوت اس کو کہتے ہیں کہ حاجتمندوں کو اُن کی ضرورت کے موافق دیں۔ اس سے بڑھ کر افراط کی حد تک پہنچنا سخاوت نہیں بلکہ اسراف میں داخل ہے ÷
خود باعمل ہونا چاہیے کیونکہ بغیر عمل کے دوسروں پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا ÷
حسنِ اخلاق سے زندگی راحت اور آرام سے بسر ہوتی ہے۔ اس کو سب شعار زیرِ قدم رکھنا چاہیے ÷
ایک اجنبی نووارد شخص اس حکیم کی مجلس میں بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ حکیم نے اس سے کہا تو میرے ساتھ کچھ گفتگو کر۔ تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ کیونکہ کسی شخص کی گفتار ہی اس کی شناخت کرانے اور اس کے حسنِ اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے ÷
صورت بغیر سیرت کے ایک پھول ہے جس میں کانٹے زیادہ ہوں اور خوشبو بالکل نہ ہو ÷
زندگی کی سب سے بڑی فتح نفس پر فتح پانا ہے۔ اگر نفس نے دل پر فتح پائی تو سمجھو کہ وہ دل مُردہ ہے ÷
عادت طبیعت کو بھی ضعیف کر دیتی ہے اور اس کے خلاف کام کرواتی ہے ÷
ایک روز اس حکیم نے ایک شخص کو دیکھ کر کہا۔ جس کے ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹے ہوئے تھے۔ کہ اگر انسان زینتِ ادب سے آراستہ ہو تو ویسی بدحرکات کا اقدام ہرگز نہ کرے جن کا نتیجہ ایسی خوفناک صورت میں انسان کو برداشت کرنا پڑے ؎

چہ آری زنیک وبد ایں جا بجا بداز خویشتن بیں و نیک از خدا

مختلف ممالک کے شہزادگان اس حکیم کے زیرِ تعلیم تھے۔ ایک روز ایک شہزادے سے اس نے سوال کیا کہ اگر بادشاہی تم کو پہنچے تو میری خدمات تعلیمی کا صلہ تم کس صورت سے ادا کرو گے؟ شہزادے نے جواب دیا کہ میں تمام تر مہمات سلطنت میں تیرے مشورے کو مقدم رکھوں گا اور آپ کی رائے سے سرمو انحراف نہ کروں گا۔ یہی سوال دوسرے شہزادے سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو اپنا برابر کا شریکِ سلطنت رکھوں گا۔ جب سکندر کی نوبت آئی تو اس نے عرض کیا۔ "اے استادِ محترم! مجھ سے اس بارہ میں کچھ نہ پوچھا جائے۔ کیونکہ اس کا فاعلِ حقیقی میں خود نہیں بلکہ خدائے برتر ہوگا۔" ارسطو اس جواب سے نہایت خوش ہوا اور کہا "تیری اس دانائی کا جواب سب پر سبقت لے گیا ہے۔ اور مجھے اس سے تیرے فاتحِ عالم ہونے کی بُو آتی ہے" ÷

نصائح حکیم بقراط

جو شخص کہ سلاطین و اُمراء کی خدمت و قربت اختیار کرے اُسے چاہیئے کہ اُن کی طرف سے جو ذلت واہانت
اس کو حاصل ہو اُس پر فریاد نہ کرے کیونکہ غوطہ زن کو آب شور کے چکھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے +
جو کوئی شخص حسد کو دوست رکھتا ہے۔ اُس کا نفس دائم قائم نہیں رہتا اور اُس کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے +
فرمایا کہ میری فضیلت کا حاصل یہی ہے کہ میں نے اپنے جہل سے اطلاع پائی +
دُنیا کو سرائے مہمان اور قضا کو میزبان شمار کرو۔ اگر کھانے کو کچھ دیا جائے کھاؤ۔ اگر واپس لیا جائے، طلب نہ کرو +
رحمدل انسان جب مصیبت زدگان کی مصیبت کو دور نہیں کر سکتا تو اس کا حال مصیبت زدوں سے بدتر ہو جاتا ہے
عورتوں کے کہنے پر کبھی عمل نہ کر، تمام آفات زمانہ سے محفوظ رہے گا +
ہر بدن کا معالجہ پانچ طریقوں پر ہے۔ فاسد مادہ جو کہ سر میں ہے غرغرہ ہے۔ جو کچھ کہ معدہ میں ہے
قے ہے اور جو کچھ کہ معدے میں ہے اسہال ہے۔ جو کچھ جلد میں ہے عرق یعنی پسینہ ہے۔ اور جو
کچھ عروق میں ہے فصد ہے لیکن دل پر جو میل جم چکی ہو اُس کا زائل کرنا دشوار ہے +
چھ چیزیں آنکھوں کے نور کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ زیادہ گرم طعام کھانا۔ گرم پانی سر پر ڈالنا۔
چشمۂ آفتاب کی طرف دیکھنا۔ دشمن کا منہ دیکھنا۔ کثرتِ گریہ اور استعمالِ منشیات +
کسی نے کہا کہ وہ شخص آرہا ہے جو تم کو گالیاں دیتا ہے۔ فرمایا اگر اس میں اس کا کچھ فائدہ ہو تو منع نہ کرنا چاہیئے +
زمین و آسمان کے درمیان فاصلے میں اتنے گز نہیں جتنے انسانوں کے طبائع اور ذہنوں کے مختلف درجے ہیں
بیوقوف جس کی کہ اپنے عیب پر نظر نہیں پڑتی، وہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا +
خلق خدا کے معاملے کو از روئے حق و حساب فیصلہ کر تاکہ دوست زیادہ ہوں اور شرِ دشمناں سے محفوظ رہے +
جھوٹ تمام گناہوں کی ماں اور سچ سب بُرائیوں کا علاج ہے +
کسی کو ایسے فعل سے جو خود تیری ذات میں ہو منع نہ کر جب تک کہ تو خود اس کو ترک نہ کرے +
دوستوں کے ساتھ اس قدر اخلاص رکھنا چاہیئے، جو تھوڑے سے تغیر پر زوال پذیر نہ ہو +
انسان کی تمام خوشیوں میں وہ خوشیاں سب سے بدتر اور نفرت کے قابل ہیں، جو اوروں کی بدبختی پر
موقوف ہوں + دُنیاوی عروج و تنزل کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں +
جس شخص کو عبرت حاصل کرنے کا شوق ہو اُس کے لیے ہر ایک نئی چیز موجب عبرت ہے +
آنکھیں تین قسم کی ہوتی ہیں: جسمانی آنکھ جو انسان و حیوان دونوں کو حاصل ہے۔ اس کا فعل ہر شے
دیکھنا ہے۔ عقلی آنکھ بصیرت کہلاتی ہے، جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایمانی آنکھ خدا

وہ پرستوں کی ملکیت ہے جو دُنیا کے علاوہ عالمِ بالا کا بھی نظارہ کرتی ہے +
مفلس کو تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہے، آسُودہ حال کو بہت کی، اور طامع کو کل چیزوں کی +
پُوچھا گیا کہ جوانوں کو کیا سیکھنا چاہیے؟ فرمایا ہر وقت وہ بات کہ جس کے نہ جاننے سے شرمندگی حاصل ہو +
انسان کو لازم ہے کہ وہ اپنے دِل کو ایسا سخت پتھر بنائے جس پر رنج و اندوہ کی جونک نہ لگ سکے +
قدرت نے دماغ کو دل سے اونچی جگہ دی ہے اس لیے جذبات کو ہر حالت میں تمیز کے تابع رکھنا لابدی ہے +
جب تمہیں وراثت میں مفلسی و تنگ دستی ملیں تو نیکی اور شرافت کو اپنا سرمایہ بنالو +

نصائح دیو جانس کلبی

جب تو دیکھے کہ کوئی کتا اپنے مالک کو چھوڑ کر تیرے پیچھے چلا آرہا ہے تو بھاری پتھروں کے ساتھ اس کو اپنے پیچھے سے لوٹا دے کہ کسی روز تجھ کو بھی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے روانہ ہوجائے گا +
ایک جوان سے کہ جس کا چہرہ پیرایۂ جمال سے مزین تھا، لیکن نفس حلیۂ ادب سے خالی۔ مخاطب ہو کر کہا: "اے پسر! تو نے فضائلِ نفس کو محاسنِ چہرہ بنالیا ہے" +
اس سے پوچھا گیا کہ کھانے پینے کے لیے کونسا وقت بہتر ہے؟ فرمایا: "جن لوگوں کو کہ دسترس اور اسباب مہیا ہیں، اُن کو جب بھوک لگے۔ اور جن لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہیں اُن کو جس وقت مل جائے" + انسان کی احتیاج اُس کی عقل سے بہت زیادہ ہے +
سوال کیا گیا کہ دوست کیا چیز ہیں؟ جواب دیا کہ "ایک نفس اجسامِ متفرقہ میں" +
پُوچھا گیا کہ تجھ کو کلبی کیوں کہا جاتا ہے؟ (یعنی کُتّوں والا) کہا: "اس لیے کہ کلمۂ حق کو سختی کے ساتھ اہلِ باطل کے مُنہ پر کہتا ہوں اور جاہلوں پر آوازے کستا ہوں +
اس کے محبوں نے کہا: "کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر تیری آسائش کے واسطے مکان بھی ہوتا۔ فرمایا: "میری آسائش اسی میں ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے" +
دو شخصوں کو دیکھا، جو عرصۂ دراز سے باہم یکجا رہتے تھے۔ اور محبت ان ہر دو کے درمیان پُورے طور پر مستحکم ہوگئی تھی۔ آپ نے ان سے حالات و تعلقات دریافت کیے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم دوست ہیں۔ فرمایا۔ سچ سچ کہو۔ کیونکہ تم میں سے ایک تونگر ہے اور ایک مُفلس +
ایک روز جنگل میں اُسے ایک رہزن ملا۔ اُس نے کہا جو مال تیرے پاس ہے دے دے۔ حکیم نے کہا مال تو میرے پاس بہت ہے لیکن میں دے نہیں سکتا۔ رہزن نے اُس کی جامہ تلاشی لی تو

کچھ نہ نکلا اور پوچھا کہ وہ مال کہاں ہے؟ اُس نے اپنا سینہ کھول کر دکھایا کہ اس میں وہ بیش قیمت خزانہ ہے کہ رہزنوں اور چوروں کو اس پر امکانِ دسترس نہیں ہے +

پوچھا گیا کہ دائیں ہاتھ میں انگشتری کیوں پہنی ہے؟ کہا اس لیے کہ فضول آدمیوں کی شناخت کر سکوں +

یہ حکیم کتّوں کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو کلبی کہتے ہیں۔ اس کا خطاب ٹب فلاسفر تھا۔ اُس نے جنگل میں کسی کا پھینکا ہوا ایک ٹب رکھ لیا تھا۔ رات کو اُسی کے نیچے سو رہتا۔ صرف یہی اُس کی جائداد تھی +

ایک روز سکندر اپنے وزیر کے ہمراہ اس حکیم کی ملاقات کو آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سکندر کا خیال تھا کہ حکیم اُس کی تعظیم کو اُٹھے گا۔ مگر اُس نے مطلق پروا نہ کی۔ یہ حالت دیکھ کر وزیر نے کہا۔ "جناب سکندر اعظم فاتح دُنیا مالکِ جہان آپ سے ملنے آیا ہے۔" حکیم نے سر اُونچا کیا اور مُسکرا کر کہا۔ "جس سکندر کو دُنیا کی ہوس جابجا بھگاتے پھرتی ہے۔ کیا وہ بادشاہ ہے؟ وہ دُنیا کا غلام ہے۔ اس کے دِلی جذبات اختیار میں نہیں ہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں، اُسے لے جاتے ہیں اور طرح طرح کے ناچ نچاتے ہیں۔ اُس کے دل کو اُلٹ کر دیکھو، اُس میں غلامی کے زبردست نشانات ملیں گے۔ بادشاہ میں ہوں جو اپنے دل کو اختیار میں رکھتا ہوں" +

سکندر اس بے پروا حکیم کی حالت دیکھ کر متعجب ہوا۔ وزیر نے کہا۔ سکندر بہت کچھ مال و اسباب لایا ہے آپ قبول کیجیے۔ اُس نے کہا کہ "میرے پاس سب کچھ ہے۔ مجھ کو کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔" آخر سکندر نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔ "مجھ سے کچھ تو خدمت ضرور لیجیے۔" حکیم نے ہنس کر کہا۔ "تو میری دُھوپ روکے کھڑا ہے اس کو چھوڑ دے۔ یہی تیری خدمت ہے۔" سکندر نے پوچھا۔ ثواب کس طرح سے حاصل ہوتا ہے؟ اُس نے کہا۔ "افعالِ خیر سے۔ کہ تجھ کو اس کی اس قدر قدرت ہے جو رعیت سے تمام عمر میں ناممکن ہے" +

لوگوں نے اس سے ترکِ تزویج یعنی شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ کہا "مَیں حدّتِ شہوت کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا آسان تر خیال کرتا ہوں بجائے مشقتِ عیال کے +

ایک روز ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا۔ "اے مردماں!" انبوہِ خلقت بنا بر اعتقاد خوش اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اُس نے کہا۔ "مَیں نے مَردوں کو بُلایا تھا مُردوں کو نہیں" +

ایک روز سکندر کے پاس آیا۔ ایک شاعر کو دیکھا کہ اُس کی خدمت میں کھڑا قصیدۂ مدح پڑھ رہا ہے۔ حکیم نے روٹی کا ایک رُوکھا ٹکڑا اپنی جیب میں سے نکالا اور بے پروا ہو کر کھانے لگ گیا۔ درباریوں نے کہا کہ تم نے مدحِ بادشاہ سُننے کی بجائے کھانے کو کیوں ترجیح دی؟ کہا کہ بوقتِ اشتہا خشک روٹی کھانا کذبِ بے حاصل سُننے سے بہتر ہے + واضح ہے کہ یہ کوئی دوسرا سکندر ہے

لوگوں نے اُس سے دریافت کیا کہ تُو سب کو کیوں دُشمن رکھتا ہے؟ کہا کہ امراء کو اُن کی سیرت نامحمود کے باعث اور اخیار کو اس لیے کہ وہ اشرار کی اصلاح یا اُن کو اپنی دیار سے دفع کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے +

لوگوں نے پُوچھا کہ تُو بذاتِ خود دُشمنانِ دین کے مقابلے میں جنگ کیوں نہیں کرتا۔ کہا کہ سب سے قریبی دُشمن میرے جسم میں موجود ہے۔ جب تک اس کو مغلوب نہ کروں۔ دوسری جنگ میں کس طرح شریک ہو سکتا ہوں +

نصائحِ رفاعیہ

ہمارا طریق ہے نہ مانگیں نہ پھیر دیں اور نہ جمع کر رکھیں +

دعویٰ تکبّر کا نتیجہ ہے دل اُس کی برداشت نہیں کر سکتا اور اُسے زبان کی طرف پھینک دیتا ہے۔ احمق زبان اسے کہہ بیٹھتی ہے +

تھوڑا ادب اچھا ہے۔ اس علم و عمل سے جس کے ساتھ ادب نہ ہو +

تیرا بھائی وہ ہے کہ تیرا نفس اس پر بھروسہ کرے اور تیرے دل کو اس سے آرام ہو۔ اور تجھ کو خدا سے باز نہ رکھے +

اللہ کے ساتھ بصورتِ موافقت، خلق کے ساتھ بہ خیر خواہی نیکو نفس کے ساتھ بہ سر بند خاش ہ

اُمید کا کوتاہ کرنا زہد ہے نہ کہ کملی پہننا اور کھانا +

جس نے صبر کی زرہ پہنی وہ شتاب کاری کے تیروں سے بچ گیا +

اعمال کے محرابوں کی مرمت خیال کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکتی +

بندۂ زر نہ خدا کا بندہ ہو سکتا ہے نہ خلقِ خدا کا دوست +

مروّت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالے +

خوش خلقی فائدہ مند تجارت ہے۔ قناعت خزانہ ہے۔ دُنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو ہے توکل پناہ اور عقل کشتیٔ نجات ہے +

عذاب کی تلخی گناہ کی شیرینی کو بھلا دیتی ہے +

جو زیادہ گو ہوتا ہے وہ غصہ ور ہوتا ہے۔ اور جو غصہ ور ہوتا ہے وہ کم لحاظ ہوتا ہے۔ اور جو کم لحاظ ہے وہ پرہیزگار کم ہوتا ہے۔ اور جو پرہیزگار نہیں ہوتا اُس کا دل مُردہ ہوتا ہے +

جب آدمی اپنے علم و اخلاق کو اچھی طرح جان لیتا ہے - اس کو جاہلوں کی ملامت سے کوئی رنج یا کسی طرح کا افسوس نہیں ہوتا +

ایک عالم کی موت جو اللہ کے حرام و حلال کو جانتا ہو ہزار عابد قائم اللیل و صائم النھار کی موت سے زیادہ افسوسناک ہے۔ مَوت العالِم مَوت العالَم +

جس عہدہ اور خدمت کی قابلیت موجود نہ ہو اُسے منظور نہ کرنا چاہیے +

بدوں کے ساتھ جس قدر نیکی کی جائے گی اُسی قدر اُن کا فتنہ و شر زیادہ ہو گا۔ اور ان پر جتنا احسان کیا جائے گا۔ اتنا ہی وہ بُرائی کرنے پر آمادہ ہوں گے ؎

ترحم بر پلنگِ تیز دنداں ستمگاری بود بر گوسفنداں

جس شخص کو علم نے معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اُس سے زیادہ بدبخت اور زیاں کار کوئی نہ ہو گا +

اگر علماء خدا کے دوست نہیں تو عالم بھر میں کوئی خدا کا دوست نہیں +

دَولت شریف نہیں بنا سکتی اور اسی طرح افلاس کمینہ نہیں بنا سکتا +

اگر دولت قارون ہو اور نیک کاموں میں صرف نہ کی جائے تو کنکر اور پتھر سے بھی کم ہے +

کمینوں کا احسان لینا اپنے کو ہر وقت اور ہمیشہ کے لیے ہدفِ تیرِ ملامت بنانا ہے +

جو شخص تنہائی پسند ہوتا ہے اُسے دُنیا کے دوسرے غیر متعلق اور غیر ضروری تردّدات و تفکرات سے کوئی واسطہ نہیں رہتا ؎

عُزلت گزیں کہ آب بایں سہل قیمتے در دامن صدف چو کشد پا گُہر شود

عُلماء کی صحبت اور کتبِ حکمت کے مطالعے سے مسرت بخش زندگی حاصل ہو سکتی ہے +

عالم و عابد دونوں بزرگ ہیں لیکن عالم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اور برخلاف اس کے عابد کو اپنی ہی کامیابی کی دھن لگی رہتی ہے +

جو کلمہ نہیں کہا گیا وہ تمھارا غلام ہے لیکن جو کہا جا چکا ہے وہ آقا ہے +

جب آدمی اکیلا ہو تو اپنے خیالات کو قابو میں رکھے اور مجلس میں اپنی زبان کو +

دَولت و نعمت کے زوال کے لیے ظلم سے زیادہ کوئی چیز محرک نہیں +

آدمی چاہتا ہے کہ اپنے نقصان میں دُوسرے کو بھی شریک کر لے مگر یہ نہیں پسند کرتا کہ اس کے نفع میں غیر شامل ہو جائے +

اکثر مصائب و تکالیف جو دولتمندوں کو اُٹھانا پڑتی ہیں۔ اُن سے غریب لوگ محفوظ رہتے ہیں +

انصاف راحت ہے، صحت بقناعت، کاہلی اضاعت، راستی امانت اور دروغگوئی خیانت ہے +

دُنیا میں چار چیزیں وبالِ جان ہیں: کثرتِ عیال، کمیِ مال، ہمسایۂ بد اور زنِ خائنہ +

علم جان ہے عمل تن ہے۔ علم اصل ہے عمل فرع ہے۔ علم باپ ہے اور عمل اُس کا بیٹا ؛
تین کام فاضل ترین ہیں: فاسق و فاجر کو راہِ راست پر لانا۔ تعلیم و تربیت سے جاہل کو عالم بنانا۔ دشمن کو دوست بنانا ؛
انسان کا سب سے بڑا دشمن فعلِ بد ہے اور سب سے بڑا خیر خواہ کارِ نیک ہے ؛

نصائحِ دل پذیر

جو شخص علمی مذاق نہ رکھتا ہو، اُس کے سامنے علمی باتیں کرنا اسے اذیّت پہنچانا ہے ؛
کہیں صرف سوراخ پیٹنے پر سانپ مر سکتا ہے؟ کہیں صرف جسمانی تکلیف سہنے پر نجات مل سکتی ہے ؛
بہادر کا امتحان میدانِ جنگ میں، دوست کا امتحان مصیبت کے وقت اور عقلمند کا امتحان غیظ و غضب کی حالت میں ہوتا ہے ؛
ایک کڑی کے ٹوٹ جانے سے تمام زنجیر ناکارہ ہو جاتی ہے ؛
خاندانی تعلقات کس کام کے! انسان تنہا پیدا ہوتا اور تنہا مرتا ہے۔ مصیبت میں کوئی کسی کے کام نہیں آتا ؛
اخلاص اس کو کہتے ہیں کہ نیک اعمال کے عوض دُنیا و دین دونوں سے کچھ نہ چاہے ؛
دسترخوان کے دوست بدلنے کے لائق ہیں ؎

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

جو کبھی سوچنا ختم نہیں کرتا۔ کبھی کام شروع نہیں کرتا ؛
بزرگی کی نشانیاں تین ہیں: اوّل دوسرے لوگ اُسے بزرگ سمجھیں۔ دوم وہ خود اپنے تئیں بزرگ نہ جانے۔ سوم جب مصیبتوں میں گھر جائے تو سچائی کو نہ چھوڑے ؛ (زرتشت)
دشمن سے ایک بار تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈر۔ کیونکہ دوست اگر دشمن ہو جائے تو اسے گزند پہنچانے کے ہزاروں طریقے معلوم ہیں ؛ (ابنِ معروف نام)
کم گو، کم خور اور کم آزار ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے ؛ (حکیم بزرجمہر)
دُوسروں کی محنت و مشقت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے تاکہ تمھاری سعی و کوشش بھی ضائع نہ جائے ؛
دلی قویٰ کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے ؛ (سر سیّد مغفور)
خوبصورت و بدصورت سب مخلوقِ خدا ہیں۔ سب کا باوا آدم ایک ہے اور سب کی اصل خاک ہے

پھر بد صورتوں سے نفرت کرنا انسانیت سے بعید ہے ÷ ٥

جس گلستاں کے ہو گل تم ۔ خار اُس بوستاں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم ۔ تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں

اسلام اگر تصویر کشی کو جائز رکھتا تو بت پرستی اپنی اصلی صورت پر قائم رہتی ÷
خواہ کوئی عمدہ خیال عملی صورت میں نہ آئے تاہم اُس کی تائید سے باز نہ رہنا چاہیے ÷
ایک اچھا قانون دان ایک بُرا ہمسایہ ہے ÷ غمگین خشمگین ہوتا ہے ÷
ہمارا امیر و غریب ہونا ہماری رُوح پر منحصر ہے ÷
وقت کا غلام بن جانا بہترین دانائی ہے ÷
علم کا دُشمن تکبر، عقل کا دُشمن غصّہ صبر کا دُشمن لالچ اور راستی کی دُشمن دروغگوئی ہے ÷
دولت بمقابلہ عزت، شوکت بمقابلہ حکمت اور سلطنت بمقابلہ عبادت، صورت بمقابلہ سیرت اور شجاعت بمقابلہ سخاوت ہیچ ہے ÷
دل ایک بچہ ہے جو دیکھتا ہے وہی مانگتا ہے ÷ گھر بھر میں ایک ہی بیوقوف کافی ہے ÷
بعض اوقات دولتمندی سے بھی بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو مفلسی کے نقصانات سے بدرجہا بدتر ہوتی ہیں ÷
جب تم سندان ہو تو صبر کرو ۔ جب ہتھوڑا ہو تو خوب کوٹو ÷
دُنیا میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو باقی اور باقی سب کو فانی سمجھتا ہے ۔ اے خدا ہم تیرے مرنے کو اور بہتیرے ÷
ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے ÷
انسان اپنے بُرے فعل کرنے کا ایک نہ ایک بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے ÷
ایک روز ایک نعمت دوسرے روز ایک دوائی ÷
انسان اپنی مصیبت کو اس وقت بہت آسانی سے سہتا ہے جب وہ اپنے دُشمنوں کو اپنے سے بدتر حالت میں پاتا ہے ÷
کسی بے گناہ شخص کو دلآزار کلمات کہہ کر اُس کی ایذا رسانی کے بعد پھر یہ کہہ دینا کہ "میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر زخمی کر دینے کے بعد یہ کہہ دے کہ میں اپنا پتھر واپس لیتا ہوں یا معافی چاہتا ہوں" ÷
اگر گائے کھیت میں چرتی ہے تو کیا ۔ بچھڑا کنارے پر چرے گا ؟
تمہارا دشمن خواہ تجھ سے بھی چھوٹا ہو مگر اُسے ہاتھی سے بھی بڑا سمجھو ÷

مصیبتوں کے درمیان رہ کر اگر انسان ان کو سہنا اور صبر کرنا نہ سیکھے تو گویا اُس نے صحبت کا حق ادا نہ کیا +

یہ خیال غلط ہے کہ خدا امتحان کے لیے نیک لوگوں کو مصائب و ابتلا میں ڈالتا ہے۔ بھلا اِس عالم الغیب فاعل حقیقی خدائے برتر کو امتحان کی کیا ضرورت ؟

اُس چیز کے لیے طلب دُعا بے سُود ہے۔ جس کے حصول کے لیے تم خود دل وجان سے ساعی نہیں +

ماضی کی حسرتیں کیا کم ہیں جو حال و مستقبل کے متعلق آرزوئیں وابستہ کر کے انھیں بھی مایوسیوں میں تبدیل کرتے ہو +

جو شخص کسی عورت سے اُس کی خوبصورتی کے لیے شادی کرتا ہے، وہ احمق ہے۔ جو پیسے کے لیے کرتا ہے، وہ لالچی ہے۔ اور جو کوئی اُس کے حُسن سیرت کی وجہ سے کرتا ہے، وہی حقیقی شوہر ہے +

دولت پر علم کو ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ علم سے دولت حاصل ہو سکتی ہے، مگر دولت سے علم حاصل نہیں ہو سکتا +

مرد صرف نصف مرد ہے جب تک اِس کی بیوی نہ ہو اور وہ گھر سنسان یا شمشان ہے جس میں بچے نہ ہوں +

نوجوانی کی بیوقوفیاں بڑھاپے میں توبہ کے لیے خوراک ہوتی ہیں +

عقلمند کے سامنے زبان کو، حاکم کے سامنے آنکھ کو اور بزرگوں کے سامنے دل کو قابو میں رکھنا چاہیے +

ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے +

انسان بحالت موافقت کہتا ہے۔ جو کچھ ہیں ہم ہیں۔ اور بوقت مصیبت جو کچھ ہے سو خدا ہے +

کسی شخص نے اپنے نام کی مناسبت سے مکان کے دروازے پر "حیات منزل" کندہ کرایا تھا۔ ایک صاحبدل نے دیکھ کر کہا کہ ازروئے حقیقت "فنا منزل" لکھنا مناسب تھا۔ کیونکہ ؎

ہے یہ سرائے فانی: نہیں "منزل حیات" جس میں قیام مثل مسافر ہو ایک رات

خواہشات رفتہ رفتہ ضروریات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں +

حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کبھی کھانا نہ کھاتے تھے۔ ایک روز ایک گبر مہمان نے بسم اللہ نہ پڑھا، تو آپ اس پر ناراض ہوئے۔ ندا آئی کہ "اے ابراہیم! ہم اس قدر عرصہ سے اِس بے شمار مخلوق کو بلا امتیازِ مومن و کافر ہر ایک نیک و بد کو رزق پہنچاتے ہیں۔ تم ایک وقت میں ایک آدمی کو کھانا کھلانے پر ناراض ہوتے ہو" +

گر روزی بمذہب بر فزودے ز کافر تنگ تر روزی بودے

بہ کافر اینچناں روزی رساند کہ مومن اندر آں حیراں بماند

دُنیا اگر تیرے ہاتھ نہیں آ سکتی تو خدا کو تو ہاتھ سے مت کھو +

اگر دنیا میں عورت نہ ہوتی تو مرد ریاضت کے بغیر ہی اولیا بن جاتا +

عورت کے دل پر بے زبان جواہرات مرد کی فصیح و بلیغ تقریروں سے بھی زیادہ اثر کر سکتے ہیں +
دُنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی کی سی ہے کہ جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے جس عضو کو لگ گیا اُس کے خیال میں ہاتھی کی وہی شکل ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص اپنے اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر اپنے تصور کی آنکھوں سے دُنیا کو مختلف طور پر دیکھتا اور خیالی گھوڑے کو بنوعِ دگر دوڑاتا ہے +

ہر کسے دارد دریں بازار سودائے دگر ۔ ہر یکے بندد بآئینِ دگر دستار را

میر مغفور نے اہلِ دُنیا کے متفرق المذاہب اور مختلف العقائد ہونے کے مفہوم کو اس مختصر سے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

یہ توہم کا کارخانہ ہے ۔ یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

دُنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں لیکن ان میں ذلتِ قرض سب سے سخت تر ہے + ؎

نشستہ بگوشہ از خوفِ قرض خواہ ۔ قہرِ خدا بصورتِ انساں ندیدہ

ایک ہندی مقولہ ہے :

جس نے نہ دیکھا ہو شیر وہ دیکھے بلاؤ ۔ جس نے نہ دیکھا ملک الموت وہ دیکھے قرضاؤ (قرضخواہ)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے پچاس سال میں پانچ ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور اُن میں سے صرف پانچ باتوں کو اپنے عمل کے لیے منتخب کیا :

(۱) اے نفس! خدا کے دیئے ہوئے پر راضی رہ ورنہ دوسرا مالک تلاش کر لے جو اس سے بھی زیادہ دے +
(۲) اے نفس! جن باتوں سے خدا نے منع کیا ہے اُن سے بچ ورنہ اُس کے ملک سے باہر چلا جا +
(۳) اے نفس! اگر تو گناہ کرنا چاہے تو کوئی ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا تجھے نہ دیکھے ورنہ گناہ مت کر +
(۴) اے نفس! تو اپنے خداوند کی عبادت کرتا رہ ورنہ اس کا دیا ہوا رزق مت کھا +
(۵) اے نفس! خلقِ خدا کے ساتھ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آ، ورنہ اپنی زبان بند رکھ اور کسی کے ساتھ تعلق نہ رکھ +

مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اگر دونوں پہیے ایک طرف لگا دیے جائیں تو گاڑی کا چلنا ناممکن ہے یعنی اگر عورتیں مردوں کے کام کرنے لگ جائیں تو انتظامِ خانہ داری میں خللِ عظیم واقع ہو +
جب مومن پر ہیبتِ الٰہی جم جاتی ہے تو اس کی عبادت و اطاعت کو دوام ہو جاتا ہے +
توریت کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہوا اللہ کے دیئے پر آرام پایا اُس نے دُنیا و آخرت میں +
زبور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے اُس نے نجات پائی دُنیا و آخرت میں +
انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے دبایا خواہشوں کو عزت پائی اُس نے دُنیا و آخرت میں +
قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیعِ خالق و شفیقِ مخلوق رہ کر نگاہ رکھا جس نے زبان کو وہ سلامت

رہا دنیا و آخرت میں +

خیرات دے جس کو چاہے کہ تو امیر ہے۔ اُس کا اور مانگ جس سے چاہے کہ تو اسیر ہے اُس کا۔ (علیؓ)

بدصورت عورت نے خوبصورت شوہر سے کہا کہ تم مجھ کو دیکھ کر صبر کرتے ہو اور میں تم کو دیکھ کر شکر کرتی ہوں۔ پس میں اور تم دونوں بہشتی ہیں +

اگر نماز باجماعت کا حکم نہ ہوتا تو میں مرتے تک اپنے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلتا + (مسلم عابدؒ)

بیشک جو دنیا میں غنی ہیں وہ آخرت میں فقیر ہوں گے + (ادھمؒ)

ریاکاری درحقیقت کفر کی سخت قسموں سے ہے + (شاہ عبدالعزیزؒ)

وہ لوگ بہت بری طرح سے منکر خدا ہیں جو ایک خدا کو مانتے ہوئے عارضی تفریق و ظاہری تفاوت اور مذہبی اختلافات میں مبتلا ہو کر ہم جنسوں سے لڑتے بھڑتے رہتے ہیں۔ بخلاف ان مخالف مزاج جانوروں کے جو محض ایک مالک کی ماتحتی میں آنے کی وجہ سے اپنے طبعی جذبات کو ترک کر دیتے ہیں ؎

حق ہے ہر جا جلوہ گر خواہ کفر یا اسلام ہے — اختلافاتِ مذاہب فتنۂ اوہام ہے
کاسۂ شیخ و برہمن ہے تعصب سے جدا — ورنہ میخانے میں یہاں اک ساقی ہے اک جام ہے

ہر شخص کی قطع و وضع، روش و خیال، اور صورت و سیرت مختلف ہے۔ لہٰذا اختلاف خیالات جبکہ بلحاظ تعلیم و تربیت اور صحبت و سرشت ہم میں طبعی و قدرتی ہے تو پھر ناحق کا بغض و عناد اور کینہ و دشمنی کس بات پر؟ ؎

صوفی کا مذہب مختصر سب سے کھرا سب سے جدا — ہم تم کے جھگڑے لغو ہیں یا کچھ نہیں یا سب خدا

؎ کفر است در طریقت ما کینہ داشتن — آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

تمہارا ہر ایک کام ایسی گہری توجہ اور محنت سے ہونا چاہیے کہ گویا تم نے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن عبادت کے وقت اس کو اپنی زندگی کا آخری دن سمجھنا زیبا ہے + (حضرت علیؓ)

ایمان کے بعد سب سے اچھی چیز نیک خلق، محبت کرنے والی اور صاحب اولاد عورت ہے ؎

زنِ نیک فرمانبر و پارسا — کند مردِ درویش را پادشاہ

کفر کے بعد سب سے بری چیز بد خلق اور زبان دراز عورت ہے ؎

زنِ بد در سرائے مردِ نکو — ہم دریں عالم است دوزخِ او

نہیں ہے کوئی شریف نہ عالم اور نہ کوئی صاحب فضل مگر یہ کہ اس میں ایک عیب ہوتا ہے +

تمام دنیا کی بادشاہت پیاسے کے ایک گھونٹ کی قیمت اور ایک قطرۂ پیشاب بند ہونے کی دوا نہیں ہو سکتی + (ہارون رشید)

تین دن سے زیادہ غصہ رکھنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی جب تک وہ صلح نہ کرلیں + (حدیث)

تیرے لیے اسباب جہنم تیرے ہی ہاتھ پاؤں آنکھ دل اور خصوصاً زبان ہے + (شاہ احمد شافی)
غمزدہ کے شریک رنج ہونا عین طاعت و عبادت ہے + (معین الدین)
ضد، ہٹ دھرمی اور ایذا رسانی کی عادت سخت مُضر ہے۔ خواہ وہ شاہ میں ہو یا اولیاء اللہ میں کیونکہ ایسے اشخاص اڑیل ٹٹو کی مانند اپنا سفر دراز کرتے ہیں +
بیماری جسم کے اندر سے نمودار ہو کر جسم ہی کو گلا دیتی ہے۔ اور دوا باہر سے آکر اس کو شفا دیتی ہے۔ پس بدخواہ یگانہ سے خیرخواہ بیگانہ بہتر ہے +
ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ میں اگر رات غفلت میں گزارتا ہوں تو صبح کو میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل و سُست ہوتا ہے +
اس شخص سے زیادہ کوئی بدبخت نہیں جو بوقت مصیبت بھی رجوع الی اللہ نہ ہو +
خاصانِ خدا کے ہر سانس میں ذکرِ خدا ہے۔ دست بکار زبان بہ گفتار دل بہ یار +
ہم کو تقدیر سے کیا بحث وہ تو خدا کی لکھت ہے۔ اس کا واسطہ اُسی سے ہے۔ ہم کو تو چاہیے کہ کمر باندھیں، کوشش کریں، کام میں لگیں، قیل و قال اور چون و چرا نہ کریں اور اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللہِ پر عمل کریں + ؎ فرید اموت سے بھوک بُری رات کو کھائی دن کو پھر کھڑی
لوگوں کو سیاست کرنا سیاستِ دواب سے بھی دُشوار تر ہے + (امام شافعیؒ)
جب کسی سے مناظرہ کرتا ہوں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ حق کو اسی کے ہاتھ پر ظاہر کرے + (امام شافعیؒ)
علم کثرتِ روایت سے نہیں وہ تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے + (امام مالکؒ)
گناہ مکروہ رکھنا بہتر ہے، اُس بہت سی عبادت سے جس میں دل گناہ کی طرف رغبت رکھتا ہو + (وہبؒ)
ہزار دوست کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو + (امام شافعیؒ)
حضرت موسیٰؑ نے دُعا کی۔ یا خداوند تعالیٰ زبانِ خلق کو مجھ سے روک دے۔ فرمایا۔ اگر میں ایسا کرتا تو اپنے ہی لیے کرتا +
اگر گناہ میں بو ہوتی تو کوئی شخص میرے پاس نہ بیٹھ سکتا + (محمد بن سیرؒ)
یہ روشن ظلم ہے کہ تو اپنے بھائی کا شر بیان کرے اور غصہ کے وقت اس کی نیکی کو چھپالے +
فقیہ کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک سفیہ بھی ہو جو مفاہمت کرے + (محمد بن سیرؒ)
مال زمانہ گزشتہ میں مکروہ تھا۔ آج کے دن مومن کے لیے ڈھال ہے سوال ملوک و اغنیاء سے (سفیان ثوریؒ)
اس زمانہ میں گمنام امن میں نہیں رہ سکتا مشہور کا کیا ٹھکانا ہے (سفیان ثوریؒ)
مطالعہ کرنا کتبِ اخلاق و احوال اہلِ طریق کا ایک طرح کی صحبتِ معنوی اور بارادہ عملِ صالح ہے +
ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں اُس قدر کان سے نہیں سیکھتے۔ کتابِ قدرت ہر وقت ہر کسی کے

مُطالعہ کے لیے کھلی ہُوئی ہے۔ اِس کو غور سے پڑھو اور عبرت و تجربہ حاصل کرو ‌+ ؏
برخوانش سربسر کہ نہ حرفے ست سرسری

اَولاد کی تاخیرِ نکاح کے سبب جو گُناہ اُن سے سرزد ہوتا ہے، وہ ماں باپ کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے + (حدیث)

ایماندار تاجر عابد سے بہتر ہے۔ کیونکہ تجارت میں امانت سخت مشکل کام ہے + (امام شافعیؒ)

فرمایا رسُولِ خُداؐ نے مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ۔ جیساکہ عیسٰی ابنِ مریم کو نصاریٰ نے حد سے بڑھادیا ہے +

نہیں کافر ٹھہراتے ہم کسی مُسلمان کو گُناہ کے سبب سے اگرچہ کبیرہ ہو جب تک اُس کو حلال نہ جانے +

نجاست کی بدبُو سے ناک بند کرنے والے! یہ نجاست تیری ہم نشینی سے اس درجہ کو پہنچی ہے (امام غزالیؒ)

اذان کے بعد صحابہ کرامؓ دو آدمیوں کے آجانے پر بیسرے کا انتظار نہ فرماتے تھے +

علم وہ ہے جس سے دُنیا نظروں میں حقیر ہو جائے اور عقبیٰ کی رغبت دل میں بڑھے جس سے آدمی دُنیا کی بُرائی سے واقف ہو جائے اور بُرے اخلاق دُور کر سکے +

مکتوبات و عرائض میں کلماتِ عبودیت کیش، غلام خانہ زاد، جہاں پناہ، عالم پناہ، خداوند نعمت شہنشاہ، غریب پرور وغیرہ لکھنا شرک ہے + (امام غزالیؒ)

ڈر اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی کا خوف نہ رہے۔ اُمید رکھ اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے اُمید نہ رہے۔ دوست رکھ اللہ کو اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے محبت نہ رہے + (فرائض)

دُعا کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا گناہ اور بے ادبی ہے +

ہر چیز کی ایک علامت ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے +

نابالغ بچوں کی عبادت کا ثواب والدین کے لیے ہے +

حجِ مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حاجی کی حالت پہلے سے بہتر ہو جائے +

پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری میں بیٹھنا مسجد کی بے ادبی ہے +

بچھو سے کسی نے پُوچھا کہ تم میں کیا سے سخت قسم کون سی ہے؟ اُس نے کہا سخت اور نرم تو میں جانتا نہیں، ڈنک البتہ ہر ایک چلاؤں گا۔ کسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لو۔ اسی طرح انسان بھی گو مختلف الطبائع ہوتے ہیں لیکن تعلقات قائم ہو جانے یا معاملہ پڑ جانے پر سب متحد الطبائع معلوم ہوں گے۔ ہمدردی اور حمدلی کا مادہ بہت کم لوگوں میں پاؤ گے اور وہ بھی بہت کم مقدار میں دیگیر تو درکنار بحالتِ درماندگی ان کی پامالی سے بچنا بھی مشکل ہے ؎

راحتے کز نشۂ سرخوش بہ عزلت یافتم ۔ داشتم تصدیع گر با خضر صحبت یافتم

؎ نیک ہیں گلشنِ ایجاد میں کم، بد ہیں بہت ۔ خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا

۵ باہر کسے کہ دوستی اظہار میکنم خوابیدہ دشمنے ست کہ بیدار میکنم

ایک عابد بنی اسرائیل کا گذر ایک ریت کے ٹیلے پر اس زمانے میں ہوا جبکہ سخت قحط سالی تھی۔ اس نے تمنا کی کہ اگر یہ ٹیلہ آٹا ہوتو میں بنی اسرائیل کا پیٹ بھرتا۔ اللہ نے اس وقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ تم عابد سے کہدو کہ ہم نے تیرے لیے اس ٹیلہ کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا ثواب واجب کر دیا ہے +

جس نے نماز میں خشوع نہ کیا اس سے بہتر موقع اور کون سا پائے گا +

تو اس کی لکھت پر مطمئن و مشوش مت ہو کیونکہ جس نے اس کو لکھا ہے وہ اس کے مٹانے پر بھی قادر ہے +

جب آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے خیالات کے سامنے سینکڑوں بچاؤ کی صورتیں خیر خواہی کے لباس میں آکر اسے گناہ پر ابھارتی ہیں۔ مگر جونہی کہ گناہ کر چکتا ہے، وہ سب جھوٹے معاون دفعتہً غائب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف اسے زنجیر کی آواز سنائی دیتی ہے +

پوشاک میں آرائش سے آسائش کو مقدم رکھو + بدعادات کا بنانا آسان نباہنا مشکل اور ڈھانا ناممکن سا ہے +

اخلاقی جواہر پارے

جو بات کان میں سنائی جائے وہ اکثر سو سو میل کے فاصلے سے سنی جاتی ہے +

اگر چاہتے ہو کہ دھوکا نہ کھاؤ تو تین دکانوں سے قیمت دریافت کرو +

ایک خوشی سے ایک سو غم منتشر ہو سکتے ہیں + ہماری خوشیاں پامال اور ہمارے رنج عمیق ہیں +

قرضہ کا روپیہ وقت کو تھوڑا بنا دیتا ہے اور دوسروں کا کام وقت کو لمبا کر دیتا ہے +

اگر غریبی کے بعد دولت ملے تو وہ اچھی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے دولت کے بعد غریبی ہو +

اگر کوئی شخص نیک کام کرے تو صرف گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے مگر برے کام دور دراز تک پہنچ جاتے ہیں + آسمان کے جلانے سے کہیں پناہ نہیں ملتی +

اپنے لیے مقام رہائش پسند کرنے سے پہلے ہمسائیگت کو دیکھ بھال لو +

دولت ایک معشوق ہے بے وفا۔ عمر ایک حریف ہے گریز پا اس کو قیام نہ اس کو دوام +

دنیا میں جھکنے کے سوائے کہیں کھڑا نہیں ہوا جاتا + جسم منہ کے ذریعے سے تباہ ہو جاتا ہے +

جس کو عقل نہیں وہ پچھلی باتوں پر فکر کرتا ہے۔ آگ لگ جانے پر کنواں کھودنا بے فائدہ ہے +

افراط سے پیا جائے تو آب حیات بھی زہر ہے + دکھ بھاگا رام بسرا +

جب تک پچھلی نظر نہ پڑے پگلا بھگت ہے +

اگر تم چاہتے ہو کہ دشمن تم پر قابو نہ پائیں تو اُن کی دسترس سے بہت اونچے نکل جاؤ ۔
دوستی دشمن کی مژدہ ہے اجل کے خواب کا ۔ برہمن بنا غضب ہے گاؤ کو قصاب کا
شکر میٹھی ہوتی ہے خواہ اندھیرے ہی میں ہو ٭
جب میں بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی جب ساس ہوئی تو بہو اچھی نہ ملی ٭
اندھے آدمی کی جورو خدا کی حفاظت میں ہے ٭
غریب جاٹ کے بیل پر دُگنا بوجھ لادا جاتا ہے ۔ زبردست کا ہاتھ چلتا ہے غریب کی زبان ٭
اس شخص کے گھر کو کیوں آگ لگاتے ہو جس کے یہاں دو عورتیں ہیں ٭
کسی کو چتا پر جلتے دیکھ کر خیالات کو اس وقت تک عبرت رہتی ہے جب تک کہ ہر شخص مرگھٹ سے گھر کو لوٹ نہ پڑے ۔ رام رام ست ہے جب تک مردہ ہاتھ ہے ٭
ہر ایک مسافر ایک جاپر متعلق ہوتا ہے جو جبر کر کے اس کو ستاتا رہتا اور منازل جبر طے کراتا رہتا ہے ٭
اگر کوئی بُری خواہش دل میں پیدا ہو تو اُسے روکو ۔ اگر ایک دفعہ فتح پالی تو اس سے بڑی فتوحات کے لیے راستہ صاف ہو جائے گا ٭
جو بلی مندر میں رہتی ہے وہ دیوتا سے نہیں ڈرتی ٭
تمہارا قرضخواہ تمہاری صحت چاہے گا تمہارا مقروض تمہاری موت ٭
چھاچھ مانگنے کو آنا اور بیالے کو چھپانا ٭ اعتقاد دوا کو زیادہ مؤثر کر دیتا ہے ٭
جو من میں بسے سو سپنے دسے ٭ ہر شخص کے لیے اپنی ہی سمجھ بادشاہ ہے ٭
جس شخص کے ہاتھ میں لاٹھی نہیں اُسے بھیڑ بھی کاٹنے دوڑے گی ٭
کیا بیل کا زخم کوے کے لیے رحم کا مقام ہے ؟
مہربانی سے ملنا دعوت دینے کی نسبت اچھا ہے ٭
اندھا لاٹھی ایک بار کھوتا ہے ٭ غرض کا باولا اپنی گا دے ٭
گدھا بڈھا ہو گیا مگر مالک کے گھر کا راستہ نہ آیا ٭
خواہ تمہارا دشمن ریت کی رتی ہو مگر تم اس کو سانپ کہہ کر پکارو ٭
مرد ہر دفعہ عورت سے ایک نئی ادا مانگتا ہے اور اپنے لیے صرف ایک ہی اندازِ محبت کافی سمجھتا ہے ٭
منحوس خبر کے پر ہوتے ہیں ٭
دولت اس کی ہے جو اس کو کھاتا ہے نہ کہ اس کی جو اس کو کماتا ہے ٭
ایک لمبی زبان زندگی کو چھوٹا بنا دیتی ہے ٭
جو لوگ کچھ کام نہیں کرتے وہ سب سے زیادہ مصروف رہتے ہیں ٭

اگر تم مُرغا ہو تو بانگ دو، اور اگر مُرغی ہو تو انڈے دو ۔

جتنی زیادہ اُمید رکھو گے اُتنی ہی تکلیف اُٹھاؤ گے ۔

زندگی کا ہر ایک دن تمہاری تاریخ کا ورق ہے ۔

جہالت سب سے بڑا افلاس ہے ۔ بھوکا سو رہنا مقروض ہو کر اُٹھنے سے بہتر ہے ۔

ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل و فراست رکھتا ہے لیکن ہر شخص عقل و فراست سے کام لینا نہیں جانتا ۔

سب سے بڑی حکومت غصے کا محکوم کرنا ہے ۔ ایک پرہیز سو علاج ایک برابر ہے ۔

بیمار سو رہتا ہے مقروض کو نیند بھی نہیں آتی ۔

دوستی کی قربت بہ نسبت رشتہ کی قرابت کے بہتر ہے ۔

جاہل طلب کرتا ہے مال کو اور عقلمند کمال کو ۔

جس وقت دوپہر کا کھانا کھاؤ لیٹ جاؤ اور جس وقت شام کا کھانا کھاؤ چہل قدمی کرو ۔

کسی بلا کے واقع ہونے سے اس کا خطرہ بہت سخت ہے ۔

حسد محسود تک پہنچنے سے پہلے حاسد کو مار ڈالتا ہے ۔

لڑائی اور محبت میں سب کچھ جائز سمجھ لیا جاتا ہے ۔

آگ اور پانی دو کارآمد غلام ہیں لیکن اپنے وقت پر خوفناک آقا ۔

دھوئیں سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو آگ میں مت پھینکو ۔

وقت پر کا ایک ٹانکا بے وقت کے سو ٹانکوں کی مصیبت سے بچاتا ہے ۔

ترت دان مہا کلیان ۔ جلدی پکا سو جلد سڑا ۔ جھوٹے کے آگے سچا رو مرے ۔

غریبوں کو قانون پیستا ہے اور امیر قانون کو پیستے ہیں ۔ حسن و حماقت اکثر ساتھ ہوتے ہیں ۔

خوف ہوشیاری کا ایک جزو ہے ۔ عام عیب، عیب نہیں رہتا ۔

غلطی کرنا انسانی اور معاف کرنا خدائی صفت ہے ۔ بیتا سے گیان بڑھے نہ دھن ۔

سدا کی ہائے ہائے کوئی نہیں سنتا ۔ دنیا کا کام کس نے کیا تمام ۔

جو اپنی زبان کو اپنے اختیار میں رکھتا ہے وہ اپنا سر بچا لیتا ہے ۔

روشنی بجھا دو سب عورتیں یکساں ہو جائیں گی ۔ رات کا وقت شریروں کے لیے دن ہے ۔

مرے ہوؤں کو مت روؤ بلکہ بے وقوفوں پر گریہ کرو ۔

صرف ایک بے وقوف ہی ایک گڑھے میں دو مرتبہ گرتا ہے ۔

ابتدا اچھی ہو تو خوب ہے مگر انتہا اچھی اور بھی خوب ہے ۔

کوئی اچھا سا وعدہ بے وقوف کو باندھ لینے کے لیے کافی ہے ۔

ٹوٹی ہوئی دوستی جڑ سکتی ہے مگر ثابت نہیں ہو سکتی ؎

رشتہ چو گسست میتواں بست لیک در میانش گرہ بماند

جس کے پاس زیادہ ہوتا ہے اُس کو اور بھی زیادہ کی خواہش ہوتی ہے +

ایک جھوٹ سے بہت جھوٹ لازم آتے ہیں +

جس گناہ سے عذر کیا جائے اُس کو گویا دوبارہ سرزد کیا +

بُوڑھے کتے بلاوجہ نہیں بھونکتے +

حق وسط میں ہے اور افراط و تفریط ہر دو مذموم ہیں ؎

افسوس ہم چلے نہ سلامت رَوی کی چال یا بےخودی کی چال چلے یا خودی کی چال

سُست آدمیوں کو بالکل فرصت نہیں ملتی + بوڑھے پرند بھوسے پر نہیں پکڑے جاتے +

دولت کی طمع بڑے بڑے ایمانداروں کو بے ایمانی کی ترغیب دیتی ہے اور وہ موقع ملنے پر نہیں چوکتے +

؎ نہیں پنج انگشت یکساں کبھی مگر وقت خوردن ہیں یکساں سبھی

تلافی کرنے میں کبھی خیال نہ کرو کہ اب بہت دیر ہو گئی ہے +

لفظوں کی بوچھاڑ اور مطلب کا بگاڑ + عرضی دوحرفی بحالی یا برطرفی +

ایک بے وقوف اور اس کا روپیہ جلد ہی جدا ہو جاتے ہیں +

جو آں محبت پتلی ہو عیب موٹے نظر آتے ہیں + سوراخ سے پیوند اچھا ہوتا ہے +

خوش لباس سے شلم بیرز یادہ عمدہ تقریر کرتا ہے +

سب لوگ جو ایک شخص کو اچھا کہتے ہیں اُس کے دوست ہی نہیں ہیں +

کبھی کبھی بے وقوف بھی عقلمندوں کو صلاح دے سکتے ہیں +

بُرے بہانوں کی نسبت بہانے نہ کرنا ہی اچھا ہے + بند منہ میں کبھی مکھیاں نہیں پڑتیں +

کوئی قاعدہ نہیں جس میں استثنا نہ ہو + ضعیف تعریف ہجو کے برابر ہے +

تکلیفوں کو خاک پر اور مہربانیوں کو سنگِ مرمر پر لکھو +

گل کی خوشبو کا زمانہ بہت جلد گزر جاتا ہے اور اس کی جگہ کانٹا رہ جاتا ہے +

نہ ہونے کی نسبت بدیر ہونا بہتر ہے + اچھی ابتدا کرنے سے کام آدھا ہو جاتا ہے +

جو اپنی ہتھیلی سے قرض ادا نہیں کرتا اُس کو اپنی کھال سے ادا کرنا پڑتا ہے +

جس چوہے کا ایک ہی سوراخ ہے وہ آسانی سے پکڑا جاتا ہے +

جو خطرہ پہلے ہی نظر آئے اس سے آدھا بچاؤ ہو سکتا ہے +

شباب خوش شراب ہے ؎ مئے رنگین تھا سادہ پانی بھی ہائے کیا چیز تھی جوانی بھی

جو تقریباً جانتا ہے وہ جلد کہہ دیتا ہے۔ دانم چرا نگویم دارم چرا نپوشم ؛
بوڑھی گائے کا خیال ہے کہ وہ کبھی بچھیا نہیں تھی ؛ سمندر کی تعریف کرو مگر کنارے ہی پر رہو ؛
ماضی گزشتہ واقعات کی لکیر مستقبل خوش آیند تصویر اور حال خوفناک تعزیہ لہٰذا اس کو بہتر بناؤ ؛
تلوار کی نسبت قلم پر ی سے زیادہ خون کیے ہیں ؛
جیسے لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ زندگی کیا چیز ہے تو یہ آدھی خرچ ہو چکی ہے ؛
بدقسمتی گھوڑے پر سوار ہو کر آتی ہے اور پیدل جاتی ہے ؛
بھوکا پیٹ کسی کی نہیں سنتا۔ ڈھول کی آواز اسی لیے ہے کہ اس کا پیٹ خالی ہے ؛
جو کسی چیز پر شبہ نہیں کرتا وہ کچھ نہیں جانتا ؛ شکاری پرند گایا نہیں کرتے ؛
خواہ ایک جھوٹ تیز ہی ہو مگر سچ اس کو جا پکڑتا ہے ؛
دو دفعہ پوچھنا ایک دفعہ غلط راہ اختیار کرنے سے بہتر ہے ؛
جو قصور وار ہے وہ سمجھتا ہے کہ سب لوگ اسی کی برائی کرتے ہیں ؛
ہر شخص خیال کرتا ہے کہ جتنی عقل اس کے حصے میں آتی ہے اس کو اس سے زیادہ مل گئی ہے ؛
جس شخص کو تم اپنا راز بتلا دیتے ہو اپنی آزادی اس کے ہاتھ میں دیتے ہو ؛
بھلا کرو مگر یہ پروا نہ کرو کس کے ساتھ کرتے ہو ؛ دوسری مرتبہ کے خیالات بہتر ہوتے ہیں ؛
بہت زیادہ بھیلے کو پھاڑ دیتا ہے اور بہت کم اسے گرا دیتا ہے ؛
بیوقوف آبپاشی کے بغیر ہی بڑھتے پھولتے ہیں ؛
گھوڑ دوڑ کے گھوڑے ہل میں نہ جوتو ؛ ضمیر صرف حق و راستی کا دوسرا نام ہے ؛
ایک بے وقوف اس سے بھی زیادہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ جن کے سات عقلمند آدمی بھی جواب نہ دے سکیں ؛
خدا بیوقوفوں کو سلامت رکھے۔ کیونکہ ان کے بغیر تو عقلمندوں کو روٹی بھی نہ ملے گی ؛
اس دنیا میں بدمعاشوں کی نسبت بے وقوف زیادہ کر گزرتے ہیں ؛
ہر شخص بوڑھا ہونا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو بوڑھا سننے کے لیے تیار نہیں ؛
عالم جانتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ جاہل سمجھتا ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں ؛
سچا ایمان وہ ہے جس کو ہم خود سچ جانیں اور اس پر بھروسہ رکھیں ؛
ایک عورت بھید نہیں چھپا سکتی بلکہ اسے چھپانے کے لیے دوسرے کو دے دیتی ہے ؛
خاوند اور بیوی کا نباہ چنداں مشکل نہیں لیکن ساس اور بہو کا نباہ سخت کٹھن ہے ؛

نکاتِ دانش

جاہل کے خیال اور عمل میں بہت کم وقفہ ہوتا ہے +

افلاطون نے موسیٰؑ سے پوچھا کہ اگر آسمان کمان بن جائیں، حوادث تیر ہو جائیں اور خدا تعالیٰ تیر انداز ہو تو کہاں جائے؟ کہا کہ تیر انداز سے قریب ہو جائے +

نصف عمر امیدوں کے پلنے میں اور بقیہ نصف نامرادی کے ماتم میں کٹ جاتی ہے +

روزِ قیامت کے سوال و جواب اور عذاب و ثواب سے مجھے کوئی خطر نہیں۔ بلکہ رنج ہے تو اس بات کا کہ دنیا کے آدمیوں کی شکلیں پھر دیکھنی پڑیں گی +

بد عادات میں اگر زوال نہ ہو سکے تو اعتدال ہی غنیمت ہے +

جسم ہند میں رہے اور دل مکہ میں تو بہتر ہے اس سے کہ جسم مکہ میں رہے اور دل ہند میں +

دو سادھوؤں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ آپ کس پنتھ کے چیلے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پنتھ وغیرہ تو میں جانتا نہیں۔ البتہ آٹا دیکھ لو کہ کس کے پاس زیادہ ہے مطلب یہ کہ خاندانی شرافت اور علم و ہنر کو کوئی نہیں پوچھتا جس کے پاس مال ہو وہ خواہ ہزار عیب دار ہے لیکن اسی کا بول بالا ہے اور اہلِ دنیا اسی کی قدر کرتے ہیں +

بیٹے کی شادی جب چاہو کرو، بیٹی کی جس وقت کر سکو +

جانِ پدر! تیرے طالع کا ستارہ کب تک تیری مرادوں کے موافق چمکتا رہے گا۔ آخر کو تو فلک کا بھائی تو نہیں +

جس طرح شبنم سے کنواں نہیں بھر سکتا۔ اسی طرح حریصوں کی آنکھ کا کاسہ نعمتِ دنیا سے نہیں بھر سکتا +

خداوند کریم کے در پر ساکن ہو کر بے خانہ بن شمع کا دعویٰ نہ کر بلکہ پروانہ بن +

ایامِ غنچگی میں اس قدر جفائے باغباں دیکھی بعد گل بننے کے خدا جانے کیا کیا گل کھلیں گے +

حباب اپنی سر بلندی کی وجہ سے پامالِ موج ہوتا ہے اور غبار اپنی خاکساری کی وجہ سے اوجِ آسمان تک پہنچ جاتا ہے +

اگر الحمد چاہو ابنائے زمانہ سو بار پڑھ دیں گے لیکن مثلاً ایک درہم بھی صد بار یعنی سو بوجھ معلوم ہوتا ہے +

امیر کے در پر فقیر برا ہے اور فقیر کے دروازے پر امیر بھلا ہے +

گوشت و پوست کی زیادتی ہی سے اگر تو اپنا شرفِ امتیاز چاہتا ہے تو بیل اور گدھے تجھ سے اس شرف میں زیادہ ممتاز ہیں ؞

مہر و ماہ کی مانند تمام دُنیا کو پھر کر دیکھا۔ لیکن منزلِ آسائش کہیں نہ پائی ؞

عُذر و توبہ کے ساتھ عذابِ خالق سے رہائی ہو سکتی ہے لیکن خلق کے غلق سے کوئی نہیں بچ سکتا ؞

صنعتِ صانع پر آنکھ کھول اور لب بند کر کیونکہ اُستاد کے خط کو دیکھنا پڑھنے کی نسبت زیادہ مفید ہے۔

مبتلائے بحث کو رازِ خدا کی کیا خبر — معنیِ بے لفظ و لفظِ بے صدا کی کیا خبر
پایا اک ہنگامہ ہم بھی ہو گئے اُس میں شریک — ابتدا کا علم کیسا انتہا کی کیا خبر

نوکر اپنے آقا کی جسمانی اور عقلی کمزوریوں سے بہ نسبت دُوسروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں ؞

عہدِ ماضی آئینے کی طرح روشن ہے مستقبل قبر کی طرح تاریک ہے اس لیے فکر و تردد بیکار ہے ؞

بُنیادی اینٹ ٹیڑھی رکھی جائے تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی بنے گی ؞

وہ شخص جس کا ستارہ اقبال پر نہ ہو اُس کے تمام ہُنر خلق میں نامقبول ہوتے ہیں۔ اس کی شجاعت دیوانگی کہلاتی ہے۔ اس کی فصاحت حشو، اس کی کریمی فساد و نمود، اس کا فضل فضول اور اس کا ہر کام بے اصول شمار ہوتا ہے ؞

تیری گفتار اگر موتی بھی بکھیرے خاموشی اس سے پھر بھی بہتر ہے۔ خردمند صدف کی مانند خاموش رہتا ہے، ہر چند کہ اس کے اندر موتی بھرے ہیں ؞

دیوانہ خاموش ہے عاقل کے برابر — دریائے پُر سکون ہے ساحل کے برابر

جبکہ تو آنکھ رکھتا ہے اور ایک عالم تیرے سامنے جلوہ گر ہے پھر تجھے کسی مُعلّم یا کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ ؞ اُس وقت غم کرنا چاہیے جب مسرت حد سے بڑھ جائے ؞

کُنجِ خرابات میں موافق ہونا خرقہ میں منافق ہونے سے بہتر ہے۔ اور صوفیِ خام سے رندِ پختہ ہونا اچھا ؞

گناہ اُسی وقت تک دلچسپ نظر آتا ہے جب تک وہ سرزد نہ ہو جائے ؞

دانت نعمت کھاتے کھاتے گھس گئے لیکن زبان شکایت کرتے کرتے نہ گھسی ؞

زاہدانِ ریاکیش کی مسواک اس لیے ہے کہ دندانِ طمع تیز کریں۔ اور تسبیح اس لیے کہ لوگوں کے عیب شمار کریں ؞

اگر معترض زبان ہر وقت چلتی رہے تو دامنِ وقار تار تار ہو جاتا ہے ؞

ایک دانہ خرمن کو پُر نہیں کرتا لیکن اِن دانوں کی مدد کرتا ہے جو خرمن کو پُر کرتے ہیں ؞

دَیر و حرم نیک لوگوں سے خالی ہو گئے۔ اِس میں خلیل رہا نہ اس میں زردشت ؞

جلدی کے ساتھ دوزخ میں جانا جنت کے زیادہ انتظار سے بہتر ہے ؞

غائب کا اثر حاضر کی نسبت کم ہوتا ہے۔ سگِ حضوری بہ از متصدیانِ دوری ؞

دل کباب ہے سینہ کے اندر سوز و تف ۔ تن کیا ہے غم و رنج و بلا کا ہدف ۔ القصہ میری جان لینے کے قصد سے زندگی ایک طرف ہے اور موت ایک طرف ۔

اپنی نظر کو قابو میں رکھ کہ یہ ایسا زود و تیز دست ہے کہ جوہری کے ہاتھ سے بزور گوہر کو اڑا لے جاتا ہے ۔

مرید نے شاہ صاحب سے پوچھا ۔ اتنے موٹے کیوں ہو؟ کہا نفس کتا ہے ہم اس کو مار چکے ہیں اور کتا مرنے کے بعد پھولتا ہے ۔ مرید نے کہا کہ مردار کو گھوڑے پر پھینکو ساتھ کیوں لیے پھرتے ہو؟

نیک ہمسایہ دور کے بھائی سے اچھا ہے ۔ بڑھاپا گویا مزار زندگی کا کتبہ ہے ۔

دیوار نے کیل سے کہا ۔ تو مجھے کیوں پھاڑتا ہے؟ وہ بولا اس سے پوچھ جو مجھے گاڑتا ہے ۔ ؎

خس کی یہ معذرت ہے موجوں کے ساتھ ہم ہیں ۔۔۔ موجوں کا ہے یہ کہنا قدرت کے ہاتھ ہم ہیں

جس شخص پر نیکی کا گمان کیا گیا ۔ غور سے دیکھا تو اس میں کوئی پوشیدہ عیب ضرور پایا گیا ۔

عمر بھر باغ جہاں کی گلگشت کی لیکن جس میوے کو دیکھا اس کے اندر سختی ضرور پائی ۔

جو لوگ دولت کے ساتھ محبت رکھتے ہیں درحقیقت ان کو نہ موت ہی یاد ہے نہ خدا ہی پر اعتقاد ہے ۔

وقت، ہوا اور دولت ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں ۔

فقیر کی صدا سخی کے لیے نغمہ ہے ۔

خوش کلامی بہترین نعمات خداداد ہے ۔ سخن درست دراست ہر کہ دریافت دُر یافت ۔

؎ فہم سخن گر نہ کند مستمع ۔۔۔ قوت طبع از متکلم مجو

بہتے پانی کو دیکھو، ہوا چلتی کو ملاحظہ کرو، گزرتے وقت پر نظر ڈالو، انتظام فلکی کی گردش کا مطالعہ کرو، کسی کو اپنی جگہ برقرار نہیں ۔ اسی طرح ساری دنیا میں ہر ایک چیز کو چل چلاؤ لگ رہا ہے حتیٰ کہ ایک ذرہ تک بھی اس سے محفوظ نہیں ہے ۔ پس کسی کے پیدا ہونے کی خوشی کیا اور مرنے کا غم کیا ۔ ؎

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں ۔۔۔ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

نکتہ: جلّن جاٹ پنجاب میں ایک مشہور عارف شخص گزرا ہے جس کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی ۔ جب وہ جوان ہو گئی تو اس کی بیوی نے کہا کہ لڑکی کی شادی کے سلسلے میں قریبی قصبہ کے ایک پنڈت سے اس کی شبھ لگن یعنی ساعت سعید کے متعلق تاریخ دریافت کرائیں ۔ بیوی کے حکم کی تعمیل میں جلّن اس قصبہ میں پہنچا تو وہاں ایک جگہ بہت سے آدمی جمع دیکھے اور اندرون خانہ سے رونے پیٹنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیں ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں کے ایک مشہور بید حکیم کا اکلوتا نوجوان فرزند فوت ہو گیا ہے ۔ جلّن یہ سن کر سخت حیران ہوا کہ جو حکیم زندگی سے ناامید مریضوں کو شفا بخشتا تھا خود اپنے نوجوان اکلوتے فرزند کو مرض الموت سے نہ بچا سکا ۔ اسی حیرانی کے عالم میں وہ تلاش کرتا ہوا پنڈت جی کے گھر پہنچا ۔ پنڈت جی اس وقت روزانہ معمول

کے مطابق دریا پر اشنان کرنے گئے ہوئے تھے۔ جلن اُن کے انتظار میں پنڈت خانہ میں بیٹھ گیا۔ جہاں اور بھی اسی قسم کے حاجتمند بیٹھے ہوئے تھے۔ اثنائے انتظار میں وہاں تین چار بچے کھیلتے نظر آئے۔ جلن نے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ پنڈت جی کے بچے ہیں؟ حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ بچے پنڈت جی کے نواسے ہیں۔ چونکہ پنڈت جی کی اکلوتی لڑکی جواں عمری ہی میں بیوہ ہو گئی تھی۔ اس لیے اب وہ اپنے باپ ہی کے پاس رہتی ہے۔ جلن اس جواب کو سُن کر نہایت متعجب ہُوا۔ کہ جس پنڈت سے میں اپنی لڑکی کا شگون اور شبھ لگن دریافت کرنے آیا ہوں خود اُس کی بیٹی بیوہ ہے تو وہ کسی دوسرے کو کیا شبھ لگن بتا سکے گا۔ اور پنڈت جی کا مزید انتظار کیے بغیر چلنے کو تیار ہو گیا کہ اس اثنا میں پنڈت جی بھی تشریف لے آئے اور جلن سے بغیر کسی مطلب کے اُن کے پاس آنے اور واپس چلے جانے کی وجہ دریافت کی۔ جلن نے کہا کہ جس مطلب کے لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تھا، وہ آپ کے آنے سے پہلے ہی حل ہو چکا ہے۔ پھر جلن نے مختصر طور پر اپنے آنے کی کیفیت بیان کی اور مندرجہ ذیل دوہا حسب حال خود پنڈت جی کو سُنا کر واپس اپنے گھر کی راہ لی + دوہا

بیدوں کے گھر بیٹیا برہمنوں کے گھر میں رانڈ   مرڑ چل گھر کو جلنا اور سا ہا کر سنگ
(حکیموں) (بیوہ) (شادی) (بے دھڑک)

اس مضمون پر کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

علم غیبے کس نمی داند بجز پروردگار   گر کسے گوید کہ من دانم ازو باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نگفتہ تا نگفتا جبرئیل   جبرئیلش ہم نگفتہ تا نگفتا کردگار

حضرت سعدیؒ نے ایک حکایت میں لکھا ہے کہ کسی شہر میں ایک نجومی گلی کوچوں اور بازاروں میں پھر کر لوگوں کو اُن کی قسمت کا حال بتاتا اور اسی پیشہ سے اپنی روزی کماتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز خود اُس کے گھر میں اُس کی بیوی جلت زنا میں پکڑی گئی۔ جس پر اُنھوں نے ان جھوٹے غیب دانوں کی پوری تشریح اس مختصر سے شعر میں بیان کردی ہے ؎

تو بر اوج فلک چہ دانی چیست   چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

ایک درویش نے اپنے مُرشد سے عرض کیا کہ لوگوں کے ہجوم سے میں تنگ آگیا ہوں۔ وہ میری زیارت کے لیے بہت زیادہ تعداد میں آتے ہیں اور ان کے تمتدد میں میرے اوقات پریشانی میں گزرتے ہیں اور عبادت میں خلل ڈالتے ہیں۔ مُرشد نے فرمایا کہ تیرے پاس آنے والوں میں سے جو درویش اور مفلس ہیں ان کو قرض دے دو اور جو لوگ امیر ہیں اُن سے کچھ قرض یا ہدیہ مانگو۔ اس کے بعد کوئی بھی تیرے پاس نہ آئے گا +

ایک شہزادہ اپنے محلات کی ایک کنیز پر فریفتہ ہو گئے۔ شہزادے کا اصرار اور کنیز کا انکار تھا۔

حد سے بڑھ گیا تو کنیز نے شہزادے سے پوچھا" آپ کو میری کون سی چیز زیادہ پسند ہے ؟"
شہزادے نے کہا کہ اگرچہ تم سرتاپا مجموعۂ خوبی اور مجسمۂ حسن ہو لیکن مجھے سب سے زیادہ تمہاری
آنکھیں پسند ہیں۔ کنیز شہزادہ کو یہ کہ کر اندر چلی گئی کہ "میں ابھی حاضر خدمت ہوتی ہوں"۔ کنیز
نے اندر جا کر چھری سے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر ایک طشت میں شہزادہ کے روبرو پیش
کر دیں۔ کنیز کا اپنی حفاظتِ عفت کے لیے اس قدر دلیرانہ کارگزاری کو دیکھ کر شہزادہ سخت نادم
اور متالم و متاثر ہوا اور آئندہ کے لیے ایسی ہوس رانی سے تائب ہو گیا +

خطرناک غلطیاں

اِس خیال میں مست رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست، خوبصورت اور تونگر ہی رہوں گا +
اِس نیت سے عیب کرنا کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا +
اپنا راز کسی دوسرے کو بتا کر اس کے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا +
ہر ایک انسان کے متعلق ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کرنا +
کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر ختم کرنے کی امید رکھنا +
اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا +
اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اس کی توقع رکھنا +
جو کام اپنے سے نہ ہو سکے اُسے سب کے لیے ناممکن خیال کرنا +
لوگوں کی تکلیف میں حصہ نہ لینا اور پھر اُن سے ہمدردی کی امید رکھنا +
ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع رکھنا + اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور لائق آدمی تصور کرنا +
بغیر کافی ذریعۂ اطمینان کے محض کسی کی قسم پر اعتبار کر لینا +
بیکاری میں آئندہ کے لیے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش رہنا +
تمام انسانوں کو اپنے خیال پر لگانے کی کوشش کرنا + تمام نوجوانوں کو تجربہ کار خیال کرنا +
آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا اور ہر ایک شیریں زبان کو دوست سمجھ لینا +
دوسروں کی موت کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بری سمجھنا +
بُرا کام کرتے وقت بُرا کلام کہتے وقت ہر دیوار کو کان اور ہر دروازے کو آنکھ نہ سمجھنا +
اور کسی قرض کے متعلق بذریعہ نا جائز آمدنی کا تصور باندھ کر غیر ضروری اخراجات کے لیے بیدھڑک قرض لینا +

سلکِ مروارید

فضول باتوں کا سننا خطراتِ نفسانی کا تخم ہے +

بدگمانی کرنا تیرے باطن کے ناپاک ہونے کا نشان ہے +

عقلمند سوچ کر بولتا ہے اور بے وقوف بول کر سوچتا ہے +

روزی کی وسعت آدمی کے لیے دین کی سلامتی اور دل کی فراغت کا سبب ہے +

وہ جانور روزِ حشر داد طلب ہوگا جس کو بے سبب مارا یا زیادہ بوجھ لادا ہوگا +

لعنت ہے اُس پر جو مظلوم کی مدد نہ کرے جب ظلم ہوتا دیکھے اور ہٹانے کی قدرت رکھے +

خدا کی تقسیم پر مطمئن ہونا سچا ایمان ہے + (اویس قرنیؒ)

عالم بے عمل کی صحبت دل سے عظمتِ اسلام نکال دیتی ہے +

انسان تنہائی میں فرشتے سے بہتر یا حیوان سے بدتر ہے - اور یہ اس کے علم و عقل پر منحصر ہے +

تنہائی سے زیادہ کسی حال میں امن نہیں اور قبروں کی زیارت سے زیادہ کوئی ناصح نہیں +

خاص بندے عوام کے ساتھ جب ہی عذاب کیے جاتے ہیں جب کہ وہ گناہ دیکھ کر منع کرنے سے خاموشی اختیار کرتے ہیں +

جو شخص کوئی گناہ پردے سے کرتا ہے اُس کی ٹوہ لگانا تجسس کہلاتا ہے اور کبیرہ گناہ ہے +

انکساری یہ ہے کہ آدمی کو غصہ ہی نہ آئے + علم سیکھے بغیر گوشہ گیری موجبِ تباہی ہے +

متکبر کا ادنیٰ نشان یہ ہے کہ غصہ ضبط نہ کر سکے +

بدخوئی ایسا بڑا گناہ ہے کہ کوئی عبادت سود مند نہیں ہوتی +

خوش خو کبھی غمزدہ نہیں ہوتا اگرچہ مبتلائے مصیبت ہو - بدخو کبھی خوش نہیں رہتا اگرچہ ہر طرح کی راحت ہو +

مرد بننا مشکل ہے - مُردہ بننے میں تو کسی مردانگی کی ضرورت نہیں +

محض لباس سے مردم شناسی نہیں ہو سکتی کیونکہ آدمی کا بنانے والا خدا ہے اور لباس کا درزی +

مالدار کو بخل، عالم کو طمع، جوان کو سُستی، عابد کو غرور اور سخی کو افسوس خراب کرتا ہے +

زندگی میں انسان کی ناکامیابی پر غور نہ کرو - کیونکہ بہت سے انسان اس وجہ سے بھی ناکامیاب رہتے ہیں کہ وہ دیانت داری کا خیال زیادہ رکھتے ہیں +

احمق اور دانا کی، امیر اور غریب کی، تندرست اور بیمار کی، جوان اور بوڑھے کی، شریف اور شریر کی، ظالم اور عادل کی دوستی ہو سکتی ہے، مگر قیام پذیر نہیں +

لیے احسان سخاوت، قدرت میں عفو، دولت میں تواضع اور عادت میں نیکی جوانمردی ہے ❊

زبان اگرچہ تلوار نہیں پر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ بات اگرچہ تیر نہیں مگر تیر سے زیادہ زخمی کرتی ہے۔ غصہ اگرچہ شیر نہیں لیکن شیر سے زیادہ خوفناک ہے۔ نشہ اگرچہ سانپ نہیں لیکن سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔ گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے ❊

کیونکر وہ شخص آپ کو پیار کر سکتا ہے جس کو آپ پیار نہیں کرتے۔ کیوں کہ دونوں انسان ہیں ❊

جبکہ آپ دوسروں کو تعصب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیوں دوسرے بھی آپ کو اسی نظر سے نہ دیکھیں۔ کیونکہ کمزوری ہر انسان میں موجود ہے ❊

جس حال میں آپ کو دوسروں کی بھلائی کا خیال نہیں ہے۔ کیوں دوسرے بھی آپ کی بھلائی کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ یہ تقاضائے بشریت ہے ❊

عالم بے عمل، موم بے عسل، سخی بے زر، درخت بے ثمر، ہرزہ گو آدمی، بولتا ہوا جانور، احمق انسان، ناطق حیوان، تیغ بے جوہر، بے مصرف و ناچیز، عالم بدکار، سوتا ہوا، جاہل پرہیزگار، پیادہ تیز رفتار، حاکم بے عدل، اندھا کنواں، مالدار بخیل، ابر بے باراں، منعم بے کرم، دونوں جہان میں سیاہ ❊

اعمال الصالحین

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک رات گورستان سے آرہے تھے کہ راہ میں ایک بسطام کا شریف زادہ بربط بجا رہا تھا جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم جوان نے یہ سنا تو بربط آپ کے سر پر دے مارا۔ بربط بھی ٹوٹ گیا اور آپ کے سر کو بھی چوٹ لگی۔ جب آپ اپنے گوشہ میں پہنچے تو صبح کے وقت بربط کی قیمت اور ایک طباق حلوے کا اس جوان کے پاس بھیج دیا اور خادم کی زبانی عذر بھی کیا کہ بایزیدؒ تم سے معذرت چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ کل تم نے بربط میرے سر پر توڑا، اس کی قیمت لے لو اور دوسری خرید لو اور یہ حلوا کھا لو تاکہ اس کے ٹوٹنے کا غصہ اور تلخی تمہارے دل سے جاتی رہے۔ جب جوان نے یہ دیکھا تو خدمت مبارک میں حاضر ہو کر توبہ کی اور بہت رویا۔ چند دوسرے جوانوں نے بھی اس کی موافقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی ❊

آپ کا ہمسایہ ایک گبر تھا۔ اس کے ایک شیر خوار لڑکا تھا۔ وہ تمام رات اندھیرے کی وجہ سے رویا کرتا تھا کیونکہ اس کے گھر میں چراغ نہ تھا۔ آپ ہر روز چراغ اس گبر کے گھر لے جاتے،

اور وہ لڑکا چراغ کی روشنی میں خاموش ہو جاتا جب وہ گبر سفر سے واپس آیا تو اس لڑکے کی ماں نے آپ کے متعلق ہر شب چراغ کا لانا بیان کیا۔ اس گبر نے کہا۔ "جب شیخ بایزیدؒ کی روشنی آگئی تو افسوس کہ ہم اپنی تاریکی میں رہیں۔ وہ گبر آپ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا +

آپ نے فرمایا۔ "ایک بار میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ مجھے نان و نفقہ کی مصیبت سے بچائے۔ پھر دل میں خیال ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بوجھ کے اُٹھانے کو ترک نہیں کیا۔ تو میں بھلا کس طرح آپؐ کی سنت کے خلاف عمل کروں۔ پھر جب میں نے اس بوجھ کو اُٹھا لیا تو حق تعالیٰ میرے لیے سہولتیں پیدا کر دیں۔ اور میرے نزدیک عورت اور دیوار دونوں یکساں ہو گئیں" +

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ مہمان کے لیے کشادہ خرچ کرنا اسراف نہیں ہے +

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے میرے پاس تین توڑے چاندی کے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اسے فقراء اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دو۔ میں نے لے لیے۔ اور اس میں سے کچھ ابی ذر بن عقیلؒ کے پاس بھیجے۔ آپ مصیبت زدہ رہتے تھے۔ تو گویا آپ نے بچھو ڈال دیے ہیں آپ نے اسے واپس کر دیا اور رات بھر بھوکے رہے +

امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے ابی ذرؓ کے پاس غلام کے ہاتھ کچھ روپیہ ارسال فرمایا اور اُسے کہہ دیا کہ اگر انھوں نے لے لیا تو تو آزاد ہے۔ غلام یہ روپیہ لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ غلام نے عرض کی۔ یا حضرت! آپ کا اس مال کو قبول کرنا میری آزادی کا باعث ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تیری آزادی ہے تو میری غلامی بھی ہے +

حضرت ابراہیم بن یوسفؒ مال اکٹھا کرتے اور فرماتے "میں اسے بھوکوں ننگوں کے لیے جمع کرتا ہوں نہ کہ اظہارِ امارت یا بنائے عمارت کے لیے۔ اگر انسان ایسا نہ کرے تو مال جمع کرنا چھوڑ دے" +

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کی توبہ کا یہ باعث ہوا کہ آپ ایک کنیز پر فریفتہ ہو گئے اور بے قرار رہنے لگے۔ ایک دفعہ نہایت سردی کی رات میں اپنی محبوبہ کی زیرِ دیوار صبح تک کھڑے رہے۔ اور تمام رات آپ پر برفباری ہوتی رہی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ نے عشا کی اذان تصور کیا۔ جب دن چڑھ گیا تو آپ نے خیال کیا کہ آپ نے تمام رات محبوبہ کی انتظار میں بسر کر دی۔ اور اگر امام نماز میں کوئی لمبی سورت پڑھتا، تو تو دیوانہ ہو جاتا اور شور و فغاں کرتا۔ تیری فطرت سے فریاد بلند ہوتی اے مبارک کے بیٹے اب تجھے شرم آنی چاہیے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر پاؤں پر بسر کر دی۔ اسی وقت آپ کے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ آپ نے توبہ کی اور مشغولِ عبادت ہو گئے۔ اور اس درجہ تک پہنچ گئے جو خاص خاص بندگانِ خدا کو نصیب ہوتا ہے +

آپ حد درجہ کے متقی تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک منزل پر اترے۔ آپ کے پاس ایک نہایت قیمتی گھوڑا تھا۔ آپ جب نماز میں مشغول ہوئے تو گھوڑا ایک کھیت میں جا کر چرنے لگ گیا جب آپ نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا۔ بایں خیال کہ غیر حلال چارا اس کے پیٹ کے اندر چلا گیا اور پیادہ پا روانہ ہوئے۔

ایک دفعہ آپ مرو سے شام گئے تھے۔ اور سفر محض ایک قلم دینے کے لیے اختیار کیا جو آپ نے ایک شخص سے لیا تھا اور اس کو واپس نہ کیا تھا۔

ایک سال آپ جب حج سے فارغ ہوئے تو حرم شریف میں ایک ساعت کے لیے سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے۔ اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ امسال کس قدر لوگ حج کو آئے ہیں۔ دوسرے نے جواب دیا۔ چھ لاکھ۔ پھر اس نے کہا کس قدر لوگوں کا حج قبول ہوا ہے؟ اس نے کہا۔ کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے یہ سنا تو میرے دل میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ اور میں نے کہا کہ اس قدر لوگ جو اطراف واکناف سے اس قدر رنج اٹھا کر صحراؤں اور بیابانوں کو طے کر کے آتے ہیں۔ ان کی تمام تکالیف و مصائب رائگاں گئیں۔ پھر اس فرشتہ نے کہا کہ دمشق میں ایک موچی ہے۔ اس کا نام علی ابن الموفق ہے، وہ حج کو نہیں آیا ہے لیکن اس کا حج قبول ہے اور حق تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو اسکی طفیل بخش دیا۔ جب میں نے یہ سنا تو خواب سے بیدار ہو گیا اور خیال کیا کہ مجھے دمشق جا کر اس شخص کی زیارت کرنی چاہیے۔ جب میں دمشق پہنچا تو اس کا گھر تلاش کیا۔ اور مکان کے دروازے پر آواز دی۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔ میں نے اس سے اس کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا علی ابن الموفق۔ میں نے کہا۔ مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اس نے کہا ہاں کہو۔ میں نے کہا۔ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا میں پارہ دوزی کرتا ہوں۔ پھر میں نے خواب کا تمام واقعہ اس سے بیان کیا اس نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا۔ عبداللہ بن مبارک۔ اس نے ایک نعرہ کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا۔ تو میں نے کہا مجھے اپنی حالت سے آگاہ فرمایئے انھوں نے کہا۔ مجھے تیس سال سے حج کی آرزو تھی۔ میں نے اس مدت دراز میں تین ہزار درم جمع کیے اس سال حج کا ارادہ کیا۔ ایک دن میری بیوی نے جو حاملہ تھی۔ مجھ سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر سے آج طعام کی بو آرہی ہے۔ جاؤ اور میرے لیے کچھ طعام ان سے مانگ لاؤ۔ میں گیا تو ہمسایہ نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ تین رات دن سے میرے بچوں نے کچھ نہ کھایا تھا۔ آج اتفاقاً میں نے مردار گدھا دیکھا تو اس سے ایک ٹکڑا گوشت کا کاٹ لیا اور طعام بنایا۔ وہ تمھارے لیے حلال نہیں۔ جب میں نے یہ سنا تو میری جان کو ایک آگ سی لگ گئی۔ میں تین ہزار درم گھر سے اٹھا لایا اور اس کو

دے دیے کہ اس سے اپنے بال بچوں کا گزارہ کرو کہ میرا حج یہی ہے اور خدا تعالےٰ کی خاص عنایت ہے کہ میرے خلوصِ نیت کو دیکھ کر بغیر ادائیگی مراسم حج اُس نے میرے اس فعل کو قبولیتِ حج کا درجہ عطا فرمایا +

ایک دن ایک جوان آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کے پاؤں پر گر کر زار زار رو دیا اور عرض کیا" میں نے ایک ایسا گناہ کیا ہے کہ میں اسے شرم کے مارے بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا بتلا تو سہی تو نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا۔ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں ڈر گیا تھا کہ شاید تو نے کسی کی غیبت کی ہے +

آپ نے اپنی زندگی ہی میں تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا تھا۔ ایک دن آپ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا، اس کی تواضع پر خرچ کر دیا اور کہا۔ مہمان حق تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس کی خدمت کرنی چاہیے۔ آپ کی اہلیہ اس بارے میں آپ سے جھگڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی عورت جو نیک کام میں مجھ سے جھگڑا کرے، اُسے گھر میں نہ رکھنا چاہیے۔ آپ نے اس کے حقِ مہر کا انتظام کر کے اُسے طلاق دے دی۔ حق تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک رئیس کی لڑکی آپ کی مجلسِ وعظ میں آئی۔ اس کو آپ کی باتیں ایسی اچھی معلوم ہوئیں کہ گھر آ کر اس نے اپنے باپ سے کہا۔ کہ میرا آپ سے نکاح کر دیا جائے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو پچاس ہزار دینار دے کر اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر آپ نے خواب دیکھا حق تعالےٰ نے فرمایا کہ تم نے عورت کو ہمارے لیے طلاق دی۔ اب یہ عورت تجھ کو اس کے عوض میں عطا کی گئی ہے۔ تاکہ تو جانے کہ کسی کو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں زیاں نہیں ہوتا +

جب آپ کا وقتِ وفات قریب پہنچا۔ تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سرہانے تھا۔ اُس نے کہا۔" اے شیخ! آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔ اور آپ دنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی کچھ چھوڑ دیجیے!" اُن کی تدبیر آپ نے کیا فرمائی۔ آپ نے ارشاد کیا" میں نے ان سے کہہ دیا ہے۔ ھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْن۔ یعنی اہلِ صلاح کا کارساز تو ہی ہے۔ پس جب کسی کا کارساز اللہ ہو، وہاں عبداللہ کی کیا ضرورت ہے"؟

حضرت شقیق بلخیؒ: ایک دفعہ بلخ میں نہایت زبردست قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے کو کھاتے تھے۔ آپ نے ایک غلام کو بازار میں نہایت شاداں اور خنداں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے غلام! خوشی اور مسرت کا یہ کونسا موقع ہے؟ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مخلوقِ خدا کی بھوک کی وجہ سے کیا حالت ہو رہی ہے"؟ غلام نے کہا" مجھے کیا ڈر ہے کہ میں تو کسی کا غلام ہوں۔ جس کے بہت سے گاؤں ہیں اور بکثرت غلہ ہے، وہ ہرگز مجھے بھوکا نہ رکھے گا" یہ سن کر آپ کی حالت متغیر ہو گئی اور کہا۔

الٰہی یہ غلام اپنے اس مالک کی وجہ سے جس کے پاس چند انبار غلے کے ہیں، اس قدر شاد ہے۔ تو مالک الملک ہے اور ہمیشہ روزی دینے والا ہے۔ بھلا میں کیوں غم کھاؤں۔ اسی وقت آپ نے شغل دنیا سے منہ پھیر لیا اور توبہ نصوح کی اور حق تعالیٰ کی درگاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور توکل میں حد کمال تک پہنچ گئے۔ اور ہمیشہ فرماتے میں ایک غلام کا شاگرد ہوں +

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے کہا۔ ہمیں کیا ہوگیا کہ جب ہم پاخانے بیٹھتے ہیں تو آنکھوں کو اس سے روک نہیں سکتے اور اس کو دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس لیے کہ فرشتہ اس وقت آدمی کو حکم دیتا ہے کہ دیکھ! جس چیز میں تو بخل کرتا ہے اب کیا ہوگئی ہے۔ اور تیری اصلیت یہ غلاظت و نجاست ہے جس پر تو نازاں ہے۔ اس معاملے میں حیوانات تجھ سے بدرجہا افضل و برتر ہیں جس کا گوبر بھی کارآمد ہے تیری نجس ہے +

خلیفہ ہارون رشید نے آپ (شقیقؒ) سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تمھیں کسی بیابان میں پیاس لگے یہاں تک کہ تم ہلاک ہونے کے قریب ہوجاؤ۔ اس وقت تمھیں ایک گھونٹ پانی ہاتھ لگے تو اسے کتنی قیمت میں خرید کرو؟ خلیفہ نے کہا۔ کہ جس قیمت پر بھی ملے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ نصف ملک سے کم قیمت پر نہ فروخت کرے؟ خلیفہ نے کہا۔ میں یہی قیمت دے دوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب وہ پانی پیو تو اس کے پینے سے تمھارا پیشاب بند ہوجائے۔ یہاں تک کہ خوف ہلاکت ہو اور کوئی تم سے کہے کہ میں تمھارا علاج کرتا ہوں لیکن اس کے عوض میں تمھارا نصف ملک لوں گا۔ تو پھر تم اس حالت میں کیا کروگے؟ خلیفہ نے کہا دے دوں گا تاکہ مجھے شفا نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا ایسی بادشاہت پر پھر کیوں نازاں ہو، جس کی قیمت صرف پانی کا ایک گھونٹ ہو۔ اور جو باہر بھی نہ نکلے۔ پھر فرمایا۔ ہوش کر حق تعالیٰ نے تجھے صدیقؓ کی جگہ پر بٹھایا ہے۔ اور وہ تجھ سے صدق طلب کرتا ہے۔ اور فاروقؓ کی جگہ پر بٹھایا ہے۔ وہ تجھ سے حق و باطل میں فرق چاہتا ہے۔ اور تجھ کو عثمان غنیؓ کی جگہ پر بٹھایا ہے، وہ تجھ سے جود و کرم چاہتا ہے۔ اور تجھ کو مرتضیٰؓ کی جگہ پر بٹھایا ہے، وہ تجھ سے علم و عدل چاہتا ہے۔ پھر فرمایا تو چشمہ ہے اور تیرے حاکم بمنزلہ نہر ہیں۔ اگر چشمہ روشن نہ ہو تو پھر کسی طرح بھی نہروں کے روشن ہونے کی امید نہیں ہوتی۔ ہارون رشید یہ سن کر رو دیا اور آپ کو اعزاز و اکرام سے رخصت کیا +

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ہمیں ایسی دعوت کے منظور کرنے سے روکا گیا ہے جس میں ریا اور فخر کے نشانات ہوں +

یونس بن عبید کا لڑکا فوت ہوگیا۔ ابن عونؒ نے آپ کی تعزیت نہ کی۔ کسی نے آپ سے کہا کہ ابن عونؒ نے آپ کی تعزیت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا۔ جب ہمیں ایک شخص کی دوستی پر وثوق ہے

پھر اس کا ہمارے پاس نہ آنا مضر نہیں +
مکہ شریف میں ایک دن حضرت ابراہیم ادھمؒ آپ (شفیق) کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابراہیم! معاش کے بارے میں تم کیا کرتے ہو؟ فرمایا "اگر کوئی شے مل جاتی ہے تو شکر کرتا ہوں۔ اگر نہیں ملتی تو صبر کرتا ہوں"۔ آپ کہنے لگے ہماری گلی کے کتے بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر کوئی چیز انھیں مل جاتی ہے تو اظہارِ شکر میں دم ہلاتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا۔ بھلا پھر تم کیا کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا "اگر ہمیں کوئی چیز مل جاتی ہے تو ایثار کرتے ہیں۔ اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں"۔ حضرت ابراہیمؒ اٹھے اور آپ کا سر چوم لیا +
فرمایا میں نے سات سو علماء سے دریافت کیا کہ عقلمند کون ہے' دولت مند کون ہے' دانا کون ہے' درویش کس کو کہتے ہیں اور بخیل کون ہوتا ہے؟ ان سب یعنی سات سو نے ایک ہی جواب دیا کہ عقلمند وہ ہے جو دنیا کو دوست نہ رکھے اور دانا وہ ہے کہ دنیا اس کو فریب نہ دے سکے اور دولتمند وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو اور درویش وہ ہے جس کے دل میں زیادتی کی طلب نہ ہو اور بخیل وہ ہے جو حق تعالیٰ کے مال کا حق ادا نہ کرے +
حضرت حامد لفاف فرماتے ہیں "بناوٹی زاہد کی یہ علامت ہے۔ اگر کوئی اس کی ضیافت کرے تو حضرت ابراہیمؑ کی سخاوت کا بیان سنائے۔ اگر وہ کسی کی ضیافت کرے تو حضرت عیسٰیؑ کے زہد کا ذکر سنائے +
حضرت حاتم اصمؒ نے آپ سے وصیت چاہی۔ ایسی وصیت جو نہایت ہی نافع ہو۔ آپ نے فرمایا اگر عام وصیت چاہتے ہو تو زبان کو نگاہ رکھو اور اس وقت تک جواب نہ دو' جب تک کہ اپنی عقل کے ترازو میں اس کا جواب نہ دیکھو۔ اور اگر خاص وصیت چاہتے ہو تو اس وقت تک بات نہ کہو جب تک کہ دیکھ نہ لو کہ تم نہ کہو گے تو جل جاؤ گے۔ یا اس کے نہ کہنے سے کوئی زبردست فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ آپ کی وفات مبارک ۱۵۳ھ میں ہوئی +
امام ابو حنیفہؒ: ایک شخص آپ کا مقروض تھا اور جس محلے میں وہ رہتا تھا وہاں آپ کا ایک شاگرد فوت ہو گیا۔ آپ اس کی نماز جنازہ کے لیے تشریف لے گئے۔ تمازتِ آفتاب زوروں پر تھی اور وہاں پر کوئی سایہ نہ تھا۔ صرف اسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی جو آپ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ایک ساعت اس دیوار کے سایہ میں آرام فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اس صاحبِ دیوار پر میرا کچھ قرض ہے۔ اس لیے میرے لیے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں۔ اگر میں اس سے کچھ منفعت حاصل کروں تو وہ ربوٰی یعنی سود میں شمار ہو گا +
نقل ہے کہ محمد بن حسنؒ نہایت صاحبِ جمال تھے جب آپ نے اس کو دیکھا تو پھر اس کے بعد

کبھی نہ دیکھا۔ جب آپ اس کو درس دیتے تو دیوار کے پیچھے بٹھلاتے کہ کہیں اس پر نظر نہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے لیکن بے ریش لونڈے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں جو اُسے لوگوں کی نظروں میں آرائش دیتے رہتے ہیں +

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں بیس سال آپ کی خدمت میں حاضر رہا اور اس مُدت میں مَیں نے خیال رکھا کہ آپ کبھی خلا و ملا میں اپنا سر برہنہ ہو کر نہ بیٹھے اور نہ کبھی استراحت کے لیے پاؤں دراز کیے۔ مَیں نے آپ سے عرض کیا۔ اے امام دین! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کریں تو کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا خلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ مؤدب رہنا نہایت اچھا ہے

ایک دفعہ آپ حمام کو تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک شخص کو ننگا دیکھا بعض لوگوں نے اس کو فاسق کہا بعض نے کہا ملحد ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اُسی مرد نے کہا۔ اے امام! آپ کی آنکھوں کی بینائی کب سے جاتی رہی؟ آپ نے فرمایا جس وقت سے تمہاری حیا جاتی رہی +

ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے۔ راہ میں ایک لڑکے کو کیچڑ میں چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے! ذرا ہوش سے چل کہیں پھسل نہ جائے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اگر مَیں گروں گا تو تنہا گروں گا لیکن آپ ہوش کریں کہ اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا تو تمام مسلمان بھی پھسل جائیں گے۔ جو آپ کی متابعت کرتے ہیں۔ اور پھر سب کا اُٹھنا دشوار ہوگا۔ موت العالم موت العالم آپ کو اس لڑکے کی عقلمندی پر تعجب ہوا اور آپ رو پڑے اور اپنے مُریدوں سے فرمایا۔ اگر تم کو کسی مسئلہ میں شبہ ہو اور کوئی روشن دلیل موجود نہ ہو تو اس میں میری متابعت نہ کرو۔ اور میری تقلید کی وجہ سے اپنی تحقیق سے باز نہ رہو۔ یہ شان کمال انصاف ہے۔ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بہت سے مسائل میں باوجود شاگرد ہونے کے آپ سے اختلاف کیا ہے +

حضرت ابُو درداؓ فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو گویا گلاب پتے ہیں اور کانٹا نہ تھا اب سب کانٹے ہو گئے ہیں پتّا کوئی نہیں رہا +

حضرت ابو حنیفہؒ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک ناخن بھر مٹی آپ کے جامے پر آ پڑی۔ آپ اُسی وقت دجلہ کے کنارے پر گئے اور جامہ کو دھو ڈالا۔ لوگوں نے کہا۔ اے امام! آپ نے نجاست کی ایک معین مقدار کو جائز رکھا ہے۔ پھر اس قدر مٹی کو آپ کیوں دھوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے +

حضرت داؤد طائیؒ نے بیس دینار میراث میں پائے تھے۔ اُن کو آپ بیس سال تک کھاتے رہے۔ آپ نے فرمایا مَیں اس پر اس لیے نگاہ رکھتا ہوں کہ یہ میری فراغت کا سبب ہے تاکہ مرنے تک اس سے سوال نہ کروں۔ آپ روٹی کو چبا کر نہ کھاتے تھے بلکہ پانی میں گھول کر پی لیتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ روٹی چبا کر کھانے میں جس قدر وقت صرف ہوتا ہے اتنی دیر میں قرآن شریف کی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہوں۔ کیا ضرورت ہے کہ وقت کو ضائع کروں +

ایک شخص آپ کی خدمت میں گیا۔ اُس نے دیکھا کہ پانی کا ایک کوزہ دھوپ میں رکھا ہوا ہے اس نے کہا اسے سایہ میں کیوں نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں نے اس جگہ رکھا تھا تو اس وقت سایہ تھا۔ اب مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ نفس کی خاطر تنعم کروں +

ایک شخص نے حضرت ابراہیم ادھمؒ کی عبادت دیکھ کر خواہش کی کہ میں ویسا ہو جاؤں۔ یہ خبر ابراہیم ادھمؒ کو بھی مل گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اے فلاں تیری وہ گھبراہٹ جو بوجہ عیال کے تجھے پہنچتی ہے، میری تمام مقبول عبادت سے بڑھکر ہے +

حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے گناہ کے بعد کبھی کوئی چیز بلا آمیزش آنسو کے نہیں پی +

اللہ تعالےٰ نے حضرت یوشع علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ میں تیری قوم سے چالیس ہزار نیک آدمی ہلاک کر دوں گا۔ اور ساٹھ ہزار بدمعاش۔ حضرت یوشع نے عرض کیا۔ بدمعاش تو ہلاک ہوں مگر نیکوں کا کیا حال ہے؟ جواب ملا کہ وہ میری ناراضگی کے موقع پر ناراض نہیں ہوتے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں +

آپ (داؤد طائیؒ) کا مکان بہت بڑا تھا۔ اس کا ایک حصہ خراب ہو گیا۔ آپ دوسرے حصہ میں جا بیٹھے۔ لوگوں نے کہا آپ مکان کیوں نہیں بنواتے؟ آپ نے فرمایا میں نے حق تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ دُنیا کی عمارت نہ بنواؤں گا۔ دوسرے دن مکان کا وہ حصہ بھی گر گیا اور صرف ایک دہلیز باقی رہ گئی۔ جس رات آپ نے وفات پائی اس رات وہ دہلیز بھی گر پڑی۔ ایک شخص نے کہا کہ مکان کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے اور امروز فردا گرا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیس سال میں نے اس چھت کی طرف نہیں دیکھا ؎

حشر تک زیرِ زمیں دو روز بالائے زمیں ۔۔۔ جز لحد دُنیا میں کچھ تعمیر کی حاجت نہیں
زندگانی ہے علامت مرگ کی اے غافلو ۔۔۔ اور مجھ اس خواب کو تعبیر کی حاجت نہیں

خلیفہ ہارون رشید نے ایک روز امام ابو یوسفؒ سے کہا۔ "مجھے حضرت داؤد طائی کی زیارت کے لیے لے چلو"۔ جب خلیفہ اور امام ابو یوسفؒ دونوں آپ کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ خلیفہ نے آپ کی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہماری باریابی کی سفارش کیجیے۔ اُنھوں نے سفارش کی لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو بھی قبول نہ کیا اور فرمایا "مجھے ظالموں اور دُنیاداروں سے کیا غرض۔ میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا"۔ پھر آپ کی والدہ نے کہا

کہ "الٰہی! کیا تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے؟ اور میری رضامندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے۔ ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں جو اپنی والدہ کی رضا کے طالب نہیں"۔ آپ نے جب اپنی والدہ کے یہ کلمات سُنے تو خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر گزاری۔ اور عرض کیا " یہ حلال ہے قبول فرمائیے "۔ آپ نے ارشاد کیا " کہ اسے اُٹھا لیجیے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مَیں نے اپنا مکان حلال روپوں کے عوض میں فروخت کیا ہے اور میں انہی روپے کو خرچ کرتا ہوں، اور مَیں نے حق تعالےٰ سے دُعا کی ہے کہ جس وقت یہ روپے خرچ ہو جائیں تو مجھے بھی موت دے دے تاکہ مَیں مخلوق کا محتاج نہ ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ حق تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی ہوگی "۔ پھر وہ لوگ واپس ہو گئے۔ امام ابُویوسفؒ نے پُوچھا کہ آپ کا نفقہ کس قدر رہ گیا ہے۔ فرمایا دس درہم چاندی کے رہ گئے ہیں۔ اور ایک درہم روزانہ خرچ ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ امام یوسف محراب سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آج داؤد طائیؒ نے وفات پائی ہے۔ جب دریافت کیا گیا تو درست نکلا۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ نے کس طرح جانا؟ ابویوسف نے جواب دیا کہ مَیں نے آپ کے نفقے کی مقدار سے حساب کیا ہے کہ اب نہیں رہے ہے۔ اور یہ کہ آپ کی دُعا ضرور قبول ہوئی ہوگی +

آپ حالتِ علالت میں دالیز میں سوئے ہُوئے تھے۔ گرمی نہایت تھی اور آپ نے ایک اینٹ سرہانے رکھی ہُوئی تھی۔ اور آپ اس وقت حالتِ نزع میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ایک بزرگ نے آپ سے درخواست کی کہ مَیں آپ کو کسی اور اچھی جگہ لے چلوں۔ آپ نے فرمایا کہ "مجھے شرم معلوم ہے کہ نفس کے لیے درخواست کروں مَیں آج تک نفس کا مغلوب نہیں ہُوا۔ اور ایسی آخری حالت میں تو بدرجہ اولیٰ نہ ہونا چاہیے۔ پھر آپ نے اُسی رات وفات پائی اور وصیت کی کہ مجھے دیوار کے نیچے دفن کیا جائے " تاکہ کوئی میرے سامنے سے نہ گذرے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کی وصیت پر عمل کیا اور آج تک ویسا ہی ہے +

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں۔ دُنیا میں سب سے بُرا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں سوال کرنا ہے۔ کیونکہ سائل اللہ کے گھر میں غیر سے مانگتا ہے۔ اور ان کے نہ دینے کے باعث ان پر غضبِ الٰہی کا موجب ہوتا ہے +

یزید بن عبد الملک کو مرض الموت میں خبر پہنچی کہ ہشام اس کی مرض پر خوش ہے اور اس کی موت کی آرزو کرتا ہے تو اس نے یہ اشعار پڑھے: (ترجمہ) لوگ میرے مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ اگر میں مرگیا تو تعجب نہیں۔ کیونکہ اس راہ میں مَیں اکیلا نہیں ہُوں جو اس قدیمی قانون

کی مخالفت چاہتا ہے، اُسے کہ دو تو بھی اسی جیسے کے لیے تیار ہو جا اس طرح کہ گویا ابھی آئیگی۔"
حضرت امام شافعیؒ کے ہم عصروں نے جب ان کی موت کی خواہش کی تو آپ نے بھی یہی اشعار پڑھے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ہم نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! کیا ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کریں، خواہ خود اس پر کاربند ہوں یا نہ۔ آپ نے فرمایا "ہاں امر بالمعروف کرو، خواہ خود اس پر کاربند نہ ہو اور نہی عن المنکر کیا کرو۔ خواہ خود پورے پورے باز نہ رہ سکو۔

حضرت لقمان فرماتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ کہ بُرائی بُرائی سے رُکتی ہے بلکہ بُرائی نیکی ہی سے رُکتی ہے۔ جیسے آگ پانی سے۔

حضرت حاتم اصمؒ: آپ نے ایک دن اپنے مریدوں سے کہا کہ ایک مدت سے میں تمہارا رنج کھینچتا ہوں۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم میں سے کوئی بھی جیسا کہ چاہیے شائستہ ہوا ہے۔ ایک نے کہا فلاں شاگرد نے اس قدر جہاد کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ تو غازی ہوگا اور میں تو شائستہ چاہتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ فلاں شاگرد نے اس قدر مال خدا کی راہ میں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ سخی ہے۔ مریدوں نے کہا کہ فلاں شخص نے اس قدر حج کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حاجی ہے۔ ایک نے کہا کہ فلاں مرید شب و روز عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عابد ہے۔ اور مجھے شائستہ درکار ہے مریدوں نے کہا۔ بھلا آپ ہی فرمائیے کہ آدمی شائستہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ شائستہ وہ ہے جو حق تعالیٰ سے ڈرے اور بغیر اس کے کسی پر اُمید نہ رکھے۔

آپ اس حد تک کریم تھے کہ ایک عورت آپ کے سامنے آئی اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ اس کی ہوا نکل گئی، اور وہ شرمندہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ بلند آواز سے کہو مجھے سنائی نہیں دیتا۔ میرے کان بہرے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا اس لیے تھا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ آپ نے اس مسئلے کا جواب دیا اور عورت کو بھی معلوم ہوا کہ آپ نے ہوا کی آواز کو نہیں سُنا ہے اور جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ نے اپنے آپ کو بہرہ بنائے رکھا اور اسی سبب سے آپ کو اصم کہتے ہیں۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرے پاس بہت سا مال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اس میں سے دوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ڈرتا ہوں کہ جب تو مر جائے گا تو مجھے کہنا پڑے گا کہ اے آسمان کی روزی دینے والے! زمین کی روزی دینے والا مر گیا۔
ایک شخص نے آپ سے کہا کہ فلاں شخص نے بہت سا مال جمع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا اس نے زندگانی بھی اس کے ساتھ جمع کی ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ مال مُردہ کے

کس کام آئے گا +

جب آپ بغداد تشریف لائے تو لوگوں نے خلیفہ کو خبر دی کہ خراسان کا زاہد آیا ہے۔ خلیفہ نے آپ کو بلایا۔ جب آپ دروازے میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: "السلام علیکم اے زاہد!" خلیفہ نے کہا: "میں زاہد نہیں ہوں۔ کیونکہ تمام ملک میرے زیرِ فرمان ہے۔ زاہد تو آپ ہیں۔" آپ نے فرمایا "حق تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ۔ تم نے اس تھوڑی سی شے پر قناعت کر لی ہے۔ لہٰذا زاہد تم ہوئے نہ کہ میں" +

محمد بن سیرینؒ کی ایک خچر دہلیز میں بندھی رہتی تھی۔ جب کسی کو سواری کی ضرورت ہوتی اس کو کھولتا اور بلا اجازت سوار ہو کر چلا جاتا۔ کیونکہ لوگ اس بزرگ کی رضا جانتے تھے +

حضرت ابراہیم ادہمؒ سے کسی نے کہا "آپ نے وہ دانائی جو آپ کے کلام سے ٹپکتی ہے کیونکر حاصل کی؟" آپ نے فرمایا "قلت الطعام یعنی کم کھانا، قلت المنام یعنی کم سونا، قلت الکلام یعنی کم بولنا اور دوسرے دن کے لیے کوئی چیز جمع نہ کرنا +

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں محمد بن واسعؒ اور یوسف بن اسباط کو جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ اور میں نے غور سے دیکھا کہ کون پہلے جنت میں داخل ہوتا ہے تو وہ یوسف بن اسباط تھے۔ میں نے ایک فرشتے سے پوچھا "وہ پہلے کیوں داخل ہوئے؟" اس نے کہا۔ کیونکہ ان کے ایک کرتا تھا اور ان کے دو" +

حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس میں فقراء امیروں کی طرح ہوتے۔ ایک دفعہ ایک مفلس آدمی آپ کے پاس آیا اور دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے دوست! قریب آ جا۔ اگر تو غنی ہوتا تو میں تجھے اپنے پاس نہ بٹھاتا +

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئی "اگر دنیا کو اپنی طرف آتا دیکھے تو یقین کر لے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی سزا جلد مل گئی ہے" +

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں "تین آدمی جنت میں فی الفور داخل ہوں گے: اول وہ شخص جو اپنے کپڑے دھونے چاہے تو اسے کوئی پرانا کپڑا نہ ملے جس کو پہن کر دھوئے۔ دوم وہ جس نے اپنے چولھے پر دو ہانڈیاں نہ چڑھائی ہوں۔ تیسرے وہ جو اپنے بال بچوں کو ان کی خوشی کے لیے کسی چیز کو خریدنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اور ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتا ہو +

کسی نے حضرت سفیان ثوریؒ سے سوال کیا کہ کیا وہ شخص بھی امر بالمعروف کرے جسے یقین ہے کہ اس کی بات مقبول نہ ہوگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تاکہ اللہ کے نزدیک وہ معذور ہو جائے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک شخص بطور نصیحت

دوسرے کو کہے تو اللہ سے ڈر اور وہ اس کا جواب دے تو اپنے آپ کو سنبھال ؂

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ متکبر کو دنیا سے نہیں نکالتا۔ یہاں تک کہ ادنےٰ خدمت گار اور ہمسایوں سے اس کو ذلت نہ دکھائے اور اپنے پاخانے پیشاب میں لوٹتا نہ پکڑے" ؂

حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہیں۔ "بُرا دوست وہ ہے جس کا دوست اس کی غیر حاضری میں اتنی جرأت نہ کر سکے کہ بیویوں کی تھیلی کھول کر اپنی حاجت کے مقدار بلا اجازت لے لے" ؂

حضرت سعدیؒ اپنے باپ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ دورانِ سفر میں ایک رات اپنے باپ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ تہجد کے وقت آپ نے نماز پڑھی جب کہ دوسرے اہل قافلہ سو رہے تھے۔ بعد ادائے نماز آپ نے باپ سے کہا کہ یہ لوگ کیسے بے خبر سو رہے ہیں۔ کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اُٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ باپ نے کہا۔ جانِ پدر! اگر تم بھی سو رہتے۔ تو اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کی غیبت کر رہے ہو ؂

حضرت حمدون قصارؒ: آپ کا تقویٰ اس قدر تھا کہ آپ ایک رات ایک دوست کے سرہانے بیٹھے تھے اور دوست نزع کی حالت میں تھا جب آپ کا دوست وفات پا چکا تو آپ نے چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا۔ اس وقت تک تو ہمارے دوست کا مال تھا لیکن اب یتیموں کا مال ہے۔ اب ہمیں تیل جلانا نہ چاہیے ؂

حضرت جنید بغدادیؒ: آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے۔ جب مَیں مکہ معظمہ میں تھا۔ ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ مَیں نے کہا۔ کیا میرے بال بھی خدا کے لیے کاٹ دو گے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ بنی تھی کہ حجام نے کہا۔ "آپ اب اُٹھ جائیے۔ کیونکہ جب خدا کا نام درمیان میں آ گیا مَیں نے سب کچھ پا لیا" پھر مجھ کو بٹھایا میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے بال مونڈ دیئے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا اس میں ریزگاری تھی۔ مجھ سے کہا۔ کہ اسے اپنی ضرورت پر خرچ کرنا۔ مَیں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اول جو کشائش مجھے نصیب ہوگی۔ مَیں اس کے ساتھ مروت کروں گا۔ ابھی بہت دن نہ گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے ایک اشرفیوں کی تھیلی بھیج دی۔ مَیں اسے لے کر اسی حجام کے پاس گیا جب مَیں نے وہ تھیلی اس کو دی تو اس نے کہا۔ "یہ کیا ہے؟" مَیں نے کہا۔ میری نیت یہ تھی کہ جو کشائش اول ہو گی وہ مَیں تمہیں دوں گا۔" اس نے کہا۔ "تجھے خدا سے شرم نہیں آتی؟ تو نے مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے۔ اور اب یہ کیا لے کر آیا ہے۔ کیا یہ اس کا عوض ہے؟ بھلا تم نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لیے کام کرے اور اس کا عوضانہ طلب کرے؟

آپ کی صحبت نہایت خاموشی اور ادب کی صحبت تھی۔ اور جس شخص کو تھوڑی سی بھی آپ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اس نے ہمیشہ فخر کیا ہے۔ حضرت رویمؒ کا ایک واقعہ ہے کہ خلیفہ بغداد نے ایک دفعہ انھیں بے ادب کہا۔ آپ نے جواب دیا کہ "مجھے آدھا روز حضرت جنیدؒ کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ پس میں کیوں کر بے ادب ہو سکتا ہوں" ÷

حضرت ابو جعفر حدادؒ فرماتے ہیں:- "اگر عقل کسی انسان کی صورت میں متشکل ہوتی تو وہ حضرت جنیدؒ کی صورت ہوتی۔ مثال ذیل سے آپ کی فراست بزرگانہ کا اندازہ لگ سکتا ہے:

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس ہزار دینار لایا اور حضرت کے سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ ان کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے پوچھا کہ تمھارے پاس ان کے سوا اور دینار بھی ہیں اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے "ان میں اضافہ بھی چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ ان دیناروں کو تم ہی لے جاؤ۔ کیونکہ ہم سے زیادہ تم کو ان کی احتیاج ہے

ایک شخص نے لوگوں کی دعوت کی۔ اس کا بیٹا اپنے باپ کو اطلاع کیے بغیر حضرت جنیدؒ کو بھی دعوت کا کہہ آیا۔ آپ اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے۔ باپ نے روک دیا۔ آپ واپس ہو گئے۔ وہ پھر بلا لایا۔ آپ پھر آ گئے۔ پھر باپ نے روک دیا۔ آپ پھر واپس ہو گئے۔ اسی طرح چار بار ہوا۔ آپ ہر بار لڑکے کی خوشی کے لیے ساتھ آ جاتے اور باپ کی خوشی کے لیے واپس ہو جاتے اور ہر دو امور منجانب اللہ خیال کرتے۔ اور آپ اس سے عبرت حاصل فرماتے ÷

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے شاہی چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور ہمیشہ کسبِ حلال سے روزی کمائی ایک دن اوضاعیؒ نے آپ کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ پوچھا کہ کب تک یہ کسب آپ کا ہوا کرے گا۔ آپ کے مسلمان بھائی آپ کے اس رنج کو بخوشی رفع کر سکتے ہیں۔ فرمایا۔ "چپ رہ۔ حدیث شریف ہے کہ جو کوئی طلبِ حلال کے لیے ذلیل جگہ کھڑا ہو گا۔ اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے" ÷

بہلول رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں رہتے تھے۔ ایک دن حضرت سری سقطیؒ نے کہا۔ آپ شہر میں کیوں نہیں قیام فرماتے۔ جواب دیا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس رہتا ہوں کہ اگر ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے تکلیف نہیں پہنچاتے اور اگر ان سے غائب ہوتا ہوں تو غیبت نہیں کرتے ÷

حضرت بشر حافیؒ اپنے زمانہ لہو و لعب میں ایک دفعہ دوستوں کے ساتھ مشغول عیش و طرب تھے۔ ایک مرد صالح دروازے پر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ لونڈی باہر آئی۔ دریافت کیا کہ اس مکان کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ لونڈی نے جواب دیا۔ "آزاد"۔ فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ اگر غلام ہوتا تو بندہ ہونے کے آداب نہ چھوڑتا اور لہو و لعب و عیش و طرب میں مشغول

نہ ہوتا۔ آپ نے یہ بات سن لی اور سچی توبہ اختیار کر لی +

عمر نبالی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ایک راہب پر ہوا۔ جس کے دائیں ہاتھ میں سفید اور بائیں ہاتھ میں سیاہ کنکریاں تھیں۔ دریافت کیا کہ ان کو کیا کرتا ہے؟ جواب دیا کہ جب میں کوئی نیکی کرتا ہوں تو ایک سفید کنکری سیاہ کنکریوں میں ڈال دیتا ہوں۔ اور جب گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو ایک سیاہ کنکری سفید کنکریوں میں ڈال دیتا ہوں اور رات کو ان میں نظر کرتا ہوں۔ اگر نیکیاں گناہوں پر بڑھ جاتی ہیں تو روزہ افطار کر لیتا ہوں، اور عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور اگر گناہ نیکیوں پر بڑھ جاتے ہیں۔ تو نہ کچھ کھاتا ہوں نہ پیتا ہوں۔ یہ میرا حال ہے۔ والسلام علیک +

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھودی ہوئی تھی۔ ہر روز کئی بار اس میں لیٹتے اور فرماتے کہ اگر ایک ساعت میں موت کو بھلا دوں تو میرا دل سیاہ ہو جائے +

شیخ ابوالحسن مقریؒ اور آپ کے بھائی کے پاس فقط ایک عمامہ اور قمیص تھی۔ ایک باہر جاتا تو دوسرا گھر میں برہنہ بیٹھا رہتا +

ایک شخص نے غلام خریدا۔ وہ غلام نہایت دین دار تھا۔ آقا نے دریافت کیا "اے غلام! تو کیا چیز کھانا چاہتا ہے"؟ کہا جو آپ کھلائیں۔ پھر پوچھا "کیا پہننا چاہتا ہے"؟ کہا جو آپ پہنائیں۔ پھر پوچھا "کہاں قیام کرنا چاہتا ہے"؟ کہا جہاں حضور بٹھائیں۔ پھر پوچھا "کیا کام کرنا چاہتا ہے"؟ کہا۔ جو کچھ آپ کرائیں۔ آقا صاحب دل شخص تھا، رو پڑا۔ اور کہنے لگا۔ جو حالت تیری میرے ساتھ ہے، کاش میری حالت اپنے رب کے ساتھ ہوتی، تو کس قدر مبارک ہوتا۔ غلام نے کہا۔ وہ غلام نہیں جو اپنا اختیار آقا کے سامنے باقی رکھے۔ پس آقا نے کہا "میں نے تجھے آزاد کیا۔ جہاں چاہے چلا جا۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ تو میرے پاس ہی میرا مخدوم بن کر رہے اور میں تیری خدمت کروں" +

حضرت سعد بن کدامؒ فرماتے ہیں "آج کل ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حلال ہے۔ مگر جو آدمی نہر سے چلو پانی پی لے۔ کیونکہ حلال کمائی ایک پہاڑ کو دوسری جگہ رکھنے سے بھی مشکل ہے" +

کسی نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا۔ حضرت علقمہؒ صحابی افضل ہیں یا حضرت اسودؓ۔ کہا۔ خدا کی قسم ہم تو اس لائق بھی نہیں کہ ان کا ذکر کریں۔ پھر ان میں تفاضل کس طرح کر سکتے ہیں؟

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ "میں پچاس برس لوگوں میں بیٹھا۔ میں نے ایک شخص بھی ایسا نہ پایا جو بعد قطع کے مجھ سے وصل کرتا اور میرا گناہ بخشتا یا میرا عیب چھپاتا۔ یا غصہ کے وقت میں اس سے امن میں ہوتا +

حضرت امام حسنؓ کا لنگر خانہ ہر خاص و عام کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا اور اس میں نہایت

نفیس و لذیذ کھانے پکائے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے لنگر کا خرچ بہت بڑھ گیا تھا۔ ان اخراجاتِ کثیر کو دیکھ کر کسی شخص نے آپ سے کہا۔ لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ یعنی فضول خرچی میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ آپ نے فی البدیہہ جواب میں فرمایا۔ لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ یعنی نیکی میں کوئی فضول خرچی نہیں ہے۔

سلطان ناصر الدینؒ قرآن شریف لکھ کر فروخت کیا کرتے اور اسی آمدنی پر بمشکل تمام گزارہ کرتے تھے۔ شاہی خزانہ سے کبھی ایک پیسہ تک زندگی بھر نہ لیا۔ ایک دفعہ ایک قرآن شریف نہایت اہتمام اور بڑی محنت کے ساتھ لکھا۔ اُمرائے دربار نے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ نے دکھایا۔ سب نے بہت تعریف کی۔ ایک اہلکار نے کہا کہ اس لفظ پر فتح یعنی زبر ہونی چاہیے۔ سلطان نے کہا نہیں اسی طرح درست ہے۔ اس نے اصرار کیا۔ آپ نے قلم سرمہ سے اس پر نشان لگا دیا۔ اور کہا کہ اس کو درست کر دوں گا۔ سب لوگ رخصت ہو گئے اور فقط ایک معتمد باقی رہ گیا۔ سلطان نے اس نشان کو مٹا دیا۔ معتمد نے کہا کہ اگر اس کو مٹانا ہی تھا تو اس وقت نشان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سلطان نے فرمایا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ وہ اہلکار غلط کہہ رہا ہے اور دوسرا قرآن شریف لا کر میں اس کی غلطی کو ثابت بھی کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے اس کی شرمندگی اور دل شکنی کو گوارا نہ کرتے ہوئے نشان لگا کر اس کی حوصلہ افزائی کر دی۔ جس سے میرا کچھ حرج نہ ہوا لیکن وہ شرمندگی سے محفوظ رہا۔

حضرت وہب بن منبہؒ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے "آؤ ہم اس گناہ سے توبہ کریں جس سے توبہ کرنا لوگوں نے چھوڑ دی ہے" دریافت کیا جاتا وہ کیا ہے؟ فرماتے "دنیا کی محبت۔ عنقریب لوگ دنیا کو اچھا جانیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی اور اہلِ دنیا کی پرستش کریں گے"۔

شاہ اسمٰعیل سامانیؒ اپنی رعایا پروری اور رحمدلی کے باعث نہایت نیک نام ہو گزرا ہے۔ ایک دفعہ کسی کسان نے ایک ککڑی شاہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی۔ سلطان نے اس کو چکھا اور نہایت تکریم کے ساتھ اپنے پاس رکھ لی۔ اور بعد اظہارِ شکر گزاری کسان کو مناسب انعام دے کر عزت سے رخصت کیا۔ ندیموں نے پوچھا کہ پہلے آپ ہر ایک تحفہ کو حاضرین میں تبرکاً تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس ککڑی کو کیوں تقسیم نہ کیا؟ شاہ نے کہا۔ میں نے ککڑی کو چکھا تو وہ کڑوی نکلی۔ اگر آپ لوگوں میں تقسیم کر دیتا تو ہر ایک اس کو چکھ کر ضرور تھوک دیتا اور کسان اس تحفہ کے کڑوے ہونے کی وجہ سے شرمندہ ہوتا۔ لہٰذا میں نے اس کے تقسیم نہ کرنے ہی میں مصلحت سمجھی تا کہ کسان کی دل شکنی نہ ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں مروت و دیگر اخلاقِ حمیدہ بہت کم ہو جائیں گے۔ اور مرد مردوں کے باعث اور عورت عورتوں کے باعث ایک دوسرے سے مستغنی ہوں گے۔

حضرت نصیرؒ نے تختۂ دار پر چڑھ کر اپنے معتقدین سے کہا کہ تمہیں ایک ثواب ہے اور مخالفوں

کو دو۔ کیونکہ تمہیں حُسن ظن ہے جو کہ فرع ہے۔ اُن کو توحید کی قوّت اور شریعت کی ہیبت مطلوب ہے اور یہ اصل ہے۔ حضرت عبد الجلیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت منصورؒ کی نسبت مجھے سزا دینے والوں پر زیادہ اعتقاد ہے' جو شریعت کا لحاظ رکھنے میں سُست نہ ہوئے۔

حضرت امام احمدؒ کو معتزلیوں نے بڑھاپے میں اس قدر شدید اذیتیں پہنچائیں کہ جن سے آپ نزع کی حالت کو پہنچ گئے۔ اُس وقت کسی نے پوچھا کہ ان ظالموں کی بابت آپ کیا خیال ہے؟ فرمایا وہ اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور مجھے باطل پر۔ اپنے زعم میں اُنھوں نے مجھے خدا کے لیے مارا ہے۔ اس لیے میں ان کے ساتھ دشمنی نہیں رکھتا۔

ایک زاہد نے حلوا کھانا ترک کر رکھا تھا۔ صرف اس خیال سے کہ مجھ سے اس نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ خواجہ حسن بصریؒ نے سُن کر کہا کہ وہ شخص احمق ہے۔ کیا وہ سرد پانی کا شکر ادا کر سکتا ہے؟

حضرت مسعر بن کدامؒ سے اگر کوئی کہتا کہ میرے لیے دُعا کرو تو فرماتے۔ دُعا تو خود کر، میں آمین کہوں گا۔ کیونکہ دُعا حاجتمند ہی کو کرنی چاہیے۔

حضرت محمد بن کعبؒ لنگڑے تھے۔ فرمایا کرتے۔ اے لنگڑے! میں تجھے دیکھتا ہوں کہ جب قیامت کے دن ہر خطاوار کے گروہ کو جُدا جُدا ندا دی جائے گی کہ کھڑے ہو جاؤ۔ فلاں گناہ کرنے والو! اُس وقت تجھ کو ہر خطاوار گروہ کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا اور تیرا کوئی عذر لنگ قابل قبول نہ ہوگا۔

مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر کرایہ کے مکان میں رہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا آپ اپنا گھر کیوں نہیں بنا لیتے۔ فرمایا چھوڑ جانے کو اپنا اور غیر کا گھر دونوں برابر ہیں۔

امام زین العابدینؒ کی شان میں کسی نے کلمات بے ادبی کہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا تو نے کہا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں ہوں جیسا تو نے کہا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تیری مغفرت فرمائے۔

ایک شاعر کسی درویش کی خدمت میں گیا۔ ایک مُرید نے حسب ہدایت درویش اس کو روکا۔ آخر کار ملاقات کی اجازت مل گئی۔ شاعر نے پہنچتے ہی یہ مصرعہ چُست کیا۔ ع

در درویش را درباں نباید

درویش نے فی البدیہہ جواب دیا۔ ع

بباید تا سگ دُنیا نیاید

حضرت جنیدؒ ایک روز مسجد میں تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے۔ آپ نے حال پُوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر مصروف رقص و سرود اور دور شراب سے مخمور ہیں۔ آپ نے اسی وقت مُنہ

پسپشت کر جنگل کی راہ لی جب وہ قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ فرمایا بھاگو مت۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں ہمارے لیے بھی لاؤ۔ شہر میں تو پی نہیں سکتے پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں ان لوگوں نے کہا افسوس ہے کہ اس وقت شراب باقی نہیں رہی۔ فرماؤ تو شہر سے منگوادی جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ کیا تمھیں کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آجایا کرے۔ وہ بولے صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں۔ فرمایا کہ آؤ تم کو ایک ایسی بات سکھادوں کہ شراب خود بخود آجائے۔ پھر شراب کا مزہ دیکھو۔ وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتادیجیے۔ کہاکہ اچھا۔ اوّل نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ سب نے غسل کیا، کپڑے دھوئے اور پاک و صاف ہوکر آموجود ہوئے۔ تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے دعا مانگی کہ بارِ خدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ تیرے حضور میں اُن کو کھڑا کردیا۔ اب تجھے اختیار ہے۔ خواہ اُن کو گمراہ کر خواہ ہدایت بخش۔ چنانچہ حضرت کی دعا منظور ہوئی۔ اور وہ سب ہدایتِ کامل سے مستفیض ہوئے +

امام الشہداء حضرت حسینؓ کا دستور العمل تھا کہ آپ اکثر اپنے ہاتھ سے سودا خرید کر بازار سے لایا کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ ترازو کے دونوں پلڑوں میں ہر چیز کو وزن کرا لیتے تھے۔ ایک دن ایک سبزی فروش عورت سے سبزی خرید کر دونوں پلڑوں میں وزن کرایا سبزی فروش عورت نے بطورِ اعتراض عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ تیرا حق میری جانب، اور میرا حق تیری جانب نہ آجائے۔ میں تجھ کو بھی پاک کرتا ہوں اور خود بھی پاک ہوتا ہوں۔ کیونکہ دوسرے کا حق عالم بقا میں بڑی خرابی پیدا کرتا ہے۔ وہ عورت قدمبوس ہوئی اور آئندہ احتیاط رکھنے لگی +

حضرت سلمانؓ فارسی کسی شہر کے حاکم تھے آپ کی عادت تھی کہ نت کمبل پہنے رہتے۔ گھر کا سودا سلف اپنے ہاتھ سے لاتے۔ کسی امیر نے ایک بوری آٹے کی خریدی اور اس انتظار میں تھا کہ کسی کو بیگار میں پکڑے۔ سلمانؓ کو جاتے دیکھ کر بیگار میں پکڑ لیا۔ اور نہ پہچانا کہ یہ حاکمِ شہر ہے بوری اس کے سر پر رکھی اور لے چلا۔ ایک شخص نے راہ میں دیکھ کر کہا کہ اے امیر و حاکمِ شہر یہ بوجھ کہاں لیے جاتے ہو؟ وہ یہ کلام سنتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ اور عذر کرنے لگا کہ بندہ سے نادانستہ یہ حرکت ہوئی۔ معاف کیجیے اور یہ بوجھ سر سے اتار ڈالیے۔ آپ کے قدم کی خاک جو سرمہ کروں تو بجا ہے۔ سلمانؓ نے کہا۔ کیا میں نے یہ قبول نہیں کیا ہے کہ یہ گٹھڑی تیرے گھر تک پہنچادوں۔ آخر نہ اُتاری اور اس کے گھر میں پہنچا کر کہا۔ "میں نے تو تیرا کام کیا، اب تو بھی مجھ سے عہد کر کہ پھر کسی کو بیگار میں نہ پکڑے۔ اور اتنا لے جو اُٹھا سکے اور کسی سے بے مروّت نہ ہونا پڑے" +

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں ایک طالب معرفت بہت دور دراز کا سفر کر کے حاضر ہوا۔ دیکھا تو ٹھاٹ امیرانہ ہیں۔ نوابوں کے سے کارخانے، امیروں کی سی بارگاہ، نوکر چاکر، حشم و خدم، تزک و سامان۔ اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں خدا پرستی کا کیا مذکور ہے لیکن چونکہ دور سے آیا تھا۔ چندے قیام کیا۔ دونوں وقت شیخ کی خدمت میں جاتا۔ ایک روز شیخ کے نام کسی گماشتے کی چٹھی آئی کہ فلاں جہاز جس پر لاکھ روپے کا مالِ تجارت مصر کو جاتا تھا ڈوب گیا۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا۔ الحمدللہ۔ پھر چند روز کے بعد اسی گماشتے کی چٹھی آئی کہ وہ جہاز جو مالِ تجارت لے کر ڈوبا تھا نکل آیا اور مال کو بھی کچھ گزند نہیں پہنچا۔ شیخ نے سن کر فرمایا۔ الحمدللہ تب تو اس طالب سے رہا نہ گیا۔ اور پوچھا۔ اگر ارشاد ہو تو ایک شبہ عرض کروں۔ فرمایا کہو۔ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ مالِ تجارت دو حال سے خالی نہیں۔ مال حلال ہے یا مالِ حرام۔ اگر حلال ہے تو اس کے تلف پر الحمدللہ کہنا کیا معنی؟ اور اگر حرام ہے تو اس کے بازیافت پر شکر کیسا؟ شیخ نے مسکرا کر فرمایا" مال تو حلال و طیب ہے لیکن شکر نہ تلف پر تھا نہ بازیافت پر۔ جب مجھ کو تلف کی خبر ہوئی تو میں نے اپنے دل کی حالت پر نظر کی کہ دیکھوں اس نقصان نے کیا اثر پیدا کیا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ دل پر مطلق اثر نہیں ہوا۔ پھر بازیافت کے وقت بھی دل کا وہی حال پایا۔ پس میں نے دونوں حالتوں میں اس بات کا شکر کیا کہ الحمدللہ دنیا کا سود و زیاں میری نظر میں ہیچ ہے۔ بے شک دنیا کے تعلقات میں آلودہ رہ کر بے تعلق رہنا مردانِ خدا کا کام ہے +

حضرت عبداللہ رازیؒ درزی سے ہمیشہ ایک گبر کپڑے سلواتا اور ہر بار کھوٹا روپیہ سلائی میں دیتا آپ لے لیتے اور کبھی انکار نہ کرتے اور نہ ہی جتلاتے۔ ایک دفعہ آپ کی غیر حاضری میں شاگرد نے اس گبر سے کھوٹا روپیہ نہ لیا۔ جب آپ آئے تو شاگرد سے کہا کہ تو نے کھوٹا روپیہ کیوں نہ لیا۔ برسوں گزر گئے۔ وہ میرے ساتھ اسی طرح کرتا ہے اور میں نے کبھی اس پر ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ اس خیال سے کھوٹا روپیہ لیتا رہا کہ اگر میں نے نہ لیا تو کسی اور مسلمان کو فریب دیگا۔

حضرت رباح قیسیؒ کی بیوی اوّل شب بعد نمازِ عشا عمدہ کپڑے پہن کر شوہر سے کہتیں کیا آپ کو میری حاجت ہے۔ اگر وہ کہتے نہیں تو وہ لباس اتار کر اور دوسرا لباس بدل کر تمام رات قیام میں مشغول رہتیں +

حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنا دروازہ باہر کے رخ سے بند کرتے کہ لوگ دیکھ کر چلے جاتے +

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب کبھی سیر شکم ہو کر کھایا تو کوئی گناہ کیا یا گناہ کا ارادہ۔

شکم را چو پُر کرد انساں زناں　　شود بیگماں رغبتش با زناں

حضرت سنائیؒ فرماتے ہیں ؎

آدمی را دو بلا کردہ رہی / داند از ہر دو بلا روز بہی
یا کند پُر شکمِ خویش زناں / یا کند پُشت خود از آب تہی

احمد بن ابی الحسینؒ جس کو دیکھتے پہلے سلام کرتے۔ یہاں تک کہ حیوانات اور کُتّے سُور پر بھی۔ راہ میں کھڑے ہو کر اندھوں کا انتظار کرتے جب کوئی آجاتا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر جہاں اُسے جانا ہوتا پہنچا دیتے۔ ایک دفعہ سُور کو دیکھ کر کہا۔ "اَنعِم صَبَاحاً" (صبح کا جام محبت بخشیے) کسی نے کہا۔ یہ کیا کہتے ہو؟ فرمایا "اچھی بات بولنے کی عادت ڈالتا ہوں" +

شیخ محمد عمریؒ کے وقت میں غلّہ سخت گراں ہوگیا۔ جس قدر غلّہ آپ کے ذخیرے میں جمع تھا سب نکال کر مسابقہ ارزاں نرخ پر فروخت کر دیا۔ پھر جس طرح اور لوگ جس نرخ گراں پہ خریدتے تھے، آپ بھی خرید کر گزارہ کرتے رہے +

شہنشاہ ہمایوں ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ اگر کبھی بے وضو حالت میں اپنے ملازم خاص عبداللہ کی کسی کام کے لیے ضرورت پڑتی تو اللہ کے نام کے ادب کی وجہ سے صرف عبدل کہہ کر پکارتے ایسے رفیع المرتبت اور وسیع المملکت شہنشاہ کی یہ مثال عام درجہ کے انسانوں کے لیے کس قدر سبق آموز ہے +

دلّی کی جامع مسجد کا سنگِ بنیاد رکھے جانے کے موقع پر شاہ جہان بنفسِ نفیس تشریف لائے۔ لاکھوں آدمی اس تقریبِ سعید پر بادشاہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جمع ہوگئے بادشاہ نے مجمع عام میں منادی کروائی کہ جس شخص کی نمازِ تہجد کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ وہ مجمع سے باہر آئے اور مسجد کا سنگِ بنیاد رکھے لیکن کوئی شخص نہ نکلا۔ آخر خود بادشاہ نے اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا۔ یعنی آپ کی نمازِ تہجد کبھی قضا نہ ہوئی تھی۔ خداوندِ کریم جن کو سعادت بخشتا ہے اُن کو دنیادی ذمہ داریاں کثرتِ کار اور حالاتِ گرد و پیش کسی حالت میں بھی مانعِ عبادت نہیں ہوتے +

ایک دفعہ بغداد شریف کے بازار میں آگ لگ گئی۔ دو رومی غلام جو نہایت صاحبِ جمال تھے آگ میں گِر گئے۔ ان غلاموں کا مالک کہتا تھا کہ جو کوئی ان کو آگ سے نکالے گا، میں اُسے دو ہزار دینار مغربی انعام میں دوں گا۔ لیکن کوئی شخص یہ جُرأت نہ کرتا تھا۔ ناگاہ محمد عمریؒ وہاں جا نکلے۔ اور آپ نے یہ معاملہ بچشم خود مشاہدہ کیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آگ میں سے صحیح و سالم دونوں غلاموں کو باہر نکال لائے۔ ان غلاموں کے مالک نے دو ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو اُٹھا لے اور اس حق تعالیٰ کا شکر ادا کر جس نے ہمیں یہ مرتبہ

کسی سے کچھ نہ لینے کے عوض عطا فرمایا۔ کیونکہ ہم نے دُنیا کو آخرت سے تبدیل کر لیا ہے ؎
حضرت عثمان الخیریؒ: آپ کے والد نہایت مالدار شخص تھے۔ ایک دن آپ مکتب جاتے تھے۔ چار غلام آپ کے ہمراہ تھے۔ سونے کی دوات تھی۔ سر پر زربفت کی پگڑی اور نہایت قیمتی پیراہن پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک کارواں سرائے میں ایک گدھا دیکھا جس کی پیٹھ زخمی ہو رہی تھی اور کوّے اس کی پیٹھ کو نوچ نوچ کر کھا رہے تھے اور اس میں طاقت نہ تھی کہ ان کو دفع کر سکے کیونکہ اس کا مُنہ پیٹھ تک نہ پہنچتا تھا۔ آپ کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ آپ نے غلاموں سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ کس لیے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ جو خیال آپ کے دل میں گزرے ہم اُس کی تعمیل کریں۔ آپ نے اُسی وقت اپنا پیراہن اُتار ڈالا اور اس گدھے کی پیٹھ پر ڈال دیا اور اپنی ریشمی پگڑی بجائے تنگ کے اُوپر سے باندھ دی اور چلے گئے۔ گدھے نے آپ کے اس حُسن سلوک پر حق تعالےٰ کے حضور میں زبانِ حال سے آپ کے لیے دُعا کی۔ آپ ابھی گھر نہ پہنچے تھے کہ آپ پر بیہوشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ حالتِ شوریدگی میں آپ یحییٰ ابنِ معاذ کی مجلس میں گئے اور ان کی باتوں سے آپ پر تصوّف کی راہ کشادہ ہو گئی اور اپنے ماں باپ سے علٰحدہ ہو کر انہی کی خدمت میں رہ کر ریاضت کرتے رہے ؎

ایک روز آپ چلے جا رہے تھے کہ کسی نے ایک خاک کا ٹوکرا کوٹھے پر سے آپ کے سر پر ڈال دیا۔ آپ کے مُرید غصے میں آ گئے اور چاہا کہ پھینکنے والے کو بُرا بھلا کہیں۔ آپ نے فرمایا ہزار ہزار شکر کرنا چاہیے کیونکہ جس کی سزا ہو کہ اس کے سر پر آگ ڈالی جائے، صرف خاکستر ہی پر اکتفا کریں ؎
ایک شخص نے آپ سے پُوچھا کہ میں زبان سے حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں لیکن دل متوجہ نہیں ہوتا آپ نے فرمایا۔ شکر کر کہ ایک عضو تو مطیع ہو گیا اور ایک جزو میں تجھ کو راستہ دے دیا گیا۔ اُمید ہے کہ ایک دن دل بھی موافقت کرے گا ؎
جب آپ کا وقتِ وفات قریب آیا اور مرض الموت کی علامت ظاہر ہُوئی۔ آپ کے بیٹے نے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے۔ آپ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا۔ اے بیٹا! تو سُنّت کے خلاف عمل کرتا ہے اور یہ نفاق کی علامت ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے ؎
حضرت ابو عبداللہ جلاءؒ فرماتے ہیں۔ "میں نے ایک ترسا زادہ صاحب جمال کو دیکھا میں اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت جنیدؒ میرے پاس سے گزرے میں نے اُن سے کہا۔ یا اُستاد! ایسا حسین چہرہ آگ میں جلے گا؟" انھوں نے مجھ سے فرمایا۔ "یہ فریب نفس اور شیطان کا جال ہے، جو تجھ کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے۔ اور یاد رکھ کہ یہ نظارہ شہوت ہے نہ کہ نظارۂ عبرت۔ اگر عبرت سے دیکھتا تو اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔ تو ان میں بہت سے

عجائبات ملاحظہ کرتا۔ یہ کچھ بھی نہیں صرف مکروفریب ہے۔ عنقریب تو اس نظارے کی سزا میں مُبتلا ہوگا۔" جب حضرت جنیدؒ یہ کہہ کر چلے گئے تو مجھے قرآن شریف بھُول گیا اور مُدت تک حق تعالیٰ کے حضُور میں زاری کرتا رہا۔ تب کہیں جا کر مجھے قرآن شریف یاد آیا۔ اب مُدت سے مَیں کسی شے کی جانب التفات نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی شے کی جانب دیکھنا بھی وقت کو ضائع کرنا ہے۔

لوگوں نے آپ سے فقر کے بارے میں پُوچھا۔ آپ چُپ ہوگئے۔ باہر گئے اور پھر اندر آئے۔ لوگوں نے پُوچھا۔ یہ کیا بات تھی۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس چار دانگ چاندی تھی۔ مَیں اُسے خیرات کر آیا ہُوں۔ کیونکہ مجھے شرم معلوم ہوتی تھی کہ میرے پاس چار دانگ چاندی ہو۔ اور مَیں اُس حالت میں فقر کا بیان کروں۔

حضرت یُوسف اسباطؒ نے حذیفہ مرعشی کو خط لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے دین کو دو حبہ کے عوض فروخت کر ڈالا ہے۔ وہ اس طرح کہ تم بازار میں ایک چیز خریدنے کے لیے گئے اس چیز کے مالک نے تم سے دو دانگ قیمت طلب کی اور تم اس کی تہائی دینے پر رضامند تھے۔ چونکہ وہ تم کو پہچانتا تھا اس لیے تمہاری نیکوکاری کی وجہ سے وہ بول نہ سکا اور تم کو وہ شے اُس نے تھوڑی قیمت ہی پر دے دی۔

حضرت ابنِ سیرینؒ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیسے ہو؟ تو اُس نے جواب دیا: "کیا حال ہو سکتا ہے اُس شخص کا جو پانچ سو درم کا قرض دار ہو اور عیال کثیر رکھتا ہو اور ایک پیسہ اُس کے ہاتھ میں نہ ہو۔" یہ بات سُن کر ابنِ سیرینؒ اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور ایک ہزار درم لا کر اس کے حوالے کیے کہ پانچ سو درم قرضہ میں دے دو اور پانچ سو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔ اس کے بعد آپ نے عہد کیا کہ آئندہ کسی کا حال نہ پُوچھوں گا۔ مُبادا کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے جس کا علاج میرے قبضۂ قدرت سے خارج ہو تو پھر بلا وجہ احوال پُرسی کر کے کیوں مُنافقوں میں شامل ہُوں کیونکہ دریافتِ حال کے بعد عملی طور پر غمخواری نہ کرنا سخت منافقت ہے۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ: آپ کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ آپ علاقہ نہاوند کے امیر یعنی حاکم تھے۔ ایک دفعہ دربارِ خلافت سے تمام اُمراء کے نام پروانے جاری ہُوئے۔ آپ بھی بحیثیت امیر ہونے کے دربارِ خلافت میں حاضر ہُوئے۔ خلیفہ نے تمام اُمراء کو خلعت عطا کیے۔ اس اثنا میں ایک امیر کو چھینک آگئی۔ اس نے خلعت سے اپنے مُنہ اور ناک کو صاف کر لیا۔ لوگوں نے یہ بات خلیفہ سے کہی کہ فلاں شخص نے ایسا کیا ہے۔ خلیفہ نے اس سے خلعت چھین لینے کا حکم دیا اور امارت سے بھی معزول کر دیا۔ جب آپ اس حال سے آگاہ ہُوئے تو آپ نے سوچا کہ جو شخص مخلوق کے دیے ہُوئے خلعت

کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے، وہ عزل و استخفاف کا مستحق ٹھیرتا ہے۔ اور اس کا خلعت و رتبہ چھین لیا جاتا ہے۔ پس وہ شخص جو بادشاہِ عالمیاں کی بے ادبی کرے، خدا جانے اُس کی کیا حالت ہوگی؟ آپ اسی وقت خلیفہ کی خدمت میں واپس آئے اور کہا۔ "یا خلیفہ! تم جو کہ مخلوق ہو، اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ تمھارے خلعت کے ساتھ بے ادبی کریں معلوم ہے کہ تمھارے خلعت کی قدر و قیمت کیا ہے؟ بادشاہِ عالمیاں نے مجھے اپنی دوستی و معرفت کا خلعت دیا ہے کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ میں اس کے دیئے ہوئے خلعت کو مخلوق کی خلعت سے ناپاک کروں۔ پس آپ خلعت واپس کر کے باہر آگئے اور حضرت خیر نساج کی مجلس میں حاضر ہو کر توبہ کی +

ایک دن حضرت جنیدؒ کی خدمت میں چند اصحاب نے حضرت شبلیؒ کی تعریف فرمائی۔ آپ بھی اس جگہ موجود تھے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا:۔ "تم غلط کہتے ہو، وہ تو مردود و مخذول ہے" پھر فرمایا: "شبلی کو یہاں سے نکال دو۔" جب آپ باہر نکل گئے تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم نے جو شبلیؒ کی تعریف کی تھی، اس مدح کی نسبت میرا اس کو اس طرح ماند دینا بدرجہا بہتر ہے۔ تم تو اس مدح سے اس پر تیغ لگاتے تھے اور میں نے آگے سپر کھڑی کر دی تا کہ وہ ہلاک نہ ہو جائے +

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم: ایک درویش نے آپ سے درخواست کی کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمالیا اور کہا کہ ہم دونوں میں ایک امیر ہونا چاہیے تا کہ تمام کام اچھی طرح سرانجام پائیں۔ درویش نے کہا۔ پھر آپ ہی حاکم بن جائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اب تم مطیع بنو۔ جب ہم ایک منزل پر پہنچے تو آپ نے مجھ سے بیٹھنے کو کہا اور خود پانی لائے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا۔ اس لیے آپ نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی۔ پھر راہ میں جو کام بھی ہوتا آپ خود اُسے کر لیتے اور مجھے کرنے کی اجازت نہ دیتے اور فرمایا۔ شرط یہ ہے کہ میں امیر رہوں اور تم مطیع رہو۔ راستہ میں نہایت زبردست بارش ہوئی تو آپ نے اپنا لبادہ اُتار کر مجھ پر ڈال دیا اور تمام رات لبادہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھ پر سایہ کیے رہے۔ تا کہ میں بارش سے محفوظ رہوں۔ میں یہ دیکھ کر نہایت شرمسار ہوا لیکن ازروئے شرط کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ آج میں امیر بنوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ بہتر ہوگا۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو آپ نے تمام خدمت اپنے ذمے لے لی۔ میں نے کہا۔ امیر کے فرمان کے خلاف کیوں عمل کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ نافرمانی وہ ہوتی ہے کہ امیر کو اپنی خدمت کے لیے کہا جائے۔ آپ مکہ معظمہ تک کے طویل سفر میں میرے ساتھ یہی سلوک فرماتے رہے۔ جب اس جگہ پہنچے تو میں آپ کے حسنِ سلوک سے شرمندہ ہو کر بھاگ گیا۔ آپ نے مجھ کو مقامِ منا میں دیکھا تو فرمایا۔ بیٹا! دوستوں سے اس طرح محبت

رکھنی چاہیے۔ جس طرح مَیں نے تم سے رکھی +

حضرت ممشاد دینوری: آپ اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے جب کوئی مسافر آتا تو آپ اُس سے دریافت فرمالیتے کہ مسافر ہے یا مقیم۔ اگر مقیم ہو تو اس خانقاہ میں آجاؤ اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمھاری جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے اُنس ہو جائے گی اور پھر اس وقت تم جانا چاہو گے تو مجھے اس سے تکلیف ہوگی۔ اور مجھ میں تمھارے فراق کی طاقت نہیں ؎

نہیں بھولتا مجھ کو قولِ عراقی — کہ صحبت نفاقی ہے یا اتفاقی
اگر ہے نفاقی تو جاں کو گھٹائے — دگر اتفاقی تو ہجراں ستائے

حضرت ابو علی الدقاق: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن جنازہ دیکھا جسے تین مرد اور ایک عورت اُٹھائے لیے جا رہے تھے۔ جس طرف اس عورت نے اُٹھایا ہوا تھا میں نے اُٹھا لیا۔ یہاں تک کہ قبرستان میں پہنچ گئے اور نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کو دفن کر دیا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تمھارے ہمسایے وغیرہ نہ تھے جو تمھاری مدد کرتے۔ انھوں نے کہا یہ میت مخنث کی تھی اور وہ اس کو حقیر جانتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ مجھے ان کی حالت دیکھ کر رحم آگیا۔ میں نے کچھ گندم اور چند درم ان کو دیے۔ اسی شب میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا۔ جس کا چہرہ منور اور نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے تبسم کیا اور کہا کہ میں وہی مخنث ہوں۔ اس سبب سے کہ لوگ مجھے حقیر جانتے تھے حق تعالیٰ نے مجھ پر رحمت کی ؎

اے ترا با ہر دلے رازے دگر — ہر گدارا بر درت نازے دگر

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو غلط طریقہ پر وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ میں تمھارے سامنے وضو کرتا ہوں، اگر کہیں غلطی ہو تو مجھے بتلا دینا۔ اس شخص نے نہایت غور سے آپ کے طریقِ وضو کو دیکھا اور کہا کہ کوئی غلطی نہیں ہے۔ چنانچہ اس خوش اسلوب طریقِ اصلاح سے وہ آئندہ ہمیشہ کے لیے صحیح وضو کرنے کے قابل ہو گیا اور دل شکنی و شرمندگی سے بھی محفوظ رہا۔ اسی کا نام تالیفِ قلوب ہے +

حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ کے ایک بھائی تھے۔ جنھوں نے مکہ معظمہ میں مجاوری اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے ایک دفعہ حضرت کو خط لکھا کہ میرے دل میں تین آرزوئیں تھیں۔ ان میں سے دو تو پوری ہو چکی ہیں اور ایک باقی ہے۔ پہلی آرزو یہ تھی کہ میں اپنی عمر کا آخری حصہ کسی مقدس مقام پر گزاروں۔ خدا کا شکر ہے کہ کعبہ مکرمہ میں جو تمام مقامات سے بزرگ تر ہے میں نے اقامت اختیار کی۔ دوسری آرزو یہ تھی کہ میرے پاس ایک خدمت گزار ہو اور میری خدمت کرے اور وضو

کے لیے پانی تیار کر دیا کرے۔ خداوند کریم نے اپنا فضل کیا اور مجھے ایک سلیقہ شعار و خدمت گزار کنیز مل گئی۔ اب تیسری آرزو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ایک بار آپ کو دیکھ لوں"۔

حضرت یحییٰ معاذ رحؒ نے اِس خط کا جواب لکھا:

"پہلی آرزو کے متعلق یہ ہے کہ تم خود متقدس بننے کی کوشش کرو، اور پھر جہاں چاہو رہو کیونکہ مکین سے مکان کی عزت ہوتی ہے نہ کہ مکان سے مکین کی۔ تمھاری دوسری آرزو کے متعلق یہ ہے کہ اگر تم میں ہمت و جوانمردی ہوتی تو ایک بندۂ خدا کو اپنا خادم نہ بناتے اور اُسے خدا کی خدمت سے باز رکھ کر اپنی خدمت میں مشغول نہ کرتے۔ تم کو دُنیا میں خادم بن کر رہنا چاہیے لیکن تم مخدوم بننے کی تمنا کرتے ہو۔ حالانکہ مخدومی خُدا کی صفت ہے اور خادمی بندہ کی صفت ہے۔ بندہ کو بندہ ہی رہنا چاہیے اور خدا کی صفت کی تمنا نہیں کرنا چاہیے۔ تمھاری تیسری آرزو کے متعلق یہ ہے کہ اگر تم کو خدا سے وابستگی ہوتی تو تمھیں میرا خیال بھی نہ آتا۔ تم خُدا کی یاد میں ایسے مشغول ہو جاؤ کہ بھائی اور تمام ماسوا کو فراموش کر دو۔ پس راہِ خُدا میں اولاد کو قربان کر دینا چاہیے، وہاں بھائی کیا چیز ہے"۔

ذرائع کامیابی

دُنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو ہر چیز کے روشن پہلو پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ ہر کام کو اِس یقین کے ساتھ شروع کرتے ہیں کہ ہم اس میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ وہ پیش آمدہ مشکلات اور عارضی رکاوٹوں کے ساتھ بہادرانہ جنگ کرتے ہیں اور بالآخر ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ قانونِ قدرت ہمیشہ سے اس نتیجہ کی تائید کرتا چلا آیا ہے اور خُداوند کریم بھی انہی لوگوں کی مدد کرتا ہے، جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

دوسری قسم ان بودے اور کمزور دل لوگوں پر مشتمل ہے، جو کام شروع کرنے سے کئی ماہ پہلے یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کیا ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے؟ تذبذب و تزلزل، دودلی اور پس و پیش و کم و بیش کا خیال دامنگیر رہنا اُن کا طبعی خاصہ ہوتا ہے۔ ناکامی کا خطرہ اُن کے دل سے کبھی نہیں نکلتا۔ خیالی مُشکلات کے بھُوت ہر وقت اُن کے سر پر سوار رہتے ہیں۔ ایک دفعہ کی ناکامی کا تجربہ ہمیشہ اُن کے پیش نظر رہتا ہے اور بالآخر انہی کمزوریوں کی بدولت ہمیشہ ناکام رہتے ہیں اور قعرِ مذلت میں گرے رہتے ہیں۔ قانونِ قُدرت اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتا اور نصرتِ خُداوندی بھی اُن کے شاملِ حال نہیں ہوتی۔

کسی دیہاتی مُلازم سے کہا جائے کہ اس میز کو ہر روز صاف کرنا لیکن خیال رکھنا کہ چینی کے گلدان نہ ٹوٹ جائیں تو یقین جانیے کہ گلدان ضرور ٹوٹ جائیں گے کیونکہ آپ کی تنبیہ کی وجہ سے جو وہم اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے اس کی وجہ سے گلدان اٹھاتے وقت ہاتھ کانپنے لگیں گے اور گلدان گر جائیں گے +

اسی طرح ایک شخص کسی دیوار کی منڈیر پر چلتا ہوا اگر اس خوف میں مبتلا ہو جائے کہ میں گر جاؤنگا تو وہ ضرور گر جائے گا حالانکہ دیوار پر چلنے کی حالت میں بھی اس کے پاؤں کے نیچے اتنی ہی زمین تھی جتنی کہ زمین پر چلنے کی حالت میں ہوتی +

ایک شخص معمولی مرض میں مُبتلا تھا لیکن ڈاکٹر نے اُسے ایک مُہلک بیماری کے وہم میں مبتلا کر دیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میری موت یقینی ہے۔ چنانچہ وہ کچھ عرصے کے بعد مر گیا +

سَوا سَو سال کے ایک بوڑھے سے اس کی طوالتِ عمر کا راز دریافت کیا گیا۔ تو اس نے ہنس کر کہا کہ میں نے کبھی اس خیال کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہیں دیا کہ میں بوڑھا ہو رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ یہی سمجھا کہ میں جوان ہوں اور جوان ہی رہوں گا۔ چنانچہ واقعی اب تک جوان ہوں +

یہ سب مثالیں خیالات اور ارادوں کی طاقتِ عظیم کو واضح کرتی ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی کام شروع کیا جائے تو کمزور اور بودے خیالات کو دل سے نکال کر آہنی عزم، سنگین استقلال اور روشن اُمیدوں کے ساتھ شروع کیا جائے۔ اس کا اثر یہ ہو گا کہ آپ پوری سرگرمی و انہماک اور دلی توجہ کے ساتھ اپنے کام کو انجام دیں گے اور بفضلہٖ اس میں ضرور کامیاب ہوں گے ؎

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ جو کرتے ہیں دُنیا میں محنت زیادہ

امریکہ کے ایک عالی ہمت اخبار نے وہاں کے بڑے بڑے آدمیوں کی خدمت میں اپنے خاص نمائندے بھیج کر یہ سوال دریافت کیا کہ کاروبار میں کامیابی کے لیے جو شرائط ان کے ذاتی خیال اور تجربہ کے موافق نہایت ضروری ہوں اُن کو وہ تین مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کر دیں۔ چنانچہ اس طریقہ سے جو آرا جمع کی گئیں، اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) دیانتداری اور عزم بالجزم (مارک ہاکنز ایل۔ ایل۔ ڈی)

(۲) کامل یکسوئی یعنی ایک ہی مقصد پر تمام قوتوں کا اجتماع (فریڈیکلن کارٹر)

(۳) صحیح قوتِ فیصلہ۔ دُنیا و اہلِ دُنیا کے متعلق مکمل معلومات، اور اپنے کاروبار کے ساتھ ذوق و شوق + (اینڈریو ڈی سفیر جرمنی)

(۴) راستی ذہن رسا موقع شناسی + (چارلس پریزیڈنٹ ہارورڈ یونیورسٹی)

(۵) ایمانداری، محنت اور آہنی استقلال + (جے۔ ایچ سٹینلے)
(۶) خدائے بزرگ و برتر کی پوری متابعت اور خیالات کی پاکیزگی + (جوزف کک آرچ بشپ) +
(۷) نیک زندگی، منشیات سے پرہیز، افسروں، ماتحتوں اور خریداروں سے حُسن سلوک (جوزف میڈیل)
(۸) اَن تھک محنت اور غیر مختتم جوش و خروش + (جنرل کلرگ)
(۹) کام کے ہر پہلو پر پوری توجہ، تو تر اور وسیع اشتہار، خود کو قابلِ اعتبار ثابت کرنا (جان داہنا)
(۱۰) ایمان داری اور مسلسل پیش قدمی + (تھیوڈور روزویلٹ پریزیڈنٹ)
(۱۱) نیک مقصد، خریداروں سے ہمدردی، مکمل تجربہ اور فوری ادائیگی + (ولیم نائب صدر)
(۱۲) ہر چھوٹے بڑے کام پر ذاتی، سولہ گھنٹے روزانہ مستعدی، وعدہ کی سچائی (جے رائٹ)
(۱۳) جو شخص زیادہ مصائب برداشت کر سکتا ہے، وہی اہم کام سر انجام دے سکتا ہے (ملٹن)
(۱۴) الفاظ کم اور کام زیادہ + (جنرل نیل ڈاؤ)
(۱۵) تمام دُنیا سے ایک دن آگے + (رہنری فورڈ)
(۱۶) محنت، استقلال، دیانت، خیرات اور خدا پر بھروسہ + (راک فیلر)
(۱۷) تاجر کے پاس اگر ہزار روپیہ ہے تو ایک سو کا راس المال خریدے اور باقی نو سو روپئے اشتہاروں پر خرچ کرے + (السپ)

اشتہار فی زمانہ کامیابی کا سب سے بہترین اور آسان ذریعہ ہے بشرطیکہ مسلسل بہت سی اشاعتوں میں چھپوایا جائے، ورنہ ایک دو مرتبہ اشتہار چھپوانا بھی موجب نقصان ہے۔ ناظرین اخبار کسی چیز کے پہلے اشتہار پر نگاہ بھی نہیں ڈالتے، دوسری مرتبہ اُسے دیکھتے ہیں، تیسری مرتبہ پڑھتے ہیں، چوتھی اشاعت پر وہ اس اشتہار کا بیوی سے تذکرہ کرتے ہیں۔ پانچویں چھٹی یا اس سے زیادہ مرتبہ کی اشاعت اُنھیں خریدنے پر آمادہ کرتی ہے۔ آٹھویں دسویں مرتبہ کی اشاعت پر جا کر وہ اس کے خریدار بنتے ہیں۔ اگر تم زیادہ مرتبہ اشتہار کو نہ چھپواؤ گے تو جو روپیہ تم نے چند مرتبہ اشتہار دینے میں صرف کیا ہے وہ سب اکارت جائے گا۔ اس معاملہ میں اس شخص کی تمثیل پر غور کرنا چاہیے جس نے ایک جنٹلمین سے کہا تھا: "اگر آپ مہربانی کر کے چار آنے عنایت کریں تو بندہ کا ایک روپیہ بچ سکتا ہے"۔ جنٹلمین نے متعجب ہو کر پوچھا۔ وہ کس طرح؟ اُس نے جواب دیا کہ میں گھر سے مے نوشی کے لیے ایک روپیہ لے کر چلا تھا مگر افسوس کہ پورے روپے کی شراب پی کر بھی مجھے کامل سرور نہیں ہوا۔ اس لیے اگر آپ چار آنے عنایت کریں تو میں اپنا نشہ پورا کروں۔ اور اس طرح میرا ایک روپیہ بیکار نہ جائے گا +

اشتہار دینے میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کے الفاظ مؤثر و دلنشیں ہوں، معقول دلائل

سے اپنی سچائی، دیانت داری اور مال کی عمدگی کو ظاہر کر کے خریدار کو اطمینان دلایا جائے۔ ایک شخص کی ترقی کا موجب صرف یہ چار الفاظ ہوئے۔ یعنی اُس نے سائن بورڈ کے ایک طرف یہ لکھوایا "دوسری طرف مت پڑھو" دوسری طرف مفصل اشتہار تھا جس کو ہر شخص "دوسری طرف مت پڑھو" کے الفاظ سے متاثر ہو کر ضرور پڑھتا۔ اس طرح لوگوں کو راغب کرنے کے بعد خریداروں سے خوش اخلاقی و خوش معاملگی سے پیش آنے کی بدولت اُنھیں مستقل دائمی خریدار بنا لیا۔ اُس کے کاروبار میں بیحد ترقی ہوئی اور جلد اس شہر کے متموّل و کامیاب سوداگروں میں شمار ہونے لگا +

واضح رہے کہ تجارت میں بدخلقی اور گراں فروشی دو کلہاڑے ہیں جو اس کی جڑ کو کاٹتے ہیں +

کامیابی کی منزل پر پہنچنا دشوار نہیں بشرطیکہ صحیح راستہ تلاش کیا جائے۔ ورنہ غلط راستہ اختیار کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بساطی ایک گاؤں میں سودا بیچنے کے بعد دوسرے گاؤں کی طرف جو وہاں سے تین چار کوس کے فاصلے پر مغرب کی طرف تھا چل دیا لیکن رستہ بھول کر دوسری طرف کو ہو لیا۔ کوئی ایک میل راستہ طے کرنے کے بعد اُس نے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ فلاں گاؤں یہاں سے کتنی دور ہے؟ اُس نے ہنس کر جواب دیا کہ جس طرف تم جا رہے ہو اس طرف سے وہ گاؤں پورے پچیس ۲۵ ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ یعنی تمام روئے زمین کا چکر کاٹ کر تم اس جگہ پہنچو گے لیکن اگر سیدھا راستہ اختیار کرو، تو وہ گاؤں یہاں سے صرف پانچ کوس ہے +

جو شخص مناسب حالات اور بہتر موقع کا منتظر رہتا ہے وہ اپنی قبر آپ کھودتا ہے۔ کیونکہ دُنیا میں جتنے بڑے آدمی گزرے ہیں، وہ باوجود مخالفت و مزاحمتِ زمانہ کے کامیاب ہوتے رہے ہیں گویا کامیابی کا واحد راستہ ناکامی ہے +

ناکامی و محرومی کا باعث کوئی بداختری یا شومیِ تقدیر نہیں ہے بلکہ بے تدبیری و تلوّن مزاجی ہے +

؎ در لباسِ آدمی کارِ خدائی مے کنند آدمی را طرفہ ایجاد ستگاہ و قدرت است

جو لوگ آج کے کام کو کل پر اُٹھا رکھتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم نے کیا کیا جو کل کر سکیں گے +

کامیابی کے محل میں داخل ہونے کے لیے کوئی مقررہ شاہراہ نہیں۔ جو کوئی اس محل میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ اپنا دروازہ آپ بناتا ہے۔ جونہی وہ اندر داخل ہو جاتا ہے، یہ دروازہ فی الفور مسدود ہو جاتا ہے اور اس میں سے کسی کو بھی گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اُس کی اولاد بھی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکتی ؎

دولتے ہر کار نگہدار کہ نافع نبود نوشدارو کہ پس از مرگ بہ بیمار دہند

کام جتنا اچھا ہوتا ہے، اُتنی ہی زیادہ دِقتیں اس کی تکمیل میں اُٹھانی پڑتی ہیں +

در حقیقت مشکل کاموں ہی کی انجام دہی میں کچھ لطف حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ آسان کام تو ہر شخص کر سکتا ہے +

وہ فتوحات جو آسانی سے حاصل ہو جائیں کم قیمت ہوتی ہیں۔ قابلِ قدر فتوحات وہ ہیں، جو سخت کش مکش کا نتیجہ ہوں ؎

وائے آں قافلہ کز دُونیِ ہمت مے خواست رہگذارے کہ در وہیچ خطر پیدا نیست

کمزور انسان موقعوں کی انتظار میں رہتے ہیں لیکن باہمت انسان خود موقعے پیدا کر لیتے ہیں +

موقع کی دیوی کے سامنے بال ہیں اور پیچھے سے وہ گنجی ہے۔ سامنے والے بالوں سے تم اُسے پکڑ سکتے ہو لیکن اگر وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں تو پھر جیوپٹر جو نہایت تیز رفتار دیوتا ہے) بھی اُسے نہیں پکڑ سکتا + قربانی اور کامیابی لازم وملزوم چیزیں ہیں جہاں قربانی نہیں وہاں کامیابی کا وجود بھی عنقا سمجھو +

زندگی میں بعض لمحات ایسے ہوتے ہیں جو برسوں سے زیادہ قیمت رکھتے ہیں۔ اور گذر جانے کے بعد ہم قیمت دے کر بھی اُنھیں دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے +

اکثر لنگڑا آدمی بھی وہ کام کر سکتا ہے جس کو وہ اپنے نقص کے باعث کرنے سے قاصر ہے۔ مگر ذرا سی ہمت درکار ہے +

سچ ہے ہمت ایک دفعہ تو گڈریے کو بھی نادر شاہ اور تیمور لنگ کو شہنشاہ بنا دیتی ہے + ؎

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

اگر پہاڑ کو سرکانے کی خواہش ہے تو پہلے ذرّوں کو سرکانا سیکھو +

اپنی تمام طاقتوں کو جمع کر کے ایک مرکز پر لگاؤ۔ یک در گیر و محکم گیر +

دُنیا اُن لوگوں کو انعام میں ملے گی جو مستعد، محنتی اور سرگرم ہیں +

محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر ہیں اور سست کے سامنے کنکر پہاڑ +

شرمیلا پن انسانیت کی زینت ہے لیکن کاروباری آدمی کے لیے عیب ہے +

کامیابی کا زینہ ناکامیوں کے ڈنڈوں سے تیار ہوتا ہے +

جس کام پر ہاتھ ڈالو مضبوط اور مردانہ وار ڈالو۔ دریا کی پیروی کرو سمندر میں پہنچ جاؤ گے +

تذبذب اور دو دلی سے کوئی کام نہیں ہوتا ؎

کام محنت سے لیا کب دلِ ناداں تو نے اپنی ناکامیوں پہ اشک بہانا بے سود

زیادہ بلندی پر جانا چاہو تو پہلے بُنیاد مضبوط کر لو۔ ع تقدیر کے محل کا معمار خود بشر ہے

ہر کام میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے کے برابر کوئی بے عزتی نہیں +

خطرات و مشکلات کا اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرنا حقیقی مردانگی ہے ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا سیلِ حوادث میں اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

جو معاملہ اختیار سے باہر ہو جائے اُسے جیسے بن پڑے نبٹنا چاہیے ⁂

آدمی صرف اُسی وقت مغلوب ہوتا ہے جب وہ اپنے آپ کو مغلوب سمجھ لے ⁂ ۵

یہ کہتا تھا رستم فرامرز کو کہ ہمت تو دل، تو ڈالبرز کو

جو آدمی چانس یعنی اتفاقی موقع سے فائدہ نہیں اُٹھاتا وہ بلند رتبہ حاصل نہیں کر سکتا ⁂

تمھارا کام یہ ہے کہ پہلے کھود و اور پھر بودو، خدا ضرور کامیابی دیگا۔ ہندی مقولہ ہے:

اُلٹے سیدھے اگ آئیں گے کھیت پڑیں جو بیج

مشکلات کا مقابلہ کرنے کا نام زندگی اور اُن پر غالب آجانے کا نام کامیابی ہے ⁂

دولت کی دیوی دیانت داری کے مندر میں رہتی ہے ⁂

جفاکشی کے سمندر کی تہ کامیابی کے موتیوں سے بھری پڑی ہے ⁂

ہر تاجر کو دو ۲ منافعے کمانے چاہییں۔ ایک خریدتے وقت دوسرا بیچتے وقت ⁂

جس کے پاس صحت، قابلیت، دیانت، محنت، استقلال اور ہمت عالی ہو اُسکی کامیابی کی ترقی یقینی ہے

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا ۵

جو لوگ اپنی ہستی سے خوشی حاصل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے وہ ناجائز خواہشوں کے لیے ہر وقت اپنی جان کو عذاب میں رکھتے ہیں ⁂

بہت سے زندہ انسان اپنے آپ کھودی ہوئی ذلت کی گوروں میں پڑے ہوئے چلاتے ہیں اور کاہلی و سستی کے وہ پتھر جو انھوں نے شروع سے اپنے اوپر دھر لیے ہیں، ہٹا نہیں سکتے

مایوسی اور کامیابی کبھی اکٹھی نہیں رہ سکتی ہیں۔ آزادی و کامیابی کے محل میں داخل ہونے کے لیے ہمت عالی پہلا دروازہ ہے ⁂ ۵

کلیش زندہ دلاں زندگی جفا طلبی ست سفر بکعبہ نکردم کہ راہ بے خطر است

کورانہ تقلید اور مسئلۂ تقدیر نے ایک عالم کو معذور و غمزدہ بنا رکھا ہے ⁂ ۵

بہ ہمت شو بہ ہمت ناتوانی وگرنہ چوں خرے در گل بمانی

ثروت، آسودگی، دولت اور فارغ البالی ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنے، قسمت پر تکیہ کرنے، منادر و مساجد میں دُعائیں مانگنے یا منتیں ماننے سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ محنت و مشقت اور ہمت عالی کو باقاعدہ کام میں لانے سے حاصل ہوتی ہے ۵

اے ننگ اعتبار دُعا پر نہ رکھ مدار او بیوقوف ہمت مردانہ چاہیے

مُردوں کے چہرے کا غازہ خود اُن ہی کا خون ہوتا ہے اور قوم کے پودے کو قوم ہی کے پاک خون سے سینچنے کی ضرورت ہے ۵

جو مرد ہیں غیروں کا سہارا نہیں لیتے   جو شیر ہیں صید اوروں کا مارا نہیں لیتے

کوئی شخص اعلیٰ درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک اُسے اپنے موجودہ درجے سے نفرت نہ ہو۔

اربابِ ہمت بے پروبالی کا غم نہیں کرتے۔ اِس طائفہ کے پروبال اُن کی ہمت عالی ہے ؎

سعی خدمات و فرائض زیست کی پہچان ہے   جس نے حرکت چھوڑ دی سمجھو کہ وہ بے جان ہے

پست ہمت نامرادی کی حد پر پہنچ کر اپنے اعضا اور دماغ کو معطل کر بیٹھتے ہیں۔ مگر عالی ہمت خدا کی بخشی ہوئی طاقتوں سے کام لیتے ہیں ؎

ڈوبنا شرط ہے دریائے بخشش میں رضا   ورنہ کچھ منہ کا نوالہ دُرِ نایاب نہیں

دکھ، سکھ، غم و شادی، بیماری، تندرستی، ناکامی، کامیابی زندگی کے ناہموار راستے پر سفر کرنے والے کے لیے مختلف منزلیں ہیں جو چار و ناچار سب کو پیش آتی ہیں۔ پس جس شخص کا دل دنیا میں رہنے کو چاہتا ہے اُسے یہاں کی تکالیف بھی برداشت کرنی ہوں گی ؎

ہمت سے کام کر زاہد اور دیندار رہ   اُمیدوار رحمت پروردگار رہ

انسان دنیا کے سمندروں میں تنکے کی طرح بہا چلا جانے کے لیے پیدا نہیں ہوا بلکہ اِس لیے بھیجا گیا ہے کہ ملاح کی طرح موجوں کا مقابلہ کرتا ہوا اوروں کو پار اُتارنے کی کوشش کرے۔ بہاؤ کے خلاف تیر کر مصائب کے چشمے کو بند کرنا کسی پیراک ہی کا کام ہے۔ ورنہ کوڑا کرکٹ تو دھار کے ساتھ بہ کر تباہی کے غلیظ گڑھے میں جا ہی گرتا ہے +

بزدل اور ڈرپوک اپنے غیر معمولی نرم برتاؤ سے زبردست کو دلیر اور زبردست کو گستاخ کر لیتا ہے ؎

ترحم بایدت لیکن نہ چنداں   کہ گردد خیرہ گرگِ تیز دنداں

جس طرح پست گدھے پر سب کوئی چڑھ جاتا ہے اسی طرح نالائق، نرم مزاج شخص پر سب حکومت کرتے ہیں۔ ع   گر بہ پستی بری پست نہ گردی مردی

دنیا میں وہی پست ہیں جن کا دل پست ہے۔ ورنہ ؎

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا کرم ضعیف   آدمی سے کیا نہ ہو لیکن جو ہمت ہو تو ہو

ترقی کی راہ میں سرپٹ دوڑنے والے ٹھوکر کھا کر گر جاتے ہیں یا دم اُکھڑ کر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس میدان میں وہی سمجھ کر چلنے والے آگے بڑھتے ہیں جو آہستہ آہستہ استقلال کے ساتھ منزل مقصود تک چلے جاتے ہیں۔ کامیابی کی دوڑ میں وہ گھوڑا نہ خوب جو میدان جیت کر وہیں سرد ہو جاتے +

زیادہ نرم ہو کر کسی کے منہ کا نوالہ نہ بنو۔ دیکھو نرم لکڑی ہی کو کیڑا کھا جاتے ہیں +

کسی حالت میں بھی اپنے دل کو مت گراؤ۔ دیکھو لوگ گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی اُٹھا کر لے

جاتے ہیں۔ سیدھی کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔
یاد رکھو جس شخص کو اُمید ہے اور خوف نہیں، اُس کے پاس سب کچھ ہے گو کچھ بھی نہیں۔ اور جسے خوف ہے اُمید نہیں، اُس کے پاس کچھ نہیں اگرچہ سب کچھ ہے ؎

دُرِ مقصد کی خواہش اور غمِ جاں کیا حماقت ہے
کسی کو ہاتھ آتے ہیں کبھی موتی بھی ساحل سے

؎ اگر بیم نداری بحر صحراست
وگر ترسی بہر موجش نہنگ است

سکندر سے پوچھا گیا کہ بادشاہِ دلیر کا کیا نشان ہے؟ کہا کہ جو یہ نہ پوچھے کہ دشمن کس قدر ہیں بلکہ یہ پوچھے کہ کہاں ہیں؟
وہ بھی انسان تھے جو سترا ایجاد و تکوین کے مالک تھے۔ آج تک لوگ اُنھیں اوتار اور پیغمبر سمجھ کر تعظیم کرتے ہیں۔ افسوس ہم بھی انسان ہیں۔ جنھیں اپنی ذات پر کل کی روٹی حاصل کر لینے تک کا بھی بھروسہ نہیں۔ اور رات دن اُمید و بیم کے گرداب میں غوطے کھا رہے ہیں ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

سکندرِ اعظم نے جب یونان کو فتح کیا تو بہت سی نایاب اور گراں بہا اشیاء دے کر فیثاغورث کو اپنے دامِ ملازمت میں پھنسانا چاہا۔ حکیم نے جواب دیا کہ اگر فی الحقیقت سکندر میری قدر کرتا ہے تو میری آزادی میرے پاس رہنے دے۔
اس میں شک نہیں کہ آزادی کی بھوک سیری کی اسیری سے ہزار درجہ بہتر ہے۔
اگرچہ تکبّر بُری صفت ہے مگر اپنے تئیں بڑا سمجھنا اور خودداری کو ہاتھ سے نہ دینا ایسا بُرا نہیں، جیسا کہ اپنے تئیں گرانا اور ذلیل کرنا۔ کیونکہ گرا ہوا انسان کبھی اعلیٰ کام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

؎ کمالِ بزدلی ہے پست ہونا اپنی آنکھوں میں
اگر تھوڑی سی ہمت ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

حکیم تھیلز نے ایک دفعہ کہا کہ دولت جیسی حقیر و ذلیل چیز کے لیے لوگ کیوں اتنی محنت و مشقت اُٹھاتے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے طنزاً کہا کہ آپ کی حالت بھی اُس لومڑی کی سی ہے کہ جب انگور ہاتھ میں نہ آئے تو اُن کو کھٹے بتلائے۔ اس طعن آمیز سخن کو سُن کر اس حکیم نے اپنی ساری توجہ اور ہمت اس طرف مصروف کی کہ کسی طرح دولت پیدا کر کے اس شخص کے قیاس کو غلط ثابت کرے۔ پھر اُس نے اس سلیقہ سے تجارت کی کہ کوئی دوسرا شخص دولت کمانے میں اس کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ غرض معاملاتِ دُنیا خواہ کسی قسم کے ہوں علم و حکمت، کوشش، محنت اور ہمتِ عالی کی آمیزش سے وہ نہایت خوبصورتی سے سرانجام پا سکتے ہیں۔
جذبات کا غلام حقیقی غلام ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی آزاد اور دُنیا کا مالک کیوں نہ ہو۔ واضح ہے کہ نمود و نمائش کی خواہش تمام جذبات کی حاکم ہے۔ یہ بھوت جس کے سر چڑھا مشکل سے اُترتا ہے

انسان دوسرے جذبات کو دبا سکتا ہے مگر اس کا دبانا اُس کی دسترس سے باہر ہے +
جن لوگوں نے اپنی ضروریاتِ زندگی اپنی حیثیت سے زیادہ بڑھا رکھی ہیں، مانو کہ انھوں نے طوقِ غلامی انہی جذباتِ نمود و نمائش کے ماتحت خود اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، ورنہ جو شخص اپنے رُتبے اور حیثیت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عادی ہے وہ کبھی محتاج نہیں ہو سکتا +
تمھارا دل ایسا ہونا چاہیے کہ کسی سے کچھ لینا گوارا نہ کرے اور تمھاری ذات ایسی ہونی چاہیے کہ کم از کم اپنی ضروریات کو جائز طور سے مہیا کر سکے + ؎

کمائی پہ اوروں کی تھوکے دلیر کہ گیدڑ کا جھوٹا نہ کھائے گا شیر

جس شخص کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے کو خوش رکھنا ضروری ہے، وہ آپ کیسے خوش رہ سکتا ہے؟ ؎

غلامی بُری گو ہو توقیر بھی کہ بھاری ہے سونے کی زنجیر بھی

احسانات سے دبی ہوئی زندگی انسان کے شایان نہیں ہے۔ اور جس دل میں خود مختاری کی تمنا نہیں ہے، وہ انسان نہیں ہے ؎

ہے آزادگی اِک ثوابِ عظیم غلامی جہاں کا گناہِ قدیم

جو شخص اپنی ادنیٰ ضرورت کے لیے بھی غیر کا محتاج ہے خواہ وہ کیسی ہی عزت و توقیر سے پال سکے۔ اس پر بھی وہ درجۂ انسانیت سے گرا ہوا ہے +
اولوالعزم وہی شخص ہے جو خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں یکساں رہے، مر جائے مگر احتیاج کا ہاتھ کسی کے آگے نہ پھیلائے ؎

؎ جو خوددار انسان ہے عالی خیال کرے جام کا وہ نہ جم سے سوال
سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے، پر کبھی آسرا غیر کا مردانِ خدا لیتے ہیں

رنج و غم محنت و مشقت اور فاقہ کشی برداشت کرنا بہتر ہے، اس کے کہ تو کسی کمینہ کے پاس حاجت لے جائے۔

؎ کیوں تنکا غیر کا ہے منتظر شیر ہو کر تو سگِ منزل نہ بن
بلندوں کو پستی سے ہے اجتناب پکڑتا نہیں مکھیوں کو عقاب

بُری کوشش میں کامیاب ہو جانا باعثِ عزت نہیں۔ برخلاف اس کے اچھی کوشش میں شکست کھا جانا بھی موجبِ عزت ہے +
راستے میں پڑا ہوا بھاری پتھر کمزور آدمی کے لیے رکاوٹ بن جاتا ہے لیکن واقف انسان اس پر پاؤں رکھ کر دوسری طرف کو کود جاتا ہے یہی مثال مشکلات کی ہے محنت پسند طبائع کے لیے تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں ؎

باندھو کمر کہ دوری منزل کا غم نہیں ہے بادباں درست تو ساحل کا غم نہیں
سر پر خدا ہے پھر کسی مشکل کا غم نہیں باقی ہے وقت ذریع تو حاصل کا غم نہیں

سکندر کی ابتدائی فوج پیادہ بیالیس ہزار سوار چار ہزار اور نقد ایک کروڑ روپیہ تھے۔ لیکن ہمت عالی سے تمام دنیا میں اپنا ڈنکا بجا دیا۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ضروری ہے کہ سب چیزیں اس کی مغلوب ہوں لیکن اگر معاملہ برعکس ہے اور وہ اُن کی خواہش میں اپنی عزت و توقیر کی پروا نہیں کرتا۔ سمجھو کہ وہ انسان نہیں بلکہ دو ٹانگوں کا حیوان ہے۔

فرض ایک ایسا فرض ہے جس کو سوائے اپنے کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔

درحقیقت مرد وہ ہے جس کے دل میں کسی چیز سے خوف نہ ہو۔ نہ اسے آسمان کا ڈر ہو۔ نہ زمین کا نہ جنگل نہ بیابان کا، نہ حاکم کا نہ ٹھاکر کا، نہ قسمت کا نہ موت کا نہ سکھ کا نہ دکھ کا۔ ڈر ہو تو صرف خدائے پاک کا۔ ہندی کا مقولہ ہے ؎

ہار یئے نہ ہمت وسار یئے نہ ہر نام سوئی بدھ گزار یئے جاہ بدرا کھے رام

دریا کو عبور کرنا مردانگی کا کام ہے۔ ورنہ اس کے بہاؤ کے ساتھ تو مردہ لاش بھی بہی چلی جاتی ہے ؎

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست ما زندہ ازانیم کہ آرام نہ گیریم

اپنی ہمت کو نگاہ رکھو کہ ہمت ہی ہر شے کا مقدمہ ہے ؎

کریں گے اسے اہل عالم پسند جو ہو عزم و ہمت میں اُن سے بلند

متابعت صرف اس کی کرو جس سے بڑا کوئی نہیں حکومت اپنے حواس پر کرو تا کہ انسانی عظمت نصیب ہو ؎

کوئی ہے معزز کوئی خوار ہے ہر اک اپنی قسمت کا معمار ہے

جس شخص کا دل قسمت کے رحم کا محتاج ہو وہ غلام ہے، نامرد ہے، نکما ہے، اس کی زندگی کبھی خوشحال اور کامیاب زندگی نہیں ہو سکتی ؎

اپنے ہی دست و بازو کی ہمت سے لے مدد تخت شہی کے شوق میں ظل ہما نہ مانگ

میں نے یہ سیکھا ہے کہ خدا کی وسیع زمین پر کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد کرنے کا خواہشمند نہیں اور نہ ہی کوئی اس قابل ہے کہ کسی دوسرے کی مدد کر سکے۔

وہ اعتماد جس سے پہاڑوں کو بھی جگہ سے ہٹایا جا سکتا ہے، انسان کا اپنی ذات پر بھروسہ کرنا ہے۔

اگر تم سچی خوشی اور حقیقی راحت سے زندگی گزارنی چاہتے ہو تو اپنی ذات میں خودداری اور خود اعتباری اور خود مختاری کی قابلیت پیدا کرو ؎

عُقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

شکست ہو کر گھر میں پڑے پڑے مرجانے سے باہر نکل کر محنت کرتے کرتے تھک کر مر جانا بہتر ہے ؎

اگر کامیابی نہ ہو جی نہ چھوڑ
گرے بھی جو سو بار ہمت نہ توڑ

راجہ رنجیت سنگھ جب دریائے اٹک پر پہنچا تو آگے پار ہونے کا سامان یعنی کشتی وغیرہ کچھ نہ تھی۔ اُس نے بلا تامل گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ کسی نے کہا۔ جناب یہ معمولی دریا نہیں بلکہ اٹک ہے۔ رنجیت سنگھ نے فوراً کہا جس کے دل میں اٹک، اُس کے لیے اٹک ہے۔ چونکہ ہمت عالی اور اعتمادِ کامل تھا پار ہو گیا ؎

جُستجوئے یار کی آساں ہے پہ مشکل یہ ہے
کہ مجھے عارضۂ ذوقِ تن آسانی ہے

؎ وصلِ بُت ہوتا نہیں ہے یا خدا ملتا نہیں
ڈھونڈنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں

نپولین سے اُس کے سپہ سالار نے کہا کہ کوہ ایلپس پر چڑھنا ناممکن ہے۔ نپولین نے کہا۔ کہ ناممکن کا لفظ پست لوگوں کی لغات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اُس کی ہمتِ عالی نے اِس ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ ہماری مقولہ ہے ؎

من کے جیتے جیت ہے من کے ہارے ہار
من کو ڈھارس دے کے کرو سمندر پار

دِلاور اور جانباز آدمی کے دِل پر جب کوئی مصیبت کی رَو گزرتی ہے تو اُس کی کشتِ اُمید کو بہالے جانے کے خلاف اس میں اولوالعزمی کی ایسی کھاد چھوڑ جاتی ہے، جس سے وہ پہلے سے بھی زیادہ طاقت کے ساتھ نشوونما پانے لگتی ہے۔ مصیبت لیاقت کو اس جگہ سے باہر نکال لاتی ہے۔ جہاں وہ بحالتِ خوش حالی چھپی رہتی ہے ؎

اُولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

کشکولِ اخلاق (بسلسلۂ اعداد)

بندہ جس وقت گناہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر چار احسان فرماتا ہے: (۱) نہیں بند کرتا رزق کو۔ (۲) نہیں موقوف کرتا تندرستی کو (۳) نہیں ظاہر کرتا گناہ کو۔ (۴) نہیں عذاب کرتا فی الحال ✦

(۱) ڈھونڈا ہم نے دولت مندی کو مال میں مگر پایا اس کو قناعت میں (۲) ڈھونڈا ہم نے راحت کو کثرتِ مال میں مگر پایا اس کو قلتِ مال میں (۳) ڈھونڈا ہم نے لذت کو نعمتوں میں مگر پایا اس کو تندرستی میں (۴) ڈھونڈا ہم نے رزق کو زمین میں مگر پایا اس کو آسمانوں میں (حاجی رفاقت)

چار چیزیں سخت ترین اعمال سے ہیں: (۱) بخشنا خطا کا وقت غصے کے (۲) سخاوت کرنا وقت مفلسی کے۔

(۳) پاک دامن رہنا وقت خلوت کے (۴) سچی بات کہنا بوقت خوف یا اُمید کے ۔

دُنیا آٹھ چیزوں سے قائم ہے: (۱) خدائے رحیم کی رحمت سے (۲) رسولِ کریمؐ کی رسالت سے، (۳) حکماء کی عقل و حکمت سے (۴) عابدوں کی عبادت سے (۵) عالموں کی پند و موعظت سے ۔ (۶) بادشاہوں کی سیاست و عدالت سے (۷) بہادروں کی شجاعت و شہادت سے (۸) کریموں کی سخاوت سے ۔

نیک کام کرنے سے دل کو دو مرتبہ راحت ملتی ہے: (۱) جب وہ کام کیا جاتا ہے (۲) جب اس کا اجر ملتا ہے ۔

جلدی کرنا چھ کاموں میں سنتِ رسول اللہ ہے۔ ان کے علاوہ اور سب کاموں میں جلدی شیطان سے ہے: (۱) مہمان کو کھانا کھلانے میں (۲) مُردے کی تجہیز و تکفین میں (۳) لڑکی کی شادی کرنے میں (۴) قرض ادا کرنے میں (۵) گناہ سے توبہ کرنے میں (۶) اذان سن کر مسجد کو جانے میں ۔

چار چیزوں کو تھوڑا نہ سمجھو: (۱) قرض (۲) مرض (۳) دشمنی (۴) آتش ۔ (لقمانؑ)

پانچ چیزیں قساوتِ قلب کا نشان ہیں: (۱) توبہ کی اُمید پر گناہ کرنا (۲) علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا (۳) عمل کرنا اور اخلاص نہ ہونا (۴) رزق کھانا اور شکر نہ کرنا (۵) دفن کرنا مُردوں کا اور عبرت نہ پکڑنا ۔ (حسن بصریؒ)

تین چیزوں کی قلت ہی بہتر ہے (۱) قلت الطعام (۲) قلت المنام (۳) قلت الکلام ۔

غلطی کے تین درجے ہیں: (۱) سہواً (۲) عمداً (۳) خطاءً ۔

یقین کے تین درجے ہیں: (۱) علم الیقین (۲) حق الیقین (۳) عین الیقین ۔

محبت کے چھ درجے ہیں: (۱) رجحان (۲) میلان (۳) دلچسپی (۴) محبت (۵) عشق (۶) جنون ۔

زنانہ لباس میں دو باتوں کا خیال رکھو: (۱) نہ اس قدر باریک ہو کہ جسم کی جھلک نظر آئے ۔ (۲) نہ اس قدر تنگ ہو کہ جسم کی ہیئت ظاہر ہو ۔

مظلوم کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔ وہ آہ کے ذریعے اللہ کو پکارتا ہے۔ اور لفظ اللہ میں آہ ۲/۳ شامل ہے ۔ سو بیوقوفوں کا گروہ ایک عقلمند آدمی نہیں بن سکتا ۔

ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کر سکتا ہے لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے ۔

بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں: پُوت، سپُوت، کپُوت، پُوت وہ ہے جو باپ دادا کی جائداد کو قائم رکھے۔ سپُوت وہ جو اس میں ترقی کرے۔ کپُوت وہ جو اس کو برباد کر ڈالے ۔

نمازی چار قسم کے ہیں: (۱) ٹھاٹھ کے (۲) آٹھ کے (۳) گھاٹ کے (۴) تین سو ساٹھ کے۔ ٹھاٹھ کے وہ جو پنجگانہ پڑھتے ہیں۔ آٹھ کے وہ جو آٹھویں دن صرف جمعہ کو پڑھتے ہیں۔ گھاٹ

کے وہ جو مجبوراً نمازِ جنازہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تین سو ساٹھ کے وہ جو صرف عید کے دن شاملِ نماز ہوتے ہیں +

سچی بات آدھی لڑائی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اندھے کو بھی اگر اندھا کہ دیں تو وہ سر کو آتا ہے +

چار چیزیں چاہییں از بہرِ زن چکی، چولھا، چرخا، چادر، پیرہن (یعنی ہر قسم) ؎

یہ چار الفاظ طوالتِ کلام کا باعث ہوتے ہیں: (۱) کیا (۲) کیسے (۳) کیوں (۴) کہاں +

تین قسم کے نشے بہت تیز ہیں: (۱) نشۂ دولت (۲) نشۂ حسن (۳) نشۂ علم۔ ان میں سے پہلے دو زوال پذیر اور نشۂ علم ترقی پذیر ہے +

ماہِ صیام کی رفتار تین قسم کی ہے: (۱) پہلے دس روزے رواں یعنی چلنے والے (۲) درمیانی دس روزے دواں یعنی دوڑنے والے (۳) آخری دس روزے پراں یعنی اڑنے والے +

پانچ چیزیں بنیادِ فساد ہیں: ؎

زنِ زشت و زباں دراز و زمینِ زر یہ ہیں پانچوں فسادِ تازہ کا گھر

چار چیزیں جب تک بہم نہ ہوں۔ تحریری کام نہیں ہو سکتا ؎

ذرا غور سے سن لے اے مشفقم نہیں حرف ہوتا ہے اک بھی رقم
نہ ہوں چار "دالیں" یہ جب تک بہم دماغ و دل و دیدہ و دست، ہم

حضرت آدمؑ کی عمر ۹۳۰ سال تھی۔ حضرت نوحؑ ۹۵۰ سال۔ حضرت شیثؑ ۹۱۲ سال، حضرت ابراہیمؑ ۱۹۵ سال، حضرت اسمٰعیلؑ ۱۳۷، حضرت یعقوبؑ ۱۴۷ سال، حضرت اسحاقؑ ۱۸۰ سال + حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانۂ نبوت ۱۴۹۱ سال قبل مسیحؑ ہے +

دس خصلتیں دس شخصوں سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں: (۱) بخل مالداروں سے (۲) تکبر فقیروں سے (۳) طمع عالموں سے (۴) بے شرمی عورتوں سے (۵) حبِ دنیا بوڑھوں سے (۶) سستی جوانوں سے (۷) ظلم بادشاہوں سے (۸) نامردی غازیوں سے (۹) خود پسندی زاہدوں سے (۱۰) ریاکاری عابدوں سے +

آدمی کی سعادتمندی پانچ باتوں میں ہے: (۱) زنِ موافق (۲) اولادِ نیک (۳) متقی دوست (۴) ہمسایۂ نیک (۵) اپنے شہر میں روزی + (حضرت علیؓ)

پانچ چیزیں تکلیف دہ ہیں: (۱) جذام کا مرض (۲) برے کا قرض (۳) حاکم ستمگار (۴) بجرم گنوار (۵) جاہل عہدہ دار اور ہمسایۂ بدکار +

نصف راہ سے واپس آجانا گمراہ ہونے سے بہتر ہے +

پانچ باتیں بیوقوفی کی علامت ہیں: جاہلوں کو مونس و دمساز کرنا۔ عقلمندوں سے پرہیز کرنا۔ عورت کو ہمراز کرنا۔ دوسروں کی کمائی پر ناز کرنا اور بے تمیز کو ممتاز کرنا +

جب تک دو چراغ روشن نہ ہوں، ایک چراغ کے نیچے اندھیرا رہیگا }
آدمی کے ہاتھ، کان، آنکھ، ٹانگیں کام کے تمام اعضاء دو دو ہیں } یعنی جماعت میں کرامت ہے +

سات چیزوں کا قحط ہے: اتفاق کا ہند میں، نفاق کا انگلستان میں، آدمیت کا سارے جہان میں، وفاداری کا انسان میں، کفایت شعاری کا مسلمان میں، تشخیص مرض کا نیم حکیم خطرۂ جان میں اور راست کیش کا زمین و آسمان میں +

بے لطف ہے سیر بوستاں بغیر دوستاں۔ عمر بے شباب۔ شربت بے گلاب۔ زین بے رکاب۔ ریش بے خضاب۔ طبیعت بے جودت۔ سخن بے حکمت۔ مال بے تجارت۔ ولی بے سخاوت۔ مرد بے جرأت۔ زن بے عصمت۔ زہد بے حکم۔ دوائے بے پرہیز۔ زندگی بے پسر۔ عمل بے علم اور علم بے عمل +

افعال کی آواز ایسی صاف ہے جیسی الفاظ کی جس کے افعال کچھ اور ہیں الفاظ کچھ اور۔ وہ دوچند خطا کا مرتکب ہے +

شہد کی ایک بوند کتنی مکھیوں کو پکڑ لیتی ہے۔ من بھر سرکہ میں ایک بھی نہیں ڈوبتی +

دس درویش ایک کملی میں رہ سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں رہ سکتے +

آٹھ چیزیں سیر نہیں ہوتیں: (۱) آنکھ دیکھنے سے (۲) زمین بارش سے (۳) عورت مرد سے (۴) عالم علم سے (۵) سائل سوال سے (۶) حریص جمع مال سے (۷) دریا پانی سے (۸) آگ لکڑیوں سے + (حدیث) +

زرع میں ½ حصہ زر ہے اور باقی عین بھی زر ہے + (زر کو عربی میں عین کہتے ہیں)

نکاح سے نو فوائد حاصل ہوتے ہیں: (۱) اولاد ہونا کہ بقائے نسل کا سبب ہے اور خدا کو محبوب ہے (۲) اتباعِ سنت اور امت محمدیہ کا بڑھنا ہے (۳) اولاد کا بعد مرنے کے دعائے خیر سے یاد کرنا ہے (۴) اولاد کا سامنے مرجانا اور صبر کرنے سے درجات کا ملنا ہے (۵) خورد سال بچوں کا روبرو مرجانا اور صبر پر اُن کا شفیع بننا ہے۔ (۶) آدمی کا دین حصار میں ہوتا ہے (۷) زندگی دنیا کی راحت ہے (۸) عورت دین کی مددگار اور دوزخ کے مقابل آڑ بنتی ہے اور فواحش سے روکتی ہے (۹) اہل و عیال کے لیے معاش پیدا کرنا عبادت میں داخل ہوتا ہے +

اُن چار ماہ میں مچھلی کھانا مضر ہے جن میں ر کا حرف نہیں آتا یعنی مئی جون جولائی اور اگست واضح رہے کہ یہی چار دیسی مہینے انتہائی طور پر گرم ہوتے ہیں۔ باقی اوّل و آخر کے آٹھ ماہ میں ر کا حرف بالالتزام آتا ہے یعنی جنوری، فروری، مارچ، اپریل، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر +

بادشاہ کے کہنے سے پانچ کو جفت ماننا پڑتا ہے +

تمام ستاروں کی روشنی پورے چاند کی روشنی کا سولھواں حصہ ہے اور پورے چاند کی روشنی

سورج کی روشنی کا سولھواں حصہ ہے ۔

کلمۂ پاک کے دو حصے ہیں یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ دونوں حصوں میں برابر بارہ بارہ حروف ہیں ۔ پھر خوبی یہ کہ تمام کے تمام بے نقط ہیں ۔

منحصر قوتِ بازو پہ ہے دولت مندی ۔ دیکھ لو زور میں موجود ہے زر ⅔
ملک الموت سے دنیا میں ہراساں نہیں کچھ ۔ جس کو کہتے ہیں نڈر اس میں ہے ڈر ⅔
ظالمو خوف کرو آہ کو سمجھو نہ حقیر ۔ لفظ اللہ میں ہے اس کا اثر ⅔
فی صدی بہت سی امیدوں کا نتیجہ ہے صفر ۔ دیکھ لو سو کے عدد میں ہے صفر ⅔
فخر کرتا ہے جو انسان نہیں خر ہے وہ ۔ جس طرح لفظِ فخر میں بھی ہے خر ⅔
صبر گرچہ ہے تلخ ہے بر شیریں دیتا ۔ جس طرح لفظ صبر رکھتا ہے بر ⅔

مخلوقات چھ قسم کی ہے : بندے، پرندے، چرندے، درندے، گزندے، پیرندے یعنی تیرنے والے ۔

انسان کی شناخت خصائل کے تین درجے ہیں : عقلمند انسان رفتار ہی سے کسی انسان کی خصلت کا اندازہ لگا لیتے ہیں ۔ ان سے کم عقل گفتار سے ۔ اور بیوقوف کردار سے نیکی بدی کا نتیجہ نکالتے ہیں ۔

ہندو بچے کا پہلا سبق : ایک دُونی دُونی ۔ مسلمان بچے کا پہلا سبق : الف خالی ۔

اِن تین چیزوں کا خوف اس قدر غالب ہوتا ہے کہ ان کو دیکھ کر انسان کے اوسان بجا نہیں رہتے یعنی سانپ، شیر اور چور ۔

چار موقعوں پر بے اختیار انسان سے حرکاتِ دیوانگی سرزد ہوتی ہیں : بچہ کو بہلانے کے وقت (۲) آئینہ دیکھنے کے وقت (۳) تیرنے کے وقت (۴) ....

انسانی فضیلت کے پانچ درجے ہیں :

اول درجہ نبوت کا ہے ۔ اور نبی وہ ہے جس پر وحی اللہ نازل ہو ۔
دوسرا درجہ صدیقیت کا ہے ۔ صدیق وہ ہے جس کا دل آپ ہی وحی اللہ پر گواہی دے ۔
تیسرا درجہ شہادت کا ہے ۔ شہید وہ ہے جو بحکم نبیؐ پر جان نثار کرے ۔
چوتھا درجہ صلاحیت کا ہے ۔ صالح وہ ہے جس کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے ۔
پانچواں درجہ اطاعت کا ہے ۔ مطیع وہ ہے جو حکم برداری میں لگا رہے ۔ یہ بھی صلحاء کے ساتھ شمار ہوں گے ۔

یا الٰہی رحم کر رحمت سے اپنی چار پر ۔ بے کس و مجبور پر مزدور پر بیمار پر

بلحاظ اعتقاد انسان چار قسم کے ہیں: مُوحّد[1]، مُشرک[2]، متشکک[3]، مُنکر[4]۔

سات اشخاص قیامت کے دن سایۂ عرش کے نیچے ہوں گے جس دن اور کوئی سایہ ہو گا۔ (۱) بادشاہِ عادل (۲) جوانِ عابد (۳) للّٰہ دوستی رکھنے والا (۴) خوبصورت عورت کے طلب کرنے پر صرف خوفِ خدا سے زنا سے بچنے والا (۵) تنہائی کے اندر خدا سے ڈرنے والا (۶) مسجد کے ساتھ دل لگانے والا (۷) چھپا کر خیرات دینے والا۔

دو آوازیں بدترین ہیں: (۱) راگ کی (۲) نوحہ کی۔

آدمی تین ہی اچھے ہیں: (۱) ایک وہ جو مر گیا ہے (۲) دوسرا وہ جو ابھی پیدا نہیں ہوا (۳) تیسرا وہ جس سے تعلق نہیں۔ چائے میں تین خوبیاں ہونی چاہییں: لب ریز ہو، لب دوز ہو، لب سوز ہو۔

تین شخص سب سے زیادہ مغضوب ہیں: (۱) فقیر متکبر (۲) بڈھا زانی (۳) بدکار عالم۔ (حضرت علیؓ)

تین قسم کے دوست ہیں: (۱) نانی، جانی، زبانی۔

دُنیا میں دو مذہب ہیں: (۱) نیک (۲) بد۔

دُنیاوی راحت کے چھ درجے ہیں: (۱) پہلی راحت صحتِ جسمانی (۲) دوسری راحت دولت کی فراوانی (۳) تیسری راحت زنِ فرمانبردار (۴) چوتھی راحت پسرِ خدمت گزار (۵) پانچویں راحت حکومت میں عہدہ دار (۶) چھٹی راحت شہر میں قیام و قرار۔ مدارج راحت کی یہ ترتیب اس قدر مکمل ہے کہ اس میں کسی اور درجے کی مطلق گنجائش نہیں۔

عمرِ طبعی کے دس حصے ہیں۔ جو کسی پنجابی بزرگ نے دس کے پہاڑے کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں۔ چونکہ ان کی تشریح دلچسپ اور مفید ہے اس لیے باوجود ثقالتِ الفاظ اس کا درج کرنا مناسب خیال کیا گیا (۱) ایک دا کی داہ کھیلنے کا ماہ یعنی دس سال کی عمر تک کھیل کود میں رہتا ہے (۲) دو داہ بیس[20] پتھر دلیے سب پیس (۳) تین داہ تیہ[30] جنگل گرجے شیہ (۴) چار داہ چالی[40] گلے پڑی پنجالی (۵) پانچ داہ پچانس[50] ٹھنڈے بھرے ساس (۶) چھ داہ سٹھ[60] ہاتھ میں پکڑی لٹھ (۷) سات داہ ستر عقل گئی کوس بہتر (۸) آٹھ داہ اسی بوڑھا ہو گیا خصی (۹) نو داہ نوے[90] جہاں کھائے وہیں سوئے (۱۰) دس داہ سو جینے کی خوشی نہ مرنے کا بھو (خوف)۔

اقبال کی ایک رتی سیر بھر دانش کے برابر ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا گیا کہ کس عمل نے آپ کو خلیل اللہ بنایا۔ فرمایا تین اعمال نے: (۱) مقدم رکھا میں نے اللہ کے امر کو غیر اللہ کے امر پر (۲) نہیں کیا میں نے اہتمام اس چیز کا جس کا ضامن ہوا اللہ میرے واسطے یعنی رزق کا (۳) نہیں کھایا میں نے طعام صبح و شام مگر ساتھ مہمان کے۔

عدالتوں سے انصاف حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں درکار ہیں: (۱) عمرِ نوحؑ (۲) گنج

قارون (۳) صبرِ ایوبؑ ٭

جو دو مسجدوں کی اذان کا انتظار کرتا ہے، وہ نماز پڑھنا نہیں چاہتا ٭

قومی ترقی کے چار اسباب ہیں: (۱) اتحاد (۲) علم (۳) دولت (۴) طاقت ٭

مومن کے اوقات تین حصّوں پر منقسم ہوتے ہیں: (۱) ایک حصّے میں اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے (۲) دوسرے حصّے میں اپنے نفس کا جائزہ لیتا ہے (۳) تیسرے حصّے میں حقوقِ نفسانی کو حلال و مباح طریقوں سے پورا کرتا ہے ٭ (حضرت علیؓ)

حضرت جبریلؑ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہمیشہ یہ چھ وصیتیں فرماتے رہتے تھے:

(۱) ہمسایہ کے حق میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید وہ وارث ہو جائے گا ٭

(۲) عورتوں کے بارے میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید حرام ہو جائے گا طلاق دینا اُن کو ٭

(۳) لونڈی غلاموں کے بارے میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید مقرر ہو جائیگی اُن کے لیے میعاد اور اس کے بعد وہ آزاد ہو جائیں ٭

(۴) مسواک کے بارے میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید فرض ہو جائے گا اس کا کرنا ٭

(۵) نمازِ باجماعت کے بارے میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید نہ قبول ہو گی نماز بغیر جماعت کے!

(۶) یادِ اللہ کرنے کے حق میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید کوئی چیز نفع نہ دیا کریگی بغیر یادِ اللہ کے

ای خالقِ ہر بلند و پستی ‏ شش چیز عطا بکن زہستی ‏ ایمان و امان و تندرستی ‏ علم و عمل و فراخ دستی

عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے: (۱) اس کو کوئی نامحرم نہ دیکھے (۲) وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے ٭ (خاتونِ جنّتؓ)

ماں کا حق باپ سے تین گنا زائد ہے ٭

جنّت کہ رضائے مادر آنست ‏ زیرِ کفِ پائے مادر انست

ادب سکھاؤ اپنی اولاد کو جب چھ برس کی ہو جائے۔ حکم کرو اپنی اولاد کو نماز کا جب سات برس کی ہو جائے۔ بچھونا جدا کرو اپنی اولاد کا جب وہ نو برس کی ہو جائے۔ نگاہ رکھو اپنی اولاد کی حرکات و سکنات کو جب وہ بارہ برس کی ہو جائے۔ نکاح کر دو اپنی اولاد کا جب وہ سولہ برس کی ہو جائے ٭

انسان شب و روز میں اوسطاً چوبیس ہزار سانس لیتا ہے ٭

ایک شخص نے مکان تبدیل کیا۔ ایک گاڑی میں اسبابِ خانہ داری لدوایا، دوسری میں اہل و عیال۔ راستے میں ایک دوست نے پوچھا گاڑیوں میں کیا ہے؟ وہ بولا ایک میں مال اور دوسری میں ایمان ٭

دو چیزیں فرعون کی یادگار ہیں: (۱) پختہ اینٹ (۲) خضابِ سیاہ ٭

دو چیزوں کی زیادتی قیمت کا خیال نہ کرو: (۱) کتاب اگر دل پسند ہو (۲) دوا اگر فائدہ مند ہو ٭

تین نعمتیں ایسی ہیں جو یکجائی طور پر بہت کم لوگوں کو میسّر ہیں: (۱) صحت (۲) فراغت اور (۳) اطمینانِ قلب ✣

مصیبت کی تین قسمیں ہیں: (۱) بلاءِ التعذیب گنہگاروں کے لیے (۲) بلاءِ التادیب فرزندوں کے لیے (۳) بلاءِ التقریب محبوبوں کے لیے ✣

فقر کی جڑ دو چیزیں ہیں: (۱) ترکِ اعمال (۲) ترکِ سوال ✣

مالدار کے لیے چھ نقصان ہیں: (۱) ہمیشہ مغموم و بے قرار رہتا ہے (۲) عبادت میں ہمیشہ کمی اور نقصان رہتا ہے (۳) نافرمانیِ خدا زیادہ کرتا ہے (۴) حساب زیادہ دینا پڑے گا (۵) عدم ادائیگیِ حقوق کے لیے سخت عذاب دیا جائے گا (۶) ثواب و اجر کم پاتا ہے ✣

تین چیزیں سمجھ کر اٹھانا چاہییں: قسم - قلم - قدم ✣

غریب کو چھ فائدے حاصل ہیں: ہمیشہ بے غم اور مطمئن رہتا ہے (۲) یادِ خدا میں زیادہ لگا رہتا ہے۔ (۳) عداوت و دشمنی سے محفوظ رہتا ہے (۴) حساب کی تخفیف رہتی ہے (۵) عذاب سے محفوظ رہتا ہے (۶) اعمالِ صالحہ کا ثواب زیادہ پاتا ہے ✣

حکماء کا قول ہے کہ جو غذا انسان کھاتا ہے پہلے اس سے رس بنتا ہے۔ رس سے خون، خون سے گوشت، گوشت سے چربی، چربی سے ہڈیاں اور ہڈیوں سے مغز تیار ہو کر کہیں ۲۶ دن کے بعد تخمِ انسانی پیدا ہوتا ہے۔ پس کون سی عقلمندی ہے کہ ایسے جوہرِ ہفت آتشہ کو جسے قدرت نے اتنی محنتوں سے تیار کیا ہو، ایک دم میں حظِ نفسانی کی خاطر ضائع کر دیں ✣

بہشت میں سردار عورتیں چار ہیں: (۱) مریمؑ (۲) آسیہ زوجۂ فرعون (۳) خدیجۃ الکبریٰؓ (۴) فاطمہؓ ✣

دو خسر دو جنوائی، جو نہ مانے سمجھ سودائی۔ یعنی صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خسر اور حضرت عثمانؓ و علیؓ داماد تھے ✣

محلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نماز کا ثواب رکھتی ہے۔ جامع مسجد پانچ سو کا۔ مسجد بیت المقدس پانچ ہزار کا۔ مسجدِ نبویؐ پچاس ہزار کا اور مسجد بیت الحرام ایک لاکھ نماز کا ثواب رکھتی ہے ✣

شادی بھی ایک لاٹری ہے کہ چالیس ٹکٹ خالی نکلنے پر ایک ٹکٹ مال کا نکلتا ہے یعنی حسبِ منشا فرمانبردار، نیکو شعار اور خدمت گزار بیوی ملتی ہے۔ باقی چالیس خالی جاتے ہیں ✣

اکبر کے عہد میں (۵۰-۳۸۵ سال پیشتر) گندم ۵ ر فی من، شکر ۱/۴ ۴، تیل ۱۰ آنے اور گھی ۲ ۱۰ فی من تھا۔ اوسط خرچ ماہانہ ایک مزدور طبقہ شخص کا ۸ آنے تھا ✣

دنیا کی کل آبادی قریباً ایک ارب اسّی کروڑ ہے جو چار براعظموں پر منقسم ہے۔ ہر ایک براعظم کی آبادی درجہ وار ایک دوسرے سے قریباً نصف نصف ہے: ایشیا = ۹۶ کروڑ، یورپ = ۴۸ کروڑ،

امریکہ = ۲۴ کروڑ اور افریقہ = ۱۲ کروڑ میزان = ایک ارب اسی کروڑ + (یہ تعداد ۱۹۳۰ء کی ہے اب آبادی ۲- ارب پچاس کروڑ ہے) +

انسان ایک نعمت کے زائل ہو جانے پر تمام بے شمار نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتا ہے +

لوگوں سے کنارہ کش رہ تین برکتیں حاصل ہوں گی: (۱) راحتِ جسمانی (۲) فتوحِ روحانی (۳) صفائے ایمانی

دو آدمی ملک و دین کے دشمن ہیں: بادشاہ بے حلم اور زاہد بے علم +

مکارمِ اخلاق تین اشیاء میں ہے: (۱) عفو بوقتِ قدرت (۲) تواضع بحالتِ دولت (۳) عطائے بغیر منت

شیخ کے فیض سے محروم رہنے والے تین شخص ہیں: (۱) فرزندِ شیخ (۲) زوجۂ شیخ (۳) خادمِ شیخ +

مرسلان اولوالعزم آٹھ ہیں: (۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرت نوحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت موسیٰؑ (۵) حضرت داؤدؑ (۶) حضرت سلیمانؑ (۷) حضرت عیسیٰؑ (۸) حضرت محمد مصطفےٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین +

زیادہ نہیں تو دو چیزوں ہی پر عمل کرو: (۱) مانگنے والے کو ایذا نہ دو (۲) مافوق پر حسد نہ کرو +

طبقاتِ بہشت: (۱) خلد (۲) دار السلام (۳) دار القرار (۴) جنتِ عدن (۵) جنت الماویٰ (۶) جنت النعیم (۷) علیین (۸) فردوس +

طبقاتِ دوزخ: (۱) سقر (۲) سعیر (۳) لظیٰ (۴) حطمہ (۵) جحیم (۶) جہنم (۷) ہاویہ +

ایک کاف اور تین گاف کسی کو نہ دینا چاہیے: کتاب، گھڑی، گھوڑا اور گاڑی +

شیطان ایک سجدے کے انکار سے مردود ہوا۔ بے نماز بہتر سجدوں کا ہر روز نافرمان ہے۔

شیطان ہزار مرتبہ بہتر ز بے نماز   کو سجدہ پیشِ آدمؑ دا ایں پیشِ حق نہ کرد

اسلامی ممالک کی آبادی

نمبر شمار	نام ملک	تعداد آبادی	نمبر شمار	نام ملک	تعداد آبادی
۱	انڈونیشیا	۷،۹۲،۰۰۰۰۰	۱۱	عراق	۴۶،۰۰۰۰۰
۲	پاکستان	۷،۵۷،۰۰۰۰۰	۱۲	تونس	۳۴،۰۰۰۰۰
۳	ترکی	۲،۰۹،۰۰۰۰۰	۱۳	شام	۳۳،۰۰۰۰۰
۴	مصر	۲،۰۰،۰۰۰۰۰	۱۴	یمن	۱۶،۰۰۰۰۰
۵	ایران	۱،۸۴،۰۰۰۰۰	۱۵	اردن	۱۴،۰۰۰۰۰
۶	افغانستان	۱،۲۰،۰۰۰۰۰	۱۶	لبنان	۱۳،۰۰۰۰۰
۷	مصری سوڈان	۸۰،۰۰۰۰۰	۱۷	لیبیا	۱۲،۰۰۰۰۰
۸	الجیریا	۸۸،۰۰۰۰۰	۱۸	البانیا	۱۲،۰۰۰۰۰
۹	مراکش	۸۶،۰۰۰۰۰			
۱۰	سعودی عرب	۶۰،۰۰۰۰۰		میزان	۲۶،۵۸،۰۰۰۰۰

وفائے عہد

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ کا سادہ دربارِ خلافت سرگرمِ انصاف و عدل تھا۔ اکابر صحابہؓ موجود تھے اور مختلف معاملات پیش ہو ہو کر طے ہو رہے تھے کہ ناگہاں ایک خوش رُو نوجوان کو دو نوجوان پکڑے ہوئے لائے اور فریاد کی کہ "یا امیرالمومنین! اس ظالم سے ہمارا حق دلوائیے۔ اس لیے کہ اس نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا۔" حضرت فاروقؓ نے اُس نوجوان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "ان دونوں کا دعویٰ تو سُن چکا۔ اب بتا تیرا کیا جواب ہے؟"

اُس نے نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے پُورا واقعہ بیان کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "ہاں مُجھ سے یہ جرم ضرور ہُوا ہے اور مَیں نے طیش میں آ کر ایک پتھر کھینچ مارا۔ جس کی ضرب سے وُہ پیرِ ضعیف مر گیا۔"

حضرت فاروقؓ نے فرمایا۔ "تو تجھے اعتراف ہے لہٰذا اب قصاص کا عمل لازمی ہو گیا اور اس کے عوض تجھے اپنی جان دینی ہوگی۔" نوجوان نے سر جُھکا کر عرض کیا۔ "مجھے امام کے حُکم اور شریعت اسلام کا فتویٰ ماننے میں کوئی عذر نہیں لیکن ایک بات کی درخواست ہے ......" ارشاد ہُوا وہ کیا؟

عرض کیا۔ "میرا ایک چھوٹا نابالغ بھائی ہے جس کے والد مرحوم نے کچھ سونا چھوڑا تھا اور میرے سپرد کیا تھا کہ وہ بالغ ہو تو اُس کے سپرد کروں مَیں نے اس سونے کو ایک جگہ زمین میں دفن کر دیا۔ اور اس کا حال سوائے میرے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اگر وہ سونا اُس کو نہ پہنچا تو قیامت کے دن مَیں ذمہ دار ہُوں گا۔ اس لیے اتنا چاہتا ہُوں کہ تین دن کے لیے ضمانت پر چھوڑ دیا جاؤں۔" جناب فاروقؓ نے اس بارے میں سر جُھکا کر ذرا غور فرمایا اور پھر سر اُٹھا کر ارشاد کیا۔ "اچھا کون ضمانت کرتا ہے کہ تُو تین دن کے بعد تکمیلِ قصاص کے لیے چلا آئے گا؟"

فاروق اعظمؓ کے اس ارشادِ فیض بُنیاد پر اس نوجوان نے چاروں طرف دیکھا اور حاضرین کے چہروں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر ابُوذر غفاری کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا۔ "یہ میری ضمانت کر لیں گے۔ حضرت فاروقؓ نے پوچھا۔ "ابوذرؓ تم ضمانت کرتے ہو؟" انھوں نے فرمایا "بیشک مَیں ضمانت کرتا ہُوں کہ یہ نوجوان تین دن کے بعد حاضر ہو جائے گا۔"

یہ ایسے جلیل القدر صحابی کی ضمانت تھی کہ حضرت فاروقؓ بھی راضی ہو گئے۔ ان دونوں مدعی نوجوانوں نے بھی ابھی رضامندی ظاہر کی اور وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔

اب تیسرا دن تھا حضرت فاروق کا دربار بدستور قائم ہوا تمام جلیل القدر صحابہ جمع ہوئے

وہ دونوں نوعمر مدعی بھی آئے۔ حضرت ابوذرؓ بھی تشریف لائے اور وقت مقررہ پر مجرم کا انتظار کیا جانے لگا۔ اب وقت گزرتا جاتا ہے اور اس مجرم کا پتہ نہیں صحابہ میں ابوذرؓ کی نسبت تشویش پیدا ہو چلی ہے۔ دونوں نوجوانوں نے بڑھ کر کہا۔ "اے ابوذرؓ! ہمارا مجرم کہاں ہے"؟ اُنھوں نے کمال استقلال اور ثابت قدمی سے جواب دیا۔ "اگر تیسرے دن کا وقت مقررہ گزر گیا اور وہ نہ آیا تو خدا کی قسم میں اپنی ضمانت پوری کروں گا"۔ عدالت فاروقی بھی جوش میں آئی حضرت فاروقؓ سنبھل بیٹھے اور فرمایا۔ "اگر وہ نہ آیا تو ابوذرؓ کی نسبت وُہی کارروائی کی جائے گی، جس کی شریعت اسلامیہ مقتضی ہوگی"۔

یہ سنتے ہی صحابہؓ میں تشویش پیدا ہوگئی بعض آبدیدہ اور بعض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ مجبور ہوکر لوگوں نے دونوں مدعیوں سے کہنا شروع کیا کہ "تم خون بہا قبول کرلو" اُنھوں نے قطعی انکار کیا کہ "ہم خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں"۔ غرض لوگ اسی پریشانی میں تھے کہ ناگہاں وہ مجرم نمودار ہوا۔ مگر اس حالت میں کہ پسینے میں ڈوبا ہوا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ آتے ہی حضرت فاروقؓ کے سامنے آیا۔ خندہ جبینی سے سلام کیا اور عرض کیا:

"میں نے اس بچے کو اس کے ماموں کے سپرد کردیا اور اس کی جائداد اُنھیں بتادی۔ اب آپ جو خدا اور رسولؐ کا حکم ہو، بجا لائیں"۔

اب حضرت ابوذرؓ نے فرمایا۔ "امیر المومنین! خدا کی قسم! میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ اور نہ اس روز سے پہلے کبھی اس کی صُورت دیکھی تھی۔ مگر اور سب کو چھوڑ کر مجھے اس نے اپنا ضامن بنایا تو مجھے انکار کرنا مروت کے خلاف معلوم ہوا اور اس کے بشرے نے یقین دلایا کہ یہ شخص اپنے عہد میں سچا ہوگا۔ اس لیے ضمانت کرلی"۔

اس کے آپہنچنے سے حاضرین میں ایسا غیر معمولی جوش پیدا ہوگیا تھا کہ دونوں مدعی نوجوانوں نے خوشی میں آکر عرض کیا:

"امیر المومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا"۔ سب طرف سے ایک نعرہ مسرت بلند ہوا اور حضرت فاروقؓ کا چہرہ مارے خوشی کے چمکنے لگا اور فرمایا۔ "مدعی نوجوانو! تمھارے باپ کی خون بہا میں بیت المال سے ادا کردوں گا۔ اور تم اپنی اس نیک نفسی کے ساتھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے"۔ اُنھوں نے عرض کیا:

"امیر المومنین! ہم اس حق کو خالص خدا کی خوشنودی کے لیے معاف کرچکے لہذا اب ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں ہے اور نہ لیں گے"۔

غرض اس عجیب و غریب وفائے عہد کا واقعہ اس مسرت و شادمانی پر ختم ہوا۔

جذبۂ انتقام

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے تو اس کے معاوضے کے لیے سالہا سال میں بھی تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ بُرائی کی جائے تو جلد سے جلد انتقام لینا چاہتا ہے۔ بدی کی مکافات کا جذبہ اس کے دل میں بہت جلد پیدا ہوتا ہے اور بری طرح پیدا ہوتا ہے۔ انتقام کا بھوت اس کے حواس باطل کر دیتا ہے۔ آسمانی فرشتے "وَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا" کی صدا بلند کرتے ہیں اور "وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ" کے نعرے لگاتے ہیں لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ شیراز کا ایک پیرِ مرد اُسے ع

"اگر مردی احسن الیٰ من اسا"

کا جلی کتبہ دکھاتا ہے۔ لیکن اُسے ایک حرف نظر نہیں آتا ۔

بارگاہِ ایزدی کا آئین ہے کہ بدی کی سزا بدی کے بقدر اور نیکی کی جزا دس گنا دی جاتی ہے۔ لیکن انسانی فطرت کا قانون اس کے برعکس ہے۔ ایک انسان نیکی کا بدلہ اگر دیتا ہے تو نیکی کے بقدر لیکن بدی کا بدلہ وہ دس گنا زیادہ لینا چاہتا ہے۔ بس اگر کوئی اُسے "تم" کہتا ہے، تو وہ اُسے "تو" کہتا ہے۔ اور جو اُسے "تُو" کہتا ہے تو اس کا جواب گالی سے دیتا ہے۔ پھر اس کا جواب زبان کی بجائے ہاتھ سے دینا چاہتا ہے موقع ہو یا نہ ہو لیکن اس کا عمل ع

"کلوخ انداز را پاداش سنگ است" پر ہوتا ہے ۔

انتقام لینے کی طرف انسان کو بالطبع میلان ہے اور میلان بھی ایسا ہے کہ کوئی دوسرا میلان اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس کی روک تھام میں سب سے زیادہ اہتمام چاہیے۔ انتقام ایک وحشیانہ عمل ہے، قانونی نہیں۔ قانون کا کام یہ ہے کہ انتقام کی راہ کو بند کرے جو شخص کسی کے ساتھ بُرائی کا مرتکب ہوتا ہے وہ قانون سے تجاوز کرتا ہے لیکن جو شخص اس کا عوض لیتا ہے وہ قانون کو معطل کرتا ہے۔ دشمن سے انتقام لینے میں آدمی اس کے برابر بلکہ اس سے بدتر ہو جاتا ہے۔ مگر معاف کرنے میں اس سے برتر ہوتا ہے۔ کیونکہ بزرگوں اور بادشاہوں ہی کا کام معاف کرنا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کا قول ہے کہ آدمی کی دانائی غصے کو ٹالتی ہے۔ اور یہ اُس کی عظمت ہے کہ خطا سے آنا کانی کرے۔ دانشمند حال اور استقبال کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ ماضی کی باتوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہو چکیں۔ گزشت آنچہ گزشت۔ گزشتہ را صلوٰۃ۔ "معاف کرو اور فراموش کرو" کے زریں مقولے پر اُن کا عمل ہے۔ کسی نے بُرائی کی تو کی، قصہ تمام ہوا ؎

بود یک سورۂ اخلاص قرآنے کہ من دارم دلے بے کینہ دارم کہ جز الفت نمے داند

واضح رہے کہ کوئی شخص برائی کو برائی کی خاطر نہیں کرتا بلکہ اس میں اپنی منفعت یا کوئی خوشی یا عزت یا کوئی اور بات اسی طرح کی دیکھ کر برائی کرتا ہے۔ برائی کرنے میں ہر ایک شخص اپنے تئیں دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اس لیے ہمیں غصہ نہ ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے تئیں دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اپنے نفع کے واسطے ہمیں ضرر پہنچاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بد سرشتی کے اقتضا سے برائی کرے تو اس کا حال کانٹے کا سا ہے جو چبھتا ہے اور چھیدتا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا وہ اور کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ جن برائیوں کی سزا قانوناً نہیں مل سکتی اگر ان کا خفیف سا عوض لے لیا جائے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر وہ کہیں اس حد تک نہ پہنچ جائے جو قانوناً تم کو مجرم بنائے اور سزا کا مستحق کرے۔ جس سے ایک اور دشمن قانون پیدا ہو جائے اور ایک کے دو دو دشمن ہو جائیں۔ "یک نہ دو شد" دشمن کے واسطے ایسی بھی گرمی نہیں کرنی چاہیے کہ جس کی گرمی سے خود اپنا منہ جھلس جائے جس کے لیے یہ پنجابی مثل مشہور ہے کہ: ہر کھر (غصہ) کا مارا نرک (دوزخ) کو جاتا ہے"۔ بعض آدمی دشمن کو جتلا کر انتقام لینے میں خوش ہوتے ہیں۔ وہ نامرد کمینوں کی طرح اس کو چھپاتے نہیں اور کمین میں بیٹھ کر تیر نہیں لگاتے۔ یہ گو ان کی فراخ حوصلگی ہے لیکن اس کے عوض جو قانونی سزا خود ان کو بھگتنی پڑے گی، اس کے مقابلے میں یہ طریق انتقام اور جوش غضب نہایت گراں پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے آپ سے انتقام لیتے ہیں ۔

ایک شخص نے اپنے بے وفا دوستوں کی نسبت کہا کہ دوست جو برائی کریں، وہ معاف نہیں ہو سکتی کیونکہ حکم یہ ہے کہ دشمنوں کی خطائیں معاف کرو نہ کہ دوستوں کی۔ لیکن اس قبیل میں بھی ہمیں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کو کام میں لانا چاہیے۔ حضرت ایوبؑ کا فرمان ہے: "کیا ہم خدا سے اچھی اچھی چیزیں پالیں اور بری نہ لیں"۔ لہٰذا اسی فرمان کے پیش نظر دوستوں کے ساتھ ایک مناسب اندازہ پر برتاؤ کرے۔ یعنی جن دوستوں سے فائدہ اٹھاتے ہو ان سے نقصان بھی اٹھاؤ ۔

یہ امر تحقیق ہے کہ جو شخص انتقام کے درپے رہتا ہے وہ اپنے زخموں کو ہرا رکھتا ہے۔ اگر وہ درپے انتقام نہ رہتا تو یہ زخم بھر کر خود بخود اچھے ہو جاتے۔ بہترین اور سخت ترین انتقام یہ ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ ان کی ہڈیاں توڑ دو اور ان کے سر پر کوئلے جلا کر ان کی روح کو مجروح کر دو اور ان کی خطائیں معاف کر کے اپنی روحانی خوشیوں کی پرورش کرو ۔

انتقام استقلالِ روح ہے کہ اس سلسلے میں ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس سے خود ہم کو ہی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔ جو شخص انتقام لیتا ہے وہ برائی کرنے والے سے زیادہ برا ہوتا ہے۔ اسی جذبۂ انتقام کی بدولت سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ خاندان برباد ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے تمام ہنگام زیر و زبر ہو

جاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ سے انتقام اور کینے کے تمام کمینے خیالات کو نکال کر پھینک دے۔ انتقام لینا ایک پہلی شیطانی حرکت ہے جو شیطان نے آدم سے کی۔ لہٰذا انسان سے شیطان کے کام کرانے والا انتقام سے زیادہ اور کوئی کام نہیں۔

انتقام میں اپنے ہی مزاج کا زہریلا مادہ اپنے اوپر اثر کرتا ہے۔ اگر تم پورا انتقام نہیں لے سکتے، تو فی الحال رنج و تکلیف میں مبتلا رہو گے اور اگر پورا عوض لے سکتے ہو تو آئندہ خود سخت ترین رنج اٹھاؤ گے۔ انسان کو انتقام سے زیادہ کوئی چیز گزند رساں نہیں جو کہ اس کو خود اپنے ہاتھ سے پہنچتا ہے۔

انتقام غصہ کی سب قسموں سے زیادہ سخت قسم ہے۔ جو شخص کسی کو ضرر پہنچاتا ہے، وہ برائی کو شروع کرتا ہے۔ مگر جو اس برائی کا انتقام لیتا ہے، وہ اس کو بے انتہا بڑھاتا ہے اور ایک ایسی مستقل بے عزتی اور بے آرامی خریدتا ہے جس کو نیک دلی اور خوش چلنی بھی الگ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اپنے ہی فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ جو شخص ہمیں ضرر پہنچائے ہم اس کی مثل بلکہ اس سے بدتر نہ بنیں۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ انتقام کا جذبہ پیدا کیونکر ہوتا ہے؟ صرف ذاتی مفاد کی مخالفت پر یہ جذبہ ابھرتا ہے۔ خواہ یہ مفاد مال سے تعلق رکھتا ہو، خواہ آبرو سے اور خواہ جان سے۔ مثلاً کوئی شخص کسی کو مالی نقصان پہنچائے یا اس کی توہین کرے یا اس کے جسمانی آزار کا باعث ہو تو فوراً انتقام کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔ جب انتقام کی آگ بھڑکتی ہے، اور کوئی شخص بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی قوتوں کا جائزہ لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کے اندر کون سی ایسی طاقت موجود ہے، جسے وہ اپنے حریف کے خلاف کامیابی سے استعمال کر سکتا ہے۔ پس انسان میں جو خاص طاقت ہوتی ہے وہ اسے استعمال کر کے اپنے حریف کو نقصان پہنچاتا ہے اور انتقام کے جذبے کو تسکین دیتا ہے۔

چنانچہ ایک تنومند اور طاقتور انسان جب کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کی رگوں میں خون کھولنے لگتا ہے۔ اس کے بازوؤں کو جنبش ہوتی ہے اور وہ اپنے حریف کو زد و کوب کی دھمکی دیتا ہے یا بالکل مغلوب الغضب ہو کر اسے جسمانی آزار پہنچاتا ہے اور اس طرح اپنے دل کا بخار نکالتا ہے۔

جب کسی شخص میں طاقت جسمانی نہیں ہوتی تو وہ اپنی دوسری قوتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر وہ ذہین، چالاک اور قانونی نکات سے واقف ہے تو وہ اپنے حریف کو کسی آفت ناگہانی میں مبتلا کر دیتا ہے، اسے بدنام و رسوا کرتا ہے اور اس کی عزت و شہرت کو خاک میں ملا دینے کی تدبیریں چلتا ہے۔

اگر کوئی شخص دولت یا حکومت رکھتا ہے تو حریف کو طرح طرح کے جانی اور مالی نقصان پہنچاتا ہے۔ روپیہ میں بڑی طاقت ہے۔ اس کے ذریعے سے نا خدا ترس شہدہ پیشوں اور قاتلوں کو مول لیا جا سکتا ہے اور پھر انہیں مخالفین کی ایذا رسانی پر مامور کیا جا سکتا ہے۔ جب ایک شخص کسی اور طریقے سے انتقام نہیں لے سکتا تو وہ روپیہ خرچ کر کے اس طرح اپنے اشتعال طبع کو فرو کرتا ہے۔ ارباب حکومت

اگر کسی سے بدلہ لیتے ہیں تو حوالات اور جیل کے دروازے اس کے لیے کھول دیتے ہیں یا جرمانے وغیرہ کے ذریعے سے اُسے مالی نقصان پہنچاتے ہیں +

ایک وکیل کسی سے بدلہ لیتا ہے تو اس کے برخلاف ایک مقدمہ کھڑا کر دیتا ہے اور قانون کی مدد سے اُسے موردِ الزام ٹھہرا کر سزا دِلواتا ہے +

ایک شاعر کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے تو اس کی دماغی قوتیں فوراً بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ ایک ہجو تیار کر کے اور اپنے حریف کو منظوم گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے +

ایک اخبار نویس کسی سے بگڑتا ہے تو اپنے اخبار کے صفحات اس کے سامنے آجاتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ جس کے دامنِ شہرت کو چاہے داغدار ثابت کر سکتا ہے۔ وہ اپنی انشا پردازی کی خنق کو ایک بڑی طاقت سے تعبیر کرتا ہے اور غرور اس کے کان میں کہتا ہے کہ تمہارا قلم اصفہان کی تلواروں اور جرمنی کی توپوں سے کم قوت نہیں رکھتا +

آقا کسی نوکر سے بدلہ لیتا ہے تو معمولی حالت میں اُسے فوائد سے محروم کر دیتا ہے اور زیادہ جوش کی حالت میں وہ اس کے علاوہ نقصان بھی پہنچاتا ہے یعنی صرف اُسے برخاست کر دینے سے اس کے جذبۂ انتقام کو تسکین نہیں ہوتی بلکہ اسے متہم کر کے جیل میں بھجوانے کی بھی کوشش کرتا ہے +

بہر حال انتقام کا جذبہ بہت خوفناک ہے اور دُنیا میں ہر طرف اس کی آگ مشتعل نظر آتی ہے۔ انسان اپنے مفاد کے خلاف کسی کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ ایک فقیر سے ایک امیر تک بلکہ ایک بادشاہ تک میں انتقام کا جذبہ موجود ہے۔ رفیق دار رشتہ دار سے اور دوست دوست سے اس کی بدی کا انتقام لینے کے لیے آمادہ ہے جب انتقام لینے میں طاقت موجود ہے تو وہ اپنے حریف کے خلاف اس طاقت کو استعمال کرتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے ستانے والوں سے انتقام لینے کے لیے کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتے۔ نہ ان کے پاس زور بازو ہے نہ دولت و حکومت ہے، نہ اُن کے مُنہ میں زبان ہے اور نہ ہاتھ میں قلم ہے۔ ایسے بیکسوں کا جب دل دُکھتا ہے، اور کوئی اُن کے ساتھ بدی کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اُن کے منہ سے ایک آہ نکلتی ہے۔ آہ! یہ وہی آہ ہوتی ہے جس کے متعلق حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں:

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن — اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

یہ انتقام بہت سخت ہوتا ہے اس کا مقابلہ دُنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ یہ آہیں کبھی بجلیاں بن کر اہلِ ظلم کے خرمنِ حیات پر گرتی ہیں اور کبھی سیلاب بن کر زندگی کی تعمیر کو فنا کرتی ہیں ؎

چو بےخدا عصا ندارد — درحقیقت زند دوا ندارد

اس کی وجہ یہ ہے کہ انتقام کا کام قدرتِ الٰہی اپنے ذمے لیتی ہے لیکن یہ اُس وقت

ہوتا ہے جب انسان صبر و ضبط کے ساتھ اپنے معاملات عدالت ایزدی کے سپرد کر دے اور
سچے دل سے کہہ دے کہ "میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا بندوں سے خوب آگاہ ہے"!

شعر
تو مشو مغرور از حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

اگر لوگوں کو صبر و تحمل کی عادت ہو جائے اور وہ واقف ہو جائیں کہ ع

درعفو لذتیست کہ در انتقام نیست

تو انسانی زندگی ہزاروں تلخیوں اور نامرادیوں سے پاک ہو جائے۔ اگر صبر کی تکلیف نا اٹھائی جائے
تو کم از کم غور و فکر ہی سے مدد لے کر معاملات کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص سے
بدی سرزد ہو تو اُس کے اسباب پر غور کریں اور جب انتقام کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہو تو اُس
انتقام کے عواقب کو پہلے سوچ لیں۔ صرف اِن دو باتوں پر عمل کرنے سے بڑی حد تک انتقام کی آگ
فرو ہو جائے گی اور ہمارے قلوب بغض و عداوت کی آلودگیوں سے نجات پا جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ
نے اگر کسی کو جسمانی، مالی، اجتماعی یا علمی طاقت یا حکومت عطا کی ہے تو اس عطیۂ خداوندی کو
انتقام و ایذا دہی میں صرف کرنا اُس کی بدترین توہین ہے جس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے۔

عفو: ایک بار جنگ میں حضرت علیؓ اپنے دشمن کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ قریب تھا کہ اُسے خنجر سے قتل
کر دیں کہ دشمن نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اُس کے سینے سے اُتر آئے۔ دشمن نے
اس غیر متوقع رحم دلی و مہربانی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: "پہلے تم سے خدا کے لیے دشمنی تھی اب
ذاتی غصہ و انتقام کا نتیجہ ہوگی"۔ عفو اسلامی کی اس مثال سے وہ شخص مسلمان ہو کر کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔

حکایت: ایک نیک دل شخص نے اپنے اکلوتے فرزند کو ایک معقول رقم دے کر بغرض تجارت
سفر پر روانہ کیا۔ قضا کار پہلی ہی منزل میں ایک ڈاکو نے قتل کر کے اس کا تمام مال لوٹ لیا۔ چند
راہ گیروں نے ہر چند کہ قاتل کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور
رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر وہ مقتول کے گاؤں میں اُس کے باپ ہی کے گھر پہنچ گیا۔ اور تمام
واردات قتل و غارت سُنا کر اُس سے چند روز کے لیے پناہ مانگی تاکہ خطرے کا وقت گزر جائے۔
اور اُسے اِس خدمت کے عوض میں مال غنیمت میں سے نصف حصے کا لالچ بھی دیا۔ نیک دل
باپ عقیل و دانا تھا، قصہ سے صحیح اندازہ لگا لیا کہ میرا بیٹا ہی قتل ہوا ہے۔ مقتول کے باپ نے ضبط
تک اُس کی نہایت خاطر تواضع کی۔ پھر تیسرے روز اُس نے قاتل سے باچشم پُرآب دست بستہ عرض کیا
کہ جس نوجوان کو تم قتل کر کے اُس کا مال لوٹ لائے وہ فی الحقیقت میرا ہی اکلوتا بیٹا تھا۔ بہتر ہے کہ
آپ یہاں سے تشریف لے جائیں کیونکہ خطرے کا وقت تو گزر چکا ہے لیکن اب مجھے یہ خطرہ ہے
کہ مبادا شفقت پدری و فطرت انسانی سے مجبور ہو کر کسی وقت میرے جذبات انتقام جوش میں آ جائیں

اور میں مغلوبُ الغضب ہو کر تمھیں قتل کر ڈالوں، اور تُو اپ صبر سے محروم رہ کر لٹا گرفتارِ عقوبت ہو جاؤں۔ چنانچہ قاتل فرزند کو مع مالِ غنیمت کے بغیر کسی قسم کے اظہارِ رنج کے رخصت کر دیا گیا۔

سنا ہے میں نے مردانِ راہ خُدا　　　تو قتلِ پسر کا بھی لیں انتقام
جو ادنیٰ خطا پر بھی ہو منتقم　　　تجھے کب میسّر بھلا یہ مقام

شاہِ ہناطلہ اور شاہِ خراسان کے درمیان جنگ ہوئی۔ شاہ ہناطلہ کے اراکینِ دربارِ شاہِ خراسان کو اس مضمون کے خطوط بھیجتے تھے کہ ہم تمھاری ہر طرح کی امداد کریں گے۔ تم بے خطر ہو کر شاہِ ہناطلہ پر فوج کشی کر دو۔ شاہِ خراسان نے وہ تمام خطوط سر بمہر کر کے خزانے میں رکھوا دیے۔ اتفاقاً شاہِ ہناطلہ غالب آیا جب خزانے پر قبضہ کیا، وہ تھیلی بھی ملی۔ شاہ ان خطوط کو دیکھ کر حقیقتِ حال اور امرِ واقعہ سمجھ گیا اور انہی اراکینِ دربار کو بُلا کر کہا کہ یہ خطوط مجھے ملے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں نے حفظِ ماتقدم کیا ہو۔ لہٰذا اب ان کو جلا دو۔ چنانچہ اپنے سامنے اُن تمام خطوط کو جلوا دیا اور اُن اراکینِ دربار سے کوئی بازپرس نہ کی اور اُن کو اپنے عہدوں پر برقرار رکھ کر مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔ عفو و درگزر کی ایسی مثال کم ملے گی +

الدُّنیا زور

ایک مولوی صاحب ہر چند کہ علم و فضل کے لحاظ سے شبلیِ دوراں اور زہد و عبادت کی رُو سے جنیدِ زماں تھے، لیکن افلاس و تنگدستی جو کہ طبقۂ علماء و فضلا کا موروثی حصّہ ہے، وراثت کے اس حصّے سے وہ بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ دائمی افلاس و تنگدستی سے تنگ آ کر ایک روز بیوی صاحبہ نے کہا: "بے شک دینداری افضل ترین نعمت ہے لیکن کیا ہی خوب ہوتا کہ اگر آپ دینداری کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دنیاداری کا بھی کچھ خیال رکھتے۔ کیونکہ فقر اور کفر ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہیں۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا۔ حقوقِ نفس کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے اور جائز طور پر زندگی قائم رکھنے کے واسطے حصولِ دنیا کسی طرح اصولِ دین کے خلاف نہیں ہے۔ اس تنگدستی نے میرے تو اعتقاد کو متزلزل کر دیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ دنیا کی درستی کے لیے بھی آپ بقائے دین ملکی العمل جائز تدابیر اختیار کریں" +

مولوی صاحب نے فرمایا: "یہ دنیا چند روزہ ہے مشکل یا آسان کسی نہ کسی طرح سے گزر ہی جائے گی۔ ہر حال میں وطیرۂ صبر و شکر اختیار کرنا چاہیے۔ اور اس عارضی فائدے کو حاصل کرنے

کے لیے دینداری کو ترک کرکے ابدی راحت سے محروم رہنا نہایت خسارے کا سودا ہے۔ نیز "اَلدُّنیا جیفۃٌ وطالبُھا کلاب" (دُنیا ایک مُردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے) بیوی نے کہا کہ "دینداری کے ساتھ بھی دُنیا کمائی جاسکتی ہے۔" مولوی صاحب نے کہا "یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ دُنیا ایک مکر ہے اور بغیر مکروفریب حاصل نہیں ہوسکتی۔ "اَلدُّنیا زُورٌ ولا یَحْصِلُ اِلّا بالزُّورِ" (مکروفریب اور دینداری ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے) اگر تیری یہی خواہش ہے تو تجربہ کے طور پر میں تم کو اس کا نتیجہ بھی دکھلا دیتا ہوں تاکہ تجھے پختگی اعتقاد حاصل ہوسکے"۔

مولوی صاحب گھر سے رخصت ہوگئے اور چند روز کے بعد کسی دوسرے شہر میں پہنچ گئے چونکہ زیورِ علم کی وجہ سے زیورِ عقل بھی کافی رکھتے تھے۔ ڈاڑھی منڈوا، پیشانی پر قشقہ لگا، زنار گلے میں پہن ایک مسجد میں تشریف لے گئے اور نمازیوں کے بھرے مجمع میں اپنے مسلمان ہونے کی خواہش کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا: "میں ایک متمول برہمن خاندان سے تعلق رکھتا ہوں میرے میلانِ اسلام کو دیکھ کر تمام اہلِ خاندان مجھ سے مخالفت رکھتے اور ہر وقت میرے درپئے ایذا رہتے تھے۔ ان کے جوروظلم سے تنگ آکر اور ان کے وجود کو اپنی اس مبارک خواہش کی تکمیل میں روکاوٹ سمجھ کر میں اپنی بیوی بال بچوں اور لاکھوں روپے کی جائداد کو خیرباد کہہ کر نورِ اسلام سے روشنی حاصل کرنے اور شرفِ ایمان سے مشرف ہونے کے لیے اپنی جان بچاکر وطن سے سینکڑوں کوس دور یہاں پر حاضر ہوا ہوں۔ آپ مجھے مسلمان بنا لیجیے"۔ اس کی اس درخواست پر تمام مسلمان نہایت خوش ہوئے اور شوقِ اسلام میں اس بےنظیر قربانی وایثار کا اس شہر میں گھر گھر چرچا ہونے لگا۔ مصنوعی برہمن یعنی نومسلم صاحب اسی مسجد میں ہر وقت جاروب کشی کرتے۔ نمازیوں کے وضو کے واسطے پانی بھرتے، چراغ وغیرہ جلاتے۔ غرضیکہ سرنشتہ کی خدمت متعلقہ مسجد کو نہایت اہتمام اور تندہی سے سرانجام دیتے اور روکھی سوکھی روٹی کھا کر اوقاتِ فاضل میں شب روز مصروفِ عبادات ومشغولِ طاعات رہتے۔ چند روز اسی طرح گزر گئے اور لوگوں کے دلوں پر اس کے زہد وریاضت کا کافی اثر ہوگیا تو ایک دن جمعۃ الوداع کی نماز کے بعد ہزارہا نمازیوں کے مجمع میں آپ نے کھڑے ہوکر باوازِ بلند فرمایا: "الحمد ﷲ کہ گذشتہ شب خواب میں حضرت خضر نے میرے عقائدِ اسلامی پر سچے طور سے عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں مجھے اپنے سینۂ مبارک سے لگاکر علومِ دین کے تمام دروازے مجھ پر کھول دیئے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں بھی اپنے رحمت خدائے مرحمت شدہ علم ووعظ سے لوگوں کو مستفیض کروں۔ شہرت تو ان کی پہلے ہی بہت ہوچکی تھی۔ اس غیر معمولی بات نے سب لوگوں کو متعجب کردیا۔ اور بے ساختہ تمام لوگ تصدیق

وعظِ اعجاز نما میں ہمہ تن گوش ہو گئے ٭
"نو مسلم صاحب" نے منبر پر چڑھ کر اس قدر پُر زور اور رقت خیز وعظ فرمایا کہ فرطِ تاثیر سے ہر ایک شخص گریہ بے اختیار پر قدرتِ ضبط نہ رکھ سکا۔ سینکڑوں اشخاص نے اسی وقت مرید بننے کی درخواست کی۔ آپ نے سب کو اپنی سلکِ ارادت میں منسلک کر کے مرید بنایا۔ اور مریدانِ زود اعتقاد و خوش عقیدہ نے حسبِ توفیقِ خود معقول نذرانے چڑھائے۔ اس کے بعد ہر روز نئے نئے مرید بنائے جانے کا سلسلہ بکثرت جاری رہا۔ "مصنوعی پنڈت" بعد میں "نو مسلم اور حال کے پیر جی صاحب" نے مریدوں کی ایک فہرست مرتب کی جس میں مرید کا نام و مقام اور رقمِ نذرانہ کا نہایت باقاعدگی کے ساتھ اندراج ہوتا رہا۔ جب کافی رقم جمع ہو گئی تو ایک روز موقع پا کر رات کی تاریکی میں مولوی صاحب کافی دولت ہمراہ لے کر بغیر کسی کو اطلاع دیے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔ چند روز بعد گھر پہنچے تو بیوی صاحبہ اس دولتِ کثیر کو اس عرصۂ قلیل میں اپنے غریب خانے میں دیکھ کر نہایت خوش ہوئی۔ جو کہ حقیقی معنوں میں اب دولت خانہ بن گیا تھا ؎

اے دیانت بر تو لعنت از تو ہیچے یافتم اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

مولوی صاحب نے حصولِ دولت کے تمام پُر فریب ذرائع کو بیان کر کے کہا کہ اے نیک بخت! ایک طرف تو یہ بیان کردہ مذموم طریقوں سے حاصل شدہ دولت کا یہ ڈھیر پڑا ہے اور ایک طرف غیر مرئی دولتِ ایمان ہے۔ ان دونوں میں سے تو جس چیز کو چاہے قبول کر لے۔ بیک وقت دونوں چیزوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ سعادتمند اور ایمان پسند بیوی کے ضمیر تربیت پذیر نے اس کلامِ پُر تاثیر کو سننے کے بعد دولتِ ایمان کو دولتِ دنیا پر ترجیح دے کر اپنی موجودہ حالتِ افلاس و فقر میں صبر و شاکر رہنا بہزار رضا و رغبت قبول کیا۔ اور مولوی صاحب نے وہ تمام دولت جو بطور امانت ان کے پاس چند روز کے لیے تھی، اسی شہر میں جا کر فہرستِ مرتب شدہ کی رو سے ان تمام مریدوں کو بجنسہٖ نام بنام واپس کر دی۔ وہاں کے لوگوں نے مولوی صاحب کے اس طرح غائب ہو جانے کو بھی کراماتِ غیبی پر محمول کیا تھا۔ جب انھوں نے دوبارہ مولوی صاحب کے آنے اور رقومِ نذرانہ کی نام بنام واپسی کا حال دیکھا اور مولوی صاحب نے اس تمام پُر فریب کا سچا واقعہ اور اس کارِ ناکردنی کی وجوہات بیان کیں، تو ان کے حسنِ عقیدت میں مزید تقویت ہو گئی اور بدستور ان کے حلقۂ ارادت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ مخلصانہ درخواست تو مریدوں کی چار و ناچار مولوی صاحب نے قبول فرمالی۔ لیکن نذرانہ وغیرہ کسی صورت میں بھی قبول نہ کیا۔ اور اپنے گھر واپس آ کر اپنی رفیقِ زندگی کو اپنے جیسا پختہ اعتقاد بنا کر نہایت صابرانہ اور صالحانہ زندگی بسر کی۔ خدا ہم سب کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ٭

خاکساری

رتبہ مسجد کے منارے کا ہے کم محراب سے ۔ چھوڑ کر اپنی تعلی کر تواضع اختیار

ایک مجمع میں کسی بزرگ کا تذکرہ تھا۔ بعض تو کہتے تھے۔ سبحان اللہ قطب وقت ہیں۔ ایسا
باخدا آدمی اس زمانے میں کہاں ہے؟ بعض کہتے تھے۔ بھائی ہم تو معتقد نہیں۔ دنیا میں رہ کر
خدا پرستی معلوم۔ سامان دنیا کیا وہ نہیں رکھتے۔ بی بی، بچے، مکان، کھانا پینا بھی کچھ ہے۔
نماز روزہ کون نہیں کرتا۔ بزرگی کا اور ہی مرتبہ ہے ۔

ایک شخص نے ارادہ کیا کہ امتحان لیں۔ یہ ٹھہرا کر ان بزرگ سے جا کر کہا کہ آج بندے کے یہاں
آپ کی دعوت ہے۔ گرمی کے دن ہیں۔ ایسا کیجیے کہ نماز مغرب وہیں پڑھیے۔ غریب خانے کے
قریب مسجد بھی ہے۔ بڑی بھاری جماعت ہو جاتی ہے۔ ان بزرگ نے دعوت کو بلا تامل قبول کیا
اور نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جا حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد وظیفہ پڑھتے پڑھاتے رہے
یہاں میزبان نے گھر سے نکل کر صورت نہ دکھلائی۔ میزبان صاحب منتظر تھے کہ مہمان صاحب
دق ہو کر خود تقاضی ہوں گے۔ یہاں تقاضے کا کیا ذکر جب نماز عشا کا وقت ہوا تو دروازے
پر ایک مہترانی رہتی تھی۔ یہ بزرگ اس سے کہہ گئے کہ نیک بخت! میں نماز کو جاتا ہوں۔ اگر
میزبان صاحب پوچھیں تو مہربانی کر کے کہہ دینا کہ وہ شخص نماز کو گیا ہے۔ ان بزرگ نے نماز جماعت
سے مسجد میں جا پڑھی اور سلام پھیرتے ہی پھر چلے آئے۔ اور کچھ پڑھنے کو باقی تھا میزبان کے دروازے
پر آ کر پڑھا۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہونے کو آئی تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکھا تو دیکھتے
ہی بولا۔ "آہا! آپ آئے اور مجھ شامت زدہ کو دعوت کا خیال بھی نہ رہا" اب اس وقت کیا ہو سکتا
ہے۔ مہمان نے کہا۔ کیا مضائقہ معمولی بات ہے۔ یہ کہہ کر بہت ادب سے رخصت طلب کی۔
میزبان نے کہا۔ اچھا تو ٹھہریے میں گھر جا کر دیکھوں کچھ بچا بچایا ہو تو لے آؤں۔ گھر میں گیا تو
پھر گھنٹوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا تو پھر کہا کچھ موجود نہیں ہے۔ معاف کیجیے۔ مہمان
ہشاش بشاش رخصت ہونے لگا تو پھر اس نے کہا۔ آپ جاتے تو ہیں مگر میرا جی نہیں چاہتا۔
کہ آپ بھوکے چلے جائیں۔ ذرا صبر کیجیے کچھ تدبیر کروں۔ بزرگ نے فرمایا کہ کیوں تکلیف کرتے
ہو۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ میں چلا جاتا ہوں۔ میزبان نے کہا نہیں ذرا ٹھہریے۔ یہ کہہ کر پھر
گھر میں گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اندر ہی سے کہا۔ شاہ صاحب تشریف لے جائیے۔ شاہ صاحب
نے جھک کر سلام کیا اور چلنے لگے۔ گلی کے باہر ہی گئے تھے کہ پھر اس شخص نے پکارا تو شاہ صاحب

پھر آ گئے۔ اُس شخص نے کہا اور تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک پیسہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی خوشی سے لے لیا اور خوش و خرم پھر چلے۔ پھر اس شخص نے بُلایا اور کہا کہ میاں فقیر تو بڑا طماع و حریص ہے۔ ایک دمڑی کے کھانے کے واسطے تُم نے میری تمام رات ضایع کی۔ شاہ صاحب رونے لگے اور ہاتھ جوڑے کہ بھائی خُدا کے لیے میری خطا معاف کرو۔ واقعی میرے سبب سے تم کو آج تکلیف ہُوئی۔ وہ شخص بولا۔ جی چاہتا ہے کہ اس قصُور کے بدلے تیرے سب کپڑے اُتروا لُوں۔ شاہ صاحب کپڑے اُتارنے لگے تو اُس نے شاہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا درحقیقت آپ بڑے بزرگ آدمی ہیں۔ اور اس امتحان لینے میں مُجھ سے بڑا قصُور ہُوا۔ معاف فرمائیے۔ شاہ صاحب نے اُس کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ اور کہا "میاں یہ تمھارا خیال ہے کیسی بزرگی اور کہاں کی خدا پرستی۔ مَیں تو پیٹ کا کُتا ہُوں۔ سب کُتے ایسا ہی کرتے ہیں جو مَیں نے کیا۔ ٹکڑا دکھلاؤ یا بُلاؤ تو دوڑ آتے۔ ذرا دھمکاؤ تو قدم دو قدم پیچھے ہٹ جاتے۔ یاد رکھو کہ خاکساری خُدا رسیدہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس شخص میں یہ نہیں، وہ کتنا ہی عالم و فاضل، عابد و زاہد اور ہمہ صفت موصُوف کیوں نہ ہو، ہیچ ہے"۔ ؎

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں — اس زمیں سے واہ کیا کیا آسماں پیدا ہوئے

؎ با سفلگاں طریقۂ تسلیم حکمت است — پیش آیدت اگر در پستی خمیدہ رو

خاکساری پیشہ کردن ہیچ میدانی کہ چیست — مُشتِ خاشاکے بچشمِ دُشمناں افگندن است

ایک سرد مزاج بُردبار شخص نے ایک سادھو کی جانچ کرنی چاہی کہ دیکھوں یہ سادھو کیسے ہیں؟ اور پھر ان کا چیلا بن جاؤں۔ چُنانچہ وہ ان مہاتماجی کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ اپنی کُٹیا میں بیٹھے ہیں۔ اُس شخص نے کہا۔ "مہاراج! تھوڑی سی آگ دے دو۔" سادھو نے کہا "بھائی آگ میری کُٹیا میں نہیں"۔ دراصل آگ تھی بھی نہیں۔ لیکن اس شخص کا مقصود تو اتنا معلوم کرنا تھا۔ اس لیے اُس نے پھر کہا کہ "مہاراج! آگ تھوڑی سی ہی دے دیجیے"۔ تب سادھو نے مُنہ بنایا اور غضبناک ہو کر کہا کہ "چلا جا۔ کیسا آدمی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ آگ نہیں ہے، یہ مانتا ہی نہیں۔ اور مانگے چلا جاتا ہے"۔ اس پر اُس شخص نے کہا کہ "مہاراج! دُھواں تو اُٹھتا ہے، تھوڑی ہی دے دیجیے"۔ اب تو سادھو کو اس قدر غصہ آیا کہ مارے غضب کے مُنہ اور آنکھیں سُرخ ہو گئیں، اور سونٹا اُٹھا کر مارنے کو دوڑا۔ اُس شخص نے ہاتھ جوڑے اور پاؤں پر پڑ گیا اور کہنے لگا "مہاراج! اب تو آگ اچھی طرح سے جلنے لگی۔ چھما کیجیے اور میری گستاخی معاف فرمائیں"۔ سادھو نے کہا "تو مجھ سے بار بار کیوں آگ مانگتا تھا؟" اُس شخص نے کہا "مہاراج! مَیں نے آپ کی خاکساری کی جانچ کی تھی۔ جو کرودھ آپ کو پہلے آیا تھا، وہ آگ کا سُلگنا اور دھوئیں کا اُٹھنا تھا۔ اور جو کرودھ بعد میں پیدا

ہُوا، وہ گویا آگ کا پورے طور پر بھڑک اُٹھنا تھا۔ یہ آگ آپ کے دل سے پیدا ہُوئی اور مُنہ کے راہ نکلی۔ پہلے یہ اپنے آپ کو، پھر دوسرے کو جلاتی ہے۔ آپ میں اگر خاکساری ہوتی، تو غصہ کی آگ آپ کو ہرگز نہ جلاتی۔ جیسے کہ آگ کا خاک پر کچھ اثر نہیں ہوتا ؎

ہر کہ شد خاک نشیں برگ و برے پیدا کرد　　سبز شد دانہ چو با خاک سرے پیدا کرد

؎ خاک میں بھی ڈھونڈنے پر نہ ملے اپنا نشاں　　خاکساری خاک کی جیب خاک ساری رہ گئی

؎ غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم میں محل پایا　　نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

حضرت سعدی رحمۃ اللہ نے خاکساری کی فضیلت کو اِس قطعہ میں ظاہر فرمایا ہے ؎

درخاکِ بیلقاں رسیدم بہ عابدے　　گفتم مرا بہ تربیت از جہل پاک کُن

گفتا برو چو خاک تحمّل کُن اے فقیہ　　یا ہرچہ خواندۂ ہمہ در زیرِ خاک کُن

جس طرح خاکساری سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ اِسی طرح دل آزاری سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ؎

ہزار گنجِ قناعت ہزار گنجِ کرم　　ہزار طاعتِ شب ہا ہزار بیداری

ہزار روزہ و ہر روزہ ہزار نماز　　قبول نیست اگر خاطرے بیازاری

کارسازِ حقیقی

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شہر میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بڈھا ضعیف لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے۔ اُس کے حالِ زار پر رحم آیا اور نام دریافت فرمایا۔ کہا سلیمان۔ حضرت سلیمانؑ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ! ایک میں سلیمانؑ ہوں کہ تمام مُلک زیرِ نگیں ہے۔ اور ایک یہ سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے۔ فوراً اپنے تاج میں سے ایک لعل اُس کے حوالے کیا اور کہا کہ نہ صرف تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کرے گا۔ مناسب ہے کہ آئندہ اِس محنت کو چھوڑ دے اور آرام سے بسر کرے۔ بڈھے نے لکڑیوں کا بار سر سے پھینک دیا اور لعل کو لے کر شاد و خُرم گھر کو چلا۔ بار بار لعل کو دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے۔ یکا یک ایک چیل نے اُس کو گوشت سمجھ کر جھپٹّا مارا اور صاف لے اُڑی۔ بڈھا بچارا ہاتھ ملتا رہ گیا۔

اب یہ فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا کھلاؤں گا۔ چلو پھر اپنے گٹھے کو لاؤ اور بیچ کھوچ کر پیٹ پالو۔ وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا بھی کوئی اُٹھا کر لے گیا تھا۔ ناچار شرم کے مارے رات جنگل

ہی میں کاٹی۔ صبحدم پھر لکڑیاں چُننے لگا کہ راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری واپس آئی۔ سوچے کہ یہ حریص بڈھا اب بھی اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہے۔ دریافت کیا۔ تو اُس نے قصّہ سُنایا۔ حضرت کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا۔ آج بڈھے نے نہایت احتیاط سے مُٹھی بند کر کے گھر کی راہ لی۔ راستے میں ایک ندی تھی جب منجدھار میں پہنچا تو پاؤں اُکھڑ گئے۔ دو چار ایسی ڈُبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے بچا۔ اور لعل ہاتھ سے نکل گیا۔ پھر حسرت و افسوس کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چُننے لگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا کُوچ ہوا تو پھر دیکھا کہ وہ بدقسمت بڈھا لکڑیوں کا پُشتارہ باندھے چلا جاتا ہے۔ پھر طلب فرمایا اور حال پُوچھا۔ اُس نے کیفیتِ واقعہ عرض کی اور کہا کہ آج تیسرا دن ہے نہ جانے زن و فرزند پر کیا گُزری ہو گی۔ حضرتؑ کو بہت ہی رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں بہا تھا اُس کو دے دیا۔ اب کی دفعہ خوب کس کر پگڑی میں باندھا۔ تھوڑی دُور چلا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا۔ اُس نے تاڑ لیا کہ اِس بڈھے کی پگڑی میں لعل چمکتا ہے۔ گھوڑا دوڑ کر قریب آیا اور پگڑی اُچک یہ جا وہ جا۔ جھٹ نظروں سے غائب ہو گیا۔ بڈھا روتا پیٹتا حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہا "اے پیغمبر خدا! آپ نے خوب میری راہ کھوٹی کی۔ خدا نے جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اسی پر راضی تھا۔ آپ نے چاہا کہ مجھے فقر سے نجات ہو۔ سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی۔ آپ کے چاہے سے میں امیر تو نہ بنا۔ البتہ اس کے عوض میں مجھے اور میرے بال بچوں کو تین دن فاقہ کشی کرنی پڑی"۔ حضرت نے فرمایا کہ "سلیمانؑ کیا کرے جب خدا ہی نہ چاہے"۔

غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کُنبے کو پالتا۔ قضارا حضرت سلیمانؑ کی انگشتری گُم ہو گئی۔ ماہی گیر کے گھر جا رہے۔ جب دوبارہ تختِ سلطنت ملا اور لشکر کا گُزر اُس لکڑہارے کی بستی میں ہوا تو آدمی بھیج کر بُلوایا اور حال دریافت کیا۔ اُس نے عرض کیا کہ جب آپ کے دیئے ہُوئے لعل گُم ہو گئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو میں نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ و زاری شروع کی کہ خدایا! تیرے نبیؑ نے بہت کوشش کی مگر تُو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں۔ تُو ہی اپنے خزانۂ غیب سے وہ کھوئے ہُوئے لعل عنایت کر۔ اتفاقاً ایک دن حسبِ معمول لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا۔ وہاں چیل کا گھونسلا تھا اور دیکھا تو وہی تینوں لعل رکھے ہیں۔ اُن کو پا کر اب میں امیر کبیر بن گیا۔ جب تک سلیمانؑ پر بھروسہ تھا تو محروم رہا۔ جب خداوند کریم کی طرف خلوصِ دل سے متوجہ ہوا مالا مال ہو گیا۔

ہ قفلِ درِ مُراد سب یکبار کُھل گئے چھوڑا جو آرزو نے بھروسہ کلید کا

حقیقی نیکی

ایک بوڑھے نے اپنے تینوں بیٹوں کو رُوبرو بُلا کر اپنی تمام نقد جائداد کو حصّہ رسدی مساوی طور پر تقسیم کر دیا اور ایک بیش قیمت جواہر اُن کو دِکھلا کر کہا کہ اس کا مستحق وہ بیٹا ہوگا جو میری زندگی کے بقیہ چند ایام میں سب سے اچھا کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ کچھ عرصے کے بعد ایک لڑکے نے آکر کہا کہ اب وہ جواہر مجھے دے دیجیے۔ بوڑھے نے پوچھا کہ کس نیکی کے عوض تم یہ جواہر طلب کرتے ہو؟ لڑکے نے کہا کہ ایک شخص نے پانچ ہزار روپے میرے پاس بطور امانت رکھے۔ جس کے متعلق نہ کوئی نوشت تھی اور نہ ہی گواہ شاہد تھا۔ اس شخص کے واپس آنے اور امانت طلب کرنے پر میں نے اس کی پانچہزار روپے کی امانت اُس کو واپس کر دی۔ حالانکہ اگر میں انکار کر دیتا تو وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ اس سے بڑھ کر نیکی کا کام اور کیا ہو سکتا ہے؟ بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ نیکی کا یہ ایک معمولی کام ہے۔ جس کو کچھ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تم ایک گناہ سے بچ گئے۔ اگر دوسرے دونوں لڑکوں نے میری زندگی میں اس سے زیادہ اچھا کام نہ کیا تو مرتے وقت یہ جواہر تم کو دے دیا جائے گا +

چند روز کے بعد دوسرا لڑکا بوڑھے باپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور وہ جواہر طلب کیا۔ بوڑھے نے پُوچھا کس نیکی کے عوض؟ لڑکے نے جواب دیا کہ دریا نہایت طُغیانی پر تھا۔ اتفاقاً ایک لڑکا پل پر سے دریا میں گر گیا۔ اُس کے ماں باپ اور دیگر سینکڑوں اشخاص میں سے کسی کو اُس کے نکالنے کا حوصلہ نہ ہُوا۔ میں نے اپنی جان کو صریح خطرے میں ڈال کر بڑی مشکل کے ساتھ اُس لڑکے کو زندہ نکالا۔ اس سے بڑھ کر نیکی اور قربانی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ ہمدردی اور انسانیت کا یہ ایک معمولی فعل ہے۔ اور اگر تیسرے بیٹے نے اس سے بہتر کوئی کارنامہ نیکی کا نہ دِکھلایا تو یہ جواہر تم کو دے دیا جائے گا +

چند روز کے بعد تیسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُس نے بخلاف دونوں بھائیوں کے جواہر تو طلب نہ کیا۔ البتہ اپنی کارگزاری یُوں بیان کی کہ "میرا ایک جانی دشمن نشہ شراب سے مخمور پہاڑ کے ایک غار کے مُنہ پر اس طریقے سے بے ہوش پڑا تھا کہ اِدھر اُدھر ذرا سی حرکت کرنے پر وہ اس قدر بلندی سے گر کر ضرور مر جاتا۔ باوجود اپنا دشمن جانی جاننے کے میں نے اس کو اُٹھایا اور اپنے مُنہ کو میں نے کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ اگر وہ جان جائے تو میری صُورت پہچان کر شرمندہ نہ ہو۔ اور رات کی تاریکی میں اپنی پشت پر اُٹھا کر اُس کے گھر پر چھوڑ آیا۔ بوڑھے نے

بلا تامل وہ جواہر اُس کے حوالے کیا اور کہا کہ درحقیقت تیری نیکی قابل صد ہزار ستائش اور حقیقی نیکی ہے اور اس جواہر کا تیرے سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ کہ نیکی وہی ہے جو دشمنوں اور بُرے لوگوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ ورنہ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اسا

مُسَبّبُ الاَسباب

؎ دولتِ تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں معدنِ زر ہے جہاں اکسیر کی حاجت نہیں

نظام الملک وزیر شاہ پہلے نہایت مفلس تھا۔ باورچی خانہ کے داروغہ کے پاس جا کر نوکر ہوا تھا۔ وہ اُسے حساب کرنے کے واسطے دیوان کے ہاں بھیجا کرتا تھا۔ دیوان نے جب اُس کی چال ڈھال اچھی دیکھی' اپنے نزدیک پیشکاری پر رکھا۔ پھر چند روز میں اُسے اپنا نائب بنایا۔ اتفاقاً دیوان سخت بیمار پڑا کہ بادشاہ کو سفر در پیش ہوا۔ فرمایا کہ اُس کا نائب اس کے بدلے ہمارے ساتھ چلے۔ نظام الملک کے پاس کچھ لوازمہ سفر کا مہیا نہ تھا۔ اور نہ دیوان سے اُس کی حالتِ علالت کی وجہ سے کچھ کہہ سکتا تھا۔ نہایت متحیر ہوا۔ اس حیرانی میں ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھ کے ایک ستون سے لگ کر سر زانو پر دھرے سوچ میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتے ہوئے مسجد میں آیا اور پکارا کہ مسجد میں کون ہے؟ یہ چپ رہا۔ اسی طرح اس نابینا نے کئی مرتبہ آواز دی۔ لیکن اُس نے زبان نہ ہلائی۔ پھر اندھے نے عصا پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی۔ لیکن یہ اپنے تئیں بچاتے ہوئے اِدھر اُدھر کھسک جاتا۔ جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اب تو یہاں کوئی بھی مسجد میں نہیں۔ مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور محراب کے نزدیک سے فرش اُلٹ اور اینٹ سرکا کر ایک لوٹا زمین میں سے نکالا۔ اس میں ہزار اشرفی تھی۔ اُنھیں اُنڈیل کر تھوڑی دیر اُن سے کھیلتا رہا۔ پھر اُسی لوٹے میں وہ اشرفیاں ڈال کر اُسی جگہ رکھ اس پر اینٹ بٹھا اور بدستور فرش بچھا کر باہر چلا گیا۔ نظام الملک وہ تمام زر نکال کر باربرداری اُونٹ' گھوڑے' خیمہ و دیگر سامانِ تجمل درست کر کے سلطان کی رکاب سعادت میں روانہ ہوا اور ہر وقت کی حضور باشی سے روشناس ہو گیا جب سفر سے مراجعت کی' دیوان کی رحلت ہو چکی تھی۔ اسی کے نام دیوانی مقرر ہو گئی۔ اس میں کچھ خیر خواہی بن پڑی تو درجہ وزارت کو پہنچا۔ ایک روز شہر کے بازار میں چلا جاتا تھا کہ اُسی اندھے کو رستہ پر گدائی کرتے ہوئے شکستہ

حال بیٹھے دیکھا۔ اپنے ساتھ لاکر خلوت میں اُسے پوچھا کہ تیرا مال جو جاتا رہا تھا تو نے پایا یا نہیں؟ اندھے نے یہ سنتے ہی کُود کر وزیر کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ ہاں! ہاں! ابھی پایا۔ پوچھا کیونکر۔ وہ بولا اِس لیے کہ میں نے یہ بھید کسی سے نہ کہا تھا۔ تو نے جو ذکر کیا تو معلوم ہُوا کہ یہ کام تیرا ہی ہے۔ تب وزیر نے وہ زر اُسے دِلوایا اور اپنی طرف سے ایک گاؤں اُس کی مِلک کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ جب خُدا چاہتا ہے کہ کسی کو دولت بخشے تو اُس کے اسباب بے رنج و سعی میسّر کر دیتا ہے۔

بخت خنداں ہو اگر دنداں سے سنداں توڑ دے بخت خواب آلودہ میں فالودہ دنداں توڑ دے

کسی نے کیا خوب کہا ہے: ع

با ہر کہ راست آید از چپ و راست آید

حاضر جوابی

جنگِ صلیب وہاں زوروں پر تھی اور سُلطان صلاح الدّینؒ مجاہدِ اعظم کو روپے کی سخت ضرورت تھی لیکن روپیہ کہیں سے فراہم نہ ہوتا تھا۔ ایک افسر نے سُلطان کی توجہ ایک بہت بڑے یہودی دولتمند کی طرف مبذول کرائی جو دارالسلطنت میں کاروبار کرتا تھا۔ سُلطان نے فوراً یہودی کو طلب کیا۔ اِس یہودی کی فہم و فراست بھی مشہورِ عوام تھی۔ سُلطان نے اس یہودی سے سوال کیا: "بتاؤ یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں سے تمہاری رائے میں کون سا مذہب حق پر ہے"؟

یہودی اس سوال سے بہت سٹپٹایا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ یہ جواب دیتا ہے۔ کہ اسلام صحیح مذہب ہے تو سُلطان سوال کرے گا کہ جب تم اسلام کو سب سے سچّا مذہب تسلیم کرتے ہو تو خود اسلام کیوں نہیں قبول کرتے۔ اگر عیسائیت یا یہودیت کو افضل قرار دیتا ہے تو سُلطان بُرا مانے گا اور نہیں معلوم کیا سزا دے۔ یہودی نے سوال سُن کر لمحہ بھر تامّل کیا اور نہایت ادب و عجز کے ساتھ عرض کیا:

"اے سُلطان! اس سوال پر مجھے ایک حکایت یاد آگئی ہے۔ ایک بے حد دولتمند باپ تھا اُس کے تین بیٹے تھے، جو سب کے سب نہایت مطیع و فرمانبردار خدمت گذار اور نیکو شعار تھے۔ باپ کو قدرتی طور پر سب سے بے حد محبت بھی تھی۔ لیکن ایک بیٹے پر اس کی زیادہ توجہ تھی لیکن باپ اشارہ و کنایہ سے بھی ظاہر نہ ہونے دیتا تھا کہ کون سا بیٹا اس کی نگاہ میں دوسروں سے فائق تر

ہے۔ اور اُس بیٹے کو وہ اپنی ایک خاص انگوٹھی دینا چاہتا تھا۔ مگر یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ دوسرے بیٹوں کو پتہ چل جائے اور اس سے حسد کرنے لگیں۔ اِس لیے اُس نے اصل انگوٹھی کے نمونے کی کئی ایک انگوٹھیاں سب بیٹوں کے لیے بنوائیں اور وہ خاص انگوٹھی علیحدہ رکھی اور چپکے سے اُس بیٹے کو دے دی جس پر اس کی خاص توجہ تھی اور ساتھ ہی باقی انگوٹھیاں سب بیٹوں میں تقسیم کر دیں۔ چنانچہ کوئی نہ جان سکا کہ وہ خاص انگوٹھی کس کے پاس ہے۔ لہٰذا مذہب کے متعلق بھی ہر ایک شخص کا یہی خیال ہے"۔

سُلطان یہ حکایت سُن کر بہت مسرور ہوا اور یہودی کو خلعت فاخرہ دے کر رخصت کر دیا جب یہودی کو دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ سلطان کی طلبی قرض روپیہ حاصل کرنے کے لیے تھی۔ تو وہ اشرفیاں خچروں پر لدوا کر دربار میں آیا اور خدمت سُلطان میں پیش کر دیں۔ سُلطان نے دستاویز لکھوا کر اپنی مُہر لگا دی۔ جب معرکہ صلیب ہلال سے کامیاب واپس آیا۔ تو یہودی کو بُلا کر تمام قرضہ مع مزید انعامات کے ادا کر دیا۔ اور جب تک یہودی زندہ رہا اُس پر ہمیشہ عنایات سُلطانی جاری رہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں فقیر عزیز الدین وزارت خارجہ کے اہم ترین عہدے پر مامور تھے۔ مہاراجہ کو آپ کی ذات پر بے حد اعتماد تھا۔ آپ کے سوا محل خاص میں کوئی دوسرا شخص بلا اجازت نہ جا سکتا تھا۔ فقیر موصوف ایک روز حسب معمول تسبیح بدست محل خاص میں مہاراجہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ مہاراجہ بھی اُس وقت جواہرات کی مالا لیے رام نام جپ رہے تھے۔ اور اہل ہنود کے طریق پر مالا کے دانے باہر سے اندر کی طرف کھینچتے جاتے تھے اور فقیر صاحب مسلمانوں کے دستور کے مطابق تسبیح کے دانے اندر سے باہر کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ مہاراجہ نے فقیر صاحب سے دریافت کیا کہ مالا کے دانوں کا باہر سے اندر کی طرف کھینچنا بہتر ہے یا اندر سے باہر کی طرف پھینکنا اچھا ہے؟ یہ ایک ایسا بے ڈھب اور پیچیدہ سوال تھا جس کا جواب بہر دو صورت فقیر صاحب کو مضر پڑتا تھا یعنی اگر مہاراجہ کے طریقے کی تائید کریں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود کیوں اس کے برخلاف کر رہے ہیں، اور اگر اپنے طریق تسبیح گردانی کو اچھا کہیں تو اس میں مہاراجہ کی صریح توہین تھی۔ فقیر صاحب نے کہا۔ "حصولِ خیر کے لیے باہر سے اندر کو کھینچنا بہتر ہے اور دفع شر کے لیے اندر سے باہر کو پھینکنا اچھا"۔

اِسی طرح ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ، اِن کے ولی عہد کھڑک سنگھ اور ولی عہد کھڑک سنگھ کے بیٹے کنور نونہال سنگھ، محل خاص میں اکٹھے بیٹھے تھے۔ مہاراجہ نے فقیر صاحب سے دریافت کیا ہم تینوں میں سے زیادہ خوش نصیب کون ہے؟ اب جس کے لیے بھی فقیر صاحب خوش نصیبی کا جواب دیتے ہیں تو دونوں کی ناراضگی کا موجب ضرور تھا۔ فقیر صاحب نے کہا "مہاراجہ صاحب! میں تو ولی عہد کھڑک سنگھ کو زیادہ خوش نصیب خیال کرتا ہوں جن کو ایسا باقبال باپ اور ایسا ذی کرم بیٹا

ہونہار "نونہال" ملا ہے"۔ اس جواب سے تینوں نسلیں خوش ہوگئیں اور فقیر صاحب کی حاضر جوابی اور نکتہ
دو دانائی کا اعتراف کیا۔

عبرت اب ان کی خوش نصیبی کا انجام بھی سن لیجیے: کھڑک سنگھ نے جو رنجیت سنگھ کا جانشین
تھا، حکم دے دیا کہ فصیلِ شہر سے باہر جتنے مکان ہیں، سب گرا دیے جائیں۔ چنانچہ حضرت شاہ
محمد غوثؒ کی خانقاہ بھی اس زد میں آ گئی۔ چونکہ مسلمانوں میں اضطراب پھیلنے کا اندیشہ تھا، اس
لیے کنور نونہال سنگھ خود سپاہیوں کو لے کر خانقاہ کو منہدم کرنے کے لیے آیا۔ ابھی بیرونی دیوار
ہی گرائی گئی تھیں کہ کھڑک سنگھ مر گیا۔ نونہال سنگھ باپ کی لاش کو جلا کر واپس آ رہا تھا کہ راستے
میں ہلاک ہو گیا اور اس قدر وقفۂ قلیل ہی میں سب کی خوش نصیبی ختم ہو گئی ؎

بہ یک گردشِ چرخِ نیلوفری　　نہ نادر بجا ماند و نے نادری

نیز ؏　　ہر کہ بندگانِ خدا را تنگ کند با خدائے خویش جنگ کند

امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید نہایت حاضر جواب شخص تھا۔ ایک روز اس نے کہا کہ میری تمام
عمر میں تین شخصوں نے گفتگو میں مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔ اوّل، مادرِ فضل سہیل جو کہ اس کے ماتم میں نہایت
گریہ زاری کرتی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کی بجائے میں تیرا بیٹا ہوں اور تجھ کو اس سے
زیادہ عزت و احترام اور آسائش و آرام کے ساتھ رکھوں گا۔ اس نے کہا ایسے فرزند کی موت
پر جس کے باعث مجھے تیرے جیسا با اقبال و فرمانبردار فرزند ہاتھ آئے کیوں گریہ زاری کروں۔
دوسرے ایک سیاح نے مصر میں دعوئ پیغمبری کیا اور کہا کہ میں موسیٰ عمران ہوں۔ اس کو میرے
پاس لایا گیا۔ میں نے کہا کہ موسیٰ عمران کے پاس تو معجزات تھے، یدِ بیضا اور عصا وغیرہ۔ تو بھی
کوئی معجزہ دکھلا۔ اس نے کہا کہ موسیٰؑ نے معجزات اس وقت دکھلائے تھے، جب فرعون نے
دعوئ خدائی کیا اور کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ تو بھی یہ دعویٰ کر تا کہ میں معجزات دکھلاؤں۔
تیسرے ایک علاقہ کے ایک دہقان میرے پاس اس علاقہ کے حاکم کی شکایت لائے۔ میں نے
کہا۔ وہ شخص تو عالم و عادل اور پارسا و امین ہے۔ انھوں نے کہا۔ واجب ہے کہ اس کے
عدل کا فائدہ تمام خلق کو پہنچایا جائے نہ کہ صرف ہم ہی اس کے فائدے کے ساتھ مخصوص
رکھے جائیں اور دوسرے لوگ اس کے عدل و امانت اور علم و پارسائی کے فوائد سے محروم رہیں۔

"اَل" نامہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ : تم پر سلامتی ہو +

اَلْجَھْلُ مَوْتُ الْاِحْیَاءِ : جہالت، زندوں کی موت ہے +

اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ : عقلمند کو اِشارہ کافی ہے +

اَلْعُجْبُ آفَۃُ اللُّبِّ : غرور، عقل کے لیے آفت ہے +

اَلْاَدَبُ جُنَّۃٌ لِلنَّاسِ : اَدب، لوگوں کے لیے ڈھال ہے +

اَلْحِرْصُ مِفْتَاحُ الذُّلِّ : حرص، ذلّت کی کُنجی ہے +

اَلْقَنَاعَۃُ مِفْتَاحُ الرَّاحَۃِ : قناعت، آرام کی کُنجی ہے +

اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ : دین خیرخواہی کا نام ہے +

اَلصُّوْرَۃُ نِصْفُ الرِّزْقِ : حُسنِ صورت آدھا رزق ہے +

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ : صبر، کشائش کی کُنجی ہے +

اَلْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ : فضیلت وہ ہے جس کی دُشمن بھی شہادت دیں +

اَلْعِلْمُ لَا یَنْضَبِطُ اِلَّا بِالدَّرْسِ : علم ضبط میں نہیں رہتا جب تک درس جاری نہ رہے +

اَلنَّقْدُ خَیْرٌ مِّنَ النَّسِیْئَۃِ : نقد اُدھار سے بہتر ہے +

اَلْجَاھِلُ یَرْضٰی عَنْ نَفْسِہٖ : جاہل اپنے نفس سے راضی ہوتا ہے +

اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ : نیک وہ ہے جو دُوسروں سے عبرت پکڑے +

اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ : اِنسان لباس سے اِنسان ہے +

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ : لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں +

اَلْقَرْضُ مِقْرَاضُ الْمَحَبَّۃِ : قرض محبت کی قینچی ہے +

اَلْحِلْمُ سَجِیَّۃٌ فَاضِلَۃٌ : حِلم، اچھی خصلت ہے +

اَلْحِمْیَۃُ رَاْسُ کُلِّ دَوَاءٍ : حمیت، تمام دواؤں کا سَر ہے +

اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ : آدمی اپنے نفس پر قیاس کرتا ہے +

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ : ہم جنس، ہم جنس کی طرف رجوع کرتا ہے

اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی : سخی جب وعدہ کرتا ہے پُورا کرتا ہے +

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ : دُنیا، آخرت کی کھیتی ہے +

اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ: جس سے منع کیا جائے، انسان اُس پر زیادہ حریص ہوتا ہے +

اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ: تمام کافروں کا ایک ہی مذہب ہے +

اَلْمَرْءُ یُعْرَفُ بِالْمُعَامِلَاتِ لَا بِالصَّوْمِ وَالصَّلٰوۃِ: انسان معاملات سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ روزہ نماز سے

اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ: نیند موت کی بہن ہے +

اَلْاَدَبُ خَیْرٌ مِّنَ الذَّھَبِ: ادب سونے سے اچھا ہے +

اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ: آہستگی رحمٰن سے ہے اور جلدی شیطان سے +

اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ: انسان، احسان کا غلام ہے +

اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ السَّھْوِ وَالنِّسْیَانِ: انسان، سہو و نسیان سے مرکب ہے +

اَلْاِنْسَانُ ضَعِیْفُ الْبُنْیَانِ: انسان ضعیف البنیاد ہے +

اَلْاَقَارِبُ کَالْعَقَارِبِ: قریبی، بچھوؤں کی مانند ہیں +

اَلْغِنَاءُ مِفْتَاحُ الزِّنَاءِ: راگ زنا کی کنجی ہے +

اَلزِّنَاءُ یُخَرِّبُ الْبِنَاءَ: زنا بنیاد کو اُکھاڑ دیتا ہے +

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ: پیشہ ور خدا کو پیارا ہے +

اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ: صحبت اثر کیے بغیر نہیں رہتی +

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ: بیٹا، اپنے باپ کا راز ہے +

اَلْعَالَمُ یَتَّحِدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مُتَفَرِّقُوْنَ: تمام دُنیا متحد ہوتی جاتی ہے اور مسلمان متفرق ہوتے جاتے ہیں

اَلْاَمِیْنُ اٰمِنٌ وَالْخَائِفُ خَائِنٌ: پاک رہ بیباک رہ +

اَلزَّادُ ثُمَّ الْجَارُ: اوّل خویش بعدہ درویش +

اَلْجَمَالُ فِی اللِّسَانِ: زبان شیریں ملک گیری +

اَلْعِیَانُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی الْبَیَانِ: عیاں راچہ بیان +

اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ: یک مشت نمونہ خروار۔ یا دال میں سے دانہ +

اَلْقَاصُّ لَا یُحِبُّ الْقَاصَّ: ع بود ہم پیشہ با ہم پیشہ دشمن +

اَلتَّجْرِبَۃُ عِلْمُ الْعَقْلِ: تجربہ علم کا گھر ہے +

اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ: جو پہلے تھا سو اب بھی ہے +

اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرِ: علم بہت بڑا پردہ ہے +

اَلْعَادَۃُ طَبِیْعَۃُ الثَّانِیْ: عادت طبیعت ثانی بن جاتی ہے +

اَلْبُخْلُ کَرِیْہٌ وَالْکِبْرُ شَنِیْعٌ وَالْکِذْبُ قَبِیْحٌ: بخل قابل نفرت، کبر سخت گناہ اور کذب سخت برائی ہے۔

اَلْحَقِيْقَةُ مُؤَثِّرٌ مِنَ الْحِكَايَاتِ : حقیقت افسانوں سے زیادہ موثر ہے ✣
اَلصَّمْتُ زِيْنَةُ الْعَالِمِ وَسَتْرُ الْجَاهِلِ : خموشی عالم کی زینت اور جاہل کی پردہ پوشی ہے ✣
اَلْجُوْعُ خَيْرٌ مِنَ الْخُضُوْعِ : بھوک بہتر ہے عاجزی کے ساتھ مانگنے سے بہتر ہے ✣
اَلصَّمْتُ خَيْرُ الْحِكْمَةِ : خموشی بہترین حکمت ہے ✣
اَلْخَطُّ لِلْفَقِيْرِ مَالٌ وَلِلْاَمِيْرِ جَمَالٌ : خوش خطی فقیر کے لیے مال اور امیر کے لیے جمال ہے ✣
اَلشَّاذُّ كَالْمَعْدُوْمِ : شاذ ایسا ہے جیسے معدوم ✣
اَلْاَكْثَرُ حُكْمُ الْكُلِّ : کثرت کُل کا حکم رکھتی ہے ✣
اَلزَّكٰوةُ اَفْضَلُ الْخَيْرَاتِ : زکوٰۃ بہترین خیرات ہے ✣
اَلصَّلٰوةُ اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ : نماز بہترین عبادت ہے ✣
اَلْعَوَامُ كَالْاَنْعَامِ : عوام چوپایوں کی مانند ہیں ✣
اَلسَّفَرُ وَسِيْلَةُ الظَّفَرِ : سفر، فتح کا وسیلہ ہے ✣
اَلسَّفَرُ سَقَرٌ : سفر، ایک عذاب ہے ✣
اَلدِّيْنُ يُسْرٌ : دین (اسلام) آسان ہے ✣
اَلْقَاسِمُ مَحْرُوْمٌ : بانٹنے والا محروم رہتا ہے ✣
اَلْمَامُوْرُ مَعْذُوْرٌ : محکوم معذور ہے ✣
اَلْحَيَاءُ يَمْنَعُ الرِّزْقَ : بے موقع شرم مانع رزق ہے ✣
اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ : دُنیا بدلنے والی ہے ✣
اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ : مصیبت بولنے کی وکیل ہے ✣
اَلسَّلَامَةُ فِي الْوَحْدَةِ وَالْاٰفَاتُ بَيْنَ اثْنَيْنِ : سلامتی تنہائی میں ہے، اور آفات مجمع میں
اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ : تنہائی بہتر ہے بُرے ہم نشین سے ✣
اَلزِّنَا اُمُّ الْعِصْيَانِ : زنا گناہوں کی ماں ہے ✣
اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ : حیا ایمان سے ہے ✣
اَلسَّعْيُ مِنِّيْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ : میری کوشش ہے اور تکمیل اللہ کی طرف سے ✣
اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ : انتظار موت سے بھی سخت ہے ✣
اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ : فتنہ، قتل سے بھی سخت ہے ✣
اَلْوَقْفُ لَا يُمْلَكُ : وقف کسی کی ملکیت نہیں ✣
اَلْقَبْضُ دَلِيْلُ الْمِلْكِ : قبضہ ملکیت کی دلیل ہے ✣

اَلْبَادِیْ اَظْلَمُ: پہل کرنے والا ظالم تر ہے ✣
اَلْعِلْمُ لَا یَنْضَبِطُ اِلَّا بِالدَّرْسِ: علم قابو نہیں رہتا جب تک کہ وہ متواتر پڑھا نہ جائے ✣
اَللِّسَانُ تَرْجُمَانُ الْقُلُوْبِ: زبان دل کی ترجمان ہے ✣
اَلْاِحْتِیَاجُ اُمُّ الْاِخْتِرَاعِ: حاجت ایجاد کی ماں ہے ✣
اَلْقَنَاعَۃُ اَفْضَلُ الْغِنَاءِ: قناعت تونگری سے بہتر ہے ✣
اَلدَّرَاہِمُ جُنَّۃُ الْعُقَلَاءِ: درہم سفید روزِ سیاہ کے لیے ہے عقلمند کو ✣
اَلْکِذْبُ اَعْظَمُ الْخَطَایَا: جھوٹ تمام گناہوں سے بڑا ہے ✣
اَلْحُکَمَاءُ الْجُہَّالُ رُسُلُ عِزْرَائِیْلَ بِالْاِسْتِعْجَالِ: جاہل حکیم عزرائیل کے فوری قاصد ہیں ✣
اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ: عقلمند کو اشارہ کافی ہے ✣
اَلتَّوَکُّلُ بِالتَّعَقُّلِ: توکل میں عقل سے بھی کام لو ؏ باتوکل زانوئے اشتر بہ بند ✣
اَلْحَاسِدُ مَہْمُوْمٌ: حاسد مبتلائے الم رہتا ہے ✣
اَلْعَبْدُ یُدَبِّرُ وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ: بندہ تدبیر کرے تقدیر رد کرے ✣
اَلْمُؤْمِنُ فِی الْمَسْجِدِ کَالسَّمَکِ فِی الْمَاءِ: مومن مسجد میں ایسا ہے جیسے پانی مچھلی ہیں ✣
اَلْمُنَافِقُ فِی الْمَسْجِدِ کَالطَّیْرِ فِی الْقَفَسِ: منافق مسجد میں ایسا ہے جیسے پرندہ پنجرے میں ✣
اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ: نماز مومنوں کی معراج ہے ✣
اَلْمِزَاحُ فِی الْکَلَامِ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ: کلام میں ظرافت طعام میں نمک کی مانند ہے ✣
اَلنُّقُوْدُ تَحُلُّ الْعُقُوْدَ: نقد روپیہ عقدہ کشا ہے ✣
اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْکَافِرِ الصَّلٰوۃُ: مومن اور کافر میں فرق نماز ہے ✣
اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ: آدمی عورتوں پر فوقیت رکھتے ہیں ✣
اَلْاِسْلَامُ تَعْظِیْمُ الْاَمْرِ اللّٰہِ وَشَفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ: اسلام "احکامِ خدا کی تعمیل اور خلق اللہ پر شفقت ہے ✣
اَللِّسَانُ جُرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَجُرْمُہٗ کَبِیْرٌ: زبان کا جسم چھوٹا اور جرم بڑا ہے ✣
اَلْفَقْرُ سَوَاءُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ: تنگدستی دونوں جہان کی رو سیاہی ہے ✣
اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْیَانِ: علم دو ہیں "ایک بدنوں کا دوسرا دینوں کا" ✣
اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ: سبقت کرنے والے اولین سے ہیں ✣
اَلْعَادَۃُ لَا یُرَدُّ اِلَّا بِالْمَوْتِ: عادت موت سے پہلے نہیں چھوٹتی ✣
اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ: بات کرنے سے پہلے سلام کرو ✣

اَللَّحْمُ سَیِّدُ الطَّعَامِ: گوشت کھانوں کا سردار ہے ✣

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثِ: شراب برائیوں کی ماں ہے ✣

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ: عالم لوگ انبیاء کے وارث ہیں ✣

اَلنَّصِیْبُ یُصِیْبُ وَلَوْ کَانَ تَحْتَ الْجِبَالِ: نصیب مل کر رہے گا خواہ پہاڑوں کے نیچے ہو ✣

اَلْجِهَادُ الْاَکْبَرُ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ: بڑا جہاد ہے کلمۂ حق کہنا ظالم بادشاہ کے روبرو

اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ: روزہ نصف صبر ہے اور صبر نصف ایمان ✣

اَلْاِیْمَانُ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْجَنَانِ: ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ✣

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ: نیکی پر مائل کرنے والا ایسا ہے جیسا نیکی کرنے والا ✣

اَلْخُدا: خوانِ یغما ✣

اَلرَّسُولُ: خیرخواہِ دشمناں ✣

اَلْوَکِیل: مجتہدِ دروغ ✣

اَلْمَرِیض: تختۂ مشقِ طبیباں ✣

اَلْوَاعِظ: آنکہ بر گفتارِ خود عمل نکند ✣

اَلْمُمْسِک: رسوائے دنیا و عقبیٰ ✣

اَلْغَضَبِ خُدا: ہمسایۂ بد ✣

اَلرِّشْوَت: دستگیرِ درماندگان ✣

اَلصَّاحِبِ غَرَض: مجنون ✣

اَلرَّاسْت گو: دشمنِ ہمہ کس ✣

اَلْبِیْوَہ: مدّاحِ شوہرِ پیشینہ ✣

اَلنَّاقَابِل: جدّ فروش ✣

اَلْهَرْ دِیوانہ: بکارِ خود ہوشیار ✣

اَلْمَرَض: پیغامِ مرگ ✣

اَلْمَکْتُوب: نصف الملاقات ✣

اَلدُّعاء: ردّ البلاء ✣

اَلْمُعَلِّم: جلّادِ المتعلمان ✣

اَلْعِبادَت: تبرّا متاہلاں ✣

اَلْمُلَازِمَت: اختیارِ خود فروختن ✣

اَلْمُطِیْعِ الْکَافِر: ریش تراشیدہ نماز گزار ✣

اَلنَّامَعْقُول: جائے تعظیم طلب ✣

اَلشَّاعِر: گدائے متکبّر ✣

اَلْمُفْتی: نوشت ہرچہ گفتی ✣

اَلْمُلّا: دائم گرسنہ ✣

اَلْخَامُوشی: نیم رضا ✣

اَلْخُوشْنَوِیس: غلط نویس ✣

اَلتَّوَمَال: نصف الخادم ✣

اَلْاَبْتَر: دختر در ہمسائگی مادر ✣

اَلْحَمَاقَت: خود را دانا تر شمردن ✣

اَلْخُوشَامَد گو: تازہ بخذکار ✣

اَلطَّبِیب: پیکِ اجل ✣

اَلْمُبَالِغَات: قاضی الحاجات ✣

اَلْخَانَہ خَراب: زنِ مسرف در خانہ ✣

اَلْبِے تَعْظِیم: دامادِ بے خوش دامن ✣

اَلْغُرْبَہ: خواہ مخواہ مردِ معقول ✣

اَلْکَاتِب: نصف العالم ✣

اَلپُشتِ خم: رہنمائے مآبِ عدم +
اَلپسر: منتظرِ میراثِ پدر +
اَلمرتد: برادر در خانۂ خواہر +
اَلقرض: مقراضِ المحبت +

اَلمقروض: خر در گل +
اَلوزیر: ہدفِ تیرِ آہِ بیچارگاں +
اَلقرضخواہ: ملکُ الموت بے اجل +
اَلضرورت: اُمُّ الایجاد +

"بل" نامہ

بے اعتبار وُہی شخص نہیں ہے جو کسی کی امانت کو مار لیتا ہے۔ بلکہ وہ بھی ہے جو کسی کی بات کو دُوسروں پر ظاہر کر دیتا ہے +

مُصیبتیں ہمیں آزار پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ بیدار کرنے کے لیے آتی ہیں +

گائے اپنی پُوجا سے خوش نہیں ہوتی بلکہ چارے کی خواہش مند ہے +

اپنے آپ کو دانا نہ سمجھ بلکہ اِس بات کا اندازہ لگا کہ تجھ میں کیا کیا نادانیاں ہیں +

چور وُہی نہیں جو کسی کی چیز ہی چُرائے، بلکہ وہ بھی ہے جو جھُوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ وہ جانی اور سمجھی بُوجھی بات کو چُراتا ہے +

بلّی چُوہے کو ثواب کی خاطر نہیں بلکہ سواد کی خاطر مارتی ہے +

چور کو مال کھاتے نہ دیکھو بلکہ اُس کو مار کھاتے دیکھو +

قیامت کے روز یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کچھ پڑھا ہے بلکہ یہ کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے +

دولتمند وہی نہیں جس کے پاس دولت ہے بلکہ وہ بھی دولتمند ہے جو قانع ہو +

دوست وہ نہیں جو صرف حالتِ بد دیکھ کر شناسا ہو بلکہ دوست وہ ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے +

آدمی کو صرف باتوں ہی سے مت پرکھو بلکہ زیادہ تر اس کے اعمال و خواہشات سے اُس کی انسانیت کا اندازہ لگاؤ + ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

؎ اعتمادے نیست بر کارِ جہاں　　بلکہ بر گردونِ گرداں نیز ہم

نا تعلیم یافتہ ہی بے وقوف نہیں ہوتے بلکہ وہ تعلیم یافتہ بھی بے وقوف ہوتے ہیں جو علم کا صحیح استعمال نہیں جانتے +

بیوقوف کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود ہی بہت جلد اپنے آپ کو واضح کر دیگا

بادشاہوں کے جاہ و جلال و شان و شوکت، امراء کے دولت و مال و حشمت و ثروت اور حسینوں کے حسن و جمال اور زیب و زینت ہی کو نہ دیکھو، بلکہ بنظرِ عبرت یہ دیکھو کہ کتنی جلدی جلدی چلے جاتے ہیں +

بے تدبیر وہی نہیں ہے جو تدابیر سوچنے کی عقل نہیں رکھتا بلکہ وہ بھی ہے جو صرف اپنی ہی تدبیر سے کام کرتا ہے اور کسی کی صلاح نہیں لیتا + گنہگار خالق و مخلوق دونوں کا بلکہ اپنا بھی دشمن ہے +

لباس میں آرائش کا نہیں بلکہ آسائش کا خیال رکھو +

اِس بات کا خیال نہ کرو کہ کون کہتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے +

بیوقوف وہی نہیں ہے جو جاہل ہے بلکہ وہ بھی ہے جو روپے کے لیے جان دیتا ہے اور جان کے لیے روپیہ صرف نہیں کرتا +

دُنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی اپنے سے بہتر حالت کو کسی صورت میں بھی بغیر رشک و حسد نہیں دیکھ سکتا بلکہ ہمسروں سے بھی کینہ رکھتا ہے +

غریب وہ نہیں ہے جس کے پاس دولت نہ ہو بلکہ وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو +

بہادر وہی نہیں جو دوسروں کو مغلوب کر سکے بلکہ وہ بھی ہے جو اپنے آپ کو بچا سکے +

عابد وہی نہیں جو شبانہ روز عبادت کرے بلکہ وہ بھی ہے جو خدمتِ خلق میں مصروف رہے +

زندہ وہی نہیں جس کے جسم میں جان ہو بلکہ وہ بھی ہے جس نے دوسروں کے لیے جان دے دی +

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لیے جیے جیتا ہے وہ جو مر چکا ہو غیر کے لیے

چند روزہ زیست کیوں کہتا ہے یار کل کا بلکہ پل کا بھی کیا اعتبار

صرف مجرم کو سزا دینا کافی نہیں بلکہ رازدان کو بھی سزا ملنی چاہیے +

ملک الموت جان کنی کے واسطے صرف ایک مرتبہ ہی نہیں آتا بلکہ بحالتِ زندگی بصورتِ قرض خواہ بھی نمودار ہوتا رہتا ہے

ننشستہ بگوشہ از خوفِ قرض خواہ ملکِ اجل بصورتِ انسان ندیدۂ

جو شخص مقروض نہیں ہے اُس کو طبقۂ غربا میں نہیں بلکہ زمرۂ امراء میں شمار کرو +

ہزار دوستوں کی موجودگی سے خوش نہ ہو بلکہ ایک دشمن غائب سے خائف رہ + (امام شافعیؒ)

دوست سے اپنے حقوق کا خواہاں نہ ہو بلکہ دوست کے حقوق خود بخود پورے کر + (امام شافعیؒ)

وہ شخص احمق نہیں جو مثل چلاتا ہے بلکہ وہ احمق ہے جو احمقوں والے کام کرے + (فرینکلن)

انسان صوم و صلوٰۃ سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ معاملات سے پہچانا جاتا ہے + (حضرت عمرؓ)

یہ غلط خیال ہے کہ مفلسوں کو مفلسی بیقرار رکھتی ہے بلکہ دولت مندوں کو ہوسِ دولت اُن سے بھی زیادہ بیقرار و پریشان رکھتی ہے +

ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ ہمچناں در فکر اقلیمے دگر

نفس کی خواہش پوری کرنے سے اطمینان نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آگ پر گھی ڈالنے کی مانند ہے، جو بجھانے کی بجائے اُلٹا اس آگ کو تیز کرتا ہے +

سچی خوشی کوئی پالتو پرند نہیں ہے جو ہر وقت ہمارے دل کے پنجرے میں بند رہے بلکہ وہ عنقائے بلند پرواز ہے جس کے قابو میں لانے کے لیے بہت کچھ نفس کشی کی ضرورت ہے +

یتیم وہ نہیں جو والدین کے سائے سے محروم ہو گیا ہے۔ بلکہ یتیم درحقیقت وہ ہے جو اخلاق کی نگرانی سے محروم ہے + (حضرت علیؓ)

غیبت صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ قلم سے بھی ہوتی ہے اور اشارہ و کنایہ سے بھی +

صرف باتوں کا حکیم نہ ہو بلکہ قول و عمل دونوں کا حکیم ہو کہ قولی حکمت دُنیا میں اور عملی حکمت آخرت میں کام آتی + (افلاطون)

ہم نہیں وہ کہ کریں قتل کا دعویٰ تم پر بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مُکر جائیں گے

باتیں بنانا اور کام کچھ نہ کرنا طلب نہیں کہلاتی بلکہ سراسر ہوس ہے +

دانا لوگ دوسروں کے متعلق بُری باتیں فوراً نہیں مان لیتے بلکہ کان بھی نہیں دھرتے +

شرافت و نجابت کوئی ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا بلکہ سب ایک سے ہوتے ہیں۔ لیکن جو اپنے اخلاق و عادات اور دل و دماغ کی حالت کو اچھا کر لیتا ہے وہی اصلی شریف و نجیب ہو جاتا ہے اور جو خراب کر لیتا ہے وہ کمینہ و رذیل بن جاتا ہے +

کسی سے اپنے استقبال کا خواہاں نہ ہو بلکہ خود موت کے استقبال کے لیے تیار رہ +

عیب کرنے والا ہی بد نہیں بلکہ عیب کو ظاہر کرنے والا بھی بدترین ہے +

یہ ضروری نہیں کہ بُرے آدمی سے کسی کو نقصان پہنچے بلکہ اس کا بُرا نمونہ ہی نظامِ قدرت میں خلل انداز ہے۔

ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے +

اپنی بہتری کا خیال نہ کرو بلکہ دوسروں کی خوشنودی کو افضل سمجھو +

ظالم وہی نہیں جو کسی پر ظلم کرے بلکہ وہ بھی ہے جو باوجود قدرت کے اس کو ظلم سے نہیں روکتا +

قیامت کے لیے ایک دن ہی مقرر نہیں بلکہ آدمی جب مرتا ہے تو اسکی قیامت اسی دن سے ظہور پذیر ہو جاتی ہے +

احسان نہ رکھ کہ خدمتِ سلطان کرتا ہوں بلکہ اُس کا احسان سمجھ کہ تجھے خدمت کے لیے رکھا +

دلی سکون خواہشات کے پورا ہونے میں نہیں بلکہ خواہشات کے روکنے میں ہے +

خوش خلقی کا اجر صرف قیامت ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ دُنیا میں بھی انسان کے لیے ذریعہ راحت ہے

ہجر کی رات بُری روز وصال اچھا ہے بلکہ جس سال میں یہ دن ہو وہ سال اچھا ہے

تنگدستی کی شکایت نہ کر بلکہ تندرستی کا شکر گذار رہ جس کے مقابلے میں تمام نعماۓ دنیوی ہیچ ہیں +

اے دلہن! لباسِ شادی پر ناز نہ کر بلکہ اس تکلیف پر غور کر جو تجھے آئندہ پیش آنے والی ہے +

بے پردہ مستورات کے مخالفین کے ساتھ مباحثہ مت کر بلکہ ان کی اس غیر فطرتی بے غیرتی پر اظہارِ ماتم کے طور پر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو جاۓ

بے پردہ دختراں سے یہ امید ہے ضرور ناچے دلہن خوشی سے خود اپنی برات میں

کتاب کا مطالعہ کرتے وقت زباندانی اور انشا پردازی پر خاص توجہ دینے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف خیالات پر توجہ دی جاۓ +

عادات انسان کے ماتحت نہیں بلکہ انسان عادات کے ماتحت ہو جاتا ہے +

موت سے خوف نہ کر بلکہ زندگی سے ڈرتا رہ جس میں ہزاروں آفات پوشیدہ ہیں +

کھانے کی لذت اس کی عمدگی پر نہیں بلکہ بھوک کی شدت پر منحصر ہے ؏ گر نانِ خشک دیر خوری گل شکر بود

اچھا وہی نہیں جس کے ہم صحبت اچھے ہوں بلکہ سب سے اچھا وہ ہے جس کا کوئی ہم صحبت ہی نہ ہو +

عورت صرف نصف جان ہی نہیں بلکہ نصف الایمان بھی ہے +

فقیر وہ نہیں ہے جو خلق سے مانگے اور خالق کی عبادت کرے بلکہ فقیر وہ ہے جو خالق سے مانگے اور خلق کی خدمت کرے +

شرک ظاہر بتوں کی پرستش ہی نہیں بلکہ شرکِ باطن مخلوق پر بھروسہ رکھنا بھی ہے +

سلطنت کفر سے نہیں بلکہ ظلم سے جاتی ہے +

تکبر خوش پوشی اور اچھی حالت رکھنے کا نام نہیں بلکہ لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے +

عورت سے خلوت کرنا ہی معصیت ہے اگرچہ زنا نہ کرے بلکہ ایسی جگہ کھڑا ہونا بھی گناہ ہے جو عورتوں کی گذرگاہ ہے +

دوستی کے لیے کسی شخص کا ہم خیال ہونا ہی کافی نہیں بلکہ موافق الحال ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ یگانگت و موافقت معلوم +

بھائی بہن یا قریبی رشتہ دار جو صاحبِ نصاب نہ ہوں ان کو زکوٰۃ دینا درست بلکہ افضل ہے +

جواں مردی اپنا بوجھ دوسروں پر نہ رکھنا ہی نہیں بلکہ جو کچھ اپنے پاس ہو اسے بھی خرچ کرنا ہے + (جنید)

اَلَم آبادِ دُنیا

؎ قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

ایک شخص اِس امر کا جویا تھا کہ آیا دُنیا میں کوئی بندۂ خُدا بےفکر و بےغم بھی ہے۔ جابجا جستجو کرتا ہُوا ایک شہر میں جا پہنچا۔ وہاں ایک باغ نظر آیا۔ صحنِ چمن میں ایک کم سِن نوخیز امیرزادہ کے گرد و پیش غلامانِ خوش اندام کمربستہ کھڑے ہیں۔ مُطربانِ خوش الحان گا رہے ہیں۔ اور وہ امیرزادہ جڑاؤ جھولے کے اندر جھول رہا ہے۔ انواع و اقسام کا سامانِ عیش و طرب مُہیّا ہے۔ یہ سماں دیکھ کر اُس کی سمجھ میں آیا کہ اب مُدعا پایا۔ یہ خوش نصیب ضرور بےفکر و بےغم ہے۔ اُس امیرزادے سے کہا "ماشاءاللہ! تمام جہان میں ایک آپ کو دلِ شاد پایا ہے"۔ امیر نے کہا "میاں صاحب! کس خیال میں ہو۔ آج شب کو میرے پاس ٹھہرو اور احوالِ واقعی سُنو"۔

؎ جب سے اِس عالمِ فانی میں ہُوئے ہم پیدا کشورِ دل میں اُسی دن سے ہُوا غم پیدا
؎ آرام سے ہے کون جہانِ خراب میں گُل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں

الغرض رات کو امیر نے پُوچھا کہ میاں صاحب! کیا کہتے تھے؟ اب کہیے۔ اُس نے کہا مُدت سے اِس تجسّس میں صحرانوردی اختیار کی ہے کہ الٰہی! اِس عالم میں بےفکر و بےغم آدمی بھی ہے؟ لیکن افسوس کسی کو نہ پایا۔ البتہ آپ کو دیکھ کر شکرِ خُدا بجا لایا کہ بھلا ایک تو بےفکر و بےغم پایا +

امیر نے یہ سُن کر آہ بھری اور کہا "میاں صاحب! مجھ جگر خستہ و دل شکستہ کا حال نہ پُوچھیے۔ والدین نے بڑے ناز سے مجھے پرورش کیا۔ بچپن میں شادی کر دی۔ بیوی بھی خوبصورت و نیک سیرت ملی۔ اللہ تعالےٰ نے یہ لڑکے جو کھیل رہے ہیں عطا فرمائے۔ قضارا وہ نیک بخت مرضِ مُہلک میں مُبتلا ہو کر مر گئی۔ چند روز درد و غم رہا آخر صبر آ گیا۔ پھر نکاحِ ثانی کیا۔ دوسری بیوی پہلی سے بھی زیادہ حسین، نیک سیرت اور وفادار پائی۔ نہایت خوشی سے زمانہ گزرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد دفعتہً وہ بھی بیمار ہو گئی۔ اُمیدِ زیست باقی نہ رہی۔ مَیں رونے لگا۔ اُس نے کہا کیوں روتے ہو؟ اگر مَیں مر جاؤں گی تو اپنی جان سے جاؤں گی۔ تُم اَور لے آؤ گے۔ آخر مُجھ سے پہلی بیوی پر بھی تو تم عاشق تھے۔ جب مَیں نے یہ بات سُنی تو غصے میں آ کر اُسی کے روبرو اُس بیخِ فساد کو دُور کر کے کہا کہ بس اب تو دوسری بیوی نہ لا سکوں گا۔ اب نیرنگِ قدرت دیکھیے کہ اِدھر تو مَیں نے یہ حرکت کی اُدھر اُس کو صحت ہونی شروع ہو گئی۔ آخر وہ اچھی ہو گئی۔ اب ہم دونوں عجیب حسرت و افسوس میں

گرفتار ہیں کہ جس کا بیان محال ہے۔ آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مجھ سا کوئی اور بھی دُنیا میں دُکھی ہے ؎

دریں دُنیا کسے بے غم نہ باشد اگر باشد بنی آدم نہ باشد

؎ حساب آبِ دانہ حشر میں ہوگا تو کہہ دوں گا پیا ہے عمر بھر خونِ جگر غم میں نے کھایا ہے

؎ اگر غم را چو آتش دود بودے جہاں تاریک گشتے جاودانہ

سراسر گردِ گیتی گر بگردی نیابی ہیچ کس را شادمانہ

؎ تعلی کی نہیں لیتے ہم ایسے ہیں ہم ایسے ہیں مگر ہم جتنے ہیں بیزارِ دُنیا سے کم ایسے ہیں

میری ہر وقت کی افسردگی ہے بار یاروں پر مگر میں کیا کہوں اس کو خدا شاہد غم ایسے ہیں

؎ شکلِ اطمینان کب اس عالمِ فانی میں ہے کامیابی بھی جہاں ہے اک پریشانی میں ہے

حکماء و فلسفی اور دانایانِ روزگار کی اکثریت نے انسانی زندگی میں رنج و الم کے حصے کو خوشی و مسرت سے کئی گنا زیادہ بتایا ہے۔ تجربات و مشاہدات بھی اس مقولے کے شاہدِ عادل ہیں۔ اسی نکتہ اور اسی فلسفہ کی طرفداری میں قدیمی باشندگانِ تھریس بچے کی پیدائش پر آہ و زاری کیا کرتے تھے۔ اسی جذبہ و احساس نے بہت سے عقلمند انسانوں کو اس قاعدے کا پابند بنا دیا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن کو بجائے سالگرہ کی تقریب منانے کے "یومِ حزن" قرار دیتے تھے۔ افلاطون اپنے مکالمے میں سقراط کی زبان سے کہلاتا ہے: "اگر موت ہمیشہ کے لیے فقدانِ شعور و عدمِ احساس کا نام ہے تو یہ ایک نعمتِ بے بہا ہے۔" ہومر نے بھی ہم آہنگی کے طور پر یہ نعرہ لگایا تھا کہ "دُنیا میں انسان سے زیادہ کوئی مغموم و محزون و محتاج ہستی نہیں۔" کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

در عالمِ بے وفا ہیچ کس خرم نیست شادی و نشاط در بنی آدم نیست

آں کس کہ دریں جہاں اُورا غم نیست یا آدم نیست یا اندریں عالم نیست

شیکسپیئر کہتا ہے کہ "اگر انسان اپنے نوشتۂ تقدیر کو پڑھے اور زمانے کی گردش کو دیکھے کہ کس طرح اتفاقاتِ زمانہ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور تغیراتِ گردش کے پیالے مختلف رنگوں میں کیسے اسے بھر بھر کے دیے جاتے ہیں تو مسرور ترین نوجوان بھی اپنی کتابِ زندگی کو بند کرنے پر مائل ہو جائے ؎

حادثے اپنے طریقوں سے گزرتے ہی رہے کیوں ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے

تسلطِ غم و الم

گُل گریباں چاک ہیں گلشن میں شبنم اشکبار کس پریشانی میں ہے سنبل کا جامہ تار تار

قمریِ گلزار کی گردن میں ہے کیوں طوقِ غم نرگسِ بیمار گلشن کو ہے کس کا انتظار

دن کا چہرہ کس کے دردِ عشق سے ہے رنگ زرد ۔۔۔ کی سیہ پوشی یہ کیوں لیلائے شب نے اختیار

عشق اس غم میں کہ ہوں دنیا میں محرومِ ثمر ۔۔۔ حسن کو یہ فکر بس دو دن کی ہے میری بہار

بہ رہیں دنیا میں نالوں سے زمیں کی ندیاں ۔۔۔ اشک ہائے نوحہ جاری ہیں بشکلِ آبشار

ٹکڑے ہوتا ہے جگر سن کر پپیہے کی صدا ۔۔۔ اللہ اللہ کتنی غم افزا ہے گلبانگِ ہزار

باغ میں ہے کس قدر کوئل کی کوکو دردخیز ۔۔۔ کس کا دردِ جستجو رکھتا ہے اس کو بے قرار

گل بظاہر ہنستے ہیں کرتے ہیں لیکن زہرخند ۔۔۔ اپنی ہستی دیکھ کر گلزار میں ناپائدار

دل کی آنکھوں سے ذرا غمخانۂ عالم کو دیکھ ۔۔۔ غم کی اک تصویر ہے ہستی کی یہ ساری بہار

خندۂ عشرت ہے اے دل گریۂ غم کا پیام ۔۔۔ بس خزاں کی مختصر تمہید ہے فصلِ بہار

عیش کا اس گلشنِ ہستی میں ہے عنقا صفت ۔۔۔ پھول ہنستے ہیں تو ہو جاتی ہے شبنم اشکبار

غم کی بے باکی نہیں مخلوق پہ کچھ منحصر ۔۔۔ ہے خدا غمخوار بھی بندوں کا گر ہے قہربار

غم کی یہ ہردلعزیزی عام ہے اے ہمنشیں ۔۔۔ غم کا دلدادہ ہے پروردہ ہو یا پروردگار

غم کی عالمگیریاں چھائی ہوئی ہیں چارسو ۔۔۔ ہے بس اس غم کی جہانگیری کا سب اقتدار

صحت کی قیمت

ایک بادشاہ کو ریاح خارج نہ ہونے کے باعث سخت تکلیف رہتی تھی۔ شکم ہمیشہ اُپھرا رہتا تھا۔ ہر چند شاہی طبیبوں نے علاج معالجہ میں بہت کوشش کی لیکن بجائے تخفیف کے مرض تقویت پکڑتا گیا۔ آخرکار اطبائے دربار سے مایوس ہو کر ایک گراں قدر انعام اس مرض کے دفعیہ کے واسطے عوام میں مشتہر کر دیا۔ رعیت کے طبیبوں نے بہت کچھ اپنی حکمت آزمائی کی لیکن سب بے سود۔ جوں جوں مرض بڑھتا جاتا تھا۔ موعودہ و مشتہرہ رقمِ انعام بھی بڑھتی جاتی تھی حتیٰ کہ انعام کی یہ مقدار نصف سلطنت تک مقرر کر دی گئی لیکن پھر بھی اِس انعام کے حاصل کرنے میں کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکا۔ "دردِ سر کا علاج تاج سے نہیں ہوتا"۔ ایک خدارسیدہ فقیر کو بھی یہ حال معلوم ہوا۔ اُس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ "پوری سلطنت دے دے۔ تو میں علاج کرنے کو تیار ہوں"۔ بادشاہ نے ایسے تکلیف دہ مرض کی موجودگی میں بادشاہت کے مقابلے میں بحالتِ صحت محنت مزدوری کرنے کو بدرجہا ترجیح دی اس لیے کہ بیمار بادشاہ سے تندرست گدا اچھا ہے۔ اور پوری سلطنت دینے پر رضامند ہو گیا۔ فقیر نے دُعا کی اور بظاہر کوئی دوا بھی دے دی۔

بادشاہ کو ریاح خارج ہونے سے شفائے مطلق حاصل ہوگئی اور اس موذی مرض سے کُلّی طور پر نجات پائی تو حسبِ وعدہ فقیر کو تاج و تخت سنبھالنے کے واسطے بلایا۔ فقیر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے بادشاہ! یہ تاج و تخت تجھی کو مبارک ہو۔ مَیں ایسی بے حقیقت اور ناکارہ چیز کو لینا نہیں چاہتا کہ جس کی قیمت صرف ہوائے شکم کا خارج ہونا ہے ؂

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست ہے اوّلین نعمتِ دُنیا ہو تن درست

دِل جوئی

امیر مامون کے عہد کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتلے جنگل میں رہا کرتا۔ اس نواح کے سب کنوئیں کھاری تھے۔ پانی آسمان سے بھی برستا۔ تو شور زمین کے سبب کھاری ہو جاتا۔ وہاں کی خلقت نے میٹھے پانی کا مزا بالکل نہ چکھا تھا۔ قضا کار وہاں قحط پڑا۔ ہر کوئی کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس اعرابی نے بھی اس علاقے سے مُسافرت اختیار کی۔ اس خیال سے کہ امیر کے پاس التجا لے جائے۔ امیر اُن دِنوں کوفہ کے قُرب جوار میں لبِ آبِ فرات شکار کھیل رہا تھا جب یہ اعرابی اپنے علاقہ کی حدود سے باہر کسی گاؤں کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ ایک گڑھے میں بارش کا پانی جمع ہے۔ اُس نے اس میں سے چُھو پیا تو تعجب کیا کہ دُنیا میں ایسا میٹھا پانی بھی ہوتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ ضرور بہشت کا پانی ہے، جو پروردگار نے میری خاطر جنت سے اُتارا۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے مشک بھر کر امیر کے پاس لے جاؤں۔ تو وہ خوش ہو کر مجھے انعام دے گا۔ آخر چند روز کے بعد وہ پانی لے کر امیر کی خدمت میں پہنچا۔ امیر نے پُوچھا۔ تو کہاں سے آیا؟ کہا فلاں علاقہ سے اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں۔ جو کسی بادشاہ کو مُیسّر نہ ہوا ہوگا۔ یہ پانی خُلد کا خوش ذائقہ ہے امیر نے عقل سے دریافت کر کے کہا۔ اچھا دے جو مَیں پیئوں۔ اعرابی نے وہ مشک آگے رکھ دی۔ امیر نے ایک چُلّو اس میں سے پیا اور باقی کو کوزوں میں بھروا لیا اور فرمایا۔ تیری کیا حاجت ہے۔ بولا اے امیر! قحط نے مجھے بے وطن کر کے دربدر بھٹکایا ہے۔ اب تیرے دامن کا آسرا لیا ہے۔ امیر نے کہا۔ مَیں تیری حاجت روا کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تو یہیں سے پلٹ جائے، آگے نہ بڑھے۔ وہ اس بات پر راضی ہوا۔ پھر امیر نے وہ مشک زر سے پُر کر دی اور بدرقہ ہمراہ دے کر اُسے رخصت کر دیا۔ تب مقربوں نے پُوچھا کہ اُسے یہیں سے واپس کر دینے میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا کہ اگر وہ چند قدم اور بڑھتا، فرات کا پانی پیتا تو ایسا تحفہ لانے سے خجالت

کھینچتا۔ مجھے حیا آتی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لاکر شرمندہ نہ ہو ÷ ۵

دل بدست آور کہ حج اکبر است | از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

۵ گو لاکھ بار سبحہ و زنار توڑیے | پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑیے

۵ از پا شکستگان طلب کعبہ مشکل است | واں کعبہ کہ دست دہد کعبۂ دل است

قضائے آسمانی

کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ہرچند کہ امیر نے خزانے کا منہ فی سبیل اللہ کھول دیا اور غلہ کے انبار وقفِ عام کر دیے لیکن قحط کی مصیبت کم نہ ہوئی۔ اس سبب سے امیر کو خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی جانِ شیریں بھی تلخ معلوم ہوتی۔ نہ پیٹ بھر کر کھاتا، نہ چین سے بچھونے پر سوتا۔ ایک روز بستر پر حیرت و حسرت زدہ سا لیٹا ہوا تھا۔ خادم پاس بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ کہ دل بہلے اور کچھ غم غلط ہو۔ خادم نے کہا کہ غلام کی کہانی شہنشاہ کی سماعت کے کب لائق ہے؟ فرمایا مضائقہ نہیں۔ جیسی تجھے یاد ہو بیان کر÷

خادم کہنے لگا کہ ہند کی سرزمین کے کسی بیابان میں ایک شیر بیاں رہا کرتا تھا۔ اور سب درندے جنگل کے اُس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ایک دن لومڑی نے اُس شیر سے کہا کہ تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیت کی رعایت بہرصورت لازم و واجب ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر درپیش ہے۔ بغیر جانے کے بن نہیں پڑتی۔ مشکل یہ ہے کہ میرا ایک بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ بچہ تیرے سپرد کر دوں تاکہ تو اُس کو اپنی پناہ میں رکھے اور کسی دشمن کا چنگل اُس تک نہ پہنچنے پائے۔ شیر نے یہ بات قبول کی۔ لومڑی اپنا بچہ اُس کے حوالے کر کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ شیر نے اس بچے کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا تاکہ کوئی درندہ اُسے گزند نہ پہنچائے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اُڑتا ہوا پھر رہا تھا۔ اُس کی نگاہ لومڑی کے بچے پر پڑی۔ اور شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر اس کے بچے کو لے اُڑا۔ جب لومڑی سفر سے واپس آئی تو بچے کو نہ دیکھ کر شیر سے بولی "کیا تو نے یہ عہد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت قرار واقعی کروں گا"۔ شیر نے کہا "البتہ میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اُس کا قصد نہ کرنے پائے لیکن جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو تو میرا کوئی ذمہ نہ تھا"۔ امیر نے جب یہ کہانی یہاں تک سُنی اُٹھ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا۔ کہ الٰہی جو کچھ فتنہ و فساد زمین سے اُٹھے تو

اُسے دفع کروں۔ مگر قضائے آسمانی قدرتِ یزدانی میں بندۂ ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے۔ آخر خدا کے فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں دفع ہو گیا ؎

قفلِ درِ قبول نہ کھولے بعید ہے　　انساں کے پاس دستِ دُعا ہی کلید ہے

؎ کیوں دُعا اپنی نہ ہو بابِ ظفر کی کُنجی　　گریہ ہے قفلِ درِ گنجِ اثر کی کُنجی

ضَرَبُ الْاَمْثَال

اَلْمَثَلُ فِی الْکَلَامِ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ

ضرب الامثال	مفہوم
کال کے ہاتھ کمان، بچہ بچے نہ جوان +	موت کسی کو نہ چھوڑے گی +
ہری کھیتی گابھن گائے، تب ہی جانے منہ میں آئے +	ہزار آفت کا احتمال ہے قبضے ہی میں آجائے تو ٹھیک ہوتا ہے
ہاتھ میں لیا کاسہ تو روٹی کا کیا سانسہ +	جب گدائی اختیار کی تو روٹیوں کی کیا کمی +
لاٹھی تو وہ کہ گھٹن کھا جائے، ہنڈیا توڑنے کو کافی ہے +	زبردست کیسا ہی ہارا ہو زیر دست کے ستانے کو کافی ہے +
کوٹھی اناج کو توالی راج +	غریب کو یہی تونگری ہے +
بھیڑ بھی کالی بھینس بھی کالی +	ادنیٰ و اعلیٰ سب کی قدر و قیمت یکساں +
آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی کنکر +	آدمی ہر قسم کا ہوتا ہے کام کا اور نکما۔ نیک بد +
بال ہٹ، راج ہٹ، تریا ہٹ نہیں ٹلتے +	بچہ، راجہ اور عورت جس بات پر اڑ جاتے ہیں کبھی چھوڑتے نہیں
زبردست کی جورو سب کی دادی، غریب کی جورو سب کی بھابی +	غریب کو ہر کوئی دبا لیتا ہے +
بھوک نیامت (نعمت) قرض قیامت +	ذلت قرض سے فاقہ کشی کی مصیبت اچھی +
رام جی نے بہتر دیا وہ بھی مسلمان کا۔ حلوا پوری کھاوے نہیں ٹکڑا مانگے نان کا +	بڑی مدت کے بعد آرزو پوری ہوئی وہ بھی خلافِ منشا و ناگوار +
جیتا سو ہارا اور ہارا سو مارا +	قمار بازی اور مقدمہ بازی کا یہی انجام ہے +
چلتی کا نام گاڑی نہیں تو ایندھن +	کام دے تو چیز ورنہ کچھ بھی نہیں +
حمایتی گدھی عراقی گھوڑے کو لات مارتی ہے +	مدد پا کر کمزور بھی بڑے کا مقابلہ کرتا ہے +

ضرب الامثال	مفہوم
جس کی پت چلے اُس کے لاکھ پتے ✦	نیک چلنی اعتبار بڑھا دیتی ہے ✦
پانچ پوت پندرہ پوتے ابھی بابا گھاس کھودے ✦	اولاد خدمت گزار نہیں یا بالاپچی ہے ✦
دریا میں رہنا مگرمچھ سے بیر ✦	کسی کے قابو میں ہو کر اسی سے کینہ رکھنا ✦
ڈوم بجاوے چپنی ذات بتاوے اپنی ✦	آدمی کی اصل اُس کے افعال و حرکات سے معلوم ہوتی ہے ✦
آگ لگا پانی کو دوڑی ✦	فساد برپا کرکے اسکو رفع کرنے میں بظاہر کوشش کرنا ✦
مارے نہ کوٹے، اندر کی رگیں گھونٹے ✦	عورتیں اُس خاوند کی نسبت کہا کرتی ہیں جو وہ بھی خرچ سے بھی تنگ رکھے ✦
قاضی کی لونڈی مری سارا شہر آیا، قاضی مرا کوئی بھی نہ آیا ✦	جب حکومت کا خوف تھا۔ اب وہ خوف گزر گیا ✦
ڈوم کے آگے ڈوم گاوے کیا انعام پاوے ✦	ہم پیشہ سے فیض نہیں ہوتا مکے میں حاجی کی کیا قدر ✦
گُردوں کی تسبیح ڈھلی، بی بلی حج کو چلی ✦	ظالم کی پارسائی سے بھی ظلم ظاہر ہوتا ہے ✦
کنوئیں میں بھنگ پڑی ہے ✦	ایک دو نہیں سب بے وقوف ہیں ✦
کھانے کے گال نہانے کے بال چھپے نہیں رہتے ✦	عیش و آرام کی حالت نہیں چھپتی ✦
چور کٹھڑی لے گئے بیگاریوں کو چھٹی ہوئی ✦	باربرداری سے بچے بے فکری حاصل ہوئی ✦
خدا لگتی کوئی نہیں کہتا منہ لگتی سب کہتے ہیں ✦	حق بات کوئی نہیں کہتا خوشامد کی سب کہتے ہیں ✦
چوہا بل میں سماتا نہیں دُم سے بندھ گیا چھاج ✦	تنگ تر حالات میں مزید اخراجات پڑ گئے ✦
جو نہ بھاوے آپ کو وہ دے جوئے باپ کو ✦	ناپسند چیز اوروں کو دی جاتی ہے ✦
مرتی بھیڑ خواجہ خضرؑ کی نیاز ✦	ہاتھ سے جاتا دیکھا تو خیرات کر دیا ✦
پاپی پاپ کا بھائی کا نہ باپ کا ✦	بد کو بدی سے کام بھائی ہو یا باپ ✦
مرعوب کبھی مرغوب نہیں ہوتا ✦	محبوب پر دباؤ نہیں ڈالا جا سکتا ✦
آٹے کے چراغ اندر چوہے باہر کاگ ✦	ہر حال میں خطرہ درپیش، کوئی جائے پناہ نہیں ✦
آپا تجے تو ہر کو بھجے ✦	خود پرستی چھوڑ کر خدا پرستی ہو سکتی ہے ✦
اوچھے کی پریت، ریت کی بھیت (دیوار) ✦	کم ظرف کی دوستی کا کیا اعتبار ✦
اُونٹ کی پکڑ کتے کی جھپٹ ✦	یہ دونوں خطرناک ہیں ✦
آم بیچ کر کاچر کھائیں ✦	ضروری چیز ضائع کرکے غیر ضروری چیز لینا ✦
ایک میاں مورچے کا، ایک ساری فوج کا ✦	زبردست کا حصہ سب سے زیادہ ہوتا ہے ✦

ضرب الامثال	مفہوم
یک لقمۂ صباحی، بہتر ز مرغ و ماہی	ناشتہ تھوڑا سا بھی مفید صحت ہوتا ہے
حاکمی گرم کی، دکان داری نرم کی، قبیلداری دھرم کی، ناری شرم کی، دولت کرم کی، ریاکاری بے شرم کی	قبیلداری محافظ ایمان ہے۔ باقی سب کا مطلب ظاہر ہے
پل میں برسے گھڑی میں گھڑیال	مستقبل کو ہمیشہ خطرات سے پُر خیال کرو
عمر جوانی دولت پلے رہتی نہیں جھبک کر چلے	انسان متکبر و بدکار ہو جاتا ہے
ہم تمہاری نمازیں پڑھیں تم ہمارے مصلے پھاڑو	نیکی کے عوض بدی کرنا
نائیوں کی برات میں سبھی راجے	سب یکساں ہیں خدمت کون کرے
تالاب میں موتنے کا کون گواہ	بعض خفیہ برائیوں کا ثبوت ہم نہیں پہنچ سکتا
آدھا سوامی ناتھ کا آدھا سارے ساتھ کا	تقدس کی آڑ میں فائدہ اٹھانا
بیدل چاکر دشمن برابر	نوکر اگر دل سے راضی نہ ہو تو دشمن کی طرح کام خراب کرتا ہے
ایک طشت میں حلوا ایک میں گوبر، اندھے کے آگے دونوں برابر	جو اصلیت ہی نہ سمجھے وہ قدردانی کیا کرے گا
آج کے تھپے آج ہی نہیں جلتے	کام اتنی جلدی نہیں ہوتا یا اعمال کی سزا تُرت نہیں ملتی
لکھتم آگے بکتم نہ چلے	تحریر کی موجودگی میں کوئی عذر نہیں چلتا
چڑھ جا بیٹا سُولی پر رام بھلی کریں گے	مشیر نافہم کا قول ہے یا بڑے متوکل کا
بی بی نیک بخت چھٹانک والی دو وقت	نیک بخت کفایت شعار عورتیں اسی طرح گزر کرتی ہیں
گھر رہے نہ تیرتھ گئے مونڈ منڈا کر جوگی بھئے	کسی طرف کے نہ رہے محنت ضائع گئی
پٹھان کا پوت، گھڑی میں اولیا، گھڑی میں بھوت	جلد متغیر ہو جاتا ہے۔ اس کی دوستی و دشمنی کا کچھ اعتبار نہیں
مُرے پر جہاں سو من مٹی وہاں سوا سو من سہی	جہاں اتنی مصیبت ہے اور بھی کاٹ لیں گے
باندی کے آگے باندی، مینہ دیکھے نہ آندھی	سفلے کی حکومت ایسی ہی ہوتی ہے۔ وقت بے وقت کا خیال نہیں کرتا۔ کام سے کام
کبھی گھی گھنا، کبھی مٹھی بھر چنا، کبھی اس سے بھی منع	یہ زمانے کا رنگ ہے کبھی عیش کبھی تکلیف
کوس نہ چلی بابا پیاسی	کام کے شروع ہی میں عاجز ہونا یا تھک جانا
گدھے کو گدھا ہی کھجلاتا ہے	ہمجنس کی خدمت ہم جنس ہی کرتا ہے
کبڑے کو لات گُن آگئی	بظاہر سختی بعض وقت مفید ثابت ہو جاتی ہے

ضرب الامثال	مفہوم
آگ کو دامن سے ڈھانکنا ۔	نہ چھپنے والی بات کو چھپانے کی کوشش کرنا ۔
آنسو ایک نہیں کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ۔	مکاری سے کسی کی ظاہری ہمدردی کرنا ۔
انڑھی میں روپ، کنگھی میں چھپ ۔	کھلنے سے رنگ روپ اور کپڑے سے زینت ہوتی ہے ۔
اپنا ہاتھ جگن ناتھ ۔	اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے روزی ملتی ہے ۔
مرگ کے بعد ہی سورگ ملتا ہے ۔	محنت کے بعد ہی پھل ملتا ہے ۔
اناج کال نہیں راج کال ہے ۔	یعنی گرانی سلطنت کی پیدا کردہ ہے ۔
پریت نہ جانے ذات کذات، بھوک نہ جانے باسی بھات، پیاس نہ جانے دھوبی گھاٹ، نیند نہ جانے ٹوٹی کھاٹ ۔	محبت، بھوک، پیاس اور نیند میں ان باتوں کی کوئی پروا نہیں کرتا ۔
آنکھوں سے اندھا نام نین سکھ ۔	حالات سے برعکس معاملہ ۔
مرنے جائیں ملار گائیں ۔	مصیبت کی کچھ پروا نہیں ۔
دل کا گھاؤ، رانی جانے یا راؤ ۔	پوشیدہ بات کی کسی دوسرے کو کیا خبر ۔
رام رام دو گنے گلے بل چوگنے ۔	دکاندار واقفوں سے دوگنا اور دوستوں سے چوگنا نفع لیتا ہے ۔
مفت کے گھوڑے کے دانت کیا پوچھنا ۔	مفت ہاتھ آئے تو عیب ثواب کیا دیکھنا ۔
ابر کو دیکھ کر گھڑے پھوڑ دیئے ۔	آئندہ کی امید پر موجودہ کو تلف کرنا ۔
ٹوٹے کو جو پھر جوڑے گا نہ گٹھیلی ہو ۔	جس سے رنج ہو جاتا ہے پھر پوری صفائی نہیں ہوتی ۔
ہن برسے تو کیوں ترسے ۔	موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے ۔
آنکھ پھوٹی پیڑ گئی ۔	گو نقصان ہوا لیکن یکسوئی حاصل ہو گئی ۔
سب گئے کاشی گئے تو ہنڈیا کس نے چاٹی؟	سب سعادتمند ہیں تو بدمعاشی کس نے کی؟
آنکھیں ہوئیں چار دل میں آیا پیار ۔	روبرو ہونے سے خواہ مخواہ لحاظ آجاتا ہے ۔
دانڈ کا سانڈ سوداگر کا گھوڑا، کھائے بہت چلے تھوڑا ۔	کام چور کاہل الوجود ہوتے ہیں ۔
ایک وقت جوگی، دو وقت بھوگی، تین وقت روگی، اس سے زیادہ سوگی ۔	ایک وقت کھانے والا تندرست، دو وقت والا عیاش و بسیار خوار، اور تین وقت والا بیمار، اس سے زیادہ والا ماتمی سمجھنا چاہیے ۔
پھوہڑ جموا ساگ میں شوربا ۔	بے وقوف بیوی کے ایسے ہی کام ہوتے ہیں ۔

ضربُ الامثال	مفہوم
ٹھنڈا لوہا گرم لوہے کو کاٹتا ہے ÷	نرم مزاج آدمی تند مزاج آدمی پر غالب آ جاتا ہے ÷
ذات پات نہ پوچھے کو، ہر کو بھجے سو ہر کا ہو ÷	خدا کو عبادت پسند ہے ذات سے تعلق نہیں ÷
بنج کریں گے بانیے اور کریں گے ریس بنج کیا بھا جاٹ نے رہ گئے سو کے بیس	جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ڈھینگا باجے ÷
بڑھا تو امیر گھٹا تو فقیر مرا تو پیر ÷	سب حال میں اچھا ہے۔ ہندو لوگ مسلمانوں کے حق میں کہا کرتے ہیں ÷
آنکھیں ہوئیں اوٹ دل میں آیا کھوٹ ÷	پس پشت بدلحاظی ہوتی ہے، از دیدہ دور از دل دور ÷
پتھر پر جونک نہیں لگتی ÷	بدکار کو نصیحت اثر پذیر نہیں ہوتی ÷
اَن اور رَن کا کیا نام رکھنا ÷	روٹی اور بیوی بری بھلی جیسی مل جائے غنیمت سمجھو ÷
باڑ لگائی کھیت کو باڑ کھیت کو کھائے راجہ ہو چوری کرے نیاؤ کون چکائے	بددیانت حکام جو بجائے فائدہ کے رعایا کو لوٹیں ÷
بہو رہی کنواری ساس رہی واری ÷	جب بیاہ کے بعد آئی تو دشمنی ÷
جتنا چھانو اتنا ہی کرکرا ÷	جتنا آزماؤ اتنا ہی نقص ÷
بہرے آگے گاؤ تا گونگے آگے گل اندھے آگے ناچنا تینوں الل ٹپل	فضول و خلاف توقع کام کا کچھ نتیجہ نہیں ÷
پیش ملا حکیم و پیش حکیم ملا۔ پیش ہیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ ÷	ہر جگہ اپنی فضیلت جتلانا۔ جہاں موقع نہ ملا وہاں ہیچ بن جانا ÷
راجے کی بیٹی، قسمت کی ہیٹی ÷	بلند مرتبہ ہو کر بے اقبال ہونا ÷
من بھائے منڈیا ہلائے ÷	دل میں آرزو رکھنا اور ظاہر میں انکار کرنا ÷
کورے گھڑے میں چوہا ÷	نہ کچھ کھا سکے نہ نکل سکے مصیبت میں گرفتار ÷
معزول ہو کر معقول بنتے ہیں ÷	مصیبت میں عقل ٹھکانے آ جاتی ہے ÷
گندھے ڈالی جھولی، چمار چھوڑا نہ کولی ÷	بے شرم بن کر گداگری اختیار کی ÷
سب بات کھوٹی پہلے دال روٹی ÷	پیٹ کا فکر سب کاموں پر مقدم ہے ÷
پہلے پیٹ پوجا پھر کام دوجا ÷	پیٹ کا فکر سب کاموں پر مقدم ہے ÷
نیت کھوٹی، رزق نہ روٹی ÷	بدنیتی کا نتیجہ برا ہی ہوتا ہے ÷
کنواں بیچا ہے کنویں کا پانی نہیں بیچا ÷	بدمعاملہ کے قول و فعل ایسے ہی ہوتے ہیں ÷
ستو تک گنتی۔ پیر تک منتی ÷	ستو کے آگے شمار نہیں، پیر کرنے سے زیادہ منت سماجت نہیں ÷

ضرب الامثال	مفہوم
خدا امیر کے پاس قبر بھی نہ بنوائے +	امیر کا پڑوس زحمت کا باعث ہے +
ایک ٹکا گانٹھی، لڈو کھاؤں یا ماٹھی +	شیخی خورہ اترانے والا +
جب آیا اس دیہہ کا انت، جیسے گدھا ویسا سنت +	موت سب کو برابر کر دیتی ہے +
سکھائے پوت دکھن نہیں جاتے +	کم ہمتوں کی ہمت بندھانے سے کچھ کام نہیں چلتا +
من امراؤ کرم دلدری +	دل میں امارت مگر اقبال یاور نہیں +
سستا گیہوں۔ گھر گھر پوجا +	پیٹ بھرے تو خدا بھی یاد آتا ہے بھوکے بھجن نہ ہوئے
عقل بغیر کنویں خالی +	تدبیر ہی سے کام چلتا یا کنویں سے پانی نکلتا ہے +
میاں بیوی دو جنے کس کے لیے پیسیں جو چنے +	کنبہ نہ ہو تو محنت بے فائدہ ہے +
صفت بھی ہو مفت بھی ہو، بڑے پنے کا بھی ہو +	بغیر خرچ کیے اچھی چیز مانگنا +
یا سوئے راجہ کا پوت یا سوئے جوگی اودھوت +	یا امیر کو راحت ہے یا فقیر کو (کسی کو بھی نہیں) +
نوکری برطرف، روزی ہر طرف +	خدا رزاق ہے +
گھی بھی کھا اور پگڑی بھی رکھ +	اتنے خوش خوراک رہو کہ عزت بھی برقرار رہے +
گاڑی بیل سرکاری، یاروں کی ٹٹکاری +	بے پروائی سے پرایا کام کرنا +
جتنا قریب اتنا رقیب +	قرابتی کو حسد زیادہ ہوتا ہے۔ الاقارب کالعقارب +
پیٹ میں پڑا چارہ کودنے لگا بیچارہ +	کھایا تو شرارت سوجھی +
تو میرا بالک کھلا میں تیری کھچڑی کھاؤں +	احمق کو ایسا دم دے کر ہی راضی کر لیتے ہیں +
بے فیض سے مرغی بھلی جو انڈے دیوے بیس سالگ رام سے چکی بھلی جو دنیا کھائے پیس	مطلب ظاہر ہے۔ سالگ رام نام بت جو چکی جیسا گول ہوتا ہے +
رمضان کے نمازی محرم کے غازی +	ظاہر دار ریاکار کی نسبت بولتے ہیں +
تم روٹھے ہم چھوٹے +	تم خفا ہوئے ہم کام کرنے سے بچے +
جس کا بنیا ہووے یار اس کو دشمن کیا درکار +	بنیا یار بن کر اور سود سے قرض دے کر فقیر کر دیتا ہے +
بوڑھی گھوڑی لال لگام +	پیری میں جوانی کی آرائش +
باؤلے کو آگ بتائی اس نے لے گھر کو لگائی +	بیوقوف فائدے سے نقصان کر لیتا ہے +
جہاں مرغ نہیں ہوتا وہاں کیا صبح نہیں ہوتی +	کوئی کام ہو کسی پر موقوف نہیں، ہو ہی جاتا ہے +
کوئی مرے کوئی ملار گائے +	زمانے میں کسی کو رنج کسی کو خوشی +
دل کو ہو قرار، سب سوجھیں تیوہار +	خاطر جمع بے فکری ہو تو سب باتیں سوجھتی ہیں +

ضربُ الامثال	مفہوم
بات جو چاہے اپنی پانی مانگ نہ پی ✦	عزت جب ہی ہے کہ صبر کرے سوال کرے ✦
جس کے سر ہتھیار اُس کا کیا اعتبار ✦	شاخدار حیوان سے بچنا چاہیے مار بیٹھے گا ✦
کٹے کا ڈکا سیکھے ناؤ کا ✦	نقصان کسی کا اور تجربہ کسی کا بڑھے ✦
بارہ برس کے کو بید کیا۔ اٹھارہ برس کے کو قید کیا ✦	خود صاحب فہم اور صاحب اختیار ہو جاتا ہے ✦
گھر میں نہیں تُور، بیٹا مانگے موتی چُور ✦	مقدور سے زیادہ کی ہوس کرنا ✦
چیونٹیوں کے گھر مِرت ماتم ✦	ناتوان ہمیشہ مبتلائے مصیبت رہتے ہیں ✦
جب تک رکابی بھات 'میرا تیرا ساتھ' ✦	فائدے کا لالچ ساتھ رکھتا ہے ✦
اوچھے کے گھر کھانا، جنم جنم کا طعنہ ✦	کم ظرف کا ادنیٰ سلوک عمر بھر کا طعنہ ہوتا ہے ✦
نائیوں کی برات میں سبھی راجے ✦	سب یکساں و ہم مرتبہ ہیں، خدمت کون کرے ✦
بیٹی سلکھنی، دونوں جانب رکھتی ✦	نیکبخت بیٹیاں میکے اور سسرال دونوں کو خوش رکھتی ہیں ✦
آئیں پرائی جائیاں، وچھوڑیں سگے بھائیاں ✦	سگے بھائیوں میں پھوٹ ڈلوا دیتی ہیں ✦
ایک بوٹی انیک کتے ✦	تھوڑی شے کے بیشمار خواستگار ✦
ایک ڈر دو طرف ہوتا ہے ✦	خصومت کا خوف جانبین کو یکساں ہوتا ہے ✦
آٹھویں پہر کھاہ، سوکھی روٹی بھی گناہ (حلوہ)؛	ع گر نانِ خشک دیر خوری گل شکر بود
آٹھویں دن جاہ، سمجھو نیا بیاہ ✦	کثرتِ مجامعت کمی عمر کا موجب ہے۔ تکمیل رغبت نہیں ہوتی، زبے رغبتی شہوت انگیختن برغبت بود خون خود ریختن ✦
قبر پر قبر نہیں بنتی ✦	یعنی قرض پر قرض نہیں دیا جاتا ✦
گئے بیچارے روزے رہ گئے ایک کم تیس ✦	بہت بڑے کام میں سے تھوڑا سا کر کے فراغت سمجھنا۔
چاہت کے نام سے گدھی نے بھی کھیت کھانا چھوڑ دیا تھا ✦	جس سے اظہار تعشق کیا جائے، وہ بد شکل بھی مغرور ہو جاتا ہے۔ مرغوب کبھی مرعوب نہیں ہوتا ✦
بھجن بھوجن بھوگ اکانت بھلا ✦	تینوں کام تنہائی میں ٹھیک ہیں ✦
قرآن پر قرآن رکھنے کا کیا مضائقہ ✦	ہم مرتبہ ایک دوسرے کو جو چاہے کہہ سکتا ہے یا ہم قوم میں شادی کرے ✦
بھلی میں بھائی بگڑی میں جنوائی ✦	خوشحالی میں سب دوست ہیں ✦
جیب میں نہیں کھیلی کی ڈلی چھیلا پھرے گلی گلی ✦	مفلسی میں نمود ✦

ضرب الامثال	مفہوم
چنے ہی چبالو، یا بانسری بجالو +	بیک وقت دو کام نہیں ہو سکتے +
کا ساد تبجیے، یا سانہ دتبجیے +	کسی کے ساتھ سلوک کر دینا پاس رکھنے سے زیادہ اچھا ہے
نو من تیل کھلائے پھر بٹیر کا بٹیر +	اتنا خرچ کرنے پر بھی بے حقیقت کم قیمت +
بھوکا بیچے جورو مالدار کہے اُدھار نوں +	غرض مند عزیز چیز فروخت کرے اور لینے والا لیت و لعل کرے +
بیاہ پیچھے پتل بھاری +	بڑے مصارف کے بعد ادنیٰ خرچ ناگوار معلوم ہوتا ہے +
چمار کا پوت نام جگت رتن +	حیثیت کے برعکس امیرانہ نام۔ نام زنگی کافور +
دوست کا ڈگا پاؤں، دشمن کا لگا داؤں +	ذرا چوک جانے سے دشمن کو انتقام کا موقع مل جاتا ہے +
کلیل میں غلیل لگا +	خوشی میں ناگہانی رنج +
ناتہ نہ گوتا، کھڑا ہو کے روتا +	پرائے رنج میں حصہ لینا خواہ مخواہ ٹسوے بہانا +
کچی سرسوں پیل، کھلی ہوئی نہ تیل +	خام کار کے تمام کام ادھورے +
گوشت گاؤ گاہ بگاہ، گوشت ماہی ماہ بماہ، گوشت بز شام و پگاہ +	حفظ صحت کے متعلق قول حکماء ہے +
جیتی نے بھگوئی اُتی، کراڑ نے ماری بتی +	اُس نے سوت بھگو کر بھاری کیا، بنیے نے کم وزن کا باٹ رکھا۔ جیسے کو تیسا مل جاتا ہے +
بہر تو بہت چھاتیوں میں دودھ نہیں +	زبانی مہربانی لینا دینا کچھ نہیں +
آن (ناز) سے ماروں، تان (گانا) سے ماروں، نہ مرے تو ران سے ماروں +	عورتوں کا مقولہ اور کردار ہے۔ خدا ان کی آن تان اور ران سے سب کو محفوظ رکھے +
کم کھائے غم نہ کھائے +	کم کھانا قرض لے کر کھانے سے بہتر ہے +
جیسی مائی ویسی جائی، گندی بوٹی کا گندا شوربا +	بدوں کی اولاد بھی عموماً بد ہی ہوتی ہے +
پوری سے پوری پڑے تو سب پوری کھائیں +	فضول خرچی سے جلد دیوالہ نکل جائے گا +
بھاگتوں کے آگے، مارتوں کے پیچھے +	بزدلوں کی نسبت کہتے ہیں +
پہلے لکھ کے پیچھے دے، بھول پڑے تو مجھ سے لے +	بہی کھاتہ حساب میں اچھا ہے +
چور کا مال سب کوئی کھائے، چور کی جان اکارت جائے +	بدوں کا انجام ضرور برا ہوگا +
خدا واسطے بلی بھی چوہا نہیں مارتی +	خدا واسطے کوئی بھی کسی کا کام نہیں کرتا، اپنا فائدہ مقدم جانتے ہیں +

ضرب الامثال	مفہوم
دیا باقی بُلے۔ بھلے مانس گھر بھلے +	زن مُرید کی نسبت بولتے ہیں +
سُنی نہ شیعہ جی میں آیا سو کیا +	زمانہ ساز ابن الوقت کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں +
جاہ کارن مونڈ منڈایا، وہی دُکھ آگے آیا +	فقیر بننے میں بھی مشقت پیش آئی +
رات تھوڑی سوانگ بہت +	وقت کم کام زیادہ +
رانڈی کے گھر ہانڈی عاشقوں کے گھر کڑاکا (فاقہ)	مطلب ظاہر ہے +
ماں مارے ماں ماں پکارے +	بچہ ماں کی سختی کو بھی محبت خیال کرتا ہے۔ یا خدا مصیبت دیتا ہے تو اُسی کو پکارا جاتا ہے +
بڑی فجر، چولھے پر نظر +	جو شخص تمام دن کھانے ہی سے کام رکھے +
حاکم کے تین، شحنہ کے نو +	بہ نسبت حاکم کے اس کے کارندے زیادہ ظلم کرتے ہیں +
میلے میں جھمیلا ہوا ہی کرتا ہے +	جہاں آدمیوں کی کثرت ہوگی وہاں جھگڑا ضرور ہوگا +
خرس در کوہ بو علی سینا +	بیوقوفوں میں کم عقل بھی سردار ہے +
جن گلیوں پھینکے پھول اُن میں پھینکوں کیسے دھول +	یعنی مروت توڑنے کو جی نہیں چاہتا +
ہنسی تو بھائی نہیں تو دُشمنائی +	فائدہ نہ ہوا تو دُشمن +
چڑھا سو اُترا بھو +	قرض لینے میں دلیر ہوتا جاتا ہے +
چور لاٹھی [illegible] ہم اور چچا اکیلے +	بُزدلوں کا قول ہے یا بنیوں کا +
چھپر پر پھوس نہیں ڈیوڑھی میں نقارہ +	مفلسی میں نمود +
گنجی پنہاری گوکھرو کا ایندوا +	بے وقوف آرام کی بجائے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ (گوکھرو بمعنی بھکھڑا) +
سو سیانے ایک مت +	دانشمند بہت سے بھی ہوں تو اختلاف رائے نہیں ہوتا +
نہ گنّا لے نہ بھیلی دے +	کسی سے تھوڑی چیز لی جائے پھر وہ بڑی چیز مانگے تو انکار نہیں ہو سکتا +
سستا اُونٹ مہنگا پٹہ	اصل چیز کی نسبت متعلقہ سامان پر زیادہ لاگت آتا ہے +
در پر آئی جان، بیندھو دُلہن کے کان +	بہت بڑے اہتمام کی بجائے ابتدائی تیاری بھی نہیں +
پانی پی کر ذات کیا پوچھنا +	جو بات گزر چکی پھر اس کی تحقیقات بے فائدہ ہے +
ملنگ اور باہمن کا کیا ساتھ +	دو ناجنسوں میں فساد کا احتمال ہوتا ہے +
ککڑی کے چور کو پھانسی نہیں دیتے +	ادنیٰ خطا پر اتنی سخت سزا نہیں ملتی +

ضرب الامثال	مفہوم
گالی دینے سے گنگا بولی ÷	ناسزا بات کا تحمل کسی کو نہیں ہوتا ÷
اندھا ہاتھی اپنی ہی فوج کو کچلے ÷	نافہم آدمی اپنے ہی رفیقوں کو نقصان پہنچاتا ہے ÷
کماؤ آوے ڈرتا، نکھٹو آوے لڑتا ÷	نالائق نکمے اسی طرح دباؤ ڈالتے ہیں ÷
بل گئی تو روزی نہیں تو روزہ ÷	روزگار پر ہی سب کچھ منحصر ہے ÷
آیا تو نوش نہیں تو فراموش ÷	توکل پر گزارہ ہے ÷
ایک جان ہزار ارمان ÷	انسان خواہشوں سے کبھی خالی نہیں ÷
کھرے کے ساتھ کھوٹا، ایسے کو سراسر ٹوٹا ÷	بھلے کے ساتھ برائی کا نتیجہ خراب ہی ہوتا ہے ÷
فتح شکست خدا کے ہاتھ مار مار کیے جاؤ ÷	کوشش میں قصور نہ کرنا چاہیے جو ہونا ہے سو ہو رہیگا
راستہ پڑا جانے یا واسطہ پڑا جانے ÷	انسان کی حقیقت تعلقات سے کھلتی ہے۔ بلا تعلق سب شریف ہیں ÷
مچھلی کے جائے کون تیرائے ÷	تعلیم کی ضرورت نہیں سرشت خود سکھلاتی ہے ÷
سانبھر جائے الونی کھائے ÷	نمک کی کان میں بے نمک کھانا فائدے کی جگہ محروم رہنا ÷
سوار کا جنازہ سوا گز آگے ÷	سواری خواہ کسی چیز کی ہو خطرے سے خالی نہیں ÷
سرکھہ کا مارا نرک کو جاتا ہے ÷	غصے کا انجام نہایت خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے ÷
گئے (غصے) چھٹے پوت دکھن (دوزخ) قسمت کے وہی لکھن	بدقسمتی کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی ÷
سرائے کا کتا ہر مسافر کا یار ÷	ہوشیار غرضمند ہر ایک سے گٹھ جاتا ہے ÷
گڑ سے مرے تو زہر کیوں دے ÷	آسانی سے کام ہو تو مشکل کیوں اختیار کرے ÷
الونی سل چٹورا کتا ÷	لالچی ناکام کچھ حاصل نہیں ہوتا ÷
باوا بھلا نہ بھیا، سب سے بھلا روپیہ	زردار کے سب آشنا و رشتہ دار ہیں ÷
اپنی گانٹھ نہ پیسا، پرایا آسرا کیسا ÷	بے زر کا کوئی مددگار نہیں ÷
کھائیں تو گھی سے نہیں تو جائیں جی سے ÷	عادت بگڑی ہوئی تکلیف دیتی ہے ÷
بہرا ارڈی کی پٹ پٹ سنتا ہے ÷	اپنے مطلب کی ہر کوئی سمجھ لیتا ہے ÷
روز روز چنگی عید کے دن ننگی ÷	ہر روز آرائش، ضرورت کے دن خالی ÷
خرباش خرد مباش	چھوٹوں کو ہر کوئی دبا لیتا ہے ÷
جس کی زبان چلے اس کے ستر ہل چلیں ÷	باتونی شخص باتوں ہی سے مطلب حاصل کر لیتے ہیں ÷

ضرب الامثال	مفہوم
سوچ کرنا پڑ کھا ہارے، مرد وہی جو پہلے مارے	سوچنے میں اکثر موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے
شاکر کو شکر، موذی کو ٹکر	شکر کا نتیجہ نیک ہوتا ہے اور موذی کو سزا ہوتی ہے
سپوتی رووے ٹکڑوں کو، نپوتی رووے پتروں کو	دنیا میں رنج و شکایت سے کوئی خالی نہیں
جس کے ہاتھ ڈوئی، اس کا سب کوئی	کھلانے کے سب یار ہیں
جس کی تیغ اس کی دیگ	زبردست ہر جگہ کامیاب ہے
چمڑی جائے دمڑی نہ جائے	تکلیف دہ بخل
خوش نصیب کو صلاح کیا درکار، خوشنویس کو اصلاح کیا درکار	خود بخود سب کام درست ہوتے جاتے ہیں
سوئی ٹوٹی کشیدہ سے چھوٹی	بلا سے نجات پائی
دانہ نہ گھاس، گھوڑے تیری آس	دینا نہ دلانا اور فائدہ کی امید رکھنا
تم کاٹو ناک اور کان، میں چھوڑوں اپنی بان	کیسی تکلیف دو، میری عادت نہ جائے گی
دھرم چھوڑ دھن کوئی کھائے	دین فروشی کر کے حصول دنیا لعنت ہے
دودھیل گائے کی دولات بھلی	جس سے فائدہ ہو اس کی بری بات بھی سہی جاتی ہے
ہل میری چھینی ہل میری ڈوئی کھائے کوئی دن بھر دن اوئی	فضول خرچی اور چھوراپن کا برا انجام ہے
ساس نہ نندی، اکیلی آپ انندی	کوئی روک ٹوک والا نہیں اکیلی انند کرتی ہے
دیمک کے دانت، سانپ کے پاؤں اور چیونٹی کی ناک کسی نے نہیں دیکھی	گروہ کام کرتے ہیں جو ان اعضاء والوں سے نہیں ہوتا
سر کالا منہ بالا، سر گالا منہ کالا	جوانی میں قلقی، سر سفید ہو گیا تو منہ کالا یعنی بے قدری ہے
دیوانی بیوی خالی گھر من میں آئے سو کچھ کر	ہر طرح نقصان کا احتمال ہے
سوکن کیا سہیلی کیا	مستقل وجہ مخالفت میں موافقت مشکل ہے
سونا گھر بھیڑیوں کا راج	کسی کا خطرہ نہیں ہے، خانہ خالی راہ دیو میگیرند
رب مارے لاٹھیاں، الٹی کر دے مت	انسان اپنی بربادی کے اسباب خود پیدا کر لیتا ہے
راجہ جوگی اگن جل ان کی الٹی ریت راجہ کس کے یار ہوئے اور جوگی کس کے میت	کسی کے مطیع نہیں ہوتے، ان سے جتنا قریب اتنا ہی ضرر، ان کی راہ و رسم پر ہرگز اعتبار نہ کرے
سوت بھلی سوتیلا برا	سوکن کی اولاد زیادہ تر دشمن ہوتی ہے
رانڈ گیا سگائی کو، آپ لائے یا بھائی کو	ایک چیز کے کئی حاجتمند کس کس کو ملے

ضرب الامثال	مفہوم
راست گو مفلس مجلس میں جھوٹا ۔	غریب مفلس کا کوئی اعتبار نہیں کرتا ہے ۔
گدھے ہل چلیں تو بیل کون خریدے ۔	کمینوں سے کام چلیں تو شریفوں کی قدر کون کرے ۔
چاندی کی ریت نہیں سونے کی توفیق نہیں ۔	نہ یہ کر سکتے ہیں نہ وہ کر سکتے ہیں ۔
زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ پردار تو اڑتے ہیں بے پر کا خدا حافظ	روپیہ سب مشکلات حل کرتا ہے ۔
روپ کی روئے بھاگ کی کھائے ۔	شکل سے نصیب غالب ہوتا ہے ۔
جب تک دم ہے تب تک غم ہے ۔	موت سے پہلے آدمی غم سے نجات نہیں پا سکتا ۔
رکھ ری کتیا میری آس، میں آؤں کاتک ماس ۔	دیر طلب امید موہوم ۔
ساری رات ممیائی ایک بچہ بیائی ۔	محنت زیادہ فائدہ کم ۔
میں گھر نہ بسوں گی، تیری داڑھی جلتی ہے ۔	نیت خراب ہو تو ایسے ہی بیہودہ عذر کیے جاتے ہیں ۔
نیند سولی پر بھی آئے بھوک بہت بڑی پر کھلائے ۔	نیند اور بھوک سے انسان لاچار ہے ۔
سفر اور سقر میں ایک نقطے کا فرق ہے ۔	سفر میں بہت تکلیف ہوتی ہے ۔
رات بھر پیسا، چپنی بھر اٹھایا ۔	محنت کے مقابلے میں فائدہ کم ہوا ۔
سونے کی کٹاری کسی نے اپنے پیٹ میں نہ ماری ۔	کیسا ہی فائدہ ہو، جان خطرے میں ڈال کر کوئی نہیں لیتا ۔
بدلی میں ساون دیسے، پھوہڑ بیٹھی پیسے ۔	بے وقت کام شروع کیا ۔
گڑ نہ دے تو گڑ کی سی بات تو کہے ۔	دینے کو نہیں تو شیریں زبانی میں کیا خرچ ہوتا ہے ۔
بوند کا چوکا گھڑا ڈھلکائے، پھر بھی کام راس نہ آئے ۔	بے وقت کی کوشش بے سود ہے ۔
روٹی پڑی منہ میں ذات پڑی گوہنہ میں ۔	رزق ہاتھ آئے باقی خواہ کچھ ہی ہو ۔
جیسی مائی ویسی جائی، دودھ بر دودھ ۔	بچے کی خصلتوں میں ماں باپ کا عکس ہوتا ہے ۔
چاکری میں آکری کیا ۔	ملازمت میں خودداری نہیں رہ سکتی ۔
کاتک کی کتیا کا کیا اعتبار ۔	جوش مستی میں بیہوش ہو کر مالک کی پروا نہیں کرتی، دنیا کی بے وفائی کی نسبت کہا جاتا ہے ۔
جھگڑے کے تین در، زن، زمین، زر ۔	تینوں باعث ضرر ۔
چوہدری ہو یا لاڈ، کام نہ آئے تو بھاڑ میں جاؤ ۔	کوئی بڑے سے بڑا ہو کام نہ آئے تو نکما ہے ۔
چلنا بھلا نہ کوس کا بیٹی بھلی نہ ایک دینا بھلا نہ باپ کا مالک رکھے ٹیک	تینوں کا نتیجہ تکلیف دہ ہے، مالک لاج رکھے ۔

ضرب الامثال	مفہوم
جب تک جینا، تب تک سینا	عمر بھر مزدوری کرنا اور کھانا
سہلتے کی لات ان سہاتے کی بات	دونوں یکساں ہیں، محبوب کی سب حرکات پسند
ڈو میں ہیرا، آنکھوں میں ٹھیکرا	مخل صحبت ہو تو ناگوار معلوم ہوتا ہے
جا تر تو بیری بھلا مورکھ بھلا نہ دوست	نادان دوست سے دانا دشمن اچھا
دُم پکڑے بھیڑ کی وار ہوے نہ پار	حقیقت تمہارے سے مطلب حل نہیں ہوتا
گھر میں بانس پھیرو تو کہیں نہ اٹکے	کچھ سامان نہیں۔ مفلسی کی دلیل
کہیں چور سونے کہیں ڈھور سونے	کہیں چوروں کو بیل نہیں ملتے، کہیں بیل ہوتے ہیں تو چور نہیں ہوتے
جتنا لہو دیکھتے ہیں، اتنی ہی جونک لگاتے ہیں	حسب حیثیت نذرانہ وصول کرتے ہیں
چار دن کی کوتوالی، پھر وہی کھرپا جالی	چند روزہ حکومت ہے
سر سہلائے بھیجا کھائے	محبت جتلا کر نقصان پہنچائے
کمائی بھلی یا مائی	جہاں سے فائدہ ہو وہی سب کچھ ہے
چتا میں تم بیٹھو پیٹنے والے ہم بہت ہیں	دوسروں کو مصیبت میں ڈالکر آپ آسانی میں رہنا
نوکری نہ کیجیے میاں گھاس کھود کھائیے اور جائیں آس پاس آپ دور جائیے	آزادی کی تکلیف غلامی کے آرام سے بہتر ہے
دانہ خواہ کم ملے لیکن ٹٹو کوئی نہ کہے	فائدہ خواہ کم ہو لیکن بے قدری نہ ہو
کبھی پکے گھڑے میں بھی مٹی لگی ہے	بڑی عمر میں نصیحت کم مؤثر ہوتی ہے
کیسہ خالی ہو کر خواہش پُر ہو سکتی ہے	خواہش جبھی پوری ہو سکتی ہے جب پیسہ خرچ کیا جائے
ایک بچہ کی ماں کیا، سو روپے کی پونجی کیا	ان کی کوئی وقعت نہیں
جلنے والا اور مرنے والا کیا رُک سکتا ہے	جس نے ٹھان لی کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا
کوٹھے والا رووے اور چھپّر والا سووے	اہلِ دولت زیادہ حاجت مند اور شاکی ہیں
مصیبت پیغمبری درجہ کافری	دین و دنیا دونوں سے محروم
دیگ ہوئی دم حاضر ہو گئے ہم	مطلب پرست ہر جگہ موجود ہوتا ہے
جائے جس کا پوت کاتے جس کا سوت	غیر اولاد اپنی نہیں ہو سکتی
پرایا دکھ دیکھ کر اپنا دکھ بھولتا ہے	سہارا ہو جاتا ہے
بندھ گیا سو موتی رہ گیا سو کنکر	جو کام بن گیا سو غنیمت ہے

ضرب الامثال	مفہوم
پہلے سال جیتی، دوسرے سال ہٹی، تیسرے سال کھٹی ۞	دکانداری رفتہ رفتہ ترقی کرتی ہے ۞
بیوی خیلا، دو چھٹے ایک میلا ۞	بے تمیزی کی علامت ۞
گیہوں کھیت لڑکی پیٹ، آ جوائی مانڈے کھا جا ۞	خیالی پلاؤ پکانا، ہوائی قلعے بنانا ۞
چھلنی میں دوہنا کرم کو کوسنا ۞	دیدہ و دانستہ نقصان رساں طرزِ عمل اختیار کرنا ۞
بات کی بات لات کی لات ۞	بظاہر ایک بات ہے، دراصل رمز رنجیدہ ہے ۞
بھیڑ جہاں جائے مونڈ منڈاتے ۞	غریب بدنصیب کمزور کو ہر جگہ خسارہ ہے ۞
بھیڑ کی لات کیا، عورت کی بات کیا ۞	وہ مضر نہیں، یہ قابلِ اعتبار نہیں ۞
زر ہے تو نر ہے ورنہ خر ہے ۞	سب عزت زر سے ہے، بے زر بے پر ہے ۞
صندل کی لکڑی کو نہیں جلاتے ۞	ہنرمند کو کوئی تکلیف نہیں دیتا ۞
ایک نے کہی دوسرے نے مانی دونوں جانو کے گیانی ۞	عقلمند ہمیشہ اتفاق سے رہتے ہیں ۞
اندھوں میں کانا سردار ۞	مفلسوں میں کم سرمائے والا ہی تونگر ہے ۞
مکھن مکاراں، چھاچھ ملوانیاں، دھکے اُن کو جنھوں نے رب پہچانیاں ۞	دُنیا میں بدکار دکاندار، اور نکوکار گرفتارِ ادبار ہیں ۞
عورت ایمان، دولت گزران، بیٹا نشان ۞	بغیر عورت ایمان نامکمل، بغیر دولت گزران مشکل، بغیر فرزند نشان معدوم ۞
کیڑی کو کن، ہاتھی کو من پہنچتا ہے ۞	رزاق سب کو حصہ بقدرِ جثہ دیتا ہے ۞
دونوں جہاں سے گئے پانڈے، حلوا ملا نہ مانڈے ۞	دونوں طرف سے ناکامی ۞
عرضی دو حرفی بحالی یا برطرفی ۞	طویل تحریر خبطِ مطالب کا موجب ہوتی ہے ۞
میں اور میرا اپنا سبھی لوگ رونا	خودغرض کو فائدے میں کسی دوسرے کی شرکت گوارا نہیں ۞
کیا جوؤں کے پیچھے گھاگرا پھینک دیں ۞	تھوڑی سی تکلیف کی وجہ سے زیادہ فائدہ نہیں چھوڑا جا سکتا ۞
آگ جلتی ہے روٹیاں پکا کر، عورت کماتی ہے خصم کو کھا کر ۞	خاوند کی زندگی میں معمولی کام بھی نہیں کرتی۔ مرنے کے بعد چکی پیستی ہے ۞
قبر کا حال مُردے ہی کو معلوم ہے ۞	کسی کے اندرونی حالات کی کس کو خبر ہے ۞
ہگتا موتتا ماں کا، ہنستا کھیلتا باپ کا ۞	بچے کی غلاظت ماں ہی برداشت کرتی ہے ۞
عشق کے بھوت کو بھوک کا بھوت پچھاڑے ۞	شکم سیری ہی سے نفس سر اٹھاتا ہے ۞
ناکردن یک عیب و کردن صد عیب ۞	بعض وقت کا انکار بہت سی مصیبتوں سے بچاتا ہے ۞

ضرب الامثال	مفہوم
ایک بیچارہ مرے دوسرا اُس کی پیٹی ملنگے	خود غرضی کی اِنتہا
پنڈت جی میرا بھی تو دیکھنا، بیٹا ماتھا ہی دکھتا ہے	خوش بختی آثار ہی سے نظر آجاتی ہے
رانڈ کے پاؤں لاگی سہاگن، ہوجا بائی میری سی	اِنسان اپنے سے بہتر کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا
تیر بھائی بھاگ گئے کیوں ہو تانت زور والے ہے	مجبوری سب کچھ کرواتی ہے
تر ہوئی آنت بجنے لگی تانت	شکم سیر ہو تو راگ رنگ سُوجھتا ہے
من کے کھانے والے کو کن سے کیا ہو	زیادہ کی ضرورت میں تھوڑی سے کام نہیں چلتا
مُنہ لگائی ڈومنی کُنبے سمیت آئی	اوچھے کو مُنہ لگانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے
پانچ پیر ہی رہیں گے یا امام ناصر ہی رہیں گے	حکومت ایک ہی کی ہوگی ورنہ جنگ و جدل
جورو زور کی نہیں تو اور کی	عورت طاقت ہی سے قابو میں رہتی ہے
بھوک میں بھجن بھی نہ ہو	شکم سیر ہی کو سب کچھ سُوجھتا ہے۔ ع پراگندہ روزی پراگندہ دل
برس کے موئی ساسو آج کیوں آئے آنسو	گئی گزری بات کو تازہ کرنا
بھٹ، بھٹیاری، بیسوا تینوں ذات کُذات آٹے کی آدر کریں جاوت نہ پُوچھیں بات	مطلب کے آشنا ہوتے ہیں
پنچوں کا کہنا سر ماتھے پر پرنالہ یہیں رہیگا	ضدی اڑیل جو اپنی بات مسلّم رکھے
تیرے کی تیری۔ تغاری کی میری	زیادہ فائدہ اپنا تھوڑا سا غیر کا
تُمھارا مال سو ہمارا مال، ہمارا مال اہیں اہیں	یہ بنیوں کا قول ہے اپنا ہی فائدہ مناتے ہیں
دن کھویا آئے بالے، کاتنے بیٹھی دیا بالے	اچھا وقت ضائع کرکے بے وقت کام کرنا
کنواری کو ارمان بیاہی پشیمان	کنواری کو ہوس کہ عیش کریں، بیاہی کو پچھتاوا کہ بلا میں پھنسی
ایک اہاری، دُکھ نہ بیماری	کم کھانے والا تندرست رہتا ہے
گوہوں میں گوہ، جیسی یہ ویسی وُہ	سب یکساں ہیں
صبر والا سہے، بے صبر دہے	مُصیبت میں بے صبری دوسری مصیبت ہے
ایک ٹکا پلے نتھ گھڑاؤں یا پچھلے	بے سرمائگی میں بڑی آرزو رکھنا
بیاہی بیٹی پردیسن داخل	بہت کم تعلق رہ جاتا ہے
قرضخواہ کی رام رام ملک الموت کا پیغام	قرضخواہ کا سلام بھی تقاضا ہے

ضربُ الامثال	مفہُوم
پانسہ پڑے سو داؤں، راجہ کہے سو نیاؤں ÷	حاکم کے مُنہ سے جو نکلے وہی انصاف ہے ÷
لاڈلا پُوت، کٹوری میں مُوت ÷	زیادہ لاڈلی اولاد خراب کرتی ہے ÷
تُھوکوں ستو نہیں سنتے ÷	مال خرچ کرنے کی جگہ باتوں سے کام نہیں نکلتا۔
ساجھے کی ناؤ گنگا پار نہ اُترے ÷	شراکت کے کام کا انجام ناتمام رہتا ہے ÷
کرلے سو کام، بھج لے سو رام ÷	جو کچھ کرنا ہے وہ جلد کر لیجیے ÷
سُونی سار سے ہرکھنا بیل اچھا ÷	رانڈ رہنے سے بدمزاج خاوند ہی اچھا، یا بے اولاد رہنے سے نالائق لڑکا ہی اچھا ÷
کرنا جو بھرے پلا ÷	محنت ہی سے نفع ہوتا ہے ÷
سو گز وارُوں، گز بھر نہ پھاڑوں ÷	دینا لینا کچھ نہیں زبانی جمع خرچ سے ٹالنا ÷
جگن ناتھ کا بانٹا، جھگڑا نہ چھانٹا ÷	مقسُوم پر شاکر و قانع رہنا چاہیے ÷
نند کا نندوئی گلے لگ لگ روئی ÷	بہت دُور کے رشتہ دار سے اظہارِ محبت کرنا ÷ (دُوریِ رشتہ غور طلب ہے) ÷
آٹھ ہاتھ ہاتھی سے، سات ہاتھ سینگ والے سے بیس ہاتھ ناری سے، تیس ہاتھ متوالے سے ÷	اِن سے دُور رہنا ہی بہتر ہے۔ نزدیکی میں خطرہ ہے ÷
بوڑھی بھیڑ بھیڑیے سے ٹھٹھا ÷	کمزور کا زور آور سے چھیڑ چھاڑ کرنا اچھا نہیں ہوتا ÷
قبلہ اُدھر قطب اِدھر، میاں مسیتا موتے کِدھر ÷	یعنی یہیں دونوں کا لحاظ و ادب ہے ÷
آٹے کا چراغ، اندر چُوہے باہر کاغ (کوے) ÷	کسی طور قیام نہیں، ہر طرح نقصان کا احتمال ہے ÷
گھر دُور، گٹھڑی بھاری ÷	سخت مصیبت ہے ÷
وُہی چکّی کا ہتھا اور رنڈی کا متھا ÷	مصیبت بدستور قائم ہے ÷
گھر کی جلی بَن میں گئی بن میں لاگی آگ ÷	کہیں جائے پناہ نہیں سخت بد قسمتی ہے ÷
جلتی جھونپڑی میں سے نکلے سو لابھ ÷	زیادہ نقصان کے موقع پر جو کچھ بھی بچ جائے وہ غنیمت جانئے ÷
گور بر گور نہیں ہوتی ÷	ایک کے قابض ہوتے ہُوئے دُوسرا دخیل نہیں ہو سکتا ÷
کچھ گیہوں رسیلے، کچھ چندر ڈھیلے ÷	تمام اسبابِ کار برآری خراب و ناقص ہیں ÷
آس پاس برسے دِلی پڑی ترسے	غیروں کو فائدہ پہنچائے اپنے محروم رہیں ÷
کانا مجھے بھائے نہیں، کانے بن سہائے نہیں ÷	ایک شے سے نفرت کرنا پھر اُسکے بغیر گزارہ بھی نہ ہو
میرے لالہ کی الٹی ریت، ساون ماس، اٹھا دیں بھیت ÷	بے وقت کام کرنا (بھیت یعنی دیوار) ÷

ضربُ الامثال	مفہوم
ہوت کی جوت ہے، انہوت پڑا روت ہے ٭	ساری رونق روشنی روپے سے ہے ٭
ہنستے ہٹا کر کھانستے چور ۔ اِن دونوں کا آیا اور (خاتمہ) ٭	حاکم کا مسخرے سے رُعب جاتا رہتا ہے۔ چور کی کھانسی اُس کی آفت ہے ٭
نام کیا تمہارا پیارا، روٹی کھائی دس بارہ، پانی پیا مٹکا سارا، کام کرنے کو ننھا بیچارہ ٭	حرام خور کام چور کی نسبت بولتے ہیں ٭
گود کا چھوڑ کر پیٹ کی آس ٭	موجودہ کو چھوڑ کر موہوم کی آس یا اُدھار کے بھروسے نقد کو کھونا ٭
ہمرے ہی کی بھیڑ کانی ٭	شروع ہی سے بگاڑ ٭
رام چھوڑی اجودھیا مَن بھاوے سو لے ٭	قطع تعلق کے بعد جس کا جی چاہے لے ٭
مَن بھائی تو کھائی نہیں تو پھینکے دھر اُٹھائی ٭	جو معاملہ حسب دلخواہ نہ دیکھا اُس کو ترک کیا ٭
ڈوبتا بھانڈ چلائے، لوگ سمجھیں گاتے ٭	بُرے پیشے والا مستحق امداد بھی محروم رہتا ہے ٭
جائے نیپال، ساتھ جائے کپال ٭	بدقسمتی ہر جگہ ساتھ ہے ٭
کلہ چلے، سو بلا ٹلے ٭	کھانے ہی سے صحت برقرار رہتی ہے۔ یہ چھٹا تو بیمار ہے ٭
حلال میں حرکت، حرام میں برکت ٭	زمانے کی نیرنگی یا ناروا نفع کے وقت کہتے ہیں ٭
کانی کے بیاہ کو سو سو جوکھوں ٭	عیب دار کو ہر جگہ مشکل پیش آتی ہے ٭
گٹھڑی حلال بقچہ حرام ٭	تھوڑے میں راستبازی زیادہ ملے تو بے ایمانی ٭
سستی بھیڑ کی دُم اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے ہیں ٭	سستی چیز کی بیقدری یا غریب کا کوئی اعتبار نہیں کرتا ٭
مُجرا بھی اور مُجرا بھی ٭	تمتعی بن کر عیش اڑانا ٭
پیٹ میں پڑی بوند، نام رکھا محمود ٭	دُور کی اُمید پر خوش ہونا یا موہوم کی تعریف ٭
بنیا مارے جان پہچان کو ٹھگ مارے انجان کو ٭	یعنی بنیا ٹھگ سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے ٭
کایا بڑی کر مایا ٭	صحت دولت سے بڑھ کر ہے یا دولت کے آگے طاقت بیکار ہے ٭
مُلا کی داڑھی تبرک میں گئی ٭	ظاہر میں عزت افزائی درحقیقت تکلیف اور ذلت ٭
لاگ گئی تب لاج کہاں ٭	جب کمینی دل لگ جاتا ہے تو شرم کا پاس نہیں رہتا
بن بھلائے پیت نہیں، بن پرچے پرتیت نہیں ٭	موافقت نہ ہو تو محبت نہیں اور بغیر آزمائش اعتبار نہیں

ضرب الامثال	مفہوم
گھوڑا بلائے تو کوڑا بھی مل جائے گا ÷	بڑا کام ہو گیا تو چھوٹے کی کیا فکر ہے ÷
گھر آیا ناگ نہ پوجئے، بانبی پوجن جائیں ÷	بیہودہ یا بے عقل کو فوقت دے کے پھر اسی کی تلاش ہے
نہ دیکھی پرائی چپڑی نہ للچائے جی نہ کبھی سوکھی کھائیکے ٹھنڈا پانی پی ÷	اپنے حال پر قناعت کرنا بہتر ہے ÷
آپ ہارے بہو کو مارے ÷	اپنی خفت دوسرے پر اتارے ÷
خلق کا حلق کس نے پکڑا ÷	زبانِ خلق سے کوئی محفوظ نہیں ÷
گھی گرا تھالی، نہ غصہ نہ گالی ÷	درحقیقت کچھ نقصان نہیں ہوا ÷
دو چھپے کو لا تیتر باہر باندھوں یا بھیتر ÷	کمینے ایسی ہی شیخیاں مارتے ہیں ÷
سانپ لمبا گوہ چوڑی ÷	حساب برابر ہو جاتا ہے ÷
کوٹھی والا روئے چھپر والا سوئے ÷	بڑوں کو بڑی مصیبت ÷
تولہ بھر کی روئی کیا پتلی کیا موٹی ÷	تھوڑی چیز نہ ہونے کے برابر ہے ÷
دنیا کا کام کس نے کیا تمام ÷	کبھی ختم نہیں ہوتا سلسلہ شروع رہتا ہے ÷
آئی صورت سے راضی رہ منہ سے اللہ کہ نہ کہ ÷	خوش اخلاقی بہترین عبادات سے ہے ÷
کان میں انگلی ناک میں انگلی مت کر	برا معلوم ہوتا ہے، خاص کر مجلس میں-
آنکھ میں انجن دانت میں منجن نت کر نت کر	حفظِ صحت کی تدبیر ہے ÷
نائی دائی بید قصائی، ان کی سوتک کبھی جائی ÷	ہمیشہ غلاظت سے کام پڑتا ہے ÷
ٹھوس اور کھوکھلا پاس نظر آجاتا ہے ÷	خواہ کوئی لباس پہن لو امیری اور غریبی نہیں چھپتی ÷
گھر والے کا ایک گھر، نگھرے کے سو گھر ÷	بدمعاشوں کا ہر جگہ ٹھکانا ہو جاتا ہے ÷
ایک اور ایک دو نہیں گیارہ ہو جاتے ہیں ÷	اتفاق میں بڑی برکت ہے ÷
سر سے اترے بال، چاہے کھائی میں ڈال ÷	جب تعلق نہ رہا خواہ کچھ ہوتا رہے ÷
سیاہ رنگ پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا ÷	دل سیاہ پر کوئی نصیحت موثر نہیں ہوتی ÷
پہلے شاستر پھر شستر (ہتھیار)	پہلے علم و حلم سے سمجھاؤ نہ سمجھے تو ہتھیار سے کام لو ÷
جورو ٹٹولے پھینٹ، ماں ٹٹولے پیٹ ÷	عورت کو زر کا لالچ، ماں کو بچی محبت ÷
ٹیکے والا بنیا، مالا والا جٹ گنڈے والا برہمن تینوں چوپٹ ÷	تینوں نرالک ہوتے ہیں ÷
جٹ عقل، برہمن فنا، بنیا حاکم قہر خدا ÷	ان موقعوں سے مناسبت نہیں رکھتے ظلم کرتے ہیں ÷

ضرب الامثال	مفہوم
پھٹا دودھ نہیں جم سکتا ÷	دلی کدورت دور نہیں ہو سکتی ÷
ایڑیاں اٹھا کر پھانسی چڑھنا ÷	خواہ مخواہ بد اعلتی کر کے مبتلائے مصیبت ہونا ÷
خون پانی سے زیادہ گاڑھا ہوتا ہے ÷	غیر اتنی ہمدردی نہیں کر سکتے ÷
قرضِ حسنہ، جب مانگو تو ہنسنا ÷	مطلب نکال کر مقروض ہنس کر ٹال دیتا ہے ÷
پڑوسی نزدیک، بھائی دور، ہمسایہ ماں جایا ÷	ہر وقت تعلق رہتا ہے ÷
مچھر، مکھی، کھٹمل، جوں، اِن کو مار کر گڑیا کھیل ÷	اِن کی ایذا رسانی سے کوئی محفوظ نہیں ÷
سچی کی ہی بانہہ سوکھتی ہے ÷	نیکوکار عموماً مبتلائے مصیبت رہتے ہیں ÷
ناک سے نکال کر منہ پر لگانا ÷	چھوٹا عیب دفع کر کے بڑا عیب پیدا کر لینا ÷
یار آئیں تو جھجھرے بکائیں ÷	نوالے کے مارے اعتراض نہیں کر سکتے ÷
جس کا پاپ اسی کا باپ ÷	ظلم ضرور ظالم کے آگے آتا ہے ÷
عقل بخود بہ کمال، فرزند خود بہ جمال ÷	ہر ایک بہتر خیال کرتا ہے ÷
نائی، کتا اور باج، بھرے پیٹ نہ کرتے کاج ÷	کام نہیں دیتے ÷
سرہانے سوؤ یا پائنتی کمر تو درمیان ہی رہیگی ÷	کوئی صورت اختیار کرو انجام ایک ہے ÷
فریادِ شغال، وبالِ شغال ÷	بعض وقت کی گفتگو باعث مصیبت بن جاتی ہے ÷
زندگی سے دور، موت سے نزدیک ÷	بڑی عمر والے کو کہا جاتا ہے ÷
تو کو نہ مو کو، چولھے میں جھونکو ÷	متنازعہ چیز رائیگاں جاتی ہے ÷
نہ شیرِ شتر، نہ دیدارِ عرب ÷	مطلب پرستوں کی نسبت کہا جاتا ہے ÷
یک مویز، چہل قلندر ÷	ایک انار سو بیمار، تھوڑی چیز زیادہ خواستگار ÷
حرام کھانا اور شلغم ÷	تھوڑی چیز پر ایمان کھو دینا ÷
بلاؤ گے تو کیا کھلاؤ گے، آؤ گے تو کیا لاؤ گے ÷	ہر حالت میں اپنا ہی مطلب مدِ نظر رکھنا ÷
جو چوری کرتا ہے وہ موری بھی رکھتا ہے ÷	ہر شخص انجام کا فکر پہلے کر لیتا ہے ÷
جہاں کانسہ وہاں بجلی کا سانسہ ÷	جہاں مال وہاں چوروں کا کھٹکا ÷
پورب ہو یا پچھم اپنا گھر سب سے اُتم ÷	مطلب ظاہر ہے ÷
نام بلند بہ از بام بلند ÷	نیک نامی بلند بامی سے بہتر ہے ÷
جہاں میری بھاگو جائے بھاگ وہاں سے بھاگا جائے ÷	بد بخت کو ہر کام میں ناکامی ہوتی ہے ÷
کم بختی جو آئے اونٹ چڑھے کتا کاٹ کھائے ÷	بد قسمتی میں ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے ÷

ضرب الامثال	مفہوم
جٹ بدیا اور نٹ بازیا مشکل سے آتی ہے ÷	کھیتی اور بازیگری ہر کوئی نہیں کر سکتا ÷
گہرے گھاؤ کا گہرا علاج ÷	بڑی مصیبت زیادہ کوشش ہی سے رفع ہوتی ہے ÷
پیس موئی پکا موئی۔ آپ رہی بھوکی کھا گیا کوئی ÷	کسی کی محنت سے کوئی فائدہ اٹھائے ÷
ماں نے جنے سات پوت، کرموں دیے بانٹ، ایک کریں بادشاہی ایک کھائیں ٹکڑا مانگ	اپنے اپنے نصیب جدا جدا ہیں۔ ماں نے جنم دیا ہے کرم نہیں دیا ÷
گھر کی کھانڈ کرکری چوری کا گڑ میٹھا ÷	بیگانہ مفت کا مال بہت پسند ہوتا ہے ÷
مالِ عرب پیشِ عرب ÷	اپنی چیز اپنے پاس ہی محفوظ رہتی ہے ÷
مرغی از سبب چہ کند غریب ÷	تقدیر سے چارہ نہیں ÷
ہاتھ میں لانا پات میں کھانا ÷	غریبانہ مختصر روزی پر قناعت ÷
گیدڑ گرا گڑھے میں آج یہیں رہیں گے ÷	قابو نہ چلا، ناچار رہنا ہی پڑا ÷
نیا سپاہی ہرن کے سینگ اکھاڑے ÷	بہت کارگزاری ظاہر کرتا ہے ÷
ماں اچھی پسنہاری باپ نہ اچھا ہفت ہزاری ÷	ماں غریب بھی اولاد کی پرورش کر لیتی ہے، باپ امیر ہو کر بھی خبر نہیں لیتا ÷
طیش میں عیش کہاں ÷	غصہ ور ہمیشہ مبتلائے رنج رہتا ہے ÷
ٹونگ ٹونگ میں چھوٹا بڑا کون ÷	برادری میں سب یکساں ہیں ÷
نیا حکیم دے افیم ÷	ناتجربہ کار کا یہی حال ہوتا ہے ÷
بھوکا سو روکھا	تنگ حالی میں خوش اخلاقی مشکل ہے ÷
واہ میاں کالے، خوب رنگ نکالے ÷	ایسی امید نہ تھی ÷
ڈھک تلے کی پھوہڑ آم تلے کی چتر ÷	خوش نصیب بیوقوف بھی عقلمند شمار ہوتا ہے ÷
بابا تیرے تین نام دولو، دولا، دولت رام ÷	دولت سے خواہ مخواہ مرتبہ بڑھتا ہے ÷
نردھن تیرے تین نام لچا، اکھڑا، بے ایمان ÷	مفلسی بے عیب کو عیب دار بناتی ہے ÷
گیدڑ کو کیا تیرا کوہ چاہیے وہ پہاڑ پر ہگنے لگا ÷	جس سے کام پڑ جائے وہ ایسے ہی قدر کرواتا ہے ÷
آگ لگی پر مینہ برسا ÷	عین بوقت ضرورت پوری ہوئی ÷
ساجھا جورو خصم کا ہی بھلا ÷	دوسرے کے ساتھ شرکت نہیں نبھتی ÷
بھتیجا پتیجا (تیسرا) ÷	غیروں کے برابر بلکہ بعض اوقات دشمن ہوتا ہے ÷

ضرب الامثال	مفہوم
جس جگہ جاؤ گے اپنا پیسا کھاؤ گے ۔	بغیر محنت کہیں گزارہ نہیں ۔
مینہ آئے بھاگ جائے آندھی آئے بیٹھ جائے ۔	چھوٹی مصیبت جھیل جائے بڑی ہو تو چھپت ہو جائے ۔
گھڑے کی مچھلی ہے ۔	ہر وقت قابو میں ہے ۔
بھیڑ کی لات ٹخنوں تک ۔	کمزور کا غصہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔
اوجھ بڑھے نہ روگ بڑھے ۔	کم کھانے سے بیماری کم ہوتی ہے ۔
ایک آوے کے برتن ہیں ۔	سب کے اطوار و اخلاق یکساں ہیں ۔
باپ بھکاری پوت بھنڈاری ۔	مفلس کی اولاد تونگر بھی ہو جاتی ہے ۔
اونٹ مکے ہی طرف بھاگتا ہے ۔	ہر شے اپنے اصل کی طرف ہی رجوع کرتی ہے ۔
اونٹ کا ٹھکانا دلی ۔	جہاں کچھ ملے وہیں تعلق ہوتا ہے ۔
بندھی مٹھی لاکھ برابر ۔	رازداری سے اعتبار بنا رہتا ہے اتفاق اچھا ہے ۔
مینہ برستے میں آگ لگی ۔	بدنصیبی کی انتہا ۔
ساس گئی گاؤں بہو کہے میں کیا کیا کھاؤں ۔	کوئی سر پر نہ ہو تو ہاتھ مارنے کا خوب موقع مل جاتا ہے ۔
پانی کا ہگا ہوا اوپر ضرور آئے گا ۔	برائی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی ۔
چندن کی چٹکی بھلی گاڑی بھرا نہ کاٹھ ۔	تھوڑی اچھی چیز زیادہ خراب سے بہتر ہے ۔
کیمیا کا عمل سکھا دوں گا لیکن بندر کا خیال دل میں نہ لانا ۔	حصول مقصد کے لیئے ناممکن العمل شرائط پیش کرنا ۔
تولہ بھر کی آرسی نانی بولے فارسی ۔	تھوڑے سلوک پر بہت احسان جتانا ۔
تین ٹانگ کی گدھی نو من کی لادی ۔	بساط سے زیادہ بکھیڑا کرنا ۔
حلق سے نکلی خلق میں پڑی ۔	منہ سے نکلی اور عوام میں مشہور ہوئی ۔
دبی بلی چوہوں سے کان کٹائے ۔	دباؤ کی جگہ زبردست بھی زیردست ہو جاتا ہے ۔
شرم کی بہو نت بھوکی مرے ۔	حد سے زیادہ شرم بھی نقصان کا باعث ہے ۔
سانچی بات سعداللہ کہے سب کے من سے اترا رہے ۔	سچی بات سب کو بری معلوم ہوتی ہے ۔
منسا رام بھانجا ، من ہی میں جان جا ۔	دل ہی میں سمجھ جاؤ بیان کی ضرورت نہیں ۔
بھائی بھاڑ کا ، ورنہ اپنے داؤ کا ۔	مطلب ہو تو رشتہ دار ورنہ مردار و خوار ۔
حلوے میں ہڈی آ گئی ۔	کسی غیر کا مخل صحبت ہونا ۔
دل کی میل پیشانی پر آئے بغیر نہیں رہتی ۔	تیوروں سے دل کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے ۔

حقیقتِ دُنیا

؎ چہ می پُرسی عزیز من حقیقت حالِ دُنیا را "کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را"

دُنیا ایک طُور ہے جو ہزاروں مُوسیٰؑ دیکھ چکا ہے، یہ ایک دیر ہے جو ہزاروں عیسیٰؑ دیکھ چکا ہے
یہ ایک قصر ہے جس میں ہزاروں قیصرہ چُھپے ہیں، یہ ایک طاق ہے جو ہزاروں کسریٰ دیکھ چکا ہے۔

؎ آنچہ دیدی برقرار خود نماند آنچہ بینی ہم نماند برقرار

دُنیا ایک خواب ہے اور عدم اس کی تعبیر ہے۔ صیدِ اجل خواہ جوان ہے یا پیر ہے، روئے زمین اور زیرِ زمین انسانوں سے پُر ہے۔ گویا یہ صفحۂ خاک دو رویہ تصویر ہے +

دُنیا کی ماتم سرائے میں کسی دل کا خوش ہونا ایسا ہی عجیب ہے جیسا کہ شور زمین سے زعفران پیدا ہو۔

؎ یہ دُنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے خُدا ہی خُوب واقف ہے کہ کس پر کیا گزرتی ہے

دُنیا کو اعتبارِ ظاہری سے دیکھنا دلالت کرتا ہے کہ تیرے چہرے پر آنکھیں نہیں بلکہ آئینہ بر دیوار ہے +

دُنیا اپنے پرستاروں کے ساتھ کچھ رحم و رعایت نہیں کرتی۔ آگ آتش پرست کو بھی جلائے بغیر نہیں چھوڑتی +

دُنیائے فانی میں ہر شخص کی حیرت بقدر اُس کی بینائی کے ہے جو کہ یہاں بینا تر ہے وہ حیران تر ہے ؎

رازِ ہستی کو کوئی آج تک پا نہ سکا پا گیا کچھ تو کسی غیر کو سمجھا نہ سکا

؎ اسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من ایں حرفِ معمّہ را نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پسِ پردہ گفتگوئے من و تو چُوں پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

دُنیا کا کرۂ گل ایک مقبرے کی مثال ہے۔ گردوں لوحِ مقبرہ اور گیتی اُس کی لحد ہے۔ ہم سب اس میں مُردہ اور خورشید چراغِ مقبرہ ہے +

دُنیا میں محشر بپا ہے۔ اے خدا صُورِ اسرافیل اور طوقِ ادب بہر عزازیل بھیج۔ خرابیٔ بیت اللہ کے قصد سے فیل تو نمودار ہو گئے اب ابابیل بھیج +

دُنیا کا غم اور خوفِ عُقبیٰ ہر وقت باعثِ پریشانی ہیں۔ سب لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں۔ مگر میں زندگی سے ڈرتا ہوں + ؎

اُسُودگی اگر نشد ہستی ندیدہ ایم جاں دادہ ایم و کُنجِ مزارے خریدہ ایم
؎ سراسر بحر و بر و ماہ گردیدیم دُنیا را ندارد منزلِ آسودگی دیدیم دُنیا را

دُنیا ایک صیدگاہ ہے انسان و حیوان اور ہر ایک ذی جان خواہ پیر ہو یا جوان اس میں بمنزلہ

صیدِ ناتوان ہیں۔ گوناگوں حوادثِ ناگہانی، امراضِ جسمانی اور صدہا قسم کے نقصان و زیاں اس میں مانند صیادِ بیدرد ہیں جو اِس صیدگاہ میں ہر چہار طرف اِن شکارانِ ناتواں کو بھگاتے پھرتے ہیں۔ میر شکار ملک الموت اِس میں تیر و کمان لیے بیٹھا ہے۔ ناگاہ اُس کی زد میں آکر سب کے سب ایک ایک کرکے ہلاک ہو جاتے ہیں ؎

بحرِ ہستی بجز سراب نہیں چشمۂ زندگی میں آب نہیں

ؔ دیکھ مرگ کو محبوب تامّل نہیں اچھا اِس ہستیِ ناقص کا تسلسل نہیں اچھا ؎

دُنیا ایک پُل ہے راہگزرِ دارِ عاقبت کا۔ صاحبِ تمیز پُل پر خانہ تعمیر نہیں کرتے ۔

دُنیا کو عشرت کدہ قرار دینے والو! اِس ماتم کدے کی حقیقت کو تم از خود تسلیم کرو گے ۔

دُنیا میں شعر ایک نوحۂ ماتم، موسیقی ایک فغانِ یاس، پھول ایک منجمد قطرۂ گریاں، روشنی ایک تمثیلِ گریہ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ۔ ؎

با سکندر خضر در ظلمات گفت مرگ مشکل زندگی مشکل تر است

دُنیا کی حلاوتیں جاہلوں کے لیے اور تلخیاں عاقلوں کے لیے ہیں ۔ ع

آنرا کہ عقل بیش غمِ روزگار بیش

دُنیا کی ایک ایک ساعت عاقبت کے ہزارہا سال کے برابر بلکہ بہتر ہے۔ کیونکہ دُنیا سرائے خدمت ہے اور عاقبت سرائے قربت۔ اور قربت جبھی میسّر ہو سکتی ہے جب کہ خدمت کی جائے ۔

دُنیا ایک گلزار ہے، جس کا ہر ایک گل پُرخار ہے۔ طرفہ یہ کہ اِس گُل کو بھی نہ ثبات ہے نہ قرار ہے ۔

دُنیا ایک مسافر خانہ ہے لیکن بدبختوں نے اِسے اپنا وطن بنا رکھا ہے ۔ ؎

دُنیا ہے ایک میکدہ بے خودی اثر سب مست ہیں کسی کی کسی کو خبر نہیں

دُنیا کا لفظ دنایت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ذلت و کمینگی۔ بس نام ہی سے اندازہ لگا لو کہ یہ کیا چیز ہے ؎ علم ابتدا کا ہے نہ خبر انتہا کی ہے دورِ انقلاب کا ہے حکومت فنا کی ہے

دُنیا میں اگر کوئی محنت کا قدردان ہوتا تو گدھا سب سے زیادہ قابلِ قدر تھا ۔

دُنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی کی سی ہے کہ جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے جس عضو کو لگ گیا، اس کے خیال میں ہاتھی ویسا ہی ہے ؎

جیسی حالت پیش آتی ہے زمانے میں جسے ذہنِ انسانی میں ویسا ہی اُتر آتا ہے عکس

یہ تو تم کا کارخانہ ہے یاں وہی ہے جو اعتبار کیا ؎

دُنیا ایک عورت ہے عشوہ گر و دل ستان لیکن یہ کسی کے ساتھ تعلق ٹھہری نہیں اور لگتی ہے ایک زنِ حاملہ ہے جو ہزاروں فرزند جنتی ہے اور مار ڈالتی ہے۔ پھر اس سے بہادری کی توقع کون رکھ سکتا ہے ؎

نہیں جیفۂ دُنیا بریک قرار کہ کتا تک کی کُتیا کا کیا اعتبار

دُنیا پرست شاعر کا قول ہے ؎

دُنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

لیکن حقیقتِ حال یہ ہے ؎

دُنیا کے جو الم ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے صدمے یہی رہیں گے شُکر کہ ہم نہ ہوں گے

دُنیا میں اگر تیرا کوئی بھی گُناہ نہ ہو تو اس کی محبت ہی ہزاروں گُناہ کا ایک گُناہ ہے +

دُنیا ایک خس پوش کُنواں ہے۔ عقلمندوں کو احتیاط سے قدم رکھنا چاہیے +

دُنیا تیرے اجزائے جسمانی کو منتشر کرنے کی فکر میں ہے اور تو دُنیا کو جمع کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے ؎

قبر پر کر اک تعمق کی نظر بحرِ ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے

دُنیا دی دولت کا ہونا یا نہ ہونا ہر دو وبالِ جان ہیں۔ اگر ہو تو اس کی محبت کے پابند اور اگر نہ ہو تو گزارہ مشکل ؎

غریبوں سے لپٹ جاتی ہے دُنیا فکرِ ناں ہو کر امیروں کے مقابل ہوتی ہے حُسنِ بتاں ہو کر

دُنیا اور خوشی دو متضاد الفاظ ہیں جن کے اجتماع کے لیے دلِ ناداں کے سوا کوئی جگہ نہیں +

دُنیا کے مال اور اپنے جمال پر غرور مت کر کیونکہ یہ ہر دو ایک شب تب میں لیے جا سکتے ہیں +

دُنیا ایک خواب ہے جس میں زندگانی خواب میں خواب دیکھنے کی مانند ہے +

دُنیا میں ہر شخص کا یہی خیال ہے: خداوندا! ہم تیرے مرنے کو دور بہتیرے +

دُنیا کی خوشیاں آگ میں کانٹوں کا چٹخنا ہے +

دُنیا کو جو ذلیل سمجھتا ہے، وہ دُنیا کا مالک ہے ؎

دُنیا میں ہوں دُنیا کا طلبگار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دُنیا کے عیبوں میں تیرے لیے یہی کافی ہے کہ تو باقی نہیں رہے گا +

دُنیا میں مرض تکلیف دہ ہے لیکن قرض جاں ستاں +

دُنیا میں جھکنے کے سوائے کھڑا ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہے +

یہ **دُنیا** رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے۔ خدا ہی خوب واقف ہے کسی پر کیا گزرتی ہے +

دُنیا کی گاڑی کے تقدیر و تدبیر دو پہیے ہیں۔ دونوں کی موجودگی ہی گاڑی کو چلا سکتی ہے +

دُنیا میں رنج و الم کو لازمی اور خوشی کو اتفاقیہ و عارضی خیال کرو +

دُنیا انسان کے لیے ہے اور انسان دُنیا کے لیے۔ مگر ہم ایسے انسان ہیں جو سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ہمارے لیے ہے اور ہم کسی کے لیے نہیں +

دُنیا ایک بحرِ عمیق و پُرنہنگ ہے۔ جس میں آسودہ وہی رہ سکتے ہیں جو کنارے پر رہیں +

دُنیا کی مصیبتوں کو وُہی شخص بآسانی برداشت کرسکتا ہے جس کو خدا پر اعتقاد اور موت ہر وقت یاد ہو ؎

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا — خدا خالق خدا مالک خدا کا حکم، تو کیسا

دُنیا فی الاصل اُن کی ہے جو ہمارے بعد پیدا ہوں گے ۔

دُنیا میں دل نعرہ زنان ملکِ جہاں اور وجودِ فانی زندگی جاوداں طلب کرتا ہے۔ بیچاروں کو کیا خبر کہ صیادِ اجل بھی جان طلب کرتا ہے ۔ ؎

صیادِ اجل در طلب بردن جانت — تو در طلب خواجگیٔ ملکِ سمرقند

دریں باغِ دُنیا درختے نرُست — کہ ماند از جفائے تبر زن دُرست ؎

دُنیا میں مانا کہ تُو سو سال شادکام و باآرام زندگی بسر کرے بلکہ یہ بھی مانا کہ سو سال ایسے تجھے اور بھی مل جائیں لیکن اے عزیز آخر کیا ہے؟ فنا۔ لہٰذا فانی چیز کی قلت و کثرت یکساں ہے ؎

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ — ہم اِس جہاں میں آئے تھے کیا آئے کیا چلے

رفتیم و صد ہزار تمنا گذاشتیم — دُنیا برائے مردمِ دُنیا گذاشتیم

دُنیا میں انسانوں کے ہاتھ سے تجھے بہت کچھ ذلّت و خستگی برداشت کرنی پڑے گی۔ اگر تو آدمی ہے تو اِنہی آدمیوں سے موافقت پیدا کر۔ ورنہ اگر فرشتہ ہے تو آسمان پر جا ؎

باہمیں مردمان بباید ساخت — چہ کنیم کہ مردمان ایں اند

ز صحبتِ نااہل دلم گرچہ نفور است — اما چہ تواں کرد کہ ایں جائے ضرور است

(ترجمہ) نااہل کی صحبت سے اگرچہ میرا دل نفرت کرتا ہے لیکن کیا کرسکتے ہیں کہ یہ بھی جائے ضرور یعنی حاجت کی جگہ ہے ۔

دُنیا میں ابھی تجھے بہت کچھ خونِ جگر پینا ہے کیونکہ تیرے چند نفس باقی ہیں۔ دمِ ہستی آفت بنیاد کی کش مکش سے نجات معلوم کہ جب کہ مرنا ابھی باقی ہے ۔

مطلبے گر بود از ہستی ہمیں آزار بود — ورنہ در کنجِ عدم آسودگی بسیار بود

دُنیا میں جس کسی کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہوں گویا ایک خوابیدہ دشمن ہے جسے بیدار کرتا ہوں ۔

دُنیا تو درکنار چشمۂ حیوان میں بھی اگر تیری اجل آجائے تو اتنی مہلت نہ دے گی کہ پانی کوزہ میں ڈال سکے ۔

دُنیا میں فارغ البال وُہی ہے جو دُنیا سے بے خبر ہے۔ پرندہ انڈے میں فریاد نہیں کرتا ہر چند انڈا قفس سے تنگ تر ہے ؎

دُنیا کی بے وفائی سے اکثر ملول ہے — لیکن زیادہ اس کا تصور فضول ہے

دُنیا میں مرگ کا خوف اور رزق کا غم نہ کر، کیونکہ ہر دو ناچار اپنے وقت پر ضرور پہنچیں گے ۔

دُنیا کے وہ قصر جس میں بہرام مے نوشی و عیش پرستی کرتا تھا وہ اب خرگوشوں کی آرام گاہ ہے۔ وہ بہرام جو ہمیشہ گورخر کا شکار کرتا تھا، وہ اب خود شکارِ گور ہے ۔ ؎

کجا رفت بہرام و گورش کجاست　　بہ صحرا نظر کن کہ گورش کجاست

دُنیا میں مصائب کے آنے کو غنیمت شمار کر کہ تیری کل کی منزل کے لیے بادبرداری ثابت ہوں گے۔

دُنیا دراصل خود غرضی کا نام ہے، جو اس میں خود غرض تر ہے وہ کامیاب تر ہے۔

دُنیا میں خدا کے سوا سب خود غرض ہیں ؎

آدمی بھی ہے فرشتہ بے گماں　　گر نہ ہووے اس کا مطلب درمیاں

دُنیا میں بحالت نامرادی و بے اختیاری تیرے مظالم کا یہ عالم ہے، بامراد اور صاحب اختیار ہو کر خدا جانے کیا ستم ڈھائے ؎

اس جبر پہ تو ذوقِ بشر کا یہ حال ہے　　کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

دُنیا میں مردانِ مصاف سب جگہ پلٹے گئے لیکن مردِ تحمل کسی میدان میں نہ دیکھا گیا۔

دُنیا کی زینتِ ظاہری دلِ افسردہ کے کس کام آسکتی ہے؟ دیوارِ زنداں پر نقش و نگار کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے ؎

روزِ محشر کو لیے پھرتا ہے شیخ　　داخلِ دُنیا ہیں محشر سینکڑوں

دُنیا میں بیکاری و توکل مروت سے نہایت بعید ہے۔ زنہار دوشِ خلق پر اپنا بوجھ نہ ڈال۔

دُنیا میں گزرنے والی عمر کے ساتھ دلبستگی خلق ہیچ ہے۔ آبِ رواں میں عکس کبھی قرار نہیں پاتا۔

دُنیا میں بے دردوں سے علاجِ درد طلب کرنا نیشِ عقرب سے خار پا نکالنے کے برابر ہے۔

دُنیا کے لوگوں کو آفاتِ دولت معلوم نہیں۔ لقمہ چونکہ موٹا ہے استخواں محسوس نہیں ہوتی۔

دُنیا میں مُنہ کھولنا (یعنی بولنا) دامِ گرفتاری ہے۔ ماہیِ لب بستہ کانٹے کی گرفت میں نہیں آسکتی۔

دُنیا میں ناتوانوں کے ساتھ دستگیری سرمایۂ روشن دلی ہے۔ موم دھاگے کے ساتھ مل کر شمع بن جاتی ہے۔

دُنیا کے گلزار میں دل نہ لگا کیونکہ اس نونہال کو کسی دوسری زمین کے لیے سرسبز کیا گیا ہے۔

دُنیا میں بارانِ بے محل زراعت کے لیے مفید نہیں عمرِ عزیز ضائع کر کے اشکِ ندامت بہانا بے سود ہے۔

دُنیا میں ہر ایک انسان قدرتاً ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے۔ جو شخص قدرت کے اس اہم اصول کی پروا نہیں کرتا، وہ خدا کی نافرمانی کا مجرم ہے اور دُنیا کا نمک حرام۔ کیونکہ جس اصول پر اس نے دُنیا میں پرورش پائی ہے اُسی کا منکر و منحرف ہے۔

دُنیا میں ہر ایک شخص اُمیدِ فردا کے دل خوش کن تصورات میں مگن رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کل کا دن بہت جلد آئے تاکہ اس کے حق میں کوئی زیادہ بہتری کی صورت ظہور پذیر ہو۔ وقت گزرنے اور عمر کم ہونے کا اسے مطلق خیال نہیں ؎

اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل میں اسپِ عُمر　　مہمیز کس کو کہتے ہیں اور تازیانہ کیا

دُنیا میں میں اس کا ممنون ہوں جو میری طرف نظرِ کج سے دیکھے جیسا کہ تیرِ کج نشانہ کے لیے نشانِ رحمت ہے

دُنیا کے باغ میں ایک پتا بلکہ کانٹا بھی بیکار نہیں ہے۔ بُرے سے بُرا آدمی بھی کسی نہ کسی غرض کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ راز تمھاری سمجھ میں نہ آئے +

دُنیا میں یادِ حق سے غافل دِل فرماں پذیرِ تن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا سوارِ خوابِ آلودہ کو گھوڑا جہاں چاہے لیجاتا ہے +

دُنیا میں چھوٹے گُناہ کو بھی بہت بڑا گناہ خیال کر۔ گندم کے ایک دانے نے آدم کو فردوس سے باہر نکال دیا +

دُنیا کی شاہراہ میں صراطِ مستقیمِ شرع سے پاؤں باہر نہ رکھ کہ سوزنِ بے رشتہ کے جلد گم ہونے کا احتمال ہے ؎ مثلِ بد کا دیم یکپا در شریعت مستقیم | پائے دیگر سیر ہفتاد و دو ملت میکنند

دُنیا میں کوچۂ حیات سے درِ مرگ تک چند نفس کی مسافت ہے لیکن طرفہ یہ کہ اِس مختصر مسافت میں کوئی قدم ایسا نہیں جس میں ہزاروں آفات نہ ہوں ؎

اے مادرِ شفیق قضا کا جو لگے تیر | مت مرگِ نوجوان سے تو دِل فگار ہو
اِس صیدگاہ میں ہے یہی نوکِ نکلا صاف | جو صید سب سے پہلے اجل کا شکار ہو

دُنیا میں انسان ہی اپنی کُفرانِ نعمت کے باعث شکرِ مُنعم سے غافل ہے۔ ورنہ ہر مُرغ ایک ایک دانہ کے لیے زمین پر سر جھکاتا ہے ؎

از کفر ہیچ چیز بتر نیست در جہاں | کُفرانِ نعمت است کہ بدتر ز کافری ست

؎ عجب محفل ہے یہ دُنیا جہاں ہر ایک بیدل ہے | مگر طرفہ یہ ہے پھر دیکھیے ہر ایک مائل ہے
عجب عالم ہے یہ جس میں سفر بھی ہے حضر بھی ہے | یہ دُنیا راستہ کا راستہ منزل کی منزل ہے
جہاں کل ابتدا کی تھی وہیں آج انتہا دیکھی | مآلِ زندگی میرے لیے تحصیلِ حاصل ہے

؎ دُنیا فنا کی جا ہے فنا ہی سمجھ اسے | پی جامِ مرگ سو آبِ بقا ہی سمجھ اسے

؎ حالِ دُنیا را بپرسیدم زیک فرزانہ | گفت یا بادیست یا خوابیست یا افسانہ
یا مثالِ تودۂ برف است در فصلِ بہار | ہیچ عاقل در چنیں جائے نسازد خانہ
باز گفتم حالِ آنکس گو کہ دل در وے ببست | گفت یا غولیست یا دیولیست یا دیوانہ

دُنیا میں ذِلت کی ہزاروں صُورتیں ہیں لیکن ذِلتِ قرض اِن سب سے سخت تر ہے +

دُنیا میں طبقۂ اُمراء اِس وجہ سے قابلِ نفرت ہے اور بندگانِ دین سے لیکر عوام تک سب اِس لیے اُن سے متنفر ہیں کہ وہ فرائضِ معبود اور حقوقِ عباد کی مطلق پروا نہیں کرتے +

دُنیا ایک مجمعِ جُہلاء ہے لیکن اِن میں سب کی حالتِ جہالت یکساں نہیں ہے۔ بیوقوف گدھے تو تمام کے تمام ہیں۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ کوئی اِن میں خرِ عیسیٰ ہے تو کوئی خرِ دجال ہے +

دُنیا میں موت انسان کا ایک بے خبر ساتھی ہے۔ نہ معلوم کس وقت ہلاک کر ڈالے ؎

حقیقت حالِ دُنیا کی اگر معلوم ہو جاتی   طبیعت محفلِ عشرت میں بھی مغموم ہو جاتی

دُنیا کی تمام آبادی میں فی ثانیہ یعنی ہر ایک سیکنڈ میں دو آدمی اوسط اموات ہے + اس قدر خوفناک تناسبِ مرگ سے انسان کیسے بے فکر رہ سکتا ہے۔ طرفہ یہ کہ اس اوسط عجیب میں بچے، جوان یا بوڑھے کی تخصیص نہیں۔ نصیحت کامل اور حقیقت عبرت انگیز و لرزہ خیز ہے۔ لیکن غفلت پرلے درجہ کی ہے کہ آگے والا مرتا ہے اور پیچھے والا مطلقاً بے خبر ہے ؎

پیامِ مرگ سے اے دل ترا کیوں دم نکلتا ہے   مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے
عبث اس زندگی پر غافلوں کا فخر کرنا ہے   یہ جینا کوئی جینا ہے کہ جس کے ساتھ مرنا ہے

ایک نوجوان نے ایک ضعیف العمر بوڑھے کو جس کا جسم رعشہ سے کانپ رہا تھا اور بینائی بھی کم تھی۔ ازراہِ سعادت مندی سلام کیا۔ بوڑھے نے جوان کو درازیٔ عمر کی دُعا دی۔ جوان اس دُعا کو سُن کر کانپ اُٹھا کیونکہ درازیٔ عمر کا لرزہ خیز و عبرت انگیز مجسم نظارہ اُس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

تمثیل: ایک شخص کو بھُوت بس میں کرنے کا شوق پیدا ہُوا۔ بیچارے نے بہت جنتر منتر سیکھے مگر بھُوت بس میں نہ آیا۔ لاچار وہ ایک جنگل میں رہنے والے مہاتما کے پاس گیا اور کہنے لگا "بھگوان! مجھے کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ بھُوت میرے قبضے میں آجائے اور میرا کام دھندا سب کچھ کر دیا کرے"۔ مہاتما عقلمند انسان تھا کہا "بھُوت بہت بُرے ہوتے ہیں، اِس خیالِ خام سے باز آجاؤ۔ تم اس کو کام کاج نہ بتا سکو گے۔ آخر میں وہ تم کو چٹ کر جائے گا۔" اُس نے کہا "میرے پاس بہت کام کاج ہیں جن سے وہ کبھی فرصت نہ پا سکے گا۔" آخر اس مہاتما نے منتر بتا دیا۔ یہ گھر میں آکر منتر سِدھ کرنے لگا جب میعاد مقررہ پر منتر سِدھ ہو گیا، بھُوت ظاہر ہو گیا۔ بھُوت ظاہر ہو کر کہنے لگا "بتاؤ کیا کروں؟" اُس نے کہا "ایک عمارت شاندار بنا دے۔" ایک پل میں عالیشان عمارت تیار ہو گئی۔ اُس نے کہا "کھیت جوت آؤ" اور کھیت جوتا ہُوا تیار تھا۔ اُس نے کہا "بہت سا روپیہ لاؤ" خزانہ وہیں حاضر۔ غرضیکہ جو مشکل اور مختلف کام اس کو بتلائے گئے سب کچھ کیا کرایا تیار۔ اب کوئی کام نہ رہا۔ بھُوت نے کہا "کام بتاؤ ورنہ میں تم کو کھا جاؤں گا۔" یہ ڈرا اور دوڑ کر مہاتما کے پاس گیا اور کہا "بھگوان! بھُوت کو جو کچھ کہتا ہُوں وہ جھٹ پٹ کر دیتا ہے۔ اب میرے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ بتاؤ اب کیا کروں ورنہ وہ مجھ کو کھا جائے گا۔" اتنے میں بھُوت بھی کھاؤں کھاؤں کرتا پہنچ ہی تو گیا۔ مہاتما کے پاس ایک کُتا بیٹھا تھا آدمی کے ہاتھ میں خنجر دے کر اُس نے کہا "اس کی دُم کاٹ لے اور بھُوت سے کہہ کہ سیدھی کر دے"۔ بھُوت نے کُتے کی دُم ہاتھ میں لے لی۔ ایک مرتبہ سیدھی کر دی۔ پھر جب اُس کو چھوڑ دیا تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔ ایک دن گزرا دو دن گزرے تین دن گزرے۔ بھُوت نے ہزار کوشش کی مگر کُتے کی دُم سیدھی نہ ہُوئی۔ تب تو وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "بھائی جو کچھ میں نے دھن دولت، روپیہ پیسہ تجھ

تو دیا وہ سب کچھ تیرا، اب مجھ کو چھٹی دے دے۔ یہ فوراً راضی ہو گیا۔ بھوت اپنے ٹھکانے گیا اور یہ اپنے گھر چلا گیا اور دونوں کی چھٹی ہو گئی +

اے عزیز! یہ دُنیا بھی کُتے کی دُم ہے۔ کوئی ہزار کوشش کرے یہ کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی حضرت انسان نے بہت کچھ تدبیریں اس کے سیدھا کرنے کی کیں۔ شفاخانے بنائے۔ لیکن مریض اسی طرح مرتے ہی رہے۔ مکتب اور مدرسے لوگوں کی تعلیم و اصلاحِ اخلاق کے لیے جاری کیے لیکن گنہگاریاں اور بدکاریاں اُسی طرح جاری رہیں۔ عدالت اور کچہریاں جاری کی گئیں لیکن جرائم، ظلم و ستم، قتل و غارت، لوٹ مار اور جبر و تشدد اپنی سابقہ رفتار سے بھی روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ قومیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ ملک آباد ہو کر ویران ہوتے ہیں کبھی سمندر کے عمق میں ہمالیہ کی چوٹیاں نمودار ہو کر آسمان سے باتیں کرنے لگ جاتی ہیں۔ کبھی ہمالیہ کی جگہ سمندر لہرانے لگتا ہے۔ دُنیا میں کیسے کیسے طلسم و ایجادات ہوئے۔ آج وہ کہاں ہیں غرضیکہ یہ خیال کرنا کہ ہم دُنیا کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور اچھا بنا سکتے ہیں بالکل فضول خیال اور بے معنی بات ہے۔ البتہ اِن تغیراتِ گوناگوں اور نیرنگیِ زمانہ بوقلموں سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے اپنی زندگی کو سُدھارنے کی کوشش کرو۔ اس کو سیدھا کرنے کی فقط یہی ایک تدبیر ہے باقی سب ہیچ ہے ؎

جنت بنا سکے گا ہرگز نہ اس کو کوئی ‏ ‏ دُنیا یونہی چلی ہے اے دل یونہی چلے گی

؎ گرما بگذشت واین دلِ زار ہماں ‏ ‏ سرما بگذشت واین دلِ زار ہماں

القصّہ ہزار گرم و سردِ عالم ‏ ‏ برما بگذشت واین دلِ زار ہماں

تمثیل: دُنیا کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص جنگل میں چلا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک شیر آرہا ہے۔ یہ بھاگا۔ جب تھک گیا تو دیکھا کہ آگے ایک گہرا گڑھا ہے۔ چاہا کہ گڑھے میں گر کر جان بچائے لیکن اُس میں اژدہا نظر آیا۔ اب آگے اژدہے کا خوف اور پیچھے شیر کا ڈر کہ ایک درخت کی ٹہنی نظر پڑی اور اس کو ہاتھ ڈال دیا۔ مگر ہاتھ ڈالنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس درخت کی جڑ کو دو سیاہ و سفید چوہے کاٹ رہے ہیں۔ بہت خائف ہوا کہ اب تھوڑی دیر میں درخت کی جڑ کٹ جائے گی تو میں گر جاؤں گا اور شیر و اژدہا کا شکار بن جاؤں گا۔ اتفاقاً اُس کو اوپر کی طرف ایک چھتہ شہد کا نظر پڑ گیا اور یہ اس شہدِ شیریں کے حاصل کرنے اور پینے میں مصروف ہو گیا کہ نہ خوفِ شیر رہا نہ اندیشۂ اژدہا اور نہ فکرِ موت۔ ہاتھ کہ دفعتہً جڑ کٹ گئی اور یہ گر پڑا اور شیر نے پھاڑ کر گڑھے میں گرا دیا۔ اور اژدہے کے منہ میں جا پھنسا۔ اے عزیزِ من! جنگل سے مراد دُنیا ہے اور شیر موت ہے کہ پیچھے لگی ہوئی ہے اور گڑھا قبر ہے جو اس کے آگے ہے۔ اور اژدہا اعمالِ بد ہیں کہ قبر میں ڈسیں گے اور دو چوہے سفید و سیاہ دن اور رات ہیں اور درخت گویا عمر ہے اور شہد کا چھتہ دُنیائے فانی کی غافل کرنے

والی لذات وخواہشات ہیں کہ اِنسان دُنیا کی نظر میں موت، قبر، اعمالِ بد اور جوابدہی وغیرہ سب کو بھول جاتا ہے اور پھر اچانک موت آجانے پر بجُز حسرت وندامت کچھ ساتھ نہیں لے جاتا ہے۔

تمثیل: ایک شریف النفس صالح نوجوان امیر کو کسی ضرورت کے ماتحت بازارِ حُسن فروشاں میں پہلی مرتبہ گزرنے کا اتفاق ہُوا۔ اس نے دیکھا کہ ہر ایک دُکان پر ہر چراغ کے نیچے ایک ایک عورت زیب و زینت کے ساتھ بناؤ سنگار کیے بیٹھی ہے۔ اُس نے نہایت حیرانی کے ساتھ ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ عورتیں سینکڑوں کی تعداد میں یہاں کس لیے بیٹھی ہیں جبکہ کوئی سامان خرید و فروخت بھی یہاں نظر نہیں آتا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ پیشہ ور کسبیاں ہیں اور اپنی جسم فروشی اور کسبِ زناکاری کو وہ "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ" خیال کرتی ہیں۔ امیر نوجوان یہ سُن کر حیران رہ گیا کہ اس قسم کی سخت گنہگاری وبدکاری جس کی سزا اسلام میں سنگساری ہے بغیر کسی شرم اور جھجک کے کھُلے بندوں ہو رہی ہے اور راعی یا رعایا میں سے کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے۔ اسی حیرانی کے عالم میں وہ بازار سے گزرتا گیا جو ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ آخر میں اُسے ایک ایسی عمر رسیدہ طوائف نظر پڑی جو میلے کچیلے لباس میں ایک مدھم سے چراغ کے نیچے بیٹھی تھی۔ امیر کو اسکی حالت پر رحم آیا اور اُس سے جاکر پوچھا کہ تم اس گھناؤنے پیشے میں روزانہ کیا حاصل کرلیتی ہو؟ اُس نے کچھ مبالغے کے ساتھ پانچ روپے روزانہ آمدنی بتلائی۔ امیر نے کہا۔ آج سے مَیں ہر روز بلاناغہ بذاتِ خود شام کے وقت پانچ روپے تمھیں دے جایا کروں گا لیکن آج سے تم باہر چراغ جلاکر ہرگز نہ بیٹھنا وہ نہایت خوشی سے اس معاہدے پر رضامند ہوگئی۔ کیونکہ یہ مقرر کردہ رقم اُس کی روزانہ آمدنی سے کافی زیادہ تھی۔ چنانچہ اِس نیک تجویز پر اُسی روز عملدرآمد شروع ہوگیا اور کسبی نے چراغ جلاکر باہر بیٹھنا ترک کردیا اور امیر مذکور روزانہ اس کو پانچ روپے سالہا سال تک بلاناغہ شام کے وقت مقررہ پر دے جاتا اور بذاتِ خود اس کی تصدیق و تحقیق کرتا رہا کہ اب اُس نے یہ پیشہ چھوڑ دیا۔ قضا کار ایک روز اُس امیر کو کسی ضروری کام کی وجہ سے وقتِ مقررہ پر پہنچنے میں تھوڑی سی دیر ہوگئی۔ وہاں پہنچنے پر امیر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کسبی بغیر کسی مزید انتظار کے چراغ جلاکر مثلِ سابق پھر باہر بیٹھ گئی ہے۔ امیر کو اس پر سخت غصہ آیا اور اُسے بہت لعنت ملامت کی کہ سالہا سال کے بعد ایک دن تھوڑی سی تاخیر کو بھی تو برداشت نہ کرسکی اور پھر فوراً وہی ناروا پیشہ اختیار کرلیا۔ طوائف نے بھی سب کچھ سُن چکنے کے بعد سنجیدہ لہجے میں امیر کو جواب دیا۔ "بیشک مَیں تمھاری اس مہربانی اور کوشش اصلاح کی شکرگزار ہوں لیکن مجھے ذرا یہ تو بتلائیے کہ آپ نے پانچ روپے روزانہ کی معقول رقم دے کر صرف میری اِصلاح تو کردی اور مجھے اس بدکاری سے بچالیا لیکن یہ دوسرے سینکڑوں چراغ ہر شہر اور ہر قصبہ میں جو جل رہے ہیں آپ کہاں تک دس بیس یا سو پچاس روپے

علی قدر حسن ہر ایک کو روزانہ دے کر اُن کو گنہگاری سے بچا سکتے اور ان چراغوں کو ہمیشہ کے لیے
بجھا سکتے ہیں۔ یہ دُنیائے دُوں روزِ اوّل ہی سے یُونہی چلتی آئی ہے اور یُونہی چلتی رہے گی۔
لاکھوں پیغمبر اور مصلحان بنی نوع انسان دُنیا میں آئے اور اپنی اصلاحی کوششوں کو تاحدِ امکان
ہر زمانے میں جاری رکھا لیکن بدکاری اور گنہگاری نہ صرف برابر جاری رہی بلکہ ہر دَور میں روز افزوں
ترقی کرتی گئی۔ شیطانِ لعین نے ابوالبشر حضرت آدمؑ کے ساتھ دشمنی کر کے اُن کو بہشت سے بدر
کروایا۔ اُن کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو بے گناہ محض حسد کی بنا پر قتل کر ڈالا۔ آدمِ ثانی حضرت
نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال کے عرصۂ دراز تک وعظ و نصیحت کی لیکن خود اُن کا بیٹا
کنعان بھی اس وعظ و نصیحت سے اثر پذیر نہ ہوا۔ اور صرف گنتی کے چند انسان اُن پر ایمان
لا کر طوفان سے اپنی جان بچا سکے۔ حضرت لوطؑ کے زمانے میں لواطت کی بدولت جو کچھ ہوا وہ
ہماری اس بدکاری کے مقابلے میں بدرجہا سخت ترین گناہ تھا جس سے تمام کی تمام قوم غضبِ الٰہی
میں آگئی اور گندھک کے عذاب سے تباہ و ہلاک ہوئی۔ لیکن آج تک وہی گناہ خفیہ طور پر
نہایت شدومد کے ساتھ جاری و ساری ہے اور گناہوں کی مختلف اقسام نے یہاں تک زور
پکڑا کہ پیغمبروں کی موجودگی میں انسانوں نے خدائی کے دعوے تک کر دیے، اور سینکڑوں مدعیانِ
نبوت پیدا ہوتے رہے۔ سوائے میرے محسن امیر کارخانۂ قدرت اور اسرارِ ازلی میں آپ کی انفرادی
کوشش کہاں تک کارگر ثابت ہو سکتی ہے ؎

اسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من — ایں حرف معما را نہ تو خوانی و نہ من

امیر یہ جواب لاجواب سُن کر چپکے سے اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔ اور پھر اس طوائف کا چراغ
حسب دستورِ سابق جلنے لگ گیا جہاں کہ اور بھی سینکڑوں چراغ جل رہے تھے ؎

آخر گِل اپنی خاکِ درِ میکدہ ہوئی — پہنچی وہیں یہ مٹی جہاں کا خمیر تھا

؎ ہے یہ رفتارِ جہاں کونسی حالت کی طرف — بس جواب اس کا یہی ہے کہ فنا کی طرف

حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے جب ان بدکار پیشہ وروں کی بندش کا حکم دیا تھا تو انھوں
نے اس کے عذر میں اپنے بچاؤ کے لیے حضرت حافظؒ کا یہ شعر بھی اپنی درخواست میں درج کیا تھا۔

؎ در کوئے نیکنامی ما را گذر نہ دادند — گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

آج سے قریباً دو ہزار سال قبل انجیل میں بھی ان پیشہ ور کسبیوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ تا با ایں
زمانہ چہ رسد۔ دُنیا میں اگر بدی کا وجود نہ ہوتا تو نیکی کی کیا قدر رہ جاتی۔ چراگاہوں میں جہاں
بھیڑیں خدا کے توکل پر چر رہی ہیں وہیں پر بھیڑیے بھی خدا کے توکل پر پھر رہے ہیں۔ دُنیا میں
جن برائیوں کو ہم آج بکثرت دیکھ رہے ہیں۔ اُن کا وجود ہر زمانے میں قائم رہا ہے۔ کسی نے کیا

خوب کہا ہے ؎

دُنیا کے واقعات ہیں دُنیا کے ساتھ ساتھ — جو آج ہو رہا ہے یہی بارہا ہوا

دُنیا میں ہے بُروں ہی سے اچھوں کا اعتبار — قدرِ بہار بھی نہ ہو گر خزاں نہ ہو

عزازیل یعنی معلم الملکوت یعنی فرشتوں کا اُستاد تھا، لیکن خلقتِ آدمؑ پر وہ بھی شیطان کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ گویا نیکی اور بدی ایک ساتھ برابر پیدا ہو گئیں۔ اور ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہو گیا۔ سوائے انسانِ ضعیف البنیان تو اپنی اصلاح ہی میں کوشش کے ساتھ مصروف رہ۔ تمام دُنیا کی اصلاح آج تک نہ کسی سے ہو سکی ہے نہ آئندہ ہو سکے گی۔ بُرائیاں کسی نہ کسی صورت سے ظہور پذیر ہوتی رہیں گی۔ حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

پُر شد از دوست ہر دو کون و لیک — سُوئے اُو زہرۂ اشارت نیست

اسی مضمون کو ایک اور شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

مُشکل حکایتے ست کہ ہر ذرہ عین اوست — اما نمی تواں کہ اشارت بدو کنند

دلچسپ و عبرت خیز واقعہ: نواحِ لکھنؤ میں سندیلہ ایک قصبہ ہے۔ وہاں کے علاقے میں ایک مرتبہ امساکِ باراں سے سخت قحط ہو گیا۔ لوگ بہت پریشان تھے۔ استسقا کی نماز کئی روز پڑھی گئی۔ بارش نہ ہوئی۔ وہاں کی زنانِ بازاری جمع ہو کر وہاں کے ایک رئیس کے پاس آئیں کہ ہم جنگل میں جا کر بارش کے لیے دُعا کرنا چاہتی ہیں۔ نمازِ استسقا تو ہمیں آتی نہیں۔ آپ صرف اس بات کا انتظام کر دیں کہ وہاں کوئی جا کر ہم کو دیکھے نہیں ورنہ بجائے رحمت کہیں قہر کا نزول نہ ہو۔ رئیس مذکور نے کافی انتظام کر دیا۔ یہ گروہ جنگل میں پہنچا اور سجدے میں سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور توبہ استغفار کی اور کہا کہ یا اللہ! سب سے زیادہ ہم ہی گنہگار و سیہ کار ہیں۔ ہماری نحوست سے تیری تمام مخلوق پریشان ہے، اب فضل و رحم فرما۔ سر نہ اُٹھایا تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ دُنیا میں کس کو ذلیل و حقیر سمجھے؟ نمازِ استسقا میں بڑے بڑے بزرگ اور عابد و عالم و فاضل تھے لیکن درجۂ قبولیت کس ذلیل طبقہ کو حاصل ہوا؟ ؎

ما بُرون را ننگریم و قال را — ما دروں را بنگریم و حال را

(ملفوظات حضرت مولانا اشرف علیؒ)

دُنیا کی کہانی سلاطینِ عالم کی زبانی

؎ رہنے دے جامِ جم مجھے انجامِ جم سُنا — کھُل جائے جس سے آنکھ وہ افسانہ چاہیے

شاہی محلات میں دم توڑتے ہوئے بادشاہوں کے الفاظ ہمیں درسِ عبرت دیتے ہیں کہ ا

دُنیا کی حقیقت کیا ہے اور اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ یہ دُنیا کس قدر بے ثبات، اس کی ثروت کس درجہ عارضی، اس میں قیام کس قدر مختصر اور اس کا انجام کتنا حسرت ناک، عبرت انگیز، تاسف خیز اور یاس و حرماں سے لبریز ہے۔ وہو ہٰذا :-

سکندرِ اعظم جس نے ساری دُنیا کو ہلا دیا تھا اور جس نے لاکھوں انسانوں کا خون بہا دیا تھا، اور بیشمار ہستیوں کو بے گناہ بیوہ و یتیم بنا دیا تھا جب عروسِ مرگ سے ہم آغوش ہُوا تو اس نے کہا: میں دُنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ مگر موت نے بہت جلد عین عالمِ جوانی میں مجھے فتح کر لیا۔ مَیں سوچ رہا ہُوں کہ اس دِن کے لیے مَیں نے کتنے اِنسانوں کا خون بہایا اور بقیۃ السّیف کو کس قدر زیر و زبر کیا ہے اور آج مَیں کیا لے کر جا رہا ہُوں۔ افسوس کہ مجھے زندگانی کا وہ سکون بھی حاصل نہ ہو سکا، جو ایک معمولی انسان کو بھی حاصل ہے۔ اچھا ہُوا کہ مَیں دُنیا کو فتح نہ کر سکا۔ اگر مَیں دُنیا کو فتح کر لیتا تو اس سے زیادہ کُچھ نہ حاصل ہوتا کہ اپنے گناہوں میں مزید اضافہ کر کے دُنیا سے جاتا۔ مجھے فوجی لباس میں دفن کرنا کیونکہ مَیں سپاہی تھا اور سپاہی جا رہا ہُوں ؎

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شُد　　چُنیں شدیم چہ شد یا چُناں شدیم چہ شد

بہیچگونہ دریں گلستاں قرارے نیست　　تو بہار شُدی چہ شد ما خزاں شدیم چہ شد

نپولین جس نے جزیرہ سینٹ ہلینا میں بحالتِ قید و تنہائی جان دی۔ مرتے وقت کہا "مایوسی میرا گناہ تھی۔ مگر مجھ سے زیادہ مایوس انسان دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ مَیں دُنیا میں دو چیزوں کا بھوکا تھا۔ ایک حکومت کا اور دُوسرے محبت کا۔ حکومت بڑی جدوجہد سے مجھے ملی۔ لیکن میرا ساتھ نہ دے سکی۔ اگر ساتھ بھی دیتی تو کتنے دن کے لیے جس کا انجام آج میرے پیشِ نظر ہے۔ محبت کو مَیں نے بہت تلاش کیا مگر مَیں اُسے حاصل نہ کر سکا مَیں نے جس سے محبت کی، اُس نے مجھے دغا دی۔ شاید محبت کا جواب دغا ہی ہوتا ہوگا۔ اگر کسی انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے، جو میری زندگی کا رہا ہے تو وہ زندگی بے معنی ہے۔ میرے نزدیک دُنیا "مایوسی" ہے۔ اور مایوسی ہی کا نام دُنیا ہے"۔ ؎

نزع میں پیکِ اجل سے کہہ رہا تھا اک حسیں　　تو قضا لایا ہے میرا اب ادا میں کیا کروں

خلیفہ ہارون الرشید طوس میں بسترِ علالت پر پڑا ہُوا تھا۔ موت اُس کو گھیرے ہُوئے تھی۔ اُس نے اُسی مکان میں جس میں کہ وہ ٹھہرا ہُوا تھا اپنی قبر کھدوائی۔ جب قبر کھُد گئی تو چند حافظوں نے قبر میں اُتر کر قرآن مجید ختم کیا۔ ہارون الرشید نے کہا: تم گواہ رہنا کہ مَیں خُدا پر ایمان رکھتا ہُوں اور رسول اللہ کی رسالت کا سچے دل سے قائل ہُوں۔ مَیں ایک معصیت اور گُناہ کا پیکر ہُوں۔ جس نے ساری عمر غم غلط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مَیں پھر بھی غم غلط نہ کر سکا۔ مَیں نے بیحد مغموم اور فکر کی زندگی گزاری ہے۔ حکومت کے کاموں اور حکومت کی نعمتوں نے مجھے اکثر خُدا اور مذہب سے غافل رکھا۔ ہم خدا

مجھے معاف کرے۔ مجھے زندگی کا کوئی دن ایسا یاد نہیں ہے، جو میں نے بے فکری کے ساتھ گزارا ہو۔ اب میں موت کے کنارے ہوں۔ موت تم سب سے مجھے جدا کر دے گی۔ اور یہ قبر جو اس وقت منہ کھولے سامنے ہے، میرے جسم کو نگل لے گی۔ یہی ہر انسان کا مآل ہے لیکن انسان اپنے مآل سے میری طرح غافل رہتا ہے۔" اس کے بعد خلیفہ نے حکومت کے انتظامی معاملات کے متعلق کچھ مشورے دیئے اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔

عبدالملک کو جب اپنے مرنے کا یقین ہو گیا تو اُس نے کہا: "جب سے میں پیدا ہوا ہوں، مجھے یہ آرزو ہی رہی کہ میں کسی طرح اپنے آپ کو مسرور کر سکوں لیکن مجھے کبھی سچی مسرت حاصل نہ ہوئی۔ میں نے حکومت کا بوجھ اس لیے اپنے سر لیا تھا کہ بادشاہت انسان کی ترقی کی معراج ہے لیکن مجھے دھوکا ہوا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اُس پر سخت نادم و متاسف ہوں مگر ندامت و تاسف کا وقت گزر چکا ہے اور میں ناکام و نامراد اور بارِ گناہ دُنیا سے لیے جا رہا ہوں۔ میں نے جو راستہ اپنے لیے منتخب کیا وہ سراسر غلط تھا۔ میرے حال و مآل سے عبرت حاصل کرو۔" یہ ہیں الفاظ عبدالملک کے جس کی خلافت میں حجاج نے خانہ کعبہ کو گرا دیا تھا۔

مامون الرشید کی نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا، بچھونے پر ریت پڑی تھی اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا اور یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہو گی اُس پر رحم فرما جس کی بادشاہی جا رہی ہے۔ اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے۔" جاحظ نے کہا: "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے۔" مامون نے کہا: "میری تندرستی کی دُعا نہ کرو بلکہ میرے لیے مغفرت کی دُعا کرو۔" پھر کہا: "خدایا تو نے ہمیں حکم دیئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے۔" اس کے بعد رُوح پرواز کر گئی۔ ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء میں وفات پائی۔

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ اشعار پڑھے: (ترجمہ) "موت میں سب برابر کے شریک ہیں نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہی زندہ رہیں گے۔ غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔" پھر حکم دیا فرش اُٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا: "اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے اُس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہو گئی۔" یہ کہتے ہی انتقال کیا (وفات ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۶ء)۔

خلیفہ مستنصر باللہ ایک روز دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو اس پر لکھا تھا: "مجھ شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ لیکن اس کے بعد بادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا۔" خلیفہ کے چہرے کا

رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اُٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑ گیا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا: "دُنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی۔ لہٰذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی۔ دُنیا کے حاصل ہو جانے سے میری رُوح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی۔ اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔" (۲۴۹ھ مطابق ۸۶۳ء میں وفات پائی)۔

دُنیا میں کسی کو کوئی سُود ایسا حاصل نہیں ہوتا جس میں کسی دوسرے کا زیاں نہ ہو۔ یہ قدرت کا کُلیہ قاعدہ ہے کہ جب تک ایک چیز فنا نہ ہو، دوسری کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔ غذا نشو و نما نہیں پاتی جب تک وہ دوسری چیزوں کو تحلیل و فنا نہیں کرتی۔ ایک کی فنا میں دوسرے کی بقا اور ایک کے فائدے میں دوسرے کا زیاں مضمر ہے۔

بغیر موت و مصیبت کے چل نہیں سکتا عجیب راز یہ دُنیا کے انتظام میں ہے

دُنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے سے بہتر حالات میں دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتا۔ قدرت کے اس قاعدۂ کُلیہ سے اگر کوئی شخص مستثنےٰ ہے تو وہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ جیسا کہ ایک ظریف نے ایک شخص کو افسردہ خاطر دیکھا تو اُس سے پوچھا۔ کہ کیا آج تم پر خود کوئی مصیبت و آفت آئی ہے، یا تم نے کسی اور کی اچھی حالت دیکھ پائی ہے جو تم پر یہ افسردگی چھائی ہے؟ اسی طرح ایک کُبڑی بڑھیا سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمھاری پیٹھ سیدھی ہو جائے یا تمام اہلِ دُنیا کو کُبڑا دیکھنے کی خواہش ہے؟ اُس نے بیساختہ جواب دیا کہ میں تمام دُنیا کے انسانوں کو کُبڑا دیکھنا چاہتی ہوں تاکہ میں بھی اُن سب کو اُسی حقارت کی نظر سے دیکھوں جس نظرِ حقارت سے کہ وہ مجھے دیکھتے ہیں۔

دُنیا کے سفرِ دُشوار گزار میں زندگی کے خاردار تعلقات میں اُلجھنا مُسافر کو گرانبار اور سفر کو دُشوار تر بنا دیتا ہے۔ اور موت اُس شخص کے لیے اُتنی ہی بُرا نا ستمگار و جفا کار ہو جاتی ہے جتنا زیادہ کہ وہ تعلقاتِ دُنیوی میں گرفتار ہوگا۔ لہٰذا اس سفر کو سبکبار رہ کر آسانی سے طے کرنے کی کوشش کرو۔

سمجھ پہلے ہی سے دُنیا کو مسافر خانہ جیو اس طرح کہ مرنا تمھیں دُشوار نہ ہو

دُنیا میں اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو کم و بیش ہر ایک شخص چور ہے لیکن ان چوروں کا طریقِ کار اور چوری کی مقدار البتہ مختلف ہے۔ شاذ و نادر اگر کوئی شخص اس چوری کے عیب سے بری ہے تو وہ "الشاذ کالمعدوم" کی حیثیت رکھتا ہے۔

دُنیا میں درحقیقت ہر ایک شخص مُردہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی مزار کے اندر اور کوئی مزار کے باہر ہے۔ جو مزار سے باہر ہیں اُن میں کثیر التعداد ایسے اشخاص ہیں جو مصائب و آلام زندگی اور حوادثِ غیر مختتم سے تنگ آ کر اندرونِ مزار والوں کی نظرِ حسرت سے دیکھتے ہیں۔

عجب روزگارے گراں محنت است کہ بر مُردگاں زندہ را حسرت است

دُنیا کی تاریخ میں کوئی دَور ایسا نہیں گزرا ہے جس میں اہلِ ہُنر ناقدردانی کا شکار اور پنجۂ افلاس میں گرفتار اور بے ہُنر و نااہل ممتاز و سرفراز نہ رہے ہوں۔ اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ تو نہیں لیکن بہت کم حالات میں اس کے برعکس دیکھنے میں آیا ہے۔ زہر ہر چند کہ مستلزم الممات ہے لیکن قیمتی ہے۔ پانی ہر چند کہ سرمایۂ حیات ہے لیکن کم بہا ہے ٭

دُنیا کی حقیقت کے متعلق مشہور رُوسی مدبّر و ادیب کاؤنٹ ٹالسٹائی کہتا ہے کہ "میں باوجود انتہائی کوشش اور عرصۂ دراز کی جستجو کے زندگی کے معمّے کا ایک شمّہ بھی حل نہیں کرسکا۔ حقیقت کی جستجو فضول ہے۔ حقیقت کس مصرف کی۔ حقیقت معلوم ہو یا نہ ہو آخر مرجانا ہے۔ ایک مرتبہ انسان فکر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کسی مسئلے ہی پر غور کیوں نہ کرے، درحقیقت وہ موت کے مسئلے پر غور کرتا ہے۔ ہر فلسفی جب مختلف مسائل پر غور کرتا ہے تو دراصل وہ موت پر غور کرتا ہے۔ اور جہاں موت ہے وہاں حقیقت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔" پھر ایک موقع پر ٹالسٹائی نے کہا "خلیفہ عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ باوجود ایک وسیع سلطنت پر مدّت دراز تک خودمختار حکمران رہنے کے تمام زندگی میں اُس کے صرف چودہ دن خوشی سے گزرے ہیں۔ زیادہ غور کیا گیا تو وہ بھی خلش سے خالی نہ تھے لیکن میرے تو تین دن بھی خوشی سے نہیں گزرے۔ اور اس کی یہ وجہ ہے کہ میں کبھی اپنے لیے زندہ نہیں رہا۔ ریاکاری و خود نمائی کے لیے زندہ رہا ہوں ٭

دُنیا میں جو شخص گرفتارِ مصیبت نہیں ہوا، اُس نے دُنیا کا صرف ایک ہی رُخ دیکھا اور دوسرے رُخ کے تماشے سے محروم رہا۔ تم مصیبت اُٹھاؤ جس سے تم کو راحت و عافیت کا اصلی لطف آئے جب تک انسان مصیبت نہ اُٹھائے، راحت کے سچے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے ٭ (سنیکا)

دُنیا میں ہر ایک بات ایک المناک افسانے کی صورت میں انجام پذیر ہوتی ہے لیکن انسان بجائے اس کے کہ ان المناک افسانوں سے عبرت حاصل کرے۔ ان کو خواب اور کہانیاں خیال کرکے ہمیشہ مبتلائے غفلت رہتا ہے ؎

وہ کون سا ہے غم کہ جو دُنیا میں نہیں ہے بس پر بھی یہ دلکش الم آباد غضب ہے
محو ہو جاتا ہوں پھر بھی گرچہ دُشمن ہے ترا دلفریبی کس قدر دُنیا تری صورت میں ہے ؎

دُنیا میں ہر انسان کی ہوس اس قدر دراز اور اُمیدیں اس قدر طویل ہیں کہ اس کے لیے گنج قارون اور عمرِ نوح بھی قلیل ہے۔ شاہ پرہس نے جب ملک اطالیہ فتح کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے ایک مشیر نے پوچھا کہ آپ فوج کشی کی تیاریاں کن ارادوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ملک اٹلی کے فتح کے ارادے سے۔ اُس نے کہا۔ پھر اس کے بعد کیا ارادہ ہے۔ بادشاہ نے

جواب دیا: پرتگال اور ہسپانیہ فتح کرنے کا۔" اُس نے کہا۔ پھر اس کے بعد؟ بادشاہ نے کہا "افریقہ کے تسخیر کرنے کا۔" اُس نے کہا۔ پھر اس کے پیچھے؟ بادشاہ نے کہا: "ممالکِ مفتوحہ کا اپنے حسب منشا انتظام کرنے کا تاکہ وہ پھر بغاوت اختیار نہ کر سکیں۔" اس نے کہا پھر اس کے بعد؟ بادشاہ نے کہا: "امن و عافیت کے ساتھ بیٹھ رہنے اور یادِ خدا کرنے کا!" اُس مشیرِ عاقل نے کہا کہ یہ آخری کام جو اس قدر عرصۂ دراز اتنی جفاکشی' خونریزی اور محنتِ شاقہ اُٹھانے کے بعد آپ کریں گے، پہلے ہی سے کیوں نہیں کرتے؟ ؎

گفت چشمِ تنگِ دنیادار را یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

دُنیا میں ہر ایک انسان کا متلون المزاج اور بے استقلال ہونا ایک ایسا ظاہری عیب ہے کہ سوائے خاص بندگانِ خدا کے تمام انسان کم و بیش اس میں مبتلا ہیں۔ وہی تیمور جس نے لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون بہایا' کہا کرتا تھا کہ میرے پاؤں تلے جب کوئی چیونٹی آتی ہے تو دل دُکھنے لگتا ہے۔ وہی نیرو جو ستم مجسم تھا' جب ایک شخص کے قتل کا فتویٰ دستخط کے لیے اُس کے سامنے پیش ہوا تو آہِ سرد بھر کر کہنے لگا کہ مجھے لکھنا نہیں آتا +

دُنیا کی ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت پر ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ دوسری ضرورت پر حتیٰ کہ عمر تمام ہو جاتی ہے + ؎

اجل کو دیکھ کے زیرِ فلک قرار آیا مُصیبتوں کی بالآخر اک انتہا ہے تو

دُنیا میں خوشی کی نسبت غم بہت زیادہ ہے۔ گریۂ شمع تمام شب خندہ صبح دم بھر۔ عید کا صرف ایک دن اور محرم کا عشرہ ہے + ؎

بدنامیِ حیات دو روزے نبود بیش آں ہم کلیم با تو بگویم چساں گذشت

؎ پاؤں پھیلاؤ نہ اتنا بے خطر اے خود سرو خوفِ حق کم ہے تو قانونِ فنا ہی سے ڈرو

دُنیا میں بغیر سختی کے کامیابی مشکل ہے۔ پتھر میں سے آگ نکالنا لوہے ہی کا کام ہے +

دُنیا میں بے زر اگر ادلاد رسول ہے تو بھی نامقبول ہے ؎

دُنیا کو خوب دیکھا جتنی محبتیں ہیں موقع کی سازشیں ہیں مطلب کی سائتیں ہیں

دُنیا میں آلام سے بچنے اور آرام حاصل کرنے کے لیے خاموشی بہترین ذریعہ ہے ؎

لبِ خاموش کا دونوں جہاں میں بول بالا ہے وہی محفوظ ہے کہ جس کے در پہ تالا ہے

دُنیا میں اگر مردانہ زندگی میسر نہ ہو تو مردوں کی طرح جانِ دینا ہی زندگی ہے +

دُنیا بمنزلہ ایک چکی کے ہے جو ہمارے لیے آٹا پیستی رہتی ہے۔ اور ایک دن یہ ہم کو بھی پیس ڈالتی ہے ؎

دُنیا باہلِ خویش ترحّم نمی کند آتش اماں نمی دہد آتش پرست را

ے چلتی چکّی دیکھ کر دیا کبیرا روئے دو پاٹوں کے بیچ میں ثابت بچا نہ کوئے

دُنیا کی تمام نعمتوں کا حاصل ناپاک فضلہ ہے۔ ایسی ناپاک اور ناپائدار چیز پر خدائے پاک کو نہ بھول ے

دیدۂ تحقیق سے دُنیا کی حالت دیکھیے نفس کی ہر لذت اور آخر نجاست دیکھیے

دُنیا اگر آنے لگے تو آتی ہی رہتی ہے۔ اور اگر پیٹھ پھیر جاتی ہے تو چلی ہی جاتی ہے + (حضرت علیؓ)

دُنیا ایسی مصیبتوں اور موتوں کا مجموعہ ہے جو سخت تکلیف دِہ اور غیر مختتم ہیں + (حضرت علیؓ)

دُنیا کی خوشی دسرور محض دھوکا اور غرور، اس کے ساز و سامان اور محل و قصور سب کے سب زوال پذیر اور جلد ناچور ہیں + (حضرت علیؓ) ے

مسرت مجھ کو اب دُشوار ہے دُنیا کی محفل میں خوشی کی قابلیت ہی نہیں باقی رہی دل میں

دُنیا کی خواہشیں اکاش بیل کی طرح انسانی درخت کو اپنے جال میں پھنسائے رکھتی ہیں جس سے اس کا بڑھنا پھولنا پھلنا بند ہو کر آخر اس کی زندگی کی جڑ کاٹ دیتی ہیں +

دُنیا پرستو! تم کو دُنیا کی کس چیز نے مغرور بنا رکھا ہے؟ حالانکہ یہ ایسا گھر ہے کہ اس میں بھلائی بہت قلیل، اس میں طرح طرح کے شر موجود، اس کی نعمتیں سریع الزوال اور مسلوب، اس سے صلح رکھنے والا مغلوب، اس کا مالک درحقیقت مملوک اور اس کا سامان آخر کار متروک ہے (حضرت علیؓ)

ے حادثے اپنے طریقوں سے گزرتے ہی رہے کیوں ہُوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے

دُنیا ایک ایسا گھر ہے جس کا اوّل تکلیف اور اس کا آخر فنا ہے۔ اس کی حلال چیزوں پر حساب اور حرام پر عذاب ہوگا۔ جو شخص اس میں غنی ہے وہ اکثر فتنے میں مبتلا ہے۔ اور جو محتاج ہے، وہ غم میں گرفتار بلا ہے + (حضرت علیؓ) ے

دُنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

دُنیا جب کسی آدمی کی طرف متوجہ ہو تو اسے دُوسروں کی خوبیاں پہنا دیتی ہے۔ اور جب کسی سے پیٹھ پھیرے تو اس کی اپنی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے +

دُنیا شرق ہے اور آخرت غرب ہے۔ یعنی جس قدر ایک سمت نزدیک ہوگی دُوسری دُور ہوتی جائے گی + (حضرت علیؓ)

دُنیا میں ہنرمندی ہمیشہ ناقدردانی کا شکار رہی ہے اور کمال و اقبال بہت کم ایک جگہ پر جمع ہوئے ہیں ے

دُنیا میں قدر گوہر و خارا ہے برابر مرگین گاؤ عنبر سارا ہے برابر

دستِ ستم ہو یا پرِ عنقا ہے برابر بادِ سموم یا دمِ عیسیٰ ہے برابر

دُنیا ایک مسافر خانہ ہے۔ مسافر کو حالتِ سفر میں کسی چیز اور کسی جگہ سے دل بستگی نہیں ہوتی ہے ؎

دُنیا سے قطع خوب اگر خوش نہ رکھ سکے — آنکھوں کو بند کر جو نظر خوش نہ رکھ سکے

دُنیا کو اگر کوئی شخص اِس غرض سے چاہے کہ آئندہ مجھے دولتِ دُنیا کی ضرورت نہ رہے اور گوشۂ قناعت میں بیٹھ کر یادِ خدا کروں۔ اِس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آگ کو پھوس سے بجھانا چاہے ؎

دُنیاداری و عاقبت می طلبی — ایں ناز بخانۂ پدر باید کرد

دُنیا کے عبرت انگیز و لرزہ خیز مناظر کو اگر انسان ذرا بھی بنظرِ عبرت دیکھے تو اس کے دل میں کبھی اور کسی عمر میں بھی خوشی کا دخل نہ ہو ؎

دُنیا یونہی ناشادیوں میں شاد رہیگی — برباد کیے جائے گی آباد رہے گی

؎ وقتِ گلم تمام بآہ و فغاں گذشت — چوں بگذرد خزاں کہ بہارم چناں گذشت

دُنیا کا ذرہ ذرہ لحظہ بہ لحظہ تغیر پذیر ہے اور تو یہاں قرار و سکون کی اُمیدیں باندھے بیٹھا ہے ؎

گہ روز باشد گاہ شب گہ عیش و گہ رنج و تعب — گاہے عیاں گاہے نہاں گاہے چنیں گاہے چناں

دُنیائے دُوں حوادثِ گوناگوں مصائبِ بوقلموں، جگر خراش اور سینہ پاش مشاہدات اور محیر العقول واقعات کی آماجگاہ ہے جس میں ہر روز ہر ساعت، ہر لحظہ اور ہر آن ہر ایک انسان کو بلا تفریق امرا اور بغیر تمیزِ نیک و بد ایسے ایسے لرزہ خیز، عبرت انگیز و حسرت آمیز مناظر دیکھنے میں اور عجیب و غریب ناگہانی اور غیر متوقع حالات خود اس کے پیش آتے ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے اعتقادی طور پر تو مصلحتِ خداوندی خیال کر کے انسان خاموش رہ جاتا ہے۔ ورنہ اُن کی حقیقت سمجھنے میں عقلِ انسانی دنگ، اُن کے دفعیہ میں پائے تدبیر لنگ اور ہوش و خرد کا قافیہ تنگ ہے۔ اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

انکشافِ رازِ ہستی عقل سے ممکن نہیں — متصل ہو سطحِ ظاہر سے یہ وہ باطن نہیں

؎ خدا شناس تو ہونا نہیں ہے سہل اکبر — یہی بہت ہے جو دُنیا شناس ہو جاؤں

؎ یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے — سو بھی اک عمر میں ہُوا معلوم

دُنیا میں ایک نیک انسان کو راہِ نیکی پر گامزن ہونے کے لیے بھی محنت و دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ایک حکیم کا قول ہے "انسان کے نیک رہنے کے لیے ضرور ہے کہ اُس کے ہم معاملہ بھی نیک ہوں ورنہ اس کی نیکی نبھ نہیں سکتی ؎

ہر کس و ناکس سے دُنیا میں تعلق کیجیے — یا جہاں تک ہو سکے ترکِ تعلق کیجیے

دُنیا ایک مکر ہے اور یہ بغیر مکر کے حاصل نہیں ہو سکتی ؎

دُنیا جنت ہے بدوں کے واسطے — قید خانہ ہے یہ مومن کے لیے

دُنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ بعض تو ان میں سے حکمِ غذا رکھتے ہیں کہ جن کے ساتھ موافقت کیے بغیر چارہ ہی نہیں اور بعض مثلِ دوا کے ہیں کہ کبھی کبھی اُن سے بھی کام پڑتا ہے۔ اور اکثر مثلِ درد کے ہیں جو کبھی کسی کے کام آنا تو درکنار بلکہ دوستی میں ایسے نقصان رساں سلوک کرتے ہیں جو کہ بلکہ دُشمنی میں ناممکن تھے ؎

ستایا اس قدر یارانِ مردم ابلیس خصلت نے　　کہ ڈر کر آدمیت چھپ رہی تربت میں آدمؑ کی

؎ باد شوند ار بچراغے رسند　　دُود شوند ار بدماغے رسند

اے عزیز! جہاں تک ہو سکے ان کی صحبت سے گریز کر اور اپنے دین و دُنیا کو اُن کے گزند سے محفوظ رکھ۔ آئندہ تو مختار ہے ؎

مرا ز روزِ قیامت غمے کہ ہست ایں است　　کہ روئے مردمِ عالم دوبارہ باید دید

؎ پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسدؔ　　ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

؎ تنہا نشین و صحبتِ دیو اختیار کن　　کآنابہ اُنس در کسبہ آدمی نماند

؎ بگریز کہ دورِ فلک عربدہ خیز است　　آئینِ حریفاں ہمہ کید ار و مرنیاست

حضرت آدمؑ کا بہشت سے بدر کیا جانا اور اُن کے بیٹے قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ خرابہ آبادِ جہاں کی بُنیاد ہی رنج و الم، قتل و غارت اور ظلم و ستم پر قائم ہے جب ابتداء ہی کی یہ کیفیت ہو تو اس زمانے کی انتہا کا آپ خود اندازہ لگالیں۔ یہ وہ نامبارک دور ہے کہ جس میں حرام بہزار فخر حلال پر خندہ زنی کرتا ہے۔ یہ وہ منحوس زمانہ ہے کہ گناہ نیکی پر خردہ گیری کرتا ہے۔ یہ وہ وقت بد ہے کہ جہل علم پر فوقیت چاہتا ہے۔ یہ وہ بدانجام صدی ہے کہ بیوقوفی عقل پر فضیلت ڈھونڈتی ہے۔ یہ وہ روزگار الم انگیز ہے کہ مصیبت عافیت پر غلبہ رکھتی ہے۔ یہ وہ عہدِ نامراد ہے کہ غم سایہ کی مانند ہمراہ و ہمزاد ہے۔ نہ کوئی دِل شاد ہے نہ کوئی گھر عافیت سے آباد ہے۔ اے عزیز! جب یہ حالت ہے تو دُنیا کے چاہِ شور سے آبِ شیریں کی اُمید نہ رکھ بلکہ اس گڑھے کو صبر و قناعت کی مٹی سے پاٹ کر دُنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر لے ؎

فریبِ ہستی کا کُھل گیا ہے نگاہ دُنیا کو پا گئی ہے　　عمل کی توفیق بھی خدا دے سمجھ تو کچھ کچھ کو آگئی ہے

؎ ناز اس ظاہر طہارت پر نہ اے مغرور کر　　حرصِ دُنیا خود نجس ہے یہ نجاست دُور کر

؎ کاخِ دُنیا سے ہماری دِل کشی مفقود ہے　　جدت اِس شے میں کہاں ہے جو محدود ہے

نکتہ: مستری محمد حسین معمار لاہور میں اپنی بسیار خوری کے لیے مشہور تھا۔ جو چھ نوجوان آدمیوں کی خوراک ایک وقت اکیلا ہی کھا جاتا تھا۔ اپنے گھر میں تو اس پیشہ مزدوری میں اس کو اتنا کھانا میسر نہیں آسکتا تھا۔ البتہ بیاہ شادیوں کے موقعے پر اُس کی اس بسیار خوری کا

امتحان کبھی کبھی ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس کو لالہ لال چند جج ہائی کورٹ پنجاب کی کوٹھی پر مرمت کے سلسلے میں کام کرنا پڑا۔ ایامِ مرمت کے دوران میں ایک روز جج مذکور کوٹھی میں ٹہلتے ٹہلتے اُس طرف آنکلے جہاں یہ مستری مصروفِ کار تھا۔ خوش طبعی کی حالت میں جج صاحب نے اس سے پوچھا "مستری جی! تم نے کھانا کھالیا ہے یا نہیں؟" مستری نے کہا "حضور! کھانا تو ہر روز کھایا ہی جاتا ہے لیکن پیٹ بھر کر کھانا سالہا سال میں کبھی کبھی ہی نصیب ہوتا ہے"۔ جج صاحب نے فوراً حلوا کچوری پکانے کا حکم دیا۔ تیار ہو جانے پر دو تین آدمیوں کی خوراک پیش کر دی گئی۔ جب وہ کھا چکا تو جج صاحب نے پوچھا کہ "آج تو پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے یا نہیں؟" مستری نے جواب دیا "حضور! ابھی تو آدھا پیٹ بھی نہیں بھرا"۔ چنانچہ کڑھائی پھر چڑھا دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ چھ جوان آدمیوں کی خوراک اکیلا کھا گیا۔ جج صاحب اس کی غیر معمولی بسیار خوری سے سخت متعجب و متاسف اور متالم و متاثر ہوئے تو مستری سے بے ساختہ آہِ سرد بھر کر کہا "مستری جی! اپنی خوراک کا بارھواں حصہ یعنی صرف ایک انسان کی آدھی خوراک مجھے فروخت کر دیں اور میری آدھی تنخواہ دو ہزار روپے ماہوار مجھ سے لے لیا کریں۔ کیونکہ میری خوراک صرف دو چھٹانک سے زیادہ نہیں اور وہ بھی مقررہ پرہیزی ایک ہی قسم کی غیر مرغوب غذا ہے۔ باقی دُنیا کی تمام نعمتوں سے میں ہمیشہ کے لیے محروم ہوں"۔ مستری نے جواب دیا "حضور! اس قسم کی خرید و فروخت تو امکانِ انسانی سے باہر ہے ورنہ میں اپنی تمام خوراک آپ کو فروخت کر دیتا"۔ یہ متوقع جواب سُن کر جج صاحب نے نہایت حسرت آمیز لہجہ میں اپنے قانونی دماغ سے یہ بے نظیر نکتہ بیان کیا "اس دُنیائے دُوں آماجگاہِ مصائب بوقلموں و نیرنگی گوناگوں میں نعمائے دُنیوی میں سے ہر ایک انسان کے لیے سَو نمبر قدرت کی طرف سے مقرر ہو گئے ہیں۔ ان سَو نمبروں میں سے ہر ایک شخص کے حصے میں کسی نہ کسی صورت سے کم و بیش صرف پچاس نمبر ہی آتے ہیں۔ جس کی زندہ مثال میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں کہ باوجود اس قدر عہدۂ جلیلہ پر ممتاز ہونے اور اس قدر کثیر دولت بطور تنخواہ پانے کے میں صحت اور خوراک کے لحاظ سے ایک آٹھ آنے روزانہ پانے والے مزدور سے بھی بدرجہا بدتر حالت میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور دُنیا کی ہر قسم کی نعمتوں سے یکسر محروم و بے بہرہ ہوں۔ اگر کوئی شخص مکمل تندرستی سے فائز المرام ہے تو تنگدستی نے اس کی زندگی کو مبتلائے آلام کر رکھا ہے۔ جس کسی کو تندرستی اور دولت ہر دو نعمتیں میسر ہیں وہ کسی عزیز و اقارب کی بے وقت جدائی مرگ سے زندہ درگور ہے۔ کہیں مفلسی میں کثرتِ اولاد کی گِراں باری نے غریب کی کمر توڑ رکھی ہے تو کہیں دولت مند اپنی بے اولادی کی وجہ سے

نعل در آتش کی سی زندگی بسر کر رہا ہے۔ میجر ممتاز محمد خاں مرحوم ضلع سرگودھا کے بہت بڑے معزز رئیس و زمیندار تھے۔ سرگودھا میں اُن کی کوٹھی کے ایک گوشے میں کُتیا نے بچے دے رکھے تھے۔ اتفاقاً ایک روز میجر موصوف کی نگاہ ان پلّوں پر پڑ گئی تو اس نظارے کو دیکھ کر بھرے مجمع میں دھاڑیں مار کر رونے لگ گئے کہ یا الٰہ العالمین خالق کائنات کُتیوں بلّیوں پہ کثرت اولاد اور ایک حاجت مند طلبگار انسان اس سے قطعاً محروم۔ کہیں کسی غریب کو وہ درم ہیم سیر کر دیتی ہے کہیں فریدون مآب جم سے بھی نیم سیر ہے۔ کہیں کسی غریب کو نان شام میسر آجاتی ہے تو وہ سلطان شام سے زیادہ راحت و آرام میں رات کو خواب شیریں کے مزے لے رہا ہے، جب کہ سلطانِ ہفت اقلیم بھی فکر ہشت اقلیم میں اضطراب اور بے چینی سے رات بسر کرتا ہے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اگر دولتے نہ باشد درد مندیم وگر باشد بمہرش پائے بندیم

؎ بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست کہ رنج جان ہست ار ہست ور نیست

غرضیکہ ہر ایک انسان کی زندگی کے ہر ایک پہلو کو اگر جمع کیا جائے تو مجموعی طور پر ہر ایک شخص کے حصے میں کم و بیش یہ پچاس نمبر ہی آتے ہیں۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ اگر دُنیا کی خوشیوں اور غموں کا الگ الگ انبار لگا کر پھر ان کی بحصہ رسدی مساوی طور پر ہر ایک انسان میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔ تو ہر ایک انسان اپنی سابقہ بُری بھلی حالت ہی کو بہتر سمجھے گا اور اسے غنیمت خیال کرے گا۔ سرہانے سوئیں یا پائنتی کمر بہرحال درمیان ہی میں رہے گی ؛

؎ انسان نے انسان سے کی جنگ ہمیشہ دُنیا کے نظر آتے ہی ڈھنگ ہمیشہ

؎ اک اُٹھا کشور کشائی کے لیے اک اُٹھا حق کی صفائی کے لیے

جنگ میں دُنیا رہی القصہ غرق ہاں سکندر اور موسیٰ کا ہے فرق

دُنیا دارُالغرور ہے

ہر شمع اپنے زعم میں یاں برقِ طور ہے ہر کس کری کو ہمسری کو وہ نور ہے

عالم میں کبر و عُجب کا ہر سُو ظہور ہے دُنیا سے انکسار جو ہے یاں سے دور ہے

ہم کو تو اس جہاں سے شکایت ضرور ہے

دُنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

شاہیں کو اپنی صولت شاہی پہ ہے گھمنڈ نعمت پہ عیش و عشرتِ شاہی پہ ہے گھمنڈ

جاہ و حشم پہ دولتِ شاہی پہ ہے گھمنڈ طبل و علم پہ شوکتِ شاہی پہ ہے گھمنڈ

ہر شخص اُن کو دیکھ کے کہتا ضرور ہے
دُنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

زاہد کو دیکھیے تو الگ اُس کی شان ہے — خلقِ خدا پہ طعن ہے طاعت کا مان ہے
حضرت کو زُہدِ خشک پہ کتنا گمان ہے — بگڑا ہوا مزاج سرِ آسمان ہے
جو اُس کے ڈھنگ دیکھے کہتا ضرور ہے
دُنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

عالم جو اپنے علم پہ پھولا ہوا نہیں — ہم کو تو اس جہاں میں ابھی تک ملا نہیں
جاہل پہ کون عالم دانا ہنسا نہیں — رونا تو یہ ہے کوئی بھی عجز آشنا نہیں
نشہ شراب علم میں ہے اور ضرور ہے
دُنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

محروم خاکسار جہاں کا یہ حال ہے — ہو اس جہاں سے دور جو فکرِ مآل ہے
نام و نمود نے جو بچھایا یہ جال ہے — بچنا مرے خیال میں اس سے محال ہے
گر کھل سکی نہ آنکھ تو پھنسنا ضرور ہے
دُنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

دُنیا میں امن و عیش خیال و خواب ہے — آبِ حیات سمجھا جسے تو سراب ہے
دُنیا میں زندگانی کا ساماں نہیں ملتا — آبِ حیات ملتا ہے انساں نہیں ملتا
رکھیو قدم سنبھال کر گر امتیاز ہے — دُنیا میں ہر قدم پہ نشیب و فراز ہے
ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دُنیا کا نشیب — اِس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیے
ہر طرف بننے بگڑنے کا یہاں اِک دور ہے — چشمِ عبرت کے لیے دُنیا مقامِ غور ہے
دُنیا میں ہم رہے تو کوئی دن پر اس طرح — دُشمن کے گھر میں جیسے کوئی میہماں رہے
بہت مشکل ہے رہنا پاکدامن نوشِ دُنیا سے — اُلجھ کر رہ گیا جو وادیِ پُرخار میں آیا
دُنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اِس کے — آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا
دُنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ — تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے
دُنیا مقامِ غم ہے خوشی نام کو نہیں — جو اس مکاں میں رہ کے گیا نوحہ گر گیا
ہے مسرت راحتِ دُنیا سے غفلت کے سبب — کون خوش ہوتا ہے بیداری میں عیشِ خواب سے
ڈھونڈتے ہیں لوگ اِس دُنیا میں اطمینانِ دل — کچھ بھی لیکن داغِ حسرت کے سوا ملتا نہیں

ترکِ دُنیا سے ہوئی جمعیتِ خاطر نصیب   حال میرا گو کہ ظاہر میں پریشاں ہو گیا

رنگِ دُنیا دیکھ کر بے چارہ اکبر ڈر گیا   پندِ واعظ مان لی مرنے سے پہلے مر گیا

دُنیا کے خرابے میں نہ گھر جس نے بنایا   جنت میں نہ نکلے گا جواب اُس کے مکاں کا

آساں نہیں ہے دام سے دُنیا کے چھوٹنا   یہ اک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے

جو عزمِ سیرِ معنیٰ ہے سُبک ہو بارِ دُنیا سے   کہ سر پر بوجھ ہونے سے سفر مشکل سے ہوتا ہے

باطن میں غم ہے عشرتِ دُنیائے ظاہری   پہنے ہوئے لباسِ محرم ہے عید کا

دُنیا کو اقامت کا سمجھے ہو محل شاید   ایسے تو نہیں ہوتے، سامان مسافر کے

دُنیا میں امرِ حق کو کس طرح صاف کہیے   کرتا ہے دُشمنی وہ، جس کے خلاف کہیے

اُٹھاتے یوں تو سب ہیں بارِ دُنیا طوعاً و کرہاً   خوشی کے ساتھ لیکن یہ فقط غافل سے اُٹھتا ہے

نہ پائے گا کبھی اصلی مسرت طالبِ دُنیا   پر اس کا ہاتھ کب اس سعیِ لاحاصل سے اُٹھتا ہے

دُنیا کی غفلتیں کی، تصویر ہیں بگولے   بنیاد ہے ہوا پر، سر آسمان پر ہیں

رنگ تیرا ہمیں مطبوع نہیں اے دُنیا   تجھ میں ہم جی تو رہے ہیں مگر اکراہ کے ساتھ

فکرِ دُنیا انبساطِ دل سے ہے نا آشنا   کب کی کلیاں شگفتہ اس ہوا سے ہو چکیں

دُنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیا تعلق   وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

مجھ کو دم لینے کی بھی فرصت نہ دُنیا میں ملی   روزِ مولد شادیانہ کوچ کا نقارہ تھا

سرائے دُنیا کا مفہوم یہ سُننے میں آیا ہے   کسی نے اس کو گھر سمجھا کسی نے رہگذر جانا

فکرِ دُنیا اک طرف ہے خوفِ عقبیٰ اک طرف   اپنی ہستی کو تہِ تیغِ دو دم رکھتے ہیں ہم

مسافر خانۂ دُنیا میں جو آیا ہوا راہی   یہ منزل آمد و شد کی ہے یہیں ہے وطن کس کا

دُنیا کا رنگ دیکھ نہ ڈھونڈ اس کی ماہیت   تصویر کو ٹٹولنے میں کچھ مزا نہیں

ہر گام پہ آفت ہے مصیبت ہے بلا ہے   دُنیا مری نظروں میں گناہوں کی سزا ہے

پھنسا ہوں زندگی میں سانس روکے رک نہیں سکتی   مگر دُنیا کی خاطر میری گردن جھک نہیں سکتی

کارخانے جتنے ہیں دُنیا کے سب ہیں بے ثبات   آنکھ سے جو آج دیکھا کل وہ افسانہ ہوا

مسافر ہی نظر آیا جو دُنیا میں جسے دیکھا   اُسے آلودۂ گردِ سفر دیکھا

بس مرونِ فراغت مل گئی دُنیا کے جھگڑوں سے   کہ دارالحرب تھا عرصہ ہماری زندگانی کا

کون دُنیا میں ہوا سیراب اُلٹے جام سے   صاف نقشہ چرخ میں ہے کاسۂ معکوس کا

دُنیا کے خرخشوں سے ہر صبح اُٹھتے تھے ہم اول   آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

زمانے نے مرے آگے بھی دُنیا پیش کر دی تھی   مگر میں نے تو اپنا فائدہ انکار میں دیکھا

دُنیا ہے جب فنا تو فنا ہی سمجھ اِسے — پی جامِ مرگ و آبِ بقا ہی سمجھ اِسے
مہمان سرائے دہر ہو جب منزلِ فنا — پھر جو محل سرا ہے سرا ہی سمجھ اِسے
بزمِ فنا میں کچھ نہیں جز نغمۂ فنا — جو کچھ نہیں سُنا ہے سُنا ہی سمجھ اِسے

فرشتوں کی عبادت کا صلہ ہے مرادِ امن — اگر آلودگی دُنیا کی اِس کو پاک رہنے دے

غذا ہے سگِ دُنیا کی جیفۂ دُنیا — تجھے تو تیسرے فاقے بھی یہ حلال نہیں

محو ہو جاتا ہوں پھر بھی گرچہ دشمن ہوں ترا — دلفریبی کس قدر دُنیا تری صورت میں ہے

رہگذرِ سیلِ حوادث کی ہے یہ دُنیائے دوں — اِس خرابے میں نہ کرنا قصدِ تم تعمیر کا

دین و دُنیا دونوں اپنے جیب و داماں گیر ہیں — اِس دو روزہ زندگی میں ہم بھلا کیا کیا کریں

زندگی کہتی ہے دُنیا سے تو اپنا دِل لگا — موت کہتی ہے کہ ایسی دل لگی اچھی نہیں

اگر دُنیا نہ ہو تو بھی ہے مشکل — وگر ہو پھر ہیں پابندِ سلاسل
نہیں کوئی بلا دُنیا سے بدتر — نہ چین آئے اِسے پا کر نہ کھو کر

کارِ دُنیا میں بھی خیالِ مرگ غالب دل پہ ہو — راہ ہو زیرِ قدم لیکن نظر منزل پہ ہو

---

۵ حسرتوں کا مزار ہے دُنیا — کارواں کا غبار ہے دُنیا
عمرِ برق و شرار ہے دُنیا — کتنی بے اعتبار ہے دُنیا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی — کیا کوئی لالہ زار ہے دُنیا
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع — عرصۂ کارزار ہے دُنیا
گرچہ ظاہر میں صورتِ گل ہے — پر حقیقت میں خار ہے دُنیا
ایک جھونکے میں ہے اِدھر سے اُدھر — چار دن کی بہار ہے دُنیا
جیتے جی ہیں غریب اِسمیں دفن — بیکسوں کا مزار ہے دُنیا
کوئی راحت میں کوئی زحمت میں — مظہرِ نور و نار ہے دُنیا
رقص بالجبر ہے ہر ایک پُتلی کا — شعبدہ گر کی تار ہے دُنیا
زندگی نام رکھ دیا کس نے — موت کا انتظار ہے دُنیا
گل و بلبل بھی جس سے ناخوش ہیں — وہ فریبِ بہار ہے دُنیا

نظمِ عمر خیام متعلقہ حقیقتِ دُنیا

دوش با عقل در سخن بودم — کشف شد بر دلم مثالے چند

گفتم اے مایۂ ہمہ دانش! دارم از حق بہ تو سوالے چند
چیست ایں زندگانیِ دنیا؟ گفت خوابے ست یا خیالے چند
گفتم از وے چہ حاصل ست بگو؟ گفت دردِ سر و وبالے چند
گفتم ایں نفس کے شود رام؟ گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہلِ ستم چہ طائفہ اند؟ گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتم ایں بحثِ اہلِ دنیا چیست؟ گفت بیہودہ قیل و قالے چند
گفتم اہلِ زمانہ در چہ فن اند؟ گفت در بندِ جمعِ مالے چند
گفتمش چیست کدخدائی؟ گفت ساعتے عیش و غصہ سالے چند
گفتم اولادِ دنیا چیست؟ گفت زادے کشیدہ خالے چند
گفتمش چیست گفتہ ہائے جامی؟ گفت پندار است حسب حالے چند

عارفے خواب رفت در فکرے دید دنیا بصورتِ بکرے
کرد از وے سوال کاے دلبر بکر چونی بایں ہمہ شوہر
گفت یک حرف با تو گویم راست کہ مرا ہر کہ بود مرد نہ خواست
وانکہ نامرد بود خواست مرا زاں بکارت ہمیں بجاست مرا

سنی حکایتِ دنیا تو درمیاں سے سنی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

ماتمِ آرزوئے دنیا

رحمت خدا کی تجھ پہ ہو ناکامِ آرزو اے خاطرِ ستم کشِ ایامِ آرزو
آہ اے فریب خوردۂ نقشِ امید آہ کیا کیا تری ہوس نے نہ تجھ کو کیا تباہ
طولِ امل کے دام میں تو پھنس کے رہ گیا افسوس بر نہ آیا کوئی تیرا مدعا
طفلی ہی سے تو عیشِ خیالی میں مست تھا خوابِ مسرتِ ابدی دیکھتا رہا
منصوبے باندھتا تھا ہزاروں مگر کبھی اے نامراد فکرِ عمل ایک دم نہ کی
اول تو خواہشیں ہی تری بے شمار تھیں اور پھر نکلنے کے لیے سب بیقرار تھیں
آخر بنی نہ بات طلسمِ خیال کی یعنی فضول تھی طلبِ امرِ محال کی
معلوم کر سکا نہ تو اے بے خبر کبھی وہ کون شے ہے جس کی ضرورت ہے اصلی
مقصد ترے جہاں میں آنے سے کچھ تو تھا بے صرفہ تو نے عمر گزاری ستم کیا
دل کشتۂ امید بجا کہ رہا ہے تو اب میں ہوں اور ماتمِ یک شہرِ آرزو

جلوہ گاہِ دُنیا

عجب ترکیب سے رکھی ہے صانع نے بنا اس کی کہ صدیاں ہو گئیں اک اینٹ بھی جسکی نہیں کھسکی
لگی رہتی ہے آمد رفت جس میں روز جس تس کی وُہی رونق ہے جس کی اور وہی دلچسپیاں جس کی
خُدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

کچھ اس حکمت سے ہے ترکیب اس میں طبع یابس کی کہ آ پہنچا اِدھر جاڑا اگر گرمی اُدھر کھسکی
بس اک دَورِ تسلسل ہے بہار اس کی خزاں اسکی وہی چِتون ہے بلبل کی وُہی آنکھیں ہیں نرگس کی
خُدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

بساطیں اُلٹ گئیں بچھ بچھ کے دارا و سکندر کی صفیں برہم ہوئیں جم جم کے خاقاں اور قیصر کی
جہاں بجتی نوبتیں کل تک بکرماجیت و اکبر کی وہاں اجلاس کو تسلی کر رہی ہے اب گورنر کی
خُدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

یہ دُنیا کیا ہے پُتلی گھر کا کوئی کارخانہ ہے نئے پرزے بدلتا جس میں آئے دن زمانہ ہے
نیا تیار ہوتا مال اور ہوتا روانہ ہے نیا ہر روز پانی اور نیا ہر روز دانہ ہے
خُدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

بہت سامانِ عشرت درہم و برہم بھی ہوتے ہیں بہت جلسے خوشی کے آئے دن قائم بھی ہوتے ہیں
جنہیں ہیں عیش کے ساماں اُن کو غم بھی ہوتے ہیں جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں
خُدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

یہیں اک جا چکی ہے اور ابھی اک جانے والی ہے ابھی اک کھیپ آئی اور ابھی اک آنے والی ہے
نئی شکلیں یہ آئے دن ہمیں دکھلانے والی ہے نئی دلچسپیوں سے روز دل بہلانے والی ہے
خُدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

نغمداں اُٹھ رہے ہیں اور محفل جمتی جاتی ہے نئی کھیپ آتی ہے اور دُھوم وہ اپنی مچاتی ہے

بہار اس باغ کی ہر وقت رنگِ تازہ لاتی ہے — نئی کھینچ کر شراب اس میکدہ میں روز آتی ہے
خدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

خم و مینا میں تلچھٹ کیا کہ اک آخور باقی ہے — پرستوں کے دل میں شوق ابھی بے طور باقی ہے
اُدھر غل ہے کہ ہاں پیرِ مغاں کچھ اور باقی ہے — اُدھر اک شور برپا ہے ہمارا دور باقی ہے
خدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

زمانہ روز لاکھوں کے گلے کٹوائے گا یوں ہی — پیے گا خون یوں ہی اور دل تڑپائے گا یوں ہی
زمیں پھوٹے گی اور خوں آسماں برسائے گا یونہی — یہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا جائے گا یونہی
خدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

خیالاتِ دانا و نادان

دانا رضائے الٰہی یعنی فطرت اللہ کا جویا ہوتا ہے۔ قوانین فطرت سمجھنے اور کماحقہ اتباع کرنے کی سعی جمیل کرتا ہے۔ اپنے جذبات و ترددات کو انھیں ناقابل تغیر قوانین کی اطاعت میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس اطاعت کو فقط ناگزیر ہی نہیں بلکہ ماحصل زیست اور سرمایۂ راحت یقین کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی ہر خواہش قدرت کے ہم آہنگ اور اُس کا ہر مقصد قدرت کا ہم پیرایہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے کام مقتضائے قدرت کے موافق ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ہر حال میں راضی برضائے الٰہی اور ہر رنگ میں بامراد و شادکام و شادماں رہتا ہے۔ ناکامی اور غم کے بہت ہی شاذ اتفاقات پیش آتے ہیں +

نادان رضائے الٰہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور بہرہ حاصل کرنا بھی نہیں چاہتا۔ اس کے جذبات اغراض گویا اہتماماً فطرت کے برعکس ہوتے ہیں۔ اُس کی خواہشیں اور مقاصد حقائق قدرت سے رُوگرداں رہتے ہیں۔ اُس کا ہر فعل فطرت اللہ کی ضد اور ہر کام مقتضائے قدرت کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے ہر حال میں غیر قانع مضطرب اور شاکی رہتا ہے۔ کامگاری اور انبساطِ قلبی کے اُس کو بہت ہی کم مواقع ملتے ہیں۔ موجودات اور سوانح موجودات یعنی اشیاء اور حوادث لیل و نہار کو دانا اُن کی

صحیح اور اصلی حالت میں دیکھتا ہے۔ اشکال سے دھوکا نہیں کھاتا۔ حقیقت پر نظر رکھتا ہے۔ اجسام و صُور اُس کے نزدیک کچھ مال نہیں۔ نہ اُس کے تعمقِ نظری کو اپنے سطحِ فی انخارج پر روک سکتے ہیں۔ وہ چیزوں کی مادی اور ذہنی ہستیوں سے گزر کر تہ میں پیوست ہو کر اصلی ہستی تک پہنچتا اور اُسی کو پیار کرتا ہے اُسی کا خواہشمند رہتا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس کے نزدیک از قسم زوائد ہیچ اور بے بود ہے ۔

نادان اصل سے بے خبر اور بطانتِ اشیاء سے نا آشنا ہے۔ ظاہری صورتوں اور واقعات کے بیرونی مفاد و مضار کا پرستار ہے۔ اسے جملہ موجوداتِ خارجی اور داخلی میں فقط ہیأتِ ظاہری نظر آتے ہیں۔ وہ انہیں کے حسن و قبح کو دیکھتا اور اُسی سے متاثر ہوتا ہے اور اسی کی قربت یا دوری حصول یا ترک میں کوشاں رہتا ہے۔ اس لیے نادان بھلا چاہتا ہے اور برا ہوتا ہے۔ فائدے میں رہا چاہتا ہے مگر ٹوٹے میں رہتا ہے۔ تمام آدمیوں کی طرح ہر چند کہ خود بھی آزادی پسند ہے

لیکن دل اور روح غلاموں کی طرح قید رہتی ہے۔ اگر وہ ایک مطلق العنان بادشاہ بھی ہو جائے تو بھی اپنی حرص و ہوا کا بندہ اور اپنی غلط فہمی اور جہل کا قیدی ہی رہے گا۔ وہ محتاجی سے محفوظ رہنے کے لیے دولت پیدا کرتا ہے۔ لیکن دولت جوں جوں ترقی کرتی ہے اپنے کو دولت کا محتاج تر پاتا ہے۔ کیونکہ افزائشِ دولت احتیاج کو ترقی دیتی ہے۔ اس کو بہت سی خواہشیں ہوتی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ خواہشوں کے پورا ہونے میں راحت ہے لیکن خواہشیں جب پوری ہو جاتی ہیں تو بجائے راحت کے تکلیفِ مزید کا سبب ٹھہرتی ہیں۔ کیونکہ پورا ہونا خواہشوں کو بڑھا دیتا ہے جس کی روح کچھ تلاش کرتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے کسی چیز کی تلاش ہے مگر نہیں جانتا کہ کس کی تلاش ہے۔ در اصل وہ راحتِ قلبی ہے جس کے لیے روح بھٹکتی پھرتی ہے لیکن اُسے معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس مطلوبہ شے سے وہ تلاش کرتا ہے۔ لذیذ کھانوں، عمدہ کپڑوں، صبا رفتار سواریوں اور سر بفلک کشیدہ محلوں میں۔ یہ سب چیزیں مل جاتی ہیں۔ مگر اُن میں وہ شے جس کی تلاش تھی، نہیں ملتی۔ کیونکہ راحتِ قلبی زر و مال سے خریدی ہوئی غرور، بدور تن آسانیوں میں نہیں ہے۔ وہ مجالسِ طرب اور مشاغلِ تعیش میں انبساطِ خاطر ڈھونڈتا ہے لیکن پایانِ کار یہ اور زیادہ باعثِ اندوہ و تعب ہوتی ہے۔ وہ اس خیال سے شہرت اور نام آوری کی تمنا کرتا ہے کہ شہرت سے بہت خوشی ہو گی۔ لیکن محنت جد و جہد کے بعد جب شہرت حاصل ہو جاتی ہے تو یہ دنیا کی دوسری چیزوں سے بھی زیادہ ہیچ ناکارہ محض

ایک بفضلی اور ہوائی ڈھانچہ اندر سے تہی ثابت ہوتی ہے۔ غرضیکہ نادان کو کسی شے کا اندازہ صحیح نہیں ہوتا۔ وہ واقعی چیزوں کی تمنا میں غیر واقعی چیزوں تک پہنچتا ہے انھیں کو اختیار کرتا ہے۔ اس کے تمام اکتسابات و تصرفات تحصیل حاصل ہوتے ہیں +

دانا خوب سمجھتا ہے کہ زندگی کی اصلی اور ناگزیر ضرورتیں زیادہ نہیں ہیں پس وہ اُن کی فطرتی تعداد کو بسخت تحقیق کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ انھیں آسانی سے پورا کر سکتا ہے دنیا کی وہ چند نعمتیں جن پر اُسے قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اُس کی محدود ضروریات کے لیے کافی ہوتی ہیں اور اگر کافی نہیں ہوتیں تو یہ اُن کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ فارغ البالی اور مستغنی رہتا ہے +

نادان اپنی ضرورتوں کو مجہول الاعمال سے بڑھا لیتا ہے۔ اپنی خیالی خواہشوں کو لاتعداد و لاتحصی کر لیتا ہے عمر گذر جاتی ہے پر اس کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ ع ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے، باقی رہ جاتی ہیں۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی تمام نعمتیں بھی اگر اُسے مل جائیں تو بھی اُس کی خیالی اور روز افزوں خواہشوں کے لیے ناکافی ثابت ہوں۔ اس لیے یہ محتاجی اور بے اطمینانی سے کبھی نجات نہیں پاتا +

دانا بخوبی واقف ہوتا ہے کہ زندگی کے اصل غم قلیل ہیں اور نیز یہ کہ اصلی مسرتیں ان سے بھی قلیل تر ہیں پس ان مسرتوں کو غنیمت جان کر اُن سے جیسا کہ چاہیے متمتع ہوتا ہے اور ساتھ ہی غموم و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے بدل و جان آمادہ رہتا ہے۔ غموم کو اپنی ہستی کا ایسا ہی جزو لاینفک خیال کرتا ہے جیسا کہ مسرت کو اس لیے دواعیہ حوادث اس کی دلجمعی اور سکون خاطر کو نقصان نہیں پہنچاتے +

نادان زندگی کی اصلی مسرتوں کی تعداد قلیلہ کو تمتعات دنیوی کی مسرت نما اشکال کے ہیجان بوقلمونی میں گم کر دیتا ہے سچی اور جھوٹی مسرتوں میں کوئی شے مابہ الامتیاز باقی نہیں رہتی۔ اس لیے اصلی مسرتوں سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی غلط فہمیاں اس کی فضول کاریوں سے مدد پا کر اس کی جان کے لیے ہزاروں خیالی غم پیدا کر دیتی ہیں۔ جن کو بہت ہی بڑا خیال کرتا ہے۔ اس لیے ہر غم انتہا کا حامل متصل گزرتا ہے۔ اور از بسکہ غم اُٹھانے کے لیے بطیب خاطر کبھی مستعد و آمادہ نہیں ہوتا۔ اس لیے تھوڑا غم بھی بہت ستاتا ہے۔ نادان کے غموم کی اگر محققانہ چھان بین کی جائے تو شاید فی صد مشکل ایک غم ایسا ثابت ہو گا جو اصلی اور ناگزیر غم ہو ورنہ تمام غموم موعودات ذہنی اور مفروضات خیالی نکلیں گے۔ [illegible] غم سے خواہ مخواہ پیدا کر لیے +

اصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ بہت محبت ہے۔ وہ اپنی ناچیز خوبیوں کو بدرنگ اور

اپنے بزرگ عیوب کو ناچیز سمجھتا ہے یہی سبب ہے کہ ہماری خوبیاں تکمیل کو کم تر پہنچتی ہیں۔ تاہم ہماری کمزوریاں بیشتر قوی و شدید ہو جاتی ہیں۔ اِدھر ہمارے خیال میں کسی نیکی کا قصد گزرا اُدھر اُس خیالی قصد پر ہم نے اپنے تئیں نیک سمجھ لیا۔ گو وہ نیک خیال عملی شکل میں کبھی رو بکار نہ ہو۔ ہر شخص کو علی العموم اپنے حسنِ خیال پر حُسنِ عمل کا خیال ہوتا ہے۔ انسان اپنی حالت پر اگر بصحت غور کرے تو اپنی خوبیوں کو بہت ہی کم فخر کے قابل پائے لیکن اگر وہ اپنی خوبیوں کا اندازہ دُوسروں کے مقابل میں کرے تو اُسے فخر کے بہت موقع مل جائیں گے۔ اگر خود اُس کی ذاتی خوبیاں بجائے خود کثیر و کامل نہ ہوں تو دوسروں میں خوبیوں کی قلت اور عدمِ کمال کے مقابل کثیر و کامل معلوم ہوں گی۔ انھیں بنیادوں پر دانا اور نادان کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے ❊

اوّل الذکر یعنی دانا اپنے اوصافِ حمیدہ کے کمالِ ذاتی کا متمنی ہوتا ہے۔ موخر الذکر یعنی نادان دُوسروں پر اپنے اوصافِ حمیدہ کے اظہار کو اپنا کمال سمجھتا ہے۔ دانا اپنے عیوب و نقائص کے مقابل اپنی خوبیوں کو قلیل پاتا ہے۔ نادان دُوسروں کے معائب کے مقابل میں اپنی خوبیوں کو کثیر تصور کرتا ہے۔ دانا کو اپنے جہل کا علم ہوتا ہے اور اس جہل کو کم کرنا چاہتا ہے۔ نادان اپنے جہل کو علم سمجھتا ہے اور اس کو بڑھانا چاہتا ہے۔ دانا اپنی خوبیوں کو قلت کے علم سے اپنے نقائص پر منفعل ہوتا ہے۔ نادان اپنے نقائص سے بے خبر رہ کر اپنے محاسن پر فخر کرتا ہے۔ دانا اُن خوبیوں کی تحصیل کی فکر کرتا ہے، جو اُس میں نہیں ہوتیں۔ نادان بس انھیں خوبیوں کو بہت سمجھتا ہے جو اُس میں ہوتی ہیں ❊

دانا کو اپنے دل کی عزت و وقعت آپ حاصل کرنے کی آرزو ہوتی ہے۔ اور نادان دوسروں کی نظر میں وقعت پیدا کرنے کی فکر میں رہتا ہے کیونکہ یہ سہل اور وہ مشکل۔ یہ دروغ وہ راستی ہے ❊

صلۂ رحمی

امین اور مامون دونوں ہارون رشید کے بیٹے تھے۔ امین زبیدہ کے بطن سے تھا اور مامون ایک لونڈی کے بطن سے جس کا نام مراجل تھا۔ ہارون رشید کی وفات پر امین تخت پر بیٹھا۔ جو بڑا عیش پسند تھا پھر اُس نے اپنے دُودھ پیتے بچے کو اپنا ولی عہد بنانا چاہا۔ حالانکہ بموجب تحریر ہارون رشید اس کا ولی عہد مامون تھا۔ اس پر دونوں بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں امین مقتول ہوا اور مامون تخت خلافت پر بیٹھا تو زبیدہ والدہ امین مقتول نے مامون کے نام یہ خط لکھا

خط

اے امیرالمومنین! ہر ایک قصور اگرچہ وہ بڑا ہی ہو تیری بخشش کے سامنے چھوٹا ہے۔ اور ہر ایک لغزش خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو، تیری درگزر کے مقابلے میں بالکل حقیر ہے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کا خدا نے تجھے خوگر بنایا ہے۔ پس خدا تیری عمر دراز کرے اور تیری نعمت عام کرے اور بھلائی کو تیرے ذریعے ہمیشہ رکھے اور بُرائی کو تجھ سے دُور کرے۔ یہ اس غمگین کا رُقعہ ہے، جو زندگی میں تو مصائبِ زمانہ کو دُور کرنے کے لیے تیری اُمیدوار ہے، اور مرنے کے بعد تجھ سے اچھے ذکر کی اُمید رکھتی ہے۔ پس اگر تم میری ضعیفی، عاجزی اور قلتِ حیلہ پر رحم کرنا مناسب سمجھتے ہو اور اس بات کو اچھا خیال کرتے ہو کہ مجھ سے صلۂ رحمی کرو۔ اور برضا و رغبت اس چیز میں ثواب کی اُمید رکھو کہ جس کے لیے تمھیں خدا نے بنایا ہے تو کرو اور اُس شخص کو یاد کرو جو اگر زندہ ہوتا تو تجھ سے میری شفاعت کرتا۔"

جب مامون اس رقعہ پر مُطلع ہُوا تو اپنے سوتیلے بھائی پر رویا اور اپنی سوتیلی والدہ زبیدہ کے لیے نہایت نرم ہُوا اور اس کی طرف یہ خط لکھا:

جواب

رشتۂ عمرِ ابد شاید بدست آوردہ است
ہر کسے بر مرگِ دُشمن شادمانی می کند

"اے والدہ! خدا تیری نگہبانی کا متولی ہو، تیرا رقعہ ملا اور میں اس پر مُطلع ہُوا۔ خدا شاہد ہے کہ وہ تمام باتیں جو تُو نے اس میں لکھی ہیں، مجھے بھی بُری معلوم ہوتی ہیں۔ مگر کیا کروں، تقدیریں نافذ ہوتی ہیں اور امور تصرف کرتے رہتے ہیں اور احکام جاری ہوتے ہیں اور تمام خلقت اُن کے قبضے میں ہے اور کوئی اُن کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔ سب دُنیا پراگندہ ہونے والی ہے اور ہر زندہ موت کی طرف جانے والا ہے۔ غدر و بغاوت انسان کی موت کا باعث ہیں اور شاکر کا فائدہ شاکر کی طرف لوٹتا ہے۔ میں نے اُن تمام چیزوں کے واپس کرنے کا حُکم دیا ہے جو تجھ سے لی گئی تھیں۔ اور اب تُو سوائے مرنے والے یعنی امین کی ذات کے اور کسی چیز کو کم نہیں پائے گی۔ یعنی اب امین تو ہاتھ نہیں آ سکتا مگر باقی تمام اشیا جو اُس وقت تیرے پاس تھیں ویسی ہی مہیا ہو جائیں گی۔ اور میں بعد ازیں تیرے لیے اُن چیزوں سے بھی زیادہ کا ذمہ دار ہوں جو تُو پسند کرے گی"

احوالِ ماضی و حال

پہلے عیب پوشی اور پردہ داری کو سرمایۂ دینداری خیال کیا جاتا تھا۔ اب عیب نمائی اور پردہ دری کو رسم و آئین خیال کیا جاتا ہے۔ پہلے امورِ دین کو کارہائے دنیوی پر مقدم رکھا جاتا تھا۔ اب امورِ دنیا کو کارہائے دین پر فوقیت دی جاتی ہے۔ پہلے خصائلِ پسندیدہ و اعمالِ برگزیدہ حاصل کرنے کے لیے تحصیلِ علوم کی جاتی تھی، اب صرف منصب و جاہ و حصولِ دولت کے لیے۔ پہلے جان و مال آبرو پر نثار کیے جاتے تھے، اب مال کے لیے آبرو تصدق کی جاتی ہے۔ پہلے پاسِ خاطر اور دلداری کو استرضائے حق خیال کیا جاتا تھا، اب دل آزاری و ایذا رسانی پر فخر کیا جاتا ہے۔ پہلے نیکی کی جاتی تھی اور احسان نہ رکھا جاتا تھا، اب نیکی تو کوئی نہیں کرتا احسان البتہ رکھا جاتا ہے۔ پہلے اگر دو دل گردِ ملال یا غیظ و غضب سے غبار آلودہ اور مکدر ہو جاتے تھے تو اُن کی صلح و صفائی میں کوشش کی جاتی تھی اور نفاق کو وفاق سے بدل دیا جاتا تھا۔ اب اگر دو شخصوں کے درمیان اخلاص (جو کہ راستی کی مانند نایاب ہے) کا گمان کیا جاتا ہے تو بڑی کوشش کے ساتھ آتشِ کدورت اِن میں بھڑکائی جاتی ہے۔ ایامِ گزشتہ میں اہلِ دول خردمندوں کے محتاج تھے، زمانۂ حال میں کمینوں اور اہلِ دول کے محتاج ہیں ؎

دانا محکومِ حکمِ ناداں ستم است — در روزِ خسوفِ ماہِ تاباں ستم است

اس سے پہلے حکام و اُمراء صحبتِ علماء و فقراء کی طرف میلانِ طبع رکھتے تھے، اس زمانے میں علماء و فقراء، حکام و اُمراء کی صحبت کے مُتلاشی ہیں۔ پہلے زمانے میں بمقتضائے عقلِ دور بین و خیر اندیش دانشمند لوگ بے دانشوں پر رحم کرتے اور ہمدردی سے پیش آتے تھے، اس زمانے میں پست فطرت لوگ ازراہِ بد آئینی و بد اندیشی ہوشمندوں اور دانش وروں پر ستم کرتے ہیں۔ زمانۂ سابق میں محققین و کاملین کا دور دورہ تھا، زمانۂ موجودہ میں مقلدوں اور جاہلوں کا زور۔ اس سے پہلے اہلِ عیوب کی عیب پوشی کی کوشش کی جاتی تھی، اس عہد میں بے عیبوں پر عیب لگا کر اس کے اظہار و اشتہار پر زور دیا جاتا ہے۔ پہلے ہنرمند اپنے حسب پر اظہارِ عجز کیا کرتے تھے، اب اہلِ عیوب بھی اپنے نسب پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ اس سے پہلے اہلِ بطلان سزا کو پہنچتے تھے، اس زمانے میں اہلِ ایمان مستحقِ عقوبت و گرفتارِ مصیبت ہیں۔ اس سے پہلے سوال و طمع کو عار خیال کیا جاتا تھا، اب حرفت و کار سمجھا جاتا ہے۔ اس سے پہلے جو سزائیں گنہگاروں کے لیے لازم تھیں، اب وہ نصیبِ بے گناہاں ہیں۔ پہلے خدا کا نام خدا کے واسطے لیا جاتا تھا، اب محض مکر و ریا کے

واسطے۔ پہلے اہلِ دولت قابلِ اشخاص کے جویا تھے، اب مسخروں کے طالب رہتے ہیں۔ پہلے
لوگوں کو محبت درکار تھی، اور اب صرف دولت۔ اس سے پہلے جو عیب تھا، وہ اب ہنر ہے۔
بیگانگی و یگانگی بہ تفوق۔ نیکی عالم سے گئی گزری۔ اخلاقِ پسندیدہ کا نام و نشان تک نہ رہا۔
دانش بے وقر و بے مقدار۔ دانش مند محتاجِ نان اور خوار۔

اگر تو تمام دنیا کو بھی چھان ڈالے، بہت کم لوگوں کو قابلِ صحبت پائے گا۔ ورنہ عوام کالانعام
کا یہ حال ہے کہ قائلِ اقوالِ بیہودہ، فاعلِ افعالِ گناہ آلودہ، مواعظ و نصائح میں سب
تشمانِ زبان اور بدکرداری میں بے تکلف شیطان۔ چھوٹے بزرگوں کے ساتھ بجوش، ہمسایہ کے
ساتھ ہمسایہ بخروش، تمام وضیع و شریف حق پوش اور ناحق کوش۔ اظہارِ حق سے خاموش،
گلیمِ شقاوت بردوش، شیطان کا حلقۂ بندگی بگوش، سب کو روزِ جزا فراموش، بادۂ مکر و فریب سے
مدہوش، گندم نما جو فروش، ناکسانِ دہر اور ستم پیشہ شاہدِ مراد سے ہم آغوش، فکرِ فردا نہ ذکرِ
دوش، حصولِ معاش و فکرِ نان سے آزاد، مصروفِ ناؤ نوش۔ بخلاف ازیں اہلِ علم و ہنر و طبقۂ
نیکاں سینہ بریاں، چشم گریاں، ہمہ تن عریاں یا بوریا پوش، بے خانماں یا خانہ بدوش۔ فرزانہ و
خردمند کو افلاس و پریشانی، بے خرد اور نالائقوں کو آسودگی و تن آسانی۔ بوڑھے بے انصاف،
جوان بے حیا و بے باک اور چھوٹے گستاخ۔ طبقۂ نیکاں رنجور، گروہِ بداں مسرور، حق شکست
خوردہ و مقہور، باطل منظفر و منصور۔ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیے خونخواری کر رہے ہیں۔
دوں کی یاری گویا بیکسی ہے اور ان کی ہمراہی بمنزلۂ واپسی، دعا کی بجائے دغا ان کا پیشہ۔ محبت
ایک دوا ہے جو طبلۂ عطارِ روزگار میں نہیں پائی جاتی اور وفا ایک جوہر ہے جو زمانۂ ناہنجار
کے خزانے میں موجود نہیں۔ مروت مثلِ سیمرغ کے ہے کہ جس سے سوائے نام کے کچھ حاصل نہیں
اور انصاف مانندِ کیمیا ہے کہ جس کا کہیں نشان نہیں۔ ان کا اظہارِ اتحاد و لافِ یگانگی مثلِ
تقریبِ شاہاں و حسنِ خوباں و شجاعتِ دیوانگاں و اعتقادِ بے خرداں و طفلانِ خوش گلو کے ہے
کہ ان میں سے ایک بھی سزاوارِ اعتماد اور شایانِ اعتبار و قابلِ یقین نہیں ہے اور معمولی باتوں پر
ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچتا رہتا ہے۔

قحط الرجال کا یہ عالم ہے نہ کوئی آقائے مہربان ہی نظر آتا ہے، نہ کوئی جاں نثار کارگزار
ہی سننے میں آتا ہے۔ بفرضِ محال اگر کوئی ہو بھی تو نہ کار فرما کو کوئی کارگزار ہی ہاتھ آتا ہے، اور نہ
کارگزار کو کوئی کار فرما حاصل۔ آقا اپنے نائب کی بے جوہری سے بے پیچ و تاب، اور یہ اپنے آقا کی
ناقدری اور بے جوہری سے مثلِ کباب۔ نہ وہ اس کے جوہر کا خریدار اور نہ یہ اس کی نعمت کا
شکرگزار — ۵

اس وقت قدرِ گوہر و خارا ہے برابر — سرگینِ گاؤ عنبرِ سارا ہے برابر
دستِ ستم ہو یا یدِ بیضا ہے برابر — بادِ سَموم یا دمِ عیسےٰ ہے برابر
مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے — دنیا میں قدرداں نہیں صاحبِ کمال کے

جب کسی کو مطلب برآری اور حصولِ غرض متصور ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے ملنے کے لیے قدم اُٹھایا جاتا ہے اور اپنے آپ کو آشنائے بے ریا، دوستِ صادق اور محبِ راسخ الاعتقاد ظاہر کیا جاتا ہے اور حصولِ غرض کے دوران میں زبانی گفتگو اور مراسلات میں بندۂ قدیمی اور مخلصِ صحیحی، فدوی و جاں نثار، بندۂ خدمت گزار، یارِ وفادار، دائمی دعاگو و ثناگزار، محبِ بے ریا اور دیگر القابِ گوناگوں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ لیکن اُن کی یہ تمام گفتارِ لاطائل، جھوٹے دلائل، پردۂ غفلت ان کی آنکھوں کے آگے حائل اور ان کے دل دغا کی طرف مائل ہوتے ہیں +

ورع و تقویٰ کی مانندِ راحت سخت قلّت۔ شہوت پرستی اور متابعتِ ہوا و ہوس بسانِ رنج گنج در گنج۔ افعال تمام تر مخالفِ اقوال۔ حُسنِ ظن مثلِ جمعیت کلیتہً معدوم اور سُوئے ظن مانندِ پریشانی بافراطِ تمام۔ اگر کوئی سرکہ کی بوتل بغل میں دبائے جا رہا ہو تو کون ہے کہ گمانِ شراب نہ کرے۔ اگر کسی مرد و زن کو یک جا جمع دیکھا جائے تو کون ہے کہ ان پر بدظنی نہ کرے۔ ایسا ہی دوسرے معاملات پر قیاس کر لیں۔ جتنا کہ بدی میں گمان کو کام میں لایا جاتا ہے اُتنا ہی نیکی میں یقین کو راہ نہیں دی جاتی۔ یہ تمام دلائل و اسبابِ دنیا کی انتہائے ابتری پر زبردست نشانات ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بدی کو بدی خیال ہی نہیں کیا جاتا اور نیکی کی طرف مطلقاً کسی کو رغبت ہی نہیں۔ چنانچہ معاملاتِ دنیوی میں اس قدر حضوریِ دل کے ساتھ متوجہ ہو کر مُنہمک ہوا جاتا ہے کہ غفلت کو اس میں بالکل گنجائش ہی نہیں رہتی۔ برخلاف اس کے اگر دینی طور پر نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو دل کو دوسرے منصوبوں میں مشغول رکھ کر خدا پر ہزار ہا احسان رکھے جاتے ہیں۔ سوائے خود غرضی کے کوئی کام خدا کے واسطے نہیں کیا جاتا +

راستی پیشہ اور کم گو کا سادہ لوح اور نادان نام رکھا جاتا ہے۔ شیطان سیرت، ناپاک طینت جس کی گفتار اس کے کردار سے بالکل ناآشنا اور مخالف، ظاہر سوفقانہ باطن منافقانہ، جس کے ہر ایک کام کی بُنیاد مکر و فریب پر ہو، اُس کو قابل و عاقل خیال کیا جاتا ہے۔ اس دردِ غلیظ دنیا جو گردہ کا ہر قول و فعل، اختلاط، اجتناب، ارتباط و احتراز ان کی اپنی مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ بغیر مطلب کبھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کی جاتی بلکہ بغیر مطلب و ضرورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں۔ اگر بطورِ تقریب کسی سے ملاقات بھی کی تو اس پر سینکڑوں احسان رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے کلام کا افتتاح جھوٹ سے ہوتا ہے۔ ایک نے کہا مشتاق تھا،

دوسرے نے جواب دیا مشرف ہوا نفس الامر نہ اس کو اشتیاق نہ اُس کو شرف۔ جب شروع کلام اور بنائے کار ہی جھوٹ پر قائم ہو، وہاں پر کیا خیر و برکت ہو سکتی ہے؟

حکایاتِ مُفید

حکایت: شاہ اسمٰعیل سامانی کی خصائلِ حمیدہ میں سے ایک یہ تھی کہ ایام برف و باراں میں باہر بیٹھتا یا میدان میں کھڑا رہتا۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہوتی تو اُس کی حاجت روائی کرتا اور کوئی مظلوم ہوتا تو اُس کی دادرسی کرتا اور ضعیفوں کو صدقہ دیتا۔ اور ان کی فارغ البالی کے لیے پوری کوشش کرتا اور بوقتِ مراجعت نمازِ شکرانہ ادا کرتا۔ اور کہتا "الحمد للہ کہ آج کا دن میرا بقدرِ وسعت و طاقت خدمتِ خلق میں صرف ہوا"۔ لوگوں نے کہا "اے امیر! برف و باراں کے دن اُمراء گھروں سے باہر نہیں نکلتے۔ ایسے تکلیف دہ ایام میں امیر گھر نہیں بیٹھتا اور رنج و تکلیف اٹھاتا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے؟" فرمایا۔ "ایسے ایام میں غربا۔ اور بیکس زیادہ تنگ دل ہوتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں ایک کی بھی توفیقِ خدمت گزاری مجھے حاصل ہو جائے تو اس کی دُعا اجابت سے نزدیک تر ہوتی ہے"۔

نہ کرم جبتک ہے یاں دستگیری نیم جانوں کی ۔۔۔ خرید اکر ملیں جتنی دُعائیں ناتوانوں کی

حکایت: امیر المومنین مہدی نے ایک نیا محل تعمیر کروایا۔ خلیفہ نے فرمایا۔ "کسی شخص کو اس محل کے نظارے سے منع نہ کیا جائے۔ ناظرین یا تو دوست ہوں گے یا دشمن۔ اگر دوست ہیں تو خوش و خرم ہوں گے، اور ہمیں دوستوں کی خوش دلی مطلوب ہے۔ اور اگر دشمن ہیں تو رنج اٹھائیں گے اور دل کوفتہ ہوں گے۔ اور ہر شخص کی یہی مراد ہوتی ہے کہ دشمن کو رنج پہنچے نیز شاید وہ کوئی عیب ڈھونڈیں اور کوئی خلل کی بات بتائیں اور اُس سے وقوف پانے پر اُس خلل کا تدارک کیا جا سکے اور اُس نقص کو دور کر دیا جائے"۔ ایک فقیر نے کہا۔ "اس محل میں دو نقص ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اس میں ہمیشہ نہ رہیں گے دوسرا یہ کہ یہ محل ہمیشہ نہ رہے گا"۔ خلیفہ اس کلام سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ محل غرباء اور فقراء کے لیے وقف کر دیا۔

ہوئے قصرِ فنا سے قصر عالی بے نشاں لاکھوں ۔۔۔ تری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے

حکایت: ابو منصور جو سلطان طغرل کا وزیر تھا، خدا ترس اور مرد دانا تھا۔ ہر صبح نمازِ فرض پڑھتا اور سجادہ پر بیٹھ جاتا اور طلوعِ آفتاب تک ورد و وظیفہ پڑھتا رہتا۔ پھر خدمتِ سلطانی

میں حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ بادشاہ کو ایک مُہم درپیش آگئی۔ سُلطان نے وزیر کو بہ تعجیل طلب کیا۔ آدمی بلانے آیا تو وہ سجادہ پر بیٹھا تھا۔ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ حاسدوں کو بات ہاتھ آگئی اور شکایت کا موقع مل گیا۔ انھوں نے بادشاہ کو بہکایا کہ وزیر نے ایسے ضروری فرمانِ شاہی پر توجہ نہیں کی اور معتبر نہ سمجھا۔ بادشاہ کے غصّے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ جب وزیر اپنے معمول کی طاعت سے فارغ ہوگیا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سُلطان نے اس کو سختی سے پوچھا کہ اتنی دیر سے کیوں آیا؟ اُس نے کہا "اے بادشاہ! مَیں خدا کا بندہ ہوں اور تیرا چاکر۔ جب تک کہ اُس کی بندگی سے فارغ نہ ہوجاؤں، تیری چاکری پر حاضر نہیں ہو سکتا۔" بادشاہ اس کے اس دلپذیر سچے جواب سے آبدیدہ ہوگیا اور اس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ خدا کی بندگی کو میری چاکری پر مقدم رکھو کہ اس کی برکت سے ہمارے سب کام درست ہوجائیں ؎

دوئی میں یک دلی کا رنگ پیدا ہو نہیں سکتا
شناسا غیر کا تیرا شناسا ہو نہیں سکتا

حکایت: ایک شخص گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا۔ راستہ میں اُسے ایک شخص ملا جس نے دریافت کیا کہ بوریوں میں کیا بھرا ہے؟ سوار نے جواب دیا کہ "ایک بوری میں تو گیہوں ہیں اور دوسری طرف کی بوری میں وزن برابر کرنے کے لیے ریت بھرا ہے۔" اُس شخص نے کہا کہ اگر گیہوں ہی کو دونوں طرف تقسیم کرکے ہم وزن لادا جاتا، تو اس قدر زائد وزن سے گھوڑے کو اور اس قدر غیر ضروری محنت سے آپ کو نجات ملتی۔ سوار نے کہا "واقعی یہ تدبیر تو تم نے بہت اچھی بتائی۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ اس قدر عقل کی موجودگی میں آپ پیدل کیوں جارہے ہیں؟" اُس شخص نے کہا "یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔" سوار نے کہا "ایسی عقل کو آپ اپنے پاس ہی رکھیے جو آپ کو پیدل چلارہی ہے۔ کہیں اس کا سایہ مجھ پر نہ پڑ جائے۔ مجھ کو میری بے وقوفی مبارک ہے جس نے مجھے گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے۔ نتیجہ یہ کہ خوش قسمتی کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ؎

اگر روزی موقوف ہو عقل پر
تو ناداں ہوتے یہاں تنگ تر

ملے رزق پہنچے یوں ناداں کو
کہ دانا کی واں عقل حیران ہو

حکایت: ایک مجذوب مادر زاد ننگے رہا کرتے تھے۔ دو چار دُنیادار معتقد ہوگئے اور خدمت کرنے لگے۔ چند روز کے بعد اُن سے کہا کہ میاں صاحب! برہنہ رہنا خلافِ شرع ہے، لنگوٹی باندھ لو۔ خیر انھوں نے حسبِ درخواست لنگوٹی باندھ لی۔ اتفاقاً ایک دن لنگوٹی ناپاک ہوگئی، چوہوں نے لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے۔ میاں صاحب کا حال دیکھا تو خیال آیا کہ بلی پالنی چاہیے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے۔ غرض ایک بلی لائے۔ دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے۔ ایک روز عرض کیا کہ میاں صاحب! اس روز

کے بکھیڑے سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آئیں۔ اُس کے دودھ سے بکری پلتی رہیگی غرض بکری بھی لا باندھی چند روز بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے، ہر روز کی خدمت کون کرتا۔ دنیاداروں کا اعتقاد گھڑی میں موم گھڑی میں فولاد۔ پھر درویش بر جانِ درویش۔ اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارہ لاتے۔ ایک روز درخت پر چڑھ گئے کہ پتے توڑیں۔ پاؤں جو پھسلا نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا۔ گھر جاکر مرہم پٹی کی۔ مریدانِ سست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کو آئے اور حال دریافت کیا۔ مجذوب نے لنگوٹی کھول کر اُن کے مُنہ پر ماری کہ یہ سارا اسی کا فساد ہے۔ خبردار جو آئندہ میرے پاس آئے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا سے جس قدر زیادہ تعلق ہوگا اُتنا ہی مبتلائے مصیبت ہوگے ؎

کہ رہا ہے باغ میں ہر گُل زبانِ حال سے مُبتلائے خارِ غم رہتا ہے جو زردار ہے

حکایت: سلیمان وہب کے ایامِ وزارت میں جو حاکم زیادہ خراج دینے کا وعدہ کرتا پہلے کو موقوف کر کے اُس کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا۔ ایک شخص، جو اپنے لطفِ طبع کے باعث مشہور تھا اُس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی ملازمت چاہی۔ وزیر نے اُس کو ایک علاقے کا حاکم مقرر کر دیا۔ جس وقت کہ وزیر اُس کو وداع کر رہا تھا تو اُس نے عرض کیا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، لیکن پوشیدہ کہوں گا۔ فرمایا کہو۔ اُس نے وزیر کے کان میں کہا کہ "گھوڑا صرف جانے کے واسطے کرایہ کروں یا آنے کے واسطے بھی"؟ وزیر بے ساختہ ہنس پڑا اور یہ کلمہ سُننے کے بعد پھر کسی کو معزول نہ کیا؟

حکایت: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو خواجہ حسن بصریؒ کو ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: "میرے دوست! تو جانتا ہے کہ میں ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوا ہوں، مجھ کو کچھ نصیحت کیجیے اور اپنے ہم نشینانِ خدا دوست میں سے ایک کو میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ اُس کی مصاحبت سے مجھے آسائش حاصل ہو سکے۔" جواب میں حضرت حسن بصریؒ نے لکھا۔ "امیر المومنین کا نامہ مطالعے سے گزرا، اور جو اشارہ کہ اُس میں کیا گیا تھا وہ سمجھ لیا۔ آپ نے جو فرمایا کہ اُس کی مصاحبت سے آسائش حاصل کروں تو سمجھ لے کہ جیسا شخص کہ تجھ کو چاہیے، وہ تیرے نزدیک نہ آئے گا اور تجھ سے فارغ ہوگا۔ اور جو شخص کہ تیرے پاس آئے گا ایسے کی تجھے ضرورت نہیں ہے۔ اُس کی مصاحبت سے تجھے کچھ آسائش و نفع حاصل نہ ہوگا۔ اور چونکہ نصیحت کے واسطے لکھا ہے تو جان لے کہ جو کوئی خدا سے ڈرتا ہے تمام لوگ اُس سے ڈرتے ہیں۔ اور جو کوئی خدا سے شرم رکھتا ہے، لوگ بھی اُس سے شرم رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی خدا کے حضور میں گناہوں پر دلیری کا اظہار کرتا ہے، تمام لوگ

اُس پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ اور جو کوئی آج ایمن ہے کل کو مخدوش ہوگا۔ اور جو آج مخدوش ہے کل کو مامون ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے آپ پر مغرور ہوگا وہ دُنیا اور آخرت میں معزول ہوگا۔ دُنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ صبر کرنا ہے۔ اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اپنے تمام کاموں میں خدائے عزوجل کی پناہ اور مدد طلب کر تاکہ تجھ کو مدد ملے۔ اور اُس پر توکل رکھ تاکہ تیرے کاموں میں تجھے کفایت کرے۔ جو کوئی آنکھ کو آزاد کر دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو دیکھے اُس کا اندوہ دراز ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی زبان کو رہا کر دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو کہے' وہ گویا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ غالباً یہ مختصر کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کے لیے کافی ہیں"۔

حکایت: ایک امیر آدمی کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اُسی وقت ایک بیچارہ غریب شکستہ حال بھی اُس امیر کے برابر آ بیٹھا۔ وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ اُس بزرگ نے یہ تماشا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مکان میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے کچھ قطرے حضرتؑ کے کپڑوں پر گرے' دیکھا تو چھپکلی تھی۔ جناب باریؔ میں عرض کیا کہ خدایا اِس کو کیوں پیدا کیا' یہ کس مرض کی دوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! یہ چھپکلی بھی ہر روز یہی سوال کیا کرتی ہے کہ خدایا! موسیٰؑ کو کیوں پیدا کیا' اُس سے کیا فائدہ ہے"؟ غرض یہ کہ ہر ایک ذی روح کے دل میں اَوروں کی نسبت ایسے ہی خیالات جاگزیں ہیں۔

حکایت: ایک گورو اپنے چیلے کے شہر بیداد نگری میں پہنچے۔ وہاں تمام اشیائے خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا۔ گورو نے چیلے سے کہا کہ اِس شہر سے جلد بھاگ چلو کیونکہ یہاں حفظ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں۔ چیلہ بولا حضور! یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں' بڑے چین سے بسر ہوگی۔ گورو نے کہا خیر تمھاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے۔ چیلے کو جو ٹکے سیر حلوا اور پوری ملا چند روز میں کھا پی کر خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ اتفاقاً ایک چور زیور چرانے کے جرم میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ چور نے کہا حضور! میرا قصور نہیں۔ اگر صاحبِ زیور ایسی عمدہ چیز کو اپنے گھر میں نہ رکھتا تو مجھے کیا پڑی تھی کہ نقب لگا کر اُسے چرانے کی جرأت کرتا۔ چور بری ہو گیا اور زیور والا مجرموں کی طرح عدالت میں پیش کیا گیا۔ اُس نے عدالت کا یہ رنگ اور چور کے بیانات کا نرالا ڈھنگ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور! اگر سنار ایسا اچھا زیور نہ بناتا تو مجھے اس کے خریدنے کی زحمت ہی گوارا کیوں ہوتی۔ چنانچہ زیور والا بری کر دیا گیا اور سنار کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ سنار نے بھی اسی طرح کا استدلال پیش کر کے برأت حاصل کر لی۔ اسی طرح متعدد ملزموں کی پیشی کے بعد پھانسی کی سزا کا قرعۂ فال ایک ایسے شخص کے نام پڑا جو کوئی دلیل نہ دے سکتا تھا۔ اُسے تختۂ دار کے قریب لایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اتنا لاغر ہے کہ پھانسی کا پھندا اُس کی گردن کو پکڑ نہیں

سکتا۔ اُس کی جگہ ایک موٹا تازہ سادھو پھانسی پر چڑھانے کے لیے لایا گیا۔ چیلے نے دُہائی دی کہ صاحب میرا قصور کیا ہے؟ راجہ نے کہا قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے۔ اُس وقت گورو پہنچے اور آہستگی چیلے سے کہا کہ اور کھا ٹکے سیر کا حلوا پوری۔ اَے! میں تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ شہر بیداد نگری ہے یہاں سے بھاگ، تو نے نہ مانا۔ اب اپنے کیے کا بھگت۔ چیلے نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے کہ کبھی خلاف مرضی مبارک کے نہ کروں گا۔ گورو نے فرمایا کہ خیر اب میں یہ کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دے دو، تو کہنا کہ نہیں پہلے مجھ کو دے دو۔ دونوں نے مشورہ کر کے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لیے ظاہر کیا۔ راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تم دونوں اس کی تمنا ایک دوسرے سے زیادہ کرتے ہو۔ گورو جی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائے گا سیدھا بیکنٹھ یعنی بہشت کو چلا جائے گا۔ راجہ نے یہ سُن کر کہا کہ یہ بات ہے تو پہلے ہم کو ہی پھانسی دے دو۔ چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور یہ دونوں بھاگ نکلے۔ نتیجہ یہ کہ حفظِ مراتب کا چھوڑنا اور آمادگی بیداد کے تر نقموں سے خواہشوں کو تر و تازہ رکھنا موجبِ ہلاکت ہے۔ پس ہمیشہ بزرگوں کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہیئے۔ ؎

نصیحت سُن بزرگوں کی کہ جاں سے دوست رکھتے ہیں جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا کو

حکایت: سکندر کی عالمگیری اور فتحمندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہِ دُور اندیشی یہ طریق کار اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکر جرار رکھنے کے بغیر کسی قسم کی جنگ کے صلح کے لیے پیش قدمی کی۔ سکندر نے اُس کی بیشمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صلح کے لیے آیا ہے، تو اِس لشکر جرار اور فوج بے شمار کو ہمراہ لانے کا کیا مطلب؟ شاید کہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا شیوہ عاجزوں کا ہے۔ صاحبِ مقدور کبھی دغا نہیں کرتے۔ یہ میرا جزوی لشکر ہے جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے تا کہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا لیکن تیرا اقبال بلند ہے جو کوئی دولتِ خداداد سے لڑے گا، سو گریگا اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا۔ سکندر نے کہا۔ بیشک تو لائق احسان ہے۔ میں نے تجھے امان دی۔ اِس بادشاہ نے تمام لشکر کو نہایت پُر تکلف کھانا کھلایا اور ایک زردوزی خیمہ میں جہاں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا سکندر کو بٹھایا اور ایک بڑے خوان زرین میں بیش بہا جواہرات لعل، یاقوت، موتی، ہیرے، زمرد بھر کر سکندر کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ کھائیے۔ سکندر نے کہا۔ جواہرات انسان کی غذا نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں؟ کہا کہ یہی روٹی جو عام خلقت کھاتی ہے۔ اُس بادشاہ نے کہا۔ سخت تعجب ہے۔ کیا یہ روٹی تجھے اپنے

ملک میں نہ ملتی تھی؟ کس لیے ناحق اس قدر رنج و مصیبت برداشت کرتا ہے اور اپنے ساتھ ہی بیشمار مخلوقِ خدا کو بھی مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے۔ سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا۔ کہ اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموزِ دنیا و آخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں ؎

گدا را کند دو درم سیم سیر — سکندر ز نصفِ جہاں نیم سیر

حکایت: ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ ہو کر ارادہ کیا کہ ترکِ دنیا کرے۔ ایک بیوی تھی اُس غریب کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلہ بنا۔ گلے میں کفنی ڈال ہاتھ میں کاسہ لے در بدر بھیک مانگنی اختیار کی۔ ایک دن پھرتا پھرتا اسی بستی میں آ نکلا جہاں اُس کی بیوی رہتی تھی حسبِ عادت صدا کی "بھلا ہو مائی کچھ بھیج فقیر کو"۔ مائی نے اُس بیوفا کی آواز پہچان لی۔ جھانک کر دیکھا تو وہی ذاتِ شریف ہیں۔ خیر اُن کو کچکول بھر آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی! گو ہمارا تمھارا میاں بیوی کا رشتہ تو قطع ہو گیا لیکن لاؤ تمھاری روٹی تو پکا دیں"۔ کہا "اچھا۔ مگر آٹا، دال، نمک، مرچ اور لوٹا۔ توا، چولھا، کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں یہ سامان لو اور پکا دو۔ تب اُس عورت نے زور سے ایک دو ہتڑ مارا اور کہا کہ کمبخت سارا سامانِ دنیا تو اپنی بغل میں مارے پھرتا ہے، کیا جورو ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا ؎ چیست دنیا از خدا غافل بدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

حکایت: خلیفہ عبدالرحمٰن کے دربار میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے سرکاری زمین کا ایک قطعہ خریدا تھا۔ تعمیرِ مکان کے وقت اُس کی کھدائی میں پچاس ہزار اشرفی برآمد ہوئی ہیں۔ چونکہ میں نے صرف زمین خریدی تھی، دفن شدہ مال نہیں خریدا۔ لہٰذا یہ دفینہ خزانہ سرکار میں داخل کیا جائے۔ خلیفہ نے ازراہِ سیر چشمی و رعایا پروری اس کی دیانتداری کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا "جب ہم زمین فروخت کر چکے تو جو کچھ اس کے اندر سے نکلے، اُس کے مستحق تم ہی ہو"۔ لیکن وہ شخص باوجود اصرارِ خلیفہ اپنی بیان کردہ دلیل پر ہی قائم رہا۔ ناچار خلیفہ نے اس رقمِ خطیر کو خزانہ شاہی میں داخل کر لیا اور اس شخص کی دیانت و امانت کا تمام سلطنت میں شہرہ ہو گیا۔

چند سال گزرنے کے بعد وہی شخص پچاس روپے کی چوری کے الزام میں گرفتار ہو کر خلیفہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے کہا "کیا وجہ ہے کہ تمھارے جیسا ایماندار شخص جس نے باوجود ہماری مخالفت و ممانعت کے اِس قدر رقمِ کثیر خزانہ سرکاری میں داخل کر دی۔ اب اِس رقمِ حقیر چرانے کے جرم کا مرتکب ہو گیا۔ اس شخص نے دست بستہ عرض کیا کہ "اُس زمانے میں مَیں کافی مالدار تھا۔ اور اس رقمِ خطیر کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا۔ لیکن اب چند سال سے مسلسل و متواتر نقصانات نے مجھے نانِ شبینہ

کا محتاج کر دیا۔ میرے اہل و عیال دو روز سے مبتلائے فاقہ کشی تھے۔ ایسے سخت حالات پیش آمدہ سے مجبور ہو کر میں اِس جُرم کا مرتکب ہُوا ہوں۔ انسان کے ہر سانس میں نئی ہُوا جاتی ہے۔ خیالات کی تبدیلی زیادہ وقفے کی محتاج نہیں ہوتی اور خیالات بھی حالات کے ماتحت ہوتے ہیں جُوں جُوں حالات تبدیل ہوتے جاتے ہیں، ویسا ہی وہ خیالات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ حسبِ انسانی حالاتِ اسفل و اعلیٰ میں اپنی حاجات کے ماتحت ایسی ناگہانی تبدیلیوں کے لیے ہر وقت آمادہ رہتی ہے۔ مَیں اپنے جُرم کا اعتراف کرتا ہوں اور اُسکی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہُوں" ۔

خلیفہ نے فرمایا کہ "ایسے ہی غیر متوقع اور ناگہانی خطرات و حوادث کا خیال رکھتے ہوئے بنظر احتیاط و پیش بینی ہم نے وہ تمام رقم تمھارے ہی نام سے بطور امانت خزانۂ شاہی میں جمع کر رکھی ہے، جو اَب تم کو واپس دی جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ ایسے نامساعد حالات کی موجودگی میں اب تمھیں اِس کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا"۔ چنانچہ وہ تمام رقم اُس شخص کو دے دی گئی اور خلیفہ کے عدل و انصاف اور رحمدلی کی ہر شخص نے تعریف کی۔

حکایت: ایک گیانی مہاتما چلتے چلتے کسی شہر میں آئے اور بیرونِ شہر ایک درخت کے نیچے دھونی رما دی۔ چند دن رہنے پر ایک سیٹھ صاحب کی عقیدت ہو گئی چونکہ سادھو صرف ایک لنگوٹی باندھے ننگے جسم اور ننگے پاؤں رہتے تھے، اِس لیے سیٹھ نے ایک خوشنما جوتا سادھو کی بھینٹ کیا تاکہ زمین کی تپش اور کانٹوں سے پاؤں کا بچاؤ رہے۔ مہاتما مُسکرا کر کہنے لگے کہ "سیٹھ جی! ہمیں جوتا لینے میں تو انکار نہیں لیکن یہ جوتا نہایت قیمتی خوشنما اور شاندار ہے۔ ننگے بدن کے ساتھ اِس کی خوبصورتی برُی لگے گا۔ اِس کے ساتھ تو اِسی قسم کی بیش قیمت پوشاک بھی لازمی ہے۔ سیٹھ نے کہا ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے کہ آپ کوئی حکم دیں اور یہ معمولی بات ہے پوشاک تیار ہو جائے گی۔

مہاتما: لیکن سیٹھ جی! اِتنی قیمتی پوشاک اور خوشنما جوتے کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں کوئی خوبصورت چھڑی نہ ہو تو لُطف نہیں آتا۔

سیٹھ: مہاتما جی! یہ درست ہے چھڑی بھی لیجیے۔

مہاتما: یہ تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ لیکن اگر کچھ دُور جانا پڑے تو اتنی زرق برق پوشاک میں پیدل چلنا تو خلافِ شان ہے۔

سیٹھ: تو کیا بات ہے، ایک نہایت اچھا اور خوبصورت گھوڑا مع زین کے دیا جائیگا۔

مہاتما: بہت خوب! لیکن ایک اور بات ضروری ہے کہ کہیں باہر دوسرے گاؤں جانے پر گھوڑے کی سیوا کون کرے گا؟

سیٹھ: بیشک سوامی جی ایک نوکر ضرور چاہیے۔ میں اس کا بھی انتظام کر دوں گا۔
مہاتما: لیکن نوکر کی تنخواہ، گھوڑے کا خرچ اور اس پوشاک کے پرانے ہو جانے کے بعد نئے کپڑوں کا انتظام اتنا خرچ کون برداشت کرے گا۔
سیٹھ: سوامی جی! آپ کی کرپا سے میرے پاس پرماتما کا دیا بہت کچھ ہے۔ کچھ زمین آپ کے نام کر دوں گا۔ آپ آرام زندگی بسر کریں گے۔
مہاتما: تو اس صورت میں شادی خانہ آبادی کی ضرورت بھی درپیش ہوگی۔
سیٹھ: کیا پروا ہے، شادی بھی ہو جائے گی۔
مہاتما: تو ضروری ہے کہ میرے بال بچوں کی پیدائش بھی ہو۔
سیٹھ: ہاں اس میں کیا شک ہے۔
مہاتما: لیکن یہ بتائیے کہ اگر کوئی بچہ مر جائے گا تو روئے گا کون؟
سیٹھ: سوامی جی رونا تو آپ ہی کو پڑے گا۔
مہاتما: (ہنس کر) تو بھائی اتنے بڑے جنجال میں پھنسانے والا جوتا واپس ہی لے جاؤ۔ یہ جوتا پاؤں میں پڑے نہ اتنا دکھ ہو۔
نتیجہ یہ کہ تعلقاتِ دنیوی کی زیادتی افزائشِ آلام کا موجب ہوتی ہے ؎

کارِ دنیا کسے تمام نکرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید

؎ حرص قانع نیست بیدلؔ ورنہ اسبابِ جہاں آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

حکایت: موجدِ شطرنج کو بادشاہِ وقت نے اپنے دربار میں طلب کر کے اظہارِ خوشنودی کے بعد فرمایا "تمہاری اس بے حد دلچسپ کھیل کے لیے میں تمہیں منہ مانگا انعام دینے کے لیے تیار ہوں"۔ موجدِ شطرنج نے ازراہِ کسرِ نفسی عرض کیا "حضور کی قدردانی و عزت افزائی اور خوشنودی ہی میرے لیے کافی انعام ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کسی انعام کی ضرورت نہیں"۔ بادشاہ کے زیادہ اصرار پر آخرکار موجد نے کہا "شطرنج کے چونسٹھ خانے ہیں۔ اس کے پہلے خانے میں ایک چاول، دوسرے خانے میں پہلے خانے سے دُگنے اور تیسرے خانے میں دوسرے سے دُگنے۔ غرضیکہ ہر آئندہ خانے میں گزشتہ خانے سے دُگنے چاول۔ اسی طرح علیٰ ہذا الحساب چونسٹھ خانے چاولوں سے پُر کر دیے جائیں۔ شطرنج کے تمام خانوں کے چاول میرا انعام ہوں گے۔ بادشاہ نے اس بظاہر حقیر سے مطالبے کو اپنی توہین و تذلیل خیال کرتے ہوئے رنج و غصّے کا اظہار فرمایا کہ اس قدر قلیل مطالبہ شایانِ شانِ شاہانہ نہیں۔ تم کسی بڑے سے بڑے انعام کا مطالبہ کرو۔ موجد نے عرض کیا کہ جس مطالبۂ انعام کو آپ حقیر و قلیل خیال فرماتے ہیں اس کو

تمام رُوئے زمین کے خزانے بھی ادا نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے کہا کہ اِن چونسٹھ خانوں کے چاولوں
کی مجموعی مقدار دو چار سیر چاولوں سے زیادہ نہ ہوگی' یا زیادہ سے زیادہ مبالغے کے ساتھ دس بیس
سیر قیاس کی جا سکتی ہے۔ جس کو ایک غریب ترین شخص بھی بآسانی دے سکتا ہے روئے زمین
کے تمام خزانوں کے ساتھ اِن کی کیا نسبت ہے۔ مُوجد نے عرض کیا کہ حضور ذرا حساب تو پھیلا کر
دیکھیں۔ چنانچہ محاسبانِ شاہی نے جب حساب لگایا تو چاولوں کا مجموعی وزن ۷۵
(چھپتر کھرب من) کے قریب نکلا جو روپے کے دو سیر نرخ کے حساب سے ....۱۵۰ روپے
(ڈیڑھ نیل روپے) کے ہوئے جس کو واقعی تمام رُوئے زمین کے خزانے بھی نقد یا جنس کی صورت
میں پورا نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے اس محیر العقول حساب کا نتیجہ سُننے کے بعد فرمایا کہ تمہارا یہ
حُسنِ طلب تمہارے حُسنِ ایجاد سے بھی زیادہ انعام کا مستحق ہے' جو کسی بڑے سے بڑے دانا کے
بھی وہم و قیاس میں نہیں آ سکتا چنانچہ بادشاہ نے اپنی شانِ شاہانہ کے مطابق مُوجد کو زرِ کثیر
انعام میں مرحمت فرمایا۔

[کمترین مؤلف نے نہایت صحت کے ساتھ خود یہ حساب پھیلایا ہے۔ ناظرین میں سے کسی کو
شبہ ہو تو تھوڑی سی محنت کے ساتھ اس کی تصدیق کر لے' میں نے رتی کا اندازہ چاولوں کے ساتھ
تولا تو ۵ سالم بڑے چاولوں کی ایک رتی بنتی ہے۔ ورنہ عام طور پر حساب میں آٹھ چاول
کی ایک رتی لکھی ہوتی ہے۔ لہٰذا صحیح حساب ۵ چاول فی رتی کے وزن سے لگایا جائے۔
نیز واضح رہے کہ اسلام شطرنج یا اور کسی قسم کے لہو و لعب کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نہ ہی
دانائیت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسے کھیل میں قیمتی وقت کو بیکار کھویا جائے صرف حساب کا
عجوبہ ظاہر کرنے کے لیے یہ حکایت لکھی گئی ہے۔ جس کو دیکھ کر عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور
کوئی بڑے سے بڑا ماہر محاسب بھی چاولوں کی اس تعدادِ کثیر کا یقینی اندازہ نہیں لگا سکتا
تاوقتیکہ حساب پھیلا کر اس کی صحت کو تسلیم نہ کر لیا جائے]

حکایت: ایک بادشاہ کسی فقیر کی خدمت میں شاہی کھانا لے کر حاضر ہوا اور کھانے
کی درخواست کی۔ فقیر نے ایک آئینہ منگوایا اور شاہی مُرغن کھانے میں سے ایک لقمہ لے کر اُس
پر مل دیا۔ تمام آئینہ دھندلا پڑ گیا پھر اُس پر اپنی جَو کی خشک روٹی مل دی تو آئینہ شفاف
ہو گیا اور کہا۔ آپ کے کھانے آئینۂ دل کو سیاہ کرتے ہیں لیکن نانِ جویں اسے جلا دیتی ہے
مجھے اس سے معاف رکھا جائے" پھر بادشاہ نے کہا "میرے لائق کوئی کارِ خدمت ہو تو فرمائیں"
فقیر نے کہا کہ "مکھیاں اور مچھر مجھے بہت دِق کرتے ہیں' ان کو حکم دیجیے کہ مجھے نہ ستایا کریں"
بادشاہ نے کہا "میرے حکم سے تو یہ منع نہیں ہو سکتے"۔ فقیر نے کہا کہ "جب ایسے حقیر ترین

جانور بھی آپ کی اطاعت سے منحرف ہیں۔ اور آپ کو ان کے دفعیہ پر قدرت نہیں تو پھر میں اور کس چیز کے لیے آپ سے امداد طلب کروں"۔ بادشاہ لاجواب مایوس ہو کر واپس آ گیا۔

حکایت: ایک دکان دار کا اس قول پر اعتقاد تھا کہ "کر بے تو ڈر بے نہ کر بے تو بھی ڈر بے" ایک بزاز جو اس کے قریب کی دکان میں تھا، وہ اس قول کے بالکل برخلاف تھا اور اکثر ان دونوں کی اس بارے میں بحث ہوا کرتی تھی۔ ایک روز ایک شخص نہایت شاندار پوشاک پہنے امیرانہ صورت بنائے اور اس کے ساتھ خدمت گار ایک بچے کو کندھے سے لگائے بزاز کی دکان پر آیا بہت سا کپڑا خرید ا اور بعد ازاں خدمت گار کو مع بچہ دکان پر چھوڑ کر روپیہ لینے گھر آیا اور تمام کپڑا ساتھ لیتا آیا جو قریباً ایک ہزار روپے کا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوکر نے اس بچے کو جو کندھے سے لگا ہوا سوتا معلوم ہوتا تھا، بزاز کی دکان پر لٹا کر کپڑا اڑھا دیا۔ اور آپ پانی پینے کے بہانے سے کافور ہو گیا۔ جب بہت عرصہ گزرا اور شام ہو گئی۔ نہ تو بچہ سوتا اٹھا نہ خدمت گار آیا اور نہ ہی آقا روپیہ لے کر پھرا۔ اس وقت بزاز کو فکر ہوئی۔ اس بچے کو اٹھایا تو مردہ پایا۔ بزاز کے ہوش اڑ گئے۔ اسی فکر میں حواس باختہ بیٹھا تھا کہ اتنے میں وہ امیر اور خدمت گار آ گئے اور اس لڑکے کو مردہ دیکھ کر بہت گرمائے کہ تم نے لڑکے کو گلا گھونٹ کر مار دیا ہے۔ آخر بڑی منت و سماجت کے بعد ایک ہزار روپیہ اور لے کر بمشکل ٹلے اور بزاز کو اس قول پر اعتقاد ہو گیا اور خدا کا خوف دل پر چھا گیا اور ایسی ناگہانی آفات سے اس کی پناہ مانگنے لگا کہ "کر بے تو ڈر بے نہ کر بے تو بھی ڈر بے"۔

حکایت: ایک شہزادہ اپنی رعایا میں سے ایک غریب لڑکی کے حسن و جمال پر ایسا فریفتہ ہوا کہ کھانا پینا چھوڑ کر ہر وقت اس کے ہجر میں آہ و زاری کرتا۔ بادشاہ کو پتہ لگا تو نہایت رنج ہوا اس خیال کہ عالمِ شہزادگی میں یہ کیفیت ہے تو تخت نشین ہو کر بعالمِ خود مختاری خدا جانے کیا کیا ظلم کرے گا۔ چنانچہ وزیر با تدبیر سے اس کی اصلاح کے لیے علاج و مشورہ کیا کہ شاید پند و نصیحت سے شہزادہ راہِ راست پر آ جائے۔ وزیر نے بادشاہ کو تسلی دے کر چند روز کی مہلت طلب کی۔ ایک دو روز کے بعد تمام حالاتِ متعلقہ سے واقفیت حاصل کر کے وزیر نے اپنی حکمتِ عملی اور زر و زور سے لڑکی کے تمام کنبے کو اپنی ملازمتِ محلات میں لے لیا۔ اور لڑکی کو اپنی بیگم کی کنیز خاص مقرر کیا۔ دو چار دن گزرنے کے بعد وزیر نے ایک حکیم سے مشورہ کر کے کنیز لڑکی کے کھانے میں کوئی سخت اسہال آور دوا ملا دی جس کے نتیجے میں لڑکی کو اس کثرت کے ساتھ اسہال آئے کہ تمام مادہ اندرونی خارج ہو کر مشتِ استخواں رہ گئی۔ حسبِ ہدایتِ وزیر اس کا تمام مادۂ غلاظت ایک ماٹ میں جمع ہوتا رہا۔ وزیر نے شہزادے سے نہایت راز دارانہ طریقہ پر بطور ہمدردی کہا کہ میرے ساتھ چل کر اپنی محبوبہ سے ملاقات کر لیں۔ شہزادہ اس غیر متوقع کامیابی سے خوش ہو کر وزیر کے محلات میں گیا۔ وزیر نے بیمار

لڑکی کو اس کے پیش کر دیا۔ شہزادہ نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں، جو ایسی مکروہ بدشکل بیمار اور کمزور لڑکی کو میری محبوبہ بتلاتے ہیں۔ وزیر نے حلفیہ کہا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس کے ہجر میں آپ اس قدر لاغر ہو رہے ہیں۔ شہزادے نے پوچھا وہ تو نہایت حسین و جمیل تھی، اس کا حسن و جمال کہاں گیا؟ وزیر نے غلاظت بھرے ماٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کا حسن اس ماٹ میں بند کر رکھا ہے۔ شہزادے نے متعجب ہو کر ماٹ کو جو کھولا تو اس کے تعفن سے غشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ ہوش آنے پر وزیر نے کہا، اس حسن کی اصلیت یہی ہے، جس پر کہ آپ اس قدر فریفتہ تھے۔ چنانچہ شہزادہ اس تمام واقعہ کی حقیقت سے باخبر ہو گیا آئندہ اس قسم کی بیجا و ناجائز حسن پرستی سے تائب ہو گیا۔ انسان کو چاہیے کہ حسنِ ظاہری پر فریفتہ نہ ہو کیونکہ اس کی اصل سراسر غلاظت کی پوٹ ہے ؎

دو غنی ہے ظرفِ انسانی بظاہر، در اصل ہم کو ہے معلوم جو کچھ اس کی آب و گل میں ہے

اسی طرح ایک شہزادہ اپنے محلات کی کسی کنیز پر فریفتہ ہو گئے۔ شہزادہ کے زیادہ اصرار پر اس عصمت مجسم کنیز نے بظاہر رضامندی کے طور پر دریافت کیا کہ آپ کو میرے حسن میں سے سب سے زیادہ کونسی چیز پسند ہے؟ شہزادے نے کہا۔ اگرچہ تم سراپا تصویرِ حسن ہو لیکن تمام اعضائے جسمانی میں سے مجھے تمہاری آنکھیں سب سے زیادہ پسندِ خاطر ہیں۔ یہ سنتے ہی لونڈی فوراً اندر گئی اور چھری سے دونوں آنکھیں نکال ایک طشت میں رکھ کر باداب کنیزانہ شہزادہ کے پیش کر دیں۔ اور آنکھوں جیسی نعمت بیش بہا سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ کر اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ شہزادہ پر اس غیر متوقع اور اس قدر جرأت مندانہ اقدام کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ آئندہ کے لیے وہ ایسے گناہِ عظیم سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

واضح رہے کہ جسمِ انسانی کے اجزائے ترکیبی یعنی چربی، فاسفورس، سوڈا، نشاستہ، شکر، پانی اور ہڈیوں وغیرہ کو فروخت کیا جائے تو ان کی مجموعی قیمت روپیہ سوا روپیہ سے زائد نہیں ہوتی۔ انہی اجزاء کا ظہورِ ترتیب زندگی اور انتشار موت ہے ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

حکایت: خلیفہ الحکم بن خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث کو اپنا محل بنوانا تھا۔ اتفاق سے جو زمین پسند کی گئی اس میں ایک غریب بیوہ کا جھونپڑا آتا تھا۔ اس بیوہ کو کہا گیا کہ یہ زمین قیمتاً دیدے، مگر اس نے انکار کیا۔ خلیفہ نے زبردستی اس زمین پر قبضہ کر کے محل بنوا لیا۔ اس بیوہ نے قاضی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ قاضی نے اسے تسلی دے کر کہا کہ اس وقت تو تم جاؤ، میں کسی مناسب

موقع پر تیرا انصاف کرنے کی کوشش کروں گا ؏
خلیفہ الحکم جب پہلے پہل محل اور باغ ملاحظہ کرنے گیا تو اُسی وقت قاضی بھی وہاں خود ایک گدھا اور ایک خالی بورا لے کر گیا۔ اور خلیفہ سے وہاں سے مٹی لینے کی اجازت چاہی' اجازت دی گئی۔ قاضی نے اُس بورے میں مٹی بھر کر عرض کی کہ مہربانی فرما کر اِس بورے کے اُٹھانے میں اس کی مدد کی جائے۔ خلیفہ نے اُسے ایک مذاق سمجھا اور بورے میں ہاتھ لگا کر اُٹھانے کی کوشش کی۔ چونکہ وزن زیادہ تھا خلیفہ سے ذرا بھی نہ اُٹھا۔ اُس وقت قاضی نے کہا" اے خلیفہ! جب تو اتنا سا بوجھ اُٹھانے کے قابل نہیں تو قیامت کے دن جب کہ ہم سب کا مالک انصاف کرنے کے لیے عرش پر جلوہ افروز ہوگا۔ اور جس وقت وہ غریب بیوہ جس کی زمین تو نے چھین لی ہے' اپنے پروردگار سے انصاف کی خواہاں ہوگی تو اِس تمام زمین کے بوجھ کو کس طرح اُٹھا سکے گا" خلیفہ اِس تقریر سے نہایت متاثر ہوا اور فوراً اِس محل کو مع تمام چیزوں کے اِس ضعیفہ کو عطا کر دیا۔ شاہ سلیوکس کا قول ہے کہ جو شخص عصائے شاہی کے وزن کو جانتا ہے اگر وہ اُس کے سامنے بھی پڑا ہو تو اُس کے اُٹھانے کے لیے نہ جھکے گا۔ جب ہم کو خود اپنی ذات پر حکومت کرنا دشوار ہے' تو پھر اوروں پر حکومت کرنی کیوں نہ مشکل ہوگی ؏
حکایت: عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں اُن کے لشکر کو مالِ غنیمت میں بہت سا مشک ہاتھ آیا اور خلیفہ کے سامنے تقسیم کیا جانے لگا۔ خلیفہ نے ناک پر ہاتھ رکھ کر راہ گزار مشام مسدود کر دیے لوگوں نے کہا۔ یا امیر المومنین! اس کا کیا باعث ہے؟ فرمایا" مسلمانوں کے مال میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور بوئے مشک اس کے منافع سے ہے۔ جب اُس کی بو میرے مشام میں پہنچے گی تو گویا دوسروں کے مال میں سے بے حق منافع اُٹھایا جس کی جوابدہی بروز قیامت مشکل ہوگی" ؏
کہتے ہیں کہ بیت المال کے میوہ جات میں سے ایک روز سیب اُن کے روبرو تقسیم کیے جا رہے تھے۔ ناگاہ خلیفہ کے ولی عہد خورد سال نے ہاتھ لمبا کر کے ایک سیب اُن میں سے اُٹھا لیا اور کھانے لگا امیر المومنین نے وہ سیب اُس کے منہ میں سے ایسے غصے کے ساتھ جھٹکا دے کر چھڑا لیا کہ اس کا منہ زخمی ہو گیا۔ بچہ روتا روتا اپنی ماں کے پاس آیا۔ ماں نے بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دے دیا۔ جب عمر بن عبدالعزیزؒ حرم میں آیا بچے کے ہاتھ میں سیب دیکھا اور کہا" یہ کہاں سے آیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے لایا گیا ہو" عورت نے اظہار رنج کیا کہ ایک ناچیز سیب کی خاطر میرے بچے کا منہ زخمی کر دیا۔ فرمایا" تو سچ کہتی ہے لیکن میرے لیے یہ حرکت دشوار ہوگی۔ روا نہ سمجھا کہ ایک سیب کی خاطر ثوابِ عدل سے محروم ہو جاؤں اور میرا نام نکوکاروں کی فہرست میں سے قلمزن کر دیا جائے" ؏
حکایت: ایک مولوی صاحب برسات کے زمانے میں اپنے وطن کو جا رہے تھے۔ راستے میں دریا پڑتا تھا' کشتی میں سوار ہوئے۔ جب کشتی چھوڑ دی گئی تو مولوی صاحب نے ملاح سے کہا کہ بھائی ملاح!

تُو نے کچھ پڑھا بھی ہے؟ اُس نے کہا نہیں مولوی صاحب نے کہا۔ تو نے اپنی آدھی عمر برباد کی تھوڑی دیر کے بعد کشتی گرداب دریا میں آ گئی۔ ملاح نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب! کشتی ڈوبتی ہے تم کو تیرنا بھی آتا ہے؟ مولوی صاحب نے انکار کیا۔ ملاح نے کہا۔ مولوی صاحب! آپ نے پوری عمر برباد کی۔ غرض جوں توں کر کے کشتی پار ہوئی۔ ملاح نے کہا۔ مولوی صاحب! ہر ایک ہی کو خداوند کریم نے ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ اپنے اپنے کام میں ہر شخص ولی اور مولوی ہے بس جس طرح مولوی ملاح نہیں ہو سکتا اُسی طرح ملاح مولوی نہیں بن سکتا۔ ہر ایک شخص کو خدا نے خاص کام کے لیے پیدا کیا ہے اُسی کی طرف اُس کا میلان ہوتا ہے۔

۵ کوئی شے ایسی نہیں عالم میں جو بیکار ہے	منہ کے بھی موقع پہ اپنے گوہر شاہوار ہے
۵ ہر کسے را بہر کارے ساختند	میلِ او اندر دِلش انداختند
۵ اندریں رہ جزو و کل محتاج یک دیگر شدند	عنکبوتے می شود پیغمبرے را پردہ دار

حکایت: ایک فقیر رند مشرب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا، اور کہا۔ مولوی بابا شراب پلوا۔ شاہ صاحب نے ایک روپیہ اُس کی نذر کیا اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ پیو تم کو اختیار ہے وہ بولا کہ ہم نے آپ کا بڑا نام سُنا تھا لیکن آپ تو قید میں ہیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا شاہ صاحب آپ قید میں نہیں ہیں؟ کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی روش کے مقید نہیں ہو۔ تو آج غسل کرو اور جُبّہ پہن اور عمامہ باندھ کر مسجد میں چلو اور نماز پڑھو۔ ورنہ جیسے تم رِندی کی قید میں مُبتلا ہو۔ اِسی طرح ہم شریعت غرّا کی قید میں پابند ہیں۔ تمہاری آزادی ایک خیالِ خام ہے۔ یہ بات سُن کر وہ چُپ ہو گیا اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ درحقیقت ہمارا خیال غلط تھا جو آزادی کا دم بھرتے تھے اور آئندہ کے لیے مشرب رندانہ سے تائب ہو گیا ؎

رکہ کرد قطع تعلق زدام شد آزاد بُریدہ زہمہ با خدا پیوست

حکایت: حضرت جُنید بغدادی فنونِ سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے خصوصاً پہلوانی میں مُجّے نامی گرامی۔ ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا۔ "میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔" بادشاہ نے کہا۔ "ہمارا پہلوان بہت زبردست ہے۔ تم دُبلے پتلے آدمی بھلا اُس سے کیا لڑو گے؟" مگر اُس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا۔ آخر دنگل ہوا۔ جب حضرت جُنیدؒ خم ٹھونک کر مقابل ہوئے اور دونوں کی پکڑ ہونے لگی تو اُس شخص نے چُپکے سے ان کے کان میں کہا کہ میں سیّد ہوں، محتاج ہوں، آئندہ تم کو اختیار ہے۔ حضرت جُنیدؒ لڑتے لڑتے گر پڑے۔ جب تو بڑا شور و غل ہوا۔ بادشاہ نے نہ مانا۔ دوبارہ کشتی کرائی، پچھڑ گئے۔ تیسری بار کشتی ہوئی، پھر چاروں شانے چت۔ آخر بادشاہ نے اُس کو انعام دیا اور حضرت جُنیدؒ کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی؟ آپ نے

وصل حال بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سید کی عزت گوارا کی۔ فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی۔ اُسی شب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جنیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "شاباش اے جنیدؒ! تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہے، ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔" دوسرے روز بادشاہی ملازمت ترک کی اور فقراء کی جستجو میں پھرنے لگے۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوئے۔

حکایت: روایت ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیلؑ ایک پیالہ آبِ حیات کا حضرت سلیمانؑ کے نزدیک لایا اور کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تجھے یہ اختیار دیا ہے کہ یہ جام تو نوش کرے تو قیامت تک نہ مرے۔ سلیمانؑ نے جن و انس و حیوانات سے اس بات کی مشورت کی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا مبارک ہے، پیجیے اور حیاتِ ابدی حاصل کیجیے۔ تب سلیمانؑ نے اندیشہ کیا کہ کوئی اس مشورت سے خالی تو نہیں رہا۔ ایک خارپشت باقی رہ گیا تھا، سو خیال میں گزرا۔ اسے بھی بلانے کے لیے گھوڑے کو بھیجا گیا۔ وہ اس کے ساتھ نہ آیا۔ تب حضرت نے کتے کو بھیجا۔ خارپشت اُس کے ساتھ چلا آیا۔ سلیمانؑ نے کہا۔ مجھے تیرے ساتھ کچھ مشورت منظور ہے لیکن یہ تو بتا کہ گھوڑے سے زیادہ کونسا جانور زیادہ شریف ہے، جو تو اُس کے بُلانے سے نہ آیا اور کتا جو سب جانوروں سے نجس و ناپاک ہے، اُس کے ساتھ چلا آیا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ بولا۔ گھوڑا اگرچہ شریف ہے لیکن بے وفا ہے۔ یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح سوار کو گرا دے۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بھی اپنے اوپر سوار کرا لیتا ہے۔ اور کتا ہر چند کہ ناپاک و نجس ہے لیکن وفادار ہے۔ ایک لقمہ کسی کا کھلے۔ تو ساری عمر اس کا احسان نہ بھولے۔ تب سلیمانؑ نے کہا کہ جام آبِ حیات کا میرے پاس بھیجا گیا ہے۔ اور اس کے پینے یا نہ پینے کا مجھے مختار کیا ہے۔ سبھوں نے مجھے اس کے پینے کی رائے دی ہے۔ بھلا تیری اس میں کیا صلاح ہے، پیوں یا رد کر دوں؟ پوچھا "یہ آبِ حیات صرف آپ ہی کے لیے آیا ہے یا سب عیال و اطفال و عزیز بھی اسے پیویں گے؟" فرمایا "مجھے اکیلے کو اس کے پینے کا حکم ہے۔" خارپشت بولا "تو اس کا پینا مناسب نہیں۔ کیونکہ ہر ایک عزیز تمھارے روبرو مرے گا تو اُن کے غم و ماتم سے یہ جانِ شیریں بھی تلخ ہو گی۔ عزیز دوست جب کوئی نہ رہا تو زندگانی حیف ہے۔" یہ بات حضرت سلیمانؑ کو پسند آئی اور وہ آبِ حیات واپس کر دیا۔ ؎

بہائے عمر ملاقاتِ دوستداراں است　　چہ حظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا

؎ ہمیشہ وحشت بیابانی و تنہائی میں گزرے گی　　بہت پچھتاؤ گے اے خضر پی کر آبِ حیواں کو

حکایت: ایک ہندو عورت آٹے کا ٹھاکر بنا کر پوجا کرتی تھی۔ کتا آیا اور ٹھاکر کو اٹھا کر بھاگ گیا۔ عورت چلاتی رہ گئی۔ آخر کہنے لگی۔ اے مہاراج! تم بڑے ہی دیاوان اور دیالو ہو کہ کتے کو

بھی نہ دھتکارا۔ غرضیکہ ہر شخص اپنے اپنے اعتقاد میں خوش ہے۔ پیر ما خس است۔ ما را ہمیں بس است

ہ حقیقت آج تک بت کی نہیں معلوم زاہد کو   خدا کی شان اس پر دعویٰ ایزد پرستی ہے

حکایت: بخت نصر بادشاہ ابتدا میں نہایت نیک بخت و صالح تھا حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اُس نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی۔ جب وہ لڑکی سنِ بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ اُس کی بہارِ حسن دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ اُس کی ماں کو پیغام دیا وہ بہت خوش ہوئی۔ مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے۔ اور یہ نکاح پیغمبرانِ خدا کی شریعت کے خلاف ہے وہ کاہے کو اس کام کی اجازت دیں گے۔ اس لیے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہر ادا نہ کر سکو گے۔ اُس نے دریافت کیا کہ ایسا کتنا مہر ہے جو کچھ کہو گی میں دوں گا۔ عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے۔ اگر تم یہ مہر ادا کر سکو تو لڑکی حاضر ہے۔ ورنہ اس کا نام مت لو۔ بادشاہ نے کہا۔ یہ بیچارے وہ مسکین خدا کے دوست بیت المقدس کے مجاور ہیں۔ کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ ہمارے خیرخواہ اور دعاگو ہیں۔ اُن کو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے سوا جو کچھ مانگو، جو مہر کہو مجھے منظور ہے۔ اس نے کہا۔ اس کے سوا کوئی مہر نہیں ہے۔ بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر کاٹ لاؤ۔ علم کے کیا جب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا اور حضرت زکریاؑ یہ حال دیکھ کر جنگل کی طرف بھاگ نکلے۔ فوج پیچھے ہوئی اور شیطان نے اُن کی رہنمائی کی جب سپاہیوں نے آ دبایا اور گھیر لیا تو حضرت زکریاؑ نے ایک درخت سے التجا کی کہ تو مجھ کو اس وقت پناہ دے۔ وہ درخت پھٹ گیا یہ اُس کے اندر سما گئے۔ وہ پھر بند ہو گیا۔ لیکن قدرے کپڑا باہر رہ گیا۔ فوج متحیر ہوئی کہ کہاں غائب ہو گئے۔ شیطان نے نشان دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں اور یہ کپڑا اُن کے موجود ہونے کی علامت ہے۔ پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتلائی۔ درخت چیرا گیا جب نوبت آرہ کی سر تک پہنچی تو حضرت نے سسکی بھری۔ حکم الٰہی نازل ہوا۔ "اگر اُف کرو گے تو پیغمبری سے خارج کر دیے جاؤ گے۔ تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی۔ اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے؟ اب اس کا مزہ چکھو اور چپ چاپ سر پر آرہ چلنے دو۔" غرضیکہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت زکریاؑ نے دم نہ مارا۔ جب دونوں پیغمبر اس بیدردی سے قتل ہوئے، تو غضبِ الٰہی نازل ہوا۔ دن تاریک ہو گیا۔ ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور اُس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون بند نہ ہوتا تھا۔ جب قبر میں رکھتے تھے تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی۔ بادشاہِ لشکر نے قسم کھائی کہ جب تک خون بند نہ ہو گا میں قتل سے

باز نہ رہوں گا۔ ہزارہا آدمی تو تیغ کر دیے لیکن خون بند نہ ہوا۔ اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰ علیہ السلام کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو، یا ظالم؟ ایک خون کے بدلے میں ہزارہا آدمی قتل ہو چکے۔ اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے؟ اتنا کہنا تھا کہ خون بند ہو گیا۔ جامع دمشق میں حضرت کی قبر ہے۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہیے ؎

ناخدائے با خدا و کارساز ما خداست دیگراں را ناز بر خود ہست و ناز ما خداست

حکایت: حجاج نے ایک دن خطبہ پڑھا اور بہت لمبا کر دیا۔ تو لوگوں میں سے ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے حجاج نماز پڑھو کیونکہ وقت انتظار نہیں کرے گا اور خدا تجھے معذور نہیں رکھے گا۔ اس پر حجاج نے اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس قیدی کی قوم کے لوگ حجاج کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے اور درخواست کی کہ وہ اس قیدی کو چھوڑ دے۔ حجاج نے کہا کہ اگر وہ دیوانگی کا اقرار کرے گا تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔ پس اس قیدی سے اس بارے میں کہا گیا کہ کہہ دو میں دیوانہ ہوں۔ اس نے کہا۔ معاذ اللہ میں تو ہرگز نہ کہوں گا کہ خدا نے مجھے کسی مرض میں مبتلا کیا ہے۔ حالانکہ اس نے مجھے تندرستی عطا کی ہے۔ آخر یہ بات حجاج کو پہنچی۔ اس نے اسے اس کی راستی کے باعث معاف کر دیا۔ غرض یہ کہ تجھے صدق لازم پکڑنا چاہیے۔ اگرچہ وہ تجھے وعید کی آگ سے جلا دے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی طلب کر۔ کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے جس نے خدا کو خفا اور لوگوں کو راضی کیا ہ

حکایت: ایک بادشاہ نے اپنا ایلچی ایک دوسرے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس سلطنت کی ترقی کے اسباب و وسائل پر غور کر کے اپنے ملک میں بھی انہی قوانین کو ترویج دے۔ ایلچی نے بادشاہ کے پاس پہنچ کر اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے چراغ میں تیل ڈالنے لگ گیا۔ ایلچی نے کہا کہ غلام کو کیوں نہیں کہہ دیتے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کی آنکھ لگ گئی ہے اور ابھی اس کی کچی نیند ہے۔ اس وقت جگانا مناسب نہیں۔ میری سلطنت کی ترقی کا تمام راز رعایا کی اسی طرح دلجوئی کرنے میں ہے۔ آپ کا بادشاہ بھی اس فروتنی اور دلجوئی کو اختیار کرے تو سلطنت خود بخود ترقی پذیر ہو سکتی ہے ؎

؎ شیخ کعبہ میں خدا کو تو عبث ڈھونڈے ہے طالب اس کا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

عمارات جہاں کی یا مدادی پر تو اے منعم نظر سے مت گرا دینا کسی کے دل کے کونے کو

حکایت: عظیم آباد میں ایک عورت بہت چھوٹی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ اس نے ہمیشہ روزہ رکھنا

اور ہر وقت عبادت کرنا اپنا معمول قرار دے لیا۔ گویا حقیقی معنوں میں صائم النہار اور قائم اللیل بن گئی۔ روزہ افطار کرتے وقت شام کو سوکھی روٹی یا گیہوں کا چوکر کھانا اختیار کیا اور شب و روز تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتی۔ اسی حالت میں وہ بوڑھی ہو گئی۔ سینکڑوں عورتیں اُس کی نفس کُشی اور سچی پارسائی کو دیکھ کر مرید ہو گئیں۔ مرتے وقت اُس نے سبھوں کو بلا کر پوچھا کہ میں نے کیسی پاک دامنی، پارسائی اور عزت و حرمت سے اپنی زندگی کاٹی۔ سبھوں نے کہا کہ ایسا ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ کبھی کسی مرد کا منہ تک نہ دیکھا۔ ساری عمر روزہ رکھا، سوکھی روٹی کھائی یا چوکر پی کر گزارہ کیا اور شب و روز مصروفِ تلاوت و مشغولِ عبادت رہی۔ وہ بولی اب میرے دل کا حال سنو کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی تو دل چاہتا کہ کسی طرح اُس کے پاس چلی جاؤں لیکن خدا کے خوف اور دنیا کی شرم سے بچتی رہی۔ اب میرا آخری وقت ہے۔ میں تم سبھوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان عورت بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کیسی ہی نیک بخت پرہیزگار ہو اور کیسا ہی روکھا سوکھا کھانا کھائے لیکن بتقاضائے فطرت مرد کی خواہش اُس کے دل میں ضرور ہوتی ہے۔ اسی طرح سے مرد کو بھی عورت کی حاجت ہے حتی کہ حیوانات چرند و پرند بھی اس سے محفوظ نہیں ؎

دوہا ہندی

گھاس پھوس جو کھاوت ہیں، اُن کو ستاتے کام
سیر اَن جو کھاوت ہیں، اُن کی رکھے رام

حکایت: ایک نوجوان مصور نے اپنا کمالِ فن ظاہر کرنے کی غرض سے ایک تصویر نہایت محنت و کوشش کے ساتھ کافی عرصہ لگا کر تیار کی اور ایک بارونق بازار کے چوک میں اُس تصویر کو ایک تختہ پر آویزاں کر دیا۔ جس کے نیچے یہ عبارت لکھی:

"اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو، وہاں پنسل سے نشان کر دیا جائے"۔

نوجوان کو اپنے کمالِ فن پر بہت ناز تھا اور خیال تھا کہ تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ ہوگا لیکن نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے شام کو جا کر دیکھا کہ تمام تصویر پنسل کے نشانوں کے نیچے اپنی موجودگی کو بھی مشتبہ بنا رہی ہے۔ نوجوان نہایت افسردہ خاطر اور مایوس ہوا۔ اُس کے باپ نے افسردگی کا باعث پوچھا۔ اُس نے سب ماجرا اپنی شکستہ دلی کا کہہ سنایا۔ باپ نے کہا کہ ایک تصویر اسی طرح کی اور تیار کرو۔ نوجوان نے پھر اسی طرح کافی محنت اور وقت خرچ کر کے تصویر تیار کی اور باپ کے روبرو پیش کی۔ باپ نے اُس کے نیچے لکھ دیا:

"اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو درست کر دیا جائے"۔ اور اُسی جگہ وہ تصویر رکھوا دی گئی۔ شام کو اس نوجوان نے تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ دیکھا تو بہت خوش ہوا اور باپ بھی یہ

واقعہ بتایا۔ باپ نے کہا:

"عیب نکالنا اور الزام دینا تو آسان ہے مگر اس سے بہتر کر کے دکھانا مشکل ہے"۔ ؎

اَوروں کی عیب جوئی ہم کو نہیں گوارا اپنی ہی عیب جوئی یہ ہے ہنر ہمارا

؎ امیرؔ اہلِ حسد ہیں کب ہنر ہیں عیوب اکثر ہنر میں ڈھونڈتے ہیں

حکایت: حضرت بلھے شاہ قصوری نے بڑی کوششوں اور سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد بہت مشکل سے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عنایتؒ کی ناراضگی رفع کر کے دوبارہ اُنکی خوشنودی حاصل کی اور اس غیر متوقع خوشی کی تقریب میں اُنھوں نے اپنی مَنّت اُتارنے کے لیے اظہارِ خوشی کے طور پر کافی مقدار مٹھائی کی تقسیم کرنے کے لیے منگوائی اور حضرت شاہ عنایت سے اسکے تقسیم کرنے کی اجازت طلب کی۔ اُنھوں نے بخوشی اسکی اجازت دیدی۔ حضرت بلھے شاہ جب مٹھائی تقسیم کرنے کے لیے اُٹھے تو دریافت کیا "یا پیرومرشد! خدائی تقسیم عمل میں لائی جائے یا محمدی"؟ شاہ عنایتؒ اس عجیب سوال کو سُن کر جواب دینے میں کچھ متامل و متوقف ہوئے آخر دانا بزرگ تھے۔ فرمایا۔ "تکریم و تقدیم تو ذاتِ خداوندی ہی کو ہے لہذا خدائی تقسیم ہی عمل میں لانا بہتر ہے"۔ مٹھائی لینے کے لیے بچے، بوڑھے اور جوان جمع ہو گئے۔ حضرت بلھے شاہ نے اس مجمع کثیر میں بغیر کسی امتیاز کے صرف چند ایک بچوں اور بوڑھوں کو وہ تمام مٹھائی تقسیم کر دی۔ اور باقی تمام لوگوں کو رخصت ہونے کے لیے کہہ دیا۔ یہ شکایت حضرت شاہ عنایتؒ کے پاس پہنچی۔ آپ نے اس غلط اور نامکمل تقسیم کا باعث دریافت فرمایا تو بلھے شاہ نے کہا کہ خود حضور ہی نے خدائی تقسیم کی اجازت مرحمت فرمائی تھی سو خدائی تقسیم تو اسی طرح کی ہے جیسا کہ میں نے کی البتہ اگر آپ محمدی تقسیم کی اجازت بخشتے تو مساواتِ اسلامی کو مدِنظر رکھتے ہوئے جو کہ اصولِ اسلام کا توحید و رسالت کے عقیدے کے بعد سب سے زیادہ قابلِ قدر زریں اصول ہے سب کو بحصہ رسدی مساوی تقسیم کر دیتا۔ حضرت شاہ عنایتؒ نے فرمایا کہ ایک ناراضگی سے تم کو خلاصی حاصل کیے ہوئے ابھی دیر نہیں ہوئی ہے لیکن یہ بات کہ کر تم نے دوسری ناراضگی کا سبب پیدا کر لیا آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ اگرچہ بظاہر دُنیا کے تمام معاملات میں یہی تقسیم کارفرما نظر آ رہی ہے لیکن مصلحتِ خداوندی میں کسی کو چون و چرا کرنے اور دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہماری فہم ناقص بحرِ حکمت و مصلحت کی گہرائیوں تک پہنچنا تو درکنار سطح تک پہنچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ آئندہ ایسے معاملات میں ہرگز لب کشائی نہ کیجیو۔ ؎

جہاندار داند جہاں داشتن بیکے را بہ نیکے گماشتن

نہ با آنست جہر و نہ با اینست کیں تو دانا تری اے جہاں آفریں

حکایت: ایک شخص جنگل میں بھیڑوں کا گلہ چرتا ہوا چھوڑ کر خود کسی کام کے واسطے شہر میں آ گیا جہاں اتفاق سے بڑا بھائی اس کو مل گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ جنگل میں بھیڑوں کو کس کے

حوالے کرکے آئے ہو؟ اُس نے کہا توکل بر خدا چھوڑ آیا ہوں۔ بڑے بھائی نے کہا کہ تم نے سخت غلطی کی چھوٹے بھائی نے کہا کہ خدا کے توکل پر بھیڑوں کے چھوڑ آنے کو غلطی بتلانا سخت بے ادبی ہے، ایسا مت کہو۔ بڑے بھائی نے کہا کہ کمبخت! اگر بھیڑیں خدا کے توکل پر چھوڑ آیا ہے تو بھیڑیے بھی تو خدا کے توکل ہی پر پھر رہے ہیں۔ تم نے توکل کے مفہوم کو نہایت غلط طور پر استعمال کیا ہے توکل اختیار کرتے وقت رسولِ خدا کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اونٹ کو کیلا چرنے کے لیے گھٹنا باندھ کر توکل پر چھوڑ دو اور ایسے موقعوں پر ممکن العمل تدابیر سے درگزر نہ کرو ؎

گفت پیغمبر بآواز بلند ٭ باتوکل زانوئے اشتر ببند

حکایت: سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تحفہ آیا۔ ارکین دولت کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو۔ سب نے عذر کیا کہ حضور ایسی نایاب چیز کو توڑنا مناسب نہیں۔ آخر ایاز کو اشارہ کیا۔ اُس نے بے تامل چور چور کر دیا۔ اہلِ دربار نے اُس کو ملامت کی کہ آہ ایسی جنس عزیز تونے ضائع کر دی۔ ایاز نے جواب دیا کہ تم نے پیالے کی نایابی کو مدِ نظر رکھا، اور میں فرمانِ شاہ کا بندہ ہوں۔ بادشاہ نے بھی مصنوعی ناراضگی سے اُس سے پوچھا کہ تم نے کیوں پیالہ توڑا؟ جبکہ تمام اہلِ دربار اس کے توڑنے میں متامل تھے۔ ایاز نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور قصور ہو گیا، معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے اہلِ دربار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس قسم کی فرمانبرداری ہی نے اس کو دلداری کا رتبہ دیا ہے۔ جس کا کہ تم سب رشک و حسد کرتے ہو ؎

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ ٭ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

حکایت: دو بھائی تھے برہمن۔ اُن کے گھر میں ایک بت تھا۔ ایک بھائی جو کہ معتقد تھا وہ ہمیشہ اُس بت کی پوجا کرتا تھا۔ دوسرا بھائی رند مشرب تھا۔ وہ ہر صبح کو اُس بت کے سر پر پانچ جوتیاں لگاتا۔ ایک روز پوجا کرنے والے بھائی نے خواب دیکھا کہ ٹھاکر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک دو۔ ورنہ ہم تیری گردن توڑ دیں گے۔ اُس نے کہا مہاراج! میں تو آپ کی پوجا کرتا ہوں، میری گردن کیوں توڑتے ہو؟ اسی کی گردن نہ توڑ دو جو بے ادبی کرتا ہے۔ کہا کہ وہ تو ہم کو مانتا ہی نہیں۔ ہم اُس کی گردن نہیں توڑ سکتے اس لیے تیری خبر ضرور لیں گے۔ نتیجہ یہ کہ جس صفت کو کوئی شخص موجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے، وہی اس پر مؤثر ہوتی ہے مانو تو دیوتا نہیں تو پتھر۔ ایسے ہی مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے بزرگان دین کو برا کہتے ہیں کبھی پر کچھ اثر نہیں ہوتا لیکن جن پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ ان کی شان میں گستاخی کریں تو فوراً اثر ہوتا ہے ؎

کہیں ہے دیر کہیں خانقاہ کہیں مسجد ٭ کدھر جھکائے سر انسان کدھر نماز کرے

حکایت: نواح کلکتہ میں ایک بزرگ تھے۔ بارہ بیگھہ زمین اُن کی وجہ معاش تھی جب کہ بندوبست زمین شروع ہُوا تو حاکم نے اس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا فقیر صاحب نے بہت داویلا کیا، مگر کسی نے نہ سُنا تب حاکم کے لیے بددُعا کی، وہ مرگیا۔ دوسرا حاکم آیا تو اُس کے سامنے رونا رویا، اُس نے بھی کچھ نہ سُنا۔ جو حکم ہوچکا تھا وہی بحال رہا۔ اُس کے واسطے بھی تیر دُعا لگایا، وہ بھی مرگیا۔ تیسرا حاکم آیا۔ وہ بھی اسی طرح بددُعائے فقیر کا شکار ہوا۔ جب چوتھے حاکم کو نئی حکومت ملی تو اُس نے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے، وہ مرجاتا ہے کچھ اس کا سبب خاص ہے۔ پوچھا تو کسی نے تمام حال فقیر کا سُنادیا۔ حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا سُنو صاحب! جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوچکا، میں اُس حکم ضبطی کو منسوخ نہیں کرسکتا لیکن تم صبر کرو میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ اتنے عرصے میں تمہارے لیے معافی زمین کی سند منگوادوں گا۔ اس وعدے سے فقیر کو تسلی ہوگئی۔ حاکم نے حسب وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگوائی اور جاکر اُس کے حوالے کی اور کہا "اپنی زمین کی سند لیجیے لیکن مجھ کو اس بات کا جواب دیجیے کہ یہ تین خون بارہ بیگھہ زمین کے واسطے آپ نے کیے، یہ کس کے سر ہوئے؟ گو عدالت ظاہری اس کا مواخذہ نہ کرے لیکن خدائے غیب دان کے سامنے تو اس کی باز پرس ضرور ہوگی اور آپ تو فقیر خدا پرست ہیں، خدا پر توکل نہ ہوسکا۔ کیا اسی بارہ بیگھہ زمین کو اپنا رزاق سمجھتے ہو؟ جس کے واسطے مخلوقِ خدا میں سے تین آدمیوں کو غارت کردیا۔" اُس وقت فقیر کی آنکھیں کھلیں رونے لگا اور بولا کہ صاحب! ہم سے بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھول کر اس زمین پر نظر رکھی درحقیقت تم تو ہمارے رہنما ہی نکلے کہ ہم کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ نتیجہ یہ کہ انسان کو ظاہری اسباب چھوڑ کر صرف خداوند کریم ہی پر نظر و توکل رکھنا چاہیے۔ ؎

میں توکل سے شکیبائی اگر پیدا کروں خاکِ صحرائے قناعت سے شکر پیدا کروں

؎ خدا خانہ بدوشوں کی کرے خود خانہ سامانی کہ ہر شب ہو نئی منزل نیا دانہ نیا پانی

حکایت: ایک غازی کا زمانہ ماضیہ میں کسی مشرک سے مقابلہ ہوا۔ بڑی دیر تک جدال و قتال میں مصروف رہے۔ کوئی کسی پر غالب نہ ہوسکا۔ نماز کا وقت آیا۔ غازی نے کہا کہ اب مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تاکہ نماز ادا کرلوں۔ اُس نے مہلت دے دی۔ بعد از نماز پھر مشغول حرب و ضرب ہوئے۔ اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت ہوگیا۔ اُس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا۔ مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقتِ نصرت ہے اس کا کام تمام کردوں، ناگاہ غیب سے ندا آئی "اوبے وفا! کیا "اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" کے معنی یہی ہیں؟ اس معاملہ میں تجھ سے تو مشرک ہی افضل نکلا" یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے لگا اور گر پڑا جب مشرک

اپنی عبادت سے فارغ ہو کر غازی کے مقابلے میں آیا تو اُس کو نادم و بے قرار پایا۔ حال پوچھا اُس نے کیفیت سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا۔ مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بیشک اُن کا دین سچا ہے کہ خدا نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا۔ فوراً غازی سے کہا کہ مجھ کو ارکانِ اسلام تعلیم کرو، اور مسلمان ہو گیا۔ ایسے ہی آج کل کے مسلمان بھی بیوفائی میں یکتا ہیں لیکن ہاتفِ غیب کی ندا اُن کو سنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں اور دیکھتے ہیں تو عمل نہیں ؏

حکایت: ایک طالب علم کسی مسجد میں بڑی بے قدری کے ساتھ رہتا۔ نہ لنگر کی روٹیوں میں سے اُس کو حصہ ملتا، نہ دعوت میں اُس کو کوئی ساتھ لے جاتا، نہ کسی جگہ اُس کا کھانا مقرر تھا۔ ایک روز کوئی امیر آدمی مرا اور جنازہ نماز کے واسطے مسجد میں لائے۔ اُس طالب علم نے دور سے کچھ پہلے تو جانا کہ روٹیوں کا خوان آیا۔ حصہ لینے کی اُمید سے دوڑا۔ جنازہ کے پاس جا کر معلوم ہوا کہ جنازہ ہے۔ بیچارہ نا اُمید ہو کر پوچھنے لگا "کیوں جی! کون مر گیا؟" لوگوں نے کہا کہ فلاں سوداگر مر گیا۔ طالب علم نے پوچھا "کیا کچھ بیمار تھے؟" لوگوں نے کہا "کل تک تو بھلے چنگے تھے۔ رات اسی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی۔ گھر پہنچتے پہنچتے تخمہ کیا۔" طالب علم نے پوچھا "تخمہ کیا ہوتا ہے؟" لوگوں نے کہا "بدہضمی کا ہیضہ جو بہت کھانا کھا جانے سے ہو جاتا ہے۔" طالب علم نے کہا "خدایا! یہ مرض مبارک ہم کو کبھی نہیں ہوتا۔" نتیجہ یہ کہ دنیا کی تکلیفیں آدمی کو موت پر دلیر کرتی ہیں ؎

نیست پروائے عدم وارستۂ ہستی را ۔۔۔ از قفس مرغ بہر جا کہ رود بستان است

انتظارِ موت میں دن کاٹتا ہوں زیست کے ۔۔۔ زندگی مقصد میں ہے اب خلل انداز ہے

چین اب زیست میں ممکن نہیں اصلا آئے ۔۔۔ موت آئے گی تو سمجھوں گا مسیحا آئے

زندگی بھر آنکھ سے دیکھا ہے نقشہ موت کا ۔۔۔ موت کے منہ سے سنوں گا داستانِ زندگی

حکایت: کہتے ہیں کہ اردشیر بابک نے جو سلاطین نامدار اور ملوک کامگار میں سے ایک مشہور نیک نام بادشاہ گزرا ہے۔ فرمایا کہ تین رقعے لکھے جائیں اور اپنے ایک خاص غلام کے سپرد کیے اور کہا کہ کسی معاملے میں حکم کرتے وقت اگر مزاج تغیر پذیر ہو جائے اور غصہ و غضب کا اثر میری آنکھوں اور چہرہ سے ظاہر ہونے لگے، قبل اس کے کہ میں حکم کروں پہلا رقعہ مجھ کو دکھلایا جائے۔ پھر اگر دیکھو کہ آتشِ غضب سرد نہیں ہوئی تو اُس کے بعد ہی دوسرا رقعہ دکھلاؤ۔ اور اگر ضرورت پڑے تو تیسرا رقعہ بھی نظر سے گزار دینا چاہیے ؏

مضمونِ رقعۂ اوّل: تامل کر اور اپنے ارادے کی باگ کو نفسِ امارہ کے قبضہ و تصرف میں نہ دے کیونکہ تو مخلوقِ عاجز اور خالق قوی تر ہے جس نے تجھ کو نیست سے ہست کیا ؏

مضمون رقعہ دوم: زیردستوں کے ساتھ جو کہ ودیعتِ پروردگار ہیں شتاب زدگی سے
معاملہ نہ کر۔ اور اُن لوگوں پر جو کہ تیرے مغلوب ہیں رحم کر تاکہ وہ جو تجھ پر غالب ہے۔ اس کے
عوض تجھ پر رحم کرے۔

مضمون رقعہ سوم: اس شتاب کاری میں جو حکم کہ تو کرے، شرع سے تجاوز نہ کر، اور
انصاف سے جو کہ دینداری کا جزوِ اعظم ہے، درگزر نہ کر۔

حکایت: دو شخصوں نے ایک ساتھ سفر کیا۔ ایک سرائے میں اُترتے، ایک جگہ کھانا پکاتے۔
ایک دن چلتے چلتے ایک نے اشرفیوں کی تھیلی پڑی پائی۔ وہ تھیلی کو اٹھا کر اپنے ساتھی
سے کہنے لگا۔ "دیکھو بھائی! میں نے یہ تھیلی پائی"۔ دوسرا بولا "یہ تم نے کیا کہا کہ میں نے
پائی۔ یوں کہو کہ ہم نے پائی۔ اس واسطے کہ ہم تم دونوں ساتھ ہیں۔ یہ ہم دونوں کا حق ہے"۔
غرض تھیلی پر لڑتے جھگڑتے چلے جاتے تھے۔ اتنے میں پیچھے سے کچھ لوگوں کی آہٹ سی
معلوم ہوئی۔ کان لگا کر سنا تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے لپکے چلے آ رہے تھے کہ "تھیلی کے چور
وہ دونوں آگے جاتے ہیں"۔ یہ سن کر وہ تھیلی پانے والا اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ "کیوں بھائی!
کیا علاج۔ اب ہم مارے گئے"۔

دوسرا بولا "یہ تم نے کیا کہا کہ ہم مارے گئے۔ یوں کہو کہ میں مارا گیا جب تم نے
تھیلی کے پانے میں مجھ کو شریک نہیں کیا، تو اب آفت میں میں بھی تمہارا ساتھی نہیں
ہوں"۔ نتیجہ یہ کہ جو لوگ فائدے میں کسی کو شریک نہیں کرتے مصیبت میں بھی ان کا کوئی
شریک نہیں ہوتا۔

حکایت: انگلستان کے بادشاہوں میں سے کینوٹ نامی نہایت رحمدل اور نیک مزاج
بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے امراء و وزراء کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی کہ خوشامد سے بادشاہ کو خوش
رکھیں۔ ایک روز بادشاہ ساحلِ بحر پر امراء کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ امراء نے حسبِ دستور خوشامدانہ
گفتگو شروع کی کہ آپ بڑے بھاری بادشاہ ہیں اور بحر و بر کے حاکم ہیں۔ کینوٹ نے کہا کہ کیا
سمندر پر بھی میرا حکم چلتا ہے۔ امراء نے کہا جہاں پناہ سلامت! کیوں نہیں۔ کینوٹ نے
اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ کرسی لا کر پانی کے کنارے کے پاس بچھا دو۔ خود اس کرسی پر بیٹھ گیا۔
اور چلا کر حکم دیا "اے سمندر! پیچھے ہٹ۔ خبردار! میرے پاؤں تر نہ کیجو۔ میرے امراء مجھ سے
کہتے ہیں کہ میرا حکم تجھ پر بھی چلتا ہے۔ اس واسطے تجھے میرا حکم ماننا لازم ہے۔" مگر اس وقت
جوار بھاٹا آ رہا تھا۔ لہریں کنارے کی طرف بڑھتی چلی آتی تھیں۔ تمام امراء چپکے کھڑے حیرت
سے تماشہ دیکھ رہے تھے سب کو خیال تھا کہ بادشاہ دیوانہ ہو گیا ہے جو حکم دینے سے یہ سمندر

بھلا کہیں مانتا ہے؟ بادشاہ نے اُمرا کی طرف مخاطب ہو کر کہا: "تم نے کہا کہ سمندر میرا حکم مانے گا۔ مگر مجھے تمہاری بات کا اعتبار نہ تھا۔ میں بے شک بادشاہ ہوں۔ مگر بادشاہ بھی آخر انسان ہی ہوتا ہے۔ خُدا ہی سمندر سے کہہ سکتا ہے کہ تو یہاں تک بڑھے گا اور آگے نہیں۔" یہ کہہ کر کینوٹ نے اپنا تاج اُتارا اور پھر کبھی نہیں پہنا۔

حکایت: کسی بادشاہ کا وزیر شاکر تقدیر تھا اور ہر ایک بُرے بھلے واقعے پر یہ کہنے کا عادی تھا۔ "بہت اچھا ہُوا"۔ ایک دفعہ بادشاہ کی اُنگلی کٹ گئی۔ وزیر نے حسب عادت کہا "بہت اچھا ہُوا"۔ بادشاہ کو وزیر کے اس بے محل فقرے کے استعمال پر رنج ہُوا۔ اور وزیر کو قید خانے بھجوانے کا حکم دے دیا۔ وزیر نے اس حکم کو سُن کر بھی وُہی فقرہ کہا "بہت اچھا ہُوا"

دُوسرے روز بادشاہ شکار میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر اکیلا جنگل میں دُور تک نکل گیا۔ چونکہ راستہ معلوم نہ تھا۔ لاچار ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ اتنے میں ایک شیر نمودار ہُوا اور بادشاہ پر حملہ آور ہُوا۔ بادشاہ نے سانس کھینچ لیا اور مُردہ سا بن کر پڑا رہا۔ شیر زخمی اُنگلی کو سُونگھ کر بادشاہ کو اِس خیال سے چھوڑ کر چلا گیا کہ یہ پہلے سے کسی جانور نے کھایا ہُوا ہے۔ بقول ؎

نخورد شیر نیم خوردہ سگ ور بسختی بمیرد اندر غار

اتنے میں بادشاہ کے ہمراہی بھی تلاش کرتے وہاں آ گئے اور بادشاہ کو صحیح وسلامت پا کر سجدۂ شکر بجا لائے۔ اور اس واقعہ کو سُن کر بادشاہ کی جان بچ جانے کو نہایت غنیمت اور خُدا کی خاص رحمت خیال کیا۔ واپس آ کر بادشاہ نے وزیر کو قید خانے سے طلب کر کے انعام سے مالا مال کر دیا۔ اور کہا۔ "واقعی اگر کل میری اُنگلی نہ کٹتی تو آج وہ شیر مجھے ہرگز نہ چھوڑتا اور اُنگلی کا کٹ جانا واقعی "بہت اچھا ہُوا"۔ وزیر سے کہا۔ کہ تم نے قید خانے کو جاتے وقت بھی "بہت اچھا ہُوا" کہا تھا، اس میں کیا مصلحت خیال کر کے یہ فقرہ کہا گیا تھا؟ وزیر نے جواب دیا کہ لازمی طور پر میں آپ کے ہمرکاب رہتا اور شیر آپ کو چھوڑ کر مجھے کھا جاتا۔ نتیجہ یہ کہ قدرت کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ خواہ وہ بظاہر کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو ؎

خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ آب خاک کو نافع ہے آتش کو مُضر

حکایت: نوشیرواں کے عہد میں ایک ظالم نے ایک ضعیف کے طمانچہ مارا۔ نوشیرواں نے اُس کی گردن اُڑا دی۔ ایک ندیم نے کہا۔ تھوڑی سی خطا پر ایسی سخت سزا۔ نوشیرواں نے کہا۔ "میں نے آدمی کو نہیں مارا بلکہ ایک بھیڑیے کو قتل کیا ہے تاکہ بھیڑیں محفوظ رہیں ؎

ترحم بر پلنگ تیز دنداں ستمگاری بود بر گوسفنداں

حکایت: طمغاج خاں کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا جو نہایت حسین اور خوبصورت تھا حکم دیا گیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ ارکانِ دولت نے سفارش کی۔ اُس نے کہا۔ تم کو جوان کے حُسن و جمال پر رحم نہ کرنا چاہیے بلکہ صاحبِ مال کے ملال اور دلِ غمزدہ پر غور کرنا چاہیے۔ اور جب خُدا کا حکم ہی یہ ہے تو مَیں مجبور ہُوں ؎

حکایت: کرمان میں ایک بادشاہ تھا نہایت سخی و جوانمرد۔ ایک مرتبہ عضدالدولہ نے اس کے ملک پر لشکر کشی کی اور اس کا مُلک فتح کرنا چاہا۔ وہ طاقتِ مقابلہ نہ رکھتا تھا قلعہ بند کر لیا۔ عضد الدولہ جنگ کرتے کرتے قلعہ تک آ گیا جب رات ہوتی تھی، بادشاہِ کرمان اِس قدر کھانا بھیجتا جو عضد الدولہ کے تمام لشکر کو کافی ہوتا۔ عضد الدولہ نے کہلا بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو کھانا بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جواب بھیجا۔ "جنگ کرنا اظہارِ مردمی ہے اور کھانا بھیجنا وظیفۂ مروّت ہے۔ آپ کا لشکر اگرچہ دُشمن ہے لیکن میرے شہر میں مسافر ہے۔ یہ مروّت سے بعید ہے کہ آپ میرے مکان میں ہوں اور اپنا کھانا کھائیں"۔ عضد الدولہ رویا اور کہا۔ "جو شخص ایسا صاحبِ مروّت ہو، اُس سے جنگ کرنا بے مروّتی ہے۔ چنانچہ لشکر کو ہٹا لیا۔ پھر اس سے تعرض نہ کیا ؎

حکایت: ایک امیر کے پڑوس میں ایک فقیر رہتا تھا۔ ایک دن امیر کا لڑکا فقیر کے گھر میں گیا۔ دیکھا کہ فقیر مع بال بچوں کے کھانے میں مصروف ہے۔ امیر کے بچے کو خواہش پیدا ہُوئی۔ مگر فقیر نے کچھ توجہ نہ کی۔ وہ روتا ہُوا گھر آیا۔ ہر قسم کا کھانا دیا گیا۔ وہ کہتا تھا کہ میں تو اُسی قسم کا کھانا کھاؤں گا جیسا فقیر کھا رہا ہے۔ امیر مجبور ہو کر فقیر کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا۔ درویش نے کہا۔ "میں مجبور تھا۔ اِس لیے کہ جو کھانا مَیں کھا رہا تھا، وہ مجھ پر حلال تھا اور تم پر حرام کیونکہ تین دن کے بعد اکلِ حرام بھی حلال ہو جاتا ہے"۔ امیر اس بات سے بہت متاثر ہُوا اور جو کچھ اُس کے پاس نقد خزانہ تھا، اُس میں سے نصف فقیر کو دیا اور امیر رو دیا۔ اور کہا اگر خدائے تعالیٰ نے قیامت کے دن مجھ سے باز پرس کی کہ تیری ہمسائگی میں ایسی صورت تھی اور تو حالِ ہمسایہ سے بالکل بے خبر تھا تو مَیں کیا جواب دوں گا"؟

حکایت: کہتے ہَیں کہ بادشاہ صالح جو شاہانِ شام سے تھے ایک غلام کے ساتھ رات کو باہر آتے تھے اور مساجد و مقابر و مزارات میں گھومتے تھے اور ہر شخص کی حالت معلوم کرتے تھے۔ ایک دن ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک فقیر برہنہ سردی میں کانپ رہا ہے اور کہتا ہے۔ "یا اللہ بادشاہ لوگ دُنیا میں ہم سے غافل ہیں اور ہم تکلیف سہتے ہیں۔ قیامت کے دن اگر تُونے بادشاہوں کو بہشت میں بھیجا تو مَیں بہشت میں ہرگز قدم نہ رکھوں گا۔ بادشاہ صالح یہ بات سُن کر مسجد میں آئے کپڑے اور درہموں کا توڑا فقیر کے آگے رکھ کر روئے اور کہا۔ "مَیں نے سُنا ہے فقیر بہشت

کے بادشاہ ہوں گے۔ آج میں بادشاہ ہوں اور تم سے صلح کرتا ہوں کہ مجھ کو فردائے قیامت میں بھول نہ جانا۔

حکایت: سلیمان وراق سے نقل ہے کہ ہارون رشید نے نگینہ ساز کو انگوٹھی تیار کرنے کے لیے ایک بیش قیمت نگینہ دیا۔ اتفاقاً وہ نگینہ اس سے ٹوٹ گیا اور چار ٹکڑے ہو گئے۔ دوسرے دن ترساں و لرزاں درگاہ میں حاضر ہوا اور واقعہ ناگہانی عرض کیا۔ بادشاہ نے ازروئے حلم کہا۔ اچھا کوئی پروا نہیں، اُن کی چار انگوٹھیاں بنا دے۔

حکایت: بہرام گور زمانہ ولی عہدی میں ایک مرتبہ ایک ہرن کے تعاقب میں لشکر سے جدا ہو گیا۔ اُس ہرن نے ایک اعرابی کے خیمے میں جس کا نام قبیضہ تھا، پناہ لی۔ شہزادہ گھبرایا ہوا دروازے پر پہنچا اور اپنے شکار کا مطالبہ کیا۔ اعرابی نے کہا "اے جوان!! اس شکار نے میرے پاس پناہ لی ہے، اس وجہ سے میں اسے نہیں دے سکتا۔ اس پر رحم کرو۔ اگر تو مجھ کو مارے گا تو میرے قبیلہ والے تجھ سے بدلہ لیں گے۔ اگر تو چاہے تو میں اس شکار کے عوض اپنا عزیز از جان گھوڑا دے سکتا ہوں۔ بہرام کو یہ بات پسند آئی اور اس کو کافی انعام دیکر مجیر الغزلان کا لقب عطا فرمایا۔

حکایت: ہرمز بن نوشیرواں نے اپنے عدل کو سیاست کے ساتھ ملا دیا تھا۔ ایک دن اس کے رکابدار نے کسی باغ میں سے انگور کا خوشہ بغیر اجازت توڑ لیا۔ مالک نے کہا مجھے راضی کرو، ورنہ بادشاہ کے پاس جاتا ہوں۔ رکابدار نے کچھ دیا وہ راضی نہ ہوا۔ بالآخر ہزار دینار پر رضامند ہوا۔ یہ ہرمز کی سیاست کا اثر تھا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خلیفۂ اسلام منبر پر آیا، تلوار کھینچے ہوئے اور قرآن مجید ہاتھ میں، اور کہا "اے مردانِ نیک! تم کو یہ قرآن مجید کافی ہے اور اے مردانِ بد! تم سوائے اس تلوار کے درست نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا رحم و عدل کے ساتھ سیاست بھی ضروری ہے۔

خسرو پرویز نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ طبیعتِ خلائق میں لائقِ سیاست کون ہے؟ اس نے کہا۔ ایک وہ طبقہ ہے کہ خود بد ہو مگر اس کی بدی کا اثر دوسرے کو نہ پہنچے اس کو ذلیل رکھنا چاہیے۔ دوسرے وہ جو بد ہوں اور اس کی بدی کا اثر دوسرے کو پہنچے، ان کو قرار واقعی سزا دینا چاہیے تاکہ عام لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے بدی کی طرف راغب نہ ہو سکیں۔

تحمل بباید ولیکن نہ چنداں — کہ گردد خیرہ گرگِ تیز دنداں

حکایت بیان کرتے ہیں کہ سکندر نے جب ہفت اقلیم کو اپنے قبضے میں لانا چاہا تو بہت متفکر تھا۔ ارسطو نے جو سکندر کا وزیر اعظم تھا، دریافت کیا کہ باوجود ہر قسم کا سامانِ آرائش مہیا

ہونے کے پھر اس قدر پریشانی کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا کہ تمام دنیا میری نظر میں بالکل حقیر ہے مجھے شرم آتی ہے کہ اتنی سی دنیا کی تسخیر کے لیے میں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اگر ایسے ہزار عالم بھی ہوں تو میری عالی حوصلگی کے لیے کم ہیں۔ ارسطو نے کہا۔ بیشک یہ جہان تمھاری ہمت بلند کے نزدیک حقیر ہے۔ مگر اپنے عدل سے مملکت ابدی کو اس میں شامل کر لو۔ تاکہ دونوں جہانوں پر قبضہ ہو جائے، اور اس پریشانی کی تلافی ہو جائے اور یہ مختصر جہان اُس جہان کی تسخیر سے رونق پذیر ہو جائے ؎

طالبِ عقبیٰ خواہ کاں خرم بود ذرۂ زاں ملک صد عالم بود

حکایت: ایک بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ خانۂ کعبہ کا حج کرے۔ ارکانِ دولت سے مشورہ کیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ مثل جان کے ہے اور سلطنت مثل جسم کے ہے۔ جس وقت بادشاہ کا سایہ ملک سے اُٹھ جائے گا، بہت سی خرابیاں واقع ہوں گی۔ بادشاہ نے کہا۔ پھر یہ ثواب حج کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ کہا اس ولایت میں ایک درویش ہے جو ساٹھ حج ادا کر چکا ہے اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک حج کا ثواب آپ کے ہاتھ فروخت کر دے۔ بادشاہ فقیر کی خدمت میں گیا اور کہا۔ میرا ارادہ حج کا ہے مگر ارکانِ دولت خرابی مملکت کے خیال سے منع کرتے ہیں۔ کیا ایک حج کا ثواب میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں؟ فقیر نے کہا۔ "میں سب حجوں کا ثواب فروخت کرتا ہوں"۔ بادشاہ نے کہا "ہر حج کی کیا قیمت لوگے؟" کہا۔ "ہر حج کے لیے جو قدم میں نے اُٹھایا ہے تمام دُنیا کی قیمت کے برابر ہے"۔ بادشاہ نے کہا "میرے قبضے میں تو دُنیا کا تھوڑا سا ملک ہے، اور آپ ایک قدم کی اتنی قیمت مانگتے ہیں تو پھر کیسے معاملہ ہو سکتا ہے؟" درویش نے کہا۔ "اے بادشاہ! میرے تمام حجوں کی قیمت آپ کے نزدیک بہت آسان ہے"۔ بادشاہ نے کہا۔ "وہ کس طرح؟" فقیر نے کہا۔ "جس کسی مظلوم کی تم نے دادرسی کی ہے، اِس گھڑی کے عدل کا ثواب تم مجھ کو دیدو۔ میں تمھیں ساٹھوں حجوں کا ثواب بخشے دیتا ہوں"۔ پس معلوم ہوا کہ بادشاہ کے لیے عدل عبادت سے برتر ہے۔

حکایت: بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر نے کسی ندیم سے اپنا ایک بھید کہہ دیا تھا۔ اور کسی کے پاس ظاہر نہ کرنے کی بے حد تاکید کر دی تھی۔ ناگاہ اِس شخص نے وہ بھید کسی سے کہہ دیا۔ سکندر کو اُس کی خبر ملی۔ اُس نے حکیم بلیناس سے مشورہ لیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے جو کسی کا راز فاش کرے۔ حکیم نے کہا۔ ذرا واضح فرمائیے۔ سکندر نے قصہ بیان کیا۔ حکیم نے کہا۔ "اے بادشاہ! اُس شخص سے رنجیدہ نہ ہو، اپنے راز کو تم نے خود افشا کیا ہے۔ تم خود تو اس کے متحمل نہ ہو سکے، دوسرا کیسے ہو سکتا ہے؟"

سر خود را ہم تو محرم شو کہ محرم یافت نیست ہمدم خود باش تو زیرا کہ ہمدم یافت نیست

حکایت: کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کی مجلس میں ایک بزرگ کی بہت تعریف کی گئی۔ بادشاہ کو اشتیاق ہوا اور فرمان بھیج کر بلایا۔ وہ بزرگ جب مجلس میں آئے۔ انھوں نے سلام کے بعد کہا۔ "بادشاہ کی ہزاروں سال کی عمر ہو جیو"۔ بادشاہ نے کہا: آپ نے پہلے کلام ہی میں حماقت ظاہر کی' جو آپ جیسے بزرگ کے شایاں نہ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ آدمی کی حیات بقائے بدن پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ نیک نام کی زندگی وفات کے بعد دوسری حیات ہے۔ میری غرض یہ تھی کہ آپ کا نام صفحۂ دہر پر ہزاروں سال تک قائم رہے"۔

فضیلتِ اسلام

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقل سلیم ہے وہ مذہب' مذہب اسلام باللہ العظیم

حضور سرورِ کائنات کی تعلیم کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ اسلام کا مطالعہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ ہے۔ اسلام کیا ہے ؟:

(۱) وہ سیدھا سادہ دین ہے جس کی عام فہم تعلیم ہر ایک کی سمجھ میں بآسانی آجاتی ہے۔

(۲) وہ صحیح اور مطابقِ فطرت پاکیزہ دین ہے جس کی تصدیق صحت جملہ علوم سے ہوتی ہے۔

(۳) اسلام وہ دین ہے جو انسان کی سرشت کو بیان کرتا ہے اور ایسے اصول بتاتا ہے' جن میں تبدیلی ناممکن ہے۔

(۴) اسلام اللہ تعالیٰ کا وہ آخری پیغام ہے جو ترقی یافتہ دنیا کی طرف روانہ کیا گیا۔

(۵) اسلام وہ دین ہے جو چین' سیام' انام' برہما' سیلون' ہند' پاکستان' خراسان' سیستان' چینی تاتار' ترکستان' ایران' سائبیریا' روس' ٹرکی' یمن' حجاز' حضرموت' نجد' شام' فلسطین' عمان' مصر' افریقہ' سوڈان' ناٹال فری سٹیٹ' ہرزگوینیا' طرابلس الغرب' کریٹ' مالٹا' فرانس' سپین' مراکو' الجزائر' ٹیونس' وغیرہ ممالک میں بغیر کسی جدوجہد و جنگ و جدال کے از خود پہنچا اور دینِ فطرت ہونے کی وجہ سے ہر ایک ملک کے باشندوں کے موافق آیا۔ ہر ایک جگہ کے تمدن پر اس نے غلبہ پایا۔ ہر ایک ملک کے علوم و فنون کی سرپرستی فرمائی۔

(۶) اسلام وہ دین ہے جو انسان کو تہذیب نفس بھی سکھاتا ہے اور تدبیر عمل کا بھی ماہر بناتا ہے جو سیاسیات مدن کا اُستاد ہے۔

(۷) اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں تعصب کا نشان نہیں۔ پُرانے مسلمان نَو مسلم جس میں سب برابر ہیں۔

(۸) اِسلام ہی وہ مذہب ہے جس کے اصول عیسائیوں، یہودیوں، صابیوں، بُت پرستوں، منکروں، ملحدوں، متشککوں، وہم پرستوں اور سوفسطائیوں کے اصول پر غالب آئے۔

(۹) اِسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے دُنیا میں کسی قوم یا کسی بشر کو اچھوت نہیں بنایا۔

(۱۰) اسلام ہی وہ مذہب ہے جہاں حسب نسب کا عالی ہونا کسی انسان کے عالی ہونے کا سبب نہیں۔ اور جہاں ذات گوت کا کمتر ہونا کسی شخص کے کمتر قرار دیے جانے کا ذریعہ نہیں۔

(۱۱) اسلام ہی وہ مذہب ہے جو کالی، گوری، زرد اور گندمی رنگتوں کی تفریق سے بہت بلند ہے۔

(۱۲) اسلام ہی وہ مذہب ہے جو کسی زبان، لہجہ، یا لُغت کی تخصیص سے بہت عالی ہے۔

(۱۳) اِسلام ہی وہ مذہب ہے جو انسان کو ساری کائنات کا سردار بناتا ہے۔

(۱۴) اسلام ہی وہ دین ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک ذلیل و عاجز بندہ بننے کی تعلیم دیتا اور لازماً پنجگانہ عبادت روزانہ کو اہم ترین فریضہ ٹھہراتا ہے۔ جس کی مثال اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔

(۱۵) اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں کسی مذہب کے بزرگ کی توہین و مذمت کو جرم قبیح قرار دیتا ہے۔

(۱۶) اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تسلیم کیا ہے کہ ہر ایک مُلک اور ہر ایک قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی اور رہنما آتے رہے ہیں۔

(۱۷) اسلام ہی وہ دین ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام قوموں اور مُلکوں کی جُدائی کو دُور کرکے سب کو متحد و متفق بنا کر اُن میں مساوات قائم کرے۔

(۱۸) اسلام کے سوا آج تک کسی مذہب نے ساری قوموں اور مُلکوں کو متحد بنانے کا کام اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔

(۱۹) اسلام کے پانچ ارکان ہیں، اُن پر غور و تفکر کی نظر ڈالو۔ اِن ارکان میں بندے کا تعلق اللہ سے اور بندے کا تعلق اپنے برادرانِ جنس کے ساتھ مضبوط و مستحکم کر دیا گیا ہے۔

(ا) کلمۂ شہادت وہ معاہدہ ہے جو شرائطِ بندگی اور اطاعت کی تعلیم دیتا ہے۔

(ب) نماز وہ عمل ہے جو پاکیزگی و طہارت اور پابندیٔ اوقات کے ساتھ ساتھ اجتماع کے فوائد سکھلاتا، اخوت اور موانست کو مستحکم کرتا، علم و عقل سیکھنے اور سکھانے کے مواقع مہیا کرتا اور ان سب خوبیوں کے علاوہ اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم و تکریم کا طریقہ سکھلاتا ہے۔ پوری تعظیم اسے کہتے ہیں جس کے اظہار میں دل، زبان اور جملہ جوارح متفق ہوں۔ نماز میں یہ سب باتیں جمع ہیں۔

(ج) روزہ وہ عمل ہے جو تقویٰ، نفس کُشی اور جفاکشی کی تعلیم دیتا ہے۔ نادیدہ خُدا کو حاضر و ناظر

سمجھنا، خواہشاتِ نفس کو خالق و مالک کی خوشنودی کی پر قربان کر دینا، اپنی پیاری چیزوں کو حکمِ الٰہی کے
سامنے چھوڑ دینا، شکم کی بے پناہ غلامی سے آزادی و حریتِ روحانی کی غلامی اختیار کرنا ۔

(د) زکوٰۃ کیا ہے؟ صاحبِ زکوٰۃ ایک ایسا نیک دل، رحیم و فیاض انسان ہوتا ہے،
جس کے مال میں ہر ایک غریب و مفلس اور نادار کا بھی تھوڑا بہت اندوختہ جمع ہوتا ہے۔ زکوٰۃ
والا اپنے لیے نہیں بلکہ قوم کے لیے کماتا ہے۔ اور قوم کے کسی فرد کو تنگ دست یا دیوالیہ نہیں
ہونے دیتا۔ طالبانِ علم، مسافروں، درماندوں، غلاموں اور ناداروں کی حفاظت و حمایت کرنا
زکوٰۃ ہی کا کام ہے ۔

(ہ) حج کل دنیائے اسلام کو مرکزِ واحد پر جمع کرنے والا ہے۔ اختلافِ ملک و زبان کو
دور کر کے سب کو ایک جگہ اتفاق و اتحاد سے مربوط و متمسک کر دیتا ہے۔ حج بہت بڑا دربار،
بہت بڑی تجارتی منڈی، بہت بڑا بیت العلوم، بہت بڑا کلب، بہت بڑے تاریخی واقعات
کی یادگار، بہت بڑا تجربہ آموز، بہت بڑے اکتشافاتِ ارضی کا سبق آموز ہے ۔

(و) جہاد اپنی قومی زندگی اور عزت و آبرو کو برقرار رکھنے کا نہایت ضروری لازمہ اور
انتہائی موثر ذریعہ ہے۔ جس کے بغیر حفاظتِ دین اور ترقیِ اسلام ناممکن ہے ۔

ساری دنیا ان ارکان اور ان مقاصد و فوائد پر ذرا غور تو کرے۔ کسی مذہب کی کوئی کتاب
یا کسی سلطنت کے آئین و ضوابط نے ظاہری و باطنی اور مادی و روحانی فوائد و اوصاف کا نظم و
نسق اس سے بہتر طریق پر کیا ہے؟ یہ دینِ مبارک ہم کو اللہ تعالےٰ سے ملا ہے اور حضرت محمد
رسول اللہ کے ذریعے سے ہم پر نازل ہوا ہے۔ کتنا پاک سیرت ہے وہ ہادی جس نے اس پاک
مذہب کو ایسے پاک اور بہترین پانچ ارکان پر مبنی فرمایا ہے ۔

قرآنِ حکیم

یہ وہ کتابِ مبارک ہے جو ہمارے آقا سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اس متبرک کتاب میں حالاتِ پیشین شامل ہیں اور آئندہ زمانے کی خبر دینا
خاص اللہ پاک کا کام ہے۔ قرآن مجید اس کا نام ہے۔ قرآن کے معنی ہیں بہت پڑھی جانے والی
کتاب ہے۔ اب غور سے دیکھو وہ کون سی کتاب ہے، جسے کروڑوں اشخاص بلا ناغہ ضرور پڑھ لیتے
ہیں۔ یہ صفت اس کی ہر زمانے میں ہر وقت رہے گی۔ دنیا میں اور بھی آسمانی کتابیں آئیں لیکن

ان کے وجود پر شک و شبہے کا بے حد غبار پڑا ہوا ہے۔ تاریخ اُن کی اصلیت ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ دُنیا میں یہی ایک کتاب ہے جس کا ایک ایک حرف اب تک بغیر کسی شک و شبہ اپنی صحت پر متفقہ طور پر قائم ہے۔ اس کی کروڑوں جلدیں تحریر میں آ چکی ہیں۔ اربوں نسخے مختلف ملکوں اور متفرق مطابع میں طبع ہو چکے ہیں۔ لاکھوں سینے محفوظ رہے اور محفوظ ہیں اور محفوظ رہیں گے۔ جن پر صحت کے ساتھ یہ کتاب بغیر کسی نقطے یا زیر و زبر کے فرق کے علیٰ الفاظہٖ موجود و محفوظ ہے۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ ناخواندہ تھے۔ حضورؐ کا لقب اُمّی ہے۔ اُمّی کا صاحبِ کتاب ہونا اتنا عجیب ہے کہ عقلِ سلیم اس کے لاثانی طرزِ تحریر اور خوبی مضامین دیکھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب زبور کی طرح مجموعۂ مناجات بھی ہے اور انجیل کی طرح ذخیرۂ امثال بھی۔ توراۃ کی طرح یہ گنجینۂ شریعت بھی ہے اور کتب دانیال و یسعیا کی طرح خزینۂ اخبارِ مستقبل بھی ہے

؏ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مزید براں اس کتاب میں تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تنویرِ روح، تہذیبِ اخلاقِ انسانی کے جو اسرار و اصول بیان کیے گئے ہیں، وہ کسی دوسری آسمانی کتاب میں موجود نہیں ؎

قرآن کریم جابجا اپنی تعلیم کی تائید میں مظاہرِ قدرت کو پیش کرتا ہے اور مظاہرِ قدرت کی توثیق و تصدیق علوم و تجارب سے کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں علوم مابعد الطبیعۃ جس قدر بیان کیے گئے ہیں، وہ اور کسی کتاب میں موجود نہیں۔ اس کتاب نے ملکوں اور قوموں کو جہالت سے نکالنے اور علوم سے بہرہ ور کرنے، تمدن کو بلند تر کرنے اور امنِ عامہ کو مضبوط بنانے میں جو کمال دکھلایا ہے، وہ بالکل بے نظیر و لاثانی و لافانی ہے۔ اس کتاب نے جن زبردست دلائل سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا۔ اللہ کی توحید و تفرید کا سبق سکھلایا۔ اللہ کی کبریائی و عظمت کو دلوں میں قائم کیا، اس کا عشرِ عشیر بھی کوئی دوسری کتاب واضح نہ کر سکی اور نہ کبھی کر سکے گی۔ ادبی خوبیوں کے مطابق ایک فقرہ بھی آج تک اس کے مقابلے میں تحریر نہ ہو سکا۔ ہر چند معاندین دنیا بھر کے کفار نے اس قول کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ایسی خوبی کی ایک سطر بھی بنا کر پیش کرنے سے عاجز رہے۔ اور آئندہ تاقیامِ دنیا عاجز رہیں گے۔ یہی سب سے بڑا اور زبردست ثبوت اس کے کلامِ خداوندی ہونے کا جس کی تردید کسی صورت سے نہیں ہو سکتی۔ کتاب کا اسلوبِ بیان نہایت اعلیٰ۔ الفاظ لفظی و معنوی و ادبی عیوب سے بالکل پاک ہیں۔ معانی بالکل اچھوتے اور ہدایتِ انسانی کے لیے نہایت ضروری ہیں ؎

قرآن کی بے عیب زبان نہایت متعصب مترجم قرآن جارج سیل لکھتا ہے کہ قرآن بے شبہ عربی زبان کی سب سے بہترین اور مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ

سکتا۔ اور یہ مُردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہُوا معجزہ ہے۔ ایک اُمّی ناخواندہ محض کس طرح ایسی بے عیب اور لاثانی طرزِ عبارت تحریر کر سکتا ہے؟

قرآن کا معجزہ: مشہور متعصب پادری ریورینڈ جی ایم ایڈویل لکھتا ہے۔ "قرآن کریم کی تعلیم نے بُت پرستی مٹائی۔ جنات و عادیات کا شرک مٹایا۔ اللہ کی عبادت قائم کی۔ بچوں کے قتل کی رسم پست و نابود کی۔ اُمّ الخبائث شراب کو حرامِ مطلق ٹھہرایا۔ چوری، جُوا، زناکاری اور قتل وغیرہ کی ایسی سخت سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکابِ جُرم کی جرأت ہی نہ کر سکے"۔

اسلام کو عیسائیت پر کیوں فوقیت ہے؟: ریورنڈ میکسیمل کنگ اپنے لیکچر میں لکھتا ہے۔ "قرآن الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اسلام کے قوانین، اصول اور اخلاق کی تعلیم اور روزمرہ کے کاروبار کی نسبت صاف ہدایات ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر یہ فوقیت ہے کہ اس کی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ چیزیں نہیں ہیں"۔

قرآن میں ملکی اور تمدنی نظام: موسیو ادجین کلاخل نامور فرانسیسی فاضل لکھتا ہے کہ قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس میں اجتماعی اور سوشل احکام بھی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ہر حالت میں مفید ہیں"۔

قرآن کی سچائی: پروفیسر کارلائل لکھتا ہے۔ "میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور یہ بالکل سچ اور کھلی حقیقت ہے کہ اگر خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے ہو سکتی ہے"۔

قرآن بے مثل ہے: نامور مورخ ڈاکٹر گبن لکھتا ہے۔ "قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ غرض سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں مل سکتی ہے"۔

قرآن دیکھ کر عقل حیرت زدہ ہے: کونٹ ہنری دی کاسٹری کتاب "الاسلام" میں لکھتا ہے۔ "قرآن کو دیکھ کر عقل حیرت میں آتی ہے کہ اس کا بے عیب و لاثانی کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو محض اُمّی تھا"۔

خدا اور بندوں کے حقوق: مسٹر مارماڈیوک پکتھال نو مسلم لکھتے ہیں۔ "قرآن ہی کے قوانین نے حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے طور سے بتلائے ہیں اور اس کو یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی مان لیا ہے"۔

قرآن حکمت سے پُر ہے: ایمیس لیورژوان فرانسیسی فلاسفر لکھتا ہے۔ "قرآن ایک روشن اور پُر حکمت کتاب ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایسے شخص پر نازل ہوئی جو سچا نبی تھا اور خدا نے اس کو بھیجا تھا"۔

قرآن کی کایا پلٹ تاثیر: موسیو میڈیو فرانسیسی فاضل لکھتا ہے۔ "اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تعلیم کو نہیں دیکھا جس کے اثر سے عرب جیسی غیر مہذب اور

جاہل ترین قوم کی معیوب عادات کی کایا پلٹ دی گئی" ٭

قرآن امن کا ضامن ہے: موسیو کاسٹن کار نے اخبار "شگارو" میں لکھا ہے" زمین سے اگر حکومت قرآن جاتی رہے تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہ رہ سکے" ٭

قرآن محافظ صحت ہے: ایکم کی بولف نامور جرمن فاضل لکھتا ہے۔ قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکبازی کی ایسی تعلیم دی ہے کہ اگر اُن پر عمل کیا جائے تو جراثیم امراض سب کے سب ہلاک ہو جائیں"

ہمارے جان و مال، ہمارے مادر و پدر، ہماری آل و اولاد ایسے شفیق رسول کریم پر قربان ہوں جن کے ذریعے سے ایسی پاک و مظہر العجائب کتاب ہم کو ملی۔ صلی اللہ علیہ وسلم ٭

بے نظیر قربانی

(قریباً ایک صدی پیشتر کا سچا اور حیرت انگیز واقعہ)

پنجاب کا مشہور خونریز و جفا پیشہ ڈاکو ملنگی اپنی غارت گری کی مہیب داستانوں کے ذریعے بہت کچھ روشناس خلق ہو چکا ہے۔ اُس کے گروہ کے تاخت و تاراج کا رُخ جس طرف ہو جاتا تھا اُس رقبے کے باشندوں کی آنکھوں میں نیند حرام ہو جایا کرتی تھی۔ کیونکہ وہ علاقہ سورج غروب ہو جانے کے بعد سے فرنگی کی بجائے ملنگی کے زیرِ حکومت سمجھا جاتا تھا۔ اس واقعیت میں شاعریت کو بالکل دخل نہیں کہ پنجاب بھر کی آوازِ خلق پنجابی زبان کے شعراء کی ہمنوا بن رہی ہے ٭ ؎

دِنے راج فرنگی دا ۔۔۔ تے راتی راج ملنگی دا

ملنگی کے لشکر کی یلغار امن پسندوں کے لیے قہرِ خدا کی سطوت حاصل کر چکی تھی۔ اُس کے دستِ ظلم نے بہت سی سہاگنوں کے سہاگ اجاڑے، ہزاروں ننھے ننھے معصوم بچوں کو سایۂ پدری سے چھین کر یتیمی کی گود میں ڈالا۔ سینکڑوں گھروں کو اپنی سفاکی سے بے چراغ کر دیا۔ مختصر یہ کہ کچھ دنوں تک درندگی، بیدردی اور جفاکاری نے ملنگی کا روپ دھارن کر لیا تھا۔ ملنگی کی دل ہلا دینے والی بھیانک تصویر تو یہ تھی ٭

اب ہم تمہیں اس تصویر کا دوسرا رُخ بھی دکھاتے ہیں۔ پنجاب کے جس جیل میں اسے کیفرِ کردار کو پہنچایا گیا۔ اُس کے اعلیٰ افسر نے راقم الحروف سے اس کی عبرت آموز و دل سوز داستان کو سناتے ہوئے بیان کیا کہ "ملنگی اور اس کے ساتھیوں کو جس صبح پھانسی دی جانے والی تھی ہم نے اُسے وقتِ مقررہ سے پہلے اطلاع دی کہ ملنگی کٹھن منزل آ گئی ہے، اپنے آپ کو اس سفر کے لیے تیار

کریو" مگر اس جانگداز اطلاع کا جواب جس بے نظیر شجاعت سے اُس نے دیا، اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ملنگی موت کو دردِ سر یا معمولی خراش سے زیادہ وقعت نہیں دیتا"۔

"وہ اپنے ایک انجام شریک ساتھی کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھ کر للکارتے ہوئے بولا "کمبخت اب بھی قرآن پڑھنے سے باز نہیں آتا۔ تیری اس قرآن خوانی ہی نے تو یہ دن دکھائے کہ میدان جنگ میں بہادروں کی طرح جان دینے کی بجائے ہم مجرموں کی حیثیت میں پھانسی کے تختے پر زندگی ختم کر رہے ہیں۔ چھوڑ تو اب اس قرآن خوانی کو اور بہادری سے موت کا خیر مقدم کرنے کے لیے تیار ہو جا"۔

راوی کا بیان ہے کہ "میں نے ملنگی کے منہ سے قرآن مجید کے متعلق یہ گستاخانہ و بے ادبانہ فقرے سُن کر اسے ملامت کی کہ کمبخت مسلمان ہو کر قرآن مجید کی توہین کرتا ہے۔ اور پھر ایسے نازک ترین وقت اور زہرہ گداز ساعت میں تو بڑے سے بڑا بے دین اور بُرے سے بُرا ظالم بھی خدا کی یاد کرتا ہے اور تو خود تو درکنار دوسرے کو بھی آخری نیکی سے روکتا ہے"؟

ملنگی نے جواب دیا "جناب! میں قرآن مجید کی توہین نہیں کر سکتا۔ اِس وقت میں نے اپنے اِس ساتھی سے ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ ہم گرفتاری سے پہلے جنگل میں ایک محفوظ مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارا یہ ساتھی جو اِس وقت قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ اُس وقت بھی قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف و مشغول تھا"۔

"اچانک ہی ہمارے جاسوسوں نے پولیس کے آنے کی اطلاع دی۔ ہم سب بھاگنے پر تیار ہو گئے۔ ہم اُس وقت بھاگ کھڑے ہوتے تو کبھی گرفتار نہ ہو سکتے لیکن ہمارے اس ساتھی نے کہا کہ میں جب تک قرآن مجید کا یہ پارہ ختم نہ کر لوں، تلاوت نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم نے اس ظالم سے ہر چند کہا کہ پولیس کی دوڑ آ رہی ہے۔ اور ابھی اُس میں اور ہم میں بڑا فاصلہ ہے۔ آؤ بھاگ کر کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں۔ پھر تمام عمر آرام سے تلاوتِ قرآن مجید کرتے رہنا۔ مگر یہ ساتھی پارہ ختم کرنے سے پہلے ساتھ چلنے پر کسی طرح رضامند نہ ہوا پر نہ ہوا"۔

ہم جان چکے تھے کہ پولیس کی جمعیت سے ہم کسی طرح عہدہ برآنہ ہو سکیں گے۔ ہماری اور پولیس کی مڈبھیڑ ہو گئی تو اُس کی گولیوں کا شکار بنیں گے یا پھر پھانسی کے تختے پر موت سے دوچار ہونا پڑے گا"۔

"یہ سب کچھ تھا موت ہمیں پھانسی اور گولیوں کے بھیس میں گھور رہی تھی"۔

"ایک طرف اس ساتھی کے ساتھ موت اور دوسری جانب زندگی کے لیے فرار۔ ان دو صورتوں میں سے ہمیں کسی ایک کو انتخاب کرنا تھا۔ چنانچہ ہم نے دوست کے ساتھ

مرنا گوارا کر لیا کہ جو شخص قرآن دوستی کے مقابلے میں اپنی جان کی پروا نہیں کرتا، ایسے دوست پر اپنی جان بھی قربان کر دینی چاہیے۔ لہٰذا اُسے تنہا چھوڑ کر زندہ رہنا ہمیں کسی طرح منظور نہ ہوا۔ کیونکہ دوستوں کے ساتھ ہی مرنے اور جینے کا کچھ لطف ہے" ؎

مَیں نے یہ ساری کہانی یا سچا واقعہ ملنگی کے آخری فقروں کے لیے بیان کیا ہے کہ یہ داستان ہماری دیہاتی معاشرت میں روزمرہ کے واقعات کی حیثیت رکھتی ہے ؎

ملنگی ایک ڈاکو، سفاک، جفا پیشہ اور ستمگر درندہ، رحم کے نام سے ناآشنا، جور و بیداد کا خوگر تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس کے کالبد خاکی میں بہت سی گھناؤنی بُرائیاں موجود تھیں لیکن ایثار و دوستی کا جو درخشاں کارنامہ عہد وفا کی اُستواری کی شکل میں دکھایا وہ دوستداری کی تاریخ میں ہمیشہ جگمگاتا رہے گا ؎

ہندو ہیں بُت پرست مسلماں خُدا پرست ہم پُوجتے ہیں اُس کو جو ہو آشنا پرست

یہ ہے وہ کیرکٹر جس کی نشوونما عموماً مشرقی فضاؤں میں ہوتی ہے۔ دانستہ طور پر اور بھیانک نتیجہ سے باخبر ہوتے ہوئے بھی چاہِ مرگ میں کود جانا ایسی بے نظیر قربانی ہے جس پر حضرت امیر خسرؔو کا یہ شعر بخوبی صادق آتا ہے ؎

چُوں زنِ ہندو کسے در ہمت مردانہ نیست سوختن بر شمعِ مُردہ کارِ ہر پروانہ نیست

حصُولِ و اِستعمالِ دَولت

دَولت کمانے اور خرچ کرنے کے لیے ہے۔ جو اس سے نفرت کرتے ہیں، وہ بیوقوف ہیں اور جو کما کر کام میں نہیں لاتے وہ لئیم اور بدبخت ہیں۔ دولت کو جمع کر کے چھوڑ جانے والا دُنیا سے حسرت کے ساتھ جاتا ہے اور عاقبت میں رُوسیاہ ہو جاتا ہے ؎

دین و دُنیا کے سب عُقدے دَولت سے حل ہو سکتے ہیں۔ جس طرح زمین کے سب گڑھے پانی سے بھر جاتے ہیں، اسی طرح دولت سے بھی انسان کے سب عیب ڈھکے جاتے ہیں۔ سب مقصد پُورے اور سب عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ اَلنُّقُوْدُ تَحُلُّ الْعُقُوْدُ ؎

عالم میں خیر ہوتی ہے پیسے کے زور سے جنت کی سیر ہوتی ہے پیسے کے زور سے

اے زر تو خُدا نہ ولیکن بخُدا ستارِ عیوب و قاضی الحاجاتی ؎

غریبوں کے پھٹے پُرانے کپڑے ذرا سی بُرائی کو بھی چھُپنے نہیں دیتے۔ دولتمندوں کے

سمور اور قاقم بڑے بڑے گناہوں کو بھی چھپا دیتے ہیں، اور سونے کے ڈلے ان پر ملمع کرتے ہیں۔ روپیہ دل ہے، روپیہ دماغ ہے، روپیہ جان ہے، روپیہ محافظِ ایمان ہے۔ جب روپیہ نہیں رہتا تو ان میں سے کچھ بھی نہیں رہتا۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْراً۔ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن۔ تنگ دستی کفر کے قریب اور دونوں جہان میں روسیاہی ہے ۵

بے زری ہا باعثِ آشوبِ صاحب ہمت است کیسۂ خالی دہانِ اژدہا باشد مرا

روپیہ پری کو شیشے میں اُتار لاتا ہے۔ دیو کو پنجرے میں بند کر لیتا ہے۔ سرکش مغرور کا سر جھکا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ خونی کو سزا سے بچا دیتا ہے ۵

پیسے کے آگے کیا ہیں یہ محبوب خوش جمال پیسا پری کو لائے پرستان سے نکال
خوشی، راحت، مزا، آرام ہے سب زر کے ہونے سے یہ وہ نعمت ہے جسکی مانگ ہے یاں کونے کونے سے ۵
میں سچ کہتا ہوں کہ شیطان بھی سجدے میں گر پڑتا بناتے خاک کے بدلے اگر آدم کو سونے سے

جوشِ وحشت میں کوہ و بیاباں طے کرنا، سودائے زلف میں گریباں تار تار کرنا، لغتِ ہجراں میں اشکبار رہنا سب بیہودہ ہے۔ زورِ زر سے ماہرویان غلام بادام اور آہوانِ رم دیدہ بھی رام ہو جاتے ہیں ۵

زورِ زر سے ہو گیا وہ یارِ شعلہ بار سرد کس قدر تاثیر میں ہے شربتِ دینار سرد

دولت کے بغیر آدمی نہ صرف تنگ حال رہتا ہے بلکہ اس میں خیانت، بددیانتی، بے وفائی، بے حمیتی، بے حیائی وغیرہ بہت سے کمینے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثل ہے کہ ایمان سب سے بڑی دولت ہے اور دولت سب سے بڑا ایمان ہے ٭

افلاس ہمدردی اور فیاضی کے وسائل دور کر دیتا ہے اور بدی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قابلیت نہیں رہنے دیتا جس کے پاس نہیں پیسا وہ بھلا مانس کیسا۔ اشرفی والا اشراف ہے۔ جہاں روپیہ بولتا ہے وہاں سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ دولت تیرے تین نام، دَولُو، دَولا، دولت رام ٭

زمانہ میروں کا قدرداں ہے اگر اشرفی ہے تو اشرافت ہے ۵

زر آزادی ہے افلاس غلامی۔ مثل مشہور ہے کہ خالی تھیلا سیدھا نہیں کھڑا ہو سکتا ٭
مفلس اگر مجلس میں بات کرے تو گستاخ، چپ رہے تو بے وقوف، سچ کہے تو مفسد اور اگر عاجزی کرے تو خوشامدی کہلاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر مفلس کے تمام ہنر عیوب اور نیکیاں بدی خیال کی جاتی ہیں۔ مفلس کے دماغ میں بہت سی داناؤں کا گلا گھٹ جاتا ہے ۵

زردار بے وقوف بھی دانا ہیں ہوشیار بے زر ہو عقلمند بھی سمجھیں اُسے حمار

ایک شخص کا بیان ہے کہ زمانہ امارت میں میرے بادِ فاسد (گوز) خارج کرنے کے وقت بھی میرے خوشامدی ہم نشین الحمد للہ کہا کرتے تھے۔ لیکن اب زمانہ افلاس میں وہی ہم نشین چھینک

آنے پر بھی لعنت اللہ باوازِ بلند میرے سامنے کہنے سے نہیں جھجکتے اور ہر وقت میرا تمسخر اڑاتے ہیں +

غریبوں کے امیر اور امیروں کے غریب ہونے کا یہی ایک راز ہے کہ بھوک انھیں دولت جمع کرنا سکھلاتی ہے اور امیری انھیں برباد کرنے کے طریقے بتلاتی ہے +

انسان شجاعت میں ہر چند کہ رستمِ زال ہو، مگر جنابِ احتیاج میں وہ زالِ عاجز ہے ؎

چہ خوش گفت آں تہی دستِ سلحشور　　جوے زر بہتر از پنجاہ من زور

دولت کے بغیر سحبان جیسا فصیح البیان بھی باقل جیسا عاجز الکلام ہے اور باقل دولت کے ساتھ سحبان ہے ؎

جنت بہ یمینت و جہنم بہ یسار　　با بودنِ یک زر و دو جہاں در کفِ تست

گردابِ مصائب میں سے دولت کی کشتی میں ہی بیٹھ کر پار اترا جا سکتا ہے +

حریص چاہتا ہے کہ فریب و ظلم سے تمام دنیا کی دولت بیٹے کے لیے سمیٹ کر چھوڑ جائے اور بیٹا منتظر ہے کہ کب باپ وفات پائے اور مال و دولت پر قبضہ جمائے +

جس دولت و حشمت میں اطمینانِ خاطر نہیں، اس سے وہ فاقہ مستی ہزار درجہ بہتر ہے جس میں کہ سکونِ قلب ہو +

مفلس کو افلاس سے جو تکالیف پہنچتی ہیں، دولت مندوں کو دولت کی حرص اس سے زیادہ تکالیف پہنچاتی ہے +

شریفانہ اخراجات کا معیار مناسب ضروریاتِ زندگی ہے نہ کہ خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل جس کا لازمی نتیجہ تنگ دستی ہے اور تنگ دستی دیوانگی ہے + ؎

تنگدستی فی الحقیقت مایۂ دیوانگی ست　　بیا از بے حاصلی در باغ مجنوں گشتہ است

دولتمند بیوہ کے آنسو بہت جلد خشک ہو جاتے ہیں اور اس کا نصف سہاگ قائم رہتا ہے +

چاندی کی کیل لوہے کے دروازے میں سوراخ کر دیتی ہے۔ ع

زر اگر بر سرِ فولاد نہی نرم شود

دولت ہونے سے آدمی اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور دولت نہ ہونے سے لوگ اس کو بھول جاتے ہیں +

دولتمند مفلسوں کو کھاتے ہیں اور دولتمندوں کو شیطان کھاتے ہیں اس طرح دونوں کھائے جاتے ہیں +

دولتمندی قوتِ بازو پر منحصر ہے۔ کیونکہ زور میں زر ⅔ حصہ شامل ہے ؎

دولت بغیر جنگ کسی کو نہیں ملی　　دیکھو کہ لفظ جنگ بھی مقلوبِ گنج ہے

ایک فضول خرچ مفلس قلاش نے کسی دولت مند شخص سے ایک مرتبہ کہا "جناب! اس دنیا

میں روپیہ تو بہت ہے۔ اگر اِسے سب آدمیوں میں برابر برابر بانٹ دیا جائے تو بڑی اچھی بات ہے۔ اِس سے سب آرام و آسائش کی زندگی بسر کر سکیں گے اور کوئی تکلیف میں نہ رہے گا۔" دولتمند نے کہا۔ "تمھارا یہ کہنا درست ہے۔ لیکن اگر ہر شخص تمھاری طرح فضول خرچ ہوا تو تمام روپیہ مہینے دو مہینے میں خرچ ہو جائے گا۔ اِس کے بعد تم کیا کروگے"؟ فضول خرچ مفلس نے کہا "جناب! پھر پہلے کی طرح بانٹ لیں گے اور ہمیشہ اِسی طرح بانٹتے رہیں گے۔" دولتمند نے کہا "تمھاری عقل میں فتور ہے اِس کا علاج کراؤ"۔

ناداری آزادی کی قاتل ہے۔ بے زری بے سری ہے۔ جس کے پاس زر نہیں وہ ہمیشہ سرنگوں رہے گا۔ زر ہے تو زہے ورنہ خہ ہے ؎

بے زر جہاں میں مثلِ مگس ہے دستاں ہے مثلِ مگس
اور زر جو پاس ہے تو نہیں احتیاج زور

؎ جو کہ شیروں کو کرے روباہ مزاج
جان لے اے سیانِ من ہے احتیاج

؎ حوصلہ دُنیا میں زر کے ساتھ ہے
قوّتِ پرواز پر کے ساتھ ہے

ایک عیب بہت سے ہنروں میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ مگر افلاس کا عیب ایسا ہے، جو اُلٹا بہت سے ہنروں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یک مفلسی و صد عیب ؎

خاک بن جا خوک بن جا یا سگِ مُردار بن
جو تری مرضی ہے بن جا پر ذرا زردار بن

جس اِنسان کے پیٹ کو روٹی، تن کو کپڑا اور رہنے کو مکان نہیں، اُس سے روحانی، دماغی اور علمی ترقی کی اُمید رکھنا زمینِ شور میں سبزہ زار اُگانا ہے۔ کیونکہ پیٹ سر کو مغلوب کر لیتا ہے ؎

زر زر ہے غنچۂ چمنِ کائنات کا
زر ناخدا ہے کشتیٔ بحرِ حیات کا

حق تو یہ ہے کہ مفلس شخص پانچوں ارکانِ اِسلام میں سے کسی ایک رُکن پر بھی پورے طور سے عامل نہیں ہو سکتا:

(۱) **نماز** میں حضورِ قلب اور جمعیّتِ خاطر ہونا لازمی ہے۔ مفلس کو یہ دونوں باتیں کہاں نصیب۔ لہذا نماز کا پورا ثواب حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

خداوند روزی بحق مشتغل
پراگندہ روزی پراگندہ دل

مثل ہے کہ بھوکے بھجن نہ ہو۔ بھرے آٹا تو سوجھے پرماتما ؎

دل میں ہو فکرِ نان تو ذکرِ خدا کہاں
دو خنجر اک میاں میں سمائیں بھلا کہاں

؎ شب چو عقدِ نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

(۲) **روزہ** کے لیے اچھی غذا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ خشک غذا کھا کر چند روز کے بعد روزہ رکھنا تو درکنار وہ اُٹھ سکنے کے قابل بھی نہ رہے گا۔ لہذا اِس رُکن پر بھی وہ پورے

طور سے عامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ روزی نہ ہو تو روزہ کہاں ؎

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
پھر وہ غریب روزہ نہ کھائے تو کیا کرے

(۳) فریضۂ حج سے مفلس قطعاً محروم رہتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے حاجت روا کو حج اکبر کے ثواب کی دعوت دیتا ہے ؛

(۴) ثوابِ زکوٰۃ کو مفلس مطلقاً حاصل نہیں کر سکتا بلکہ خود مستحق زکوٰۃ ہو جاتا ہے ؛

(۵) جہاد میں شامل ہونے کے لیے بھی اہل و عیال کے لیے سال چھ مہینے کے گزارے کے لائق چھوڑ جانا ضروری ہے۔ مفلس اس سے بھی محروم رہتا ہے +

گویا پانچ ارکانِ اسلام میں سے آخری تین تو اس کے حصے میں بالکل ہی نہیں آتے۔ پہلے دو ارکان پر بھی برائے نام عمل کر سکتا ہے جس کی تشریح کر دی گئی ہے +

بالفاظِ دیگر دولتِ دنیا نہ ہونے کی وجہ سے مفلس دولتِ دین بھی حاصل نہیں کر سکتا ؎

دنیا نہ ہو تو دین کی دولت کہاں سے ہو
اعلائے شانِ قادرِ مطلق کہاں سے ہو

خالی شکم سے نعرۂ ہو حق کہاں سے ہو
معدہ ہی جب تہی ہو تو مشق کہاں سے ہو

مفلس کہ جس غریب کی دنیا نہیں درست
مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کارِ دیں درست

انسان کی کل خوشیوں کا خون کرنے والی ایک مفلسی ہے۔ یہ کم بخت اسے کسی کارِ خیر میں حصہ لینے کے قابل نہیں چھوڑتی بلکہ بہتیرے جرموں کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے اور پانچوں ارکانِ اسلام پر عمل پیرا ہونے کی بجائے پانچوں عیب پیدا کرتی ہے ؎

عہد بد، جھوٹ، دغابازی، فریب اور چوری
پانچوں عیب اس میں ہیں اے اہلِ فراست سمجھو

ناجائز ذریعے سے کمائی ہوئی کوڑی محنت و دیانت سے کمائی ہوئی اشرفی کو لے ڈوبتی ہے

دانا اسی چیز سے دولت حاصل کر لیتا ہے جسے نادان بے پروائی سے نظر انداز کر جاتا ہے۔ شہد کی مکھی انہیں پھولوں سے شہد حاصل کر لیتی ہیں جن سے مکڑی زہر +

جس شخص نے امانت میں خیانت کی ہو یا قرض سے سبکدوشی نہ پائی ہو اس کی خیرات ثواب حاصل نہیں کر سکتی ؛

ایک امیر شخص کا قول ہے کہ مجھے کروڑوں ڈالر کمانے میں اتنی تکلیف تمام عمر میں نہیں ہوئی جتنی پہلا ہزار ڈالر کمانے میں ہوئی۔ اس کے بعد روپے کو روپیہ کھینچتا رہا ؛

بے ہنر روپیہ حاصل نہیں کر سکتا۔ بدانتظام کے پاس نہیں رہ سکتا۔ روپیہ کمانے کی نسبت اس کے بچانے کا فن بہت مشکل ہے ؎

بر احوال آنکس بباید گریست
که آمد بود نوزده[19] خرج بیست[20]

؎ بیس آمد پہ اگر ایک بھی بچت کر لو — اِس گئے گزرے زمانے میں غنیمت سمجھو
بیس مدخل ہو اگر بیس ہی خرچ بھی ہو — خود کو اِک روز گرفتارِ مصیبت سمجھو
بیس آمد پہ اگر خرچ میں پائی بھی بڑھی — پھر مقام اپنا یہاں قعرِ مذلت سمجھو

جو شخص کماتا ہے مگر بچانا نہیں جانتا وہ بیل ہے، جس کی کمائی سے غیر فائدہ اُٹھاتے ہیں ✤

اِنتظام اور سلیقہ سے روپے کا خرچ کرنا بڑی بھاری نفس کُشی ہے ✤

بد سلیقہ امیر اور منتظم غریب میں یہی فرق ہے کہ وہ دولت کو کہتا ہے "جا" اور یہ کہتا ہے "آ" ✤

جو شخص روپے کو خواہشاتِ نفسانی پورا کرنے میں صرف کرتا ہے وہ نفس پرست ہے۔ جو شہرت اور ناموری میں خرچ کرتا ہے وہ دُنیا پرست ہے۔ جو اپنی یا غیروں کی بھلائی میں لگاتا ہے، وہ خُدا پرست ہے ؎

وہ انساں ہے اندوں کو لے جو سمیٹ — کہ کُتّا بھی اپنا تو بھرتا ہے پیٹ

دولت انسان کو گمراہ نہیں کرتی بلکہ دولت کا بُرا استعمال اُسے تباہ کر دیتا ہے ✤

عزت کو بیچ کر دولت کمانا انتہائی ذلت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

لت خوردن از تمنائے دولت برائے چہ — خارج کشیدن از پئے راحت برائے چہ
مطلب اگر گذشتنِ عمر است در خوشی — بگذر ز مطلب ایں ہمہ زحمت برائے چہ

دولت و علم فیض رسانئ خلائق کے لیے ہے نہ کہ رکھ چھوڑنے یا کسی کو برباد کرنے کے لیے ✤

مُفلس ناداری کے عادی ہو جاتے ہیں اِس لیے اُنھیں کوئی تکلیف معلوم نہیں ہوتی، مگر دولتمند ذرا سا سامانِ عیش کے نہ ہونے سے چلّا اُٹھتے ہیں۔ کھائیں تو گھی سے ورنہ جائیں جی سے ✤

غریب اگر امیروں کی نعمتوں سے محروم ہیں تو رات دن کے جھگڑوں اور پریشانیوں سے بھی تو محفوظ ہیں۔ اگر انھیں وہ مسالے دار خوش ذائقہ، مرغن و بیچ دار کھانے میسر نہیں ہوتے تو طرح طرح کی نت نئی بیماریاں بھی انھیں نہیں ستاتیں ✤

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دُنیا میں دولت مند ہی زیادہ حاجت مند اور شاکی پائے جاتے اور ہوسِ زر سے اُن کو کبھی آرام چین نہیں ملتا ؎

گدا را کند دو درم سیم سیر — سکندر بہ نصفِ جہاں نیم سیر

ع آنکہ غنی تر اند محتاج تر اند — کوٹھے والا روئے چھپر والا سوئے ✤

جو انسان بے زری کے باعث اپنی ضروریاتِ زندگی کے حصول سے قاصر ہے وہ ایک مُردہ سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ مُردہ کو کسی چیز کی حاجت نہیں اور زندہ کے لیے سب کچھ چاہیے ✤

غریب و امیر زندگی تو سب کی بسر ہو جاتی ہے لیکن ہر دو کی بسر اوقات میں دن اور

رات بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے ٭ ؎

یہ فرق زردار و بے زر کا مقامِ غور ہے — شیرِ قالیں اور ہے شیرِ نیستاں اور ہے
نہ تازہ رفلاس سے گر مردِ حق آگاہ ہے — گھر کی منزل کو گویا فقر سیدھی راہ ہے

نیکوں کی کمائی کُنبے کی پرورش اور قومی مصالحت میں صرف ہوتی ہے اور بدوں کی کمائی عیاشی اور ملک کی بربادی میں۔ سچ ہے ؎

جس کے ہاتھ آیا خزانہ قصدہ کھتا ہے یہی — شبلی نوادہ جہاں میں سر اُٹھایا چاہیے
؎ نشہ دولت کا بداطوار کو جس آن چڑھا — سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

غیر ضروری چیزوں کا خریدار ایک نہ دن گھر کا ضروری سامان بھی بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے ٭
دُنیا کے سفر میں اصلی ضروریات اور نفسانی خواہشات میں تمیز کر کے قدم رکھو ٭
بچایا ہوا روپیہ خواہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو گئی تر آنکھوں کو پونچھتا ہے ٭ موت کی جڑت ہے ٭
امیر دکھائی دینے کی خواہش امیر بننے کی سدِّ راہ ہے ٭
مانچسٹر کی پیل پارک میں ایک لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے: "میری امیری جائداد و مقبوضات کی کثرت سے نہ تھی بلکہ ضروریات کے قلیل اور محدود ہونے سے" ٭
ہماری زندگی کی نصف سے زیادہ تکالیف و مصائب اِس خیال میں غلطاں رہنے کی وجہ سے ہیں کہ "ہمیں لوگ ہمیں کیا کہیں گے" ٭
جو شخص آمدنی کی تہائی سے زیادہ خرچ نہیں کرتا وہ خوش نصیب ہے اور جو نصف خرچ کرتا ہے وہ کفایت شعار۔ مگر نصف سے زیادہ خرچ کرنے والا فضول خرچ اور بے نصیب ہے ٭
زرد و سفید (سونا چاندی) سیاہ روز کے لیے ہے ٭
امیری دولت کو سمیٹنے سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ضروریات کے گھٹانے اور کفایت شعاری کو مدِّنظر رکھنے سے ٭
جس شخص کو مالدار بننا مقصود ہو اُسے چاہیے کہ پہلے اپنی بیوی سے پوچھ لے ٭
باورچی خانے کی فضول خرچی مفلسی کی دعوت اور مفلسی بدمعاشی کا آغاز ہے ٭
حساب کرو کوڑی تک کا۔ بخش دو چاہے لاکھ ٹکا ؎

ایک مسرف نے یہ ممسک سے کہا — کب تک اے ناداں یہ حبِّ مال و زر
تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑ جوڑ — ہے سدا دُنیا ہی میں رہنا مگر
ہنس کے ممسک نے کہا اے سادہ لوح — نہ تو مارا ارمگاں اور اِس قدر
آج ہی گویا نصیب دشمناں — آپ کا دُنیا سے ہے عزمِ سفر

کفایت شعاری انسان کا طبعی وصف نہیں ہے بلکہ اکتسابی ہے جو علم، عقل، تجربے، دور اندیشی اور چال چلن کی درستی سے حاصل ہوتا ہے ۵

کفایت غریبوں کی ٹکسال ہے — جو مسرف ہے آخر وہ کنگال ہے

سموئیل کہتا ہے کفایت شعاری کے لیے کوئی بڑی دلیری یا غیر معمولی طاقت درکار نہیں بلکہ نفس پر تھوڑا سا قابو پانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ تونگری ہوگا یا کم از کم افلاس کی لعنت سے بچا رہے گا +

دولت کی دیوی بہادر کے پاس اس واسطے نہیں آتی کہ اسے ہر وقت بیوہ ہونے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ فضول خرچ کے پاس اس لیے نہیں آتی کہ وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ بخیل کے پاس اس لیے نہیں آتی کہ وہ اسے ہوا نہیں لگنے دیتا۔ پس ان سب کو چھوڑ کر کفایت شعار کے پاس رہتی ہے، جہاں ہر طرح سے اس کی عزت ہوتی ہے +

فضول خرچ کی جوانی کا زمانہ عیاشی اور اوباشی میں گزرتا ہے۔ خانہ داری کا زمانہ پریشانی اور تنگ دستی میں اور بڑھاپا ماتم اور مایوسی میں ۵

عشرت و عیش و کامرانی کب تک — عشرت بھی ہوئی تو نوجوانی کب تک
ہر چیز اگر فنا ہے دولت ہے محال — دولت بھی ہوئی تو زندگانی کب تک

دولت ہمیں خدا کے حضور سرخرو کرتی ہے۔ اگر ہم اسے ایسے کاموں میں لگائیں۔ جن سے خدا کی مخلوق کا بھلا ہو ۵

کیجیے غرور تو دولت بھی میسر ہے امیر — کہ کریموں کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

روپیہ انسان کا بہترین خادم اور بدترین آقا ہے۔ بدترین آقا اس صورت میں ہے جب تم قرض اٹھاؤ +

قرض ایک قفس ہے جس میں داخل ہونا تو آسان ہے لیکن اس میں سے باہر نکلنا مشکل ہے +

قرض لے کر کشتی کے ذریعے پار اترنا دریا میں ڈوب مرنے سے بھی بدتر ہے +

فضول خرچی کا لازمی نتیجہ قرض ہے اور قرض وہ بلا ہے جس کے ذریعے دولتمند قرضداروں کو غلامی کی زنجیروں میں اس طرح جکڑ لیتا ہے کہ اس کے پنجے سے رہائی پانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مقروض انسان سے وہ تمام صفات حمیدہ مفقود ہو جاتی ہیں جو انسان کا طرۂ امتیاز ہیں۔ نہ اس میں خودداری باقی رہتی ہے اور نہ ترقی کرنے کے لیے اس کے افراد کے دل ابھر سکتے ہیں۔ صداقت اور ایفائے عہد کے پاک اوصاف اس سے چھن جاتے ہیں +

سوائے ترکِ گناہ کے اور کوئی شے کسی نوجوان کی ترقی میں اتنی سنگِ راہ نہیں ہوتی جتنا قرض۔

دولت کی ہیں دو لتاں اُلٹی نتیجہ کہیں — آوت تو اندھا کرے جاوت کرے مت ہین

مطلب: دولت کی دو عادتیں ہیں۔ تُلسی یقین جان لے کہ جب آتی ہے تو آدمی کو اندھا کر دیتی ہے۔ اور جب جاتی ہے تو بیوقوف بنا دیتی ہے ✦

ایک پائی کا ضائع ہونا کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ مگر یاد رہے کہ اس چھوٹے سے تانبے کے ٹکڑے کی دیا سلائیاں انسان کے گھر کو ہمیشہ بھر روشن کر سکتی ہیں ✦

پائی روپے کا بیج ہے اور روپیہ خزانے کا۔ خزانے سے انسان آرام، آزادی، سلطنت بلکہ خدا کو حاصل کر سکتا ہے ؎

ہر گُل زبانِ برگ سے کہتا ہے باغ میں　　اِنسان کیا نبات کو ہے زر کی احتیاج

؎ جیسا پیسا گانٹھ کا ویسا میت نہ کوئے　　جس جا گٹھڑی کھولیے سب کوئی اپنا ہوئے

پیسوں کو احتیاج سے خرچ کرو، روپے اپنا خیال آپ رکھیں گے۔ باندھ کیسہ کھا ہر پیسہ ✦

بخیل دولت کی پرستش کرتا ہے مگر کفایت شعار اُس سے اپنی پرستش کرواتا ہے ✦

کفایت شعاری کو بخل سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ دوراندیشی کی بیٹی، پرہیزگاری کی بہن اور آزادی کی ماں ہے اور بخل آسودہ حالی کا دشمن اور ذلت و رسوائی کا دوست ہے ✦

دولت ضرورتوں کے رفع کرنے کی چیز ہے پس جو دولتمند یہ دیکھتے ہوئے کہ لاکھوں غریب ایک ٹکڑے کے لیے محتاج ہیں۔ پیسے کو اندر دبا کر رکھتے ہیں وہ گنہگار اور خدا کے نافرمان بندے ہیں ؎

دولت وہی ہے جس سے کہ ہو فیضِ خاص و عام　　کس کام کے جو بحر میں گوہر بہت سے ہیں

؎ ہمدرد جن کے درد نہ بانٹا تو کیا جیے　　کچھ دردِ دل بھی چاہیے انسان کے لیے

مرنا بھلا ہے اس کا جو اپنے لیے جیے　　جیتا ہے وہ جو مر چکا ہو غیر کے لیے

طبقۂ اُمرا اس وجہ سے قابلِ مذمت و لائقِ نفرت ہے کہ وہ حصولِ دولت میں تو ہر قسم کے مظالم و ناجائز ذرائع سے دریغ نہیں کرتے لیکن استعمالِ دولت میں فرضِ زکوٰۃ تک ادا نہیں ہو سکتا۔ خیرات تو درکنار مفلس و محتاج سے بات تک نہیں کرتے ؎

نقدِ جاں کیسۂ قالب سے جو نکلے نکلے　　دیکھ ممسک کہیں تھیلی سے نہ ہو زر باہر

کفایت شعاری عیب نہیں لیکن یہ بخل کے درجے تک نہ پہنچ جائے۔ روپے کا مناسب استعمال برا نہیں لیکن یہ فضول خرچی کی حد میں نہ آجائے ✦

تیشہ نہ ہو جو سب کچھ اپنے آگے ڈالتے جاؤ۔ رندہ بھی نہ ہو جو سب کچھ باہر نکالتے جاؤ بلکہ آرہ ہو کچھ اپنے آگے ڈالو اور کچھ باہر نکالو یعنی خود بھی کھاؤ پیو اور محتاجوں غریبوں کو بھی فائدہ پہنچاؤ ✦ دوہا

؎ کھایا جائے سو کھانے لے دیا جائے سو دیہہ　　ان دونوں سے جو بچے اس کو جانو کھیہہ

معمولی معمولی فضول خرچیوں سے بچتے رہو۔ چھوٹا سا سوراخ بڑے سے بڑے جہاز کو ڈبو دیتا ہے ✦

کفایت شعاری بخل اور اسراف کے بین بین چلنے کا نام ہے۔ موقع پر صرف نہ کرنا بخل اور بے ضرورت صرف کرنا اسراف ہے +

کفایت شعاری رحمتِ الٰہی اور فضول خرچی قہرِ ایزدی ہے۔ بخیل خود غرضی اور فضول خرچ نفس پرستی کا مجرم ہے ؎

بخیل اور مسرف ہیں محروم دونوں کہ دولت کو کہتے ہیں معدوم دونوں

روپیہ سے بے انتہا محبت رکھنی اور اس کی پرستش کرنی تمام برائیوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ روپیہ ضروریاتِ زندگی کے رفع کرنے کی چیز ہے نہ کہ اس کی پرستش کی جائے۔ اس شخص سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بدنصیب نہ ہوگا جو روپیہ کما کر اس سے خدمت نہ لے۔ روپیہ گاڑ یا داب رکھنے کی چیز نہیں۔ اگر وہ صرف اس لیے ہوتا تو اینٹ پتھر سے زیادہ اس کی وقعت نہ ہوتی۔ روپیہ خانگی ضروریات رفع کرنے کے علاوہ بنی نوعِ انسان کے دائرہ مسرت کو بھی وسیع کرتا ہے۔ اور اس کے لیے رحمت و برکت اور خیرات کا موجب ہے، بشرطیکہ اس کا جائز استعمال کیا جائے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں درم ہوتا تو فرماتے۔ افسوس کہ میرے پاس سے جائے بغیر تو مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا +

نمائشی فضول خرچ انسان مور کی مانند ہے کہ دُم بڑھاتا ہے اور بازو گھٹاتا ہے +

شکم پرست اپنی قبر اپنے دانتوں سے کھودتا ہے +

جس خاندان میں پیدائش سے زیادہ موت اور جس گھر میں آمدنی سے زیادہ خرچ ہو سمجھو کہ اس کا خاتمہ ہو چکا ؎

جو تھوڑا ملا ہے تو سارا نہ چکھ کہ تھوڑا سا کھا اور تھوڑا سا رکھ

مفلس کی خوشی بھی آلائشوں سے خالی نہیں ہوتی + ؏ ماتم زدہ را عید بود ماتمِ دیگر

دولت محنت سے حاصل ہوتی، کفایت شعاری سے قائم رہتی اور کوشش و استقلال سے بڑھتی ہے۔

؎ نابردہ رنج گنج میسّر نمی شود مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

اس بات کا فیصلہ کہ آیا تم امیر ہوگے یا غریب۔ یہ بات نہیں کر سکتی کہ تم کتنا کماتے ہو۔ بلکہ یہ کہ تم کتنا خرچ کرتے ہو +

دو خواتین ایک امیر آدمی کے پاس خیرات کے کام کے لیے چندہ مانگنے گئیں۔ وہ اس وقت دو موم بتیوں کی روشنی میں کچھ لکھ رہا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئیں، اس نے ایک موم بتی بجھا دی۔ جب خواتین نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں کہ ایسے آدمی سے ہمیں کچھ چندہ وصول نہ ہوگا۔ مگر جب انھوں نے اپیل کی تو اس نے بیس اشرفیاں بغیر

چندہ دے دیں۔ ایک خاتون نے اُس سے کہا: "میں آپ سے چندہ لے کر خوش بھی ہوتی ہوں اور حیران بھی۔ کیونکہ مجھے آپ سے ایک کوڑی بھی ملنے کی توقع نہ تھی"! امیر نے پوچھا کیوں؟ اُنھوں نے کہا: "آپ نے ہماری آمد پر جو بتی بجھادی تو ہم نے خیال کیا کہ یہاں سے ہمیں کچھ وصول نہ ہوگا"۔ اس نے کہا: "یہی سبب ہے کہ میں آپ کو اتنی رقم خیرات کے طور پر دینے کے قابل ہو گیا ہوں۔ میں کفایت شعاری پر عمل پیرا ہونے سے روپیہ بچاتا ہوں تاکہ نیک کاموں میں صرف کر سکوں۔ باتیں کرنے کے لیے ایک ہی موم بتی کی روشنی کافی ہے"۔

قرض اور افلاس کی تمرشی فضول خرچ کے سارے نشے اُتار دیتی ہے ۔

یہ ضرب المثل عالم اک کہ گیا ہے
لیا مول غم قرض جس نے لیا ہے

پیسہ دو پیسہ کو معمولی نہ خیال کرو ۔

قطرہ قطرہ ہے پانی دریا میں
دانہ دانہ ہے غلہ خرمن میں

روپے کی خواہش میں عمر گزارنے والا ایک شرابی سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ نشے کی حالت میں تو سرور حاصل کر لیتا ہے اور اسے کسی وقت بھی آرام نہیں ملتا ۔

ممکن نہیں بغیر قناعت فراغِ دل
ہر چند تو وہ تودہ تجھے سیم و زر ملے

غریبو! عیاشی اور خود غرضی میں پھنسے ہوئے امیروں سے تم کیوں اپنے تئیں چھوٹا خیال کرتے ہو؟ مانا کہ تم محتاج ہو۔ لیکن شکر کرو کہ ان کی طرح گنہگار تو نہیں ہو۔

وہ پہاڑ کھودا جاتا ہے جس کے اندر زر ہو، وہ انسان تباہ کیا جاتا ہے جس کے پاس دفینہ ہو۔

بہت کم لوگ ہیں جو معاملات داد و ستد میں ٹھیک اُترتے ہیں۔ اور بہت کم لوگ ہیں جو دولت مل جانے پر اعتدال کو قائم رکھ سکتے ہیں ۔

کسوٹی ہے زر ہی کی پہچان کی
مگر زر کسوٹی ہے انسان کی

دولت میں راحت نہیں، جاہ و حشمت میں راحت نہیں۔ بلکہ سچی راحت اس میں ہے کہ انسان ناداری اور بے سروسامانی کی حالت میں انتشار و پریشانی کو دل میں راہ نہ دے ۔

جب چشمِ آز پھوٹ گئی سب خلش مٹی
اب سنگ ریزہ ہاتھ لگے یا گہر ملے

انسانی زندگی باوجود مقدرت کے اگر محتاجوں کے اٹھانے میں صرف نہیں ہوتی تو کس کام کی ہے ۔

شخصے کہ از و فائدہ دنیا و نے دین است
بگریز از و گرچہ شہ روئے زمین است

تم درخت نہیں ہو کہ اپنا پھل اپنے ہی پاؤں میں گرا دو، یا اینٹ پتھر کھا کر کسی کو دو تمہاری کمائی سے بغیر ذائقے محتاجوں کو فیض ہونا چاہیے ۔

دو روستاں را باحساں یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

ایک شخص نے اپنے کسی دوست کے پاس جاکر سو روپے کی ضرورت ظاہر کی۔ یہ سن کر وہ دوست رونے لگ گیا۔ اس کی بیوی نے کہا "بڑے شرم کی بات ہے کہ تم اپنے دوست کی ادنیٰ سی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتے اور رونے لگ گئے، حالانکہ تمہارے پاس کافی مال ہے۔" اس نے کہا "میں تو اس لیے روتا ہوں کہ اپنے دوست کی صورت حالات اور ضروریات مبلغات کا خود ہی اندازہ کیوں نہ لگا لیا کہ اسے اظہارِ احتیاج کی ضرورت ہی نہ رہتی" چنانچہ اس نے اپنے دوست کو کافی روپیہ دے کر معذرت بھی چاہی کہ میں اپنے فرائض دوستی سے غافل و بیخبر رہا۔

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا اگرچہ بہترین فرضِ انسانیت ہے مگر اس فرض کو فرض لے کر ادا کرنا اور اپنے تئیں محتاج بنا کر پورا کرنا خود کو مصائب و آفات کے بھنور میں ڈالنا ہے۔ لہٰذا روپیہ کو ہاتھ سے مت چھوڑو ورنہ روپیہ تمہیں چھوڑ جائے گا۔

ایک سخی شخص کے ملازم نے کہا کہ مہاجن کھڑا ہے اور اپنے قرض کے چار سو روپے مانگتا ہے۔ اور آپ کا ایک مفلس آشنا بھی کھڑا ہے وہ بھی اتنے ہی روپے مانگتا ہے۔ اس سخی نے بے تامل مفلس آشنا کو روپے دے دیئے اور مہاجن کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ایک احسان کا متوقع ہے اور ایک قرض کا۔ لہٰذا اس نے احسان کو قرض کی ادائگی پر ترجیح دی۔

ایک پادری اپنے بخل کی وجہ سے بہت بدنام تھا اور لوگ اس سے نفرت کرتے تھے۔ اس نے اپنا تمام جمع کردہ روپیہ رفاہِ عام کے لیے نہر بنانے کو دے دیا۔ اور اپنے بخل کی یہ وجہ بیان کی کہ اگر وہ عام فقیروں اور محتاجوں کو روزانہ تھوڑی تھوڑی خیرات دیتا تو یہ عظیم الشان خیرِ جاریہ اور رفاہِ عام کا ثواب کس طرح حاصل کر سکتا۔

غیر مستحقوں کو خیرات دینا سانپوں کو دودھ پلا کر موٹا کرنا ہے ؎

شریروں کو دے گا جو تو مال و دولت گنہگار ہوں گے وہ تیری بدولت

دولتمند کے سب خادم ہوتے ہیں۔ غریب آدمی ڈوب بھی رہا ہو تو سب کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بھرے ہی کو بھرتی ہے دنیا مدام سمندر کو چلتے ہیں دریا تمام

؎ دھن ونتی کے کانٹا لگا دوڑے لوگ ہزار نردھن گرا پہاڑ سے کوئی نہ آیا پار

مرض الموت کے سوا دولت تمام دکھوں کے لیے چارہ کار اور سب کو مطیع کرنے کے لیے پوری مددگار ہے ؎

تائیدِ حق زمانے میں زر کے سوا نہیں گر کف میں زر نہیں ہے تو رحمِ خدا نہیں

؎ نہ دنیا کے ہوں کام دھن کے بغیر نہ مردہ بھی اٹھے کفن کے بغیر

؎ کیا ڈھونڈتا ہے تو عملِ بغض و محبت چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

شراب پی کر مدہوش نہ ہونا ممکن ہے لیکن کمینہ شخص دولت کی مستی سے بیہوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور مخلوقِ خدا کو طرح طرح کے آزار پہنچاتا ہے۔ عربی ضرب المثل ہے کہ دَوْلَتُ الْاَرْذَالِ آفَتُ الرِّجَالِ ؎

بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل است گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی

کمینہ شخص کو جب دولت مل جاتی ہے تو وہ کمینہ طریقوں ہی سے اس کو خرچ بھی کرتا ہے۔ خدا کا خوف یا بندوں کی شرم کوئی چیز بھی اس کو اپنی بدراہ روی سے نہیں روک سکتی کیونکہ مندرجہ ذیل پانچ کیلے اُس کے جسم میں گڑھ جاتے ہیں۔ ایک کیلا تو اُس کی گردن میں گڑتا ہے جس سے وہ ہمیشہ اکڑتا اور گردن فرازی کرتا ہے۔ دو کیلے اس کی آنکھوں میں گڑ جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بھلائی اور بُرائی کو نہیں دیکھ سکتا۔ دو کیلے اس کے کانوں میں گڑ جاتے ہیں جن کے باعث وہ کسی کی نصیحت بھی نہیں سُنتا اور اندھا دُھند جو جی میں آئے کر گذرتا ہے۔ آخر میں ایک کیلا قدرت کی جانب سے اُس کی "جائے نشست" میں ٹھونکا جاتا ہے جس کی سختی سے یہ پانچوں کیلے فوراً باہر گر جاتے ہیں۔ پھر اس کی گردن بھی جھک جاتی ہے۔ آنکھوں کو بھی صحیح طور پر استعمال کر کے راہِ راست پر چلتا ہے اور اس کے کان بھی نصیحت پذیر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ بعد از وقت ہوتا ہے ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابیِ بسیار

حضرت علیؓ کا قول ہے: "دولت کی مستی سے خدا کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ وہ لمبی مستی ہے کہ جس کے نشے کو سوائے موت کے کوئی دوسری چیز نہیں اُتار سکتی"۔

جو شخص دو درہموں کا بھی مالک ہو، اُس کے ہونٹ طرح طرح کی باتیں سیکھ جاتے ہیں۔ تم اُسے لوگوں میں اتراتا اور تکبر کرتا ہوا دیکھو گے۔ اُس کی آواز میں روپے کی جھنکار شامل ہوتی ہے اگر یہ درہم اُس کے پاس نہ ہوتے تو تم اُسے لوگوں میں نہایت کم تر اور بدحالی پاتے۔ بلاشبہ روپیہ تمام جگہ لوگوں کو ہیبت اور جمال کا لباس پہنا دیتا ہے۔ جو شخص فصاحت و خوش بیانی کا ارادہ کرے تو درہم اُس کی زبان میں تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص لڑنے کا ارادہ کرے اُس کے لیے ہتھیار بن جاتے ہیں۔

لیکن اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہو کہ دولت تمہاری تمام ضروریات پوری کر سکتی ہے۔ کیونکہ:

دولت سے ہم عینک خرید سکتے ہیں مگر نظر نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم نرم اور گدگدے بستر خرید سکتے ہیں مگر میٹھی نیند نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم کتابیں خرید سکتے ہیں مگر علم نہیں خرید سکتے ٭
دولت سے ہم خوشامد خرید سکتے ہیں مگر محبت نہیں خرید سکتے ٭
دولت سے ہم زیورات خرید سکتے ہیں مگر حُسن نہیں خرید سکتے ٭
دولت سے ہم ادویات خرید سکتے ہیں مگر صحت نہیں خرید سکتے ٭
دولت سے ہم جسمانی راحت خرید سکتے ہیں مگر رُوحانی مسرت نہیں خرید سکتے ٭
دولت سے ہم سخاوت کر سکتے ہیں مگر عبادت نہیں خرید سکتے ٭
دولت کے پر ہوتے ہیں مگر افلاس دروازے کے قریب ہی رہ گِرفتار رہتا ہے۔ جو ایک دفعہ گھر میں داخل ہو جائے تو نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ لہٰذا دولت کو قابو میں رکھنے اور افلاس کو نکالنے کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے ٭
دماغ سے عقلمند انسانوں کی طرح تدابیر سوچو اور جسم کو بارکش حیوانات کی طرح مشقت کا عادی بناؤ۔ تب کہیں روپیہ حاصل ہوتا ہے۔ صرف دماغ یا اکیلا جسم حصولِ مقصد کے لیے کافی نہیں۔ مثل ہے: سر گاڑی پیر پہیہ، تب ملے روپیہ ٭
دُنیا میں دولت سے زیادہ انسان کا کوئی مددگار، کاربرآر اور وفادار خدمت گزار نہیں۔ مثل مشہور ہے: باپ بھلا نہ میّا، بہین بھلی نہ بھیّا، سب سے بھلا روپیا ؎

انسان کی قسمت میں اگر شر نہ ہو موجود　　　زر ہاتھ میں اس کے ہے کلیدِ درِ مقصود
کوشش کبھی زر دار کی جاتی نہیں بے سود　　　رہتا ہے سدا سایۂ فگن طالعِ مسعود
ہر رنگ میں یہ تازگیِ قلب و جگر ہے　　　ہے صلح میں شمشیر لڑائی میں سپر ہے

عِلم و اَخلاق

؎ تو جان بیچ کر بھی جو علم و ہُنر ملے　　جس سے ملے، جہاں سے ملے، جس قدر ملے

عِلم طاقت ہے۔ ایک عالم میں ایک لاکھ جاہلوں کے برابر طاقت ہوتی ہے ٭
علم ایک ایسا پودا ہے جسے دل و دماغ کی سر زمین میں لگانے سے عقل کے پھل لگتے ہیں ٭
اگر تم نے اپنی اولاد کے لیے فقط دولت چھوڑی ہے تو مانو کہ انہیں گمراہی اور سستی کی قید میں پھنسا دیا۔ لیکن اگر خالی علم اور نیک چلنی سکھا دی ہے تو گویا اُن کو تمام قیدوں سے آزاد کر دیا۔
ہر ایک خیرات کردہ چیز کا اثر اُس کی موجودگی تک رہتا ہے۔ لیکن علم کا فیض ابدالآباد تک کے

بعد دوسرے کو پہنچتا ہے قصص الاولین مواعظ الآخرین +
ہر ایک سودے میں نفع یا نقصان کا ہونا قسمت پر منحصر ہے۔ مگر علم کا پھل بدبختی اور ادبار کی دسترس سے باہر ہے +
زیادہ با تونی شخص پڑھنے کی طرف کم توجہ کرتا ہے + (ارسطو)
عالم کا ورثہ ہر ملک و ہر شہر میں ہے۔ اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ النَّسَبِ وَاَشْرَفُ اللَّقَبِ +
گنجِ علم اور گنجِ زر میں یہی تو فرق ہے کہ یہ دولت لازوال ہے۔ اور مصیبت و پیری میں باعثِ تفریحِ طبع کا مشغلہ لیکن گنجِ زر کو ہر وقت خطرہ ہے اور اواخر ایام میں اپنی جدائی کا داغ دینے والا اور پشیمانی بخشنے والا ہے +
حضرت رسول کریمؐ کا فرمان ہے کہ ایک عالم شخص شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام تاروں پر کیونکہ عالم وارثِ انبیاء ہیں۔ اور انبیاء کی میراث نہ دینار تھا نہ درہم بلکہ اُن کی میراث علم تھی۔ پس جس نے وہ حاصل کیا اُس نے بہت حصہ حاصل کیا +
نوم العالم افضل من عبادۃ الجاہل (ترجمہ) عالم کا سونا جاہل کی عبادت سے بہتر ہے +
علم بڑی دولت ہے۔ علم سے نجات ہوتی ہے۔ علم کے آگے مال و دولت کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایک محتاج آدمی جو دولت علم سے بہرہ ور ہے وہ بے علم بادشاہ سے بہتر ہے۔ ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں ہوسکتی۔ عالم کا ایک دن جاہل کی تمام عمر سے زیادہ ہے۔
جس گھر میں ایک آدمی بیمار رہتا ہے گھر والے سب دکھی ہو جاتے ہیں۔ پس جس ملک کے پچانوے بلکہ ننانوے فی صدی باشندے جہالت کے مہلک مرض میں مبتلا ہوں وہ کیسے خوشحال رہ سکتا ہے جس آدمی میں علم نہیں، وہ آدمی نہیں جانور ہے۔ اور جس گھر میں کوئی علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربا ہے اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ ملک نہیں حیوانات کا جنگل ہے +
علم کی عزت مال اور دولت کی عزت سے کہیں سوا ہے۔ امیر آدمی کی عزت یا کپڑے لتے سے ہے یا مسند تکیے سے یا نوکروں چاکروں سے یا ہاتھی گھوڑوں سے۔ یہ سب کچھ جہاں اُن سے الگ ہوا، پھر جہاں اور خدا کی مخلوق ہے۔ ایک وہ بھی ہے لیکن علم والا جس حال میں رہے گا اور جہاں جائے گا اور جس سے ملے گا، اُس کی عزت ویسی ہی بنی رہے گی +
لارڈ میکالے کا قول ہے کہ اگر روئے زمین کی بادشاہت مجھے دے دی جائے اور میرا کتب خانہ مجھ سے لے لیا جائے، تو میں اس پر ہرگز رضامند نہ ہو سکوں گا +
کمشنر بن موفق کو پچھتر سال کی عمر میں جنوری ۱۹۵۲ء میں اپنی بائیں آنکھ کا موتیا بند

کا آپریشن کروانا پڑا۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے خاص طور پر ترکِ مطالعہ کی ہدایت کرتے ہوئے کہا: "اگر تم مطالعہ ترک کر دوگے تو تمہاری موجودہ بینائی دس سال تک علیٰ حالہ قائم رہ سکتی ہے۔ ورنہ اگر تم مثلِ سابق کثرتِ مطالعہ جاری رکھوگے تو ایک سال کے وقفۂ قلیل ہی میں تمہاری بینائی کلیتۂ زائل ہو جائے گی"! جواباً میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا کہ میں دس سال کی بے مطالعہ زندگی پر ایک سال کی با مطالعہ زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ چنانچہ اب تک (۱۹۵۷ء) وہی کثرتِ مطالعہ پہلے سے بھی زیادہ جاری ہے۔ اور بینائی میں بھی کوئی نمایاں کمی پیدا نہیں ہوئی۔ الحمد للہ۔

جو شخص علم حاصل کرنے کا خواہاں ہو وہ پہلے یہ طے کرے کہ آیا تحصیلِ علم سے اس کا مقصد کیا ہے۔ اگر صرف فخر و مباہات اور نمائش کے لیے پڑھتا ہے تو یاد رہے کہ وہ اپنا دشمن ہے۔ اور اگر علم سے جہالت کا دور کرنا اور دوسروں کو پہنچانا اور خدائے برتر کی رضا جوئی مقصود ہے اور ظاہری نمائش منظور نہیں تو سبحان اللہ۔ (امام غزالیؒ)

خالد بن احمد حاکم بخارا نے حضرت امام بخاریؒ سے کہا کہ میرے بیٹوں کو میرے گھر پر آکر علم حدیث و تاریخ پڑھایا کرو۔ آپ نے فرمایا "انھیں مدرسہ میں بھیج دیا کرو۔ میں گھر پر آکر پڑھانے سے علم کی تحقیر نہیں کرنا چاہتا"۔ اس پر حاکم نے کہا۔ اچھا جس وقت میرے بیٹے سبق پڑھیں اس وقت اور کوئی طالب علم مدرسہ میں نہ ہو۔ میں پیشہ ور عوام کے ساتھ اپنے لڑکوں کو بٹھا کر اپنی تحقیر نہیں کرنا چاہتا"۔ امام صاحب نے فرمایا کہ "علم اور خاص کر علم حدیث میراثِ رسولِ کریم ہے۔ اس کی اشاعت میں کوئی تخصیص کرنا نہیں چاہتا"۔ حاکم نے ناراض ہو کر زورِ حکومت سے حصولِ فتویٰ کے بعد آپ کو شہر بدر کر دیا۔ سبحان اللہ! یہ ہے خودداری اور عزتِ علم۔

مطالعہ ایک مسرتِ بے مضرت ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا فرمان ہے کہ علم کی قیمت ہے۔ اس لیے قیمت لیے بغیر علم کسی کو نہ دیا کرو۔ اس پر لوگوں نے سوال کیا کہ بھلا علم کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کا ایسے شخص کے پاس رکھنا جو خوبی کے ساتھ اس کا بار اٹھائے اور باحفاظت رکھے اور اسکو ضائع نہ کرے۔

ہر زمانے میں موسمِ بہار موجود رہتا ہے۔ یعنی انسان ہر وقت اور ہر عمر میں علم و ہنر حاصل کر سکتا ہے۔ (سقراط)

پیغمبر صادقؐ کا فرمان ہے "دنیا میں تمہارے تین باپ ہیں۔ ایک وہ جو تمہاری پیدائش کا سبب ہے۔ دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی۔ تیسرا وہ جس سے تم نے دولتِ علم حاصل کی اور ان میں بہترین باپ تمہارا استاد ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے "جس نے مجھے ایک حرف کی بھی تعلیم دی ہے اُس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا"
عبدالرحمٰنؒ بن قاسم فرماتے ہیں "میں نے بیس سال تک امام مالکؒ کی خدمت کی۔ اُن میں اٹھارہ سال آداب و اخلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور صرف دو سال علم کی تحصیل میں"
جو شخص محض دُنیا کے لیے علم سیکھتا ہے، علم اُس کے دل میں جگہ نہیں پکڑتا
علم خواہ کتنا بھی زیادہ حاصل ہو جائے لیکن ہمیشہ اُس کو تھوڑا خیال کرو۔ ہمہ دانی کا دعویٰ چھوڑ دو اور ہیچمدانی کی عاجزی اختیار کرو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

(۱) آنکس کہ نداند و نداند کہ نداند — در جہلِ مرکب ابدالدہر بماند
جو شخص کہ نہیں جانتا اور نہیں سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا ہے وہ جہلِ مرکب میں ہمیشہ کے لیے مبتلا رہے گا ؎

(۲) آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند — آں ہم خرِ لنگ بمنزل برساند
جو شخص کہ جانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ جانتا ہے وہ بھی اپنے لنگڑے گدھے کو منزل پر پہنچا لیتا ہے ؎

(۳) آنکس کہ بداند و بداند کہ نداند — اسپِ طربِ خویش بافلاک رساند
جو شخص کہ جانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا وہ اپنے اسپِ شادمانی کو آسمان تک پہنچا لیتا ہے

ستارے آسمان کا زیور ہیں اور تعلیم یافتہ انسان زمین کی زینت
طلبِ علم صلوٰۃِ نوافل سے افضل ہے (امام شافعیؒ)
شجرِ علم کو خشک ہونے سے چشم سے سیراب کرو
شیخ سعدیؒ کا قول ہے ؎

پئے علم چوں شمع باید گداخت — کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

جہاں سورج چڑھتا ہے وہاں رات بھی ضرور ہوتی ہے۔ مگر جہاں علم کی روشنی ہو وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی نہیں آسکتا
زندگی ایک کتاب ہے جو مرتے دم تک انسان کے ساتھ ہے۔ مگر اس کے دقیق مضامین کے سمجھنے کے لیے علمِ صادق اور عقلِ سالم درکار ہے
چراغ جس طرح جلائے بغیر روشنی نہیں دیتا۔ علم بھی بغیر عمل کے فائدہ نہیں پہنچاتا
عالمِ بے عمل گِدھ کی مانند ہے جو آسمان پر اُڑتا ہے مگر زمین پر مُردار کھاتا ہے
گندے مضامین کی کتابیں لکھنے سے باز آؤ۔ قوم کے بچوں پر رحم کرو۔ گڑھے میں بلا کر انھیں

زہرمت دو۔ کیونکہ بچے ہر ایک رنگ کو فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ لوح سادہ برائے ہر نقش آمادہ +
بُری تصنیف کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ بُرا مُعلّم صرف ایک مدرسہ کو بگاڑ سکتا ہے۔ مگر بُری تصنیف ایک عالَم کو تباہ کر دیتی ہے +

بُرا مضمون عمدہ عبارت میں ایسا ہے جیسا کہ درخت بے ثمر گنجان اور خوشنما پتوں میں یا بدکار عورت زریں لباس میں۔ برخلاف اس کے مفید مضمون خواہ معمولی الفاظ و سادہ عبارت میں ادا کیا جائے، وہ اخلاقی اصلاح کے ایک مستند دستور العمل کا کام دیتا ہے +

جو شخص فحش کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اُس سے وہ اچھا ہے جس کو مطالعے کا شوق ہی نہیں +
جو شخص تفریح طبع کے لیے کتابوں کو پڑھتا ہے وہ تعلیم یافتہ دماغی عیاش ہے جو اپنی دولت علمی اور گرانبہا وقت کے موتی دل خوش کُن میوے میں لُٹا رہا ہے +

طرح طرح کی عام کتابوں کے پڑھنے سے معلومات تو بیشک بڑھ جاتے ہیں مگر مذاق بگڑ جاتا ہے، خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں، حق بات پر دل نہیں جمتا، عمل کی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ ایسی ہی بے سر و پا واقفیت کی نسبت کہا گیا ہے کہ "اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَر" +

کوئی کتاب جب پڑھو تو آخر میں چند نتیجے اخذ کر لو۔ ورنہ سرسری طور سے پڑھ جانا ایسا ہے جیسا کہ غذا کو بغیر چبائے ہوئے نگل جانا۔ لہذا پڑھو تو سمجھ کے پڑھو۔ ورنہ چمچے کی طرح کیا فائدہ کہ رہے تو رنگ رنگ کے کھانوں میں مگر کھٹے میٹھے، اونے سلونے ذائقے کی اُسے کچھ خبر نہ ہو + ے

ہیچ کار کتب خوانیت نمی آید زجمع خاطر خود نسخۂ فراہم کُن

کتنے لوگ مرتے دم تک اُن خراب خیالات کے لیے نوحہ گر رہتے ہیں جو فحش کتابوں سے اُن کے دلوں پر جم گئے۔ اگر وہ رنگ ہوتا تو آخری وقت وہ ان خیالات کو اپنے خون سے دھو ڈالنے میں بھی دریغ نہ کرتے +

چند اوراق کا مجموعہ جسے کتاب کہا جاتا ہے کیا چیز ہے؟ شبانہ روز کی محنت شاقہ، دیدہ ریزی اور جگر کاوی سے یہ چند اوراق لکھے گئے ہیں، ان کے مصنفین نے کس قدر خونِ جگر پیا ہوگا؟ کتنی میٹھی نیندیں حرام کی ہوں گی؟ دماغ اور آنکھوں کا کس قدر تیل نکالا ہوگا؟ محض اس واسطے کہ تم پڑھو اور مستفید ہو۔ اُن کی اس قدر محنتوں اور مشقتوں کو رائگاں کرنا اور علم کے اس خزانے کو جو اِن کتابوں میں بند ہے بے پروائی کے ساتھ نظر انداز کر دینا، اگر اُن نیک دلوں اور عالی دماغ شخصوں پر جنھوں نے ان کتابوں کے لکھنے کی تکلیف تمھارے واسطے گوارا کی ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ حقیقتاً اپنی جان پر بھی ظلم کرنا ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ پتھر دل اور

دھاتوں کو تو ہم بڑی احتیاط سے صندوقوں اور الماریوں میں بند رکھیں اور ان سچے موتیوں اور جواہرات کے خزانوں کو بے تکلف جہاں چاہیں اٹھا کر پھینک دیں جہاں وہ کچھ عرصہ میں دیمک کی خوراک بن جائیں۔ جن کے اوراق بعد میں ردی کی طرح ذلیل کاموں میں صرف کیے جائیں۔ کیا ہمارے دل سے ان بڑے بڑے بزرگوں، فاضلوں اور محققوں کی عزت کا خیال بالکل جاتا رہا ہے کہ ہم ان کے دماغی اور روحانی ورثے کی بالکل پروا نہیں کرتے۔ کتنے نامور اور متبحر عالم گزر چکے ہیں، جن کی تصانیف تک ہم کو خوش قسمتی سے دسترس حاصل ہے مگر اپنی بدطالعی بے پروائی کی وجہ سے ہم کبھی ان کتابوں کو کھولنے اور اس لازوال دولت سے مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کے تمام عمر کے ذخیرۂ علم کو ادنیٰ سی قیمت پر خرید نہیں سکتے جو وہ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ ایک معمولی امیر آدمی یا حاکم سے جو ہم سے ملنا بھی نہیں چاہتے ایک منٹ کے لیے ملاقات کرنا تو ہم اپنا فخر سمجھیں اور ان ذہانت و علم کے شہنشاہوں سے جو بڑے شوق سے خود ہمیں اپنے پاس بلاتے ہیں اور گھنٹوں تک ہم سے مفید گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں ہم ان کی بات بھی نہ پوچھیں۔ معمولی درباروں میں جہاں اکثر جاہل اور معزز آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے کرسی نشین ہونا کتنی بڑی عزت خیال کی جاتی ہے۔ لیکن کتب خانہ جو ایک ایسا دربار ہے جہاں تمام دنیا کے علماء و فضلاء، نیک سے نیک بندگان، بڑے سے بڑے بادشاہ، بڑے بڑے شاعر، نامور امیر اور مشاہیر زمانہ سب کے سب جمع ہیں۔ کسی میں غرور اور خود غرضی نام کو نہیں ان کا دربار عام ہے، ٹکٹ کی ضرورت نہیں۔ جس وقت چاہو جاؤ، جس سے چاہو باتیں کرو۔ جب گھبراؤ اٹھ کر چلے آؤ۔ کسی قسم کی روک ٹوک نہیں۔ کیا افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہم ایسے درباروں کے لیے کچھ وقت نہ نکال سکیں۔ یہ ایسے دوست ہیں جو کبھی تم کو رنجیدہ نہیں کرتے۔ کبھی تم سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ کبھی تم سے ملنے میں انکار نہیں کرتے۔ کوئی عذر پیش نہیں کرتے۔ ان دوستوں کی رائے ہمیشہ صائب، نیک اور سراسر بے غرضی پر مبنی ہوتی ہے۔ ان دوستوں کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ ان کے آفتاب علم سے روشنی اکتساب کرو۔

کتب خانہ وہ فلک ہفتمیں ہے جہاں دنیا کے کاملین و عارفین کی روحیں بقائے دوام و حیات جاوید حاصل کرنے کے بعد مجتمع ہیں۔ یہ وہ منور مندر ہے جہاں علم کے دیوی دیوتا اپنے پرستاروں کے ساتھ خاموشی ہی خاموشی میں گفتگو کر کے استفادۂ روحانی پہنچاتے ہیں اور تم کو بھی بقائے دوام حاصل کرنے کی تحریص و ترغیب دلاتے ہیں۔ کتب خانہ وہ مرکز ہے جہاں آفتاب علم کی پرنور شعاعیں اور خوبصورت کرنیں ہمیشہ کے لیے انسانی دماغوں کو روشن کرنے کے لیے مجتمع ہیں۔ اس روشنی سے اپنا دل و دماغ منور کرو۔ کتابیں چراغ ہدایت ہیں۔ ان کی موجودگی میں بھی

اگر کوئی تاریکی میں رہے تو وہ خود ذمہ دار ہے ✦

کتابیں ایسے بزرگوں کے مدفن ہیں جو مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے ✦

سکندر نے اپنے کتب خانے کا نام "معالجِ رُوحانی" رکھا تھا ✦

جو کتابیں رفتارِ عامّہ پر لکھی جاتی ہیں اور ان میں حقائقِ عامّہ کا بیان ہوتا ہے۔ اُن کی نسبت اُمید ہے کہ وہ مدّتوں تک پڑھی جائیں کیونکہ وہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک ہی اثر رکھتی ہیں ✦

ایک بادشاہ نے حکیم اقلیدس سے کہا کہ اس کو مختصر طور پر علم ہندسہ سکھلا دے تو اقلیدس نے جواب دیا کہ حضور علم ہندسہ کے لیے کوئی خاص شاہی راستہ نہیں ہے' جو مختصر طریقے سے طے کیا جا سکے۔ دوسری چیزیں حکومت و دولت سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن علم محنت، مکمل مطالعہ اور تنہا نشینی سے حاصل ہوتا ہے ✦

ارسطو نے چند اہم اسباق جو خاص سکندر کے لیے تیار کیے تھے' عام طور پر شائع کر دیے تو سکندر نے ارسطو سے شکایت کی کہ "ان مضامین کو عام طور پر شائع کر دینے کے بعد اب میرے لیے کونسا فخر باقی رہ گیا۔ میں بہ نسبت فتحِ عالم کے علم میں زیادہ سربلندی چاہتا ہوں" ✦

انسان کے لیے کوئی یادگار کتاب سے زیادہ دیرپا نہیں ہو سکتی۔ عمارات' بُت اور قصاید وغیرہ ایک خاص میعاد کے بعد فنا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایک ہی جگہ مقید ہوتی ہیں۔ لیکن کتاب ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ اور اس کے فیضِ جاریہ سے تمام لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں ✦

ایک مصنف پر لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ تم برسوں اپنی تصنیف پر سینکڑوں دفعہ نظرِ ثانی کرتے ہو اور پھر اس کے بعد ایک چھوٹی سی کتاب نکالتے ہو۔ اُس نے یہ مختصر جواب دیا کہ "میں ایک ایسی تصویر بناتا ہوں جو ہمیشہ قائم رہے" ✦

بعض کتابیں صرف چکھ لینے کے قابل ہوتی ہیں، بعض نگل جانے کے لائق اور بہت تھوڑی ایسی ہوتی ہیں جن کو چبانے اور ہضم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ خونِ صالح پیدا ہو سکے یعنی اُن سے اچھے نتائج حاصل ہوں ✦

یاد رکھو کہ جو کتاب کئی بار پڑھنے کے لائق نہیں' وہ پڑھنے ہی کے لائق نہیں۔ الحمد للہ کہ یہ سب سے بڑی صفت "مخزنِ اخلاق" میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ جو کئی بار نہیں بلکہ بیسیوں بار پڑھنے کے قابل ہے۔ بشرطیکہ تعلیم اچھی، چشمِ بینا اور دلِ دانا سے کوئی خوش نصیب بہرہ ور ہو ✦

واضح رہے کہ ہم غیر آدمیوں کے علم سے عالم تو بن سکتے ہیں مگر اوروں کی عقل سے عاقل نہیں بن سکتے۔ لہٰذا جو شخص اپنی ذات کو اپنی عقل سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا وہ عاقل نہیں بلکہ جاہل ہے اور اس کی عقل حقارت کے قابل ہے ✦

علم بے عمل عقیم، عمل بے علم سقیم اور ازدواجِ علم و عمل منتج بہ نتائجِ عظیم ہے۔ علم وہ ہے جو عالم عاقل اور نیک کردار بنائے۔ علم بلا عمل ''کحملِ علی الجمل'' یعنی علم بغیر عمل کے گویا بوجھ ہے اونٹ پر ✦

جو شخص وسعت آباد علم سے دولت آبادِ عمل میں آ گیا وہی دنیا میں سب پر سبقت لے جاتا ہے۔

تعلیم کا مقصدِ عظیم یہ ہے کہ انسان خلعتِ مردانگی پہن کر میدانِ فرزانگی میں آئے۔ خردمند کار شناس اور مواقع فہم ہو۔ خواہشاتِ فضول و غضبِ نامقبول سے گریز اور عاداتِ نامعقول سے پرہیز کرے ✦

اَلْعِلْمُ لَا يَنْضَبِطُ وَلَا يَبْلُغُهُ. (ترجمہ) علم قابو میں نہیں رہتا جب تک متواتر پڑھتا جاوے نہ رکھا جائے ✦

تم برٹش میوزیم کی تمام کتابیں پڑھ لینے کے بعد بھی جاہلِ مطلق اور ناخواندہ رہ سکتے ہو۔ لیکن اگر تم ایک اچھی کتاب کے دس صفحے بھی حقیقی درستی اور قوتِ جاذبہ کے ساتھ پڑھتے ہو تو تم ہمیشہ کے لیے کچھ حد تک پڑھے لکھے آدمی ہو ✦

دنیا میں تمام چیزوں کی ایک حد، ایک مقدار اور ایک شمار ہے۔ سوائے علم کے کہ یہ لاحد، بے مقدار، بے شمار اور غیر مختتم ہے ✦

یہ ایک اچھی تجویز ہے کہ بعض کتابیں غور سے گہرے مطالعہ کے لیے اور کچھ دوسری تیز مطالعہ کے لیے چُنی جائیں ✦

سنیکا کا قول ہے: ''تم مطالعۂ علم اس لیے کرو کہ دل و دماغ کو عمدہ خیالات سے معمور کرو۔ نہ اس شوق سے کہ تھیلیوں کو روپوں سے بھرپور کرو'' ✦

کسی ملک کی تہذیب کا صحیح معیار نہ تو مردم شماری کے اعداد ہیں نہ بڑے بڑے شہروں کا وجود نہ غلے کی افراط اور نہ دولت کی کثرت۔ بلکہ اس کا صحیح معیار صرف یہ ہے کہ وہ ملک کس قسم کے انسان پیدا کرتا ہے ✦ (ایمرسن)

حدیث پاک میں ہے کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو عمدہ ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا ✦

امام ابن المبارکؒ کا قول ہے کہ آدمی کسی قسم کے علم سے باعظمت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے عمل کو ادب سے مزین نہ کرے ✦

مخلد بن الحسینؒ نے فرمایا کہ ہم بہت ساری حدیثوں کے سننے اور پڑھنے سے زیادہ محتاج ادب سیکھنے کے ہیں ✦

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے بعض طلبۂ حدیث کی کچھ خفیف حرکتیں دیکھیں تو فرمایا: ''اے وارثانِ انبیاء! کیا تم ایسے ہی رہو گے؟ تم پر وقار لازم ہے'' ✦

ایک بار عبداللہؒ بن مبارکؒ سفر کر رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بصرہ جا رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا اب وہاں کون رہ گیا ہے جس سے آپ حدیث نہ سُن چکے ہوں فرمایا۔ ابن عونؒ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے۔ اُن کے اخلاق و آداب سیکھوں گا ✣

عبدالرحمٰنؒ بن مہدی فرماتے ہیں کہ ہم بعض علماء کی خدمت میں علم حاصل کرنے نہیں جاتے تھے۔ بلکہ صرف اِس مقصد سے حاضری دیتے تھے کہ اُن کی نیک روش اُن کا ادب و اخلاق اور ان کا طرز و انداز سیکھیں گے۔ اُن کی رفتار و گفتار حرکات و سکنات اور نشست و برخاست سے استفادۂ ادب کریں گے ✣

سلیمان بن عبدالملک امیرالمومنین جب حج کو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر حضرت عطاؒ بن رباح کی خدمت میں مسائلِ حج پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت عطاؒ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ سلیمان بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ جب عطاؒ فارغ ہوئے تو انھوں نے سلیمان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ سلیمان اِسی طرح مناسکِ حج پوچھتے رہے۔ جب پوچھ چکے تو اپنے بیٹوں سے کہا۔ اُٹھو چلو۔ پھر کہا۔ بیٹو! علم حاصل کرنے میں سستی نہ کرو۔ میں اِس حبشی غلام کے سامنے اپنے ذلیل ہونے کو مدت العمر فراموش نہیں کر سکتا ✣

حاکمِ خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے طاہر اپنے باپ کی زندگی میں حج کو آئے تو اسحٰق بن ابراہیمؒ نے اپنے گھر پر علمائے مکہ کو مدعو کیا تاکہ طاہر اُن سے مل لے اور اُن سے کچھ پڑھے۔ اِس دعوت کو اور سب علماء نے تو قبول کر لیا اور ہر قسم کے اہلِ علم شریکِ مجلس ہوئے مگر ابو عبیدؒ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ علم کے پاس خود آنا چاہیے۔ اسحٰق اس جواب پر خفا ہو گیا اور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے ابو عبیدؒ کو جو دو ہزار درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اُس کو بند کر دیا اور ابو عبید کے جواب کی اطلاع ابنِ طاہر کے پاس بھیجدی۔ ابنِ طاہر کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اسحٰق کو لکھ بھیجا کہ ابو عبید نے بالکل سچی بات کہی ہے۔ اور آج سے میں اُن کا وظیفہ دوچند کرتا ہوں تم اس پر عمل کرو اور ان کا بقایا ادا کرو ✣

حضرت ابنِ عباسؓ نے باوجود اپنی بزرگی و مرتبہ کے کہ خاندانِ نبوت سے تھے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری کی رکاب اپنے ہاتھ سے تھامی اور فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنے کا حکم ملا ہے ✣

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "میں حضرت امام مالکؒ کے سامنے ورق بھی بہت آہستہ اُلٹتا تھا کہ اس کی آواز اُن کو سُنائی نہ دے"۔ امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی ✣

خلیفہ مہدی کا کوئی لڑکا قاضی شریک کے پاس آیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک حدیث پوچھی۔ شریک نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اُس نے پھر پوچھا۔ اُنھوں نے پھر توجہ نہیں کی۔ تب اُس نے کہا کہ آپ خلفاء کی اولاد (یعنی شاہزادوں) کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ شریک نے فرمایا "ہاں! مگر علم اللہ کے نزدیک اِس سے کہیں برتر ہے کہ میں اس کو برباد کروں" +

ابنِ عیینہؒ سے کسی نے کہا کہ یہ طالب علم لوگ اتنی دُور دُور سے آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ ان پر خفا ہوتے ہیں۔ کہیں وہ آپ کو چھوڑ کر چل نہ دیں۔ ابنِ عیینہؒ نے کہا وہ تمھارے ہی جیسے احمق ہوں گے۔ اگر میری بدخلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز چھوڑ دیں +

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: "انسان پر عالم کی مدارات واجب ہے۔ یعنی اُس کی تندی و سختی وغیرہ کو اپنی نرمی سے دفع کرنا۔ اُستاد کوئی اچھی بات بتلائے یا کسی بُری بات پر تنبیہ کرے تو اُس کی شکر گزاری ضروری ہے۔ اور جب وہ کوئی نکتہ بتائے تو تمھیں اگر وہ پہلے سے معلوم ہے جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ تو مجھ کو پہلے ہی سے معلوم ہے +

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اُستاد کے پہلو میں نہ بیٹھو۔ وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو۔ مگر جب جانو کہ نہ بیٹھنے سے اس کو صدمہ ہوگا تب مضائقہ نہیں۔ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ +

اُستاد کے ساتھ بڑے ادب سے گفتگو کرو۔ اُس سے لِمَ (یعنی کیوں؟) نہ کہے۔ اس طرح لا نسلم (ہم نہیں مانتے) یا "اس کو کس نے نقل کیا ہے"۔ یا "یہ کہاں لکھا ہے"۔ یہ الفاظ نہ بولے" +

حضرت عطاؒ کی مجلس میں ایک شخص نے حدیث بیان کرنی شروع کی۔ ایک دوسرا شخص بیچ میں دخل دینے لگا۔ تو آپ نے فرمایا "ماھذہ الاخلاق"۔ فرمایا "میں تو بعض آدمیوں کی زبانی ایک حدیث سنتا ہوں اور اُس کو بیان کرنے والے سے زیادہ اور اُس کی پیدائش سے پہلے کا جانتا ہوں، پھر بھی اس طرح سنتا ہوں جیسے مجھے کچھ معلوم نہیں" +

ایک حکیم نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی کہ حُسنِ کلام کی طرح حُسنِ استماع بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور حُسنِ استماع یہ ہے کہ متکلم کو اپنی بات پوری کرنے کی مہلت دو۔ اور اپنا منہ اور اپنی نگاہ اُس کی طرف متوجہ رکھو اور کوئی بات تمھیں معلوم بھی ہو تو دخل مت دو اور خاموشی سے سنو +

ابنِ بطہ فرماتے ہیں کہ میں ابو عمر زاہد کی مجلس میں تھا۔ کسی نے اُن سے ایک مسئلہ پوچھا۔ میں نے پیش قدمی کر کے جواب دے دیا۔ تو ابو عمر نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "آپ فضولیات کے ماہر معلوم ہوتے ہیں!" یہ سُن کر میں بہت شرمندہ ہُوا +

اُستاد کا مرتبہ: حضرت علیؓ کا ارشاد ہے "جس نے مجھے ایک حرف بھی بتایا، میں اُس کا غلام ہوں۔ وہ چاہے مجھے بیچے یا آزاد کر دے یا غلام بنائے رکھے" +

شرح، طریقۂ محمدیہ میں مذکور ہے کہ اُستاد کا حق ادا کرنے کو ماں باپ کا حکم ادا کرنے پر مقدم جانے۔ اس کے بعد یہ واقعہ لکھا ہے کہ جس وقت امام حلوانی بخارا چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے تو امام زنجری کے علاوہ اُن کے سب شاگرد سفر کر کے اُن کی زیارت کو گئے۔ امام زنجری ماں کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے نہ جا سکے۔ مدت کے بعد جب ملاقات ہوئی تو انھوں نے غیر حاضری پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے یہی معقول معذرت پیش کی۔ امام حلوانی نے فرمایا کہ خیر تم کو عمر تو ضرور نصیب ہوگی مگر درس نصیب نہ ہوگا۔ یعنی درس میں برکت اور بکثرت لوگوں کا اُن کے درس سے فائدہ اُٹھانا نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُن کا حلقۂ درس کبھی نہ جما۔

شرح الطریقۃ محمدیہ میں منقول ہے کہ جو آدمی علم و فضل میں بڑا ہو اُس سے یہ کہنا بھی بے ادبی ہے کہ نماز کا وقت آگیا یا یہ کہ چلیے نماز پڑھ لیں۔ نیز یہ کہ شاگرد کو اُستاد کی کوئی رائے یا تحقیق غلط معلوم ہوتی ہو تو بھی اُس کی پیروی کرے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ و خضر علیہما السلام کے قصے سے ثابت ہے۔

تعلیم المتعلم میں ہے کہ اُستاد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اُس کی اولاد اور متعلقین کی بھی توقیر کرے۔ نیز یہ کہ علم کے زوال کا سبب معلم کے حقوق کی رعایت نہ کرنا بھی ہے۔

کسی اور عالم کا قول ہے کہ جو شاگرد اپنے اُستاد کو نا مشروع امر کا ارتکاب کرتے دیکھ کر اگر اعتراض و بے ادبی سے "کیوں؟" کہہ دے گا وہ فلاح نہ پائے گا۔ مناسب ہے کہ ایسے موقع پر کسی دوسرے سے تنبیہ کرائے یا خود ادب و احترام کے ساتھ استفسار کی صورت میں کہے یا اس طرح کہے کہ نصیحت مسلم معلوم ہو۔

ابوداؤد میں مروی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے مسلمان اور عالم و حافظِ قرآن بادشاہِ عادل اور اُستاد کی عزت کرنا تعظیمِ خداوندی میں داخل ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے میرے پاس آدمی بھیج کر سماعِ حدیث کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہلا بھیجا کہ علم کے پاس لوگ آتے ہیں اور وہ لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ رشید یہ جواب پاکر خود آئے اور آکر میرے پاس دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ یا امیرالمومنین! خدا کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے۔ ہارون کھڑے ہو گئے پھر میرے سامنے شاگردانہ انداز سے بیٹھے احادیثِ مبارکہ سنتے رہے۔

ایک دفعہ امام احمدؒ کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو میں ابراہیم بن طہمان کا ذکر نکل آیا۔ اُن کا نام سنتے ہی امام احمد سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ نازیبا بات ہوگی کہ نیک لوگوں کا مذکور ہو اور ہم ٹیک لگائے رہیں۔

ثابت بنانی حضرت انسؓ کے شاگرد اور تابعی ہیں۔ یہ جب حضرت انسؓ کی خدمت میں جاتے تو اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ اس لیے حضرت انسؓ اپنی لونڈی سے کہا کرتے تھے کہ ذرا

میرے ہاتھوں کو خوشبو لگا دے، وہ آئے گا تو بے ہاتھ چومے نہ مانے گا ۔

حماد بن سلیمان کی ہمشیرہ عاتکہ کہتی ہیں کہ "امام ابوحنیفہؒ ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے ہمارا دودھ اور ترکاری خریدتے تھے۔ اور اسی طرح کے بہت سے کام کرتے تھے۔ طالبِ علمی میں اسلاف اِس طرح خدمت گزاری کرتے تھے۔ اور اسی سے انھوں نے علم کی برکت پائی ۔

ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی محدث کے دروازے پر حاضر ہوا تو اطلاع بھیج کر داخلے کی اجازت نہیں منگوائی بلکہ بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ تا آنکہ وہ خود برآمد ہوتے۔ میں نے ہمیشہ قرآنِ پاک کی اس آیت سے جو ادب مستفاد ہوتا ہے اُس پر نظر رکھی:

ترجمہ آیت: یعنی کاش وہ لوگ صبر کرتے تا آنکہ آپ باہر نکلتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ بخارا کے ایک بہت بڑے امام اپنے حلقۂ درس میں درس دے رہے تھے۔ مگر اثنائے درس میں کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میرے اُستاد کا لڑکا گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ کھیلتے کھیلتے وہ کبھی مسجد کے دروازے کے پاس بھی آجاتا ہے تو میں اس کے لیے بقصدِ تعظیم کھڑا ہو جاتا ہوں ۔

قاضی فخر الدین ارسابندی مرو میں رئیس الائمہ تھے۔ بادشاہِ وقت بھی اُن کا بیحد احترام کرتا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ منصب صرف اُستاد کی خدمت کے طفیل سے پایا ہے۔ علاوہ اور خدمات کے تیس برس تک میں اپنے اُستاد ابوزید دبوسی کا کھانا پکایا کرتا تھا۔ اور بخیالِ ادب کبھی اس میں سے کھاتا نہ تھا۔

علم علم است گرچہ سگ بانی است — ہم ازیں مرتبہ بگیر قیاس
ہر کہ را نکتہ بیاموزی — سگ بود گر ندارد از تو سپاس

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے لڑکے مامون کو علم و ادب کی تعلیم کے لیے امام اصمعی کے سپرد کر دیا تھا۔ ایک دن اتفاقاً ہارون وہاں جا پہنچے۔ دیکھا کہ اصمعیؒ اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور شاہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ ہارون نے بڑی برہمی سے فرمایا کہ میں نے تو اس کو آپ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ادب سکھائیں گے۔ آپ نے شاہزادے کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے ۔

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل سے حاصل کی تھی۔ میرزا صاحب کا بیان ہے کہ تحصیلِ علم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامے کے نیچے رہ چکی تھی، مجھے عنایت فرمائی۔ میں نے رات کے وقت گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگو دی۔ صبح کے وقت وہ پانی المتاس کے شربت سے بھی زیادہ

سیاہ ہو گیا تھا۔ میں اُس کو پی گیا۔ اِس پانی کی برکت سے میرا دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا رسا ہو گیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی ÷

یاد رکھو علم ادب کے سیکھنے والے لفظی بحث میں اور ریاضی دان عددی بحث میں اپنے بیش قیمت وقت اور دماغ کو تباہ کرتے ہیں۔ تعلیم جو انسانیت بخشتی ہے بہت کم لوگ اُس کی حقیقت سے باخبر ہیں۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل و فراست ضرور رکھتا ہے لیکن ہر شخص اُس سے کام لینا نہیں جانتا۔ جو شخص سب کچھ جاننے کی کوشش کرتا ہے وہ کچھ بھی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ غیر ضروری موشگافیوں کی چاٹ اُسے مفید اور کارآمد علوم کی واقفیت سے بھی محروم رکھتی ہے ÷

جاہل کی نسبت عالم کی زندگی میں کم از کم یہ فرق تو ہونا چاہیے کہ اُس کے دن تو اطمینان سے گزریں۔ مگر یہاں دیکھا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ تنگ دلی، پست ہمتی اور خود غرضی کا شکار ہو رہے ہیں ÷

سکندر سے کسی نے پوچھا کہ آپ اُستاد کو باپ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ جواب دیا۔ "اِس لیے کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرا اُستاد ارسطو مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔ نیز باپ سببِ حیاتِ فانی اور اُستاد موجبِ حیاتِ جاودانی ہے ÷

فی الواقع اُستاد کا کام نہایت عزت اور قدر کے قابل ہے۔ بشرطیکہ اُس کی ذات اِس عزت کے کم کر دینے والی نہ ہو ÷ درسگاہ جنت کا روضہ ہے ÷

یاد رکھو جو اُستاد شاگرد کے حالات و مزاج سے واقفیت پیدا کیے بغیر اُسے تعلیم دیتا ہے وہ ابھی خود تعلیم کا محتاج ہے ÷

مُعلّم کے اوضاع و اطوار ایسے ہونے چاہییں کہ وہ نیکی اور پرہیزگاری کا مکمل و مجسم نمونہ ہو۔ اور اُس کی زیارت ہی سے تعلیم کے مقدس فیض کا عکس متعلم کے دل میں کھنچ جائے ÷

جس چھڑی کو سیدھی کرنا چاہیں اُس کو مخالف جانب بالکل موڑ دیں جس سے وہ سیدھی ہو جائے۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مخالف جانب غلطہ نہ ہو، ورنہ چھڑی ٹوٹ جائے گی۔ اِسی طرح بچوں کی طبائع کو درست کیا جا سکتا ہے ÷

تنبیہ ذریعۂ تادیب نہیں ہے۔ سخت کلمات کی نسبت نرم کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔ یہ کیسی بیہودہ بات ہے کہ جس برتن میں کچھ ڈالنا چاہیں پہلے ہی اُس میں چھید کر لیں ÷

پروفیسر آرنلڈ (علیگڑھ کالج) ایک دفعہ اپنے کسی شاگرد کی غلطی پر خفا ہوئے۔ اُس نے کہا جناب آپ اتنے ناراض کیوں ہوتے ہیں؟ میں اپنی طرف سے کوشش میں کوئی کسر نہیں رکھتا۔ اِس پر اُس اچھے اُستاد کی زبان سے نکلا۔ آہ! آج تک میں اپنی زندگی میں ایسا شرمندہ کبھی نہیں ہوا

خوف دلانے یا دباؤ ڈالنے سے اگرچہ کام جاری ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کامیابی عارضی ہوتی ہے۔ اصلی کامیابی سچی مہربانی اور محبت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ محبت کا راستہ اگرچہ لمبا ہے لیکن تھکانے والا نہیں ہے ÷

جو اُستاد اخلاقی برائیوں کو اخلاق ہی کے ذریعے رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ اُستاد کہلانے کا مستحق نہیں ÷

چھوٹے بچے کے دل میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا بُرا ہے جیسا کہ نرم و نازک پودے پر بادِ صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لُو کا چلنا ÷

مدرس کا کام ذہن کو ترقی دینا اور نیک عادات کا پیدا کرنا ہے نہ کہ بے جا دباؤ کے شکنجے میں جکڑ کر ڈنڈا بچوں کی قدرتی ترقی کو روکنا اور فطری نشو و نما کو بند کرنا ÷

سُست اور کند ذہن طلبہ کی غلطیوں پر ناراض ہونا فی الحقیقت اخلاقی اور مکتسبہ برائیوں کی جگہ خواص طبعی کو سزا دینا ہے جو ایک طرح سے خدا کے کام میں نکتہ چینی کرنا اور دل کا بخار چھاننا ہے ÷

غصے اور طیش میں آ کر بچوں کو کبھی سزا مت دو۔ کیونکہ کوئی حکیم غصے میں بھرا ہوا مریض کے مرض کا استیصال نہیں کر سکتا ہے ؎

کی نصیحت بُری طرح ناصح اور اِک بس ملا دیا بس میں

جب تم سخت گیری کے عادی ہو ظاہر ہے کہ تمہارا دل تمہارے بس میں نہیں۔ جو آپ اپنے بس میں نہیں۔ وہ اوروں کو کیسے بس میں لا سکتا ہے ÷ ؎

یہ نرمی سخت گیروں میں تو رطب اللساں ہو کر بسر کر عمر بھر بتیس دانتوں میں زباں ہو کر

علم کے سمندر میں تیرنے والے بچوں کو کشتی مت بناؤ کہ وہ تمہارے دھکیلنے ہی سے چلیں۔ بلکہ انہیں اپنی ہی ذاتی طاقت سے تیرنا سکھاؤ ÷

تعلیم سے زیادہ تادیب کا خیال رکھو۔ خام بنیاد پر عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی ÷

جو لڑکا خود نہیں سیکھنا چاہتا اُسے کوئی نہیں سکھا سکتا ÷

اگر تم روزمرہ ایک نئی بات بھی سیکھنی اپنا فرض سمجھو تو صرف ایک سال میں ۳۶۵ مسئلوں کے مالک ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو ہر روز کی تھوڑی تھوڑی واقفیت کے مجموعے کا نام علم ہے ÷

محفل میں منہ بند کر کے نہ بیٹھے رہو۔ اہلِ مجلس کو یہ معیوب معلوم ہوتا ہے بلکہ موقع محل دیکھ کر مناسب حال گفتگو کر کے دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں کچھ نہ کچھ کہنے کو مل جائے گا خاموش رہنا آدابِ محفل کے برخلاف ہے۔ اگر تم معمولی بات بھی خوشگوار طریقہ میں کہہ دو گے تو وہی بات خاموش رہنے سے ہزار درجہ بہتر ہو گی ÷ ؎

دو چیز تیرہ عقل است لب فرو بستن بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

تمثیلِ ذیل سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ کسی چیز کا مداومت کے ساتھ تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا کچھ عرصہ کے بعد کس قدر حیرت انگیز نتائج پیدا کرتا ہے اور کہ وقت کیا قیمت رکھتا ہے:

تمثیل: ایک غریب بڑھیا کسی دکان دار سے ہمیشہ سودا سلف خریدا کرتی تھی۔ ایک روز بڑھیا نے سوال کیا کہ کچھ عرصہ ہوا۔ تم نہایت تنگدستی میں گزارہ کرتے تھے۔ تم اب تمہاری دکان میں اس کثرت کے ساتھ مال جمع ہے کہ تم بڑے امیر معلوم ہوتے ہو۔ کیا کسی کی دولت تمہارے ہاتھ آگئی ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔ دکان دار نے کہا اے مادرِ مہربان! مجھ کو تجارت ہی میں نفع ہوا ہے۔ بڑھیا نے پوچھا کہ تجارت میں کس حساب سے فائدہ ہوتا ہے؟ دکاندار نے کہا کہ جو روپیہ تجارت میں لگایا جائے اگر اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا جائے تو ہر ششماہی کے بعد وہ اصل رقم سے دگنا ہو جاتا ہے۔ بڑھیا نے ایک آنہ دکاندار کے حوالے کیا کہ اس کا جو منافع ہو وہ مجھے دے دینا۔ دکاندار نے ایک آنہ بھی کھاتہ میں جمع کر لیا۔ ۱۲ سال کے بعد بڑھیا نے دکاندار سے منافع کا مطالبہ کیا تو ۱۲ سال کی ۲۴ ششماہیوں کا ہر ششماہی کی رقم کو دگنا کرنے کے بعد قریباً ساڑھے دس لاکھ روپیہ نکلا۔ کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ ۱۲ سال کے بعد ایک آنہ کی تجارت اس قدر تعجب خیز منافع پیدا کر سکتی ہے۔

مت اتراؤ کہ تم بڑے آدمی کے بیٹے ہو۔ کیا خبر ہے کہ کل کیا ہو جائے۔ ہر کمالے را زوالے ہر اتصالے را انفصالے ؎

گردشِ گردونِ گرداں را ہمیں باشد مثال — ہر کمالے را زوالے و ہر زوالے را کمالی

؎ نیرنگیِ زمانہ سے خاطر جمع نہ رکھ — سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں

؎ نہیں رہی ہے ہمیشہ کسی کی بات بڑی — کبھی کے دن ہیں بڑے کبھی کی رات بڑی

اصلی بڑائی وہی ہے جو تمہاری اپنی ذات میں ہو۔ بڑے اپنی بڑائی ساتھ ہی لے جایا کرتے ہیں۔

نیکی اپنا معاوضہ آپ ہے۔

وہ شخص ہمیشہ بے فیض رہتا ہے جو اپنے استاد کی عظمت و بزرگی کا خیال نہیں رکھتا۔ جس سے ایک نکتہ بھی سیکھو، اس کی دل سے عزت کرو۔

یاد رکھو کہ مریضِ اخلاق کا سب سے اچھا علاج نیک صحبت کی آب و ہوا میں رہنا ہے۔

ریاکار ظاہر پرست کا وجود ایک خوشنما رنگین مقبرہ ہے۔ جس میں ایک گنہگار روح جیتے جی دفن کی ہوئی ہو۔

نیک دل لوگ گائے کی مانند ہیں جو گھاس کھا کر دودھ دیتی ہے اور گنہگار سانپ کی مانند جو دودھ پلانے پر بھی ڈنک مارتا ہے ؎

؎ یارب درست گر نہ رہوں تیرے عہد پر — بندے سے پر نہ ہو کبھی کوئی شکستہ دل

انسان کے لیے سب سے ضروری چیز نیک چال چلن اور تعلیم ہے اس سے اُتر کر صحت، باقی مال و دولت، جاہ و حشمت، لیاقت اور شہرت سب اُس کے آگے ہیچ ہیں +

نالائق بیٹا چھٹی اُنگلی کی مانند ہوتا ہے۔ اگر اُسے کاٹا جائے تو درد ہو اور اگر رکھا جائے تو عیب دار ہو +

شک و شبہ اور تذبذب کی گنجائش جہالت کی تاریکی میں ہوا کرتی ہے اور جہاں علم کی روشنی نمودار ہوتی ہے وہاں جو چیز جیسی ہو ویسی نظر آجاتی ہے +

تھوڑا علم بھی غنیمت ہے۔ کئی باتوں سے واقف ہوجانا اس سے بہتر ہے کہ انسان بالکل ہی جاہل مطلق رہے ؎ نوجوان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے — جس سے کہ ملے جب بھی ملے جس قدر ملے

تحصیل علم میں شرم مانع نہ ہونی چاہیے، خواہ وہ کہیں سے بھی حاصل ہو۔ ہندی مقولہ ہے:

کنچن ہووے کیچ میں بِس میں امرت ہو — (کنچن = سونا؛ کیچ = کیچڑ؛ بس = زہر؛ امرت = آبِ حیات)

ودّیا ناری نیچ کے چاروں ہی لے لو — (ودّیا = علم؛ ناری = عورت؛ نیچ = ذلیل)

علم کا شوق اپنا راستہ خود نکالتا جاتا ہے۔ اور بعد میں کسی رہبر و اُستاد کی ضرورت نہیں رہتی۔

؎ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست — سیل بے رہبر بدریا می رساند خویش را

علم عالم کی وہ آنکھ ہے جس سے وہ بُرائی اور بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے +

طفولیت علم و ہنر کے لیے موضوع ہوتی ہے اور جوانی عمل کے لیے۔ پیری میں بجز گوشہ گزینی اور کچھ نہیں ہوسکتا +

گھر اگرچہ ننھے بچوں کی بازی گاہ ہے مگر فی الحقیقت دنیا میں ایسا کوئی کالج نہیں جس میں انسانیت کی تعلیم اس سے بڑھ کر ہوتی ہو۔ آدمی میں آدمیت گھر ہی پیدا کرتا ہے +

یادداشت کا تمام بوجھ کتاب و کاغذ اور صندوقچے میں بند نہ رکھو بلکہ آہستہ آہستہ حافظہ پر بھی ڈالو تاکہ دماغ روشن بیکاری میں ضعیف و ناکارہ نہ ہوجائے۔ علم در سینہ نہ کہ در سفینہ +

علم وہی دیرپا اور مستقل کہلاتا ہے جو اپنی کوشش اور تجربہ سے حاصل ہو +

مطلب رسی، مدعا شناسی اور معاملہ فہمی کی لیاقت کتاب سے حاصل نہیں ہوتی مگر اپنے غور و فکر اور ذکاوت ذہن سے ؎

حلوا حلوا اگر بگوئی صد سال — در گفتنِ حلوا نشود شیریں کام

مطرب کا کام ہر قسم کے ساز کو درست کرکے سُر تال پر لانا ہے اور تعلیم یافتہ کا فرض ہر حالت کے لائق بن جانا ہے +

یاد رہے کہ اَلنَّفْسُ حَرِیْصٌ اِلٰی مَا مُنِعَ یعنی انسان کا نفس اُسی چیز کی زیادہ رغبت کرتا ہے

جس سے اُس کو منع کیا جائے۔ بُری باتوں کی تلقین تو درکنار ان کی تردید و تنفیر بھی اکثر تحریص و ترغیب کا موجب ہوا کرتی ہے جو بچے شراب کا نام تک نہیں جانتے۔ اُنہیں شراب کی بُرائیوں کی تعلیم دینا ناواقفوں کو واقفیت دلانا اور دیوانہ را ہوئے بس است" کا مصداق بنانا ہے۔ لوحِ سادہ برائے ہر نقش آمادہ +

سامعین کو ناصحین کے اقوال پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔ نہ کہ اُن کے افعال پر۔ یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہا ہے۔ چنانچہ وڈ بیکن کی رائے کی تو سب لوگ قدر کرتے ہیں۔ مگر اِس کے چلن کی پیروی کا ایک بھی قائل نہیں +

علم دو دھاری تلوار ہے۔ اس کا مناسب استعمال برکت اور نامناسب ہلاکت کا باعث ہوتا ہے دُنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں، جو ہر حال میں انسان کے لیے مناسب ہو۔ مگر یہ خاصیت صرف کتابوں ہی میں ہے جو بچپن، جوانی، بڑھاپے اور رنج و خوشی میں یکساں فیض رساں ہیں +

ایک فلاسفر کا قول ہے کہ اگر خُدا اپنے دائیں ہاتھ میں علم اور بائیں میں تلاشِ علم لے کر مجھے آزادی دے کہ میں اِن دونوں میں سے جسے چاہوں پسند کروں۔ تو میں بغیر کسی جھجک یا رُکاوٹ کے فوراً تلاشِ علم کے لیے ملتمس ہوں گا +

علم جتنا زیادہ کامل ہوتا جائے گا، اُتنا ہی زیادہ انسان اپنے آپ کو ناقص خیال کرے گا علم اور نیکی کا میدان ایسا وسیع ہے کہ جس کی حد و پایاں نہیں۔ جو شخص اِس میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہے۔ وہ ہر ایک ساعت میں زیادہ عاقل اور پہلے سے بہتر ہوتا جاتا ہے +

دُنیا کے ایک بہت بڑے مشہور شاعر نے مرتے وقت یہ کہا کہ یہ حسرت میں اپنے ساتھ لیے جاتا ہوں کہ میں نے ہزار اپنی جان ماری مگر کبھی ایک شعر کامل نہ کہا گیا۔ اسی طرح ایک مصوّر نے بھی جو اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ مرتے وقت کہا۔ افسوس کہ میں ساری عمر میں ایک دائرہ بھی کامل نہ کھینچ سکا جہاں انسان نے یہ خیال کیا کہ میں کامل ہو گیا وہیں اِس کا زوال شروع ہو گیا۔ قدرِ مرد بعلم است و قدرِ علم بکمال ؎

بعالمِ علم شود بہ علم و کمال کہ مال است بے سُود بہر مآل

جو شخص تلاشِ علم میں ہے وہ عالم ہے جس شخص نے یہ سمجھا کہ میں نے حاصل کر لیا وہ جاہل ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو +

لارڈ میکالے کی دُعا تھی کہ میں مروں تو کُتب خانہ میں مروں ؎

زد انایان بود ایں نکتہ مشہور کہ دانش در کتب دانا ست در گور

اچھی کتاب سے بہتر کوئی ہم نشین و رفیق نہیں ہے ؎

ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ — کہ مصاحب بود گاہ و بے گاہ

علم رُوح کو غنی کرتا ہے اور مال جسم کو۔ جس نے علم حاصل نہیں کیا اُس نے رُوح کو مفلس بنا دیا۔
شاگرد پر اُستاد کی مناسب سختی جس سے اُس کی خودداری کو ضعف نہ پہنچے قابلِ تعریف خیال کی گئی ہے ✦ ع جور اُستاد بہ ز مہر پدر
تھوڑا علم زیادہ عمل کرنے سے بہت ہو سکتا ہے۔ مگر زیادہ علم بغیر عمل کے ناکارہ اور نکما ہو جاتا ہے۔
تعلیم کا اصلی معیار یہ ہے کہ ہم اندر سے کس قدر علم باہر نکال سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر سے کس قدر اندر ڈال چکے ہیں ؎

بچنا فضول گوئی سے ہے مقصدِ سکوت — معقول بات ذہن میں آئے تو چپ نہ رہ

علم پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے، جب تک کہ اطاعت اور خوف بھی ساتھ نہ بڑھیں ✦
صرف تعلیم سے شرافتِ انسانی کا حاصل کرنا ایسا ہی مہمل و موہوم خیال ہے۔ جیسا کہ علمِ کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا ✦
علم سے حلم اور شکل سے عقل بالاتر ہوتی ہے ✦
خلق اللہ کے ساتھ بھلائی کرنا انسان کا سب سے اعلیٰ فرض ہے۔ مگر یہ تعلیم و تربیت کے بغیر پورا نہیں ہوتا ✦
نیک دل انسان دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرنے سے نہیں چوکتے۔ صندل اس کلہاڑے کا منہ بھی خوشبودار کر دیتا ہے جو اُسے کاٹتا ہے ✦
بچے کی تعلیم کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ اُسے ضدی اور خود غرض نہ بننے دیں۔ اُس کی بیجا ضد کو کبھی پورا نہ کریں۔ اُس کی خوشنودیِ مزاج کا ہرگز لحاظ نہ رکھیں۔ اُس میں فرمانبرداری کی عادت پیدا کریں تو سمجھو کہ تم نے اُسے آفاتِ زمانہ سے بچا لیا ✦
علم حاصل کرنے سے اگر کردنی و ناکردنی کی تمیز پیدا نہ ہو تو وہ لاحاصل ہے ✦
علم انسان کا مشیر باتدبیر ضرور ہے۔ مگر زندگی کے جہاز کا چلانا کسی اور ناخدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس کا نام تمیز ہے ✦
انسان بچے کا باپ نہیں بلکہ درحقیقت بچہ انسان کا باپ ہے۔ کیونکہ جو عادات و اطوار بچپن میں اُستوار ہو جاتی ہیں، وہ عمر بھر پائدار رہتی ہیں ✦
اگر خودرَو پودوں کی طرح بچوں کو بغیر تربیت کے بڑھنے دیا جائے گا تو اُن میں باقاعدہ نشوونما پانے اور اس باغیچہ میں داخل ہونے کی طاقت معدوم ہو جائے گی جس سے انسان و حیوان کے حالات و اسباب کی تمیز و تفریق کی جاتی ہے ✦

تعلیم خودداری کا سبق پڑھاتی ہے اور خودداری بیداری کی حالت پیدا کرتی ہے +

انسانیت کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے اور اخلاق کی بنیاد خوش خلقی پر اور خوش خلقی کی بنیاد تعلیم پر +

ضخیم کتابوں کو نوکِ زبان کرنے سے وہ مرتبہ نہیں ملتا۔ جو فقط ایک جملے کو غور و فکر کی آنکھوں میں جگہ دینے سے آتا ہے ؎

صاحبِ الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں صاحبِ معنیٰ کو صرف اِک لفظ کافی ہو گیا

بساطِ ہند پر سلطنتِ مغلیہ کے آخری مہرے اور برائے نام بادشاہ ابوظفر بہادر شاہ کے عہد میں مفتی صدر الدین آزردہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے۔ ایامِ غدر میں باغیوں نے تمام علمائے وقت سے فتویٰ جہاد پر دستخط کروا لیے۔ جو ذرا بھی انکار کرتا، اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔ فتوے کو مکمل کرنے کے لیے سب سے آخر میں آپ کے سامنے بھی فتویٰ جہاد برائے دستخط پیش کیا گیا جس پر تمام علماء نے "فتویٰ بالخیر" کے الفاظ لکھ کر اپنے اپنے دستخط کیے ہوئے تھے۔ خوفِ جان سے آپ کو بھی مجبوراً یہی الفاظ یعنی فتویٰ بالخیر لکھ کر دستخط کرنے پڑے۔ غدر فرو ہونے کے بعد عدالتِ فوجی نے دوسرے مجرموں کی طرح آپ سے بھی دریافت کیا کیا یہ دستخط آپ ہی کے کیے ہوئے ہیں؟ آپ نے کہا کہ دستخط تو ضرور میرے ہی ہیں۔ لیکن الفاظِ نوشتہ کو بغور ملاحظہ فرمایا جائے۔ چنانچہ بغور جانچنے پر معلوم ہوا کہ بالخیر کی خ کا نقطہ نہ تھا جس سے وہ الفاظ فتویٰ بالخیر کی بجائے "فتویٰ بالجبر" بن گئے اور ایک نقطہ کی کمی نے اُن کی جان بچا دی +

مکتب کے چند طالبِ علم بر لبِ دریا سبق یاد کر رہے تھے۔ وہاں ایک ماہی گیر بھی مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ لفظِ مخنث پر بحث ہو رہی تھی۔ اُن کی اِس علمی بحث کا یہ حصہ ماہی گیر کے کان میں بھی پڑ گیا کہ مخنث اُس کو کہتے ہیں جس میں مذکر و مونث کی کوئی علامت نہ پائی جائے۔ اتفاقاً ماہی گیر کے جال میں ایک روز ایسی خوبصورت مچھلی آئی کہ جس کو حصولِ انعام کے لیے اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ مچھلی کی خوبصورتی دیکھ کر نہایت متاثر و متعجب ہوا۔ اور بجائے انعام دینے کے اُس نے اِس مچھلی کے جوڑے کی فرمائش کر دی۔ اِس تاکیدی شرط کے ساتھ کہ اگر جوڑا ہم نہ پہنچا تو تم کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ ماہی گیر کو بجائے معقول انعام حاصل کرنے کے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ کیونکہ ایسی مچھلی کا دستیاب ہونا ایک اتفاقیہ امر تھا نہ کہ کسی محنت کا نتیجہ۔ خوش قسمتی سے اس کو مخنث والی بحث یاد آ گئی۔ فوراً بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ مچھلی نہ مذکر ہے نہ مونث بلکہ مخنث ہے۔ لہٰذا اِس کا جوڑا ملنا ناممکن ہے۔ بادشاہ یہ معقول جواب سُن کر اپنے ارادے سے درگزرا اور ماہی گیر کو معقول انعام دے کر رخصت کیا نتیجہ یہ کہ علم کے ایک نقطے نے ماہی گیر کی جان بچا دی +

حضرت امام غزالیؒ کسی جنگل سے گزرے جہاں ان کو ڈاکو مل گئے۔ ڈاکوؤں کو جب آپ سے کچھ نہ مل سکا تو آپ کی کتابوں کا بستہ ہی چھین لیا۔ امام صاحب کو بہت افسوس ہوا کہ کوئی بات کتاب میں دیکھنے کی ضرورت ہوئی تو کیا کروں گا۔ آخرکار نہایت عاجزی سے التجا کی کہ میرا بستہ مجھے دے دو۔ آپ کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن میرے بڑے کام کی چیز ہے۔ ان کتابوں کے بغیر میرا کام نہیں چل سکتا۔ ڈاکو آپ کی عاجزی سے متاثر ہو گئے۔ اور یہ کہہ کر بستہ واپس دیدیا کہ ایسے علم سے کیا فائدہ کہ جب کتابیں جاتی رہیں تو آدمی کو کچھ بھی یاد نہ رہے۔ امام صاحب پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ آئندہ آپ تمام کتابوں کی ضروری باتیں حفظ کر لیتے۔

آپ کی نسبت ایک انگریز فلاسفر کا مقولہ ہے کہ میں بمقابلہ دیگر مذاہب کے دینِ اسلام کو اس لیے زیادہ حق بجانب سمجھتا ہوں کہ امام غزالیؒ جیسا عالم بے بدل اور ایشیائی فلاسفر اسکے پیرو ہے۔

کسی بادشاہ نے ایک تیلی سے دریافت کیا کہ ایک من تلوں سے کتنا تیل نکلتا ہے؟ تیلی نے کہا۔ دس سیر۔ پھر پوچھا۔ دس سیر میں سے؟ تیلی نے کہا اڑھائی سیر۔ بادشاہ نے پوچھا۔ اڑھائی سیر میں؟ تیلی نے کہا۔ اڑھائی پاؤ۔ سلسلۂ سوالات کے آخر میں بادشاہ نے پوچھا۔ ایک تل میں سے کتنا تیل نکل سکتا ہے؟ تیلی نے جواب دیا کہ جس سے ناخن کا سرا تر ہو سکے۔ کاروبارِ دنیوی میں تیلی کی اس ہوشیاری سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ علمِ دین سے بھی کچھ واقفیت ہے؟ تیلی نے کہا۔ مطلق نہیں۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا کہ دنیاوی کاروبار میں اس قدر ہوشیار اور علمِ دین سے بالکل بے خبر۔ اس کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ جب تیلی کو قید خانے لے جانے لگے تو تیلی کا لڑکا خدمتِ شاہ میں عرض کرنے لگا کہ "میرے باپ کے جرم سے مجھے مطلع فرمائیں تو کرمِ شاہانہ سے بعید نہ ہوگا۔" بادشاہ نے کہا۔ "تیرا باپ اپنے کاروبار میں تو اس قدر ہوشیار ہے لیکن علمِ دین سے بالکل بے بہرہ ہے۔ اس لیے اس غفلت کی سزا میں اس کو قید خانے بھیجا جاتا ہے۔" تیلی کے لڑکے نے دست بستہ عرض کی۔ "حضور! یہ قصور اس کے باپ کا ہے، جس نے اس کو تعلیم سے بے بہرہ رکھا نہ کہ میرے باپ کا؟ میرے باپ کا قصور اس حالت میں قابلِ مواخذہ ہوتا، اگر وہ مجھے تعلیم نہ دلاتا۔ لیکن میرا باپ مجھے تعلیم دلا رہا ہے۔ آئندہ حضور کا اختیار ہے۔" بادشاہ لڑکے کے اس معقول جواب سے بہت خوش ہوا اور کہا "تمہاری تھوڑی سی تعلیم نے نہ صرف اپنے باپ کو مصیبتِ قید سے چھڑا لیا بلکہ تم کو بھی مستحقِ انعام ٹھہرایا۔" چنانچہ بادشاہ نے تیلی کو رہا کر دیا اور اس کے لڑکے کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

ایک گریجویٹ نے ایک بوڑھے وکیل سے پوچھا کہ تحصیلِ علم کے بعد اب مجھے کون سا پیشہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا آپ کے پیشے میں ابھی کچھ گنجائش قانون دانوں کی ہے؟ معمر وکیل نے جواب دیا

"ہاں! اس پیشہ کی نچلی منزل تو بالکل پُر ہے لیکن اوپر کی منزل میں ہنوز گنجائش باقی ہے یعنی معمولی وکیلوں کی تو ضرورت نہیں۔ البتہ لائق قانون دان کے لیے کچھ ترقی کی جگہ باقی ہے۔ قابل شخص ہر ایک کام میں بالائی منزل حاصل کر سکتا ہے لیکن وکلاء کی سپاہ اس قدر کثیر ہو گئی ہے کہ اُن کو اپنے ہتھیار چلانے کے لیے جگہ نہیں ملتی"۔

حضرت امام شافعیؒ نے بےنظیر ذہانتِ خداداد کی بدولت چودہ سال ہی کی عمر میں تمام علوم دینی سے فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا چنانچہ آپ کے درس میں علاوہ مقامی طالبانِ علم کے دُور دُور سے معمر علمائے کرام بھی آپ کی قابلیتِ علمی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے شاملِ درس ہوتے تھے۔ ایک روز اثنائے درس میں دو چڑیاں لڑتی لڑتی آپ کے سامنے گریں۔ آپ نے جھٹ اپنا عمامہ اُتار کر اُن پر پھینک دیا۔ آپ کی اس طفلانہ حرکت سے متاثر ہو کر بعض معمر اور ثقہ بزرگ اور علمائے کرام کچھ چیں بہ جبیں ہو گئے تو آپ نے ان کے چہرے پر آثارِ ملال دیکھتے ہوئے یہ فقرہ کہہ کر سب کو ساکت کر دیا۔ "الصبی صبی ولو کان ابن نبی" یعنی لڑکا لڑکا ہی ہے۔ خواہ نبی ہی کا لڑکا کیوں نہ ہو۔ لہٰذا والدین کا فرض ہے کہ بچوں کو علاوہ تعلیم کے باوقات مناسب کھیلنے کودنے سے بالکل منع نہ کریں۔ کیونکہ بچپن میں وہ فطرتاً کھیل کود کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں۔ نہ صرف انسان بلکہ حیوانات کے بچے بھی اس خاصۂ فطرت سے مبرا نہیں۔ ایک بوڑھا شخص اپنے مکان میں مصروفِ نوشت و خواند تھا۔ محلے کے لڑکے کھیلتے اور شور مچاتے تھے۔ بوڑھے نے شور و غل سے تنگ آ کر کہا لڑکو! تم کیا کر رہے ہو؟ ایک حاضر جواب لڑکے نے کہا "حضرت ہم وہی کچھ کر رہے ہیں جو آپ اس عمر میں کیا کرتے تھے"۔

یاد رہے کہ ہر ایک بچہ اپنے اندر ایک خاص قسم کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اگر بچے کو اس کے فطری رجحانِ طبع کے مطابق اسی کام میں اس کو داخل نہیں کیا جاتا تو یہ اس کی مخصوص ذہنیت پر ظلمِ عظیم ہوگا۔ ممکن ہے کہ زندگی میں وہ بری بھلی روٹی تو کما کھائے لیکن وہ شاندار اور کامیاب زندگی ہرگز بسر نہ کر سکے گا۔ جب تک انسان اپنی اصلی جگہ تلاش نہیں کر لیتا وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند میلِ او اندر دلش انداختند

دُخانی انجن اپنی لائن ہی پر پورا کام دے سکتا ہے۔ لیکن دوسرے راستوں پر کمزور ہو جاتا ہے۔ اکثر لڑکے جن کو سست، بیوقوف، تلون مزاج وغیرہ نام دیکر جور و جفا کا نشانہ بنایا جاتا ہے وہ درحقیقت اپنی مناسب اور موزوں جگہ پر نہیں ہوتے۔ یعنی اُن بچوں کو باوجود چوکور ہونے کے گول سوراخوں میں ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور جب وہ وہاں ٹھیک نہیں

نبھتے اور مناسبتِ طبع نہ ہونے کے باعث انھیں قدرتی طور پر اس سے دلچسپی نہیں ہوتی، تو انھیں تنگ کیا اور مارا پیٹا جاتا ہے +

والدین اکثر اپنی تنگ دلی اور غلطی سے بچوں کو بالکل اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں جیب اسٹر کا باپ جو ایک قصاب تھا اُسے اپنے موروثی پیشۂ قصابی میں ڈالنا چاہتا تھا لیکن آئندہ ہونے والے ملک التجار میں زبردست تجارتی رُجحان تھا۔ اور قصابی کے بے رحم پیشے سے اُسکی رُوح کانپتی تھی۔ اس لیے ایمرسن نے اُس کے باپ کو بُلا کر سمجھایا کہ تم اپنے لڑکے کو اپنی طرح کا دوسرا کیوں بنانا چاہتے ہو۔ تم اکیلے ہی کافی ہو۔ قدرت کبھی ایکسطرح کے دو انسان پیدا نہیں کرتی۔ وہ ہر ایک انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کا سانچہ توڑ پھوڑ کر دیتی ہے اور اس مقناطیسی مسالے کو، جس سے اُسے بناتی ہے، دوبارہ استعمال نہیں کرتی۔ اختلافِ اشکال و طبائع اُس کے زبردست شاہد ہیں +

آرک رائٹ کے نادان والدین نے اُس کو حجام کا شاگرد بننے پر مجبور کیا لیکن قدرت نے اُس کے دماغ میں وہ عجیب ایجاد بھر رکھی تھی، جس کی بدولت بنی نوعِ انسان کو بہت فائدہ اور برکت حاصل ہوئی اور انگلستان کے لاکھوں مفلسوں کو مزدوری سے نجات ملی۔ اس نے اپنے والدین کی ایک نہ سُنی +

وہ نوجوان نہایت خوش قسمت ہے جسے اپنی رغبت کے موافق جگہ مل جائے۔ اگر اُسے وہ جگہ نہ ملتی تو وہ کوئی جگہ بھی ایسی خوبی سے پُر نہیں کر سکتا، جس سے اُسے خود بھی اطمینان ہو اور دُوسروں کو بھی مطمئن کر سکے۔ بھر کی بھاری گاڑی کھینچنے والے بڑے گھوڑے کو گھوڑ دوڑ کی بازی کے لیے کھڑا کر دیا جائے تو یہ سخت مضحکہ خیز نظارہ اور انتہائی حماقت کا ثبوت ہوگا غرضیکہ دُنیا ایسے آدمیوں سے بھری پڑی ہے جو اپنی جگہ پر بالکل ناموزوں ہیں۔ اور اس وجہ سے مُفلس بے اعتبار اور نظامِ دُنیوی میں خللِ عظیم کا موجب ہیں +

ناموزوں، غیر مناسب اور خلافِ طبع کام کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مچھلی کنارۂ دریا پر ریت پر پڑی تڑپتی رہتی ہے لیکن جب دریا کی ایک لہر اُسے اپنے آغوشِ محبت میں لے لیتی ہے تو وہ اپنے بازوؤں کو آگے پیچھے مارتی اور دُم کو لہراتی ہوئی تیر کی مانند وہاں سے چل دیتی ہے۔ یہی بازو اور دُم پہلے بھی اُس کے موجود تھے لیکن پانی نہ ہونے کے باعث ناکارہ تھے۔ اور اب مناسب جگہ مل جانے پر اُس کی خوشگوار زندگی کا موجب بن گئے +

مولیر نے محسوس کیا کہ وہ وکالت کے قابل نہیں۔ اُس نے اس پیشے کو چھوڑ دیا اور علم و ادب میں لازوال شہرت حاصل کر گیا۔ رابرٹ کلائیو اپنے سکول میں احمق اور کند ذہن خیالی

کیا جاتا تھا۔ لیکن اُس نے اپنی فوجی مناسبتِ طبع سے تیئیس سال کی عمر میں تین ہزار آدمیوں
سے پلاسی کے میدان میں پچاس ہزار فوج کو شکست دے کر ہند میں سلطنتِ برطانیہ کی
غیر متزلزل بنیاد جما دی۔ گولڈ سمتھ کا نام بوجہ نالائق ہونے کے طبابت کی جماعت سے
خارج کر دیا گیا اور اُسے مجبوراً علم و ادب میں داخل ہونا پڑا۔ بعد میں دُنیا کو معلوم ہوا کہ وہ
طبابت کے لیے قطعی ناموزوں اور اس کا اہل نہ تھا پھر وہ آسمانِ ادب پر ایک ایسا آفتاب
بن کر چمکا جس کی مثال نہیں۔ سر والٹر سکاٹ کو بھی اس کے اُستاد بُدھو کہا کرتے تھے۔
نوجوان لناٹیس کو بھی اس کے اُستاد احمق اور نالائق کہا کرتے تھے۔ پادری کے فرائض کی
سرانجام دہی کے ناقابل دیکھ کر اُس کے والدین نے اُسے تعلیمِ طبابت کے لیے کالج میں بھیج
دیا۔ لیکن اندرونی خواہش اُستاد جو سب سے زیادہ عقلمند اور فہیم ہے اُسے گُلشان کھیتوں
میں لے گیا اور بیماری بدقسمتی اور مفلسی کوئی اُسے علمِ نباتات کے مطالعے سے باز نہ رکھ سکی یہی
اُس کا دل پسند اور مناسبِ طبع مشغلہ تھا۔ اور اسی میں آخر وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر
تسلیم کیا گیا +

ایک بشپ نے ایک نوجوان پادری سے کہا تھا "میں تم کو وعظ کرنے سے منع نہ کروں گا۔
مگر قدرت منع کرتی ہے"۔ ایک مشہور انگریزی شاعرہ جین انگلیا لکھتی ہے "میں خیال کر کے نہایت
خوش ہوں کہ خدا نے مجھے اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ میں تمام دُنیا کا کارخانہ چلاؤں۔ اور میرا
فرض صرف یہی قرار دیا ہے کہ میں اپنا کام معلوم کر کے دلی مسرت و اطمینان سے وہ کام کرتی
چلوں جو میرے لیے مقرر کیا گیا ہے" +

ایک شخص اکثر اوقات تنہائی میں مطالعۂ کتب میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے ایک واقف
نے کہا کیا اس قدر تنہا نشینی آپ کے لیے موجبِ وحشت نہیں ہوتی؟ اُس نے کہا۔ "تنہا نیستم
بلکہ با تن ہا ہستم" یعنی مصنفینِ کتب میرے ہمنشین ہوتے ہیں +

مسٹر ٹامس براؤن کا قول ہے کہ میں اپنے دماغ کو علم کی قبر نہیں بلکہ علم کا خزانہ بنانا چاہتا ہوں
میں علم کا ٹھیکہ لینے کا خواہاں نہیں بلکہ اس کی عمومیت کا مشتاق ہوں۔ میں مطالعہ صرف
اپنی ذات کے لیے پسند نہیں کرتا بلکہ اُن لوگوں کے فائدے کے لیے جو خود مطالعہ نہیں کرتے +

علم دولت سے لاکھوں درجہ بہتر ہے۔ انسان کے دل کا یہ قدیم ترین خیال ہے۔ اور یہ خیال بڑا
گہرا، متبرک اور صحیح ہے۔ جذباتِ انسانی کی اُس موجِ عظیم کو دیکھنا جو مدت مدید سے بہ رہی
ہے۔ قوموں کی ترقی و تنزل کے اسباب پر غور و فکر کرنا۔ شعری دُنیا کی سیر کرنا اور اس کی فصاحت
سے گرم جوش ہونا تمام چیزوں کی علتِ غائی تک رسائی کرنا اور اس امر کا معلوم کرنا کہ باوجود

دنیا کی بے ترتیبی ظلم اور تعدی کے، ایک شے ہے جو کبھی نہ بدلے گی، کبھی فنا نہ ہوگی اور ابد تک رہے گی۔ اِن باتوں کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم بے خواب راتیں گزار دیں۔ دن کو سخت محنت کریں۔ موجودہ خوشیوں کو نظر انداز کر دیں۔ ہمیشہ ستانے والی غریبی کو برداشت کریں۔ حوصلہ شکن حالات سے نہ گھبرائیں تو بیشک تم اپنی زندگی کے مقصدِ حقیقی کو پالو گے۔ گویا تمھارے قوائے عقلی و ذہنی نے اِس کام کو انجام دے لیا ہے جس کی خاطر وہ تمھیں عطا کیے گئے تھے۔ تم نے ان کو فضول لذاتِ نفسانی پر خرچ نہیں کیا بلکہ ایسی محنت پر لگایا ہے جو اُن کی فطرت و خلقت کے عین مطابق ہے۔ علم کی زندگی تکلیف اور گناہ کی زندگی نہیں ہوتی۔ علم کا عاشق کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ کسی کی خوشی میں دخل نہیں دیتا۔ اس کی آرزو کسی کو برباد نہیں کرتی۔ وہ کسی کو فریب نہیں دیتا بلکہ اپنی کامیابی سے ہر ایک کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ ایک ایسی خوشی حاصل کرتا ہے جس کے ساتھ کوئی ملامت وابستہ نہیں۔ اُسے ایسی خوشیوں سے بلاشبہ نفرت ہوتی ہے جن کا حصول خلافِ ہدایتِ ضمیر عمل کرنے پر مجبور کرے۔ اس کی سب خوشیاں سچی، معزز اور بے لوث ہوتی ہیں اور جہاں تک انسان اِس تغیر و تبدل کے دور میں ہمیشگی کی اُمید کر سکتا ہے، وہ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ قسمت بھی انھیں زائل نہیں کر سکتی۔ وہ اس کے ساتھ زندگی بھر لگی رہتی ہیں۔ اس کی نیکیوں کو بڑھاتی اور برائیوں کو کم کرتی ہیں" ÷

اِس لیے کہ علم کو تا دمِ مرگ عزیز رکھو۔ جس سے مُراد یہ ہے کہ عزیز رکھو معصومیت کو، عزیز رکھو چال چلن کی درستی کو، عزیز رکھو اُس شے کو جو دولتمند ہونے کی صورت میں تمھاری دولت کو لوگوں کی نظروں میں عزیز اور غریب ہونے کی صورت میں تمھاری غریبی کو بھی معزز بنا دے۔ اور ان لوگوں کو تم پر ہنسنے سے روکے۔ جن کے سینے نخوت و تکبر سے معمور ہیں، عزیز رکھو اُس شے کو جو تمھیں تسلی دے گی اور وہ خنکی بخشے گی جو تکالیف و مشکلات اور مصائب و معائب حاضرہ و غائب میں میسر ہوگی، جو تمھارے لیے تخیل کا دروازہ کھول کر مجالسِ دنیوی و محافلِ مُراد سے مستغنی کر دے گی، جس میں تم بڑے بڑے مورخوں، بڑے بڑے مصنفوں، بڑے بڑے عُلماء اور فلاسفروں سے ہمکلام ہو سکو گے اور ممکن ہے کہ کسی دن خود بھی ویسے ہی بن سکو گے۔ اور اِس دُنیا کی مستلزم الوقوع تکلیفوں، کلفتوں، بے انصافیوں اور ظلم و تعدّی کو بھول سکو گے۔ اور تم ظلمتِ جہالت سے نکل کر نورِ علم کی حقیقی روشنی میں آجاؤ گے ۵

سعادت سیادت عبادت ہے علم
بصیرت ہے دولت ہے طاقت ہے علم

لطیفہ شیطان نے اپنی ذریات سے ہر ایک کی امروزہ کارگزاری دریافت کی۔ کسی نے قتل، کسی نے زنا، کسی نے چوری، اور کسی نے شراب خوری وغیرہ اور دیگر متفرق گناہوں کے کرانے کا بیان

کیے۔ ایک اُن میں سے خاموش رہا۔ شیطان نے کہا۔ تو بھی کچھ بیان کر۔ اس نے جواب دیا کہ ان سب کے مقابلے میں مجھے اپنی حقیر کارگزاری بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ شیطان نے کہا جو کچھ بھی ہے بیان تو کر۔ اس نے کہا۔ میں نے ایک لڑکے کو مدرسے جانے سے روکا ہے۔ شیطان نے اُٹھ کر اُس کو گلے سے لگا لیا اور کہا کہ جس کارگزاری کو تو حقیر سمجھتا ہے۔ وہ فی الحقیقت دُوسروں کی بیان کردہ ہنگامی کارگزاریوں سے بدرجہا بہتر کارگزاری ہے۔ کیوں کہ دُوسروں کے ہنگامی گناہوں کے مقابلے میں یہ گناہ جاری ہے۔ اب وہ لڑکا آج کی چاٹ سے اکثر غیر حاضریاں کرتا رہے گا۔ اور اس میں بڑھتے بڑھتے پڑھنے سے بالکل محروم رہ جائے گا۔ اور اپنی بے علمی کے نتیجے میں ایسے بے شمار گناہوں کا بغیر تمہاری ترغیب کے از خود مرتکب ہوتا رہے گا۔ لہٰذا تیری کارگزاری قابلِ ستائش کامیابی ہے ؎

از مدرسہ ہر شخص پذیرفتہ عمارت
غارت شدہ گر گشتہ ہم از مدرسہ غارت

حصولِ اخلاق: خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیے اخلاق سب سے بڑا سب سے بہتر اور سب سے زیادہ آسان ذریعہ ہے۔ انسان ہزار عالم و فاضل اور عابد و زاہد ہو۔ اگر وہ اوصافِ اخلاق سے محروم ہے تو اس کے علم و فضیلت اور عبادت و زہد سب ہیچ ہیں۔ اعتقادی طور پر انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو لیکن ہر ایک انسان کے لیے یہ حقیقی جوہرِ انسانیت ہونا ضروری ہے ؎

بہر مذہب کہ باشی باش خوش اخلاق و بخشندہ
کہ کفر و نیک خوئی بہ ز اسلام و بد اخلاقی

شارعِ اسلام حضرت نبی کریمؐ نے اخلاق کی تعلیم پر جس قدر زور دیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مذہبِ اسلام کی تمام تر تعلیم کا لبِ لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ صرف "اخلاق" ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے تین مرتبہ یہی ایک سوال کیا "دین کیا ہے؟" آنحضرتؐ نے تینوں مرتبہ یہی جواب فرمایا "اخلاق" اور اگر ایک فقرے میں بیان کیا جائے تو وہ آپؐ کے اس فرمانِ مبارک سے ظاہر ہے۔ "الاسلام تعظیم الامر اللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ" آپ کا ارشادِ مبارک ہے۔ کہ خوئے بد عبادت کو اس طرح تباہ و زائل کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو۔ نیز فرمایا۔ کہ مخلوق بمنزلہ اولادِ خالق کے ہے۔ جو کوئی اس کی اولاد سے پیار کرے گا، خدا اُسے پیار کرے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ تعظیم الامر اللہ یعنی ادائگی فرائض خداوندی بھی شفقت علیٰ خلق اللہ کے بغیر بے نتیجہ محض ہے۔ جس کا ثبوت آپ کی عملی زندگی اور اُسوۂ حسنہ ہے۔ جس کے لیے ملاحظہ

ہو ارشادات و خصائلِ نبوی مندرجہ کتاب ہذا ؛
انسان بالطبع مظہرِ ضدین و مستجمع النقیضین ہے۔ یہ نورانی بھی ہے ظلمانی بھی۔ زمینی بھی ہے، آسمانی بھی۔ ملکوتی بھی ہے ناسوتی بھی۔ رحمانی بھی ہے شیطانی بھی۔ عالم بھی ہے، جاہل بھی ظالم بھی ہے، عادل بھی۔ عامل بھی ہے، غافل بھی۔ سعید بھی ہے، شقی بھی۔ فاسق بھی ہے متقی بھی۔ ضار بھی ہے نافع بھی۔ حریص بھی ہے، قانع بھی۔ ظلوم و جہول بھی ہے، علوم و حمول بھی۔ صبور و شکور بھی ہے، شرور و کفور بھی۔ رؤف و کریم بھی ہے، قسی و لئیم بھی۔ غرضیکہ تمام صفات کریمہ و ذمیمہ اور محاسن و معائب اس کی سرشت میں موجود ہیں۔ اور یہ اس کے اختیار میں ہے کہ ان میں سے وہ کسی پر بھی عمل پیرا ہو۔

بنیان تست مستعد نقش علو و سفل خواہ آسمان خواہ زمین شو تو تخیری

انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اور اس کا علو و امتیاز محض اس وجہ سے ہے کہ سارے موجودات جملہ مخلوقات اور جمیع کائنات مجبور و محدود ہیں۔ اور یہ مختار و لاحد ہے۔ منازل انحطاط و ارتقا اور مدارج اعلیٰ علیین و اسفل السافلین طے کرنا جو اس کے اختیار میں ہے۔ روزمرہ کے مشاہدات دنیوی اس کے شاہد عادل ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ، فضیل بن عیاضؒ، یونس حواری اور نصوح وغیرہ اس امر کے تاریخی شواہد ہیں کہ کس طرح سے یہ لوگ غمرات حیوانیت سے نکل کر اعلیٰ درجات انسانیت تک پہنچ گئے۔ برخلاف اس کے حضرت آدمؑ کا بیٹا قابیل، حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان، حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یعنی برادران یوسفؑ باوجود پیغمبر زادگان ہونے کے اپنے افعال قبیحہ و اخلاق ذمیمہ کے نتیجے میں کس طرح قعر مذلت میں گر گئے۔ بلعم باعور باوجود اس قدر زہد و عبادت، ہاروت و ماروت باوجود مخلوق ملکوتی، یہودا اسخر یوطی باوجود حضرت عیسیٰؑ کے حواری، اور حضرت لوطؑ کی بیوی باوجود پیغمبر کی بیوی ہونے کے آن واحد میں مردود و ملعون اور مقہور و مغضوب ہو گئے ؛

کسی شہر میں ایک عالم دیندار رہتا تھا۔ ایک ملحد بیدین نے اس کو دعوت مناظرہ دی چنانچہ صبح سے شام تک برابر مناظرہ جاری رہا۔ لیکن مجمع عام میں فریقین میں سے کسی نے بھی اپنی شکست کو تسلیم نہ کیا۔ چند روز بعد عام لوگوں نے نہایت حیرانی کے ساتھ اس بات کو سنا کہ ملحد بے دین تو اسی روز سے نماز باجماعت ادا کرتا ہے اور اس عالم دیندار نے اپنا تمام کتب خانہ جلا کر ملحدانہ و رندانہ زندگی اختیار کر لی ہے ؛

حصول اخلاق کے لیے کسی زیادہ جد و جہد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تمام افعال و الفاظ جن کو انسان کسی دوسرے انسان کے حق میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق عمل پیرا

یا گویا ہونے سے پہلے صرف اتنا سوچ لے کہ اگر یہی الفاظ کوئی دوسرا شخص مجھ کو کہے یا یہی سلوک کوئی دوسرا میرے ساتھ کرے تو کیا میں اس کے ان الفاظ یا افعال سے رنجیدہ خاطر نہ ہونگا۔ بالفاظِ مختصر تمام مجموعۂ اخلاق اس ایک فقرے میں بند ہے۔ "ہر چہ بر خود نپسندی بر دیگراں مپسند"۔ یہ زرین مقولہ جاہل سے جاہل انسان کے لیے بھی کسی دوسرے معلمِ اخلاق کی ضرورت باقی نہیں چھوڑتا۔ اور وہ از خود تمام اخلاقِ فاضلہ کا عامل بن جائے گا۔ اور جو انسان خود اس آسان طریقے سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اور اپنی اصلاح و تربیت کی کوشش نہ کرے تو دوسروں کی کوشش اُس پر بہت کم اثر پذیر ہوگی ؎

ہر کہ خود را تربیت نہ کند حیوان است آدم آنست کہ اُو را پدر و مادر نیست

دل تمہاری سواری کا گھوڑا ہے۔ اگر تم اُسے اُس کی خواہشات پوری کرکے مُنہ زور اور سرکش بنا دوگے تو نہ معلوم وہ تمہیں گمنامی کے کون سے غار میں لے جا کر پھینک دے۔ اور اگر بالکل مار ڈالو گے تو دُنیا کی جائز سیر سے محروم رہ جاؤ گے۔ تجربہ کار شہسوار کی طرح اُسے بس میں رکھو اور سیدھے راستے چلاؤ +

مثل مشہور ہے کہ "گڑ نہ دے تو گڑ کی سی بات تو کرے"۔ اگر تم کسی کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکو تو کم از کم شیریں کلامی سے تو پیش آؤ۔ اگر شیریں کلامی سے بھی محروم ہو تو دل آزار کلمات کہنے ہی سے باز رہو۔ اے زنبور گر عسل ندہی نیش مزن ؎

اچھا بُرا نہ کہہ تُم مذہبی بنا پر اخلاق اسکے دیکھو اصلی تو یہ ہے جوہر

دوسروں کو یا بیگانوں کو اپنا بنانے کے لیے سب سے بہتر اور آسان عمل خوش اخلاقی ہے ؎

تلسی میٹھے بچن سے سُکھ اپجت چہوں اور وشی کرن یہ منتر ہے تجئے بچن کٹھور

(ترجمہ) شیریں کلامی سے آرام پیدا ہے چہار اطراف میں کسی کو بس کرنے کا یہ جادو ہے چھوڑیے تلخ کلام

کاگا کاکو دھن ہرے کوئل کاکو دے میٹھے بچن کے کارنے سب کا من موہ لے

(ترجمہ) کوا کس کی دولت چھینتا ہے کوئل کسی کو کیا دیتی ہے صرف شیریں کلامی کے باعث سب کا دل موہ لیتی ہے

شجرِ علم کا ثمر اولین حلم و حسنِ اخلاق ہے۔ اگر تم یہ نعمت حاصل نہ کر سکے تو تمام علم بیکار ہے ؎

نخل چوں آرد شگوفہ زود می بندد ثمر چہرۂ خنداں شگونِ بہرِ حصولِ مطلب است

بحرِ جہاں میں خاطرِ نازک ضرور ہے بچ کر چلا کرے مری کشتی حباب سے ؎

اگر علم سیکھا ہے دکھلاؤ حلم ؎ نہیں حلم گر تو ہے تلوار علم

اگر ایک جاہل سے لڑنے لگو تو ثابت یہ ہوگا کہ جاہل ہیں دو

غیر مہذب و جاہل اقوام کے بڑے کاموں میں تشدد ضرور ہوتا ہے لیکن تعدد اتنا نہیں ہوتا

جتنا کہ مہذب و شائستہ اقوام ہیں +

انسانی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اُسے خوشی یا غم میں ختم کر دیا جائے بلکہ انسان کا فرض یہ ہے کہ ہر روز اپنے تئیں پہلے سے بہتر بنانے کی کوشش کرے +

جو نیکی یا بدی ہم نے کی ہے وہ ضرور پھل لائے گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اِس کا ثمرہ ہمیں اِس جہان میں ملے یا اگلے جہان میں ؎

کارِ بد اے غافلاں انجامِ بدکاری بدی ست ثمرہ ہر کارے بہ ہر کارے مہیا کردہ اند

؎ تُو جو بدی کرے نہ سمجھنا کہ وہ بدی گر تُو ولی کرے معاف زمانہ بدلا کرے

افعالِ بد ہیں قرض ترے روزگار پر جس وقت جس زمانے میں چاہے ادا کرے

انسان وہ ہے جو عقلی، اخلاقی، جسمانی، رُوحانی اور علمی تمام برکتوں سے بہرہ یاب ہو۔ اور جو شخص اِن میں سے کسی ایک صفت میں بھی اَدھورا ہو۔ اُسے درجۂ انسانیت سے گرا ہُوا سمجھنا چاہیے +

ہزاروں بڑے بڑے حکام اور عہدہ دار ایسی بدکاریوں میں مُبتلا ہیں کہ آنکھیں دیکھنے اور کان سُننے کی تاب نہیں لا سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ انسان بننے سے پہلے اپنے عہدوں پر پہنچے ہُوئے ہیں ؎

کُفر و اسلام کی کچھ قید نہیں اے آتشؔ شیخ ہو یا کہ برہمن ہو پر انسان ہوئے

سنیکا کا قول ہے۔ "اگر خدا بُرائی کو دیکھنے والا اور اس کی سزا دینے والا نہ بھی ہوتا تو بھی شریف و معزز انسان بُرائی کو کمینہ پن سمجھ کر ہرگز افعالِ رذیلہ کا مرتکب نہ ہوتا +

نفس کو کسی چیز میں مشغول رکھو۔ ورنہ نفس تم کو ایسے کاموں میں مشغول کر دے گا۔ جو کرنے کے قابل نہیں ؎

ہے نفس میری فکر میں مَیں فکرِ نفس میں مَیں راہزن کو تاکتا ہُوں راہزن مجھے

زبان سے بُرا نہ کہ، کان سے بُرا نہ سُن، آنکھ سے بُرا نہ دیکھ، پاؤں سے بُری جگہ نہ جا اور ہاتھ سے بُرا کام نہ کر ؎

پیو آپ اوروں کو پینے بھی دو جیو آپ اوروں کو جینے بھی دو

کم بولنا بیل کا کام ہے، بہت چلانا کُتے کی عادت۔ انسان نہ بیل ہے نہ کُتا پس وہ اپنا فرض آپ سمجھ لے۔ کسی نے کیا خُوب کہا ہے ع

سخن درست دُرِ است ہر کہ دریافت دریافت

ذکاوت کا استعمال مثل تلوار چاہیے۔ کہ صرف اپنی حفاظت کے واسطے میان سے باہر نکلے +

ہر شخص اپنی نیکی یا بدی سے دُنیا کی نیکی یا بدی کی تعداد گھٹا بڑھا رہا ہے ✣

خیال رکھو کہ دولت تمھیں شست اور عیاش نہ بنا دے اور تنگی و افلاس حوصلہ نہ گرا دے ✣

اِنسان اپنے آپ کو خراب صحبتوں اور گندی مجلسوں میں خواہ کتنا ہی خراب کر لے مگر نیکی کی فضیلت اُس کے ذہن میں ہمیشہ قائم رہتی ہے ✣

ترقیِ علم جسمانی خوبیاں اور مال و دولت بغیر اخلاقِ فاضلہ کے کمالاتِ اِنسانی میں محسوب نہیں ہو سکتے ✣

اِنسان شہرت و شادمانی کے لیے پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ فرض کا قرض ادا کرنے کے لیے دُنیا میں آیا ہے۔ کسی فرض کی بجا آوری کے وقت اِسے ان چیزوں کی خواہش نہیں رکھنی چاہیے ✣

جو شخص سب سے بڑا معزز، سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑھ کر دولت مند ہے۔ وہ اُس مفلس و گُمنام آدمی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جس نے سب سے زیادہ فرضِ ہمدردیِ خلائق ادا کیا ✣

مُتکبروں کے پاس جا کر اپنی اِنسانیت کا خون نہ کرو ✣

فرض کے ادا کرنے میں ناکامی بھی کامیابی سے کم نہیں ✣

تمیز اور نرمی سے گفتگو کرنا لاکھ فصاحت و بلاغت سے بہتر ہے ✣

اِس دُنیا میں نیک چلنی کے فرض کا راستہ دُوسری دُنیا میں نجات کی سڑک ہے ✣

جس کا دل پاک ہے اُسے کوئی بیرونی مخالفت زیر نہیں کر سکتی۔ آفاتِ سماوی و ارضی بھی ایک بہانہ ہے ✣

راہرو را رہنما افتادگی ہا مے شود ہر کجا پائے بلغزد راہ پیدا مے شود

جو شخص لوگوں پر قابو پانا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے دل کو قابو کرے ✣

تم اپنے مالک بن جاؤ تمام جہان تمھارا ہو جائے گا۔ ایک ورود بھرے دل کے ماتحت ایک سلطنت ہے ✣

ہماری رُوح کے اندر خدا کی ایک آواز ہے جو ہمیں نیک کام کرنے کی ہدایت کرتی اور بدی سے روکتی ہے۔ مگر سگِ نفس کی عف عف میں کان اُس سچے ہادی کی آواز کو نہیں سُن سکتے۔ بلکہ اُس کُتے کو اپنا محافظ اور خیر خواہ سمجھ کر اسی کے ہو رہتے ہیں ✣

ترازو کے خالی پلڑوں میں جس پلڑے پر ذرا سا وزن رکھو اُسی طرف کو جُھک جاتا ہے۔ اسی طرح جاہلوں کے خالی دِل میں جس اعتقاد کا وزن رکھو اُسی طرف کو جُھک جاتا ہے۔ دوسرا اور کوئی وزن ہی نہیں ہوتا جو اس کو جُھکنے نہ دے ✣

نیک اِنسانوں کی زندگی کا طرزِ عمل ہی نیک چلنی کے مضمون پر ایک نہایت فصیح و بلیغ اور موثر لکچر ہوتا ہے اور بد باطنی کے مضمون کی بڑی بھاری تردید ✣

اگر گھر میں ناہنجار بیٹا، نافرجام عورت اور نافرمان نوکر ہو، وہ گھر نہیں بلکہ سانپوں کی بانبی ہے یا موت کا پیش خیمہ۔ بدکار اولاد سے لاولد ہزار درجہ اچھا ہے ✣

خدا دیوے پسر تو قابلِ تحسین شے ورنہ
پدر ہو جو عدو نفرین جو نا ہنجار ہو پیدا

ایک شخص کا نہایت مہذب مجلس میں تعارف کرایا گیا۔ تمام اہلِ محفل اسکی گفتگو سے محظوظ و مسرور ہوتے۔ مگر اس میں ایک نقص تھا کہ وہ ہر روز محفل میں سب سے پیچھے اُٹھتا۔ آخر کار ایک شخص سے نہ رہا گیا اُس نے ایک دن اس سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تم سب سے پیچھے بیٹھے رہتے ہو؟ اُس نے نہایت سادگی سے جواب دیا: میرا تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص محفل سے اُٹھ جاتا ہے تو سب اس کی غیبت شروع کر دیتے ہیں۔ اِس لیے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اُس وقت تک محفل سے قدم باہر نہ رکھوں جب تک کہ سب احباب محفل سے رخصت نہ ہو جائیں تاکہ کوئی غیبت کرنے والا باقی نہ رہے +

تمہارا سب سے سچا صلاح کار تمہارا ضمیر ہے، اِس سے مشورہ لو۔ اور دارین میں سُرخروئی حاصل کرو ٥

کرتا ہوں مضموں یہ مغرب سے نقل
بولتا ہے حلم اور سنتی ہے عقل

جب تم بڑوں میں بیٹھو تو ان سے کچھ سیکھو اور جب تم چھوٹوں میں بیٹھو تو ان کو کچھ سکھلاؤ +

ضمیر کی طاقت بڑی زبردست طاقت ہے۔ اگر انسان اس نقطے کو سمجھ لے تو دُنیا کی کوئی طاقت اس کے آگے دم نہیں مار سکتی +

سچی اخلاقی جرأت یہ ہے کہ جو بات انسان کو ٹھیک اور درست معلوم ہو اور اُس کی ضمیر اُسے سچ جانے۔ پھر سخت مخالفت بھی اُسے اپنے ارادے سے نہ ٹال سکے +

شیطان پہلے چھوٹی چھوٹی بُری ترغیبات سے انسان کو اپنی راہ پر لاتا ہے۔ پھر بڑی بڑی بُری ترغیبوں کے لیے انسان پر راستہ کھول دیتا ہے +

انسان جب کوئی ارادہ کرتا ہے تو غیب سے فی الفور تمیز اور نفس، دو صلاح کار اُس کے سامنے آموجود ہوتے ہیں۔ تمیز تو تمام نیکی بدی کا مفصل نقشہ اُس کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور نفس خواہشات و جذبات کے لہلہاتے ہوئے سبز باغ دکھاتا ہے۔ اب انسان اگر سمجھدار ہے تو تمیز کی طرف جھک جاتا ہے۔ ورنہ انسانیت اپنا تختِ حکومت چھوڑ کر بھاگ نکلتی ہے اور اُسے بالکل اندھیرے میں چھوڑ جاتی ہے +

وہ شخص جو اپنے خالق یا اس کی کسی اور چیز کا ذکر گستاخانہ لہجے میں کرتا ہے، اُس سے تمہیں ہرگز یہ توقع نہ رکھنی چاہیے کہ وہ کبھی تمہارا ذکرِ خیر کرے گا +

اگر تم عقل کو اپنا ہادی اور پرہیزگاری کو وزیر، نفس کُشی کو مشیر اور یادِ آخرت کو اپنا جلیس بنا لو۔ تو ممکن نہیں کہ دونوں جہان میں کامیاب نہ ہو +

اعتدال ایک ڈورا ہے جس میں تمام نیکیاں پروئی ہوئی ہیں +

زبان اپنی رنگت سے آلاتِ انہضام کی حالت کے جانچنے کا آلہ ہے اور گفتگو سے اخلاق و شرافت کا سچا ترجمان ہے ٥

وقت بشناس کہ در بزم خیالت نہ کشی　　　شمع را زندگی روز کم از مردن نیست

ے زبان اپنی حد میں ہے بیشک زباں　　　بڑھے ایک نقطہ تو پھر ہے زیاں

زبان میں کوئی ہڈی نہیں لیکن اس پر بھی یہ کچل ڈالتی ہے +

جو شخص ضمیر کی پروا نہیں کرتا وہ کسی کی پروا نہیں کرتا۔ اس پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے +

سچ اپنے سہارے پر آپ کھڑا رہتا ہے۔ مگر جھوٹ کو قائم رکھنے کے لیے بہت سے جھوٹ اور تراشنے پڑتے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ جھوٹ کی پیٹھ پر شیطان کی سواری +

شعر بُرا اگر پاؤں پر آ گرے تو بھی کانٹے کی طرح خلش ضرور پیدا کرے گا +

وہ آدمی ہرگز شریف کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ جس کی زبان گندے اور ناپاک الفاظ سے ملوث و آلودہ ہو۔ اگر تم کسی شخص کو گندے الفاظ دہراتے ہوئے سنو تو فوراً نتیجہ نکال لو کہ یہ گناہ ان بے شمار گناہوں میں سے ایک ہے جو اس کے سینے میں چھپے ہوئے ہیں اور جلدی یا بدیر اُن کا بھی اظہار ہو جائے گا ے

صحبتِ سفلہ چو انگشت نماید نقصاں　　　گرم سوزد بدن و سرد کند جامہ سیاہ

جھوٹ اور فریب سے جو فائدہ یا آرام ملتا ہے وہ تو جلد ہو چکتا ہے۔ مگر اس کا نقصان ہمیشہ اُٹھانا پڑتا ہے +

موہوم نفع کی اُمید پر کسی کی مذمت سے منہ کالا نہ کرو۔ یاد رکھو جھوٹ اور بے ایمانی کی بنیاد پر خوشحالی کا محل کھڑا نہیں ہو سکتا +

اخلاق کے کھوٹے کھرے سکوں کو پرکھنے کے لیے غیروں کی زبان سے بڑھ کر اور کوئی کسوٹی نہیں ے

اخلاق ایک حُسنِ الٰہی کا تاج ہے　　　ہے جس کے سر یہ اس کا زمانے میں راج ہے

ناجائز وسائل سے ترقی حاصل کرنے کا قصد ہرگز نہ کرو۔ دیکھو پہاڑ پر چڑھنا اور اُترنا دونوں خطرناک ہیں ے

آرام کی تلاش نے رکھا ہے بے قرار　　　ہر خواہشِ سکوں سببِ اضطراب ہے

جاہ و جلال اور عروج و اقبال کے عالم میں جو عقل کے دشمن لوگوں پر جبر کرتے ہیں، وہ آخر انھیں کے ہاتھ سے پامال ہو جاتے ہیں۔ خدا کسی کو اختیارات دے تو مآل اندیشی بھی عطا کرے ے

گاواں و خراں بار بردار　　　بہ ز آدمیان مردم آزار

جب وقت آ جاتا ہے تو ایک چھوٹا سا مچھر ہی نمرود کی تمام نخوت کو خاک میں ملا دیتا ہے +

جو شخص اپنے دوستوں کے ساتھ پیار کرتا ہے وہ اُس کُتے سے بڑھ کر نہیں ہے جو اپنے ٹکڑا ڈالنے والے کے سامنے دُم ہلاتا ہے۔ انسان کا پیار اپنے دشمنوں کے ساتھ ہونا چاہیے +

گھوڑا خواہ ہزار سرکش ہو مگر وہ گدھا نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح شریف خواہ کتنا ہی شوخ و شنگ ہو، اس کی جبلت میں شرافت ضرور ہوتی ہے +

نیک آدمی بُرے افعال کا مرتکب ہو کر کبھی اپنی نظروں میں ذلیل ہونا گوارا نہیں کرتا ✦
کسی لڑکے سے ایک شخص نے کہا کہ واہ جی واہ! کیا اچھی نارنگیاں ہیں، دو ایک توڑ لو۔ کوئی دیکھتا تو ہے نہیں۔ اُس شریف لڑکے نے جواب دیا کہ جناب! سب سے بڑا دیکھنے والا میں خود موجود ہوں ✦
بدی کرنے والا اگر اپنے کیے پر پشیمان نہیں ہوتا۔ تو اُسے یاد رہے کہ وہ بدی کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شعر: بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ — قوتِ برکندنِ آں کم شدہ

اپنے ذاتی اوصاف، اپنے خاندانی حالات اور اپنے کارناموں کے متعلق جتنی کم بات چیت کرو گے اُتنا ہی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ کیونکہ جو کچھ بھی تم اپنے متعلق کہو گے، اس کے صرف دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں، کہ تم دوسروں کی تحسین کے خواہاں ہو اور اپنے تفوق و برتری کو اُن پر ثابت کرنا چاہتے ہو یا تم اُن سے رحم کی التجا کرنا چاہتے ہو۔ اور دونوں باتیں تمہاری خودداری و شرافت کے منافی ہیں ✦
کوئی شخص کسی دوسرے کے حق میں نیک یا بد نہیں ہو سکتا جب تک کہ پہلے اپنے حق میں نیک و بد نہ ہولے ✦

شعر: با خموشی ہستی از نیکانِ عالم بے سخن — چوں کشودی لب بہ نفسِ نیک یا بد می شوی

گنہگار خالق و مخلوق دونوں کا بلکہ اپنا بھی دشمن ہے ✦
گناہ کی ابتدا میں ایسی شیرینی نہیں ہوتی جیسی اُس کی انتہا میں تلخی ہے ✦
حظِ نفسانی کے لیے جو گناہ ہم کرتے ہیں، یہی گناہ ایک دن ہمارے مارنے کے لیے قدرت کا ہتھیار بن جاتے ہیں ✦
قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کے بارے میں ناواقفیت کا عذر خدا کی درگاہ میں ایسا ہی ناقابلِ سماعت ہے، جیسا کہ حکامِ مجازی کے ہاں ✦
قانونِ قدرت ایسا اٹل قانون ہے جو داؤں گھات یا مکر و فریب سے نہیں ٹل سکتا۔ منت خوشامد شفاعت یہاں کارگر نہیں ہو سکتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "ہر شخص اپنے فعل کا فرزند ہے" — عَمَلُکُمْ عُمَّالُکُمْ ✦
مغز سر میں ڈھونڈو نہ کہ پگڑی میں۔ انسانیت انسان میں ہوتی ہے نہ کہ کوٹ پتلون یا جبہ و دستار میں ✦
اگر تم متکبروں سے نفرت کرو گے تو اول خود انسانیت سے نہ گرو گے دوسرے ان کو بھی انسان بنا دو گے۔ ممکن ہے کہ وہ نادم ہو کر اپنی اس عادتِ بد کو چھوڑنے کی کوشش کریں ✦
انسان کا لباس اور سوسائٹی اُس کے اخلاق اور چال چلن کا پہلا سرٹیفکیٹ ہے

شعر: با مخالف مشرباں یکجا نشستن خوب نیست — ایں غلط مجموعہ را شیرازہ بستن خوب نیست

یہ تمہاری غلطی ہے جو تم غیروں کو اپنی تکلیف کا موجب سمجھتے ہو۔ غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ

خود تمہارے افعال تمہاری بربادی کا باعث ہیں ۔

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

نیکی اور بدی اپنے اپنے نتائج نیک و بد کو ہاتھوں پر لیے کھڑی ہیں۔ حیرانی ہے کہ بدی کے خوفناک نتائج سے بے پروا ہو کر انسان پھر بھی بدی ہی کی طرف راغب ہوتا ہے ۔

کسانیکہ بد را پسندیدہ اند ندانم ز نیکی چہ بد دیدہ اند

گناہ کے چہرے پر اگر کوئی نقاب نہ پڑا ہو اور کوئی روغن یا ملمع نہ کیا ہو تو وہ ایسا ڈراؤنا اور گھناؤنا نظر آئے کہ اس کی طرف رغبت کرنا ناممکن ہو بلکہ ایسی نفرت ہو کہ کسی طرح اس کے پاس جانے کو دل نہ چاہے گا ۔

جو گناہ میں گرفتار ہو وہ انسان ہے۔ جو اس سے نادم و غمزدہ ہو وہ بندۂ رحمٰن ہے۔ جو اس کی شیخی مارے وہ شیطان ہے ۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا ہر حالت میں مستحسن ہے وہ دنیا میں بدی پھیلانے کے ایسے ہی مجرم ہیں جیسا کہ وہ خود بدی کرنے والے سیاہ کار۔ خونی کو بخش دینا ویسا ہی گناہ ہے جیسا بے قصور کو پھانسی دینا ۔

نہ سگ دامن کاروانی درید کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید

نیک انسانوں کے دلوں میں بھی برے خیالات آتے ہیں مگر وہ یونہی چلے جاتے ہیں۔ کوئی دھبہ اور داغ دل پر نہیں لگا جاتے ۔

طوفانوں اور زلزلوں سے اتنے مکان و شہر برباد نہیں ہوتے جتنے انسانوں کے اپنے ہاتھوں سے ۔

کردنی خود بیش مے آید فلک را تہمت است ہر چہ اندازی میان آسیا آید بروں

جس طرح درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے۔ انسان کو بھی اپنی برائیاں و زنداں معلوم نہیں ہوتیں ۔

نیکوکار مفلس بدکار رئیس سے بدرجہا بہتر ہے ۔

گنہگار آدمی خواہ کتنا ہی زبردست اور طاقت ور کیوں نہ ہو گناہ کی پھٹکار اس کے دل کو ایسا بزدل بنا دیتی ہے کہ وہ ایماندار بے گناہ کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا ۔

جس تعلیم یافتہ انسان کی زندگی میں شرافت اور پاکیزگی نہیں وہ جہلا سے بدتر اور گمراہ ہے ۔

ایک دفعہ اہل دربار نے شہنشاہ جولیس کی بہت تعریف کی کہ حضور بڑے عادل ہیں۔ اس نے کہا میں تمہاری تعریف کا جب اعتبار کروں کہ اگر میں کوئی ظلم کا کام کروں تو تم کہو کہ تو بڑا ظالم ہے ۔

عالم تیرہ ذہن اگر نیک چال چلن نہیں ہے تو کیسا برا اور ٹھگ ہے۔ اسی واسطے کہا ہے کہ دانا سے مشورہ بے شک لے لو۔ مگر چلو نیک چلن کی رائے ۔

نفس پرست تعلیم یافتہ سے نفس کش جاہل اچھا۔ کیونکہ اگر وہ کچھ سنوارتا نہیں تو بگاڑتا بھی نہیں +

لذیذ کھانوں کیساتھ بدہضمی، عیاشی کے ساتھ کمزوری اور کاہلی کے ساتھ مفلسی لازم و ملزوم ہے +

اگر ہم عالم نہیں، دولتمند نہیں، طاقتور نہیں تو کچھ نقصان نہیں۔ نقصان تو یہ ہے کہ ہم انسان نہیں۔

؎ اگر مردم شماری میں کوئی انسان مل جائے — خبر دے دو تو میرا غنچۂ خاطر بھی کھل جائے

ایک بے علم نیک چلن ہستی انسانیت سے گرے ہوئے عالم فاضلوں سے بدرجہا بہتر ہے ؎

آدمی کو ہے آدمیت شرط — زشت روئی نہ حسنِ صورت شرط

دولت یا منصب سے آدمی کبھی قابلِ اعتبار نہیں ہوتا صرف ایک چال چلن ہی ہے جو آدمی کو قابلِ اعتبار بناتا ہے +

انسان بوقتِ دسترس مبتلائے گناہ اور بوقتِ مفلسی مبتلائے آہ ہوتا ہے +

سچی محبت سخت سے سخت دل کو جیت سکتی ہے ؎

اقلیمِ دل بزور مسخر نمے شود — ایں فتح بے شکست میسر نمے شود

؎ یہاں دل کو ہارو یہی جیت ہے — انوکھی ہر اک پیت کی ریت ہے

نیک کام کرتے وقت مذہب و ملت کا خیال نہ کرو +

جاہل دولت و حشمت اور جاہ و ثروت سے آدمی کی بڑائی کا اندازہ لگاتے ہیں مگر دانا نیک چلنی سے +

بدصورت کی متانت و سنجیدگی قبول صورت کی شوخی و نزاکت سے لاکھ درجہ اچھی ہے +

جو شخص گھر میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہے وہ حقیقت میں اچھا ہے۔ کوئی ریاکاری و مکاری اس میں نہیں +

جس کام کو اوروں سے چھپا کر کرنے کی ضرورت ہے اس میں ضرور گناہ کی میل اور سزا کا خوف ہے +

نیک فعل جو شیریں زبانی سے نہیں کیا جاتا وہ اپنی نقد قیمت کھو دیتا ہے ؎

خفا وقتِ خیرات ہونا نہ تم — کہ بھونے ہوئے بیج بونا نہ تم

افسوس بہت سے پاک طینت اور نیک لوگ صرف ایک سخت زبانی کے سلوک سے مذمومِ خلائق ہوتے ہیں ؎

گر ترا حق آفریدہ زشت رو — تو مشو ہم زشت رو و ہم زشت خو

؎ کسی کو یہ تلخی گوارا ہو کب — جو پڑ جائے ترشی پھٹے دودھ سب

شریف کی پہلی شرافت شریفانہ گفتگو ہے۔ بات چیت میں سختی یا بدزبانی سے کام لینا ہرگز شرافت نہیں ہے ؎

اخلاق سب سے دکھنا تسخیر ہے تو یہ ہے — خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

؎ غصہ بھی آ جائے تو بے جا نہ سخن سرزد ہو — جس کے کہنے میں ہے گویا وہ زباں ہاتھ میں ہے

ہر جا تو اضع ہست دلیلِ نجابت است　　تیغ اصیل را بہ خمیدن تواں شناخت

فی الحقیقت کوئی کسی کے حق میں بھلا برا نہیں ہے۔ نفرت نفرت کو، چاہت چاہت کو، خود اپنی طرف کھینچ لاتی ہے۔ ہم جیسا لوگوں کے ساتھ سلوک کریں گے، ویسا ہی وہ ہمارے ساتھ برتاؤ کریں گے۔

محبت سے جی خود بخود جاتی رہی　　کہ انساں کے دل کا ہے آئینہ دل

رتبہ بڑھے ہے خلق سے اپنی ہی شان کا　　حاصد کو سے کچھ بھی گھٹے ہے زبان کا

حکایت: ایک بادشاہ نے اپنے وزراء سے ایک روز کہا کہ نیرنگیٔ زمانہ، انقلابِ دہر اور دنیا کے ہر ساعت تغیر و تبدل کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی اولاد کو کوئی ایسا ہنر سکھاؤں کہ ان قوانینِ قدرت کے ماتحت اگر سلطنت زوال پذیر بھی ہو جائے تو وہ کسی ہنر و پیشہ سے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے شکم پری کر سکیں۔ اور حصولِ معاش کے لیے وہ کسی کے دستِ نگر اور محتاج نہ ہوں۔ بالآخر تمام وزراء کے اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ولی عہد کو تو علم سکھلایا جائے، جو تمام ہنروں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ دوسرے شہزادوں کو نجاری، زرگری، کفش دوزی اور آہنگری وغیرہ کا پیشہ سکھلایا جائے۔ پھر ایک مقررہ میعاد کے بعد ان سب کا امتحان لیا جائے، کہ ان سب میں کون سا پیشہ و ہنر روپیہ کمانے کے لیے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ چنانچہ انقضائے میعادِ مقررہ پر ان سب کو بادشاہ کے روبرو برائے امتحان پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سب شہزادوں کو حکم دیا کہ ایک ایک روپیہ پیدا کر کے لاؤ۔ چنانچہ بمجرد سننے اس حکم کے سب شہزادے ایک ایک روپیہ پیدا کرنے کی فکر میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب اپنے اپنے پیشوں کے ذریعے سے ایک ایک روپیہ حاصل کر کے لے آئے۔ سوائے ولی عہد کے جس نے کہ علم حاصل کیا تھا، وہ بے چارہ صبح سے شام تک بازاروں میں یہ کہتا پھرا، "جو کوئی مجھے ایک روپیہ دے گا، میں اس کو ایسے علمی مسائل بتلاؤں گا جو دین و دنیا میں اس کے لیے بہت مفید و کارآمد ہوں گے۔" جو کوئی اس کے اس فقرے کو سنتا وہ ہنس دیتا یا اس کو دیوانہ قرار دیتا۔ آخرکار صبح سے شام تک اپنی پوری کوشش صرف کرنے کے بعد ناکام خدمتِ شاہ میں حاضر ہوا اور نہایت مایوسی کے عالم میں بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ نے میرے متعلق علم حاصل کرنے کی غلط رائے قائم کی جس کی قدر و قیمت اتنی بھی نہیں کہ میں اپنی روزی کا کچھ حصہ بھی کما سکوں۔ سوائے اس کے کہ خلق مجھ پر خندہ زن ہو۔ بادشاہ نے اس کو ایک بیش قیمت جواہر دیا۔ کہ تم اس کو فروخت کر کے کل کو روپیہ حاصل کر کے لاؤ۔ چنانچہ وہ بے چارہ دوسرے روز صبح سے شام تک پھرتا رہا۔ لیکن ایک روپیہ میں بھی اس بیش قیمت جواہر کو فروخت کرنے میں ناکامیاب رہا۔ سب نے یہی جواب دیا۔

کہ "یہ کانچ تو ایک کوڑی قیمت کا بھی نہیں۔ کل تم مٹیلے فروخت کرتے پھر رہے تھے۔ آج
اس کوڑی کے کانچ کو ایک روپیہ میں فروخت کرتے پھر رہے ہو۔ شاید کہ دیوانے ہو" وہ بیحد
نہایت غمگین اور مایوس ہوا اور روتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا کہ اس لاکھوں روپے کے جواہر کا
کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا۔ بادشاہ نے کہا "جانِ پدر! مایوس مت ہو۔ جس طرح اس
جواہر کی قدر و قیمت کسی نے نہیں پہچانی۔ اسی طرح سے تیرے علم کی قدر بھی سوائے تیرے
کوئی قدردان ہی کر سکے گا۔ تیرا کمالِ علم خود تیری اور دوسروں کی روحانی اصلاح کرنے میں
تو کامیاب ہو سکے گا لیکن حصولِ دولتِ دنیوی کے لیے علم کو ذریعہ گرداننے کی توقع رکھنا فضول
ہے کمال اور اقبال ایک جگہ جمع نہیں ہوتے" ؎

دنیا میں چوبِ سوختنی و عود ایک ہے — ہم رتبہ خلیل اور نمرود ایک ہے
ان لوگوں کو جو ساز سے دنیا کے مست ہیں — آوازِ خر و نغمۂ داؤد ایک ہے

تمثیل: ایک کمہار اپنے گدھوں پر لکڑیاں لاد کر بغرضِ فروخت شہر کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ
میں اس کو ایک گراں قدر لعل پڑا ہوا مل گیا۔ جس کو اس نے معمولی لال منکا خیال کر کے گدھے
کے گلے میں لٹکا دیا۔ شہر کے بازاروں میں سے گزرتے ہوئے ایک جوہری کی نگاہ اس لعل پر
پڑ گئی۔ جوہری نے کمہار کو بلا کر پوچھا یہ "منکا سا" کتنے پیسے میں فروخت کرو گے۔ فکرِ ہر کس
بقدرِ ہمت اوست۔ کمہار نے اپنی طرف سے بھاری بن کر بے پروائی کے انداز میں کہا "میں
ایک روپے سے کم نہ لوں گا"۔ جوہری نے کہا "میں آٹھ آنے سے زیادہ نہیں دے سکتا"۔ یہ سنتے
ہی لعل پھٹ کر گر پڑا۔ جوہری نے کہا "گدھے کے گلے میں تو تمھیں ذلت محسوس نہ ہوئی۔ جو
اب انسان کے ہاتھ میں آتے ہوئے پھٹ گئے۔ لعل نے کہا "کمہار اور گدھا میری قدر و قیمت
سے ناواقف تھے لیکن تم نے باوجود جوہر شناسی کے اس قدر کم قیمت دینا بھی گوارا نہ کیا۔ ع
وائے بر جانِ گہر آنکہ بہ درمے ارزد

حکایت: ایک پنڈت مدتِ دراز تک کاشی جی میں اقامت پذیر ہو کر کافی محنت، سخت
مصیبت، نہایت جانکاہی اور دماغ سوزی کے بعد سنسکرت اور دیگر علومِ مذہبی میں سندِ
فضیلت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ مذہبی فضیلت اور علمی قابلیت
دنیاوی ترقی اور حصولِ مقاصد میں اس کے لیے بہترین ذریعہ ثابت ہو گی لیکن کافی تجربہ کے
بعد اس کو محسوس ہوا کہ اس کا یہ خیال بالکل غلط تھا۔ ضرورتِ دنیوی سے لاچار ہو کر زندگی قائم
رکھنے کے لیے بغرضِ حصولِ معاش اس نے اپنے وطن کو خیرباد کہا۔ کچھ عرصہ کے بعد دور
دراز علاقہ کے ایک گاؤں میں وارد ہوا اور وہاں کے لوگوں سے درخواست کی کہ یہ دھرمی

ہندوؤں کا گاؤں ہے مجھے رامائن کی کتھا سنانے کی اجازت دے دی جائے۔ اور میری پیٹ پوجا کا بھی کچھ انتظام ہو جائے۔ سب کی لاٹھی ایک کا بوجھ، مجھ غریب کا کام بن جائیگا اور آپ لوگوں کو بھی کچھ بوجھ نہ پڑے گا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کتھا کتنے عرصہ میں ختم ہوگی۔ پنڈت نے کہا۔ کم از کم تین چار ماہ میں۔ ان میں سے ایک زمیندار بولا کہ پنڈتوں کے یہ سب کھانے پینے کے ڈھنگ ہیں۔ ورنہ کتھا تو صرف اتنی ہے "ایک تھے رام جی، ایک تھا راون۔ اس نے اس کی جورو چھینی، اس نے چلایا گا ونڈرا" +

نتیجہ یہ کہ انسان اس قدر خود غرض واقع ہوا ہے کہ مالی یا جسمانی قربانی تو درکنار بغیر مطلب اور بلا ضرورت کسی کی بات سننی بھی گوارا نہیں کرتا۔ پنڈت جی کو چونکہ اپنی ضرورت پوری کرنی اور مطلب نکالنا تھا۔ انہوں نے چند روز کے چند ماہ بتلائے۔ گاؤں والوں کو چونکہ اس میں بظاہر تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل ہوتا نظر نہ آیا۔ انہوں نے چند ماہ کی کتھا کو چند حروف میں ختم کر دیا۔ نیز یہ کہ علم کو صرف حصولِ معاش ہی کا ذریعہ نہ بناؤ +

فراست زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے ذہانت کی نسبت فراست کی زیادہ ضرورت ہے جب تک حالات موجودہ کی ضرورت کو پہچاننے کا شعور نہ ہو۔ جب تک اُن اشخاص کے جن سے کام پڑتا ہے۔ خیالات اور میلانِ خاطر کا پتہ لگانے کا سلیقہ نہ آئے۔ اور جب تک اُنکے ساتھ برتاؤ اور سلوک کرنے کا طریقہ نہ سیکھا جائے۔ اُس وقت تک زندگی کی کشمکش میں کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ دُنیا ہماری لیاقت، شرافت اور اخلاق کا اندازہ صرف ہمارے طرزِ عمل سے لگاتی ہے۔ کیونکہ نہ تو دنیا کے پاس اتنا وقت ہے اور نہ اُسے ضرورت ہے کہ وہ ہماری نیتوں اور ہمارے اخلاق کا مطالعہ کرے۔ اس لیے قدرتی طور پر وہ صرف ہمارے ظاہری طرزِ عمل اور برتاؤ کو دیکھتی ہے اور اسی کے مطابق ہمارے متعلق رائے قائم کر لیتی ہے۔ بعض نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں دُنیا کی رائے کی کیا پروا ہے کہ وہ ہمارے متعلق جو مرضی ہے کہے سُنے۔ جو کچھ ہم ہیں وہ تو ہیں ہی +

اس میں شک نہیں کہ ہمیں غلط طور پر دُنیا کی رائے سے خواہ مخواہ خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ مگر یہ تو عقلمندی سے بعید ہے کہ ہم دُنیا کو اس قسم کا موقع دیتے رہیں کہ وہ ہمارے متعلق غلط رائے قائم کرے۔ فراست و شعور زیادہ تر فطرت کی طرف سے انسان میں ودیعت ہوتا ہے لیکن پھر بھی کئی طریقوں پر عمل کرنے سے ہم دوسروں کے ساتھ نہایت عمدہ طور سے نباہ کر سکتے ہیں۔ جب کبھی تمھیں موقع ملے دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔ اگر تمھیں کسی وجہ سے خوشی نصیب نہیں ہو سکتی تو کم از کم دوسروں کو تو خوشی پہنچا سکتے ہو۔ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔ خوش اخلاق ہونے میں خرچ تو کچھ نہیں آتا۔ مگر اِس سے خریدا

بہت کچھ جا سکتا ہے۔" واقعی اس سے ہم وہ کچھ خرید سکتے ہیں، جو چاندی سونے سے بھی نہیں خریدا جا سکتا۔ اس لیے سب کے دلوں کو تسخیر کرنے کی کوشش کرو۔ ایک دانا نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ تم لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لو۔ پھر اُن کے دل اور ان کا مال بھی تمہارا ہو جائے گا*

فراست وہاں بھی کامیاب ہو جاتی ہے جہاں زور ناکام رہتا ہے۔ نیکی بدی پر فتح پاتی ہے نہ کہ جور و جفا۔ جب سُورج اور آندھی کا مقابلہ ہوا تو آندھی باوجود اپنی ساری قوت لگانے کے بھی اس مسافر کا کوٹ اُتارنے میں ناکامیاب رہی۔ مگر جب سُورج آہستہ آہستہ اپنی تمازت سے اس مسافر کو گرمی پہنچانے لگا۔ تو بیچارے نے نہ صرف کوٹ بلکہ قمیص بھی اُتار دی*

یاد رکھو کہ انسان کو کسی راستے پر رہنمائی کر کے لے جانا آسان ہے۔ مگر اس کا راستے پر زور دھکیل کر لے جانا بہت مشکل ہے۔ تلوار کی نسبت تبسم سے مجبور کرنا اچھا ہے جن کے ساتھ تمہیں معاملہ پڑے، اُن پر دیانت داری سے اپنا اعتبار جمانے کی کوشش کرو۔ اکثر اشخاص لیاقت سے نہیں بلکہ محض اخلاق کے زور پر قوت اور اثر پیدا کر لیتے ہیں۔ دوسروں کی جائز خواہشات کو جہاں تک عقلمندی اور راست بازی اجازت دیں، پورا کرنے کی کوشش کرو۔ مگر جب ضروری سمجھو تو اس وقت انکار کرنے سے بھی ہرگز پس و پیش نہ کرو۔ ہر ایک شخص "ہاں" کہہ سکتا ہے۔ گو بہت کم آدمی ایسے ملیں گے جو خوش اخلاقی سے "ہاں" کہہ سکیں گے۔ مگر "نہیں" کہنا تو اس سے بھی بدرجہا مشکل ہے۔ بیشمار اشخاص صرف اس وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں کہ وہ اس لفظ کو کہنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے باشندے صرف اس لیے غلام بنا لیے گئے تھے کہ وہ ایک سادہ لفظ یعنی "نہیں" نہ کہہ سکے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر زندگی میں "نہیں" کہنا ضروری ہے تو یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ اُس کو خوش اخلاقی سے ادا کیا جائے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جس شخص کو ہمارے ساتھ کوئی معاملہ پڑے وہ محسوس کرے کہ اس کو اس میں خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے مستعد نظر آتے۔ دُنیا کے معاملات میں جذبات کو بہت بڑا دخل ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ مہربانی، اخلاق اور مروت سے پیش آیا جائے*

ہر شخص اگر چاہے تو اپنے آپ کو خوش اخلاق بنا سکتا ہے۔ لارڈ چسٹر فیلڈ کہتا ہے کہ دوسروں کو خوش کرنے کی محض خواہش کرنا ہی اُن کو کم از کم آدھا خوش کرنے کے برابر ہے۔ اس کے برعکس وہ آدمی جس میں یہ خواہش ہی نہیں دوسروں کو کس طرح خوش کر سکتا ہے یہ صفت جوانی ہی میں حاصل کر لینی چاہیے۔ بعد ازاں اس کا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ تمہیں بہت سے اشخاص ایسے ملیں گے جن کی لیاقت بہت کم ہے۔ مگر وہ محض خوش اخلاقی کی وجہ سے کامیاب ہو گئے

ہیں۔ اس کے برعکس بہت سے اشخاص ایسے بھی ملیں گے جو نہایت ذہین اور رسائی دل ہیں۔ مگر انھوں نے اپنی کجروی، ترش روئی اور اکھڑپن سے ایک عالم کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ قطعِ نظر اس سے دُوسروں کو خوش کرنا بھی ایک طرح کی خوشی ہے۔ اس بات کی کوشش کرو تم ہرگز مایوس نہ ہوگے ؎

رُوے کہ از وَے دل نہ کشاید ندیدنی ست حرفے کہ نیست مغز درو ناشنیدنی ست

ہر معاملے میں تحمل اور احتیاط ملحوظ رکھو۔ تحمل بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی گرمجوشی۔ کاروبار میں تحمل اور ثابت قدمی نہایت کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ یہ انسان کو مشکلات اور خطرات میں کامیابی دلاتی ہے۔ اگر تمھیں ایسے اشخاص سے کام پڑے جو تمھاری نسبت کم لیاقت ہیں، تو اُن کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ اگر کسی کو وراثت میں ریاست ملے یا لیاقت تو اس سے اس کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ وہ غرور اور تکبر سے دُوسروں کو ٹھکرائے۔ دونوں حالتوں میں قابلِ تعریف وہ آدمی ہے جو ان کا صحیح طور پر استعمال کرے۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بعض اشخاص میں قابلیت تو بہت ہوتی ہے مگر وہ اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اس لیے اگر تم اُن کے ساتھ نخوت برتو گے تو اس میں تمھارا ہی سراسر نقصان ہے +

کتاب کے مطالعے سے انسان کا مطالعہ مشکل تر ہے۔ دُوسروں کے کیرکٹر کا مطالعہ کرنے میں آنکھیں بہت ممد ہوتی ہیں۔ ایمرسن کا قول ہے کہ جب آنکھیں کچھ کہتی ہوں اور زبان کچھ اور۔ تو تجربہ کار شخص آنکھوں کی زبان کو زیادہ معتبر سمجھے گا۔ جب دُوسرے اپنی دوستی، محبت اور اخلاص کا زبان سے اظہار کریں تو اس پر زیادہ اعتبار نہ کرو۔ جب کوئی اجنبی تمھارے ساتھ بہت سے وعدے کرے تو اس کے قول پر کلّی طور پر بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ سراسر غلط وعدے نہیں کرتا، پھر بھی یہ ہوسکتا ہے کہ وہ مبالغہ کر رہا ہو اور تم سے کوئی کام لینا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو محض اس لیے دوست نہ سمجھو کہ وہ زبان سے کہتا ہے کہ وہ تمھارا دوست ہے۔ نہ یونہی ہر شخص کو اپنا دشمن خیال کرنا شروع کردو +

ہمیں فخر ہے کہ ہم معقول ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا غلطی ہے کہ انسان ہمیشہ عقل سے اپنی رہنمائی کرتا ہے۔ ہم عجیب طور پر متضاد واقع ہُوئے ہیں۔ اور اکثر اپنے افعال میں تعصب یا غصہ سے کام لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دُوسروں کو اپنا ہم خیال اور ہمدرد بنانے کے لیے دلائل کی نسبت جذبات کا اُبھارنا زیادہ مفید ہوتا ہے جب انفرادی حیثیت سے گزر کر ہم انسان کو اجتماعی حالت میں دیکھتے ہیں تو یہ اور بھی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے +

بحث و مباحثہ ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس سے اکثر سرد مہری اور غلط فہمی بڑھتی ہے

ممکن ہے کہ تم اپنے دوست سے بحث میں جیت جاؤ مگر ساتھ ہی تم اپنے دوست کو بھی کھو
دو گے۔ اور عقلمند شخص جانتا ہے کہ یہ سودا خسارے کا ہے۔ سو دوستوں کے مقابلے میں دشمن
ایک بھی زیادہ ہے۔ جب بحث نہایت ہی ضروری ہو جائے تو جہاں تک ہو سکے دوسرے
کے خیالات اور بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور اس کے دلائل کو جہاں تک کہ وہ درست ہیں
ان کو سنو۔ اور اگر تمھیں کسی امر میں اختلاف ہے تو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرو، کہ تمھارے مدمقابل
نے چند نکات یا دلائل کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسے ملیں گے جو بحث کے دوران
میں ہار مان جائیں۔ اور اگر ان کو یہ محسوس ہو جائے کہ وہ واقعی ہار گئے ہیں تو وہ اس بات کو
ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ اگر یہ جان بھی لیں کہ ان کو شکست ہوتی ہے تو بھی یہ سمجھنا چاہیے
کہ وہ دل سے تمھارے قائل ہو گئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ بحث و مباحثہ میں دوسروں کو قائل
کرنا قریباً ناممکن ہے تو اس میں مبالغہ نہ ہوگا جیسا کہ تمثیل ذیل سے ظاہر ہے:

تمثیل: ایک برہمن نے اپنی دھرم پتنی (بیوی) سے کہا "میں نے ایک بہت بڑے عالم
و فاضل پنڈت سے اس شرط پر شاستراتھ یعنی مناظرہ مقرر کر لیا ہے کہ ہم میں سے جو ہار جائے
جیتنے والا اس کی تمام جائداد زر و زیور اور تمام سامان حتیٰ کہ بیوی بچوں تک کا بھی مالک بن جائیگا۔
بیوی اس قسم کی ناقابل قبول شرط کو سن کر نہایت گھبرائی اور کہا "اگر تم ہار گئے تو پھر دنیا میں میرا
اور بال بچوں کی مصیبت کا کیا ٹھکانا؟" برہمن نے کہا "گھبراؤ نہیں، میں ہرگز نہیں ہار سکتا!"
بیوی نے کہا "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم نہیں ہار وگے"؟ برہمن نے اطمینان دلاتے ہوئے
کہا کہ جب میں اپنی شکست کو تسلیم ہی نہ کروں گا تو ہار جانے کا کیا خوف و خطر ہے"؟

غرض یہ کہ تم اپنے دلائل کو نہایت وضاحت اور اختصار سے بیان کرو۔ اور اگر اس کو
اپنی رائے کے متعلق ذرا بھی شک ہو جائے تو سمجھو کہ تم نے اس کو قائل ہی کر لیا +

بات چیت کرنے کا سلیقہ بھی ایک بہت بڑا فن ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اشخاص جو
سب سے زیادہ باتونی ہوتے ہیں وہی سب سے اچھی گفتگو کرنے والے ہوتے ہیں۔ دوسرے کی بات
کو تحمل اور صبر سے سننا بھی اتنا ہی مشکل ہے جتنا اعلیٰ گفتگو کرنا۔ جب اور لوگ گفتگو کر رہے
ہوں تو اس وقت تم یہ نہ خیال کرو کہ تم ان کی گفتگو پر محاکمہ یا تنقید کرنے کے لیے بیٹھے ہو۔ بلکہ
متکلم کی گفتگو کا اصل مدعا سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اگر تمھارا رویہ ہمدردانہ ہوگا تو لوگ خود
بخود تم سے مشورہ لیں گے اور تمھیں اس امر کی تسلی ہوگی کہ تم نے رنج و الم کے وقت دوسروں
کی مدد کی ہے اور ان کو تسلی دی ہے +

بیوقوف کو بیوقوفانہ طرز میں جواب نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی طرح کے بن جاؤ۔ یاد رکھو

نرمی سے جواب دینا غصّے کو فرو کر دیتا ہے۔ مگر طیش میں جواب دینا بھی اتنا احمقانہ فعل نہیں جتنا حقارت آمیز لہجے میں جواب دینا۔ یاد رہے کہ الفاظ کی نسبت لہجہ زیادہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ ایسے آدمی بہت کم ملیں گے جو تمسخر اور مضحکہ آمیز الفاظ کو برداشت کر سکیں۔ انسان شاید تمام باتوں کو بھول جائے بلکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ حقارت اور تمسخر کو بھولے بعض اشخاص موہوم باتوں پر دوسروں سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور سرد مہری کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو افسردہ بنا لیتے ہیں کسی قسم کے ہتک آمیز الفاظ تمھیں ذلیل نہیں بنا سکتے۔ ہاں تم اپنے رویے سے خود اپنے آپ کو ذلیل کر سکتے ہو ۵

زباں نا زباناں بگفتن بود زباں بازباناں بگفتن بود

صاف دل رہنا چاہیے مگر ساتھ ہی کم گو ہونا بھی ضروری ہے۔ اپنی ذات کی نسبت زیادہ بات چیت نہ کرو۔ دوسروں کو اپنے متعلق گفتگو کرنے دو۔ لیکن تم نہ اپنی تعریف کرو نہ اپنی برائی اگر دوسرے اپنی ذات کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنا اُن کو بہت محبوب ہے۔ اس لیے اگر تم ان کی بات سنو گے تو وہ تم پر بہت خوش ہوں گے۔ کسی آدمی پر یہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو، کہ وہ جاہلِ مطلق ہے۔ ہاں اگر تمھارا یہ فرض ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن بہر حال یہ یاد رکھو کہ اُس آدمی کو تمھارے برخلاف ضروری طور پر شکایت پیدا ہو جائے گی۔ یہ ممکن ہے کہ اس کے متعلق تمھاری اس قسم کی رائے ہی سراسر غلط ہو۔ کم از کم اس شخص کو تو یقین کامل ہو گا۔ کہ تمھاری رائے بے انصافی پر مبنی ہے، اس لیے وہ بھی تمھیں بیوقوف سمجھے گا۔ انسان اذیت کو بھول جائے تو بھول جائے۔ لیکن ہتک آمیز الفاظ ہمیشہ اس کے دل میں کھٹکتے رہتے ہیں۔ نیز تم اپنے مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے +

کسی آدمی کی نجابت و شرافت اور علم و عقل کا اندازہ اُس کے غصّے کی حالت سے لگاؤ۔ جس قدر وہ غصّے میں بڑھا ہو گا، اتنا ہی تم اُسے عقل و انسانیت سے گرا ہوا خیال کرو۔ لہٰذا ہر معاملے میں صبر و تحمّل سے کام لو۔ اگر کوئی کام آرام و آسانی سے نکل سکے تو پھر سختی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر گڑ دینے سے کام نکل جائے تو زہر کی کیا ضرورت ہے خصوصاً جب کوئی دوسرا بات کر رہا ہو تو ہرگز قطع کلام نہ کرو۔ اکثر آدمی یہ پسند کرتے ہیں کہ تم اُن کی بات سُنو خواہ تم اُن کی حاجت روائی نہ بھی کرو + ۵

دو چیز تیرۂ عقل است، لب فروبستن بوقتِ گفتن، و گفتن بوقتِ خاموشی

طبیعت کو ہمیشہ قابو میں رکھو۔ اگر غصّہ آ ہی جائے تو بھی زبان سے اس کا اظہار نہ کرو۔ اور رنجیدہ الفاظ اپنی زبان سے نہ نکالو۔ اُس جگہ کبھی نہ جاؤ جہاں تمھاری قدر و منزلت نہ ہو،

تمھاری حالت اُس مکھی کی طرح نہ ہو، جو ناخواندہ مہمان کی طرح کسی بادشاہ کے چہرے پر جا بیٹھی تھی۔ مکھی کی ضد مشہور ہے۔ بار بار مکھی اُڑانے کے بعد آخر بادشاہ نے صرف یہ کہا: کیا میری تمام وسیع سلطنتیں تمھارے لیے کافی نہیں تھیں کہ تم اُن کو چھوڑ کر سیدھی میری آنکھ کے گوشے میں گھسنا پسند کرتی ہو ؂

دلِ خلق از خُلقِ خوش رام کُن　　جہاں در جہاں اسپ و آرام کُن

سائنس کی کوئی شاخ اتنی مفید نہیں جتنا انسانی فطرت کا علم۔ اس سے صحیح فیصلے پر پہنچنے کا ڈھنگ آجاتا ہے۔ اِس سے ہم نہ صرف یہ سیکھ لیتے ہیں کہ کن اشخاص پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور کن اشخاص کے نزدیک تک نہ جانا چاہیے۔ بلکہ یہ بھی سیکھ لیتے ہیں کہ دوسروں پر کہاں تک اور کن امور میں بھروسہ کرنا چاہیے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بڑا آسان کام ہے۔ یہ بڑا ضروری امر ہے کہ تم اشخاص کا اچھی طرح سے انتخاب کرو۔ جنھوں نے تمھارے ساتھ یا تمھارے ماتحت کام کرنا ہے تاکہ تم ہر ایک آدمی کو اپنی اپنی جگہ اُن کی لیاقت کے مطابق لگا سکو اگر تم کو کسی شخص کے متعلق کسی قسم کے شکوک و شبہات ہیں تو اس کو اپنے ساتھ یا اپنے ماتحت نہ لگاؤ۔ اور جب کافی جانچ پڑتال کے بعد اس کو اپنے ماتحت لگا لیتے ہو تو ان کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ رکھو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شک کرنے والوں کی نسبت بھروسہ اور اعتبار کرنے والے راستی پر ہوتے ہیں +

جب کسی پر بھروسہ کرو تو کامل طور سے کرو۔ ہاں یہ بھروسہ اندھا دھند نہ ہونا چاہیے بعض عقلمند بھی اندھا دھند دوسروں پر اعتبار کر لیتے ہیں اور اپنی عزت و ناموس، بلکہ بعض دفعہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ہمیشہ احتیاط اور دانشمندی سے کام لو۔ اپنا راز دل ہی میں پوشیدہ رکھو۔ کیونکہ تم اپنے راز کو پوشیدہ نہ رکھو گے تو تمھیں دوسروں سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیے کہ وہ اُسے پوشیدہ رکھیں۔ عقلمند کا مُنہ اس کے دل میں ہوتا ہے اور بیوقوف کا دل اُس کے مُنہ میں۔ کیونکہ جو کچھ وہ جانتا یا سوچتا ہے جھٹ زبان سے نکال دیتا ہے ؂

اگر کس بداند کہ رازِ تو چیست　　بریں عقل و دانش بباید گریست

اپنے دماغ کو استعمال کرو۔ عقل سے مشورہ لو۔ یہ درست ہے کہ عقل ہمیشہ سہو سے بری نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اگر تم اس کو استعمال کرو گے تو غلطی کا بہت کم احتمال رہے گا۔ گفتار رو پہلی ہے اور خاموشی سنہری۔ بہت اشخاص صرف اس لیے باتیں نہیں کرتے کہ انھیں کوئی ضروری بات کہنی ہوتی ہے بلکہ وہ محض باتیں کرنے کی خاطر باتیں کرتے جاتے ہیں گفتگو میں زبان کی نسبت

دماغ سے زیادہ کام لینا چاہیے۔ باتونی ہونا ترقی کے لیے بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ کیونکہ بعض اوقات باتوں کے جوش میں مُنہ سے کچھ نہ کچھ نکل جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ طیش میں طیش، اور جوش میں ہوش کہاں۔ بعدازاں انسان اس سے پچھتاتا ہے۔ یا زبان سے نہایت بدتہذیب الفاظ نکل جاتے ہیں۔ حالانکہ بولنے والے کا مقصد ان سے سوائے زبان درازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس طرح کی زبان درازی سے سوائے جھگڑے، بُرائی اور تکلیف کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔

ایک شخص سے پُوچھا گیا کہ تم مجلس میں زبان کو بند کیوں رکھتے ہو؟ کیا اس لیے کہ تم بیوقوف ہو اور تمھارے پاس بولنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ تو بتاؤ کہ بے وقوف اپنی زبان کو کس طرح قابو میں رکھ سکتا ہے؟ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اس کی زبان قینچی کی طرح کترتی جاتی ہے۔ اور وہ بے سوچے سمجھے مُنہ سے الفاظ نکالے جاتا ہے تو جان لو کہ ایک بیوقوف کی بہتری کی تو امید ہو سکتی ہے۔ مگر اس کی حالت قابلِ رحم و لاعلاج ہے۔

دُوسروں پر اپنا تفوق جتانے کی کبھی کوشش نہ کرو۔ اس سے بڑھ کر لوگوں کے لیے دق کرنے والی اور نفرت دلانے والی کوئی شے نہیں کہ ان کو محسوس کرایا جائے کہ وہ بہت حقیر ہیں۔

جب کسی محفل میں جاؤ تو اُن اشخاص کے طرزِ عمل اور اخلاق کو جو بہتر ہوں ملاحظہ کرو۔ مثل مشہور ہے کہ انسان اخلاق ہی سے بنتا ہے۔ اور علاوہ سیرت سب سے بڑی سفارش ہوتی ہے۔ خوش اخلاقی سب آدمیوں کے لیے ضروری ہے۔ اور بعض ایسے ہیں، جن کے لیے خوش اخلاقی ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ لیاقت اور علم سے دِلوں پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں جب خوش اخلاقی سے دونوں پر قبضہ کر لیا جائے تو یہ دونوں اس قبضے کو ہمیشہ کے لیے بحال رکھتے ہیں۔ اپنی رفتار و گفتار، نشست و برخاست، حرکات و سکنات اور ظاہری شکل و شباہت سے دوسروں کی آنکھ کو اور اپنی آواز، طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ سے دوسروں کے کانوں کو گرویدہ کرو، پھر دل خود بخود گرویدہ ہو جائے گا۔

ہر ایک شخص آنکھیں اور کان تو ضرور رکھتا ہے۔ مگر بہت تھوڑے ایسے ہیں جن کی قوتِ فیصلہ بھی درست ہوتی ہے۔ دُنیا ایک تماشا گاہ ہے، اور ہم سب تماشا کرنے والے۔ اس لیے ہماری کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنے پارٹ کو کس طرح ادا کرتے ہیں؟

حقوقِ نفس کی پروا نہ کرتے ہُوئے جو لوگ بےجا نفس کُشی اور فاقہ کشی ہی کو ذریعہ عبادت گردانتے ہیں۔ وہ زندگی کے لفظ کے صحیح معنی نہیں جانتے۔ خود انسانی اعضاء اس امر کا ثبوت ہیں کہ وہ خدا اور خلقِ خُدا دونوں کی عبادت و خدمت کے لیے بنے ہیں۔ حیرت ہے، کہ خداوند کریم خود ہی ہمیں یہ اعضاء و جوارح بخشے، اور خود ہی اُنھیں نکما کر دینے کو خدا کی خوشنودی کا

ذریعہ خیال کریں ٭

اصلی عزت وہی ہے جو اپنی ہمت و کوشش کے طفیل حاصل ہو۔ ورنہ ورثے میں ملی ہوئی عزت مُردے کے لیے گور کا کتبہ ہے ٭

اختلافِ طبائع قدرت کا ایک راز ہے جس سے ہر ایک بات پر بحث و مباحثہ ہو کر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے راستہ صاف ہو جاتا ہے لیکن یہ اختلاف درحقیقت اتفاق کا معاون ہونا چاہیے نہ کہ ہر ایک کا نصب العین ہی جداگانہ ہو۔ بلکہ چاہیے یہ کہ تمام افرادِ قوم اپنی ذہانت و فطانت سے آسان سے آسان اور نزدیک سے نزدیک راہ ترقی استخراج کریں۔ ایسے ہی اختلاف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر ترقی کا محل اتفاق کی بُنیاد پر قائم ہے تو اس پر چڑھنے کے لیے اختلاف کا زینہ درکار ہے ٭

تنہا دولت و حشمت کا انجام فتنہ و فساد، لڑائی جھگڑا، بے چینی اور بیقراری ہے اور خالص زُہد و توکل کا نتیجہ احتیاج و افلاس لیکن ان دونوں کی کیمیائی آمیزش قومی اکسیر ہے۔ یورپ کو کیوں اب عروج و کمال پر امن و اطمینان نصیب نہیں اور ہمارا ملک باوجود خدا پرستی اور زہد و توکل کے کیوں نانِ شبینہ کے لیے محتاج ہے۔ بات یہ ہے کہ دونوں اس کیمیائی آمیزش کی اکسیر بنانے سے محروم ہیں

سعدیؔ کہ گوی کہ دریں کار چہ تدبیر بُود دین و دُنیا بہم آمیز کہ اکسیر بُود

کارِ دُنیا کسی تمام نکرد عُقبےٰ مگذار تا بہ عقبےٰ نہ رسی دامنِ دنیا مگذار

تہذیب و شائستگی بے شک دُنیاوی ترقی کا معیار ہے۔ مگر جرائم کا دفعیہ بہت کچھ مذہب اور خُدا پرستی پر موقوف ہے۔ ترکِ مذہب ہی کی وجہ سے انگلینڈ جیسے شائستہ و تعلیم یافتہ ملک میں ہمارے ملک کی نسبت جرائم کی تعداد بیسوں گُنی زیادہ ہے ٭

دُنیا کے مکتب میں انسان کے لیے انسان ہی ایک سہل الحصول اور سب سے بڑھ کر مفید کتاب ہے۔ جس کے مطالعے سے وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ سبق سیکھتا ہے۔ پس جو لوگ اپنے ناپاک اخلاق کا بُرا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف انسانی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں۔ بلکہ نظامِ قدرت میں بدنظمی پھیلانے کے بھی مجرم ہیں ٭

محنت و استقلال

ہے قوتِ بازو میں تری، رازِ سعادت
تو ڈھونڈتا پھرتا ہے اُسے بالِ ہما میں

اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا قدرت کا ایک اٹل قانون ہے۔ جو لوگ سعی و کوشش سے گریز کرتے ہیں۔ اُن کی ہستی بالکل مٹ جاتی ہے ✦

دُنیا کی دوڑ دھوپ میں وہی شخص آگے نکل سکتا ہے، جو محنت و استقلال کے گھوڑے پر سوار ہو اور عقلِ سالم کا تازیانہ ہاتھ میں رکھتا ہو۔

سانس کی طرح چلئے منزلِ ہستی میں بشر مُدعا یہ ہے کہ دم بھر کو بھی بیکار نہ ہو

خاموشی اور استقلال سے کیے جانے والے کام کا اثر ہوتا ہے، اور ضرور ہوتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ محنت اور صبر کچھ عجیب سر چڑھ کے بولنے والا جادو ہے ✦

مانا کہ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی۔ مگر محنت کا نتیجہ صحت و دولت ہے۔ اور کاہلی کا بیماری و افلاس۔ کیونکہ آبِ رواں چمکتا ہے اور آبِ ایستادہ سڑتا ہے ✦

کچھ نہ کرنے سے نسبت کام کرکے ناکام رہنا بدرجہا بہتر ہے ✦

ہاتھ کی محنت کو اپنی شان کے شایاں نہ سمجھنا مُہلک غلطی ہے ✦

انسانی وجود ایک چکی کی مانند ہے۔ جس میں گیہوں پیسا جائے تو آٹا ہو اور خالی چلائی جائے تو خود اُس کا نقصان ہو ✦

تم اپنے ہل کی خبر لو۔ ہل تمہاری خبر لے گا۔ کیونکہ کوئی قوم اُس وقت تک خوشحال نہیں ہو سکتی جب تک وہ یہ نہ جانے کہ ہل چلانے میں بھی اُتنی ہی عزت ہے جتنی لکھنے پڑھنے میں ✦ (واشنگٹن)

میں جس قدر کام کر سکتا ہوں، اِس سے قدرے کم کرتا ہوں تاکہ کام جاری رہے ✦

کوئلوں کو سیاہی اُس وقت چھوڑتی ہے، جب وہ آگ میں داخل ہوتے ہیں۔ جب تک دھواں ہے، آگ کچی ہے۔

تا نباشد گل، در اول غنچہ آخر شگفد گلفتِ امروز بہرِ عشرتِ فردا خوش است

پیشہ انسان کو ذلیل نہیں کرتا بلکہ انسان پیشے کو ذلیل کرتا ہے ✦

محنت لاریب خوش قسمتی کی جڑ ہے اور سستی کی ابتدا صبحِ کاذب ہے، انتہا شامِ غم ✦

مُفلس شخص نہیں جس کے پاس کچھ نہیں۔ بلکہ در اصل مُفلس ہے جو کام نہیں کرتا یا کر نہیں سکتا۔

ؔ محنت ہی پہ موقوف ہے آسائشِ گیتی　　کھوئی ہری راحت ہری راحت طلبی نے

محنت میں گنج ہائے خداداد ہیں نہاں　　اکسیر کی تلاش نہ کیمیا نہ مانگ

ایک ممبر پارلیمنٹ ایک دفعہ سڑک پر جھاڑو دے کر آگ تاپنے کے لیے کوئلے اکٹھے کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا "جناب! یہ کام آپ کی شان کے شایان نہیں"۔ فرمایا کہ "جسے کوئلے اُٹھانے میں شرم آتی ہو، اسے آگ تاپنے میں بھی شرم آنی چاہیے"۔

بھونکنے والا کتا سو رہنے والے شیر سے لاکھ درجے اچھا ہے ؔ

بہ جو راہب بہ بتخانہ بیدار بودن　　ازاں بہ کہ در کعبہ خوابیدہ باشی

بیٹھنے اور لیٹنے سے نفرت کرو۔ چلنے پھرنے اور کام کرنے کی عادت پیدا کرو۔ تمہارا دوڑنا بھاگنا بیٹھے رہنے سے زیادہ ہونا چاہیے ؔ

ہے آدم سے اس واسطے چھوٹی جنت　　تھا بیکار رہنا خلافِ جبلت

دامنِ دولت بآسانی ہاتھ نہیں آتا۔ اس ہما کے لیے پنجۂ فولاد توڑنا ضروری ہے۔

اصل محنت وہ ہے جس میں جسمانی قویٰ روحانی طاقتوں کے ماتحت کام کریں۔

جس طرح بند پانی میں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کاہل آدمی کے جسم میں مختلف امراض اور دماغ میں قبیح و مذموم خیالات گھر کر لیتے ہیں۔

استخواں فروشی کو ذریعۂ امارت نہ بناؤ۔ بلکہ اپنے گوشت و پوست کی قربانی سے یہ اعزاز حاصل کرو۔

آنانکہ فخرِ خویش باجداد میکنند　　چوں سگ باستخواں دلِ خود شاد میکنند

بیکاری تمام شرارتوں کی دایہ اور کل بربادیوں کی ماں ہے ؔ

دماغ ایک بیکار انسان کا　　بس اک کارخانہ ہے شیطان کا

تم گاڑی نہیں ہو کہ اوروں کے چلائے سے چلو۔ تمہیں آگے بڑھنے کے لیے خود کوشش کرنا چاہیے ؔ

موت کہتے ہیں جسے وہ کیا ہے بس مہرِ سکوں　　زندگی کا راز پنہاں شورشِ پیہم میں ہے

انسان اپنی ہی محنت سے کچھ بن سکتا ہے۔ بیرونی امداد ہمت کو پست کر دیتی ہے۔

ایک بوڑھے کی گاڑی گڑھے میں دھنس گئی۔ دو نوجوان پاس کھڑے تھے۔ اُنہوں نے ازراہِ ہمدردی گاڑی کو نکالنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن باایں ہمہ طاقت و جوانی وہ دونوں نوجوان گاڑی کو نہ نکال سکے۔ آخر بوڑھا اکیلا ہی کوشش کر کے گاڑی نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ چونکہ بوڑھے کو اپنے کام کا درد تھا۔ لہٰذا اس کی ذاتی کوشش و ہمت دونوں جوانوں کی طاقت پر غالب آ گئی۔ دوسروں سے کام کرانا عام حالات میں ایسے ہی نتائج پیدا کرتا ہے۔

روپیہ ہتھیانے کے لیے چچا کی موت کے منتظر نہ رہو۔ بلکہ کمرِ ہمت چست باندھ کر محنت کرو۔

بندہ انسانوں کی جیب سے روپیہ نکالنے کا کام شروع کردے ۔

اگر سرپرستوں کی امداد ہی ترقی کا ذریعہ ہوتی تو کبھی کسی امیر کا بیٹا نالائق نہ ہوتا اور غریب کا بیٹا لائق نہ ہوتا۔ حالانکہ زمانے میں اکثر اس کے خلاف دیکھنے میں آتا ہے ۔

ترقی خود محنت کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بیرونی امداد یعنی ہدایت، تربیت، نصیحت، کتاب، عالمانہ مباحثے ممکن ہے راستے کے نشانوں کی طرح تمھیں راہِ راست سے بھٹکنے نہ دیں۔ مگر خود وہ تم کو اٹھا کر ایک قدم آگے نہیں لے جا سکتے۔ منزل کو طے کرنا تمھاری اپنی ہی ٹانگوں کا کام ہے۔

ان مختصر ترین دو الفاظ میں محنت کا تمام تر فلسفہ بند ہے: "DO OR DIE" یعنی "کرو یا مرو" ۔

شہنشاہ بزمِ خیالی نہ ہو تو جنِ شیر ز شیر قالی نہ ہو

اگر تم کام کرنا نہیں چاہتے تو کھانے کو کیوں مانگتے ہو ۔

خوش قسمتی کیا ہے؟ محنت کی اولاد ہے ۔ (فرینکلن)

جب تم اپنا کام آپ نہیں کر سکتے تو غیروں سے مدد کی امید کیسے رکھ سکتے ہو۔ کیا ان میں دو جانیں ہیں کہ وہ اپنا کام بھگتا کر تمھاری مدد کے لیے بھی آمادہ ہوں گے ۔

محنت لائق بننے کا ایک شرطیہ ذریعہ ہے اور قسمت دل کو تسلی دینے کا ایک موہوم خیال ہے

سونا کیا حرام تو قسمت جگاتی ہے جب خاک ہو گئے تو یہ اکسیر پائی ہے

قسمت انسان کو خوش حالی کے وعدوں میں رکھتی ہے۔ مگر محنت اسے آسودہ حال کر دکھاتی ہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یعنی تمھاری قسمت میں وہی ہے جس کے لیے تم کوشش کرو گے ۔

بدقسمتی ایک بہتان ہے جو کاہلوں کی طرف سے خدا پر لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ تقدیر تدبیر ہی کا دوسرا نام ہے۔

اس جہاں میں کچھ نہ پایا شاکرِ تقدیر نے معرکے سر کر لیے آمادۂ تدبیر نے

محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب خدا کے ہاتھ میں۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہیے جو ہمارے ہاتھ میں ہے ۔

گھڑی نے اپنے چھروں سے کہا کہ اگر کپڑے کوڑے کمیاب ہیں تو ہمیں زیادہ سختی کے ساتھ گردانا چاہیے

اگر تم میں خورد و نوش کی لت ہے تو حیوان ہو۔ اگر بناؤ سنگار کی دھت ہے تو عورت ہو۔ اگر لہو و لعب کا شوق ہے تو بچے ہو۔ اگر پڑے رہنے کی عادت ہے تو بے جان ہو۔ اگر محنت کی عادت ہے تو حقیقی انسان ہو ۔

محنت دولت کو بڑھا دیتی ہے اور سستی کافی دولت کو بھی گھٹا دیتی ہے ۔

کمزور دل مایوس بدقسمتوں کا ساتھ چھوڑ دو۔ ورنہ وہ تمھیں اور بھی بدقسمت بنا دیں گے ۔

قسمت، محنت اور تدبیر وہ پہیے ہیں جو زندگی کی گاڑی کو چلا رہے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی کم ہے تو

گاڑی نہیں چل سکتی - مثل مشہور ہے کہ محنت تقدیر کا دایاں ہاتھ ہے اور مصیبت اس سے بھاگتی ہے
جو شخص اپنے روزمرہ کے کاروبار میں محنتی ہے جلد دیکھو گے کہ وہ امیروں کے دہنے ہاتھ کھڑا ہے ؞
کامیابی کا زینہ بہت سی ناکامیوں کی سیڑھیوں سے بنا ہوا ہے ؞
زندگی کے ہر لمحے میں تخم بکھیرتے جاؤ تاکہ کسی دن ایک باغ لگا ہوا پاؤ ؞
ترقی کے معراج پر وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو آئندہ بہتری کے لیے موجودہ عارضی عیش کو چھوڑنے کے لیے ہر وقت تیار ہے ؎

یہ عزم تیرا ابھی سے دمساز ہو کیونکر   اسباب نہ ہوں جمع تو آغاز ہو کیونکر
؎ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا   سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

اگر چاہتے ہو کہ افلاس، ذلت، بدصورتی اور بے ایمانی تمہارے گھر نہ آنے پائے تو بیکاری کو پاس نہ آنے دو ؞
افسردگی روح کے لیے سب سے بڑی بیماری ہے - اگر انسان اس بیماری سے بچنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ کسی نہ کسی شغل میں لگا رہے ؞
خدا ئے رزاق ہر پرندے کو خوراک دیتا ہے لیکن اُن کے گھونسلے میں نہیں پھینکتا ؞
جس شخص میں خود اعتمادی کا مادہ نہیں، وہ دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتا ؞
انسان پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ دنیا کی خدمت کرے - پس بہتر ہے کہ وہ خود بخود کوئی مناسب کام اپنے لیے تجویز کرے - ورنہ ناگوار خدمت کا جوا زبردستی اس کی گردن پر رکھ دیا جائے گا جس کے اٹھانے کی وہ تاب نہ لا سکے گا ؎

ہمت بلند دار کہ نزدِ قضا و قدر   باشد بقدرِ ہمتِ تو اعتبارِ تو

ہر ایک بڑا کام متواتر عرق فشاں کوششوں اور دل خراش ناکامیوں کا نتیجہ ہوتا ہے ؞
دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں - ایک وہ جو سوچتے ہی رہتے ہیں اور کرتے کچھ نہیں - ان سے کچھ بن نہیں آتا - دوسرے وہ جو تاب شتاب بلا سوچے سمجھے ہر ایک طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ہر طرف سے منہ کی کھاتے ہیں - تیسرے وہ جو سوچتے بھی ہیں اور کرتے بھی جاتے ہیں یہی خوش قسمت آخر مٹی کو سونا بنا لیتے ہیں ؞ ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

جب تم کوئی نیک کام کرنا چاہو تو باتیں ہی نہ بناتے رہو - سوچو اور سوچ کر شروع کر دو ضرور غیب سے تمہیں کچھ امداد ملے گی مثل ہے کہ آغاز و انجام آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ؎

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار   از ہمتِ بلند بجائے رسیدہ اند

کامیابی کی دیوی پہلے تمہارے بازوؤں پر آ کر کھڑی ہوتی ہے جب دیکھتی ہے کہ وہ اس کے بوجھ سے نہیں لچکتے تو وہ تمہاری مدد کر کے راستہ صاف کر دیتی ہے اور تمہیں منزلِ مقصود پر پہنچا دیتی ہے +

کام کرنے والے کو صرف ایک شیطان ستاتا ہے مگر کاہل کو ہزاروں + ؎

سختیِ راہ کھینچیے منزل کے شوق میں   آرام کی تلاش میں ایذا اُٹھائیے

قوتِ ارادی تمام ترقیوں کا راز ہے ، اور انسانیت کا سب سے پہلا مقدس وصف ہے جس شخص میں یہ وصف نہیں وہ انسانی جامہ میں حیوان ہے + ؎

استقامت ہے عجب شے نہیں جس میں لغزش   نخل کا پاؤں زمیں پر نہ پھسلتے دیکھا

کامیابی کے لیے لیاقت و قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی محنت اور استقلال کی ؎

تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش   گُلِ مراد ہے منزل میں خار راہ میں ہے

؎ بے زحمت بر نبود دہقان کہ در زیر زمیں تخمے   بریزد و بیخ دریابد شاخ و گیرد برگ آرد بر

جب دل کی مرضی ہوتی ہے تو کام کے لیے آپ سے آپ راہیں نکل آتی ہیں۔ جس کام میں پوری طاقت، پورا شوق، پورا استقلال اور پوری توجہ لگا دی جائے ممکن نہیں کہ اُس میں پوری کامیابی نہ ہو۔ وہی کام اُدھورے رہتے ہیں جن میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ ہوشیار، دیانت دار، سمجھدار اور محنتی شخص اگر اپنے کاروبار میں کامیاب نہ ہوں تو جان لو کہ اُن کے طریقِ کار میں ضرور کوئی نقص ہے۔ جس کے رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے +

چھوٹی چھوٹی باتوں میں لاپروائی کرنا وہ چٹان ہے جس سے بہت سے نوجوان ٹکر کھا کر ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہو گئے ہیں ؎

مُوئے سر کردم سفید و ہیچ کارم سر نشد   دست و پائے می زنم اکنوں کہ آب از سر گذشت

؎ تساہل مٹا دے گا بیکار کو   کہ زنگار کھا جائے تلوار کو

ہر ایک معاملہ میں یہ کہہ دینا کہ "چلو دیکھا جائے گا" بظاہر تو بہت آسان ہے۔ مگر یاد رہے کہ اِسی "دیکھا جائے گا" کے دو لفظوں نے عالم کو تباہی میں ڈال رکھا ہے +

"بس یہی کافی ہے" کا مقولہ نہایت ہی ناکافی اور تباہی لانے والا ہے۔ اسی ایک مقولہ سے لاکھوں زندگیاں تباہ ہو گئیں، چال چلن بگڑ گئے، فوجیں شکست کھا گئیں، شہر جل کر راکھ ہو گئے، سلطنتیں ہاتھ سے جاتی رہیں اور ہزاروں تجویزیں خاک میں مل گئیں +

پیشہ یا کام خواہ کیسا ہی خوفناک یا مُضر صحت ہو مگر اس میں بھی کاہلی سے زیادہ خوشی اور تندرستی ہوتی ہے۔ عقلمند آدمی یہ نہیں سوچتا کہ وہ کونسا کام کرے اور کونسا کام نہ کرے۔ بلکہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کام کرتا ہی رہتا ہے +

ایک یونانی شعر کا مطلب ہے کہ "دیوتا ہمارے ہاتھ خوشی بیچتے ہیں۔ جس کی قیمت میں رنج و محنت نہ ہو، خوشی مول ہی نہیں لی جا سکتی"۔

نہ گردد رفعتِ دُنیائے دُوں بے کشمکش حاصل بہ گردون خیمہ اچندیں طناب اُفتد کہ برخیزد

اجرامِ فلکی ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں۔ اہلِ زمین کے لیے قدرت کی طرف سے یہ ایک انتباہ ہے کہ تم بھی ہمیشہ گردش و حرکت میں رہو۔ ع ابر و باد و مہ و خورشید ہمہ در کار اند الخ

کُوک کا مقولہ ہے کہ بہت سے کام نہیں بلکہ ایک ہی کام بہت سا کرنا چاہیے۔ ایمرسن کہتا ہے کہ "زندگی بھر میں عقلمندی کا ایک کام یکجائیت ہے اور ہزار خرابی ہرجائیت۔ اِس دُنیا میں جس قدر بڑے شخص ہو گذرے ہیں، اُنھوں نے اپنی طاقتوں کو یک سُو کیا ہے۔ اُنھوں نے ایک مرکز پر اُس وقت تک اپنے ہتھوڑے سے متواتر چوٹیں لگائی ہیں، جب تک کہ اُن کا مقصد پُورا نہیں ہو گیا۔ زمانے میں صرف وہی لوگ کامیاب ہُوئے ہیں، جنھوں نے صرف ایک خیال کو مدِ نظر رکھ کر اُس کے لیے کوشش کی ہے۔ انتشار کامیابی اور کاروباری زندگی کے لیے بدترین لعنت ہے"۔

اگر تم ایسے محنتی شخص سے اُس کی زندگی کا مقصد دریافت کرو تو وہ جواب دے کہ مجھے تو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہُوا کہ مَیں کیا کر رہا ہُوں لیکن مجھے اپنی جفاکشی اور مستقل مشقت پر پُورا بھروسہ ہے۔ اور میں نے مصمّم ارادہ کر لیا ہے کہ مَیں عُمر بھر دیر سویر کھودتا ہی رہُوں گا۔ کبھی نہ کبھی تو سونا چاندی یا اگر اور کچھ نہیں تو بولا ہی ہاتھ لگ جائے گا۔ لیکن وہ شخص جو ہمیشہ اِدھر اُدھر کچھ پانے کے لیے دیکھتا رہتا ہے۔ وہ کبھی کچھ نہیں پاتا۔ اگر ہم کسی خاص چیز کی تلاش نہیں کرتے تو ہمیں اِس سے نفی کے سوائے کچھ نہیں ملتا۔ دیکھو صرف شہد کی مکھی ہی ایسا کیڑا نہیں ہے جو پھولوں پر پھِرتا ہے۔ اور کیڑے بھی پھرتے ہیں لیکن شہد صرف وہی لے جاتی ہے، باقی کیڑوں کے ہاتھ کبھی شہد نہیں آتا۔ اِسی طرح اگر ہم نے اپنی جوانی کی محنتوں اور مطالعہ سے کچھ مسالا تو جمع کیا ہے لیکن اپنے آئندہ کام کے متعلق ہم کوئی خاص خیال اپنے دل و دماغ میں نہیں رکھتے تو یاد رہے کہ واقعات کا کوئی ماجمگاد اِس مسالے کو شاندار شکل عطا نہیں کر سکے گا۔

درد ہر کسے بہ گلعذارے نرسید تا بردلش از زمانہ خارے نرسید
در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نہ شُد دستش بسرِ زلفِ نگارے نرسید

کامیاب اور ناکامیاب اشخاص کا بڑا فرق اُن کے کام کی مقدار میں نہیں ہوتا بلکہ اِس کام پر صرف شدہ فہم و فراست میں ہوتا ہے۔ بہت سے شخص جو نہایت شرمناک طور پر ناکامیاب ہوتے ہیں اُسی محنت سے کام کرتے ہیں، جو اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لیے بھی کافی کہی جا سکے لیکن اُن کا طریق کار اور اُن کی محنت سب اٹکل پچّو ہوتی ہے۔ وہ ایک ہاتھ سے بناتے اور

دُوسرے ہاتھ سے بگاڑ دیتے ہیں۔ وہ موقعوں کو قابو میں لا کر اُن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اُنھیں
دُوسرے ہاتھ سے بگاڑ دیتے ہیں۔ وہ موقعوں کو قابو میں لا کر اُن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اُنھیں
باعزت شکستوں کو شاندار فتح کی صُورت میں تبدیل کرنے کا ہُنر نہیں آتا۔ اُن کے پاس کامیابی کا
تانا بانا یعنی کافی قابلیت اور وقت کی کثرت دونوں موجود ہیں لیکن وہ ہمیشہ خالی نلی پھینکتے رہتے
ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی کا کپڑا کبھی تیار نہیں ہوتا۔

چارلس ڈکنس سے ایک موقع پر کامیابی کا راز دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا "مَیں نے
کبھی ایسے کام کو ہاتھ نہیں لگایا جس میں مَیں اپنی تمام طاقتوں کو صرف نہ کر سکا"۔

چارلس کنگسلے نے کہا تھا "مَیں جو کام کرتا ہُوں اُس میں ایسا مصروف ہوتا ہُوں۔ گویا اِس
وقت دُنیا میں اس کام کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں رہا" محنتی انسانوں کی کامیابی کا راز یہی ہے۔
سب جانتے ہیں کہ کالرج کی دماغی طاقتیں حیرت انگیز تھیں لیکن اِس کے سامنے کوئی خاص
مقصد نہ تھا۔ وہ ہمیشہ دماغی انتشار کی حالت میں رہتا تھا۔ اِس لیے اُس کی زندگی نہایت
ناکامیاب رہی۔ کیونکہ انجام کی خرابی ابتدا کی بُرائی سے ہوتی ہے۔

ماہرین کیمیا بتاتے ہیں کہ گھاس کی ایک ایکڑ زمین میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اگر ہم اسے
ایک سٹیم انجن کے پسٹن راڈ میں جمع کر سکیں تو دُنیا بھر کی تمام چکیوں، کارخانوں اور دخانی گاڑیوں
کو چلا سکتی ہے۔ لیکن یہ منتشر ہے اس لیے تقریباً فضول ہے۔

فوول بکسٹن کا قول ہے کہ "جس قدر میری عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے، اُسی قدر مجھے اِس امر کا زیادہ
یقین ہوتا جاتا ہے کہ وہ بات جو کمزور کو طاقتور سے اور ادنیٰ کو اعلیٰ سے متمیز کرتی ہے، وہ
صرف اٹل ارادہ ہے، جو ایک دفعہ قائم ہو کر موت حاصل کرتا ہے یا فتح پاتا ہے"۔ —

سرورِ عالم سے یہ منقول ہے　　اہلِ ہمت بندہ مقبول ہے

کارلائل کہتا ہے کہ یک سُوئی طبیعت سے کوئی کام شروع کر کے کمزور سے کمزور انسان بھی
کچھ کر کے دکھلا سکتا ہے۔ مگر منتشر طبع شخص مضبوط اور طاقتور ہونے کے باوجود بھی بہت سی طرف
اپنا دھیان بٹانے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ پانی کا ایک قطرہ کسی جگہ لگاتار ٹپکتا رہے تو آخرکار
وہ ایک مضبوط چٹان میں بھی سُوراخ کر دیتا ہے۔ لیکن جلد باز لہریں زور شور سے آتی ہیں اور چٹان
سے گزر جاتی ہیں۔ اور اُن کا نشان تک پیچھے نہیں رہتا۔

لندن میں ایک شخص تھا۔ وہ لوگوں کا سامان ڈھویا کرتا، پیغام رسانی کرتا، یہودیوں کی زبان کی
ترجمانی کرتا اور ہر مضمون پر نظم بھی لکھ دیا کرتا۔ مگر اسے ان سب میں سے کسی میں بھی کامیابی نہ تھی
کسی نے کیا خوب کہا ہے "زاہد خام سے مے خوار پختہ اچھا"۔

دُنیا میں ہر ایک بات کا نتیجہ اشتباہ پر مبنی ہے۔ سوائے محنت کے کہ یہ یقیناً اپنا پھل لاتی ہے یہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جس شخص نے محنت یا تکلیف سے ذرا بھی جی چُرایا یا کسی غیر متوقع مشکل کے نمودار ہونے سے استقلال کو ہاتھ سے جانے دیا، وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو انہی مشکلات کا مقابلہ کرنے کا نام زندگی اور اُن پر غالب آجانے کا نام کامیابی ہے ؎

اہلِ غفلت را بدُنیا نیک و بد معلوم نیست خوابِ شب تعبیر خواہد یافت چوں فردا شود

؎ میارا بزم بر ساحل کہ آنجا ہوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و در موجش بیاویز حیاتِ جاودانی در ستیز است

؎ موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست ما زندہ بآنیم کہ آرام نہ گیریم

جب خُدا نے عزت کو پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی تکلیف و مشقت کو پیدا کیا۔ اور جب ذلت کو پیدا کیا تو اس کے ساتھ آرام و آسائش کو پیدا کیا۔ لہٰذا یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں +

ہر ایک کام کے آغاز میں مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے اور کام جتنا زیادہ اچھا ہوتا ہے اُتنی ہی زیادہ دقتیں اس کی تکمیل میں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ درحقیقت مشکل کاموں ہی کی انجام دہی میں کچھ لطف حاصل ہوتا ہے، ورنہ آسان کام تو ہر شخص کر سکتا ہے اور ان کا کرنا مشکل ہی کیا ہے لہٰذا مشکل کام کے انجام دینے کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ استقلال سے کام لیا جائے +

؎ دادیم ترا گنجِ مقصود نشاں گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

انسان جو کچھ بننا چاہے بن سکتا ہے۔ لہٰذا اپنی بہبودی اور ترقی کے معمار آپ ہو۔ تمہارے جیسی عمارت دوسرا تمہارے لیے ہرگز نہ بنا سکے گا۔ تمہاری مدد کے لیے تمہارے دونوں ہاتھ کافی ہیں جسمانی قویٰ سے روحانی طاقت کے ماتحت کام لو۔ آفاتِ آسمانی بھی رحمتِ یزدانی بن جائیں گی دُنیا جدوجہد کا ایک وسیع میدان ہے جس میں ترقی کے لاانتہا راستے ہر طرف کھلے ہیں۔ یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ محنت اور کوشش سے ان راستوں کو طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤ +

؎ بیکار انسان مُردے سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ مُردہ کم جگہ روکتا ہے +

ہے دیانت زندگی کی سعیِ انسان تا بگور خود بخود بے موت مرجانا خیانت ہے ضرور

؎ موت کیا چیز ہے بیکاریِ اعضا و حواس زندگی کیا ہے یہی کاوشِ انجامِ عمل

محنت وہ سنہری سکہ ہے جس کے ذریعے سے ہم کو ہر شے جو ہمارے لیے ضروری ہو، حاصل ہو سکتی ہے +

ذہانت بغیر محنت کے پیٹ کے اخراجات میں پڑی سڑتی ہے۔
بدی کا علاج ہو سکتا ہے سستی کا نہیں۔ کاہل آدمی کو ہر ایک کام شیر معلوم ہوتا ہے جو اس کی جان لینے کے لیے موجود ہے ؎

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے — بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہے
بے خون پیے لقمۂ تر کس کو ملا ہے — بے جور کشی تاج ظفر کس کو ملا ہے
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے — بے کاوشِ جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے

جو رتبۂ والا کے سزاوار ہوئے ہیں
وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں

دُنیا کا وسیع میدان زبانِ حال سے دعوت دے رہا ہے کہ اے فخرِ کائنات! میں تمہاری جست و خیز کے لیے بنا ہوں۔ پاؤں کے گھوڑے سواری کے لیے حاضر ہیں مشعل چشم رہبری کرتی ہے۔ ہاتھ ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ پس اے مردِ خدا! اب تو اور کس امداد کا منتظر ہے ؎

اس راہ میں مقام بے محل ہے — پوشیدہ قرار میں اجل ہے

کُنج تنہائی کا وعظ کہنے والے مجلسی زندگی کے سوا قدرت کی خلاف ورزی کے بھی مجرم ہیں۔ انسان پتھر نہیں ہے کہ بے حس و حرکت پڑا رہے۔ درخت نہیں ہے جو ایک جگہ گڑا رہے۔ دیوار نہیں ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے۔ مٹی کا روڑا نہیں ہے جو کہیں اڑا رہے۔ نگینہ نہیں کہ جڑا رہے۔ وہ انسان ہے اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ پھلے پھولے اور محنت کر کے اپنی زندگی کو بھی قائم رکھے اور خلقِ خدا کو بھی فائدہ پہنچائے۔

تنہائی بالعموم ہموم و غموم اور رنج و ملال کا موجب ہوتی ہے۔ انسان جب مغموم ہونے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے جذبات مُردہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی خود پیدا کردہ مصائب انگیز زندگی نیا پہلو بدلنے کی کوشش نہیں کرتی۔ کیونکہ غم کا سب سے بڑا علاج مصروفیت ہے۔ اور رنج و غم ایک بدترین لعنت ہے۔ جس کو بدنصیب لوگ خود خریدتے ہیں ؎

جہاں میں جنھیں کام سے کام ہے — انھیں کام میں لطف و آرام ہے

بہت سے لوگ صرف اتنی بات سے بڑے بڑے مصنف ہو گئے کہ وہ ایک پنسل اور نوٹ بک جیب میں رکھتے تھے۔ اور جب کوئی اچھا خیال سوجھتا تھا تو نوٹ کر لیتے تھے۔
کسی کام کو جو آج ہو سکتا ہے کبھی دوسرے دن پر مت ڈالو بلکہ آج کرنے کی بجائے ابھی کر ڈالو ؎

غنیمت ہے دم کچھ کرو کام کاج ہوا چل رہی ہے اڑا لو اناج

وقت کے چھوٹے چھوٹے لمحے سونے کے قیمتی ذرے ہیں، اُنھیں بیکاری کے کھنڈرات میں بکھیر کر ضائع مت کرو، کیونکہ وقت خدا کی امانت ہے جس کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مجرمانہ خیانت ہے ۔

نہ کر عمر کی اِک بھی ضائع گھڑی کہ ٹوٹی لڑی جب کہ چھوٹی کڑی

تم اپنے جسم و جان کو ہر وقت علم و عقل کے سان پر رگڑتے رہو، ورنہ بیکاری اور کاہلی کا زنگار اُسے لوہے کی طرح ایسا لگ جائے گا کہ پھر اُتارے سے نہ اُتر سکے گا ۔

جو پھولوں کی سیجوں پہ لیٹا کرے بڑا ہو کے کانٹے سمیٹا کرے

اگر تم چند مشکلات کے باعث کسی کام کو کل پر رکھنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ اِس التوا سے وہ مشکلات کم نہ ہوں گی بلکہ بہت بڑھ جائیں گی +

جو شخص کام کو وقت پر کر لینے کا عادی نہیں، وہ فی الحقیقت اپنا مالک آپ نہیں ضرور اُسے کسی دوسرے کا غلام ہونا پڑے گا +

کامیابی کی پہلی منزلیں کم ہمت اور پست فطرت لوگوں سے فرو رہ جاتی ہیں۔ لیکن اولوالعزم شہسوار اسپ ہمت کی باگیں اٹھائے آگے نکل جاتے ہیں۔ تھوڑی دور چل کر وہ دیکھتے ہیں کہ تمام میدان ان کی جدوجہد اور تگ و تاز کے لیے خالی پڑا ہے ۔

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

مذمتِ سُوال

بھیک مانگنے کی جس قدر مذمت اسلام میں کی گئی ہے شاید ہی کسی مذہب میں کی گئی ہو کچھ کم ڈیڑھ سو روایتیں سوال کی مذمت میں حدیث کی مختلف کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ سوال کے انسداد کو رسول خدا صلعم اِس قدر مہتم بالشان تصور فرماتے تھے جس طرح آپ توحید اور نمازِ پنجگانہ کی تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کو سوال سے باز رکھنے میں ہمتِ عالی مصروف رکھتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ ہم آٹھ یا سات آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے ہم سے فرمایا۔ "کیا تم خدا کے رسول سے بیعت نہیں کرتے"؟ ہم نے فوراً ہاتھ بڑھایا۔ مگر چونکہ ہم چند ہی روز پہلے

بیعت کر چکے تھے۔ ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم تو ابھی بیعت کر چکے ہیں۔ اب آپؐ ہم سے کس بات پر بیعت لیتے ہیں"؟ آپؐ نے فرمایا "اس بات پر کہ خدا کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور احکام الٰہی بجالاؤ۔ اور پھر آہستہ ارشاد فرمایا۔ "وَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا"۔ یعنی لوگوں سے کچھ نہ مانگو ؛

اس روایت کے بعد عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد لوگوں میں سے جنہوں نے بیعت کی تھی، بعض لوگوں کو دیکھا کہ اگر کسی کے ہاتھ سے سواری کی حالت میں کوڑا گر جاتا تھا تو وہ اس خیال سے کہ یہ بھی کہیں سوال میں داخل نہ ہو، کسی راہ چلتے سے اپنا کوڑا نہ مانگتا تھا؛

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیعت مذکورہ کا اصل مقصد خاص کر سوال کرنے کی بُرائی اُن کے ذہن نشین کرنی تھی۔ اور جن باتوں کی تصریح پہلی بیعت میں فرما چکے تھے اُن کی تکرار اس موقع پر صرف بطور یاددہانی کے تھی نہ کہ اصل مقصود۔ نیز بیعت کرنے والوں کا بعد بیعت کے سوال سے اس قدر بچنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیعت کا اصل مقصد صرف سوال کرنے کی ممانعت تھی اور بس ؛

بیشمار روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم سائل سے نہایت نفرت کرتے۔ اور جو شخص بغیر اضطراری حالت کے سوال کے ذریعے سے کچھ وصول کرتا تھا۔ اس کو اس کے حق میں حرام سمجھتے تھے۔ اور جو شخص ایک وقت کی خوراک موجود ہونے پر سوال کرے اُس کی نسبت فرماتے تھے کہ وہ اپنے لیے کثرت سے آتش دوزخ طلب کرتا ہے۔ اور بار بار آپؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت پر لائے اور اس کو فروخت کرے تاکہ خدا تعالےٰ اُس کی حاجت رفع کر دے، یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے۔ پھر وہ اُس کو کچھ دیں یا دھتکار دیں ؛

آنحضرت صلعم ایک روز مع اصحابؓ مکان کے باہر تشریف فرما تھے، کہ ایک شخص کا گذر وہاں سے ہوا۔ لوگوں نے کہا "یا حضرت! یہ شخص شبانہ روز مصروف عبادت رہتا ہے"۔ حضرتؐ نے فرمایا "پھر اس کے کھانے پینے کا گزارہ کس طرح چلتا ہے"؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا بھائی اس کے خورد و نوش کا کفیل ہے"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اس کے بھائی کا درجۂ ثواب اس کی عبادت سے بہت زیادہ ہے، جو کہ اس کو کھلا پلا کر عبادت کے قابل بناتا ہے"۔ نتیجہ یہ کہ عبادت کے ساتھ کسب حلال بھی اوّل ترین لازمۂ عبادت ہے۔ ورنہ دوسروں پر اپنا بوجھ ڈال کر عبادت کرنا سُود مند نہیں۔ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہِ ؂

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

؎ سختی اٹھا کے جامۂ ہستی اُتار ڈال	زنہار دوشِ خلق پہ اپنا نہ بار ڈال

عائذ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر تم لوگ جانو کہ سوال کرنے کے کیا نتائج ہیں تو کوئی شخص سوال کرنے کے لیے دوسرے شخص کی طرف رُخ نہ کرے" ۔

اس کے سوا متعدد روایتوں کے فحوائے کلام سے پایا جاتا ہے کہ آپ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے سے خوش نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ابو سعید سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ "قسم ہے خدا کی جو سائل میرے پاس سے اپنا مطلب حاصل کر کے لے جاتا ہے، وہ مطلب نہیں ہے اس کے حق میں مگر ایک آگ"۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ "پھر آپؐ کیوں اس کا مطلب پورا کرتے ہیں"؟ آپؐ نے فرمایا۔ "کیا کیا جائے، لوگ تو مانتے نہیں اور خدا تعالیٰ ردِ سوال کو مجھ سے پسند نہیں کرتا" ۔

انصار میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں کچھ مانگنے کو حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ہے"؟ اس نے عرض کیا۔ "کیوں نہیں ایک موٹی سی کمبلی ہے، اسے اوڑھتا ہوں کچھ بچھاتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں"۔ آپؐ نے فرمایا: "دونوں میرے پاس لے آؤ"۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر لوگوں سے فرمایا: "ان کو کوئی خریدتا ہے"؟ ایک شخص بولا۔ "میں ایک درم کو خریدتا ہوں۔" پھر آپؐ نے دو یا تین بار فرمایا۔ "کوئی ایک درم سے زیادہ دے سکتا ہے"؟ ایک شخص نے کہا "میں دو درہم دیتا ہوں"۔ آپ نے کمبلی اور پیالہ اس کو دے کر اس سے دو درہم لے لیے اور اس انصاری کو فرمایا۔ "ایک درہم کا تو کھانا لے کر اپنے گھر پہنچا اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا۔ وہ کلہاڑی خرید لایا۔ آپؐ نے دستِ مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اس میں ٹھونک دیا اور فرمایا "جا! لکڑیاں کاٹ اور بیچ۔ اب میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھوں"۔ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے لگا۔ پھر جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس نے کچھ تو ان سے کپڑا خریدا اور کچھ کھانے کا سامان مول لیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "یہ تیرے لیے بہتر ہے کہ جب تو قیامت کے دن آئے تو تیرے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو۔ دیکھ سوال کرنا صرف اس شخص کو حلال ہے جو سخت محتاج اور معذور ہو۔ یا جس کے ذمے بھاری تاوان ہو یا جس کی گردن پر خون بہا ہو" ۔

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کی آواز سنی اور یہ سمجھ کر کہ بھوکا ہے، اس کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی آواز پھر سنائی دی معلوم ہوا کہ یہ وہی سائل ہے اور کھانا کھانے کے بعد اب پھر مانگتا ہے۔ آپ نے اس کو بلوایا اور دیکھا کہ اس کی جھولی

روٹیوں سے بھری ہوئی ہے۔ آپ نے جھولی کا ایک سرا پکڑ کر اُس کو اونٹوں کے آگے جھاڑ دیا اور فرمایا "تو سائل نہیں ہے بلکہ تاجر ہے"۔

قبیصہ بن مخارق سے روایت ہے کہ میں کسی شخص کا ضامن ہو گیا تھا۔ میں نے رسُول اللہ سے درخواست کی کہ میری ضمانت ادا کرنے کا انتظام کر دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "ذرا توقف کرو ہمارے پاس زکوٰۃ کا مال آجائے تو تم کو اس میں سے دے دیں گے"۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ "اے قبیصہ! سوال اِن تین شخصوں کے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے:

اوّل وہ شخص جو سخت آفت میں مبتلا ہو۔ جس سے اِس کا مال ضائع ہو گیا ہو۔ اس کو بقدرِ ضرورت سوال کرنا حلال ہے۔

دُوم وہ شخص جو کسی کا ضامن ہو، اس کو بقدرِ ادائے ضمانت سوال کرنا حلال ہے۔ اس کے بعد سوال سے باز رہنا چاہیے۔

سُوم وہ شخص جس کو فاقہ، ضرورتِ شدید درپیش ہو اور اُس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اُس کی ضرورت کی تصدیق کریں۔

اے قبیصہ! اِن تینوں صُورتوں کے سوا جو کوئی سوال کرے، وہ مالِ حرام کھاتا ہے"۔ اس کے بعد فرمایا "جو شخص ہاتھ پھیلا کر سوال کرے یعنی گدائی پیشہ ہو اُسکی گواہی رد کی جاتی ہے"۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر شدید احتیاج کے سوال کرے، وہ گویا شراب پیتا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پُوچھا کہ سب سے ہلکی چیز دُنیا میں کون سی ہے؟ فرمایا "کہ مانگ کھانے والی جماعت"۔ کہا کہ پھر اسے ہوا کیوں نہیں اُڑا لے جاتی؟ فرمایا "ڈرتی ہے کہ مجھ سے بھی کچھ مانگ نہ لے"۔

علم الاقتصاد کے علماء کا اتفاق ہے کہ جس قدر بھیک مانگنے والوں کی تعداد کسی قوم میں زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر زیادہ خرابیاں اِس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے (۲) دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہوتی ہے (۳) سعی و محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہوتی ہے (۴) کاہل اور رفاقہ مست لوگوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے (۵) بے حیائی اور بے حمیتی کو ترقی ہوتی ہے (۶) مفت خوری کی وجہ سے قوم میں آوارگی اور بداطواری کو ترقی ہوتی ہے۔

اِن کے سوا اور بہت سی خرابیاں بیان کی جا سکتی ہیں۔ مگر حدیثِ نبویؐ نے چند ہی لفظوں میں اِن تمام خرابیوں کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ اِس قسم کی جامعیت یعنی کم سے کم الفاظ میں

زیادہ مطلب ادا کرنا آنحضرتؐ کے کلام بلاغت نظام کی ایک اہم ترین خصوصیت ہے جو کسی فلسفی یا حکیم کے کلام میں نہیں پائی جا سکتی +

حدیث مذکورہ کے روحانی پہلو پر غور کیا جائے تو اس کے الفاظ کی جامعیت اور بھی حیرت انگیز ہے۔ تمدنی خرابیوں سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو سوال کی عادت رفتہ رفتہ طرح طرح کے روحانی امراض میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مثلاً:

(۱) خدا پر توکل نہیں رہتا۔ وہ خدا کو گویا بھیک مانگنے کا آلہ قرار دیتا ہے۔ ایسے ہی شخص کی نسبت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے: "ملعون ہے وہ شخص جو اللہ کا نام لے کر سوال کرے" +

(۲) رسولؐ کی وقعت بھی اس کے دل میں نہیں رہتی۔ وہ جانتا ہے کہ بھیک مانگنے میں خدا کے رسولؐ کا واسطہ دینے سے خواہ مخواہ مسلمان آدمی کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا +

(۳) قیامت کے دن کا اعتقاد بھی برائے نام رہ جاتا ہے۔ حلال ذریعہ سے روزی کمانا اور محنت و مشقت کرنا ہر شخص کا فرض ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا یقیناً گناہ اور قابلِ مواخذہ ہے۔ مگر عادی سائل کے دل میں یہ خیال سما جاتا ہے کہ محنت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے دوسرے لوگ بنائے گئے ہیں۔ اور دوسروں کی کمائی پر گزارہ کرنا ہمارے لیے حلال ہے۔ اور یہ بات عقلاً و شرعاً باطل ہے ؎

گر توکل مے کُنی با کار کُن کسب کُن پس تکیہ بر جبار کُن

(۴) ایسا شخص کفرانِ نعمت کا بھی مجرم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے اس کا چھپانا اور باوجود استطاعت کے مفلسی کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے +

(۵) بالآخر کذب و ریاکاری کا جو سخت ترین گناہ ہیں مرتکب ہوتا ہے اور ان باتوں کو اپنی کامیابی کا بہترین ذریعہ قرار دیتا ہے +

(۶) سائل ذلیل و خوار ہوتا ہے مسئول کے نزدیک۔ بلکہ جو کوئی اس پر مطلع ہوتا ہے وہ بھی اسے ذلیل سمجھتا ہے۔ عزت کا جانا، نظروں سے گرنا، آبروریزی، نا ملائم باتوں کا برداشت کرنا، مجالس میں اس کی طرف اعتنا نہ ہونا، اور اس کی بات پر کان نہ دھرنا اور اس کے وعظ و پند کا تاثر نہ کرنا، یہ سب کچھ سوال کی بدولت ہوتا ہے۔ اور شرع و عقل و عرف میں روا نہیں ہے کہ انسان اپنے تئیں ذلیل کرے +

اگر فقیر دربدر بھٹکتا پھرتا ہے تو اس میں اور کتے میں فرق ہی کیا ہے؟

جنابِ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: "ہاتھ تین ہیں: اوّل دستِ خداوند جو کہ سب سے بالا ہے۔ دوسرے دستِ دہندہ یعنی دینے والے کا ہاتھ جو کہ دستِ خداوند کے نیچے ہے۔ تیسرا دستِ گیرندہ یعنی

لینے والے کا ہاتھ جو کہ پست ترین ہے۔ نیز فرمایا "سوال بدترین ذلت ہے خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو"۔

جناب جعفر صادق نے فرمایا "خدا رحمت کرے اس بندے پر کہ جو پارسا ہو اور لوگوں سے سوال نہ کرے"۔

حضرت حسن بصری سے کسی شخص نے سوال کیا کہ جو شخص کسب کا محتاج ہو، اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز کو جائے تو اسے اس دن سوال کی ضرورت ہوگی"۔ آپ نے فرمایا "وہ مزدوری کرے اور نماز تنہا پڑھ لے"۔

اے سکے درویش! گو دڑی کے سینے سے پہلے اگر تو اپنے لب سوال کو سئے تو بہتر ہے۔

مشفضل بن قیس نے فرمایا "میں ڈرتا ہوں تم کو اس بات سے کہ لوگوں کو اپنا سب حال نہ سناؤ کہ ان کے نزدیک ذلیل و خوار ہوگے۔ اور مومن کا شرف اس میں ہے کہ بوقت شب عبادت میں کھڑا رہے۔ اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے"۔

حضرت علیؑ کا قول ہے "اے بنی آدم! تیرا چہرہ آب منجمد ہے کہ سوال اس کو ٹپکاتا ہے پس دیکھ کر اس کو کس کے پاس ٹپکاتا ہے"۔

جناب سید امام باقرؑ نے فرمایا کہ "لوگوں سے اپنے حوائج طلب کرنا اپنی عزت کھونا ہے۔ اور حیا سے ہاتھ اٹھانا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، اس سے ناامید ہونے میں عزت مومن ہے اور ان کی طرف طمع کرنا فقیری ہے۔ اور جو کوئی اپنی پریشانی لوگوں پر ظاہر کرے، اس نے اپنے تئیں رسوا کیا اور بڑی دولت مندی یہ ہے کہ انسان ترک سوال کرے اور بدترین فقر ملازمت مذلت ہے۔

بڑے آدمیوں کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ بدلہ دیے بغیر کسی سے کوئی چیز لینا گوارا نہیں کرتے۔

جو شخص مانگنے کی عادت ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (حدیث)

نیز فرمایا کہ دانتوں کا اکھاڑ ڈالنا، تنگی زنداں، عذاب جان کندنی، یوم گذشتہ کا واپس ہونا، آگ سے جل جانا، گھر کو فروخت کردینا، چند فلس کو بازار کھینچے پھرنا، قتل عمد، خون کا پینا، غم کا اٹھانا اور زندہ درگور ہوجانا۔ یہ جملہ امور آسان تر ہیں اس بات سے کہ کھڑے ہو اس گھر کے دروازے پر جس کے دربان تیرے ساتھ ترش روئی سے ملیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ البتہ تیرے دل میں افتقار جمع ہونا چاہیے لیکن لوگوں سے تجھ کو استغنا ہو۔ تیرا افتقار ان کی طرف ہو۔ نرم بات کہنے میں اور خندہ پیشانی میں یعنی صحبت مکالمہ اور ملاقات میں ایسا نرم اور خنداں ہو، جیسے کوئی حاجتمند ہوتا ہے۔ اور تملق کرتا ہے اور بایں ہمہ کوئی خواہش و حاجت طلب نہ کر کہ اس میں عرض باقی اور عزت محفوظ رہے گی۔ مثل مشہور ہے۔ رب سے مانگ سب سے نہ مانگ۔

جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا "اے بیٹا! مَیں نے صبر کو چکھا اور پوستِ درخت کو کھایا پس مجھے کوئی چیز تلخ تر فقر سے معلوم نہ ہوئی۔ اے بیٹا! خدانخواستہ اگر تو کبھی اِس میں مُبتلا ہو جائے تو لوگوں کو اِس پر مطلع نہ کرنا کہ تجھے خوار کریں گے۔ اور کچھ نفع ان سے نہ پہنچے گا۔ پس تو رجوع کر اس کی طرف کہ جس نے تجھے اِن میں مُبتلا کیا ہے۔ پس وُہی توانا تر ہے اس کی کشادگی پر۔ وہ کون ہے کہ جس نے اس سے چاہا اور نہ ملا ہو یا اس پر تکیہ کیا ہو اور نجات نہ پائی ہو +

جناب جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ خُدا تعالیٰ نے مومن کی طرف اس کے جمیع کاموں کو تفویض کیا ہے اور تفویض نہیں کیا اس کو کہ وہ ذلیل رہے۔ آیا تو نے نہیں سُنا ہے کہ پروردگار عالم فرماتا ہے:
وَلِلّٰہِ العِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ پس مومن عزیز ہے۔ اور ذلیل نہیں ہوتا ہے +

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسب چھوڑ کر مسجد میں مت بیٹھو۔ اور یہ دُعا مانگو کہ اے اللہ! مجھے رزق دے کیونکہ یہ خلافِ سُنّت ہے تمھیں معلوم ہی ہے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا +

جناب صادق ؑ نے فرمایا۔ کس قدر قبیح ہے مومن کے لیے کہ اس کو ایسی رغبت و طمع دامنگیر ہو جو اس کو ذلیل و خوار کرے ؎

دستِ طلب کہ پیش کسے کردہ دراز   پل بستہ کہ بگذری ز آبروی خویش

داؤد دائی بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دن اپنے آقا جناب جعفر صادق ؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضرت کے پاس ایک جماعت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "اے داؤد! جو کوئی اپنے برادر مومن کے روبرو محض طلبِ دُنیا کے لیے فروتنی کرے پس ضرور اُس نے ریسمانِ عزت کو کھول دیا ہے جو اس کے اور پروردگار عالم کے مابین گرہ لگی ہوئی تھی"۔ مَیں نے کہا۔ یا حضرت! آپ کے دوست اس حال میں ہلاک ہوے۔" فرمایا۔ "اے داؤد! مگر صاحبانِ اضطرار کیونکہ یہ صاحبِ اختیار کے برعکس ہیں۔ اگر کوئی میرا دوست مرجائے ایسے دن کہ مانگنے سے مستغنی ہو۔ میرے نزدیک اِس بہتر ہے کہ کل دُنیا اس کے لیے ہو ؎

چو کارساز زحاجات آگہی دارد   برائے چیست دُعا و چہ سود حرفِ سوال

سوال کی بُرائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سائل کی دُعا اس کے حق میں مستجاب نہیں ہوتی ہے کیونکہ اجابتِ دُعا کے لیے یہ لازمی بات ہے کہ مخلوق سے ناامید اور ہنگامِ ورودِ شدائد و نزولِ بلا وغیرہ میں مخلوق سے متوسّل ہونا نازیبا ہے ؎

ہیچ میدانی کہ سگ را چیست غوغا بگدا   منع مے سازد کہ جز حق بر درِ دیگر میا

جناب جعفر صادق ؑ کا قول ہے کہ اگر کوئی تم میں سے چاہے کہ خداوند عالم میرا کوئی سوال رد

نہ کرے۔ پس اس کو لازم ہے کہ تمام مخلوق سے مایوس رہے۔ اور خالق عالم پر امید واثق رکھے
اگر خدا تعالیٰ کے اس کے قلب کا یہی حال دیکھا تو پھر اس کی کوئی حاجت نہ ہوگی، جو پوری نہ ہو جائے ؎

برائے یک لب ناں در بدر چہ میگردی تو راہِ درگہ حق را مگر نمیدانی

مفاسد سوال میں سے یہ بھی ہے کہ یتیموں، بیواؤں، گوشہ نشینوں اور حقیقی معذور اشخاص کے
احسان و خیرات کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے جو بیچارے صدماتِ فقر و مسکنت پر راضی رہتے ہیں
اور کسی کا بارِ منت لینا پسند نہیں کرتے۔ اور پیشہ ور گدا گر اور اہل سوال طرح طرح کے حیلوں سے
مسئول کو گھیرتے ہیں اور جو مال در زر مستحقین کو دینا چاہیے۔ ان سالم الحواس اور صحیح الاعضاء
حرام خوروں کے شکم میں جاتا ہے +

آنحضرت صلعم کا فرمان ہے کہ جو کوئی اپنے نفس پر بابِ سوال کھولتا ہے، خداوند عالم اس پر
بابِ فقر کھولتا ہے اور تمام مخلوق اس کو مسدود نہیں کر سکتی +

مجھے وہ چند اشعار یاد حضرت علیؓ کے یاد آگئے جو مذمتِ سوال میں ہیں اور اس قابل ہیں کہ
آبِ زر سے لکھے جائیں۔ خدا جانے اس فلاسفر ربانی نے اِن چند الفاظ میں کیا جادو بھر دیا ہے کہ
ذلتِ سوال کی مجسم تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ملا جامیؒ نے ان عربی اشعار کا ترجمہ
ایک قطعے میں یوں کیا ہے ؎

خرد مندانِ عالم رایکے پند ازیں بیچارہ می باید شنیدن
بدنداں رخنہ در فولاد کردن بناخن راہ در خارا بریدن
بہ فرقِ سر گرفتن صد شتر بار ز مشرق جانبِ مغرب دویدن
بآتش دال بفرو رفتن نگوں سر بہ پلک دیدہ آتش پارہ چیدن
بسے بر جامیؔ آساں تر نماید کہ یک جو منتِ دوناں کشیدن

لوگوں نے ایک آدمی کا ذکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا اور حضر و سفر
میں اس کی بے حد عبادت کی تعریف کی۔ آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا۔ "اس کو کھلاتا پلاتا کون
تھا اور اس کے جانوروں کو گھاس چارہ کون دیتا تھا اور دیگر کاروبار سے اس کو کس نے مستغنی
کر رکھا تھا؟" انھوں نے عرض کیا۔ ہم لوگوں نے۔ آپؐ نے فرمایا: "تم تمام اس سے بہتر ہو" +

لطیفہ: ایک بڑھیا نے سرِ راہ چارپائی بچھا کر اس پر بھیک کے ٹکڑے سوکھنے کے لیے ڈال
رکھے تھے۔ ایک اونٹ نے چلتے چلتے گردن بڑھا کر دو چار ٹکڑے اس میں سے کھا لیے۔ بڑھیا
نے اونٹ والے کو کوسنا شروع کیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور اونٹ والے کو سخت و سست کہا۔ وہ
رونے لگ گیا۔ لوگوں نے اس ستم ظریفانہ گریہ کا باعث پوچھا تو اس نے کہا کہ "اس بڑھیا کے تو

دو چار ٹکڑے ہی ضائع گئے، لیکن میرا اُونٹ ہمیشہ کے لیے بیکار ہو گیا۔ کیونکہ بھیک کے ٹکڑے اُس کے مُنہ کو لگ گئے ہیں، اب یہ کام نہ دے گا +

تمثیل: ایک عورت بدچلن تھی۔ نرم مزاج خاوند نے منت و سماجت سے بہتیرا سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئی۔ روزانہ پند و نصائح سے تنگ آ کر ایک روز عورت نے کہا "اگر میری ایک فرمائش پوری کر دو تو میں بد چلنی چھوڑ دوں گی"۔ خاوند نے بخوشی قبول کر لیا اور فرمائش دریافت کی۔ عورت نے کہا "سات روز بھیک کے ٹکڑے مانگ کر کھا"۔ خاوند نے اسی روز سے بھیک مانگنا شروع کر دیا۔ سات روز گزر جانے پر عورت نے اِسے بھیک مانگنے سے منع کیا اور کہا کہ میں آئندہ نیک چلن رہوں گی۔ خاوند کے مُنہ کو چونکہ رنگ رنگ کے کھانے لگ چکے تھے اور مشقت بھی کم پڑتی تھی۔ اس نے کہا "اے نیک بخت! تُو خواہ نیک چلن رہ یا بد چلن، اب میں تو اس "کام" کو نہیں چھوڑ سکتا"۔ چنانچہ اس بے خطا تدبیر سے فائدہ اُٹھا کر عورت آزادانہ طور پر بدچلنی کرتی رہی اور خاوند نے مستقل طور پر گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا +

تمثیل: کسی بادشاہ نے ایک حسین گداگر لڑکی کو مغلوبِ محبت ہو کر داخلِ حرمِ شاہی کر لیا۔ ایک دن بادشاہ ناگہانی طور پر محل میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سات طاقوں میں سُوکھے ٹکڑے اور طرح طرح کے کھانے رکھے ہیں۔ وہ لڑکی ہر ایک طاق کے سامنے فقیرانہ صدا کرنے کے بعد اس میں سے تھوڑا تھوڑا جھولی میں ڈالتی جاتی ہے۔ بادشاہ نے اس کا باعث دریافت کیا، تو لڑکی نے درخواستِ جان بخشی کے بعد عرض کیا "یہ سُوکھے ٹکڑے اور طرح طرح کے کھانے میرے رگ و ریشہ اور گوشت و پوست میں اس قدر سرایت کر چکے ہیں کہ یہ عادت اب طبیعتِ ثانی بن چکی ہے۔ اِس طریقہ کے بغیر دستر خوان پر مجھے بہتر سے بہتر کھانا مرغوبِ خاطر نہیں ہوتا۔ بادشاہ اپنے کیے پر نہایت نادم و پشیمان ہوا اور اس سے علیحدگی اختیار کی ؎

سر زود گر بہ نبی گردد سرِشت ایں سخن باید بآبِ زر نوشت

روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کی عادت تھی کہ لباس بدل کر راتوں کو اکیلے پھرا کرتے کوئی ملتا تو اس سے پوچھتے کہ داؤدؑ کی کیا خصلت ہے۔ نیک یا بد؟ ایک دن جبریلؑ انسانی صورت میں آپ سے ملے۔ حضرتؑ نے پوچھا۔ داؤدؑ کے حق میں تو کیا کہتا ہے؟ جبریلؑ نے کہا۔ داؤدؑ پیغمبر ہے، صاحبِ کتاب ہے اور بادشاہ بھی ہے مگر ایک خصلت نہ ہوتی تو بہت اچھا تھا یعنی اگر روزی اپنے کسب سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا تو اس کے خصائلِ حمیدہ میں بہت بڑا اضافہ ہوتا۔ حضرت داؤدؑ یہ سُن کر پھرے اور جنابِ الٰہی میں رو کر دعا کی کہ الٰہ العالمین! مجھے کوئی کسب نہیں آتا۔ ایک حرفہ سکھلا جس سے میری روزی چلے۔ حق تعالیٰ نے زرہ بنانا انھیں تعلیم

کیا۔ پس پیغمبروں نے کسب حلال سے روزی پیدا کی تو سب کو لازم ہے کہ کسب حلال سے اپنی روزی پیدا کریں ٭

حاصل مضمون: ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ غیر مستحق سائلوں کی داد و دہش سے یک قلم ہاتھ روک لیا جائے۔ اور جہاں تک ہوسکے مستحقین کی امداد کی جائے۔ جو باوجود استحقاق کے کسی حالت میں سوال نہیں کرتے یا جو سخت مجبوری اور ناداری کی حالت میں سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر مستحق سائلوں کے ساتھ کوئی سلوک اور کوئی بھلائی اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ ان کو اس بے غیرتی و بے شرمی کے پیشے سے باز رکھا جائے اور ملک و قوم کے حق میں اس سے زیادہ کوئی احسان نہیں ہو سکتا کہ بھیک مانگنے کا بدترین پیشہ جو مرضِ متعدی کی طرح افراد قوم میں سرایت کرتا جاتا ہے، اور جس سے روز بروز گداگروں کی تعداد ملک میں زیادہ ہوتی جاتی ہے، رفتہ رفتہ اس کی بیخ کنی کی جائے۔ کیونکہ جس قدر بھیک مانگنے کا ناپسندیدہ و ممنوع طریقہ زیادہ رواج پاتا جاتا ہے اسی قدر قوم میں کام کے آدمیوں کی کمی ہوتی جاتی ہے۔

۵۔ کیا سخاوت یہ ہے لاکھوں پیر جی پیدا کیا | محنتوں سے ہم کمائیں منتوں سے ان کو دیں
منتوں کے پیر ٹے وہ چکھیں بقیر ٹے ہم نہیں | محنتی غم کھائیں اور حلوا گدھے کھایا کریں

بات یہ ہے قوم کے دن پھرنے میں کچھ دیر ہے
اس لیے دیکھو جدھر چھایا ہوا اندھیر ہے

افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ اس زمانے میں ہر ایک جگہ جس قدر مسلمان بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ اس قدر کسی اور قوم کے آدمی نظر نہیں آتے پس سب سے پہلے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے حدود اختیار میں جہاں تک ان کی دسترس ہو، اس نالائق کمینہ اور روز افزوں رسم کا تدارک و انسداد کریں، جو ہزاروں برائیوں کی ایک برائی ہے ٭ ۔۵

دستِ سوال لاکھوں ہی عیبوں کا عیب ہے | جس ہاتھ میں یہ عیب ہو دستِ غیب ہے

واضح رہے تاوقتیکہ ہر فرد بشر بقدر اپنی طاقت کے انسدادِ گداگری کے کام میں حصہ نہ لے، قوم کے پنپنے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی ٭

اشعار متعلقہ مذمت سوال

بخشش یہ دو جہاں کی آئی تھی ہمت دہر | لیکن نہ یاں زباں تک، حرفِ سوال آیا
سب کے خالق نے بنائے کاسۂ سر از گوں | آدمی اس پر بھی پیشِ آدمی سائل ہوا
خدا سے مانگ اے دل شرم کر بندوں کی منت سے | جو حاجتمند ہے ہر دم، وہ کیا حاجت روا ہوگا

مجھ کو لباس فقر سے ہے عار اس لیے
جز خدا جھکتے نہیں ہم بادشہ کے سامنے
شرم آتی ہے کروں کیا اہل دولت سے سوال
آگے کسی کے کیا کریں دست طمع دراز
رزق کا قدرت میں ہر جا دیکھتے ہیں اہتمام
کسی کے سامنے پھیلاؤں میں کیا دست سوال
تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ
وہ پیاسا ہوں کہ مر جاؤں نہ مانگوں خضر سے پانی
بھیک سے بدتر دعا بھی مانگنا انساں کو ہے
سوال سے ہے یہ نفرت نہ ہاتھ اٹھاؤں امیر
مانگن مرن سمان ہے مت کوئی مانگے بھیک
بھوکے گھر میں سو رہو دس فاقے ہو جائیں
یہ کتا در در پھرے دربدر در ہم سے

تا شیخ نہ تابے کہیں صورت سوال کی
ہاتھ پھیلاتے تونگر کیا گدا کے سامنے
لفظ "حاجت" کی ہجوتی ہے "ادائے شکل ہیچ
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے
کیوں گنوائیں حرمت اپنی ہاتھ پھیلاتے ہوئے
یہ ہاتھ تو کبھی اٹھتے نہیں دعا کے لیے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
اے داغ پر زمانے سے دست سوال کھینچ
گئی جب آبرو پھر خاک آب زندگانی ہے
ہاتھ آئے بے طلب نان جویں گر خشک ہو
پڑھوں جو فاتحہ میں تربت توانگر پر
مانگن سے مرنا بھلا یہ ست گورو کی سیکھ
تلسی بھیا مانگنے بھول کبھی نہ جائیں
ایک ہی در کا ہو رہے جو دربدر کیسے منگتے

ظرافت لطیف

"المزاح فی الکتاب کالملح فی الکباب"

کسی دعوت کی مجلس میں رسول اکرم صلعم مع دیگر صحابۂ کرامؓ چھوہارے کھا رہے تھے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے پھینکتے جاتے تھے۔ کھا چکنے کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "اف! آپ نے بہتے چھوہارے کھائے کہ گٹھلیوں کا انبار لگا ہوا ہے!" حضرت علیؓ نے کہا "جی ہاں! مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ چھوہارے مع گٹھلیوں کے کھا گئے"۔

ایک دن حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ تینوں کہیں جا رہے تھے حضرت علیؓ بیچ میں تھے ان کا قد دونوں سے چھوٹا تھا۔ اس پر انھوں نے چھیڑ کر کہا "یا علی! تم ہم میں ایسے ہی ہو جیسے لفظ "لنا" میں نون ہوتا ہے" حضرت علیؓ نے فرمایا "ہاں! لیکن اگر میں درمیان نہ ہو

تو تم "لا" ہو جاؤ "۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں عرب کے ایک رئیس نے درخواست کی کہ مجھے بصرہ میں مکان بنوانا ہے۔ مجھے سالم کھجور کے بیس ہزار درخت تعمیرِ مکان کے سلسلے میں درکار ہیں۔ اُن کی بہم رسانی میں میری امداد فرمائی جائے۔ آپ نے درخواست کی پُشت پر لکھوایا "کیا تم بصرہ میں گھر بنانا چاہتے ہو یا بصرہ کو اپنے گھر میں بسانا چاہتے ہو" ؟

ایک صاحب بہادر سائیس پر خفا ہُوئے کہ اس نے گھوڑا اچھا نہیں کسا تھا۔ اس پر ان کے سررشتہ دار نے اور جھڑی تو سائیس بولا "یہ مثل نہیں ہے' جو چپڑ چپڑ پڑھ دی جائے بھائی علم "دریا" ہے۔ کہیں سوُ حکتہ کہیں جا لگتا ہے" +

ایک صاحب بہادر نے ایک سیٹھ جی کو اپنی قیمتی بندوق دِکھلا کر پُوچھا "بھلا یہ کس قیمت کا ہوگا ؟ سیٹھ جی نے کہا "لکڑی کی تو کچھ قیمت نہیں اور لوہا روپے کا چار سیر بہت آتا ہے" +

ایک صاحب بہادر اپنے سررشتہ دار سے بگڑ کر فرمانے لگے "وِل مُنشی! ہم چاہے تو ابھی تم کو جہنم میں بھیج دے" منشی جی نے ہاتھ باندھ کر کہا "بیشک حضور "مالک" ہیں۔ (مالک جہنم کے موکّل کا بھی نام ہے) +

شیخ فیضی نے ایک کُتّا پالا تھا جس کو وہ پیار سے بیٹا کہا کرتا تھا۔ ایک دن عُرفی نے خوش طبعی سے پوچھا "صاحبزادے کا کیا نام رکھا ہے" ؟ اُس نے کہا عُرفی یعنی عرفِ عام میں "کُتّا" جو بولا جاتا ہے۔ عُرفی نے کہا "مبارک باشد" (مبارک فیضی کے باپ کا نام ہے) +

ایک دولتمند نے اپنے واسطے مقبرہ بنوایا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو معمار سے پوچھا "اب اس میں کیا چاہیے" ؟ اُس نے کہا "آپ کا وجود شریف" +

ایک شخص کی بھینس مر گئی تھی۔ اس کو روتا دیکھ کر ایک فقیر نے کہا کہ "بھائی! مت روؤ۔ تمہیں کالے دھن سے لینا نہیں ہے۔ میری بھی ایک ہنڈی پھوٹ گئی ہے" +

ایک فقیر نے قاضی کے دروازے پر کھانے کا سوال کیا۔ قاضی نے کہا "یہاں جو آتا ہے قسم کھاتا ہے۔ تیرا جی چاہے تو تو بھی سچ جھوٹ قسم کھا جا" +

ایک بادشاہ نے منجم سے اپنی باقی عُمر پُوچھی۔ جواب دیا "دس برس"۔ بادشاہ نہایت فکرمند ہُوا۔ وزیر نے وجہِ فکر پُوچھی۔ بادشاہ نے کُل حال کہہ سُنایا۔ وزیر نے منجم کو بادشاہ کے رُوبرو منجم کی باقی عمر پُوچھی۔ اس نے کہا "بیس برس"۔ وزیر نے تلوار کھینچ کر منجم کو قتل کر ڈالا' اور بادشاہ نے کہا "اِس جھوٹے کی بات کا اعتبار کیا" ؟

ایک کم عقل شخص نے ڈیڑھ سیر گوشت پکانے کے لیے اپنی بیوی کو لا کر دیا۔ اُن کی ذرا سی غفلت

سے گوشت پُراسرار طور پر غائب ہو گیا۔ کافی تلاش کے باوجود گوشت کا کہیں نام و نشاں تک نہ ملا۔ تو بیوی نے پاس ہی لیٹی ہوئی بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اِس نے کھا لیا ہوگا! خاوند کے ذہن میں یہ بات نہ جچی۔ اس نے بیوی سے کہا "نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اِتنی سی بلی اور ڈیڑھ سیر گوشت چٹ کر جائے" بیوی نے اصرار کے ساتھ کہا کہ "چلو بلی کو تول کر دیکھ لیں"۔ خاوند کو یہ تجویز کچھ "معقول" معلوم ہوئی۔ بلی تولی گئی جو پوری ڈیڑھ سیر نکلی۔ خاوند نے بے ساختہ کہا "چلو گوشت تو پورا مل گیا۔ مگر اب بتاؤ کہ وہ بلی کہاں غائب ہو گئی"۔

نواب آصف الدولہ ایک روز اپنے ملازم دولت نامی پر خفا ہوئے اور حکم دیا کہ اس کو نکال دو۔ نوکر تو اس وقت چلا گیا۔ دوسرے روز آ کر نواب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ وہ دولت در دولت پر حاضر رہے یا جائے۔ نواب کو مجبوراً کہنا پڑا کہ رہے۔ اگر جائے کہہ دیتے تو منحوس کلمہ تھا کہ دولت جائے۔

ایک شخص نے سفر کو جاتے وقت اپنی بیوی سے پوچھا "تمہارے لیے کتنے دن کے کھانے کا سامان کر جاؤں"؟ عورت نے جواب دیا کہ "جتنے دن کی میری زندگی ہو"۔ مرد بولا "زندگی میرے ہاتھ نہیں ہے"۔ عورت نے جواب دیا کہ روزی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

کچھ لوگ مع اطفال مکتب مینہ کی دعا مانگنے نکلے۔ کسی نے پوچھا "لڑکوں کو کہاں لیے جاتے ہو؟" کہا۔ "لڑکوں کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے"۔ اس نے کہا "اگر لڑکوں کی دعا قبول ہوتی تو ایک معلم بھی زندہ نہ رہتا"۔

ایک بخیل کے گھر ایک مُطرب گیا۔ صاحب خانہ نے بہانہ پاخانہ گھر میں جا کر کھانا کھا کر باہر آ گیا۔ اتفاقاً ایک چاول اس کی مونچھوں میں لگا رہا۔ مطرب کہنے لگا "حضور! آپ کی مونچھوں میں پاخانہ لگا ہے"۔

ایک شاعر ایک امیر کے قریب ایک ہاتھ کے فرق سے مسند پر جا بیٹھا۔ امیر نے خفا ہو کر کہا کہ "اے! تجھ میں اور گدھے میں کیا فرق ہے"؟ شاعر نے جواب دیا۔ "ایک ہاتھ کا"۔

ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے سب دانت گر گئے ہیں۔ صبح کو ایک معبّر سے تعبیر پوچھی اُس نے کہا کہ آپ کے لڑکے بالے اور ازواج سب آپ کے سامنے مریں گے۔ بادشاہ ناخوش ہوا اور اسے قید کر دیا۔ پھر دوسرے شخص سے تعبیر پوچھی۔ اُس نے کہا۔ آپ کی عمر سب اولاد ازواج سے زیادہ ہوگی۔ بادشاہ خوش ہوا اور انعام دیا۔ اور کہا۔ مطلب دونوں کا ایک ہے مگر تہذیب میں فرق ہے۔ پوچھا۔ تو نے یہ دانش کہاں سے سیکھی۔ وہ بولا پہلے معبّر سے۔

ایک غلام اپنے آقا کا پانی بھر رہا تھا۔ کسی نے پوچھا۔ کیا حال ہے؟ کہا آفت ہے۔ رات دن پانی بھرتا رہتا ہوں۔ اس کنوئیں سے کہ کبھی خشک نہیں ہوتا چند پیاسوں کے لیے جو کبھی سیر نہیں ہوتے۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی کہ "حضور فلاں شخص نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا حضور میری حق رسی فرمائیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ جا بھاگ جا۔ حضرت نبی

کریم ؐ نے فرمایا ہے کہ چھوٹے قد کے آدمی کسی سے دھوکا نہیں کھاتے۔ چونکہ تو بھی چھوٹے قد کا ہے اس لیئے تو ہرگز کسی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اس آدمی نے دست بستہ عرض کی "نبی کریم صلعم کا فرمان سر آنکھوں پر اور حضورؓ کا ارشاد بجا لیکن حضور جس شخص نے مجھے دھوکا دیا، وہ مجھ سے بھی چھوٹا ہے۔" یہ سن کر حضرت عمرؓ مسکرا دیئے اور جانبین کے درمیان مناسب فیصلہ کر دیا +

کوئی صاحب ڈاک خانہ میں گئے اور ایک منشی سے بولے کہ ہمارے نام کا اگر کوئی خط ہو تو ہمیں دے دیجیئے۔" ڈاک بابو نے نام ونشان دریافت کیا تو فرمایا "واہ آپ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں، کیا لفافے پر لکھا نہ ہوگا؟ اسے پڑھ لیجیئے" +

ایک بزرگ نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے۔ پہلی رکعت میں تو غیر معمولی دیر لگ گئی۔ لیکن بعد میں مقتدیوں کو جلدی کے مارے رکوع وسجود بھی دشوار ہو گیا۔ نماز ختم ہونے پر جب نمازی نکلے تو ایک صاحب فرمانے لگے کہ "امام صاحب نے پہلی رکعت میں تو بہت پڑھا تھا لیکن بعد کی تین رکعتوں میں صرف ایضاً پر ہی اکتفا کیا +

کوئی شخص بازار سے ایک کلھیا میں تیل خریدے ہوئے چلے آتے تھے۔ اتنے میں اذان ہوئی اور مسجد بھی نظر آئی۔ انھوں نے تیل کی کلھیا فصیل پر رکھ دی اور پھر جماعت میں شریک نماز ہو گئے۔ لیکن خیال کلھیا کی طرف تھا کہ کتا، بلی یا کوئی اور لے نہ جائے۔ امام نے بڑی بڑی سورتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ آخر تنگ آ کر انھوں نے نیت توڑ کر کلھیا فصیل سے اٹھائی اور منہ کے سامنے رکھ کر دوبارہ شریک نماز ہوئے اور جھلا کر امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "اب تجھے بھی قسم ہے جو آج ہی سارا قرآن شریف ختم نہ کر دے، ہم نے بھی کلھیا سامنے رکھ لی ہے" +

ایک شخص کسی نامی قزاق کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے نوکر رکھ لو۔ قزاق نے پوچھا "پہلے تم نے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟" اس نے کہا "دو برس ایک وکیل کے پاس اور ایک برس پولیس میں رہا ہوں۔" قزاق نے اسے نوکر رکھ لیا اور کہا "یہ دونوں نوکریاں تو نے ایسی کی ہیں کہ گویا اتنی مدت تو ہمارے ہی گروہ میں رہا ہے" +

مس ایڈیتھ: میرے پیارے! اب والد صاحب آ گئے ہیں، جلدی بھاگو +

مسٹر جونز: لیکن دروازے پر تو وہ کھڑے ہیں +

مس ایڈیتھ: تم کھڑکی میں سے کود جاؤ +

مسٹر جونز: لیکن ہم تو تیرھویں منزل پر ہیں +

مس ایڈیتھ: بڑا غضب ہے جونز! تم ایسے نازک موقع پر بھی تیرہ کی نحوست کے وہم میں

پھنسے ہوئے ہو۔ (انگریزوں میں تیرہ کا عدد منحوس خیال کیا جاتا ہے) ✤

ایک غریب آدمی کی برادری میں کسی نے انتقال کیا۔ اُس کی عورت نے تعزیت میں جانے کا سوال کیا۔ مرد نے کہا کہ بچوں کے واسطے کھانا تیار کردے، پھر چلی جانا۔ عورت نے کہا گھر میں کچھ بھی نہیں ہے جو کھانا پکاؤں۔ مرد نے کہا۔ ہمارا فاقہ خود قابلِ تعزیت ہے۔ ایسی حالت میں کسی کی تعزیت کے لیے جانا بے سُود ہے ✤

بیرا: جناب! آپ کھانے سے پہلے دام ادا کردیں ✤

مُسافر: کیوں؟

بیرا: اس لیے کہ کل ایک مُسافر کھانا کھاتے ہی مرگیا تھا اور مالک نے دام مجھ سے لیے ✤

مُسافر: (بیرے سے) مچھلی کے اِس ٹکڑے پر یہ انگوٹھے کا نشان کیوں ہے؟

بیرا: جناب! اگر میں اس پر انگوٹھا نہ رکھتا تو یہ دوبارہ گرجاتی ✤

ایک مریض کو حکیم نے نسخہ لکھ دیا اور کہا۔ "اسے پینا، آرام ہوجائے گا" حضرت نے گھر جاکر نسخہ پانی میں گھولا اور پی گئے۔ دُوسرے روز پھر حکیم کے پاس گئے۔ حکیم نے نسخہ مانگا۔ کہا وہ تو کل ہی پی لیا تھا ✤

ایک برہمن چوکا لگائے روٹی کھا رہا تھا۔ ایک گنوار بھینس پر سوار روٹی کھاتا ہوا ادھر سے گُزرا۔ برہمن نے اعتراض کیا کہ چوکے میں بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ اُس نے کہا۔ "میں خود اُس پر سوار ہوں، جس کے گوبر سے چوکا دیا جاتا ہے" ✤

ایک آدمی گوبر سے گھڑا بھر کر اور اُس کے اوپر مُربا رکھ کر قاضی کے پاس لے گیا اور اپنا مطلب بیان کیا۔ قاضی نے اُس کے مُدعا کے موافق پروانہ کردیا۔ جب قاضی کھانا کھانے لگا اور گھڑے کا مُربا منگوایا تو گوبر نکلا۔ قاضی بہت ناراض ہُوا۔ ایک دن وہی آدمی قاضی کو راستے میں مِلا۔ قاضی نے اِس سے کہا کہ پروانہ میں کچھ بھول ہے، اگر لے آؤ تو درست کردیں۔ اس نے کہا۔ "پروانہ میں تو بھول نہیں البتہ گھڑے میں کچھ چوک ہوگی" ✤

ایک گنوار کے سر پر عدالت میں قرآن رکھا گیا اور اظہار لیا گیا۔ جو چاہا سو کہہ دیا۔ گاؤں میں جاکر لوگوں سے کہا کہ "میں پہلے تو ڈرتا تھا کہ حلف اُٹھانا پڑے گا۔ خدا جانے اُٹھے یا نہ اُٹھے۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ ایسے تو سَو حلف اُٹھا سکتا ہوں" ✤

ایک ستر برس کے جاٹ نے اسلام قبول کیا۔ لیکن دیرینہ عادت سے مجبور ہونے کی وجہ سے صبح کو رام رام کرتا تھا۔ مسلمانوں نے کہا۔ یہ کیا حرکت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ساٹھ ستر برس کا رام جی ایک دن کے خُدا سے بے دخل نہیں ہوسکتا۔ قبضے کی میعاد کا تو خیال کرو ✤

ایک گریجویٹ اپنی عینک گھر بھول آئے۔ بازار میں ایک نوٹس چسپاں دیکھ کر ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی سے دریافت کیا۔ "جناب! اس نوٹس میں کیا لکھا ہے؟ ذرا پڑھ تو دیجیے"۔ وہ بولا "حضرت، افسوس! پڑھ نہیں سکتا۔ بدقسمتی سے مَیں بھی آپ کی طرح جاہل ہوں" ٭

آقا: (ملازم سے) تم بے تحاشا غسل خانہ میں کیوں گھس آئے۔ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ ہم نہا رہے تھے؟ ٭

ملازم: (سادگی سے) حضور غلطی ہوئی۔ مَیں سمجھا تھا بیگم صاحبہ نہا رہی ہیں ٭

رضی کے ابا نے اُس کی خالہ اور خالو کو کھانے پر مدعو کیا۔ رضی اپنی خالہ سے بولا "کیا آج کھانے کے بعد آپ خالو جان کو نچائیں گی"؟ خالو جان جو ایک ندوی عالم تھے، اس پر بہت جھلائے رضی کے ابا نے کہا "چپ نالائق! تجھ سے یہ کس نے کہا تھا کہ یہ ناچتے ہیں"؟ رضی نے کہا۔ "آپ ہی نے تو اُس روز کہا تھا کہ فہیمہ (خالہ) فہیم (خالو) کو اُنگلیوں پر نچاتی ہے" ٭

شریف آدمی: تم ایسے بُرے کپڑے دھوتے ہو کہ پھاڑ کر ایک کے دو کر لاتے ہو ٭

دھوبی: جناب! میری شرافت بھی تو دیکھو۔ آپ سے صرف ایک کپڑے کی مزدوری وصول کرتا ہوں

ماں: دیکھو بیٹا! شریر لڑکوں سے الگ رہا کرو ٭

لڑکا: ہاں! اسی وجہ سے تو مَیں سکول نہیں جاتا ٭

مالکہ: (خادمہ سے) تم بیکار بیٹھے تھک نہیں جاتیں؟

خادمہ: مگر مَیں آپ کی خاطر اس کی کچھ پروا نہیں کرتی ٭

پادری: آج مجھے کیسے گدھوں کو وعظ سنانا پڑا ٭

ظریف: جبھی آپ اُن کو "پیارے بھائیو" کہہ کر مخاطب کرتے تھے ٭

پوتا: دادا جان! کیا آپ کے مُنہ میں دانت ہیں؟

دادا: نہیں بیٹا! کیوں کیا کرو گے؟

پوتا: ذرا میرے اخروٹ رکھ لیجیے ٭

باغبان: تم سیب کو ہاتھ میں لیے کیا کر رہے ہو؟

لڑکا: کچھ نہیں۔ درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ یہ سیب جو نیچے گر پڑا ہے اُسی جگہ لٹکا دوں ٭

ایک ظریف نے اخبار میں اپنے کھیت کے بیچنے کا اشتہار دیا۔ جس میں اُس نے موقع کی خوبصورتی، زمین کی زرخیزی اور آب و ہوا کی عمدگی کے بعد سب سے بڑی تعریف یہ لکھی

کہ "اِس زمین کے قریب پندرہ پندرہ میل تک کوئی وکیل یا مختار نہیں ہے"۔

ایک مُفلس و بے اَولاد شخص جس کی والدہ اندھی تھی۔ کسی مستجاب الدعوات بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ دُعا ہُوا۔ بزرگ نے فرمایا۔ "تُو کیا چاہتا ہے"؟ اُس نے کہا: "صرف اتنی دُعا کر دیجیے کہ میری اندھی ماں اپنے پوتوں کو سونے کے کٹوروں میں دُودھ پیتے دیکھے"! بزرگ نے اِس قلیل الالفاظ اور کثیر المطالب دُعا کو سُن کر اس کی ذہانت کی داد دی کہ ایک مختصر فقرے میں دودھ[1]، پوتے[2]، دولت[3] اور ماں کی بینائی[4] سب کچھ آ گئے۔

ریل گاڑی میں ایک کم سن بچہ اپنی والدہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ ایک فربہ اندام لیڈی اُس ڈبے میں آئی اور بچے کے سامنے بیٹھ گئی۔ بچے نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔ اور اپنی والدہ سے پُوچھا "کیا یہ ساری ایک ہی لیڈی ہے"؟

جج: کیا جنون طلاق کا سبب ہو سکتا ہے؟

شوہر: جی نہیں، طلاق کا سبب تو نہیں، لیکن شادی کا سبب ہو سکتا ہے۔

زبردست بیوی: مَیں نے کتنی دفعہ کہا ہے کہ جب مَیں بولتی ہُوں تو اپنی زبان بند رکھا کرو۔

کمزور خاوند: تو گویا تمھارے سو جانے کے بعد مَیں بولا کروں (یعنی جاگتے وقت تو تم بولتی ہی رہتی ہو)۔

مہمان: (ایک تقریب کے موقع پر) وہ بدصُورت ڈائن کون ہے؟

میزبان: (غمناک لہجہ میں) وہ میری بیوی ہے۔

مہمان: مَیں اپنی حماقت پر نادم ہُوں۔

میزبان: لیکن یہ تو میری حماقت ہے۔

ڈاکٹر: ابھی ابھی میں ایک ہفتہ کی چھٹی منا کر آیا ہُوں۔

دوست: ہاں مجھے بھی مقامی اخبار کے مطالعے سے معلوم ہُوا تھا کہ اب ہفتہ بھر سے اموات کی تعداد بہت کم ہے۔

اُستاد: ٹیکہ کس نے ایجاد کیا؟

لڑکا: مچھر نے جناب۔

آقا: (خانساماں سے) آج تم نے بہت دیر کر دی۔

خانساماں: حضور مَیں کوٹھے پر سے گر پڑا تھا۔

آقا: مگر کوٹھے سے گرنے میں اتنی دیر نہیں لگ سکتی۔

چچا: جب میں تمھاری عمر کا تھا تو کبھی جھُوٹ نہ بولتا تھا۔

بچہ: (بھولے پن سے) تو پھر آپ نے کب جھوٹ بولنا شروع کیا؟

ایک وکیل سیر کو جا رہے۔ راستہ میں اُن کا گزر ایک گاؤں میں ہُوا۔ ایک زمیندار جاٹ نے آپ کو سلام کیا اور پُوچھا کہ آپ کون ہیں؟ وکیل صاحب بولے "میں وکیل ہُوں"۔ جاٹ بولا "نہیں حضور! آپ غلط کہتے ہیں۔ آپ تو مجھے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں" ÷

ایک پادری صاحب نے دورانِ وعظ میں سامعین سے کہا "بتاؤ دُنیوی خوشی کی کیا قیمت ہے"؟ ایک سوداگر جسے نیند آگئی تھی، چونک کر بولا "چار آنے فی درجن" ÷

مریض لڑکا: (ڈاکٹر سے) جناب! میرے والد نے کہا ہے کہ وہ شکایت جس کے لیے آپ کونین دیتے تھے، رفع ہو گئی ہے لیکن وہ جس کے لیے چُوزے کا شوربہ دیا کرتے تھے ابھی تک باقی ہے" ÷

ڈاکٹر: معلوم ہوتا ہے تمہیں میرے مشورہ سے بہت فائدہ حاصل ہُوا ہے ÷

مریض: مگر اس قدر نہیں جتنا آپ کو مجھ سے ہُوا ہے ÷

اُستاد: لڑکو! کیا تم بتا سکتے ہو کہ حضرت یونسؑ کو مچھلی نے نگل کر پھر کیوں اُگل دیا؟

ایک لڑکا: جناب! مچھلی کو یہ خیال ہُوا کہ اب تک تو مجھے اپنی ہی خوراک کی فکر رہتی تھی۔ اب دو کی فکر کرنی پڑے گی ÷

اُستاد: جہاز کیوں تیرتا ہے اور سُوئی کیوں ڈُوب جاتی ہے؟

لڑکا: جناب! جہاز تیرنا جانتا ہے، سُوئی تیرنا نہیں جانتی ÷

ایک لڑکا ایک رئیس کے ہاں نوکر ہُوا۔ رئیس نے اس سے کہا "دیکھو! اگر تم نے کوئی چیز توڑی تو نکال دیے جاؤ گے"۔ اتفاق سے اُسی روز دعوت تھی۔ لڑکا بہت سے چینی کے برتن لیے ہُوئے بالاخانے سے اُتر رہا تھا، برتن ہاتھ سے پھسل کر چکنا چور ہو گئے۔ لڑکا فوراً صاحبِ خانہ کے پاس دوڑا گیا اور کمرے کی کھڑکی میں مُنہ ڈال کر پکارا "حضور! برتن سب ٹوٹ گئے ہیں اور میں اب نکل جاتا ہُوں" ÷

افضل: ایک بار میں نے اور میرے ایک دوست نے اس بات کا ارادہ کر لیا کہ ایک دوسرے کو اس کے عیوب سے آگاہ کرتا رہے ÷

ناصر: پھر اس کا نتیجہ کیا ہُوا؟

افضل: نو سال سے ہماری بول چال بند ہے ÷

باپ: (فضول خرچ بیٹے سے) اِدھر آؤ۔ میں تمہارے قرض کا حساب کرنا چاہتا ہُوں ÷

بیٹا: تو ذرا ٹھہر جایئے، میں دوات میں سیاہی بھر لُوں ÷

ڈاکٹر: ہاں ایک بات رہی جاتی ہے۔ ذرا اپنی بیوی صاحبہ کو سمجھا دیجیے کہ آج تمام دن گفتگو نہ کرے ÷

شوہر: عنایت فرما کر آپ ہی سمجھا دیجیے۔ اگر مَیں منع کروں گا تو ابھی سے بکواس شروع کر دے گی اور پھر شام تک بس نہ ہو گی +

آقا: آئندہ اگر تم اسی طرح سُستی سے کام کرو گے تو مجبوراً مجھے دوسرا آدمی ملازم رکھنا پڑیگا +

ملازم: خدا حضور کو سلامت رکھے۔ کام بھی دو آدمیوں ہی کا ہے +

فوجی افسر: تم نے بیس کارتوس خراب کر دیے۔ تمھاری گولی کیوں اِدھر اُدھر ہو جاتی ہے؟

رنگروٹ: حضور میں کیا کہہ سکتا ہُوں۔ یہاں سے تو ٹھیک جاتی ہے +

کمانڈر: اپنے سروں کو اوپر نیچے کرو اور یہی فرض کرتے رہو کہ دشمن ہمیں دیکھ رہا ہے +

ایک سپاہی: اور ہم یہ بھی فرض کر سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک بلند چٹان کھڑی ہے +

اُستاد: کل دُنیا کی کتنی آبادی ہے؟

ایک لڑکا: پونے دو ارب +

دُوسرا لڑکا: لیکن جناب کل ہمارے گھر ایک لڑکا پیدا ہُوا ہے اسے بھی شمار کر لیجیے +

اُستاد: ہنری ہشتم کی کتنی بیویاں تھیں؟

شاگرد: چھ جناب!

اُستاد: اچھا شمار کر کے بتاؤ (یعنی نام وار) +

شاگرد: ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ +

باپ: فضل کیا وجہ ہے کہ تم اتنے بُردبار اور بھلے مانس نہیں ہو جتنا حمید ہے +

افضل: جناب! حمید ایسے محلے میں رہتا ہے جہاں سب لڑکے عمر میں اس سے بڑے ہیں +

الف: یہ کیا بات ہے کہ بیوہ عورتوں کی بہت جلد دُوسری شادی ہو جاتی ہے +

ب: اس لیے کہ مُردے شکایت نہیں کر سکتے +

ایک نئی بیوہ نے بیمہ کمپنی کے دفتر میں جا کر کہا۔ "مینیجر صاحب! میرے شوہر کے بیمے کا روپیہ دلوا دیجیے"۔ مینیجر نے کہا "میم صاحب! اس حادثے کا حال سُن کر ہم کو سخت رنج ہُوا ہے"۔ میم نے کہا "جی ہاں! مَردوں کا سب جگہ یہی حال ہے کہ جب عورت کو چار پیسے ملنے کا موقع آتا ہے تو انھیں بڑا صدمہ ہوتا ہے" +

حامد: تم جو چھتری کل مجھ سے مانگ کر لے گئے تھے، لائے ہو؟

محمود: نہیں اس کو میرا ایک دوست مانگ کر لے گیا ہے، کل واپس کر دُوں گا +

حامد: یہ بہت بُرا ہُوا جس شخص سے وہ چھتری میرے دوست سوہن کو مستعار دی تھی وہ سوہن سے کہتا تھا کہ چھتری کا اصلی مالک سخت تقاضا کر رہا ہے اگویا چھتری چھٹی جگہ پہنچ گئی +

جج: قبل ازیں کہ سزا کا حکم سُنایا جائے۔ کیا تم عدالت کے سامنے کچھ پیش کرنا چاہتے ہو (یعنی کچھ عذر کرنا چاہتے ہو) +
ملزم: نہیں حضور جو کچھ میرے پاس تھا، سب وکیل کی نذر کر چکا۔ اب عدالت کے سامنے کیا پیش کروں +

کسی امیر نے چند کاہلوں کا مجمع دیکھا۔ اُن کو کہا "میرے پاس آکر سب اپنی اپنی کاہلی کا ذکر سناؤ۔ جو سب سے زیادہ کاہل ثابت ہوگا، اُسے ایک روپیہ دوں گا۔ سب آئے اور اپنا اپنا کمال بیان کیا۔ مگر ایک شخص نہ آیا۔ امیر نے اُسی کو روپیہ دیا +
مسافر: تم تو کہتے تھے کہ ہوٹل صرف پانچ منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔ مگر میں تمہاری بات پر اعتبار کر کے بھولا ہوں +
ہوٹل والا: علیٰ ہذا القیاس میں بھی۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ تم تیز چلنے والے ہو +
مصنف: (خادمہ سے) یہ کون سے کاغذ جلا رہی ہو؟
خادمہ: وہی لکھے ہوئے۔ صاف کاغذوں کو تو میں نے چھوا بھی نہیں +
بیوی: اگر خدا نخواستہ گھر میں چور آجائیں تو تم کیا کرو گے؟
میاں: جو وہ کہیں گے، وہی میں کروں گا۔ کیونکہ اب تک مجھے اس گھر میں اپنی مرضی سے تو کچھ کرنا نصیب نہیں ہوا +
ایک امیر کا نام فخرالدین اور نوکر کا نام لدھا تھا۔ امیر کو تمسخر کی عادت تھی۔ ایک روز نوکر کو کہا "اگر لدھا کے لام پر دو کشش لگا دیں تو کیا نام بنے گا" نوکر بھی بڑا حاضر جواب تھا۔ بولا جو فخر کی ف اُڑانے سے بنتا ہے۔ امیر شرمندہ ہو گیا +
حاکمِ عدالت: (ملزم سے) شہادت اور ثبوت ناکافی ہونے کی وجہ سے تم کو گھڑی کی چوری کے الزام سے بری کیا جاتا ہے +
ملزم: (سادگی سے) تو حضور! گھڑی میں اب اپنے پاس رکھوں یا مالک کو دے دوں؟ +
مجسٹریٹ: (گھڑی کے چور سے) کیا تمہارا کوئی وکیل ہے؟
ملزم: نہیں جناب! گھڑی کی قیمت وکیل کی فیس سے بہت کم تھی +
مس ایتھل: یادداشت کچھ ایسی خراب ہو گئی ہے کہ جو چیز جہاں رکھتی ہوں، بھول جاتی ہوں +
مس ایڈیتھ: تو یادداشت کے لیے آپ پاکٹ بک کیوں نہیں رکھتی ہیں؟
مس ایتھل: میں اُسے بھی کہیں رکھ کر بھول جاتی ہوں +
والدہ: دیکھو رشید! تم نے کیچڑ میں پھسل کر اپنا تمام کوٹ خراب کر لیا ہے +

رشیدہ: مگر اماں جان! مجھے تو اس کے اتارنے کی مہلت ہی نہیں ملی +

کسی پیر صاحب نے اپنے ایک تنگدست مُرید کے ہاں کئی دن قیام رکھا۔ آخر تنگ آ کر مُرید نے ایک روز عرض کیا "یا حضرت! آج آپ کا کوچ ہے یا مقام؟" کہا "مقام" مُرید بولا تو پھر ہمارا کوچ ہے"

مُسافر: (ملاح سے) کشتی ڈگمگا رہی ہے۔ میرے اوسان خطا ہوئے جاتے ہیں۔ تم بتاؤ کچھ خطرہ تو نہیں ہے"؟

ملاح: (متانت سے) خطرے کی کوئی بات نہیں۔ میری کشتی بیمہ شدہ ہے +

ایک نہایت فربہ اندام لیڈی نے ایک لڑکے سے پوچھا "کیا میں اِس دروازے سے دریا پر جا سکتی ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا "ممکن تو ہے۔ کیونکہ ابھی ایک بڑا چھکڑا اِس دروازے سے گزر چکا ہے"

ایک دکاندار اپنے بیوقوف لڑکے کو دکان پر بٹھلا کر کسی کام کو گیا۔ ایک آدمی کٹورے میں پیسے کا تیل لینے آیا۔ لڑکے نے اسے کٹورا بھر دیا۔ اِتنے میں اس کا باپ بھی آ پہنچا اور لڑکے پر خفا ہونے لگا۔ لڑکا بولا "گاہک کو تو کچھ نہیں کہتا، جو اتنا بڑا کٹورا لے آیا +

کتے والا: میم صاحب! یہ کتا تین سو روپے کو بہت سستا ہے +

میم صاحب: مجھے پسند تو ضرور ہے۔ لیکن میرا شوہر معترض ہوگا +

کتے والا: آپ اپنے شوہر سے نہ ڈریئے۔ آپ کو دوسرا شوہر جلد مل جائے گا۔ لیکن ایسا کتا پھر ہاتھ نہ آئے گا +

باپ: پیاری جولیا! تمھاری شادی کی تاریخ ۱۶۔ جون قرار پائی ہے +

جولیا: لیکن ابا جان! میں تو والدہ کے بغیر نہیں رہ سکتی +

باپ: تم اس کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ +

ایک امیر نے غصے میں آ کر اپنے شاگرد کو مخاطب ہو کر کہا "او کتو!" ان میں سے ایک نے کہا "ایسا نہ فرمایئے۔ آپ ہمارے امیر ہیں" +

ایک مولوی صاحب نے مسجد کے اندر وعظ کہتے ہوئے یہ بیان کیا کہ جو شخص آج کے روز جتنی مرتبہ اپنی پگڑی کھول کر باندھے گا، اسے اُتنے ہی نفل پڑھنے کا ثواب ہوگا۔ ایک کنجڑے کا لڑکا بھی موجود تھا۔ یہ سُن کر فوراً اپنی پگڑی کھول کر باندھنے لگا۔ اس کے باپ نے خفا ہو کر کہا "کم بخت! یہ کیا کرتا ہے، پگڑی پھٹ جائے گی تو کیا نفل سر سے باندھے گا"؟

کسی جرنیل نے مہم فتح کر لینے کے بعد ایک سپاہی سے پوچھا "تو نے اس فتح میں کیا بہادری کی" اس نے جواب دیا "میں نے حریف کے سپاہی کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا" جرنیل نے کہا "پاؤں کاٹنے سے کیا حاصل، سر کیوں نہ کاٹا" سپاہی بے تحاشا بول اُٹھا "سر تو پہلے ہی سے کٹا ہوا تھا" +

ایک دولتمند کا اثنائے سفر میں ایک چھوٹے سے قصبہ میں شام کے وقت گذر ہوا۔ ارادہ کیا کہ آج رات یہیں بسر کرو۔ وہاں ایک چھوٹی سی سرائے تھی۔ امیر نے دروازے پر جاکر دستک دی۔ اندر سے بھٹیاری نے جو سرائے کی مالکہ بھی' پوچھا "تم کون ہو؟" امیر کو اپنی حفظ عزت کا بہت خیال تھا۔ بولا "ابوالبشیر حافظ قاضی تمیز الدین احمد خاں علی چشتی قادری"۔ بھٹیاری نے قطع کلام کر کے کہا "اس قدر مسافروں کے لیے ہمارے ہاں گنجائش نہیں ہے" +

اُستاد (شاگرد سے) منفی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جنس یکساں ہو مثلاً ہم چار آدمیوں میں سے تین بینگن یا نو کتوں میں سے چھ آدمی نہیں نکال سکتے +

شاگرد: لیکن جناب دو بھینسوں میں سے چھ سیر دودھ نکال سکتے ہیں +

رشید کی والدہ: جا بیٹا' بالاخانے پر جاکر اپنے ابا سے کہو کہ کھانا تیار ہے۔ رشید اوپر گیا تو ابا کو دیکھا کہ برش سے دانت رگڑ رہے ہیں۔ نیچے آیا تو والدہ نے دریافت کیا "کیا تمہارا ابا کھانا کھانے کو تیار ہے؟

رشید: تیار تو نہیں' البتہ تیار ہو رہا ہے۔ ابھی دانت تیز کر رہا ہے +

ایک شخص امیر معاویہؓ کے دربان کے پاس آیا اور کہا "امیر کو پیغام دو کہ دروازے پر تمہارا حقیقی بھائی آیا ہے۔ امیرؓ نے فرمایا "میں اسے نہیں جانتا۔ اچھا اسے اجازت دے دو"۔ جب وہ اندر آیا تو آپ نے پوچھا "تو میرا کون سا بھائی ہے؟" اس نے کہا "آدمؑ و حوّا کا بیٹا"۔ آپ نے غلام سے فرمایا "اسے ایک درہم دے دو"۔ اس شخص نے کہا "آپ اپنے برادر حقیقی کو ایک درہم دیتے ہیں؟" امیر معاویہؓ نے فرمایا "چپکے سے درہم لے کر چلے جاؤ۔ ورنہ دوسرے بھائیوں کو اگر خبر ہو گئی تو تمہیں یہ درہم بھی حصے میں نہ آئے گا" +

محرر چونگی: (ٹوکرے کو ٹھوکر لگا کر) اس میں کیا ہے؟

چوڑی فروش: پہلے تو چوڑیاں تھیں مگر اب کچھ نہیں +

مسافر (قلی سے) بستر بچا کر رکھنا۔ گاڑی کی چھت سے پانی ٹپک رہا ہے +

قلی: جی آپ گھبرائیے نہیں۔ یہ تو مٹی کا تیل ہے +

رشید: دیکھیے میرا ذکر پھر اخبار میں آیا ہے +

بشیر: ذرا پڑھیے تو!

رشید: اس میں لکھا ہے کہ ہند کی کل آبادی چالیس کروڑ ہے اور ان میں ایک میں بھی ہوں +

ماں: اصغر! رات کو میں نے اس الماری میں دو بسکٹ رکھے تھے۔ ایک کیسے رہ گیا؟

اصغر: اماں! رات کو اندھیرا تھا۔ دوسرا بسکٹ مجھے نظر نہ آیا +

باپ: بیٹا! آج تم مکتب نہیں گئے؟
بیٹا: آپ ہی نے فرمایا تھا کہ بغیر سبق یاد کیے مکتب جانا بیکار ہے۔

شوہر: تم سے تو رشید ملازم کی بیوی زیادہ دلکش اور حسین ہے۔
بیوی: اور کیا رشید آپ سے زیادہ دلکش اور حسین نہیں؟

ڈاکٹر: تمھارا مرض خطرناک ہے۔ تم کو فوراً بحری سفر اختیار کرنا چاہیے۔
مریض: مگر میں تو جہاز کا کپتان ہوں اور کل ہی جہاز سے اُترا ہوں۔

پولیس انسپکٹر: (سپاہی سے) تم نے چور کو کیوں نہیں پکڑا؟
پولیس مین: جناب وہ ایسے کمرے میں گھس گیا۔ جس کے دروازے پر لکھا تھا "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"۔

پولیس مین: تم اِس دکان کے تالے کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟
مشتبہ شخص: جناب! مجھ کو یہ کنجی ایک جگہ سے پڑی ہوئی ملی ہے۔ اب میں اس کو تمام دکانوں کو لگا کر دیکھتا ہوں، تاکہ جس کسی کی ملکیت ہو اُسے دے دی جائے۔

اُستاد: اگر تمہارا والد تمہاری والدہ کو دس روپے دے اور پھر پانچ واپس لے لے تو باقی کیا رہ جائے گا؟
بچہ: پانچ روپے اور لڑائی۔

ایک لڑکے نے اپنے باپ کو خط لکھا کہ میں اب اُردو میں بہت قابل ہو گیا ہوں۔ باپ نے جواب میں لکھا۔ "بیٹا! کابل سے واپسی کے بعد مجھے دُوسرا خط ضرور لکھنا"۔

مریض: آپ کی توجہ سے میں تندرست ہو ہی گیا۔
ڈاکٹر: (کسرِ نفسی کرتے ہوئے) بچانے والا تو وہی حکیم مطلق ہے میری کیا ہستی ہے۔
مریض: لیکن اس قدر تسلیم کر لینے کے باوجود بھی آپ مجھ سے معاوضہ کے طالب ہیں۔

بیوی: کیا وجہ ہے کہ جب کبھی میں گانے لگتی ہوں، آپ باہر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔
خاوند: تاکہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ میں تمھیں مار رہا ہوں۔

ایک بخیل رئیس کا خانساماں ماہواری حساب آقا کے سامنے لایا۔ جس میں چار آنے بلی کے راتب کی بابت درج تھے۔ بخیل نے کہا۔ "اگر گھر میں چوہے موجود ہیں تو راتب کی ضرورت نہیں اور اگر چوہے نہیں تو بلی کی ضرورت نہیں"۔

باپ: رشید! بلی کی دُم مت کھینچو۔
رشید: میں نے تو دُم صرف پکڑ لی ہے۔ کھینچ تو وہ خود ہی رہی ہے۔

ایک شخص نے قبرستان میں ایک قبر پر کتبہ دیکھا: "ایک وکیل و دیانت دار آدمی"۔ اُس نے سر کو کھجایا اور تکرار سے کتبے کو پڑھا اور بول اُٹھا: "تعجب یہ ہے کہ کس طرح دو شخص ایک قبر میں دفن کر دیے گئے۔ (یعنی وکیل دیانت دار نہیں ہو سکتا)"۔

تعلیم یافتہ: دوست! کیا آپ تشریف لے چلے ہیں؟

ناخواندہ: (گھبرا کر) نہیں صاحب! مَیں نے یہاں سے کچھ بھی نہیں لیا ۔

حکیم: کل تو تم نے کھانا اشتہا سے کھایا ہو گا؟

ناخواندہ مریض: نہیں جناب! صرف چٹنی سے روٹی کھائی تھی ۔

ماں: بیٹا! اچھے لڑکوں کی طرح کہا مانو اور سانس روک کر دوا پی لو، ورنہ ہم خفا ہو جائیں گے۔ بتاؤ تمھیں کیا منظور ہے؟

بیٹا: (سوچ کر) اچھا تو آپ خفا ہی ہو جائیے ۔

باپ: ننھے! اس طرح کتاب کیوں پھاڑ رہا ہے؟

بیٹا: ابا جان! اور کیسے پھاڑوں؟

دوست: مجھے بہت افسوس ہے کہ مَیں تمھاری شادی میں شریک نہ ہو سکا ۔

دوسرا دوست: (جس کی چوتھی شادی ہوئی ہے) کچھ مضائقہ نہیں آئندہ سہی ۔

ڈاکٹر (معمار سے): رحیم! تم چونا بہت لگا رہے ہو۔ چونے کا بھلا ہو جو تمھارے عیب چھپائے جاتا ہے ۔

معمار: جس طرح قبر بہت سے ڈاکٹروں کے عیب کو چھپا لیتی ہے ۔

مجسٹریٹ (جیب کترے سے): تم نے اس آدمی کی جیب سے بٹوا کس طرح نکال لیا کہ اُسے پتہ نہ لگا ۔

ملزم: (غرور سے سر اُٹھا کر) حضور! اس علم کے سکھانے کی فیس پانچ سو روپے ہے ۔

شوہر: تم نے لڑکی سے تو کہہ دیا ہو گا کہ اگر وہ ہماری بلا مرضی شادی کرے گی تو اُسے ایک پیسہ بھی نہ دیا جائے گا ۔

بیوی: لڑکی سے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ مَیں نے اُس لڑکے سے کہہ دیا تھا وہ اسی دن سے وہ پھر نہیں آیا ۔

مسز سمتھ: اچھا اگر مہمان مجھ سے گانے کی فرمائش کریں تو مَیں کیا کروں؟

مسٹر سمتھ: کرنا کیا ہے۔ تم گانا سُنا دینا۔ اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں اُنھیں خود اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا ۔

مجسٹریٹ: غالباً یہ بیسویں دفعہ ہو گی کہ تم میرے سامنے پیش ہوئے ہو ۔

ملزم: حضور! اس میں میرا کیا قصور کہ آپ کی تبدیلی نہیں ہوتی ۔

اُستاد: رشید! تم بتلاؤ اِس نقشہ میں امریکہ کہاں ہے؟
رشید: (اُنگلی رکھ کر) یہ ہے جناب!
اُستاد: اچھا حمید! تم بتلاؤ امریکہ کو کس نے دریافت کیا؟
حمید: رشید نے جناب +

ایک امیر کے احاطۂ دولت سرا میں ایک گدھے نے آکر چلّانا شروع کیا۔ امیر نے حکم دیا: اس کو فوراً نکال دو۔ ایک ہمنشین ظریف نے بے ساختہ کہا: "دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" +
جج: لیکن اِس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ واقعہ ۱۵ تاریخ ہی کو گزرا +
گواہ: سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس سے ایک روز قبل ۱۴ تاریخ تھی اور ایک روز بعد ۱۶ +
ڈاکٹر: یہ دوا پی کر تم بچّے کی طرح سو جاؤ گے +
مریض: کیا اس سے آپ کا یہ مطلب تو نہیں کہ مَیں اپنے بچّے کی طرح سو جاؤں گا، جو رات کو دس دس دفعہ اُٹھ کر روتا ہے +

بیٹا: مَیں حیران ہُوں کہ مَیں دانتوں کا ڈاکٹر بنوں یا کانوں کا؟
باپ: میرے خیال میں دانتوں کی ڈاکٹری بہتر ہے کیونکہ ہر شخص کے دانت بتیس ہوتے ہیں اور کان صرف دو +

وکیل: مگر جرح میں تم مُطلق نہیں گھبرائے تجربہ کار معلوم ہوتے ہو +
مؤکل: تجربہ کار؟ خُدا کے فضل سے چھ بچّوں کا باپ ہُوں +
اُستاد: افضل! تمھارا جواب مضمون بہت اچھا ہے۔ مگر لفظ بہ لفظ ارشد کے جواب مضمون سے ملتا جُلتا ہے۔ اِس سے مَیں کیا نتیجہ نکالوں؟
افضل: یہی کہ ارشد کا جواب مضمون بھی بہت اچھا ہے +

کالے خاں: تو میاں شبراتی کا انتقال ہوگیا۔ اور ہاں کیا اُنھوں نے کچھ جائداد بھی چھوڑی ہے
بھورے خاں: میرے خیال میں تو کوئی جائداد نہیں چھوڑی۔ اُن کے لڑکے آپس میں بیحد متحد نظر آتے ہیں +

الف: مَیں ایک جادوگر کو جانتا ہُوں جو دیکھتے دیکھتے ہاتھوں میں سے روپیہ غائب کر دیتا ہے
ب: اِس چابک دستی کے لیے جادوگر ہونا ضروری نہیں۔ میری بیوی یہی کام نہایت عُمدگی سے کرتی ہے۔ حالانکہ وہ جادوگر نہیں +
مُسافر: میرا بل تیرہ شلنگ کا ہونا چاہیے چودہ شلنگ کیسے؟
ملازم ہوٹل: حضور! تیرہ کا عدد منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ آپ کے ڈر کے مارے مَیں نے

ایک کا اضافہ کر دیا ✦

میزبان: (مہمان لڑکے سے) ہاں ہاں کچھ سموسے اور کھاؤ ✦
مہمان لڑکا: جناب! اب تو شکم پُر ہو گیا ہے ✦
میزبان: تو کچھ جیب ہی میں ڈال لو، راستے میں کھا لینا ✦
مہمان لڑکا: جیبیں بھی پُر ہیں جناب! ✦

سیّاح خاوند: میں تمہارے لیے افریقہ سے ایک بندر لایا تھا۔ مگر وہ راستے ہی میں چھوٹ کر بھاگ گیا ✦
بیوی: چلو وہ نہ سہی تم تو آ گئے ✦

مجسٹریٹ: تمہارا وکیل کہاں ہے؟
ملزم: حضور جب وکیلوں کو معلوم ہوا کہ میں نے کوئی چیز نہیں چرائی ہے تو کوئی وکیل میری پیروی کے لیے تیار نہ ہوا ✦

ایک مفت خورے نے اپنے کسی واقف کو کچھ کھاتے دیکھا۔ پوچھا "کیا کھا رہے ہو؟" اس نے آزردگی سے جواب دیا "زہر" مفت خورے نے فوراً اپنا ہاتھ طشت میں ڈال دیا۔ اور یہ کہہ کر کھانے لگ گیا کہ "تمہارے بعد ہمیں بھی جینا حرام ہے" ✦

اُستاد: تمہارا کیا نام ہے؟
نیا طالب علم: ہنری سمتھ ✦
اُستاد: بچے تمہیں اُستاد سے بات کہنے سے پہلے سر یا جناب کہنا چاہیے۔ اب بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟
نیا طالب علم: "سر" ہنری سمتھ ✦

ماں: بیٹا! آگے مت جاؤ۔ وہاں پانی زیادہ گہرا ہے ✦
بچہ: اماں! میں وہاں جانا چاہتا ہوں جہاں ابّا تیر رہے ہیں ✦
ماں: نہیں بیٹا! اُن کی زندگی کا تو بیمہ ہو چکا ہے ✦

چھوٹی لڑکی گڑیا گھر میں چلا چلا کر دعا مانگنے لگی "اے خدا مجھے اچھی سی گڑیا دلا دے، مجھے ایک بائیسکل دلا دے"۔ بڑی بہن نے ڈانٹا "آہستہ بولو خدا بہرا نہیں ہے"۔ لڑکی نے کہا۔ "مگر ابا جان تو بہرے ہیں" ✦

بیوی (ازراہِ محبت) اگر میں کتاب ہوتی تو ہر وقت تمہاری نظروں میں رہتی ✦
خاوند مطالعہ پسند: کاش تم جنتری ہوتیں تاکہ میں ہر سال بدلا کرتا ✦

اُستاد: تم نے آج بالوں میں کنگھی کیوں نہیں کی؟

لڑکا: میری کنگھی کھو گئی ۔

اُستاد: اپنے والد کی کنگھی لے لی ہوتی ۔

لڑکا: اُن کے سر پر بال ہی نہیں ۔

مینیجر: آج خزانچی کہاں ہے ؟

کلرک: گھوڑ دوڑ میں گئے ہیں ۔

مینیجر: (حیرت سے) دفتر کے وقت میں ؟

کلرک: جی ہاں! آج حساب پورا کرنے کے لیے آخری موقع ہے ۔

مجسٹریٹ: کیا تم جانتے ہو کہ اگر تم جھوٹ بولے تو اِس جھوٹے حلف پر خدا تمہیں کیا سزا دیگا ؟

گنوار: ہاں سرکار! دوزخ میں جھونکا جاؤں گا ۔

مجسٹریٹ: اور اگر تم سچ بولے ۔

گنوار: تو مقدمہ ہار جاؤں گا ۔

بڑا بھائی: خدا جانے آج اُسترے کو کیا ہو گیا بالکل نہیں چلتا ۔

چھوٹا بھائی: تو کیا آپکے بال پنسل سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ پنسل تو بڑے مزے میں بن گئی تھی

ایک لڑکا کسی امیر زادی کی محبت میں دن رات آوارہ و سرگرداں پھرتا رہتا۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ کیوں ایک ناممکن الحصول معاملہ کے لیے اپنی عمرِ عزیز برباد کر رہا ہے۔ اُس نے کہا۔ "نصف معاملہ تو طے پا چکا ہے باقی نصف بھی طے ہو جائے گا۔ یعنی میں رضامند ہوں اور وہ رضامند نہیں ۔

اُستاد: کل تم حاضری لگوا کر سکول سے کیوں بھاگ گئے تھے ؟

چھوٹا لڑکا: جناب! یہ الزام "سراسر" غلط ہے میں ہرگز نہیں بھاگا بلکہ آہستہ آہستہ چلا گیا تھا

لڑکا: (والدہ سے) اماں جان! کیا مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہیے کہ جس کے نتیجے میں مجھے مار پڑے

والدہ: بیٹا تمہیں ہرگز ہرگز ایسا کام نہ کرنا چاہیے ۔

لڑکا: تو میں آج سے سکول نہ جایا کروں گا۔ وہاں مجھے ہر روز مار پڑتی ہے ۔

ایک رئیس نے سائیس نوکر رکھا اور کام کی تفصیل اِس طرح پیش کی۔ "تم کو گھوڑا ملنا دلنا، دانہ کھلانا، تھان صاف کرنا، گھاس کھود کر لانا، کمرے صاف کرنا، گھوڑا کسنا، سواری کے ساتھ چلنا، دو وقت کھانا پکانا، تین وقت چلمے تیار کرنا، بستر بچھانا، ہم کو پاؤں دبانا، بازار سے سودا خرید کر لانا، جنگل سے لکڑیاں لانا، برتن وغیرہ دھونا، ان کے علاوہ حسب ضرورت سب کام کرنے ہوں گے۔" سائیس نے پوچھا۔ "حضور کے یہاں قرضہ

کوئی میدان بھی ہے؟" رئیس نے کہا:" وہ کیوں؟" سائیس نے کہا:" اس لیے کہ فرصت کے وقت اینٹیں بھی بنایا کروں گا۔

چچی: کیوں ننھے! تم نے حروفِ تہجی یاد کر لیے؟

ننھا: جی ہاں۔

چچی: بھلا بتاؤ تو الف کے بعد کون سا حرف آتا ہے؟

ننھا: باقی سب حروف الف کے بعد ہی آتے ہیں۔

ماں (چھوٹی بچی سے جو پہلے ہی دن سکول گئی تھی) بیٹی حمیدہ! کیا آج تم نے سکول میں کچھ سیکھا؟

حمیدہ: نہیں اماں! آج تو کچھ نہیں سیکھا۔ کل شاید پھر جانا پڑے۔

منیجر ہوٹل: ذرا باہر تشریف لا کر قوسِ قزح کا دلفریب نظارہ دیکھیے۔

مسافر: اس کے لیے تو زائد رقم طلب نہیں کیجیے گا؟

بچہ: (ٹیلیفون پر) آج میرا لڑکا بیمار ہے، وہ مدرسے نہیں آسکتا۔

ماسٹر: (آواز پہچان کر) اور یہ ٹیلیفون پر کون بول رہا ہے؟

بچہ: (گھبرا کر) ماسٹر صاحب! ٹیلیفون پر میرے باپ بول رہے ہیں۔

ایک وکیل نے اپنے بچے کو جھوٹ بولنے کے جرم میں سزا دی۔ بچہ دیر تک روتا رہا۔ جب رو چکا تو اس نے اپنے باپ سے پوچھا۔ ابا جان! یہ تو بتاؤ کہ جھوٹ بولنے پر مجھے کب تک سزا ملا کرے گی اور اس قابل کس دن ہونگا کہ آپ کی طرح جھوٹ بولنے پر مجھے روپیہ ملے۔

باپ: بیٹا رشید! کمرے میں جا کر دیکھنا کلاک چل رہا ہے یا نہیں؟

رشید: ابا جان! کلاک چل تو نہیں رہا۔ کھڑا دم ہلا رہا ہے۔

ایک شخص کا گدھا مسجد میں چلا آیا۔ مالک بھی تلاش کرتا ہوا وہاں آپہنچا۔ دیکھا تو ملّا صاحب گدھے کو مار رہے ہیں، بولا "کیوں مارتے ہو؟ گدھا تھا چلا آیا۔ کبھی ہم بھی تمھاری مسجد میں آتے ہیں؟"

فقیر: بابو جی! مجھے ایک روپیہ دیجیے۔ میں آنکھوں سے اندھا ہوں۔

بابو: لیکن ایک آنکھ تو تمھاری بالکل ٹھیک ہے۔

فقیر: پھر آپ آٹھ آنے ہی دے دیں۔

ایک اَدھ تعلیم یافتہ جنھوں نے تھوڑی بہت سائنس سے واقفیت حاصل کی تھی اور اپنے آپ کو بڑا سائنس دان خیال کرتے تھے چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک دیوار پر گوبر کے چھوٹے چھوٹے اُپلے لگے ہوئے تھے، آپ وہاں کھڑے ہو کر سوچنے لگے۔ اتنے میں ان کا ایک دوست بھی آنکلا اور پوچھنے لگا" فلاسفر صاحب! کیا سوچتے ہو؟" فلاسفر بولا۔

"میں یہ سوچتا ہوں کہ اِس دیوار پر جینٹس نے کس طرح چڑھ کر گوبر کیا ہوگا" دوست بہت ہنسا اور سلام کر کے چل دیا ٭

اُستاد: لڑکو! تم جانتے ہو بے موقع بارش کسے کہتے ہیں؟
ایک لڑکا: جو سنیچر کی شام کو ہو ٭

ایک سانڈنی سوار جا رہا تھا۔ راستہ میں سانڈنی کی مُہار ٹوٹ گئی اور وہ بے تحاشا بھاگی۔ اِس بدحواسی میں سوار کے ایک دوست نے پُوچھا "بھائی ایسی جلدی کہاں کا ارادہ ہے؟" سوار بولا۔ جہاں سانڈنی کی مرضی ٭

ایک فلسفی شجاعت کی تعریف کر رہا تھا۔ ایک سپاہی اُسے سُن کر ہنس پڑا۔ دوسرا شخص جب اُس کی ہنسی پر خفا ہُوا تو سپاہی نے کہا "یہ بیانِ شجاعت میں نے ابابیل کی زبانی سُنا ہے۔ اگر باز سے سُنتا تو ہرگز نہ ہنستا" ٭

اشرف: کیا آپ نے مقدمہ کے متعلق دونوں وکیلوں کی رائے لی۔ کیا دونوں کی رائے ایک تھی؟
رشید: ہاں جناب! دونوں نے فیس کے پچاس پچاس روپے ہی طلب کیے ٭

تار بابو کی بیوی فضول بکواس سے تھکے ہوئے شوہر کا دماغ پریشان کر رہی تھی۔ شوہر خاموش تھا۔ بیوی نے جھلا کر پُوچھا "آخر تم بولتے کیوں نہیں"؟ میاں نے سر کھجا کر جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر تم اپنے میکے سے مجھے اِتنے لفظوں کا تار دیتیں، تو تمھارے باپ کو ۷۵ روپے بارہ آنے صرف کرنے پڑتے" ٭

مالکِ مکان: تمام مزدور بارہ بارہ اینٹیں لاتے ہیں لیکن تم صرف چھ اینٹیں لاتے ہو؟
مزدور: جی یہ تمام کے تمام کام چور اور حرام خور ہیں دُوسرا پھیرا لانے سے جی چُراتے ہیں ٭

الف: تمھارے مُنہ پر بال اُگ آئے ہیں۔ ایسے جوان ہو کر پھر بھی ایک چور سے تم ڈر گئے؟
ب: جناب! میرے مُنہ پر بال اُگے ہیں مستول نہیں اُگے جو میں چور کا مقابلہ کر سکتا ٭

شریف آدمی: تم نے قمیص تو گم کر دی اور دُھلائی کی اُجرت بھی طلب کرتے ہو؟
دھوبی: جناب وہ اِستری کرنے کے بعد گُم ہُوئی تھی ٭

ایک مقروض نے سُنا کہ "وقت روپیہ ہے"! وہ اپنے قرضخواہ کے پاس جس کا اُس نے ایک ہزار روپیہ دینا تھا، گیا اور پُوچھنے لگا: جناب! کتنے سال جمع کیے جائیں تو ایک ہزار روپیہ بنتا ہے؟

آقا: (نئے سائیس سے) نہیں اس طرح نہیں ہونے کا۔ کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو؟
سائیس: میں اس امر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کل ہی یہاں آیا ہوں ٭

اَدَبِ ہِندی

[طلب کرو علم و حکمت خواہ تم کو چین سے ہو ۔
خراب اجزا نکال کر صاف صاف حاصل کرتے جاؤ ۔ (احادیث پاک)]

مالی آوت دیکھ کر کلیاں کریں پکار ۔ پھولے پھولے چُن لیے کال ہماری بار
" آتا " " " " " کھلے کھلے " کل "

مت ستائے غریب کو بُری غریب کی آہ ۔ موئے چمڑے کی کھال سے لوہا بھسم ہو جاہ
" " " " " " مُردہ " " " " " گل جاتا ہے

جھوٹے سُکھ کو سُکھ کہیں مانت ہیں من مود ۔ جگت چبینا کال کا کچھ مُکھ میں کچھ گود
" آرام " مانتے دل کی خوشی دُنیا ناشتہ موت " " " "

رام نام کے کارنے سب دھن ڈالا کھوئے ۔ مورکھ جانے گر پڑا دن دن دونا ہوئے
" سبب " دولت کھو ڈالی بیوقوف " " " " دُگنا

دھولے دھولے سب بھلے دھولے بھلے نہ کیش ۔ رتیا دُشمن رپ مرے نہ آدر کرے نریش
سفید " " " " " بال بیوی " " دُشمن " " قدر " حکومت

تو دھی لالی دیکھ کے پھول گُمان بھئے ۔ کیتے باغ جہان میں لگ لگ سُوکھ گئے
گہری سُرخی " " " " " مغرور ہوئے " " " " " " "

پینا چاہے پریم رس رکھنا چاہے مان ۔ ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سُنا نہ کان
" " جام محبت خُدا " تکبّر " " " " تلوار "

دین گنوایا دُنیا سیتی دُنیا نہ چلی ساتھ ۔ پیر کلہاڑا ماریو غافل اپنے ہاتھ
نیڑے ہے پر سُوجھے نہیں لعنت ایسی زند ۔ تلسی اس سنسار کو بھیا موتیا بند
نزدیک " لیکن نظر نہیں آتا " " زندگی " " جہان " ہُوا "

سر راکھے سر جات ہے سر کاٹے سر ہوئے ۔ جیسے باتی دیپ کی کٹے اُجالا ہوئے
سر رکھنے سے سر جاتا ہے سر کٹانے سے فتح ہوتی ہے ۔ جیسے بتی چراغ کی کٹنے سے زیادہ روشنی ہوتی ہے

آج کل کے بیچ میں جنگل ہوے گا باس ۔ اوپر اوپر ہل پھریں ڈھور چریں گے گھاس
" " " " " " ہوگا قیام " " " " " " حیوانات "

ہاڈ جلیں جوں لاکڑی کیس جلیں جوں گھاس ۔ سب جگ جلتا دیکھ کے بھئے کبیر اُداس
ہڈیاں جلیں جیسے لکڑی بال " جیسے " دُنیا جلتی " ہوئے

دوش پرایا دیکھ کے چلے ہنسنت ہنسنت — اپنا یاد نہ آوتا جا کا آد نہ انت
گناہ غیر کا " " " ہنس ہنس کر — " " نہ آتا جس کا حد نہ شمار نہ آخر

تنکا کبھوں نہ نندیے جو پاؤں تلے ہو — کبھو اُڑ آنکھوں پڑے پیڑ گھنیری ہو
تنکے کی کبھی بُرائی نہ کیجیے " " کے نیچے ہو — کبھی " " " " درد بہت ہو

سانچ بن سمرن نہیں بھے بن بھگتی نہ ہوئے — پارس میں پردہ رہے کنچن کس بدھ ہوئے
سچ بغیر یادِ خدا " خوف بغیر عبادت نہ ہو — پتھر (جو سونا بناتا ہے) سونا کس طرح سے ہو

ایسی بانی بولیے جو من کا آپا کھوئے — اورن کو سیتل کرے اور آپا سیتل ہوئے
" بات " " " خودی " — اوروں کو ٹھنڈا " " خود ٹھنڈا "

جہاں دیا تہاں دھرم ہے جہاں لوبھ تہاں پاپ — جہاں کرودھ تہاں کال ہے جہاں چھما تہاں آپ
" کرم وہاں ایمان " " لالچ وہاں گناہ ہے — " غصہ وہاں موت ہے " خاکساری وہاں آپ ہے

شبد برابر دھن نہیں جو کوئی جانے بول — ہیرا تو داموں ملے شبد کا مول نہ تول
نیک بات سے زیادہ دولت نہیں " " — " قیمت سے " نیک بات " "

جیوں نینن میں پوتلی تیوں خالق گھٹ ماہیں — مورکھ لوگ نہ جانہیں باہر ڈھونڈن جائیں
جیسے آنکھوں میں پُتلی ویسے خدا دل میں ہے — بیوقوف " نہیں جانتے " ڈھونڈنے جائیں

جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چقمق میں آگ — تیرا پریتم تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ
جیسے " میں " " جیسے چقماق " " — " محبوب " " " " "

ست بچن، ادھینتا، پر تریا مات سمان — تا ہو پر نہ ہر ملیں تو تلسی داس ضمان
سچ بولنا، صبر کرنا، غیر کی عورت کو ماں سمجھنا — تس پر بھی نہ خدا ملے تو " " ضامن ہے

کام کرودھ مد لوبھ کی جب لگ من میں کھان — تلسی پنڈت مورکھا دونوں ایک سمان
شہوت غضب محبت لالچ کی جب تک دل میں کان ہے — " عالم اور بیوقوف " " جیسے ہیں

سیکھ واکو دیجیے جا کو سیکھ سہائے — سیکھ نہ دیجے بندراں جو بیئے کا گھر ڈھائے
نصیحت اُس کو دینی چاہیے جو نصیحت کا اہل ہو — نصیحت نہ دیجیے بندروں کو " " اُجاڑ دے

پڑھ پڑھ کے سب جگ مُوا پنڈت بھیا نہ کوئے — ڈھائی اکھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے
تعلیم حاصل کر کے سب جہان مرا عالم ہوا نہ کوئی — ۲½ حروف محبت کے جو " وہ عارف ہو جائے

جیوت مانی ہو رہو سائیں سنمکھ ہوئے — دادو پہلے مر رہو پیچھے مرے سب کوئے
جیتے جی مٹی بنے رہو خدا راضی ہوگا — " " " " " " " کوئی

من میلا تن اُجلا بگلا کا سا بھیکھ — تو سے تو کاگا بھلا جو باہر بھیتر ایک

من میلا تن اُجلا بگلا کا سا بھیس	تجھ سے تو کوا اچھا جو باہر اور اندر ایک سا ہے
جن کھوجا تن پائیا یار برہم گھٹ ماہیں	یہ جگ بورا ہو رہا جو رات اُت ڈھونڈن جائیں
جس نے ڈھونڈا اُس نے پایا محبوبِ حقیقی دل میں ہے	یہ جہان سودائی ہے جو اِدھر اُدھر ڈھونڈنے جاتے ہیں
پریم برابر جوگ نہیں پریم برابر گیان	پریم بھگتی بن سادھوا سب کچھ تھوتھا جان
محبتِ خدا ترکِ دنیا " " " " نہ معرفت	سچی عبادت بغیر " " " " خالی "
مالا پھیرت جگ بھیا پھرا نہ من کا پھیر	کر کا منکا ڈار کر تو من کا منکا پھیر
تسبیح پھیرتے مدت ہوئی " " دل "	ہاتھ کا منکا ڈال کر دل " " "
مالا تو کر میں پھرے جیبھ پھرے مکھ ماہیں	منواں تو وہ دس پھرے یہ تو سمرن ناہیں
تسبیح تو ہاتھ میں پھرے زبان پھرے منہ میں	نفس تو چاروں طرف پھرے " " یادِ خدا نہیں ہوئی
پانی کا سا بلبلا اِس مانش کی جات	دیکھت ہی چھپ جائیں گے جیوں تارا پربھات
پانی کے بلبلے کی مانند اس انسان کی اصلیت ہے	دیکھتے " " " " جیسے ستارا صبح کا
کبیرا اِنت مر جائیں گے کوئی نہ لے گا نام	اُجڑ جا بسائیں گے چھوڑ بستا گام
" آخر " " " " "	اُجاڑ " " " آباد گاؤں
سوکن سے سولی بھلی جو تُرت نکالے جی	سولی سے سوکن بُری جو آدھ بٹانے پی
سوکن سے پھانسی اچھی فوراً نکال لے جان	پھانسی " " " " آدھا بٹالے شوہر
آج کہے میں کال جیوں گا کال کہے پھر کال	آج کال ہی کرت ہے اوسر جاسی چال
" " " کل عبادت کرونگا کل " " کل	" کل " کرتا ہوا بھول جائے گا "
کال کرے سو آج کر آج کرے سو اب	پل میں پرلے ہوئے سی پھیر کرے گا کب
کل " " " " " "	" قیامت " " " "
آسن مارے کیا ہوا مری نہ من کی آس	تیلی کا رے بیل جیوں گھر ہی کوس پچاس
معتکف ہونے سے " " دل کی خواہشات	" جیسے " " "
بڑا ہوا تو کیا ہوا جیسے بڑی کھجور	پنچھی کو چھایا نہیں پھل لاگے اِتنی دور
" " " " "	مسافر کو سایہ " " لگے
پتا ٹوٹا ڈال سے لے گئی پون اڑائے	اب کے بچھڑے نہ ملیں دور پڑیں گے جائے
" " " " " ہوا "	" " خدا ہوئے " "
لینے کو ست نام ہے دینے کو ان دان	ترنے کو ہے دینتا ڈوبن کو ابھمان
" خدا کا " " خیرات	ترنے کے لیے خیرات ڈوبنے کو تکبر

اِندرین کے بَس میں من رہے من کے بس میں بدھ　کہو دھیان کیسے لگے ایسا جہاں بِرُودھ
خواہشات کے ″ ″ دل ″ دل ″ میں عقل　″ یادِ خدا ″ ہو سکے جہاں ایسے اسبابِ فساد ہوں
چلنا ہے رہنا نہیں چلنا بسوے بیس　سہج تنک سہاگ پر کیا گندھائے سیس
″ ″ ″ ″ ″ سو فی صد　″ تھوڑے سے ″ ″ ″ ″ ″ سر
اُت سے کوئی نہ آیا جا سے پوچھوں دھائے　اِت سے سب کوئی جات ہے بھار لدے لدائے
اُدھر ″ ″ ″ جس ″ جاکر　اِدھر ″ ″ ″ جاتا ″ ″ ″
جاکارن جگ ڈھونڈیا سو تو گھٹ ہی مانہہ　پردہ ڈار بھرم کا تاسے سُوجھے نانہہ
جس کے لیے جہان ڈھونڈا سو وہ تو دل ہی میں ہے　″ ڈال ″ اس لیے ″ نہ
دُرلبھ مانش جنم ہے دیہہ نہ بار م بار　ترور سوں پتا جھڑے پھر نہیں لاگے ڈار
نایاب انسانی زندگی ″ دیا نہ جائے گا بار بار　درخت سے ″ ″ ″ لگتا ڈال سے
بہت پسارا مت کرو کر تھوڑے کی آس　بہت پسارا جن کیا وہ بھی گئے اُداس
اُونچے پانی نہ ٹکے نیچے ہی ٹھہرائے　نیچا ہو سو بھر پیئے اُونچ پیاسا جائے
من کے مارے بن گئے بن تج بستی مانہہ　کہیں کبیر کیا کیجیے یہ من نہ سوجھے نانہہ
نفس کے مارے جنگل گئے جنگل کو ترک کیے بستی میں گئے　″ ″ ″ ″ دل سمجھے نہیں
کنچن تجنا سہج ہے سہج تریا کا نیہہ　مان بڑائی ایرشا دُرلبھ تجنی ایہہ
خالص سونا ترک کرنا آسان ہے آسان ہے عورت کی محبت　تکبر، بڑائی، لالچ نایاب ہے ترک کرنا یہ
مایا تجی تو کیا ہوا مان تجا نہیں جائے　مان دُرگلے بڑے منی مان سبھن کو کھائے
دولت ترک کی تو کیا ہوا تکبر ترک نہ ہو سکے　تکبر نے درغلائے بڑے بزرگ تکبر سب کو کھائے
بات نہ چھانڈے اپنی سیس جائے تو جائے　بات گئی تو سب گیا پھر کیا کرے اُپائے
″ چھوڑے ″ سر ″ ″ ″　″ ″ ″ ″ تدبیر
بُرا جو دیکھن میں چلا بُرا نہ دیکھا کوئے　جو دل کھوجا آپنا مجھ سے بُرا نہ کوئے
موہ مہا دُکھ روپ ہے تاہ کو مار نکار　پریت جگت کی چھوڑ دے تب ہوئے نربار
محبتِ دُنیا سخت تکلیف دہ ہے اس کو مار نکال　محبتِ دُنیا ترک کر ″ ہو گا سبکدوش
کبیر من مرتک بھیا دُربل بھیا شریر　پاچھے لاگے ہری پھریں کہیں کبیر کبیر
″ دل مُردہ ہوا ناطاقت ہوا جسم　پیچھے لگے پرماتما ″ ″ ″
دھیاں جنوائی لے گئے بہوواں لے گئیں پوت　تریا جو جن لے گئی رہے اوت کے اوت
بیٹیاں داماد ″ ″ ″ ″ ″　عورت حسن ″ ″ بیوقوف کے بیوقوف

موتی اُپجے سیپ میں سیپ سمندر مانْہ مرجیوا کوئی کاڈھے دوجا کو کم نانْہ
،، پیدا ہو ،، ،، اور ،، ،، میں جانباز ہی ،، نکالے دوسرے کا کام نہیں

آپ سے رٹے دودھ برابر مانگ ملے سو پانی کہے نانک رکت برابر جس میں کھینچا تانی
،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، خون ،، ،، ،، ،،

کبیر مرمر نچ رہا کوئی نہ بوجھے سار وہ تو ہری کا داس ہے موت رہی تھک ہار
،، ،، ،، ،، ،، ،، سمجھے حقیقت ،، ،، خدا ،، بندہ ،، ،، ،، ،،

مَیں پتی ورتا پیو کی کبھو نہ ہوا کاج پتی ورتا ناگی رہے تو واہی پتی کی لاج
،، شوہر پرست ،، ،، ،، برا کام شوہر پرست ننگی ،، ،، وہی خاوند ،، شرم

جل جیون پیارا ماچھلی لوبھی پیارا دام ماتا پیارا بالکا بھگتی پیاری رام
پانی جیسے پیارا ہے مچھلی کو لالچی کو پیارا ہے روپیہ ماں کو پیارا ہے لڑکا عبادت پیاری ہے خدا کو

کبیر کا ہے گربھیا کال گہے کر بیس نہ جانی کت مارسی کیا گھر کیا پردیس
،، کیوں غرور کرتا ہے موت پکڑے ہاتھ اور سر نہ جانے کہاں مارے گی گھر میں یا پردیس میں

کیا کیا ہم آئے کے کیا کریں گے جائے اِت کے بھئے نہ اُت کے چالے مول گنوائے

سُولی اوپر گھر کیا وِش کا کیا اہار کال بچارا کیا کرے آٹھ پہر ہوشیار
پھانسی کے اوپر گھر ،، زہر کا بنایا کھانا موت بچاری ،، ،، ،، ،، ،،

یہ جگ کوٹھی آگ کی چھوئے سو لاگے آگ بھیتر رہے تو جل مرے سادھو رہے تو بھاگ
،، دنیا ،، ،، ،، چھوتے ہی لگ جاتی ہے آگ اندر ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

کھری کسوٹی رام کی جھوٹا ٹکے نہ کوئے رام کسوٹی سو ٹکے جیوتک مرتک ہوئے
،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، زندہ ہی مُردہ ہو جائے

چمپا تجھ میں تین گن روپ رس اور باس اوگن تجھ میں ایک ہے بھنورا نہ بیٹھے پاس

ہنس ہنس کوئی نہ پائیا جن پایا تن روئے ہنسی خوشی جو ہری ملیں کون دُہاگن ہوئے

پتی ورتا کو سکھ گھنا جاکے پتی ہے ایک من میلی وبھچارنی جاکے خصم انیک
شوہر پرست کو آرام بہت ہے جس کا شوہر ،، ،، بدکار جس و شوہر بہت ہیں

پتی ورتا وبھچارنی ایک مندر میں باس یہ رنگ راتی پیو کی وہ گھر گھر پھرے اداس
شوہر پرست اور بدکار کا ایک ہی ،، قیام ہے یہ تو سرخرو خاوند سے ،، ،، ،،

پرناری پینی چھری مت کوئی کرے پرسنگ دس مستک راون گئے پرناری کے سنگ
پرائی عورت خفیہ چھری ہے نہ پیدا کرے کوئی تعلق دس سروں والا راون مر گیا پرائی عورت کے ساتھ

سمرن سے من لائیے جیسے دیپ پتنگ   پران تجے پل ایک میں جلت نہ موڑے انگ
یاد خدا سے دل لگائیے " چراغ سے پروانہ   جان دیدے " " جلتے وقت نہ جسم

بانبی کوٹیں باورے سرپ نہ مارا جائے   مورکھ بانبی نہ ڈسے سرپ سبھن کو کھائے
" یعنی جسم کو تکلیف دیں بیوقوف سانپ یعنی نفس نہ مارا جائے   احمق " " " سانپ سب کو کھائے

نینوں اندر آؤ تو نین جھانپ ہی لوں   ناہیں دیکھوں اور کو نہ تو ہے دیکھن دوں
آنکھوں کے اندر آؤ تو آنکھیں بند ہی کر لوں   نہ تو خود " " " تجھ کو دیکھنے "

فریدا خالق خلق میں خلق بسے رب ماہنہ   مندا کس کو آکھئے جان تجھ بن کوئی ناہنہ
" خدا " " " " " اندر   برا " " کہا جائے جب تجھ بغیر " نہیں

تلسی اپنے رام کو بھجو ریجھ یا کھیج   بھوم پڑے سب اوپجیں گے الٹے سیدھے بیج
" " خدا " یاد کرو شوق سے یا تنگ ہو کر   زمین میں " " اگ آئیں گے " "

کبیرا کلجگ کٹھن ہے سادھ نہ مانے کوئے   کامی کرودھی مسخرا تن کا آدر ہوئے
" زمانہ حال مشکل " فقیر کو نہیں مانتے کوئی   زانی غصہ ور " ان " آؤ بھگت ہوتا ہے

جو کچھ کیا سو تیں کیا میں کیا کچھ ناہنہ   تجھ بن میں نے کیا کیا تو بھی تھا مجھ ماہنہ
" " تو نے " میں نے " " نہیں   " " " " " " " میرے اندر

آنکھ ناک منہ ڈھانپ کے نام نرنجن لے   اندر کے پٹ جد کھلیں جد باہر کے پٹ دے
" " " " " " خدا "   " دروازے جب " جب " دروازے بند کو

موند منڈائے کیا ہوا جو کیتا گھیٹم گھوٹ   منوا تو مونڈا نہیں جس کا سگرا کھوٹ
سر " " ہوتا ہے " چار ابرو کا صفایا کیا   نفس کو تو " " " سارا فساد ہے

مرنے پیچھے مت رلو کہے کبیرا رام   لوہا ماٹی ہو گیا پھر پارس کس کام
" " " " " " اے خدا   " مٹی " " " " " " "

رام نام سے گنٹھ بھلے جو ٹپ ٹپکے چام   وار دوں کنچن دیہہ کو کہ جس مکھ ناہیں رام
خدا کا " لینے والے کوڑھی اچھے جن کے ٹپکے چمڑے پیپ   نثار کر دوں ستھری جسم کو جس منہ میں نہیں یاد خدا

داود دنیا باوری قبریں پوجیں اوت   جو مارے ملک الموت کے ان سے مانگیں پوت

تلسی رن میں جوجھنا گھڑی ایک کا کام   نت اٹھ من سے جوجھنا بن کھانڈے سنگرام
" میدان جنگ میں لڑنا ایک ساعت کا کام ہے   ہر روز اٹھ نفس سے جنگ کرنا بغیر تلوار جہاد جنگ ہے

مصری کا پربت بھیو اور چیونٹی رکسی آئے   ان مکھ اپنا بھر لیو پربت کا کیا جائے
" پہاڑ ہوا " " نکلی "   " منہ " " پہاڑ " " "

جیسی کرنی دیو کو ویسی اُتپجے بُدھ   ہونہار ہردے بسے بسر جات سُدھ
جیسا کرنا خدا کو منظور ہو ویسی ہی آجاتی ہے عقل   ہونے والی دل میں بس جاتی ہے بھول جاتی ہے عقل

سدا نہ پھولیں توریاں اور سدا نہ ساون ہوئے   سدا نہ جوبن تھر رہے اور سدا نہ جیوے کوئے
ہمیشہ " " " " " " " " " "   ہمیشہ " حسن قائم " " ہمیشہ نہ زندہ رہے کوئی

ندی ناؤ کا بیٹھنا پلک ایک کی پریت   پل میں بچھڑے جات ہیں یہی جگت کی ریت
دریا میں کشتی پر " ایک ساعت کی محبت ہے   " جُدا ہو جاتے " " دُنیا کا طریقہ ہے

دو جیوں میں گانٹھ بندھے جب ہو من کا میل   یا تو کھیلو انت تک یا مت کھیلو یہ کھیل
دو دلوں " " " " " " " " " آخر " " " " "

رام نام کی لوٹ ہے لوٹی جائے سو لوٹ   انت کال آئے گا پران جائیں گے چھوٹ
" " " " " " " " " "   آخر موت " کی جان نکل جائے گی

ہم دیکھیں جگ جات ہے جگ دیکھے ہم جائیں   ہم تو بیٹھے راہ پر کس کس کو پچھتائیں
ہم دیکھتے ہیں دُنیا جاتی ہے دُنیا دیکھے گی ہم جائیں گے   ہم خود برسر راہ بیٹھے ہیں کس کس کا افسوس کریں

جنک سُتا جسرتھ بہو رامچندر پرلین   سو ہر چا بششٹ نے کرم ریکھ نہ کہ دین
راجہ جنک کی بیٹی جسرتھ کی بہو راجہ رامچندر نے بیاہی   رسوم شادی بششٹ نے کیں مگر کچھ بھی صاحب باطن تقدیر نہ بتا سکا

لاکھ سیان پٹ کوٹ بدھ کر دیکھو سب کوئی   ان ہونی ہونی نہیں ہونی ہو سو ہوئی
" حیلی ہر قسم کی تدبیر " " " " " ناشُدنی شُدنی " " " " "

راتا راتا سب کہیں راتا بھیا نہ کوئے   راتا سو کو جانئے جاہ تن رکت نہ ہوئے
سُرخ سُرخ " " " " " " " "   سُرخ اسی کو جانو جس کے جسم میں خون نہ ہو

بڑے بھئے دُکھ بہت ہے چھوٹے بھئے دُکھ دور   تارے سب نیارے رہیں گہن چاند اور سور
بڑا ہونے سے " " " " ہونے سے " "   ستارے " علیحدہ " " " " سُورج

پھیکا پھوکا کوئی نہیں ہر گٹھڑی میں لال   گرہ کھول پرکھو نا ہیں اس بدھ بھئے کنگال
" " " " " " " " " "   " کر جانچو نہیں " وجہ سے ہے مُفلس

جاگن سے سوون بھلا جو کوئی جانے سوئے   انتر لَو لاگی رہے سہج ہی سمرن ہوئے
جاگنے " سونا اچھا " " سونا   اندر یاد لگی " تو آسانی ہی سے یاد خدا ہو جائے

جنم مرن دُکھ یاد کر کوڑے کام نوار   جن جن پنتھوں چالنا سوئی پنتھ سنوار
پیدائش موت کی تکلیف یاد کر جھوٹے کام ترک کر   جن جن راستوں پر چلنا ہے وہی راستہ درست کر

من کے متے نہ چالئے من کے متے انیک   جو من پر اسوار ہیں سو سادھو کوئی ایک

نفس کے کہنے نہ چلئے نفس کی خواہشات بیشمار   جو من پر اسوار ہیں سو سادھو کوئی ایک

جہاں کام تہاں نام نہیں جہاں نام نہیں کام   دونوں کبھی ناہیں ملیں ربی رجنی اک ٹھام

جہاں شہوت وہاں یادِ خدا نہیں جہاں یادِ خدا ہو نہیں شہوت   " " نہیں ملتے سورج رات ایک جگہ

چھوٹی موٹی کامنی سب ہی بس کی بیل   بیری مارے داؤ سے یہ مارے ہنس کھیل

" " عورت " " زہر " " دشمن " " " " "

سوارتھ کا سب کوئی سگا سارا ہی جگت جہان   بن سوارتھ آدر کرے سو کوئی سنت سجان

بختِ موافق " " " " " " " بدبختی ہیں آدبھگت " وہی فقیر بے نظیر ہے

گانٹھ میں ہووے سو ہاتھ کر ہاتھ ہوئے سو دے   آگے ہاٹ نہ بانیا لینا ہوئے سو لے

" " " " " " " " دکان " دکاندار " " " "

رام کسی کو نہیں مارتے وہ ہیں موٹے رام   آپ ہی مر جائیں گے کرکے کھوٹے کام

جاکو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوئے   بال نہ بانکا کر سکے جو جگ بیری ہووے

جس کو رکھے خدا اُس کو " " " کوئی " " ٹیڑھا " خواہ تمام زمانہ دشمن ہو جائے

کتھا کیرتن چھوڑ کر کرے جو اور اوپائے   کہیں کبیر اُس سادھ کے پاس کوئی مت جائے

ذکرِ خدا بندگی " " " " تدبیر " " درویش " " " "

مارگ پہ چلتے جو گرے تاکو ناہیں دوش   کہیں کبیر جو چلے ناتا سر کرتھے کوش

راستہ " " " اُس کو نہیں الزام گناہ " جو چلتا نہیں اُسکے سر بخت منزل کا سے کوس ہی

سُرت کرو میری سائیاں ہم ہیں بھوجل ماتھ   آپ ہی بہ جائیں گے جو نہ پکڑو باتھ

دستگیری " " خدایا " " گہرے پانی میں " " " " "

اوگن تو بہت کیے کرت نہ لاگی بار   بھاوے بندہ بخشئے چاہے گردن مار

گناہ " " " کرتے " لگی دیر خواہ " " " "

کبیر سنگت سادھ کی صاحب آویں یاد   لیکھے میں سوئی گھڑی باقی کے دن باد

" صحبت فقیر " خدا آئے یاد   حساب " وہی " " " برباد

بھگتی پرمان سے ہوت ہے من دے کیجے بھاؤ   پرمارتھ پرتیت میں یہ تن جاؤ تو جاؤ

عبادت روح سے ہوتی ہے دل دے کر کرو محبت   نیک ارادے کی آزمائش میں اگر یہ جسم جائے تو جائے

پریم بھاؤ اک چاہیے بھیکھ انیک بنائے   چاہے گھر میں باس کر چاہے بن میں جائے

محبت سلوک ایک چاہیے خواہ بھیس بیشمار بناؤ   " " قیام کرو خواہ جنگل " جاؤ

جھو جینگے تب کہیں گے اب کچھ کہا نہ جائے   پھیر پڑے من مسخرا الٹے کو دوڑ بھاگ جائے

رہیں گے تب کہیں گے اب کچھ کہا نہ جائے　　مصیبت پڑے من مسخرا لڑے کہ فوراً بھاگ جائے

مایا ٹھگنی بھی ٹھگت پھرے سب دیش　　جا ٹھگ نے ٹھگنی ٹھگی تا ٹھگ کو آدیس

دولت ٹھگنی ٹھگتی پھری سب جہان کو جس " " " اس " " مبارک ہو

بنا بچارے جو کرے سو پاچھے پچھتائے　　کام بگاڑے اپنا جگ میں ہوت ہنسائے

بغیر سوچے " " " بعد میں " " " " دنیا " ہوتی ہے ہنسی

جا کی گانٹھی نام ہے تا کے ہیں سب رِدھ　　کر جوڑے ٹھاڑے سبھی آٹھ سِدھ نو نِدھ

جس کی گرہ میں یادِ خدا ہو تس کو میسر ہیں نعمتیں، ہاتھ جوڑے کھڑے سب ہی خوش قسمتی کے پانسے

قول | داؤد دعویٰ دور کر، نردعوے دن کاٹ　　کیتی سوداگر گئے اس پنساری ہاٹ

" " " بغیر " " کتنے ہی " " اس " کی دکان

جواب | داؤد دعویٰ دور نہیں دعویٰ جوں کا توں　　جو تو ہوتا نردعویٰ پچیلے مونڈ تا کیوں

چھوٹے گھر کو گھر کہیں سانچے گھر کو گور　　ہم چلے گھراپنے لوگ مچاویں شور

گورو گوبند دونوں کھڑے کس کے لاگوں پائے　　بلہاری گورو اپنے جن گوبند دیے بتائے

مرشد خدا " " " پڑوں پاؤں قربان مرشد " " خدا " "

جا کی پونجی سانس ہے چھن آوے چھن جائے　　تا کو ایسا چاہیے رہے نام لو لائے

جس کی " دم ہے پل میں آئے پل میں جائے اس کو " " " یادِ خدا میں لگا شوق سے

بہت گئی تھوڑی رہی پل پل بیتی جائے　　دو گھڑی کے کارنے کاہے کلنک لگائے

تلسی نر کا کیا بڑا سمے بڑی بلوان　　ابھی گوپیاں لٹ گئیں وہی ارجن وہی بان

" مرد " " وقت بڑا طاقت ور گھڑی " " " " " " " تیر

یہ تن دِش کی بیلری گورو امرت کی کھان　　سیس دِئے جو گورو ملیں تو بھی سستا جان

یہ جسم زہر " بیل ہے مرشد آبِ حیات کا چشمہ ہے سر " " " مرشد " " " "

مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ گئے لپٹائے　　ہاتھ ملے اور سر دُھنے لالچ بری بلائے

سوچ سمجھ کر پگ دھر واتی ٹیڑھی ہے راہ　　بنا بویک وچار کے کبھی نہ ہو نرواہ

" " پاؤں رکھو سخت " " بغیر کافی غور و فکر " " " " نبھاؤ

مایا کے دو روپ ہیں پرگٹ بھاؤ ابھاؤ　　بھاؤ پھنسائے جال میں دُکھ روپ ابھاؤ

دولت کی شکلیں ہیں دو ظاہرا۔ محبت و نفرت محبت " " " " " پیدا کرے نفرت

من گُن اوگن دو او بسیں من کا کیا وشواش　　کبھی مَن راجہ بنے کبھی سیوک داس

دل میں نیکی بدی دونوں بستے ہیں دل کا کیا اعتبار ہے " " " " خدمتگار فرمانبردار

مانش سوئی جانئے کرے منش کا کاج | مانش سیوا کے لئے کبھی نہ آوے لاج
انسان اسی کو سمجھئے جو کرے انسان کا کام خدمت | خدمت خلق کے لیے " " ہو عار

بھوساگر اتی کٹھن ہے اٹھتی لہر ہزار | جب لگ دیا نہ ہو تیری کیونکر اتریں پار
بحر عالم سخت دشوار ہے " " | " تک رحم " " تیرا کیسے اتر سکتے ہیں پار

جو کوئی آپ کو جانیا تو سب ہی جانیا جان | جو یہ ایک نہ جانیا سب ہی جان اجان
جس کسی نے اپنے آپ کو جانا تو سمجھو اس نے سب کچھ جان لیا | جس نے یہ ایک بات نہ جانی تو سمجھو وہ سب سے بے خبر ہے

سکھیا سب سنسار ہے کھاوت ہے اور سووئے | دکھیا داس کبیر ہے جاگت ہے اور روئے
راحت میں سب دنیا ہے کھاتے ہیں اور سوتے ہیں | مصیبت میں خادم کبیر ہے جاگتا ہے اور روتا ہے

جن ڈھونڈیا تن پائیا گہرے پانی پیٹھ | میں بچاری ڈھونڈن چلی رہی کنارے بیٹھ
جس نے ڈھونڈا اس نے پالیا گہرے پانی میں | " " " ڈھونڈنے چلی " " "

دیہہ کھیہ ہو جائے گی پھر کون کہے گا دیہہ | نشچے کر اپکار ہی جیون کا پھل ایہہ
جسم راکھ " " " گا " " " " دے | ضرور کر نیک کام ہی زندگی " " ہے یہ

دھن دیئے نہ دھن گھٹے ندی نہ گھٹے نیر | اپنی آنکھوں دیکھ لو یوں کتھ کہیں کبیر
دولت خیرات دیے دولت نہ " " " " پانی | " " " " " " " "

بھونرا رے پردیسیا ہم پوچھت ہیں توسے | سب تن تیرا کالڑا یہ مکھ کیوں پیلا ہوئے
" " " پوچھتے " تجھ سے | " جسم " کالا ہے منہ " "

دکھیوں کے مکھ پیلڑے سار نہ جانے کوے | ہمرا بھید سو جانئے جو ہم سا دکھیا ہوئے
غم زدوں کے منہ پیلے ہوتے ہیں خبر نہ جانے کوئی | ہمارا " وہی جانے " " "

دکھ میں ہر کو ہر کوئی بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے | جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے
مصیبت میں خدا کو ہر ایک بھجے راحت میں بھجے نہیں کوئی | " " راحت " یاد خدا کرے تو مصیبت کیوں ہو

ہل ہل کھیلوں شبد میں انتر رہی نہ رکھ | سمجھے کا مت ایک ہے کیا پنڈت کیا شیخ
" " " " " " ندر " " | " " " " " " مذہب " "

کھایا جلنے سو کھائے لے دیا جلے سو دیہہ | ان دونوں سے جو بچے امس کر جانو کھیہ
" " کھا لے " " " دے | " " " " " " " " " راکھ

سب آئے اس ایک میں ڈال پات پھل پھول | اب پیچھے کہو کیا رہا جب گہ پکڑا مول
" " " ٹہنی پتے " " | " " " " " " پکڑلی جڑ

دولت میں دو لتاں تلسی نسچے چین | آوت تو اندھا کرت جات کرت ست ہین

دولت کی دو عادتیں ہیں تلسی یقین کر ۔ جب آئے تو اندھا کرے جائے تو کر دیتی ہے بیوقوف

گھاس پھوس جو کھاوت ہیں ان کو ستاوے کام ۔ میوا ان جو کھاوت ہیں ان کی راکھے رام

گھاس پھوس کھانے والے حیوانات کو ستاتی ہے شہوت ۔ میوا اناج جو کھائے ان کو بچا سکے خدا ہی

من اور موتی دودھ کا، تن کا یہ سبھاؤ ۔ ٹوٹے پھوٹے نہ ملیں لاکھوں کرو اپاؤ

دل اور موتی اور دودھ ان تینوں کی یہ عادت ہے ۔ " " " " " تدبیر

ٹوٹے پھوٹے سو ملیں کل کندن جاکی ریت ۔ کنچن ٹوٹا نہ ملے یہی نیچ کی پریت

" " خالص سونا جن کی اصل ہو ۔ کانچ " " " کمینے " محبت ہے

سیدھی انگلی گھی نہیں نکلے ٹیڑھی کرو تو آوے ۔ ٹیڑھا تو سکھ چین اڑاوے سیدھا کھڑا پچھتاوے

بگلا ہنسا روپ ایک بھن بھن سو بھاوے ۔ ہنسا تو موتی چگے بگلا مچھلی کھاوے

بگلا اور ہنس کی شکل ایک ہے جدا جدا عادات ہے ۔ ہنس " " " " "

ساچے کو کوئی نہ پتیجے جھوٹے سب پتیائے ۔ گلی گلی دودھ پھرے شراب بیٹھ بکائے

سچ بولنے سے کوئی اعتبار نہ کرے جھوٹے کا اعتبار کرتے ہیں ۔ " " " بیٹھے بکتی ہے

تو مت جانے باورے بن کرتا یہ سنسار ۔ کرنی کا پھل تو ہے ملے آج نہیں دن چار

تو یہ مت سمجھ اے بیوقوف بغیر عمل کی سکا فائدہ یہ جہان ہے ۔ اعمال کا پھل ضرور تجھ کو ملیگا آج نہیں تو دو چار دن کم

کرم ملیں اور پھل ملیں دھر دھر اپنا روپ ۔ کرم پھانس نہ کٹ سکے کیا پرجا کیا بھوپ

اعمالی " " " " " " ۔ نوشتہ تقدیر " " خواہ رعیت خواہ بادشاہ ہو

چھوڑ دیے نہ ہمت بسار دیے نہ ہر نام ۔ اسی بدھ گزران کر جا بدھ راکھے رام

" " بھولیے نہ خدا کا نام ۔ " طریقہ سے گزر کر جس طریقہ سے رکھے خدا

تلسی پر گھر جائے کے دکھ نہ کہیے روئے ۔ بھرم گنواوے اپنا اور بانٹ نہ دیوے کوئے

" پرائے " " " " " ۔ رو کر " " " " " کوئی

یہ کتا در در پھرے اور در در در در ہوئے ۔ ایک ہی در کا ہو رہے تو در در رہے نہ کوئے

کہر مونچھ، بھجنگ من، سوئے سترن پیار ۔ شوم ملے پچھ چاروں دین موئیاں

شیر مونچھ کو، سانپ منکے کو، سورما اپنے پناہ گزیں کو ۔ بخیل کے پاس دولت یہ چاروں دیتے ہیں مر کر

جا مرنے سے جگ ڈرے میرے من آنند ۔ کب مریہو کب پائیہو پورن پرم آنند

جس موت " دنیا ڈرتی ہے " دل کو خوشی ہے ۔ " مریں " پائیں پورے طور پر راحت حقیقی

کہاں جنمے، کہاں پلے کہاں لڑائے لاڈ ۔ نہ جانے اس دیہہ کے کہاں گڑیں گے ہاڈ

" پیدا ہوئے " پرورش پائے " " " ۔ " جسم فانی کی " دفن ہونگی ہڈیاں

کبیر چھندا کو کری کرت بھجن میں بھنگ — تا کو ٹکڑا ڈار کر سیوا کرو نسنگ
نفس بھوکا کتا کرتا ہے عبادت میں خلل — اس کو ٹکڑا ڈال کر یاد خدا " بے دھڑک

دھن دے جی کو راکھئے جی دے رکھئے لاج — جیو لاج دھن دیجئے ایک پریت کے کاج
دولت دیکر جان کو بچائیے جان دیکر رکھیے عزت قائم — جان عزت دولت دیجئے ایک محبت کے بدلے

اُجڑے گاؤں بت بسیں نردھن دھونتا ہوئے — ٹیتم بھی پھر جات ہیں مرا نہ آیا کوئے
" " " غریب دولتمند ہو جاتا ہے — موسمیں " " جاتی " لیکن مرکر نہ آیا کوئی

اپنے اپنے مت کی سبھی منائیں ٹیک — رجب نشانہ ایک ہے تیر انداز انیک
" " مذہب " " " لاج — " " " " " " " بیشمار ہیں

من موٹا من پاتلا من پانی من لائے — جیسی من کی اوپجے تیسے ہی ہو جائے
دل موٹا ہے دل پتلا ہے دل پانی ہے دل آگ ہے — جیسی دل میں پیدا ہو ویسے ہی ہو جاتی ہے

راجہ، جوگی، اگن، جل ان کی الٹی ریت — ڈرتا رہیو پرسرام تھوڑی پالیو پریت
" " آگ، پانی " " رسم ہے — " " " " " پالنا محبت

تلسی اِس سنسار میں سب سے ملئے دھائے — نہ جانے کس بھیس میں نارائن مل جائے
" دنیا " " " خندہ پیشانی — " " " " " " خدا " "

تیرتھ برت اور دان کر من میں کرے گمان — نانک نشپھل جات ہے جوں کنچر اشنان
جاترا روزہ " خیرات کرکے دل میں کرے تکبر — " بے فائدہ جاتا ہے جیسے ہاتھی کا نہانا

کوئلے ہوں نہ اُجلے لہسن تجے نہ بو — داس کبیرا یوں کہیں کاگا ہنس نہ ہو
" " سفید " چھوڑے " بدبو — " " " " کوا ہنس نہیں بن سکتا

آپ اپائے تا تما آپے رکھے ویک — مندا کس نوں آکھیے جاں بجھناں ایک
خود پیدا کرے " " حفاظت — بُرا کس کو کہیں جبکہ سب کا ایک ہی ہے

دانت گرے اور کھر گھسے پیٹھ بوجھ نہ لے — ایسے بوڑھے بیل کو کون باندھ بھس دے
بڑے بڑائی نا کریں بڑا نہ بولیں بول — ہیرا مکھ سے نا کہے لاکھ ہمارا مول
" " " " " " " " — " " " منہ " " " " "

بن پانی کے مچھلی تڑپت ہے دن رین — دیا جرت ہے رین کو جیا جلت ہے دن رین
بغیر " " " تڑپتی " دن رات — چراغ جلتا " رات " دل جلتا " دن رات

لیکھی پڑھن کی ہے نہیں کہی سنی نہ جات — اپنے جیا سے جانیو میرے جیا کی بات
لکھنے پڑھنے " " " " " جاتی — " دل " سمجھو میرے دل " "

سُکھ میں سمرن نہ کیا دُکھ میں کیا ہے یاد کہیں کبیرتا داس کی کون سُنے فریاد
آرام میں یادِ خدا نہ کی ” ” ” ” ” ” اُس مطلب پر سست فرمانبردار کی ”

سُکھ کے ماتھے سِل پڑے جو نام ہردے سے جائے بلہاری وا دُکھ کے جو پَل پَل نام رٹائے
آرام ” ” پتھر ” ” یادِ خدا دِل سے بھولے قربان ایسے ” ” ” ” ” یاد کرائے

سُمرن سُرت لگائے کر مُکھ سے کچھُ نہ بول باہر کے پٹ دِے کے اندر کے پٹ کھول
یادِ خدا توجہ لگا کر مُنہ ” ” ” ” ” دروازے بند ” ” ” دروازے ”

تُلسی وہاں نہ جائیو جہاں جنم کا گام بھاؤ بھگت سب مِٹ گئیو پڑ گیو تُلسیا نام
” ” ” ” ” پیدائش کا گاؤں ” خاطرداری ” ” گنگو پڑ گیا ”

آب گئی آدر گیا نینوں گیا سنیہہ یہ تینوں تب ہی گئے جب ہی کہا کچھ دیہ
آبرو ” آدر بھاگت گئی آنکھوں سے گئی مروّت ” ” ” ” ” ” ” ” دے دو

مانگن گئے سو مر رہے مرے جو مانگن جاہِں تن سے پہلے وہ مرے جو ہوت کرت ہیں نا نہ
مانگنے ” ” ” ” ” مانگنے جائیں ان ” ” ” ” ہوتے ہوتے خیرات کریں

مانگن مرن سمان ہے مت کوئی مانگے بھیکھ مانگن سے مرنا بھلا یہ ست گور کی سیکھ
مانگنا مرنے کی مانند ” ” ” ” مانگنے ” ” ” سچے مُرشد نصیحت

چاہ مِٹی چنتا گئی من بھیا بے پرما جن کو کچھو نہ چاہیے سوئی شاہنشاہ
خواہش ” فکر گیا دِل ہُوا ” ” ” کچھ ” ” وہی ”

آوت گالی ایک ہے اُلٹت ہوئے انیک کہے کبیر نہیں اُلٹئے وہی ایک کی ایک
آتے وقت ” ” ” ” سے ہو بےشمار ” ” ” ” ” ” ” ” ”

تیرتھ چلے دو جنے من چنچل چِت چور ایکو پاپ نہ اُترا لائے من دس اور
” ” ” ” دل منچلا شریر طبیعت ” ایک بھی گناہ ” اُترا ” ” ” ”

بُھتا تھاک کر جو چلے وہ بھی بھلا نہ جان تینوں جھک کر مارتے چیتا باز کمان
زیادہ ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ”

میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے سب تیرا تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگے ہے میرا
تیرا تجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے سب میرا میرا مجھ کو سونپتے دِل دھڑکت ہے تیرا

آئے ایک ہی گھاٹ سے جائینگے ایک ہی گھاٹ ابی ابی کرنی سے ہو گئے بارہ باٹ
” ” ” ” ” ” ” اعمال ” ” ” ” علیحدہ علیحدہ

ہم بھی جون سے تم بھی جون کے جون کا سکل پسارا کہت کبیر سنو بھئی سادھو کون خصم سے نیارا
” ” ” ” ” ” ” ” تمام پھیلاوا ” ” ” ” ” ” ” علیحدہ

لکڑی جل کوئلہ بھئی کوئلہ بھیو راکھ — مَیں پاپن ایسی جلی کوئلہ بھئی نہ راکھ
" " " ہُوئی " ہُوا " — " گنہگار " " " ہُوئی " "

ساجن تُو مت جانیو تورہ بِن موہے چین — گیلے بَن کی لکڑی سُلگت ہُوں دن رین
پیارے " " " تیرے بغیر مجھ کو آرام — " جنگل " " سُلگتی " " رات

کاجل ڈاروں کرکرا سُرمہ دیا نہ جائے — جن نینن میں پی بسے دوجا کون سمائے
" " " " " " " " — " آنکھوں میں پی " دوسرا "

چندن کے کہیں بن نہیں سورن کے دَل ناتھ — سات سمندر موتی نہیں سادھ نہ گھر گھر ماتھ
خوشبودار لکڑی کے جنگل نہیں سونے کے ڈھیر نہیں — " " " " فقیر " " میں

ذات نہ پوچھو سادھ کی پوچھ لیجئے گیان — کام پڑے تلوار سے پڑا رہن دے میان
" " " فقیر " " " علم معرفت — " " " " " رہنے "

نہائے دھوئے کیا ہوئے جو من میں میل سمائے — مچھلی سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے
" " " ہوتا ہے " " " " — " ہمیشہ پانی " " بدبو نہ جائے

تُو مت جانے باورے میرا ہے سب کوئے — پنڈ پران سوں بندھ رہا یہ نہیں اپنا ہوئے
" " سادہ لوح میرا ہے " — جسم رُوح کے ساتھ " " " " " "

مایا سگی نہ من سگا، سگا نہ یہ سنسار — پرسرام یا جیو کو سگا سو سِرجن ہار
دولت " " دل " " " عالم — " اِس زندگی " " " خالق پروردگار

سنگت کیجے سادھ کی ہرے اَور کی بیادھ — اوچھی سنگت نیچ کی آٹھوں پہر اپادھ
رفاقت " درویش " جو ہٹائے دُکھ تکلیف — بُری صحبت کمینہ " " " فساد

پریم پیالا جو پئے سیس دکشنا دے — لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے
محبت خدا کا پیالہ جو پئے سر نذر دے — حریص سر " " " محبت "

کام کرودھ موہ لوبھ میں گئی عمریا بیت — ہاڑ ماس کا پِنجر لگے اب کیا کرہی ریت
شہوت غصہ محبت حرص " عمر گذر — ہڈیاں گوشت کا پنجرہ " " کریگا تعلق خدا

کبیرا مَن تو ایک ہے بھاوے تہاں لگائے — بھاوے ہری کی بھگت کر بھاوے بِشے کمائے
" دل " " " چاہے جہاں " — خواہ خُدا " عبادت کرے خواہ بدکاری کرے

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کریں نہ کام — داس ملوکا یوں کہیں سب کے داتا رام
اژدہا " " " پرندے " " — خادم " " " " " رزاق خدا

یادِ مالک کی سُدھ نہیں کرے کال کا ساج   کال چانک مارسی جیوں تیتر کو باج

تحفظ ،، خبر ،، ،، کل ،، سامان موت ناگہانی مارے گی جیسے ،، ،، باز

آئے ہیں سو جائیں گے راجا رنک فقیر   اک سنگھاسن چڑھ چلے اک بندھے جات زنجیر

،، ،، ،، ،، ،، مفلس ،، ،، بہشتی تخت ،، ،، ،، جاتے ،،

پریتم ایسا چاہیے کہ ڈھال سری سا ہو   سُکھ میں تو پاچھے رہے دُکھ میں آگا ہو

محبوب ،، ،، ،، ،، کی مانند ،، آرام ،، ،، پیچھے ،، ،، آگے ہو

نیناں ری تم ہی بُری تم سا بُرا نہ کوئے   آپ ہی پریت لگائے کے آپ ہی بیٹھی روئے

اے میری آنکھو! تم ہی بُری ،، ،، ،، کوئی ،، ،، محبت کر کے ،، ،، ،، ،،

جنم لیو گھر نیچ کے سب سے بھیو پرنام   جو جنم ہوتا گھر اُونچ کے بسر جات ہر نام

پیدا ہوئے گھر ،، ،، ،، ہوئی عاجزی ،، پیدا ہوتے ،، ،، ،، بھول جاتا نامِ خدا

تن کے اُجلے من کے میلے دھن کی دھن لگائے   اوپر اوپر راہ بتائیں اندر سے بٹ مار

،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، اوپر اوپر راہ بتائیں اندر سے ٹھگ جو غلط راستہ بتا کر لوٹتے ہیں

میرے من کچھ اور ہے کرتا کے من اور   داس ملوکا یوں کہیں جھوٹی من کی دوڑ

،، ،، ،، ،، ،، قادر کریم ،، ،، خادم ،، ،، ،، ،، ،،

روٹی والا چتر ہے دھن والا سرگیان (عالم جلی)   کیسے منوہر بن گئی دکھ بوڑھا سکھ جوان

لگ لگ گئی ہیں مجلسیں بیٹھ بیٹھ گئے دیوان   ڈھونڈیاں آج نہ ملے جن کا کچھ نشان

میں تو جانا میں دُکھی دُکھیا سوا یا جگ   اونچے چڑھ کے دیکھیا تو گھر گھر یا ہی اگ

،، سمجھا تھا ،، ،، ،، سب عالم ،، ،، ،، ،، ،، یہی

سرستی کے بھنڈار کی بڑی اپورب بات   جوں خرچے توں توں بڑھے بن خرچے گھٹ جات

علم ،، خزانے ،، ،، نرالی بات ہے ،، ،، ،، ،، جاتا ہے

پر کو اوگن دیکھتے اپنے درشٹی نہ ہوئے   کرے اُجالا دیپ پہ تلے اندھیرا ہوئے

غیر کا عیب ،، اپنی اصلاح ،، ہوئی ،، اُجالا چراغ لیکن نیچے ،،

اُتم ودیا لیجیے جدپی نیچ پہ ہوئے   پڑا اپاون ٹھار میں کنچن تجت نہ کوئے

اچھی تعلیم ،، خواہ کمینہ کے پاس ہو ،، گندی جگہ ،، سونا ترک کرے کوئی

تُلسی برھا باغ میں سینچت ہی کملائے   رام بھروسے جو رہے پربت پر لہرائے

،، پودا ،، ،، پانی دینے سے ،، ،، ،، پہاڑ پر بھی ہرا بھرا رہے

اُتم اور چنڈال گھر ایک دیپک اُجیار   تُلسی سمے پتنگ کے سبھی جوت اک سار

اعلیٰ " ادنیٰ " " چراغ روشن ہے " برائے پروانہ " روشنی یکساں ہے

مشہور سخی اور ہندی کا شاعر عبدالرحیم خانخاناں جس وقت محتاجوں کو مال تقسیم کیا کرتا تھا تو اپنی آنکھیں نیچی رکھتا تھا۔ تاکہ محتاج شرمندگی محسوس کریں اور خود اظہارِ شرمندگی کرتا۔ لوگوں نے اس کا باعث پوچھا۔ دوہا :

کس سے سیکھے خان جی ایسی انوکھی دین   دام گرہ سے دیوت ہو پھر نیچے راکھو نین

تو اُس نے جواب میں یہ دوہا کہا۔ دینے والا دیوت ہے دیوت ہے دن رین   لوگ بھرم مجھ پر کریں یاہ سے نیچے نین

ترجمہ: دن رات دینے والا منعم حقیقی تو خدا ہے۔ میری کیا حقیقت ہے، جو کچھ دے سکوں۔ اس لیے میں لوگوں کے گمانِ بے جا سے شرمندہ ہوں ✦

ایشور چار آدمیوں پر زیادہ پیار کرتے ہیں اور چار پر زیادہ غصہ :

جن چار آدمیوں پر زیادہ پریم کرتے ہیں :

۱- دان یعنی خیرات کرنے والے کو پریم کرتے ہیں لیکن جو کنگال ہوتے ہوئے بھی دان کرتا ہے، اُس پر زیادہ پریم کرتے ہیں ✦

۲- سُور بیر یعنی سچے بہادر پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو سورما بیر رہ کر دان کرتا ہے۔ اُس پر زیادہ پریم کرتے ہیں ✦

۳- دین یعنی خاکسار پر پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو دھنی یعنی مالدار ہو کر بھی خاکساری کرتا ہے۔ اُس پر زیادہ پریم کرتے ہیں ✦

۴- بھگت یعنی عابد سے پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو دھنی یعنی مالدار ہو کر بھی بھگتی کرتا ہے اُس پر زیادہ پریم کرتے ہیں ✦

جن چار پر زیادہ غصہ اور کرودھ کرتے ہیں :

۱- لوبھی یعنی حریص طامع پر کرودھ کرتے ہیں لیکن جو دھنی ہو کر لوبھ یعنی طمع کرتا ہے۔ اُس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ✦

۲- پاپ یعنی گناہ کرنے والے پر کرودھ کرتے ہیں۔ لیکن جو بڑھاپے میں پاپ کرتے ہیں۔ اُن پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ✦

۳- ہنکاری یعنی مُتکبر پر کرودھ کرتے ہیں۔ لیکن جو بھگت ہو کر ہنکار کرتا ہے، اُس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ✦

۴- دُراچاری یعنی بد چلن پر کرودھ کرتے ہیں۔ لیکن جو وِدوان یعنی عالم ہو کر دُراچار کرے اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں ✦

چھ سکھ: اوّل سکھ نروگی کایا، دوسرا سکھ گھر میں مایا، تیسرا سکھ حکم کی ناری، چوتھا سکھ پتر ادھکاری، پانچواں سکھ راج میں پاسا، چھٹا سکھ شہر میں باسا ۔

ویاس جی کا ایک نوجوان شاگرد تھا۔ جو عورتوں میں بیٹھ کر بھاگوت کی کتھا سنایا کرتا تھا۔ ایک دن ویاس جی نے کہا "تم اس بے حیا حرکت سے باز آؤ"۔ اس نے کہا۔ میں نفس پرست نہیں ہوں اور دل پر مجھ کو پورا پورا قبضہ حاصل ہے"۔ ویاس جی چپ رہے۔ ایک دن برسات کے موسم میں پانی چھم چھم برس رہا تھا۔ نوجوان فقیر اپنے پھونس کے جھونپڑے میں بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا۔ ایک عورت آئی اور جھونپڑے کے کنارے بیٹھ گئی۔ فقیر بولا "چل پرے ہٹ یہاں کیوں آئی ہے"؟ اس نے جواب دیا "داتا آپ کا بھلا کرے۔ پانی برس رہا ہے، ہوا تیزی کے ساتھ چل رہی ہے، سردی سے سخت بدحال ہوں۔ ذرا پانی تھم جاتا ہے تو میں چلی جاؤں گی"۔ فقیر چپ ہو گیا اور کتاب پڑھنے لگا۔ عورت اور آگے کی طرف کھسکی۔ اس نے پھر ڈانٹ بتلائی۔ وہ بولی "بابا! باہر کی ٹھنڈی ہوا بہت ستا رہی ہے آپ فکر نہ کریں میں پانی تھمتے ہی چلی جاؤں گی"۔ فقیر خاموش پھر پڑھنے لگا۔ مگر دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ وہ عورت کھسکتے کھسکتے اس کے پاس جا پہنچی۔ اس نے ہاتھ بڑھایا عورت نے منہ پر زور سے طمانچہ جڑا اور کہا "مردود! کہتا تھا میں دل پر غالب ہوں! وہ دل تیرا اب کہاں گیا"؟ نوجوان نے دیکھا کہ طمانچہ مارنے والی عورت کی شکل میں خود ویدیاس جی ہیں سخت شرمندہ ہوا۔ غور فرمایئے کس طرح ویاس جی نے اپنے شاگرد کو دل پر قابو پانے کا سبق سکھایا اور کام دیو کے چنگل سے چھڑایا ۔

ایک راجہ بڑا بے رحم اور ظالم تھا۔ اپنی رعایا پر بہت ظلم اور تعدی روا رکھتا تھا۔ رعایا تنگ آ کر ہمیشہ دست بدعا تھی کہ کسی طرح ایشور ان کو ایسے ظالم کے ظلم سے پناہ دے ۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ راجہ شکار کو گیا جب واپس آیا تو اپنی بادشاہت میں سب جگہ منادی کرا دی کہ آج تک جو ظلم و ستم میں اپنی رعایا پر کر چکا ہوں، اس کی تلافی کرنا محال ہے لیکن آئندہ میری طرف سے سب لوگ اطمینان رکھیں کہ ان کی کبھی کوئی حق تلفی نہیں ہوگی۔ اور نہ ان پر کبھی ظلم و ستم ہونے پائے گا۔ مجھے کئی واقعات سے کافی عبرت مل گئی ہے۔ اب میں ظلم نہ کروں گا۔ اپنی رعایا کے حقوق کا خیال رکھوں گا۔ ان پر کسی طرح آنچ نہ آنے دوں گا۔ اور اپنے کاموں سے ان کے دلوں کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔ راجہ کی اس غیر معمولی منادی سے لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ راجہ کی عادتوں سے بخوبی واقف تھے۔ انھیں یقین نہیں آتا تھا کہ ایک دن میں راجہ کی زندگی ایسا پلٹا کھا جائے کہ وہ ظلم سے دستبردار ہو کر رعایا

کا بھی خیر خواہ بن جاتے۔ مگر راجہ اپنے قول و قرار پر قائم رہا۔ اس دن سے ملک کی بہبودی میں ایسا مصروف ہوا کہ سب لوگ امن و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ رعایا بھی اسے دل سے چاہنے لگی اور اس کی درازیِ عمر اور سلطنت کے قیام کے لیے دعائیں مانگنے لگی۔ وزیر و مشیر سب حیران تھے کہ راجہ میں یک لخت ایسی تبدیلی ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ایک دن وزیر نے عرض کی کہ جہاں پناہ! اگر جاں بخشی ہو تو ایک سوال کروں؟ راجہ نے بڑی خوشی سے اجازت دی۔ وزیر نے عرض کی "عالیجاہ! ہم حیران ہیں کہ منادی کے دن سے آپ کیوں کر ہر ایک برائی سے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کی بھلائی میں ہمہ تن کوشاں رہنے لگے۔ یہ اسرار ہمارے لیے معمہ ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر آپ سمجھا دیں تو نوازش شاہانہ سے بعید نہ ہوگا۔" راجہ نے فرمایا: "اے وزیر! جس دن کا تم ذکر کرتے ہو، میں جنگل میں شکار کھیلنے کے لیے گیا تھا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کتا لومڑی کے پیچھے دوڑا چلا جا رہا ہے۔ آخر کتے نے لومڑی کی ٹانگ پکڑ لی۔ وہ غریب لومڑی ٹانگ کتے کے منہ میں چھوڑ جان بچا کر بھاگی۔ یہ تماشا دیکھ کر میں چند ہی قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ ایک شخص نے دل لگی میں ایک پتھر اس طرح گھما کر مارا کہ کتے کا سر پھٹ گیا۔ ایک گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا آتا تھا۔ پتھر مارنے والا اس کی جھپٹ میں آ کر گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ گھوڑا ابھی بہت دور نہ گیا تھا کہ خود اس کی ٹانگ ایک سوراخ میں پھنس کر ٹوٹ گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر میرے دل میں سخت چوٹ لگی اور میری آنکھوں کے سامنے فوراً اپنی برائیوں اور بے رحمیوں کا نقشہ کھنچ گیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس دنیا میں برے کام کا نتیجہ جلدی مل جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدی کا انجام بدی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس دن سے دل پر چوٹ کھا کر برائی سے بچتا اور اپنی رعایا کی بہبودی کی فکر میں رہتا ہوں۔ مثل مشہور ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی ؎

ڈر ظلم سے کہ اس کی جزا بس شتاب ہے   آیا عمل میں یاں کہ مکافات ہو گئی

ایک راجہ کے دربار میں ایک دن پانچ عالم برہمن آئے۔ جو سنسکرت ودیا کی خاص خاص شاخوں کے پنڈت تھے۔ اور دنیا میں ان کے علم کا ڈنکا بجتا تھا۔ ایک ان میں ویاکرنی (قواعد داں) تھا۔ دوسرا نیایک (منطقی) تھا۔ تیسرا گندھرب ودیا (موسیقی) میں طاق تھا۔ چوتھا جوتشی تھا اور پانچواں وید (حکیم) تھا۔ راجہ ان کی تحقیقات اور ان کی باتوں کو سن کر بڑا خوش ہوا اور بہت کچھ انعام میں دیا۔ مگر جب اس نے اپنے وزیر سے ان کی لیاقت کی تعریف کی۔ اس نے کہا: "میں ان احمقوں کی عزت نہیں کرتا۔ یہ دنیا کے کام کے نہیں ہیں۔ ایک خاص خیال کی ادھیڑ بن میں رہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔" راجہ نے پوچھا اس کا

امتحان کیونکر ہو؟ اس نے کہا- ان کو ایک مکان میں جگہ دیجیے اور کہیے اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کریں +

ایسا ہی کیا گیا اور راجہ جی نے ایک ہوشیار نوکر کو مقرر کیا تاکہ ان کی حرکات کی نگرانی کرے +

نیایک (منطقی) بازار میں گھی خرید نے گیا- اور گھر آ کر سوچنے لگا گھی برتن کے آدھار سہارے) پر ہے یا برتن گھی کے آدھار پر ہے- اُس نے بڑی بڑی دلیلیں سوچیں- آخر جب برتن کو اُلٹا گھی گر پڑا اور تب اس کی سمجھ میں آیا کہ گھی برتن کے آدھار پر ہے +

ویاکرنی (قواعد داں) دہی مول لینے گیا- دہی بیچنے والی عورت نے کہا- وہی اچھی ہے- اس نے جواب دیا- نہیں دہی مذکر ہے مونث نہیں ہے- تم کو اچھی نہیں بلکہ اچھا کہنا چاہیے- عورت گنوار تھی، بولی "مذکر مونث اپنے گھر رکھ چھوڑ کہیں مجھ کو گالی تو نہیں دیتا- جا، میں تجھ کو دہی نہیں دوں گی" ویاکرنی نے کہا: "اشدھ شبد بولنا پاپ ہے" تو پاپنی ہے- اشدھ کتھا نہ کیا کر" عورت نے پاپ کا لفظ سن کر اس کو دو ہتڑ لگایا اور وہ اُداس ہو کر بغیر دہی کے گھر چلا آیا +

گانے والا جب چاول پکانے بیٹھا- ہانڈی کھد کھد کرتی ہوئی اُبلنے لگی- اور یہ اپنے سُر تال کے موافق کھٹ کھٹ کرنے لگا سورت، اُدات، انُودات پر وچار کرنے لگا مگر ہانڈی کو سُر تال کی کیا پروا تھی- اس نے کیسے یہ چاہا کہ وہ باقاعدہ آواز دے- مگر ناکامیابی ہوئی- آخر اس نے ہانڈی کو توڑ دیا +

جوتشی کو پتل بنانے کا کام دیا گیا- اس نے برگد کے پتے توڑتے وقت درخت پر گرگٹ کو رنگ بدلتے دیکھا- سمجھا بدشگونی ہوئی- درخت سے اُتر آیا اور پتل تیار نہ ہو سکی +

ویدجی ترکاری خریدنے گئے تھے- جو ترکاریاں دیکھنے میں آئیں سب میں بادی کچھ بہت کا خیال کرنے لگے- کسی میں صفرا کا مادہ زیادہ تھا، کسی میں سودا اور کسی میں بلغم کا- مجبور مایوس واپس آئے +

دوپہر کا وقت ہو گیا- کھانا نہیں تیار ہو سکا- دن بھر دُکھی رہے +

راجہ جی کے نوکر نے سارا حال اس کو کہ سنایا- اس نے راجہ سے کہا- دیکھا ان عالم احمقوں کی کرتوت کو- یہ پڑھے لکھے گدھے ہیں- دُنیا کا کام دھندا ان کو نہیں آتا- آدمی کو تعلیم ایسی ملنی چاہیے جو لوک و پرلوک (دین و دُنیا) دونوں کی سدھارک (مصلح) ہو- یہ بے وقوف دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کے نہ گھاٹ کے ہیں- آپ ہمیشہ ان سے بچ کر رہیے گا- ورنہ یہ برباد کر کے تب چین لیں گے" راجہ نے کہا: "سچ ہے جو علم کہ دین و دُنیا کی باتوں سے بے خبر رکھتا ہے

وہ ناکارہ ہے ٭

یہ بڑھے لکھے مُورکھ۔ دراصل لفظوں کے گورکھ دھندوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ نہ ان کو کرم کی سمجھ ہے نہ گیان کی۔ جہاں اَڑ گئے اَڑ گئے۔ اصلیت کو نہیں جانتے اور غرور اتنا کرتے ہیں کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ انسان کو عالم باعمل بننا چاہیے ٭

جوگی راجہ

تواریخ ہنود میں مذکور ہے کہ سکھدیو جی نے اپنے باپ بید بیاس جی سے کہا۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جائے اور جیون مکت کا مرتبہ میسّر ہو۔ باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ۔ چونکہ طالب صادق تھا منازل طے کر کے راجہ کے دروازے پر پہنچا۔ اور دربانوں سے کہا کہ راجہ صاحب کو میرے آنے کی اطلاع دے دو کہ سکھدیو جی بید بیاس جی کا پُتر آیا ہے۔ راجہ نے کہا۔ اچھا کھڑا رہنے دو۔ تین روز کے بعد پھر اطلاع کی تو کہا۔ اچھا دُوسرے دروازے پر لاؤ۔ وہاں بھی تین روز کھڑا رہا۔ تیسری بار اطلاع کی گئی تو کہا آنے دو۔ سکھدیو اندر گیا تو دیکھا کہ تمام ٹھاٹھ دُنیاداری کا موجود ہے۔ دل میں خیال کیا کہ یہ تو خود جگت بیوپاری ہے مجھ کو کیا تعلیم کرے گا؟ راجہ کو بیوسوسہ منکشف ہو گیا۔ اس کو ٹھہرایا اور دُوسرے دن شہر کے تمام اطراف میں اور گلی کوچوں میں ناچ رنگ اور جابجا تماشہ کرایا گیا۔ پھر سکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورا دُودھ سے لبریز اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک پوری کی پوری سیر کرو۔ مگر خبردار دُودھ نہ گرنے پائے۔ اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اُس کے ہمراہ کیے۔ کہ اگر ایک قطرہ بھی اِس میں سے گرے تو سُکھدیو کے پُرزے اُڑا دو۔ اِسی طور سے جیسا کہ حکم ہُوا تھا وہ دونوں سپاہی سکھدیو جی کو شہر میں پھرا کر لے آئے۔ راجہ نے پُوچھا: "دُودھ تو نہیں گرا" سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور اگر ایسا ہوتا تو یہ آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے، قتل نہ کر دیے جاتے۔ پھر راجہ سکھدیو جی کی جانب متوجہ ہُوا اور دریافت کیا کہ آج تم نے تماشہ تو خوب دیکھا ہو گا۔ جابجا ناچ تماشے کی دُھوم دھام تھی۔ اُس نے جواب دیا کہ مہاراج! مجھ کو اس کٹورے کی حفاظت بلائے جان ہو رہی تھی۔ ہر دم یہی خوف تھا کہ دُودھ کا قطرہ بھی گرا اور مَیں مارا گیا۔ بھلا اس حالت میں تماشہ کیا دیکھتا۔ مجھ کو تو بجز دُودھ کے اور کوئی شے نظر نہیں آئی ٭

اِس وقت راجہ نے فرمایا کہ جس طرح تم پر یہ ایک دن گزرا ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے۔ اِس دولت و حشمت کی طمطراق اور مال و جاہ کی کرّ و فر ہماری نظر میں سب ہیچ ہے

ہماری توجہ کسی کی طرف نہیں۔ تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا۔ اے سکھدیو اسی واقعہ سے جو تم پر گزرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے، تن کٹورہ اور من دودھ۔ اور راگ رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا، وہ دُنیائے فانی کا سیر و تماشا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی دُنیا کے دھندے میں دل نہیں لگایا کہ ایسا نہ ہو، دودھ گر جائے اور دل یادِ الٰہی سے چُوکے اور مارا جائے۔ اس کے بعد راجہ جنک نے سکھدیو جی کو اُس کے حوصلے کے موافق تعلیم دے کر رُخصت کیا +

دُکھیا سنسار

مہاراجہ گوپی چند سے اُس کے وزیر نے ایک روز عرض کیا کہ ہندو عقیدۂ تناسخ کے مطابق سینکڑوں جُونیں، کُتا، بلّی، بیل، چیل، کوّا، کیڑے مکوڑے وغیرہ کی بھگتنے کے بعد نہایت مشکل سے عرصہ ہائے دراز کے بعد انسانی جامہ نصیب ہوتا ہے۔ آپ اِس انسانی جُون سے جو کہ اشرف المخلوقات ہے کچھ تو لذّاتِ دُنیوی بھی اُٹھائیں اور اعتدال کے ساتھ حقوقِ نفس بھی ادا کریں۔ پرمیشور کی بھگتی بھی کریں اور دُنیا بھی بھوگیں۔ کیونکہ پرمیشور نے دُنیا کو بھی بے فائدہ ہی پیدا نہیں کیا ؎

دُنیا میں ہے جو کچھ وہ انسان کے لیے ہے آراستہ یہ گھر اسی مہمان کے لیے ہے

اِس کے جواب میں راجہ گوپی چند نے جو کچھ کہا اُسے ہر ایک انسان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا واجب ہے۔ "اے نادان خیرخواہ وزیر! دُنیا اور عیش دو متضاد باتیں ہیں۔ زمانہ کے ہر ایک پل کے اندر ہزار ہا آفاتِ ناگہانی پوشیدہ ہیں۔ حوادثِ غیر متوقع اور مصائبِ دُنیوی کی بیشمار بلائیں ہر ذی حیات کی ہستی کو نگل جانے کے لیے ہر چہار طرف مُنہ کھولے ہوئے کھڑی رہتی ہیں جس سے کسی انسان کو کسی صورت سے مفر نہیں۔ اور اِس چند روزہ دُنیا میں ہر متنفس کو کم و بیش بیس و پیش ان سے مختلف صورتوں میں دو چار ہونا پڑتا ہے۔ سب سے زیادہ یہ کہ موت کا کالا اونٹ ہر شخص کے دروازے پر ہر وقت بندھا ہوا ہے۔ حیرانی ہے کہ اس کو ہر وقت دروازے پر بندھا ہوا دیکھ کر اور چلاتا ہوا سُن کر ہم کس طرح پُرامن اور مطمئن زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ یا یہ سمجھو کہ ہر ایک انسان کو پھانسی کا حکم مل چکا ہے لیکن لٹکائے جانے کی تاریخ کسی کو سُنائی نہیں گئی۔ نہ معلوم کہ کس کو کس وقت تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ تعجب ہے کہ اس قدر سخت مخدوش حالت میں ہم کس طرح چند ساعت چند روزہ یا چند سالہ دُنیا کی عارضی لذات سے بہرہ ور ہونے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ دُنیا تو درکنار آرام و اطمینان تو مرنے

کے بعد بھی نہیں مل سکتا" ؎

کیا جانے گھڑی کون تھی منحوس وہ ناکام | جس وقت ملا جان سے یہ جسمِ بدانجام
جب تک رہے دُنیا میں رہا غم سے سدا کام | جاتے ہیں عدم کو تو وہاں بھی نہیں آرام
واں حشر کی دہشت سے فراغت نہیں ملتی | تن چھوڑ کے بھی رُوح کو راحت نہیں ملتی

عادِل راجہ

کرپال نامی ایک راجہ بڑا عادل تھا۔ ایک روز ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی حالت دیکھنے نکلا ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا کہ ایک عورت حسین پر اُس کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ ہاتھی کو اُسی طرف ہولا چاہتا تھا کہ اپنی خواہش کو پُورا کرے لیکن پاسبانِ عقل نے منع کیا۔ آخر وہاں سے پھر کر محل میں داخل ہُوا اور دُوسرے روز سارے اہلکار اور برہمن جمع کر کے راجہ نے کہا۔ میں چاہتا ہُوں کہ جیتے جی اپنے تئیں آگ میں گرا کر جلا ڈالوں۔ سب نے وجہ دریافت کی۔ راجہ نے کہا کل مجھ سے ایسی حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی استری پر میرا دل بگڑا۔ یہ سُن کر برہمنوں نے کہا۔ "تم راجہ ہو کر ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ رکھو تو ہمیں بھی تمھارا جینا نہیں بھاتا۔ اب یہی بہتر ہے کہ ایسی بے دھرم زندگی سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناؤ۔" آخر کار چیتا چُنی گئی اور آگ بھڑک اُٹھی۔ تب راجہ نے ارادہ کیا کہ اِس میں کود پڑے۔ برہمنوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ بس تدارک ہو چکا۔ کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر نہ تھی۔ یہ سب آتما (ضمیر) کا گناہ تھا۔ سو اُس کو کافی سیاست مل گئی جو اتنی دیر اِس کو کوفت رہی۔ تب راجہ نے جان کے عوض بہت سا روپیہ خیرات کیا ۔

کلجگ

(بابا عالم سیاہ پوش)

میرے کھلونے رنگ رنگیلے | ہنسے جوانی بچپن کھیلے
رام اور سیتا چھ پیسے میں | کرشن اور رادھا چھ پیسے میں
میں نے پکارا راون دیدو | بولا "میں آنے میں لے لو
میں نے کہا اے مورت والے | بھولی بھالی صورت والے
رام اور سیتا چھ پیسے میں | کرشن اور رادھا چھ پیسے میں
لچھمن سستا شوجی سستا | راون کیوں ہے اتنا مہنگا؟
بولا۔ یہ ہیں چھوٹے چھوٹے | بنتے ہیں تھوڑی مٹی سے

اُف! اور یہ راون کالا
اُونچا موٹا دس سر والا
جب بھی مَیں ہوں اسے بناتا
مال مسالہ ہے لگ جاتا
اس کو مہنگا گر نہ بیچوں
کُنبہ اپنا کیسے پالوں؟
پُوچھا۔ اِسے بناتے کیوں ہو؟
اِتنا مال لگاتے کیوں ہو؟
سیتا بیچو رام کو بیچو
رادھا بیچو شام کو بیچو
بولا۔ اِس کی مانگ بڑی ہے
گھر گھر مُورت یہی بڑی ہے
چلا گیا جب مُورت والا
تنہائی میں مَیں نے سوچا
سیتا رام کا گیا زمانہ
سچ کو دُنیا نے نہ مانا
راون کا ہے راج جگت میں
ہر اک ہے محتاج جگت میں
پاپ کی نیّا تیر رہی ہے
سانچ کی کشتی ڈوب گئی ہے
سیتا رام کے گئے پجاری
اب ہے راون کی مختاری
انسانوں کے اِنساں دُشمن
رام گئے اور رہ گئے راون
پھینکے بم اور چاقو مارے
راون کے ہیں وارے نیارے

جو لوگ خدا کے متلاشی ہیں خدا خود ان کے دل میں رہتا ہے۔ جو لوگ تیرتھ اور یاترا کے لیے دُوسرے مقامات کو جایا کرتے ہیں وہ مثل اُس گلہ بان کے ہیں جو گلہ سے اس بکری کو تلاش کریں، جسے وہ خود پکڑے ہوئے ہوں ؂

وقتِ اجل

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ

جب کہ وقتِ اجل آجاتا ہے، نہ ہی ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے نہ ہی ایک ساعت آگے۔ خواہ کوئی دولت میں قارون، تکبّر میں فرعون، ظلم میں ضحاکؔ، تمرد میں نمرود، شہ زوری میں رُستم، رُوئیں تنی میں اسفندیار، خوبصورتی میں یوسفؑ، صبر میں ایوبؑ، درازئ عمر میں نوحؑ، بسالت میں موسیٰؑ، مصوری میں مانی، عشق میں مجنوں، عدل و سیاست میں عمرؓ، ملک گیری میں سکندر، دبدبہ میں جمشید، عیاشی میں محمد شاہ، اقبال میں اکبر، فصاحت میں سحبان، انصاف میں

نوشیرواں، حکمت میں لقمان، دانش میں ارسطو، سخاوت میں حاتم، طوالتِ قامت میں عوج بن عنق، موسیقی میں تان سین، شاعری میں انوری فردوسی و سعدیؒ، مردانگی میں محمد فاتح، خاموشی میں زکریا، گریہ میں یعقوبؑ، رضاجوئی میں ابراہیمؑ، غزا میں محمود، جہالت میں ابوجہل، حیاداری میں عثمانؓ، غربت میں یحییٰؑ، ذہانت میں فیضی، شقاوت میں یزید، تصوف میں بایزیدؒ، حکومت میں سلیمانؑ، نازک دماغی میں تاناشاہ، شجاعت میں علیؓ، خونریزی میں چنگیز، فلسفۂ اسلام میں امام غزالیؒ، رفاہِ عام میں شیر شاہ سوری، محسن کشی میں روہیلہ، فقہ میں امام اعظمؒ، قادر اندازی میں بہرام گور، کسبِ حلال میں سلطان ناصر الدین، صدق میں ابوبکرؓ، خوش الحانی میں داؤدؑ، کثیر الازدواجی میں واجد علی شاہ، جہاد میں سلطان صلاح الدین، سیاحت میں ابنِ بطوطہ، پختگیٔ ارادہ میں علاؤ الدین خلجی، رتبۂ شہادت میں امام حسینؓ ہی کیوں نہ ہو لیکن موت سے کسی کو رستگاری نہیں ؎

تا دریں گلہ گوسفندے ہست		نہ نشیند اجل ز قصابی، انتہا یہ کہ
بدنیا گر کسے پائندہ بودے		ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

انسان خواہ کیسا ہی احمق اور کتنا ہی بے وقوف کیوں نہ ہو لیکن موت کا یقین اُس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ موت کا سیاہ بادل جو اُس پر آنے والا ہے۔ اس کے فاصلے کے حساب اور میعادِ نزول میں خواہ وہ غلطی کرے۔ مگر اس کو یہ یقین کامل ہے کہ وہ میرے سر پر ضرور آئے گا۔ خواہ وہ کیسا ہی زبردست و قوی اور جواں عمر ہو۔ مگر موت کے پنجے میں ضرور گرفتار ہوگا۔ قضا و قدر نے جو موت کا فتویٰ دے دیا ہے وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ کوئی چیز دُنیا میں ایسی نہیں ہے جس کو وہ کہہ سکے کہ یہ میری ہے۔ مگر موت اور وہ زمین جو کہ اس کی ہڈیوں کو چھپائے گی۔ کوئی امر موت کے آنے سے زیادہ تحقیق اور موت کے آنے کے وقت سے زیادہ ناتحقیق نہیں۔ اس واسطے انسان کو چاہیے کہ وہ موت کے لیے ہمیشہ آمادہ رہے۔ خواہ ظاہری حالات اُس کی زندگی کی کیسی ہی تائید کریں۔ کیونکہ زندگی میں آنے کا صرف ایک راستہ اور جانے کے ہزاروں راستے ہیں۔ دُنیا کی زندگی موت پر موقوف ہے۔ دُنیا جب تک ہی دُنیا ہے کہ ایک مخلوق مرتی ہے دوسری اس کی جگہ پیدا ہوتی ہے ؎

وہ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ		بہت اُس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ

لوگ موت کی یہ شکایت ناحق کرتے ہیں کہ وہ ناگہانی اچانک اور دفعتہً ہمارے پاس آجاتی ہے۔ حالانکہ موت سب جگہ موجود ہے۔ وہ ہم کو سب جگہ ملتی ہے۔ ہر مقام پر اور ہر پہلو میں موت موجود ہے۔ وہ تو ہمیشہ اپنے آنے کی خبر دیتی رہتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ میں

مروں گا اور مرنے کا کوئی وقت متعین نہیں۔ اگر یہ دونوں باتیں معلوم نہ ہوتیں تو بے شک شکایت بجا ہوتی۔ ہم روزانہ بلکہ ہر وقت اپنی آنکھوں سے امیر و غریب بچے، جوان، بوڑھے تندرست اور بیماروں کو مرتے دیکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی غفلت اس قدر اور اعمال ایسے ہیں کہ گویا ہم اس کو بالکل بھول بیٹھے ہیں۔ قدیم مشرقی بادشاہوں کا مقرر کردہ ایک افسر ہوا کرتا، جو ہر ایک صبح کو کسی خاص وقت اُن کو موت کی یاد دلایا کرتا تھا۔ موت کے اکثر یاد رکھنے کا نتیجہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ انسان دُنیا کے کاموں کی بیجا ہوس نہیں کرتا اور کسی پر زور و ظلم اور جور و ستم کرنے سے باز رہتا ہے۔ جن بادشاہوں نے ساری دُنیا کو فتح کرنے کی آرزو کی یا جن عالموں نے دُنیا کے کل علوم میں کمال چاہا وہ اگر موت کو یاد رکھتے تو یہ آرزوئے بیجا نہ کرتے ؎

فکرِ منزل ہو گئی اُن کا گزرنا دیکھ کر　　زندہ دل میں ہو گیا اوروں کا مرنا دیکھ کر

حکایت: ایک بیوہ عورت کا اکلوتا لڑکا مر گیا۔ لیکن فرطِ محبت سے وہ بیچاری ممتا کی ماری اس کو زندہ خیال کرکے اُس کے علاج کی کوشش میں دربدر ماری پھرتی تھی۔ ہر چند کہ حکماء اس کو سمجھاتے کہ تمھارا لڑکا مر چکا ہے لیکن جوشِ محبت میں اندھی ہونے کے باعث اُس کو یقین نہ آتا۔ آخر کار لوگ اس کو مہاتما بُدھ کے پاس لے گئے کہ شاید وہ اپنے تدبر و دانائی سے اِس عورت کو سمجھا سکیں۔ مہاتما بُدھ نے اُس سے کہا کہ فی الحقیقت تمھارا لڑکا مر گیا ہے لیکن میں اس کو زندہ ضرور کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تُو مجھے کسی ایسے گھر سے پانی کا ایک کٹورا لا کر دے کہ جس گھر میں کبھی کوئی آدمی نہ مرا ہو۔ تاکہ میں اُس پانی پر تیرے بیٹے کو زندہ کرنے کا منتر پھونکوں۔ اُس عورت نے پانی حاصل کرنے کے لیے تمام شہر چھان مارا لیکن کوئی گھر ایسا نہ ملا جس میں کوئی نہ مرا ہو بلکہ بہت سے گھروں میں سے تو یہ جواب ملا۔ کہ مرے زیادہ ہیں اور زندہ کم ہیں۔ آخر کار لاچار و مایوس ہو کر وہ مہاتما بُدھ کے پاس واپس آئی اور اپنی اِس کوشش میں ناکام رہنے کا ماجرا بیان کیا۔ مہاتما نے اس سے کہا کہ جب تمام شہر میں تجھے ایک گھر بھی ایسا نہیں ملا کہ جس میں کوئی نہ مرا ہو تو تُو اپنے مرے ہوئے لڑکے کے زندہ ہونے کی کیا اُمید کر سکتی ہے۔ اِس بات سے اُس عورت کو صبر اور اپنے لڑکے کے مر جانے کا یقین آ گیا اور اس کی تجہیز و تکفین پر رضامند ہو گئی ؀

زرکسیز شاہِ ایران اپنی بے شمار فوج کو دیکھ رہا تھا جب کہ وہ یونانیوں سے لڑنے کے لیے دریائے ہلی پانٹ سے عبور کر رہی تھی۔ خوشی سے چہرہ ہشاش بشاش تھا کہ میں لاکھوں آدمیوں پر حکمران ہوں۔ مگر دفعتہً چہرہ بدل گیا اور بے اختیار اشکبار ہو گیا۔ اس خیال سے کہ چالیس پچاس سال کے اندر اندر ان آدمیوں میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا ؎

چرا بسر نہ رود زود دفترِ ایام　　که خود بخود ورقِ ایں کتاب مے گردد

ایک سادھو کی منڈلی میں کسی نے کہا کہ والئی جے پور مہاراجہ امر سنگھ تو مر کے بچے ہیں سادھو نے کہا۔ بچہ بچ بچ کے مرے گا آخر کب تک نچے گا ؎

موتِ مطلق چوں مآلِ زندگی ست　　مرگِ موش و مرگِ اسکندر یکی ست

اسی مفہوم کا ہندی مقولہ ہے "جب آیا اس دیہہ کا انت جیسے گدھا ویسے سنت"

ع　چہ بر تخت مُردن چہ بر تختہ

؎ قبر پر کر اک تعمق کی نظر　　بحرِ ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے

ایک شخص نے اپنی اکلوتی بیٹی کے جہیز میں ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیاء بہم پہنچائیں قضائے الٰہی سے وہ لڑکی شادی کے چند روز بعد ہی فوت ہو گئی۔ الم رسیدہ باپ نے یہ شعر فرطِ غم میں موزوں کیا ؎

یہ آیا یاد اے آرامِ جاں اس نامرادی میں　　کفن دینا تمہیں بھولے تھے ہم سامانِ شادی میں

؎ اس گلستاں میں بہت کلیاں مجھے تڑپا گئیں　　کیوں لگی تھیں شاخ میں کیوں بن کھلے مرجھا گئیں

ایک منصف (سب جج) کا جنازہ جا رہا تھا۔ کسی شاعر نے فی البدیہہ شعر کہا ؎

آج دُنیا کی کچہری سے سدھارے منصف　　ملک الموت کی ڈگری ہوئی ہارے منصف

حکایت: ایک سوداگر نے اپنے دوست سے جو ایک جہاز کا ناخدا تھا، پوچھا تمہارے والد بزرگوار نے کیوں کر وفات پائی؟ ناخدا نے کہا۔ آپ میرے والد کی نسبت خاص کر کیا پوچھتے ہیں؟ میرے آباؤ اجداد سب ڈوب کر مرتے آئے ہیں۔ اس واسطے کہ صدہا پشت سے جہازرانی کا پیشہ ہمارے خاندان میں ہے۔ سوداگر نے کہا۔ کیا تم کو ڈر نہیں لگتا کہ تم بھی باپ دادا کی طرح ایک دن ڈوب کر ہی مرو گے؟ ناخدا نے کہا۔ بے شک ڈوبنے کا خوف تو ہے لیکن موت سے گریز کہاں ہو سکتا ہے۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے آباؤ اجداد کیوں کر مرے؟ سوداگر نے کہا۔ گھر میں مرے اور کہاں مرے۔ ناخدا نے کہا۔ آپ نہیں ڈرتے کہ اسی گھر میں آپ کو بھی مرنا ہوگا ؎

قوی شُدیم چہ شُد ناتواں شُدیم چہ شُد　　چنیں شُدیم چہ شُد یا چناں شُدیم چہ شُد

بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست　　تو بہار شدی چہ شُد یا خزاں شُدیم چہ شُد

نتیجہ یہ کہ آدمی خشکی میں رہے یا دریا میں، موت سے کسی جگہ نجات نہیں ؎

پیامِ مرگ سے اے دل ترا کیوں دم نکلتا ہے　　مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے

؎ مصروف طائرانِ چمن ہیں کلیل میں　　صیاد تانت باندھ رہا ہے غلیل میں

حکایت: ایک دن حضرت سلیمانؑ کے پاس ملک الموت آدمی کی صورت بن کر ملاقات کے لیے آئے۔ اُس وقت حضرت سلیمانؑ کا وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ملک الموت نے اس وزیر کی طرف کئی مرتبہ غور کے ساتھ دیکھا۔ جب ملک الموت چلے گئے تو وزیر نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا۔ یا حضرت! یہ کون شخص تھا؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ عزرائیل۔ وزیر نے کہا مجھ کو کئی بار عزرائیل نے گھورا۔ اس سے مجھ کو بڑا خوف پیدا ہوا۔ آپ ہوا کو حکم دیجیے کہ مجھ کو بوماس کے جزیرے میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا اور بات کی بات میں وزیر ہوا کے گھوڑے پر سوار کئی ہزار کوس جزیرہ بوماس میں جا داخل ہوا۔ جونہی ٹاپو میں قدم رکھا حضرت عزرائیل آموجود ہوئے اور وزیر کی روح قبض کی۔ کچھ بعد پھر عزرائیل حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں گئے اور حضرت سلیمانؑ نے اپنے وزیر کا قصہ بیان کیا۔ عزرائیل نے عرض کیا۔ اس روز جو میں اس شخص کی طرف بار بار دیکھتا تھا اس کی یہی وجہ تھی۔ میں حیران تھا کہ اس کی مدت حیات پوری ہو چکی ہے۔ اور دو گھڑی بعد جزیرہ بوماس میں مجھ کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہے۔ یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ نتیجہ یہ کہ انسان کا خمیر جہاں کا ہے، وہیں اس کو مرنا ہے ؎

دو چیز آدمی را استاند بزور | یکے آب و دانہ دِگر خاکِ گور

؎ سیٹھ جی کو فکر تھی اِک اِک کے دس دس کیجیے | آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجیے

حکایت: ایک ہرن کی آنکھ کسی صدمے کی وجہ سے جاتی رہی۔ بیچارہ شکاریوں کے ڈر کا مارا دریا کے کنارے چرا کرتا۔ اور جو آنکھ کہ ضائع ہو چکی تھی، دریا کی طرف سے کچھ خطرہ نہ سمجھ کر اس آنکھ کا رُخ دریا کی طرف رکھتا۔ اتفاقاً کوئی شکاری کشتی میں سوار چلا جاتا تھا۔ جونہی وہ ہرن کے برابر آیا گولی ماری اور ہرن کا کام تمام کیا۔ یاد رکھو زندگی بہر طرف سے آفت ہے، کسی حالت میں مطمئن نہیں رہنا چاہیے + ؎

قیامِ زندگی بحرِ فنا میں غیر ممکن ہے | یہ کشتی تیر کی صورت چلی جاتی ہے طوفاں میں

؎ یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے | زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

ملکہ الزبتھ نے مرتے وقت کہا کہ اگر کوئی ڈاکٹر اب مجھے زندہ رکھے تو میں ایک منٹ کی قیمت ایک لاکھ روپے دینے کو تیار ہوں ؎

شتربانِ صحرا اگر بی گمہ بمیرد | شہنشاہِ مسند نشیں ہم نماند
اگر ہر دو ناداں بوحشت بمیرد | رخمہ منبر باریک بین ہم نماند

؎ تخت آرا تھا جو کل وہ آج زیرِ خاک ہے | عالمِ فانی کا منظر کیسا عبرت ناک ہے

حضرت خواجہ حسن بصریؒ جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ روم تشریف لے گئے۔ وہاں وزیر سے ملاقات ہوئی۔ وزیر نے کہا۔ آج ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تو اچھا ہے۔ آپ بھی راضی ہو گئے۔ اور ان کے ہمراہ جنگل تشریف لے گئے۔ جنگل میں دیکھا کہ اطلس کا ایک قیمتی خیمہ ایستادہ ہے۔ وزیر کے پہنچتے ہی سب سے پہلے ایک لشکرِ جرار نے خیمے کا طواف کیا۔ پھر حکیموں اور فلاسفروں نے اس خیمے کا طواف کیا۔ اس کے بعد بے شمار حسین عورتیں زرق برق پوشاک پہنے اور زر و جواہرات کے طشت بھرے ہوئے لے کر اس خیمے کے گرد طواف کر کے لوٹ آئیں۔ اس کے بعد بادشاہ اور وزیر اس خیمہ کے اندر گئے اور کچھ دیر بعد باہر آ گئے +

یہ نظارہ دیکھ کر آپ بہت دیر تک سوچتے رہے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وزیر سے اس امر کے متعلق دریافت کیا۔ وزیر نے کہا کہ قیصرِ روم کا ایک حسین و جمیل نوجوان اکلوتا فرزند فوت ہو گیا۔ اس خیمہ کے اندر اس کی قبر ہے۔ ہم لوگ سال بھر کے بعد اسی طرح خیمہ کی زیارت کو آتے ہیں اور اس قسم کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاحبِ قبر کو یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تجھ کو زندہ کرنے میں ہمارا ذرہ بھر بھی امکان ہوتا تو ہم تمام فوج، حکیم، ڈاکٹر، فلاسفر، بزرگ، مال و دولت غرضیکہ ہر طرح کوشش کر کے سب کچھ تجھ پر نثار کر دیتے۔ مگر تیرا معاملہ تو ایسی ذات کے ساتھ ہے، جس کے مقابلے میں تیرا باپ تو کیا ساری کائنات کی طاقت بالکل ہیچ ہے ؎

عام است حکمِ میرِ اجل بر جہانیاں　　　ایں حکم بر من و تو بہ تنہا نمی کُنند

یہ بات سن کر آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر بصرہ واپس آ گئے اور تمام بیش قیمت جواہرات فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیے اور ترکِ دنیا کی قسم کھا کر گوشہ نشین ہو گئے اور ستر سال تک ایسی عبادت کی کہ اپنے زمانے کے تمام بزرگوں پر سبقت لے گئے ؎

جان لینا جو شبستانِ فنا کا انجام　　　صورتِ شمع ہر اک بزم میں گریاں ہوتا

ایک شاعر نے اپنے آخری وقت میں حاضرین کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا، جو اس نے اسی وقت اپنے حسبِ حال موزوں کیا تھا ؎

السلام اے بعدِ ما آئندگان رفتنی　　　بر شما خوش باد ناخوش ہائے دنیائے دنی

ترجمہ: سلامتی ہو تم پر اے ہمارے بعد آنے والے جانے والو! دنیائے دنی کی ناخوشیاں تمہارے لیے مبارک ہوں ؎

اہلِ ہستی کو عدم کا مرحلہ درپیش ہے　　　موت کو نزدیک جو سمجھے وہ دُور اندیش ہے

انسان کا کسی وقت بھی موت سے غافل ہو جانا محاصرہ میں اپنی جگہ پر سو جانا ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس سے غفلت کرنا حملہ کے وقت سونا ہے ؎
بنی نوع کا قدم کسی ایسی جگہ نہیں پڑتا جہاں کسی مُردہ کی ہڈی اس کے پاؤں کے نیچے نہ آئے۔ خواہ وہ شاہ کی ہو یا گدا کی ؎

گر کسے خاکِ مُردہ باز کُند نشناسد توانگر از درویش

قدرت نے افزائش عمر کی ایک حد مقرر کر دی ہے مگر کمی کی کوئی حد نہیں ہے ؎

آج دُنیا میں ہیں مُرجھاتے یہ پھول کچھ کھلے کچھ ادھ کھلے کچھ بن کھلے

حضرت جبرئیلؑ نے ایک دن حضرت نوحؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی عمر سب پیغمبروں سے زیادہ ہوئی۔ آپ نے دُنیا کو کیسا پایا؟ فرمایا" مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں، ایک میں سے اندر گیا اور دوسرے میں سے باہر نکل آیا ؎

جہاں چیست ہمچوں سرائے دو در ازیں سُو بیا و ازاں سُو گذر

؎ دُنیا خوابیست و زندگانی در وے خوابیست کہ در خواب بہ بینی آں را

؎ ہر کرا پرورد گیتی عاقبت خونش بریخت حال آں فرزند چوں باشد کہ خصمش مادر است

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

دُنیا پُلے ست رہگذر دارِ عاقبت صاحب تمیز خانہ نگیرند بر پُلے

یعنی عاقبت کی رہگذر میں دُنیا ایک پُل کی مانند ہے کوئی عقلمند پُل پر اپنا گھر نہیں بناتا

؎ پہنچا قبرستان میں اک بادشاہ دیکھا اک درویش اِس جا بیٹھا تھا
پوچھا آبادی میں کیوں آتے نہیں بولا سب آبادی آتی ہے یہیں

ایک نیک دل بادشاہ نے اپنے محلِ خاص میں ایک تابوت اس خیال سے رکھ چھوڑا تھا کہ اس کو دیکھ دیکھ کر موت کی یاد تازہ رہ سکے۔ ایک روز آئینے میں ایک سفید بال اپنی ڈاڑھی میں نظر آیا۔ حکم دیا کہ اب تابوت اُٹھا دیا جائے۔ موت کو یاد کرنے کے لیے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب کہ نشانِ مرگ یعنی سفید بال ہر وقت میرے سامنے موجود ہے ؎

کہ کسے پنہاں تواند شُد ز دستِ اندازِ مرگ شمع کافور یست در دستِ اجل موئے سپید

حضرت معاویہؓ کے پاس ایک شخص نجران سے آیا۔ جس کی عمر دو سو برس کی تھی۔ آپ نے اس سے دُنیا کی حالت پوچھی۔ اس نے کہا" کچھ برس تو مصیبت میں کٹے اور کچھ آرام میں۔ دن رات یونہی غیر محسوس رفتار سے گزرتے جاتے ہیں ؎

عمر کی رفتار ہو محسوس یہ دشوار ہے یہ زمیں چلتی ہے تیزی سے مگر ہلتی نہیں

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے　　بج رہا ہے اور بے آواز ہے

لحظہ بیش نبود آنچہ ز عمر تو گذشت　　و آنچہ باقی ست بیک لحظۂ دیگر گذرد

ویں ہمہ شوکتِ ناموسِ شہان آخر کار　　چند سطر یست کہ بر صفحۂ دفتر گذرد

پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہیں۔ مرنے والے مرتے جاتے ہیں۔ اگر بچے پیدا نہ ہوں تو مخلوق تباہ ہو جائے اور اگر موت نہ ہو تو دنیا میں آبادی کی گنجائش نہ رہے۔ غرضیکہ یہ سلسلہ ایک غیر معین رفتار اور بے اندازہ مقدار پر جاری ہے۔" حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہتا ہے مانگ۔ اس نے کہا "کیا میری عمر گذشتہ آپ دے سکتے ہیں یا موت جو آنے والی ہے، اس کو آپ روک سکتے ہیں"؟ آپ نے فرمایا "یہ تو دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں۔ اس نے عرض کیا تو پھر مجھ کو آپ سے کچھ حاجت نہیں" ؎

کسی کی مرگ پہ اے دل نہ کیجیے چشم تر ہرگز　　بہت سا رو چکے اب ہر جا اس جینے پہ مرتے ہیں

بابل میں لکھا ہے کہ شہر بابل زمانہ قدیم سے لے کر آج تک آبادی و بربادی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ؎

کس سے میں پوچھتا گل و بلبل کی سرگذشت　　دو چار برگِ خشک تو دو چار پر ملے

؎ دنیا جسے کہتے ہیں بلا خانہ ہے　　پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے

مابینِ زمین و آسماں یوں ہم ہیں　　جیسے دو آسیا میں اک دانہ ہے

حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ ریش مبارک بھیگ جاتی۔ کسی نے کہا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان پر اتنا نہیں روتے جتنا آپ قبروں پر روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے منزلِ اول ہے، اگر اس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلیں بھی اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔ اگر اس منزل سے نجات نہ پائی تو دوسری منزلیں بھی کڑی ہو جاتی ہیں ✦

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی موت سے پہلے سخت ریاضت شروع کی تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنے نفس پر کچھ نرمی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے چھوٹ کر حد کے قریب پہنچتے ہیں تو اپنا پورا زور لگا دیتے ہیں ✦

عطائے خراسانی کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ ایسے لوگوں کی طرف سے گذرے، جو بہت زور سے قہقہے لگا کر ہنس رہے تھے فرمایا کہ ان لوگوں میں لذات کو تلخ کرنے والی کا ذکر بھی شامل کر دو۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ موت ہے ✧

آنحضرتؐ کے سامنے لوگوں نے کسی آدمی کی بہت تعریف کی فرمایا "وہ شخص موت کی یاد

میں کیسا تھا؟" عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے اس کو سُنا ہیں - فرمایا: "تو وہ اس درجے کا نہیں، جس پر تم اس کو سمجھتے ہو۔" فرمایا: "اگر حیوانات اپنی موت کو ویسا جانیں جیسا کہ تم جانتے ہو تو کوئی جانور بھی تم کو موٹا نہ نظر آئے۔ فرمایا: موت سے اپنی لذتوں کو کھٹا کرو تاکہ تمھاری خواہش اُن کی طرف سے جاتی رہے اور خدا کی طرف رجوع ہو سکو" ؎

ہر کام کو ہے ہر وقت نے گھیرا پر نہیں اے موت وقت مقرر تیرا

؎ طے ہو رہی ہے منزل، چونکو کہ وقت کم ہے ملکِ فنا کی جانب ہر سانس اِک قدم ہے

جو شخص "کل" کو اپنی زندگی کا دن تصور کرتا ہے وہ موت کی ناگہانہ آمد اور غیر متوقع گرفت ہی سے غافل نہیں بلکہ مستلزم الحیات وجہ مرگ کا بھی قائل نہیں +

اے اہلِ دُنیا! جان لو کہ تم کو بھی ایک دن مرنا، موت کے بعد اُٹھنا اور اپنے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا کو پہنچنا ہے۔ پس دُنیا کے چند روز جینے پر مست ہو لو اور موت کو کبھی نہ بھولو۔ دُنیا مصیبت کا گھر ہے۔ فنا ہونا اس کا مشہور اور دھوکا دینا اس کا شعار ہے۔ اس کی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے۔ اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال ہے جب آدمی کو اس میں تھوڑا آرام ملتا ہے تو اس کے عوض برسوں کا رنج سامنے آجاتا ہے۔ موت ہر ایک سر پر قائم ہے اور اس کا ذائقہ چکھنا سب کو لازم ہے۔ خدا کے بندو! آج تمھارا دُنیا میں ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگوں کا تھا جو تم سے عمر میں زیادہ، طاقت میں قوی آبادی میں کثیر اور مکانات میں اعلیٰ تھے۔ مگر زمانہ کے انقلاب سے آج ان کی آواز بھی نہیں نکلتی۔ ان کے جسم قبروں میں سڑ گئے، شہر اُجڑ گئے اور مکانات گر گئے۔ یا وہ محلاتِ عالیشان گاؤ تکیے اور مخملی فرش تھے، یا اب پتھر اور اینٹیں، خاکِ گور اور گوشۂ لحد ہے۔ کیا تمھیں کچھ شبہ ہے کہ جیسا ان کا حال ہوا وہی تمھارا حال نہ ہوگا؟ وہی تنہائی نہ ہوگی اور وہی خاک میں یہ جسم کیڑوں کی خوراک نہ ہوگا؟ ؎

رستہ ہے جامۂ ہستی کا اس تن سے جُدا ہونا لباس تنگ ہے اُترے گا آخر دھجیاں ہو کر

؎ جتنی بڑھتی ہے اُتنی گھٹتی ہے زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے

؎ رفتن و نا آمدن باید ز سیل آموختن خانہ ویرانی بہ عالم از حباب آموختن

؎ نظرِ غور سے جو دُنیا کی حالت دیکھی ہم نے برپا یہیں ہر روز قیامت دیکھی

اے عزیز! جان لے کہ یہ دُنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی میں سے بھی تھوڑی رہی ہے اور اس کا بھی شبہ ہے کہ تھوڑی بھی ہے یا نہیں۔ تو اس قلیل المیعاد اور کثیر الآلام دُنیا میں کس طرح مطمئن بیٹھا ہے۔ اپنے آپ کو باقی اور باقی سب دُنیا کو فانی سمجھتا ہے ؎

منزلیں مُلکِ عدم کی صرفِ نسیاں ہوگئیں　　مَوت ہی آئے گی اب رستہ بتانے کے لیے

؎ اے دل یہ کہا کس نے جہاں میں قرار کر　　اور جانِ نازنیں کو اسیرِ حصار کر

؎ تُو دیکھ جب سے آیا ہے کتنے ہیں چل بسے　　اُن رفتگاں میں خود کو بھی تو اک شمار کر

بادشاہوں کی عیش و عشرت، خدم و حشم اور تجمل و شوکت کو نہ دیکھنا چاہیے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہیں۔ اور نزع کے وقت جب یہ لوگ دُنیا اور دولتِ دنیا سے بجبر علیحدہ کیے جاتے ہیں، اُس وقت اُن کو کس قدر رنج و صدمہ پہنچتا ہے۔ برخلاف اس کے غریب لوگ مَوت کو راحت خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ دُنیا سے جاتے وقت اُن کو کسی چیز کی علیحدگی کا رنج و صدمہ نہیں ہوتا ؎

نیست پروائے عدم وارزدہ ہستی را　　از قفس مُرغ بہر جا کہ رود بستان است

؎ بیٹھے نہیں زمیں میں خزانوں کو گاڑ کے　　جب موت آئی چل دیے دامن کو جھاڑ کے

؎ مَوت کیا آکے فقیروں سے تجھے لینا ہے　　مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

؎ اگر مَوت آئے نہ رنجور ہو　　جو چُھٹی ہو مزدور مسرور ہو

؎ بدل جائے جینے کا دُکھ چین سے　　جو مر جائے سو جائے سُکھ چین سے

؎ بلا مرنے والوں کو آرام وہ　　کہ اُٹھنے کا لیتے نہیں نام وہ

بنی اسرائیل میں سے کسی نے بہت مال جمع کیا تھا جب مرنے لگا تو اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرا سب قسم کا مال مجھے دکھلاؤ۔ سب قسم کی قیمتی چیزیں اور زر و جواہر اس کے سامنے لائے گئے۔ جب اُس نے ان چیزوں کو دیکھا تو بہت رویا۔ ملک الموت نے جو اُس کو روتے دیکھا تو کہا روتا کیوں ہے؟ قسم ہے رب العزت کی کہ میں تیرے جسم سے تیری جان کو نکالے بغیر نہ نکلوں گا۔ اُس نے کہا مجھے اتنی مہلت تو دے کہ میں ان چیزوں کو خدا کی راہ میں صدقہ دے دوں۔ ملک الموت نے کہا یہ نہیں ہوگا۔ اب مہلت کا وقت گیا۔ اس وقت سے پیشتر جو اتنی مہلتِ دراز تجھے حاصل تھی، اُس میں کیوں نہ دیدیا۔ یہ کہہ کر اُس کی رُوح قبض کر لی ؎

آسودگی بگوشۂ ہستی ندیدہ ایم　　جاں دادہ ایم و کنجِ مزارے خریدہ ایم

حضرت نوح کے زمانے تک لوگ نہایت طویل العمر اور قلیل الامراض ہوتے تھے لیکن بدولتِ عُمر و قلتِ امراض کے غرور میں موت کو بھول کر وہ حد سے زیادہ گناہ کرنے لگ گئے۔ جس کے عذاب میں اُن پر طوفان بھیج کر سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ خدا نے حضرت نوحؑ سے وعدہ فرمایا کہ آئندہ دُنیا کو طوفان سے نابود نہ کروں گا۔ اس لیے اُس نے آدمیوں کی عمریں کم کر دیں اور امراض بڑھا دیے کہ نہ زیادہ عمریں ہوں گی اور نہ گناہوں کا طوفان برپا ہوگا۔

جس کے سبب مجھے پھر ان کو طوفان میں غرق کرنا پڑے +
ایک حکیم کا قول ہے کہ دُنیا ایک اُجڑا ہوا مکان ہے۔ اور اس سے زیادہ تر وہ دل اُجاڑ ہے جو دُنیا کا پھیلاؤ چاہے + ؎

ترے اندازۂ عمرِ رواں کچھ سمجھ نہ آتا ہے — لیے جاتی ہے تو تجھ کو کدھر آہستہ آہستہ
؎ تم ہو کیا چیز بھلا خاک نشیں مورِ ضعیف — کر دیا موت نے اورنگِ سلیمانؑ خالی
؎ ہنستی ہے گورِ اہلِ تکبر کی شان پر — پُتلا تو خاک کا ہے دماغ آسمان پر
؎ دیے ہے کسی کو قابو جہاں تک ترا چلے — پاؤں کے بدلے ہاتھوں سے راہِ خدا چلے
اے بے خبر حیات کا کیا اعتبار ہے — ہر وقت موت سر پہ بشر کے سوار ہے

دُنیا طلبی میں تیرا اس قدر انہماک اِس بات کی روشن دلیل ہے کہ تو موت کو مشتبہ اور زندگی کو یقینی خیال کرتا ہے۔ مکانات کی مضبوط بنیادیں تیری زندگی کی بنیاد کو مضبوط نہیں کر سکتیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یا قصۂ حیات کو افسانہ طول دے — یا اعتبارِ ہستیٔ ناپائدار کر

بادۂ حیات کے سرشار! موت بہت جلد تیرے سرورِ زندگی کو مبدل بہ خمار کرنے والی ہے۔ تیار رہ ؎

نزع میں پیشِ نظر ہیں عمر بھر کے واقعات — ساری دُنیا کا مرقع آخری منظر میں ہے
؎ اے دل چو آگہی کہ قرارے بقا ست — ایں آرزوئے دُور و دراز اینہمہ چرا ست
؎ ایک پل میں موت کی ترشی سے ہوش آ جائیگا — کس نشے میں مست ہے مستِ شرابِ زندگی
؎ ہر دمِ حیات موجۂ دریائے نیستی ست — نقشِ وجودِ خویش بریں آب بست و رفت
؎ عمرِ عزیز طے شد و غافل نشستۂ — برخاست شورِ محشر و کاہل نشستۂ
؎ کر دیا نزع نے واقف کہ یہ ہستی کیا تھی — ہوش آیا تو کھلا حال کہ ہستی کیا تھی

کوئی بزرگ دُنیاوی صحبتوں سے بچنے کے لیے ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے۔ اثنائے سفر میں آپ کا گزر ایک شہر کے پاس سے ہُوا۔ جہاں کے لوگ ایک جلوس کی شکل میں خوشیاں منا رہے تھے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ جشن کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک امیرزادہ کی سالگرہ ہے۔ آپ نے اِسی شہر میں اقامت اختیار کر لی کہ یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں جو زندگی کے کم ہونے اور موت کے نزدیک آنے پر خوشیاں مناتے ہیں ؎

آدمی کو موت کے آنے کی ہے لازم خوشی — عید ہے جس روز چھٹکارا ہُوا محبوس کا
؎ زندگی ہی میں بتدریج ہیں مرتے جاتے — وقت کے ساتھ ہی ہم بھی ہیں گزرتے جاتے

؎ انسان پیدا ہوتے ہی بڑھتا ہے سوئے مرگ　　اور عمر ایک فاصلہ ہے درمیان میں

؎ سمجھو تو ثباتِ عمرِ فانی کیا ہے　　یاں وقفۂ پیری و جوانی کیا ہے

اے شاہ چہ گوئی چو پرسند از تو　　جائیکہ بتر ہی و نہ ترسند از تو

موت اس شخص پر اتنی ہی زیادہ بھاری ہوگی جتنا کہ وہ تعلقاتِ دنیوی میں زیادہ اُلجھا ہُوا ہوگا۔ اس لیے جُدائی کا وقت آنے سے پہلے ہی مخلوق سے جُدا ہو آسانی رہے گی ؎

قتل ہو کہ ہم بچے آزار سے　　عمر کے دن کٹ گئے تلوار سے

؎ دُنیا نیرزد آنکہ پریشاں کُنی دلے　　زنہار بد مکن کہ نکردست عاقلے

؎ دُنیا مثالِ بحرِ عمیق است و پُر نہنگ　　آسودہ عارفاں کہ گرفتند ساحلے

؎ جا برابر ہے دلِ مادر میں ہر فرزند کی　　رُتبہ زیرِ خاک یکساں ہے گدا و شاہ کا

حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ ہم جنازہ کے ساتھ جاتے تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ماتم پُرسی کس شخص سے کریں۔ اس لیے کہ سب کو غم یکساں ہوتا تھا ؎

مجلسِ وعظ رفتنت ہوس است　　مرگِ ہمسایہ واعظِ تو بس است

حصولِ عبرت اور حقیقت شناسی کے لیے قبرستان سے بہتر کوئی جگہ نہیں ؎

بڑھاؤ میل گورستاں نشینی　　ہے گورستاں نشینی پیش بینی

حضرت رسولِ کریمؐ کا فرمان ہے کہ "میں نے اپنی دونوں آنکھیں کبھی اس طرح نہیں کھولیں جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے میری رُوح عزرائیلؑ قبض کریگا۔ اور کوئی نگاہ میں نے اُوپر کو ایسی نہیں کی جس میں یہ نہ خیال کیا ہو کہ نیچے کو نگاہ کرنے تک میں جیتا رہوں گا۔ اور کوئی لقمہ ایسا نہیں کھایا جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ میں موت سے پہلے اس کو نگل جاؤں گا۔ اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانوں کو مُردوں میں شمار کرو" ✦

آنحضرتؐ نے تین لکڑیوں میں سے ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اس کے پاس اور تیسری کو دُور گاڑا اور فرمایا "پاس پاس کی وہ لکڑیوں میں سے ایک انسان ہے اور دوسری لکڑی موت اور دُور کی لکڑی انسان کی اُمید ہے کہ آدمی اس سے معاملہ رکھتا ہے اور موت اس تک پہنچنے نہیں دیتی"! ؎

ہیں انتھک کوششیں جاری حیاتِ جاودانی کی　　ذرا دیکھے کوئی نادانیاں انسانِ فانی کی

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر بندوں کو اپنی موت معلوم ہوتی تو بڑے بڑے اُونچے گنبدوں والے محل نہ بنتے۔ نہ کبھی بازار لگتا نہ کبھی خرید و فروخت ہوتی۔ نہ باہمی عداوت ہوتی نہ کوئی کوتوال اور پاسبان ہوتا۔ کھُلے دروازے سب آرام سے سوتے اور یادِ خدا کرتے۔ یہ سب جھمیلے

اے خوفِ مرگ دِل میں جو انساں کے تُو رہے پھر کچھ ہوس رہے نہ کوئی آرزو رہے

حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو واپسی پر لوگ انھیں چارپائی پر لاتے۔ اُن کو چلنے یا سواری کی طاقت نہ رہتی۔ اُسی حالت میں کئی دن شدتِ خوف کی وجہ سے کام تو درکنار کلام بھی نہ کر سکتے۔

روایت ہے کہ ابتدا میں خُدا نے انسانوں کو اِس خیال سے ہزار ہزار سال کی عمر بخشی تھی کہ وہ اُسے عبادت میں صرف کریں گے لیکن انسان بڑے بے پروا نکلے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ جب اتنی لمبی عُمر ہے تو پھر کیوں نہ زندگی کا لطف اُٹھایا جائے۔ اِس لیے کافی عرصہ عیش و عشرت کریں جب بڑھاپا آئے گا تو خُدا کو یاد کر لیں گے۔ اس پر خُدا نے انسانی زندگی کی میعاد گھٹا کر ایک سو سال کر دی تاکہ وہ اِس حیاتِ چند روزہ کو تو ضرور ذکر، عبادت اور فکرِ عاقبت میں گزاریں لیکن برعکس اس کے انسانوں نے "کھاؤ پیو اور موج اُڑاؤ کل تو فنا ہونا ہی ہے"۔ کے مقولے پر عمل کیا ؎

اگر یک پردۂ غفلت نبودے زبیم مرگ ہر دم مرگ بودے

اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ تندرست رہنے سے دھوکے میں ہے۔ کیا تُو نے بیماری کے بغیر کسی کو مرتے نہیں دیکھا؟ یا بیماری آنے میں کچھ دیر لگتی ہے؟ موت سے پہلے اپنے حال پر رحم کھا ؎

گھڑے کو کمھار ایک جب گھڑ چکا تو اُس دم گھڑے سے یہ آئی ندا
نہ جانوں کہ سنگِ سپہر قضا ترا پہلے توڑے یا میرا گلا

؎ مَیں جانتا ہوں بلبل جو ہے تری حقیقت اک مُشتِ استخواں میں دو پر جڑے ہُوئے ہیں
معلوم ہے حسینو اِس حُسن کی حقیقت ظاہر میں رنگ و بُو ہے باطن سڑے ہوئے ہیں

اے غافل ہنستا کیوں ہے؟ شاید کہ تیرا کفن بزاز کی دُکان پر آ چکا ہو۔ یہ دُنیا رہنے کی جگہ نہیں اس کے گھر ایسے ہیں کہ اُس پر فنا لکھ دی ہے۔ اور ان میں رہنے والوں پر وہاں سے چلا جانا جو اس وقت آباد نظر آتے ہیں، وہ چند روز میں اُجڑ جاتے ہیں۔ سوچو اس خیال میں نہ رہو کہ جوانی میں موت کا آنا بعید ہے۔ بہت کم لوگ بڑھاپے تک پہنچتے ہیں۔ کیونکہ بہتوں کو جوانی اور لڑکپن ہی میں موت آ جاتی ہے۔ موت کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ نہ صبح و شام نہ شب روز نہ گرمی سردی وقت جب آ جاتا ہے ذرا سی دیر کا بھی پس و پیش نہیں ہوتا ؎

ہر گردشِ فلک یہ سرِ انتقام ہے ہر شامِ عیش صبحِ الم کا پیام ہے
فانی ہر ایک چیز یہاں لا کلام ہے کہتے ہیں جس کو باقی وہ اللہ کا نام ہے

؎ "بسیل مات ارسطالیس و افلاطون یا بلیج و لقمان بسر سام و جالینوس بسطونا"

ترجمہ: مرض سِل سے ارسطاطالیس مرا اور افلاطون فالج سے لقمان سرسام سے اور جالینوس اسہال سے مرا۔ حالانکہ انہی امراض میں اِن حکماء کو یدِ طولیٰ اور رتبۂ کمال حاصل تھا۔ دھنتر وید کو سانپ پکڑنے میں انتہائی مہارت تھی، اُس کو سانپ نے کاٹا اور مر گیا۔ غرض یہ کہ جو بنا ہے سو فنا ہے۔ "ٹوٹی کی کوئی بوٹی نہیں"۔ پنجابی مثل ہے۔ "بلائے آپ چڑھائے تاپ" امراض ذریعۂ موت ہیں ؎

دُنیا یہ سدا عبرت و اندیشہ کی جا ہے / یاں کیسا مقام آٹھ پہر کوچ لگا ہے
جاتے ہیں سب چلے مرگ کا دروازہ کھلا ہے / "رہ جائے نہ کوئی" یہی آوازہ رہا ہے
؎ تن میں ہوا جو ہے کوئی دم کی بندھی ہوئی / گٹھڑی ہے غافلو یہ بھرم کی بندھی ہوئی

اشعار متعلقہ "وقتِ اجل"

قطعہ

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے / کیا ہی مُلکِ روم ہے کیا سرزمینِ طوس ہے
گر میسر ہو تو کس عشرت سے کیجے زندگی / اِس طرف آوازِ طبل و نے صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہو مئے گلگوں کا دَور / شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے
سُنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشہ میں تجھے / چل دِکھاؤں تو جو حرص و آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گورِ غریباں کی طرف / جس جگہ جانِ تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دِکھلا کے لگی کہنے مجھے / یہ سکندر اور یہ دارا اور یہ کیکاؤس ہے
پُوچھ تو اِن سے کہ مال و حشمتِ دُنیا سے آج / کچھ بھی اُن کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

قطعہ

شب کو جا نکلا تھا میں اک دن مزارِ یار پر / اِس وجہ سے مثلِ ابر آنکھیں میری خونبار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا / ہم گریباں چاک ماتم میں ترے اے یار ہیں
شاد ہے کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن / شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد ای راہیٔ مُلکِ عدم / لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں؟
منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے؟ / راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر یا بازار ہیں؟
جس محل میں جا کے تو اُترا ہے ای رنگیں ادا / کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں؟
چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے / تخت ہیں کیسے مطلا یا مرصع کار ہیں؟
پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے / مُرغِ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں؟

اہلِ صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے
خوش بیاں یا خوش فہم ہیں یا کہ بدگفتار ہیں؟
بات کرنے کی صدا اصلا کبھی آتی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں؟
قبر سے آئی صدا ای دوست بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
پھول کیسے، باغ کیسے عقل تیری ہے کہاں
کنجِ تنہائی ہے اور افعی گلے کا ہار ہیں
وہ ہمارا پیکرِ نازک جو تجھ کو یاد ہو
آج خاکِ قبر پر اس کے منوں کے بار ہیں
اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

دم بہ دم کیا ہی مری عمر کٹی جاتی ہے
دم نہ سمجھو اسے شمشیرِ دو دم ہی سمجھو
ہمارا ہر نفس اک بادباں ہے
رواں ہے کشتیِ عمرِ رواں ہے
رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
یہ صدا آتی ہے رفتارِ سمندِ عمر سے
وہ بھی گھوڑا ہے کوئی جس کو کہ کوڑا چاہیے
اڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپِ عمر
مہمیز کس کو کہتے ہیں اور تازیانہ کیا
کیسے ہی جاتے ہیں راہِ فنا کو طے ہر دم
سمجھتے کچھ نہیں عمرِ رواں نشیب و فراز
پنج روزہ عمر کرلے عاشقی یا زاہدی
کام کچھ چلتا نہیں اس تھوڑی سی مدت میں یاں
احوال کس سے پوچھیے یارانِ رفتہ کا
وہ بھی نہ پھر کے آئے جو لینے خبر گئے
ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں
جو جاتا ہے یاں سے وہ دوبارہ نہیں آتا
ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا
ہستی سے تا بملکِ عدم ایک جست تھی
جھپکی نہ آنکھ بھی کہ ادھر سے ادھر گیا
غافل نہ کھائیو فریبِ ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے۔ نہیں ہے
گر نکالا آسماں نے دنیا سے تو ہے بجا
آن کر مہمان بن بیٹھے تھے صاحبِ خانہ ہم
خانۂ ہستی سے زردوں کی روش اٹھ اٹھ گئے
کیسے کیسے نوجواں دنیا کی چوسر چھوڑ کر
گلشنِ دنیا نہیں جائے قیام اے غافلو
غنچہ ساں تم دوش پر رختِ سفر باندھے رہو
تا ہم جسمِ خاکی ہے نفس پر
ہوا پر ہے بِنا اپنے مکاں کی
ہم ہوئے جس دن سے پیدا موت پر ایمان ہے
زندگی گویا فنا ہونے کا اک سامان ہے
کھل گیا خالی ہوا بندی سے رازِ زندگی
یعنی اک تارِ نفس ہے نغمہ سازِ زندگی
کون سا جھونکا بجھا دے گا کسے معلوم ہے
زندگی اک شمعِ روشن ہے ہوا کے سامنے
جستجو سے پا لیا آخر نشانِ زندگی
چند قبروں نقش پائے رہروانِ زندگی
زندگی موجِ آب ہے گویا
دم کا آنا حباب ہے گویا

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

روح کرتی ہے سفر یوں جسم انساں چھوڑ کر
نکہت گل جیسے جاتی ہے گلستاں چھوڑ کر

روح کو خاک ہو اس جسم کی تعمیر پسند
کوئی قیدی نہ کرے خانۂ زنجیر پسند

یہ محشر گفت با یزداں برہمن
فروغ زندگی تاب شرر بود

ولیکن با تو گویم گر نہ رنجی
صنم از آدمی پائندہ تر بود

اجل آئی تو جسم و جان کی آویزشیں چھوٹیں
اسی ثالث سے یہ مدت کا جھگڑا پاک ہونا تھا

جو ہوا دنیا میں پیدا فی الحقیقت مر گیا
آدمی کو جامۂ ہستی کفن سے کم نہیں

جب نہایا میں تو آیا غسل میت کا خیال
قطع جب ہونے لگے کپڑے کفن یاد آ گیا

قضا آتی ہے ہر انسان کی وقت معین پر
مقاموں پر ٹھکانے ہیں بندھے کشتی کے لنگر کے

کفن خلعت ہے میں دولہا جنازہ تخت دامادی
براتی نوحہ گر ہمراہ ہیں شہنا نوازی کو

قضا تکتے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے
بہ ہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے

تنہا تو اپنی گور میں رہنے یہ بعد مرگ
مت اضطراب کر تو کہ عالم ہے زیر خاک

جسم خاکی ہو گیا داخل گڑھے میں گور کے
پہنچ گئی آخر یہ کشتی جذبۂ گرداب سے

آئینہ ہے پیش نظر عبرت کے دیکھ اے بے خبر
بزم خموشاں بھی ادھر ہے عیش کی محفل کے پاس

جب کوئی کہتا ہے ہستی کو کہ ہستی خوب ہے
اس کی غفلت پر فنا اس وقت ہنستی خوب ہے

کون ایسا ہے نہیں ہے موت کی جس کو خبر
پھر جو غفلت ہے تو یہ دنیا کا اک دستور ہے

تن خاکی میں دیکھا روح کو تو اک مسافر ہے
گمان صاحب خانہ تھا جس پر میہماں نکلا

بظاہر بے کسی گور غریباں پر برستی ہے
ولے زیر زمیں جا کر جو دیکھا خوب بستی ہے

از بہر قطع کردن نخل حیات من
چوں ارہ دو دم نفس اندر کشاکش است

در پیش سب کے واسطے منزل عجیب ہے
غافل بہوش باش اجل عنقریب ہے

اسمائے مبارک	تاریخ و سن وفات	اسمائے مبارک	تاریخ و سن وفات
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ بعمر ۶۳ سال	حضرت ابوذر غفاری رض	۸ ذوالحجہ سنہ ۳۲ھ
حضرت امیر حمزہ رض عم ” ”	۳۰ ذیقعد سنہ ۲ھ ، ۵۹ ”	حضرت سلمان فارسی رض	۱۰ رجب سنہ ۳۳ھ
حضرت فاطمہ خاتون جنت	۳ رمضان سنہ ۱۱ھ بعمر ۲۷ سال	حضرت عثمان رض بن عفان	۱۲ ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ بعمر ۸۲ سال
حضرت ابوبکر صدیق رض	۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ ، ۶۳ ”	حضرت خواجہ اویس قرنی رض	۷ شوال سنہ ۳۹ھ
حضرت عمر فاروق رض	۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ ، ۵۷ ”	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ بعمر ۶۳ سال
حضرت عباس عم رسول اللہ	۱۲ رجب سنہ ۳۲ھ بعمر ۸۸ سال	حضرت امام حسن رض	۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ ، ۴۷ ”

اسمائے مبارک	تاریخ و سن وفات	اسمائے مبارک	تاریخ و سن وفات
حضرت امام حسینؓ	۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ بعمر ۵۹ سال	حضرت ابوالحسن خرقانیؒ	۱۰ محرم سنہ ۴۱۸ھ
حضرت امام زین العابدینؒ	۲۵ محرم سنہ ۹۵ھ	حضرت سلطان محمود غزنویؒ	۲۳ ربیع الثانی سنہ ۴۲۰ھ
حضرت امام قاسمؒ	۲۴ جمادی الاول سنہ ۱۰۶ھ	حضرت مخدوم علی گنج بخشؒ	۱۹ صفر سنہ ۴۶۵ھ
حضرت خواجہ حسن بصریؓ	۱۱ رجب سنہ ۱۱۰ھ	حضرت امام غزالیؒ	۱۴ جمادی الثانی سنہ ۵۰۵ھ
حضرت امام محمد باقرؒ	۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ	حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ	۱۱ ربیع الثانی سنہ ۵۶۲ھ
حضرت امام جعفر صادقؒ	۱۵ رجب سنہ ۱۴۹ھ	حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ	۱۰ جمادی الثانی سنہ ۶۲۶ھ
حضرت امام ابو حنیفہؒ	۱۵ رجب سنہ ۱۵۰ھ بعمر ۷۰ سال	حضرت معین الدین چشتیؒ	۶ رجب سنہ ۶۳۳ھ
حضرت سفیان ثوریؒ	۱۵ محرم سنہ ۱۶۰ھ	حضرت فریدالدین گنج شکرؒ	۵ محرم سنہ ۶۶۴ھ
حضرت داؤد طائیؒ	۱۰ صفر سنہ ۱۶۵ھ	حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ	۱۳ ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ
حضرت امام مالکؒ	۷ ربیع الثانی سنہ ۱۷۹ھ	حضرت شیخ مصلح الدین سعدیؒ	۵ شوال سنہ ۶۹۱ھ
حضرت امام ابو یوسفؒ	۲۷ رجب سنہ ۱۸۲ھ	〃 خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	۱۴ ربیع الاول سنہ ۶۳۳ھ
حضرت امام موسیٰ کاظمؒ	۱۸ رجب سنہ ۱۸۳ھ	〃 شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	۱۴ محرم سنہ ۶۹۲ھ
حضرت فضیل بن عیاضؒ	۳ ربیع الاول سنہ ۱۸۹ھ	〃 〃 بہاؤالدین ذکریاؒ	۷ صفر سنہ ۶۶۶ھ
حضرت خواجہ معروف کرخیؒ	۲۰ محرم سنہ ۲۰۰ھ	〃 بو علی شاہ قلندرؒ	۹ رمضان سنہ ۷۲۴ھ
حضرت امام علی موسیٰ رضا	۹ صفر سنہ ۲۰۳ھ	〃 خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ	۳ ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ
حضرت امام شافعیؒ	۳۰ رجب سنہ ۲۰۴ھ	〃 شاہ نعمت اللہ ولیؒ	۲۵ رجب سنہ ۸۳۲ھ
حضرت حسین بن منصور حلاجؒ	۲۰ محرم سنہ ۲۰۶ھ	〃 〃 بدیع الدینؒ	۱۴ جمادی الثانی سنہ ۸۳۸ھ
حضرت ذوالنونؒ مصری	۲۰ صفر سنہ ۲۲۳ھ	〃 شاہ مدار	
حضرت بایزید بسطامیؒ	۱۱ شعبان سنہ ۲۳۰ھ	〃 شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ	۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۵ھ
حضرت خواجہ سری سقطیؒ	۳ رجب سنہ ۲۵۳ھ		
حضرت ممشاد دینوریؒ	۱۴ محرم سنہ ۲۹۸ھ		
حضرت شیخ شبلیؒ	۱۰ ذوالحجہ سنہ ۳۳۴ھ		

[illegible]

خُلق و رِفق

ہمہ روز گر از دوست بدل نہ گشاید ندیدنی ست   سخنے کہ نیست معذور و ناشنیدنی ست

خُلق سے مُراد خوش خوئی اور رِفق سے مُراد نرمی اور نیک خوئی ہے۔ ایک حاصل ہوتی ہے نرمی سے اور ایک حاصل ہوتی ہے تواضع و انکساری سے۔ خُلق عُمدہ ترین نعمت اور زیباترین خصلت ہے۔ جب حق سبحانہٗ تعالٰے نے ایمان کو پیدا کیا تو ایمان نے عرض کیا کہ اے خداوند! مجھ کو قوی بنا۔ خداوندِ قدوس نے اس کو نیک خوئی اور سخاوت سے قوّت بخشی۔ اور جب کُفر کو پیدا کیا۔ تو اس نے بھی کہا کہ خُدایا مجھے قوی بنا۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو تُند خوئی اور بُخل سے قوّت بخشی۔ حدیث شریف میں آیا کہ بخیل اور بدخُو بہشت میں نہ جائیں گے ؂

حُضُورِ سرورِ کائنات ؐ نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا "مَیں آپ لوگوں کو عبادت کرتے تو دیکھتا ہُوں لیکن اس کی حلاوت کسی میں کم پاتا ہُوں"۔ لوگوں نے پُوچھا۔ یا حضرت ؐ حلاوت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا "انکسار و فروتنی سے" ؎

من ندانم در جہان جُستجو   ہیچ الہٰیت بہ از خُلق نکو

ایک روز حضرت عیسٰی علیہ السّلام چلے جاتے تھے کہ ایک احمق آپ سے مِلا۔ اُس نے آپ سے کوئی بات دریافت کی۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ احمق نے حضرت کے جواب کو تسلیم نہ کیا بلکہ آپ سے جھگڑنا شروع کیا۔ لیکن جس قدر وہ حضرت کی بُرائی کرتا جاتا تھا آپ اس کی تعریف کرتے جاتے تھے۔ وہ جس قدر لڑنے پر آمادہ ہوتا جاتا تھا، حضرت اس سے رعایت و مروّت کرتے جاتے تھے۔ اِس اثنا میں حضرت کا ایک دوست آگیا۔ اُس نے کہا حضرت! یہ آپ سے کیوں آمادہ فساد ہے، حالانکہ وہ غصّہ ہوتا ہے اور آپ مہربانی فرماتے ہیں۔ وہ سختی کرتا ہے اور آپ نرمی برتتے ہیں۔ حضرت عیسٰی ؑ نے بتایا کہ اے عزیز! کُلّ اِناءٍ یترشح بما فیہ "یعنی از کوزہ ہماں تراود کہ درو ست۔ اِس سے وہ بات پیدا ہوتی ہے۔ مجھ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ میں اس وجہ سے غصّہ نہیں ہوتا کہ وہ مجھ سے مؤدّب ہوتا ہے۔ لیکن مَیں اس کی بات سے جاہل نہیں ہوتا۔ وہ میری عادت و خلق سے عاقل بنتا ہے ؎

اقلیمِ دل بندہ مسخر نمی شود   ایں فتح بے شکست میسّر نمی شود

حُکماء کہتے ہیں کہ دس چیزیں خوش خُوئی کی علامت ہیں۔ اوّل لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنی۔ دُوم عدل کرنا۔ سُوم کسی کی عیب جُوئی نہ کرنا۔ چہارم کوئی مذمت کرے اسکی نیک تاویل

کرنی۔ پنجم گنہگار کی معذرت پر اس کو معاف کر دینا۔ ششم محتاجوں کی حاجت روائی کرنا۔ ہفتم اپنے عیب پر نظر رکھنی۔ ہشتم لوگوں کا غم کھانا۔ نہم لوگوں کے ساتھ تازہ روئی سے پیش آنا۔ دہم اچھی باتیں کرنا ؎

خوش است عالم آزادگی و خوشخوئی — بدیں مقام در اگر بہشت می جوئی

نیوٹن شام کا کھانا کھا کر واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس کے کُتے نے جلتی بتی میز پر اُلٹا کر اُس کی سالہا سال کی محنت کو جلا کر راکھ کر دیا ہے، تو وہ غصّے میں آ کر آپے سے باہر نہیں ہوا بلکہ کہا تو صرف یہ کہا "موتی موتی تم نہیں جانتے کہ تم نے کس قدر نقصان کیا ہے"؟ یہ کہ کر وہ اُسی طرح اپنے کام میں لگ گیا کہ گویا کچھ بھی نہیں ہوا +

سخت کلامی باعثِ افتراق اور نرمی و ملائمت موجبِ اتحاد و اتفاق ہے۔ اردشیر بابک نے جس کا تختِ سلطنت زیورِ حکمت سے آراستہ و پیراستہ تھا، اپنے بیٹے کو دیکھا کہ نہایت زرق برق اور قیمتی لباس پہنے ہے کہا کہ "اے فرزند! بادشاہوں کو ایسی پوشاک پہننی چاہیے، جو کسی خزانے میں موجود نہ ہو۔ اور مثل اس کے کوئی اور نہ پہن سکے۔ نہ مثل تیرے کہ ایسا ہر شخص پہن سکتا ہے"۔ بیٹے نے دریافت کیا کہ "وہ لباس کس چیز سے تیار ہوتا ہے"؟ بادشاہ نے کہا۔ "نیک خوئی اور نکوکاری کے تار اور تحمل و سازگاری کے پود سے" +

فریدون سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے ملازمین کی نگہداشت کس چیز سے کرتے ہیں؟ جواب دیا نرمی اور بردباری سے۔ پوچھا گیا کہ مشاکل کو کس چیز سے حل کرتے ہیں؟ فرمایا "میل اور مہربانی سے" +

حُسنِ خُلق یہ ہے کہ تم پر جفائے خَلق کا اثر نہ ہو + (غوث اعظم)

حکایت: ایک دفعہ فریدون نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ میرے واسطے فلاں قسم کا کھانا تیار کرنا اور نہایت تکلف سے تیار کرنا۔ باورچی نے بادشاہ کی فرمائش کے مطابق کھانا تیار کر کے دوسرے کھانوں کے ساتھ بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے جب اپنے فرمائشی کھانے کی طرف نظر کی تو اس میں ایک مکھی پڑی ہوئی دیکھی۔ اس کو نکال کر پھینک دیا۔ جب لقمہ اٹھایا تو پھر ایک مکھی نظر آئی۔ اِس لقمہ کو چھوڑ کر دوسرا لقمہ اٹھایا، اس میں بھی ایک مکھی ملی تو اس نے اس کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور دوسرے کھانوں کو تناول کر کے دسترخوان اٹھوا دیا۔ بعد ازاں باورچی کو طلب کیا اور فرمایا "کھانا تو بہت ہی لذیذ تھا۔ کل پھر ایسا ہی پکانا۔ مگر اس میں مکھی زیادہ نہ ہو"۔ حاضرین نے جو یہ حالت دیکھی تو سخت متعجب ہوئے کہ بادشاہ نے بجائے سزا دینے کے نادم کرنے پر اکتفا کی ؎

چو در مقابلہ جرم لطف بیند کس — شود خجل زدہ وایں خجالت اور ابس

خلق بد سے نہ تو خلق ہی خوش رہ سکتی ہے نہ ہی خالق ؎

گرنرا حق آفریدہ زشت رُو تو مشو ہم زشت رُو ہم زشت خو

بہت سے سر زبان سے کٹے ہوئے ہیں ٭

مخبر صادقؐ کا فرمان ہے "دین حُسنِ خلق ہی کا نام ہے۔ بدخُو بدخلق کی جگہ دوزخ ہے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے ؎

عبادتے بجہاں نیز خاکساری نیست بہ از وضوئے عزیزاں بود تیمم ما

ایک بادشاہ کی آنکھ پر مکھی بار بار بیٹھتی تھی۔ مکھی کی ضد مشہور ہے۔ جب بادشاہ مکھی کے پیہم حملوں سے دِق آگیا اور اس کو اُڑاتے اُڑاتے تھک گیا تو کہا "کیا میری تین سلطنتوں کی وسعت تیرے لیے ناکافی تھی جو میرے ہی گوشۂ چشم پر چشم التفات مبذول فرمائی" ٭

میزان عمل میں سب سے زیادہ بھاری عمل حُسنِ خلق ہے ٭ (حدیث)

خوش خلق جنت میں اعلیٰ مراتب پائے گا، اگرچہ عبادت کم رکھتا ہو ٭ (حدیث)

خوئے بد عبادت کو اس طرح تباہ کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو ٭

عالم بدخو کی دوستی سے فاسق خوشخو کی دوستی مجھے زیادہ پسندیدہ ہے ٭ (حضرت جنیدؒ)

حکایت: قاضی یحییٰ ایک دن خلیفہ مامون رشید کے ہاں بطور مہمان مقیم تھا اور خلیفہ اور قاضی دونوں ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد قاضی صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ اور پیاس لگی چاہتے تھے کہ اٹھ کر پانی پئیں۔ خلیفہ مامون یہ دیکھ کر خود پلنگ پر سے اُٹھا دوسرے کمرے میں گیا اور پانی کی صراحی اُٹھا کر لے آیا۔ قاضی صاحب نے کہا "آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ خدام کو ارشاد کیا ہوتا۔ خلیفہ نے کہا۔ سب سو رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا۔ میں خود پانی لے آتا آپ نے تکلیف کیوں کی؟ مامون نے کہا "مہمان کو تکلیف دینی کس نے بتائی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے" ٭ ؎

نیم خو کز بخت گیراں کار صورت گیر نیست خامۂ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست

قاضی صاحب کی موجودگی میں خلیفہ مامون نے ایک دفعہ غلام کو آواز دی مگر کوئی نہ بولا۔ پھر پکارا تو ایک ترکی غلام حاضر ہوا اور آتے ہی بڑبڑانے لگا "کیا غلام کھاتے پیتے یا سوتے نہیں؟ جب ذرا کسی ضرورت کے لیے باہر گئے تو آپ یا غلام یا غلام چلانے لگتے ہیں۔ آخر "یا غلام" کی کوئی حد بھی ہے" ٭ یہ سن کر مامون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد قاضی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا "نیک مزاجی اور خوش اخلاقی میں یہ بڑی آفت ہے کہ نوکر اور غلام شریر اور بدخو ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ان کے نیک خو کرنے کے لیے میں خود بدمزاج ہو جاؤں" ٭

بابِ دل گر می توانی داشت سلطاں می شوی — ایں نگیں را گر بدست آری سلیماں می شوی

ے کر دیں جو بے کسوں سے ذرا یہ غرور کم — جب بھی نہیں رہیں گے کسی سے حضور کم

حکایت: ایک حکیم کے ہاں اس کا دوست آیا۔ اس نے اپنے دوست کے سامنے کھانا لا کر رکھا۔ حکیم کی زوجہ بہت بد مزاج تھی۔ کھانا اس کے سامنے سے اُٹھالیا اور اپنے شوہر کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ وہ مہمان غصے ہو کر اُٹھ گیا۔ حکیم اس کے پیچھے گیا اور کہا کہ تم کو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر میں کھانا کھاتے تھے۔ اتنے میں ایک مُرغی آئی اور دسترخوان کی تمام چیزوں کو خراب کر ڈالا۔ اس وقت ہم میں سے کوئی غصے ہُوا تھا۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ حکیم نے کہا تو اب بھی ایسا ہی خیال کر لو۔ وہ شخص ہنس پڑا اور ساری خفگی جاتی رہی:۔ ے

وُہی ہے خوبرو جو نیک خُو ہو — وہی ہے پھُول جس میں رنگ و بُو ہو

حکایت: ایک شخص نے کسی بزرگ کے پاؤں پر ایسی چوٹ ماری کہ وہ بیقرار ہو گیا مگر غصہ نہ ہُوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ غصہ کیوں نہ ہوئے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤں پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی۔ اس سبب سے غصہ نہیں کیا۔ ے

کبھی ہم نے بُرا مانا نہ ایذا دینے والوں کا — زیادہ سے زیادہ اپنی قسمت کا لکھا سمجھے

ے بہر مذہب کہ باشی باش نیکو کار و بخشندہ — کہ کفر و نیک خوئی بہ ز اسلام و بد اخلاقی

تمہارا اخلاق مخصوص نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ہر ایک نیک و بد مومن و مشرک، خورد و کلاں سے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا چاہیے۔ ے

یہ کیا کہ بچنا خار سے اور گل کو دیکھنا — جب ٹھیک گل ہی ٹھہرے تو پھر گل کو دیکھنا

کسی کی دل شکنی کے بعد دلجوئی کے ہزار طریقے اختیار کیے جائیں لیکن اس کا اثر زائل کرنا محال ہے۔

ے من موتی اور دُودھ کا، تن کا یہ سبھاؤ — ٹوٹے پھوٹے نہ ملیں چاہے لاکھ اُپاؤ

دل کہ رنجید از کسے خورسند کردن مشکل است — شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل است

ے گر صد ہزار لعل و گہر میدہی چہ سود — دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

حکایت: ملک شاہ والیٔ بلخ ایک روز شکار کھیلنے گیا کہ اثنائے شکار میں ایک تیر اتفاقیہ ایک دیہاتی لڑکے کو جا لگا۔ جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ شاہ بہ نفسِ نفیس جائے واردات پر پہنچا اور اس دردناک نظارے سے متاثر ہو کر بے اختیار رو پڑا۔ حکم دیا کہ اس کے وارث کو بلاؤ۔ اس لڑکے کا غریب باپ نہایت خستہ حالت میں خدمتِ شاہ میں حاضر ہُوا۔ شاہ نے ایک طشت اشرفیوں سے بھرا ہُوا اس پر تلوار دھر کر اس کے آگے رکھ دیا اور فرمایا۔ "اگرچہ یہ حادثہ اتفاقیہ طور پر دل تجھ پر بُرا ہُوا ہے لیکن یہ شمشیر اور میرا سر اور طشت مع زر موجود ہے۔ ان دونوں میں سے جسے تیرا دل چاہے اختیار کر۔ غریب دیہاتی نے شاہ کی جوانمردی اور اخلاقِ اخلاق و

انصاف کو دیکھ کر زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ "یہ لڑکا تو کیا، میرا سر اور یہ تن فرقِ مبارک پر نثار ہے۔ عمر و دولتِ شہنشاہ کی بڑھے۔ میں اپنی داد پا چکا۔" خسرو شاہ نے وہ زر اُسے دلوایا۔ اور اس گاؤں کی ملکیت کی سند اسی کو مرحمت فرمائی ۔

حکایت: امیر منصور کے پاس حمزہ نام ایک خدمت گار زمانۂ ولی عہدی میں تھا جو کہ نہایت سست ہونے کے علاوہ بہت بیوقوف بھی تھا۔ امیر کو اس غفلت و حماقت کی وجہ سے اکثر رنج اُٹھانا پڑتا۔ ناچار دق ہو کر امیر نے اس کو اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ اور الطافِ شاہانہ سے بطور مروت اس کو چار ہزار دینار مرحمت فرمائے تاکہ وہ شکستہ خاطر نہ ہو۔ کچھ مدت کے بعد حمزہ پھر خدمتِ شاہ میں حاضر ہوا اور اپنی تنگدستی کا احوال بیان کیا۔ امیر منصور نے اس کا بیان سن کر چار ہزار دینار پھر اسے دلوائے اور کہا کہ اس رقم سے تجارت کر کے اپنی گزران کر اور اب آئندہ میرے پاس کبھی مت آنا۔ کیونکہ مجھے تمہارے سے شرم آتی ہے۔ وہ زر لے کر چلا گیا۔ جس وقت منصور مسندِ خلافت پر متمکن ہوا۔ حمزہ مبارکباد دینے آیا۔ منصور نے پوچھا۔ اب تو کیوں آیا ہے؟ کیا میں نے تجھ کو منع نہ کیا تھا کہ میرے پاس کبھی مت آنا۔ حمزہ نے کہا۔ میں تہنیت عرض کرنے آیا ہوں۔ منصور نے اس کو چار ہزار دینار پھر دلوائے، اور کہا: "اس دفعہ تو تو آ گیا سو آ گیا۔ لیکن آئندہ اگر مجھے کبھی مت ستانا۔" ایک سال کے بعد حمزہ پھر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا اب کس واسطے آیا ہے؟ کہا اُن دنوں سفرِ حجاز میں ایک شخص نے جو دعائے مستجاب آپ کو بتلائی تھی، میں نے چاہا کہ امیر کو جا کر یاد دلا دوں تاکہ اس کے پڑھنے سے استحکامِ سلطنت نصیب ہو۔ امیر نے کہا۔ اے حمزہ! کل رات میں نے وہ دعا پڑھی تھی کہ خداوند کریم آئندہ تیری صورت مجھے نہ دکھائے۔ خدا نے وہ دعا قبول نہ فرمائی اور تو نے خواہ مخواہ پھر مجھے آ کر زحمت دی۔ تیری خدمت کا حق میرے دل سے فراموش نہیں ہوتا اور میں تجھ سے بہت شرمندہ ہوں۔ چار ہزار دینار اور لے لیکن عہد کر کہ پھر میرے لیے یہ تکلیف روا نہ رکھے، اور مجھے زیادہ شرمندہ نہ کرے۔ آخر اُس نے قسم اٹھائی کہ آئندہ کبھی اِدھر کا رُخ نہ کروں گا۔ سچ ہے کہ نیک مرد تنکا اُٹھانے کا بھی احسان فراموش نہیں کرتے ۔

شرف مرد بہ جود است و کرامت بسجود   ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجود

حکایت: پرویز شاہ والیٔ ایران ایک مرتبہ کسی درباری پر ناخوش ہوا۔ اس کے قصور کی سزا میں چند روز قید کر کے چھوڑ دیا۔ دربار میں اس کا آنا جانا موقوف ہوا۔ بیکاری کے باعث روٹی تک کا محتاج ہو گیا۔ ایک روز اُس نے خبر پائی کہ آج بادشاہ فلاں مکان میں جشن کیے خوشی سے بیٹھا ہے۔ یہ اپنے دوستوں سے گھوڑا اور اعلیٰ درجے کا جوڑا عاریتہً لے کر وہاں گیا۔ دربان اور چوبدار

نے خیال کیا کہ شاید اس جشن کی خوشی میں اس کی تقصیر معاف ہوگئی ہوگی۔ کوئی نہ سمجھا کہ بغیر پروانگی آیا ہے۔ یہ جاتے ہی مصروفِ انتظام ہوگیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھا۔ ہرچند ناخوش تھا۔ لیکن ایسی خوشی کے موقع پر اس کو کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا دیدہ و دانستہ طرح دے گیا۔ اس عرصہ میں اُس نے جو موقع پایا تو پانچ سیر وزن کا سونے کا ایک طباق قبا کے دامن میں چھپالیا اور وہاں سے نکل کر اپنے گھر چلا آیا اور اس کو فروخت کر کے مزے سے گزران کرنے لگا۔ دوسرے دن خدمت گار گمشدہ طباقِ زریں کی جستجو کرنے لگے۔ کئی ایک اشخاص پر شبہ تھا کہ انھیں مارپیٹ کر قبول کرائیں۔ شاہ نے کہا۔ تم کیوں جھگڑتے ہو۔ خدام نے کہا۔ طباقِ زریں جاتا رہا ہم اس کا سراغ لگاتے ہیں۔ فرمایا۔ ان غریبوں کو چھوڑ دو، جو لے گیا ہے وہ نہ دے گا۔ اور جس نے لے جاتے دیکھا ہے وہ بھی نہ بتلائے گا۔ ایک سال کے بعد پھر بادشاہ نے اسی جگہ جشن کروایا۔ اس درباری نے بھی خبر پاکر خود کو وہیں پہنچایا۔ شاہ نے اسے نزدیک بُلا کر کان میں کہا۔ شاید کہ پہلا طباق خرچ ہوچکا ہوگا۔ اُس نے آداب بجا لاکر کہا۔ "حضور کے عتاب کے باعث جان سے تنگ آیا تو دانستہ یہ حرکت کی کہ سزاوارِ قتل ہوکر زندگی کے وبال سے چھوٹ جاؤں۔ شاہ کو اس بات پر رحم آیا اور اس کی تقصیر معاف کرکے بدستور خدمت سابقہ پر بحال کیا۔"

حکایت: شہنشاہ جہانگیر نے ایک مرتبہ دورانِ شکار میں ایک گاؤں کے قریب ڈیرہ ڈالا۔ ایک خدمت گار گاؤں میں انڈے خریدنے گیا تو ایک دیہاتی نے یہ معلوم کر کے کہ یہ انڈے بادشاہ کے لیے خریدے جارہے ہیں۔ پانچ اشرفی فی انڈہ قیمت طلب کی۔ خدمت گار نے اس کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرکے کہا کہ یہ شخص باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ انڈے شہنشاہِ عالم کے لیے مطلوب ہیں، اس قدر گراں قیمت طلب کرتا ہے۔ بادشاہ نے نہایت خوش اخلاقی سے دریافت کیا کہ کیا اس گاؤں میں انڈے کم ملتے ہیں؟ دیہاتی نے کہا۔ حضور! انڈے تو بہت ہیں لیکن ایسے شہنشاہ کم ملتے ہیں۔ بادشاہ اس کے اس مدلل و برجستہ جواب سے بہت خوش ہوا اور انڈوں کی مُنہ مانگی قیمت دینے کے علاوہ اس کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

واشنگٹن جب کہ بسترِ مرگ پر پڑا تھا اس کے خادم نے دریافت کیا۔ کیا آپ کے پینے کے لیے کچھ لاؤں؟ اُس نے کہا۔ "اگر آپ کی مہربانی ہوسکے۔"

شاہ فلپ کے دربار میں جو سفیر گئے تھے انھوں نے واپس آکر ڈیموستھینز کو بتایا کہ بادشاہ بہت خوبصورت ہے، بڑا فصیح و بلیغ ہے، شراب خوب پیتا ہے۔ تو اس دانشمند نے کہا کہ ان تعریفوں میں ایک تو عورت کی ہے، دوسری تعریف سفیر یا وکیل کی اور تیسری تعریف اسفنج سے مشابہ ہے۔ بادشاہ میں جو اوصاف ہونے چاہئیں ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں

ہے۔ بادشاہ وہ ہے جو میدانِ جنگ میں دُشمن کو مغلوب کر کے اس پر رحم کرے اور رعایا کے ساتھ خلق و رفق سے پیش آئے اور اُسے خوشحال رکھے +

حکایت: بیان کیا جاتا ہے کہ خوارزم میں ایک نہایت عادل بادشاہ تھا۔ اس کے عہدِ سلطنت میں کسی کی طاقت نہ تھی کہ کوئی بُرا کام علانیہ کر سکے۔ ایک شخص جو اس کی درگاہ میں حقوقِ قدیمی رکھتا تھا۔ اور جملہ اُمرائے دربار سے اُس کے اختیارات زیادہ تھے۔ بظاہر نہایت نیک تھا۔ لیکن پوشیدہ بدسرشت اور مُبتلائے فسق و فجور تھا اور کسی کی طاقت نہ تھی کہ اُس کی برائیوں کے متعلق بادشاہ سے عرض کرے۔ سلطان نے اس بات سے واقف ہو کر یہ نو نہ چاہا کہ ظاہراً اِس معاملے میں اُسے کچھ نصیحت کرے۔ کیونکہ ہیبت میں فرق آئے گا۔ لہٰذا بادشاہ نے اُسے بُلا کر کہا کہ مجھے ایک ایسے مُرغ کی ضرورت ہے جس کی چونچ سُرخ، سر کے بال سیاہ اور باقی سب سفید ہو۔ چُونکہ تُو سارے شہر اور اُس کے حالات سے واقف ہے۔ سوائے تیرے کوئی اِس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اُس نے اِس کام کے لیے ہفتہ بھر کی مہلت طلب کی بالآخر کافی جد و جہد کے بعد عرض کیا کہ مَیں مجبور ہُوں مجھ کو ایسا جانور نہیں مل سکا۔ بادشاہ نے کہا۔ جاؤ فلاں محلہ اور فلاں مکان میں اِس مطلوبہ قسم کے چار مُرغ ہیں اور اس قسم کا پنجرہ ہے۔ چُنانچہ جب دیکھا گیا تو واقعی ایسا تھا۔ وہ شخص متعجب ہوا اور ڈرا کہ جب بادشاہ کو شہر کے مکانوں اور مکانوں کے اندرونی حالات کا اِس قدر علم ہے تو میری بدکاریوں سے وہ کیسے بے خبر رہ سکتا ہے۔ چُنانچہ وہ اپنے افعالِ بد سے فی الفور تائب ہو گیا۔ حُسنِ تنبیہ کی یہ بہترین مثال ہے +

قدر و قیمتِ وقت

ع اے شیخ کیا ڈھونڈے ہے شبِ قدر کا نشاں ہر شب ہے شبِ قدر اگر تُو ہو قدرداں

صُوفیائے کرام فرماتے ہیں "اَلوَقتُ سَیفٌ قاطِعٌ" حکما کا قول ہے کہ زمانہ سیال ہے اسے کسی آن سکون نہیں۔ خُدا ڈراتا ہے کہ تم کہیں رہو، موت تم کو نہ چھوڑے گی وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ہر ایک کام کا وقت ہے مگر انسان موت کا وقت نہیں جانتا۔ انبیائے کرام بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وقت سے ہوشیار رہو۔ وقت کی خبر رکھو۔ وقت کو برباد نہ کرو۔ وقت کو غیر مفید باتوں میں صرف نہ کرو۔ گھڑی گھڑی لحظہ لحظہ کا تمہیں حساب دینا پڑے گا۔ حکماء علماء دو

دانش مند بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وقت کی قدر کرو اسے ضائع نہ ہونے دو۔ تاریخ بھی ہم کو یہی سبق دیتی ہے۔ صدیوں کا تجربہ بھی ہم کو یہی سکھاتا ہے کہ دنیا میں جس قدر کامران اور کامیاب ہستیاں گزر چکی ہیں۔ اُن سب کی کامیابی و ناموری کا راز صرف وقت کی قدر اور اس کا صحیح استعمال تھا ؎

نگہدار فرصت کہ عالم دمے ست دمے پیشِ عاقل بہ از عالمے است

یہ ایک مشہور مثال ہے کہ "اَلْوَقْتُ مِنْ ذَهَبٍ" یعنی وقت بھی ایک سونا ہے۔ اور یہ تو صرف ان لوگوں کے لیے صحیح ہے جو موجودات کی قدر و قیمت محض قیاس و تصور کے ذریعے ہی کر سکتے ہیں لیکن جو لوگ پاکیزہ خیالات و نظریات اور اچھے افکار کے حامل ہوتے ہیں، اُن کے ہاں تو وقت کی قیمت بہت گراں ہے۔ اُن کے نزدیک "وقت" کا مقام بہت بلند اور ارفع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اَلْوَقْتُ هُوَ الْحَيَاتُ" یعنی وقت ہی زندگی ہے۔ اے انسان! ذرا سوچ تو سہی کہ اس دنیا میں تیری زندگی کیا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیری زندگی اس دنیا میں تو صرف پیدائش اور موت کے درمیان کا تھوڑا سا غیر یقینی اور بے اندازہ وقفہ ہے۔ اے انسان! تیری عقل اس بارے میں تیری کچھ بھی رہنمائی نہیں کرتی کہ تو "وقت" اور "سونے" کی حقیقت اور ان کے امتیازی فرق کو پہچان سکے۔ سونا تو آنے جانے والی چیز ہے۔ وہ تیرے ہاتھ سے نکل بھی جاتا ہے، اسے تو کھو بھی بیٹھتا ہے، یہ دوبارہ بھی حاصل ہو سکتا ہے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ بھی ہو سکتا ہے لیکن جو وقت کہ گزر چکا ہے اور جو زمانہ کہ چلا گیا ہے، وہ کسی صورت اور کسی قیمت پر بھی واپس نہیں آ سکتا۔ تو پھر ذرا انصاف سے سوچ کہ کیا وقت سونے سے زیادہ مہنگا نہیں؟ کیا وقت الماس سے زیادہ مہنگا نہیں؟ کیا یہ ہر چیز سے زیادہ گراں نہیں؟ یاد رکھ کہ دنیا کے تمام اعراض و جواہر وقت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وقت کے مقابلے میں اُن کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ کیونکہ وقت ہی تو سونا اور جواہر نہیں بلکہ ایک انمول زندگی ہے ؎

نہ کر عمر کی اِک بھی ضائع گھڑی کہ ٹوٹی لڑی جب کہ چھوٹی کڑی
گنوائے گا عاقل نہ بیکار دن کہ انساں کی ہے زندگی چار دن

کامیابی کسی تھوڑے سے وقت یا پے در پے کام کرنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ وقت کی مناسب تقسیم پر ہی منحصر ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر پورا ہو۔ کام میں بے جا تقدیم و تاخیر بھی غفلت کے مترادف ہے۔ اس لیے اہلِ عقل کے نزدیک قبل از وقت کوئی اقدام کرنا یا بے جا تاخیر کرنا محذور و متروک ہے۔ ہر عمل اپنے وقت مقررہ اور مناسب انداز کے مطابق

ہونا چاہیے:" وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ اللَّیْلَ وَالنَّہَارَ" دن اور رات کا وقت اللہ تعالٰے نے مقرر کر دیا ہے۔ اِس لیے غافلین کو اللہ تعالٰے نے زبردست زجرو توبیخ فرمائی ہے اور اُن کی عاقبتِ بد اور خسارے کو بہ زور الفاظ میں ادا کیا ہے۔ ترجمہ آیت پاک:" ہم نے اِس قسم کے بہت سے انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ جن کے دل ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سمجھتے اُن کی آنکھیں ایسی ہیں جو نہیں دیکھ سکتی ہیں اور اُن کے کان ایسے ہیں جن سے وہ سُن نہیں سکتے۔ وہ لوگ چوپاؤں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اور یہی لوگ غافل ہیں" حضرت فاروقِ اعظمؓ دُعا فرماتے تھے:" یا اللہ! اوقاتِ زندگی میں برکت دے اور انھیں صحیح مصرف پر لگانے کی توفیق عطا فرما" حضرت رسولِ کریمؐ کی حدیث مبارک کا ترجمہ" کوئی دن ایسا نہیں جب وہ طلوع ہوتا ہو مگر یہ کہ وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! میں ایک نو پیدا مخلوق ہوں۔ میں تیرے عمل پر شاہد ہوں۔ مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو کر لے میں تو اب قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا" نیز آنحضورؐ سرورِ کائنات کا فرمان ہے" مومن کے لیے دو خوف ہیں۔ ایک" عاجل" جو گزر چکا ہے۔ معلوم نہیں خدا اِس کا کیا کرے گا؟ اور ایک" آجل" جو ابھی باقی ہے۔ معلوم نہیں اللہ اِس میں کیا فیصلہ صادر فرمائے؟ تو انسان کو لازم ہے کہ اپنی طاقت سے اپنے نفس کے لیے اور دُنیا سے آخرۃ کے لیے، جوانی سے بڑھاپے کے لیے اور زندگی سے قبل از موت کچھ نفع حاصل کر لینا چاہیے" ؎

بس اے عزیز! وقت کی قدر کر اور عمر کو غنیمت شمار کر۔ خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور ہوشیاری سے میدانِ عمل میں کود جا۔ عمل کر اور بے عمل نہ بن۔ بے عملی قوموں کو موت کی نیند سُلا دیتی ہے وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے ؎

در زندگی بکوش ہمیں دم غنیمت است زیرا کہ روزِ مرگ بکس آشکارا نیست

وقت کو رائگاں کھونے والے کہا کرتے ہیں ؎

ذکرِ خدا و کارِ جہاں، یا و رنگاں دو دن کے اِس قیام میں کیا کیا کرے کوئی

لیکن نہیں یاد رہے کہ وقت سے کام لینے والے اِس تھوڑی سی زندگی میں مُوجد بن گئے۔ فلاسفر بن گئے، بزرگانِ دین اور اولیاء و پیغمبر بن گئے، دین و دُنیا کے مالک بن گئے۔ برخلاف اس کے جتنے ننگے، بھوکے اور فاقہ کش تم دُنیا میں دیکھ رہے ہو، یہ سب وُہی لوگ ہیں جنھوں نے بچپن میں اپنے وقت کو رائگاں کھویا ہے۔ اِس ایک بُنیادی ٹیڑھی اینٹ نے اُن کی تمام زندگی کی عمارت کو ٹیڑھا کر دیا۔ بے کار کھویا ہوا ایک لمحہ عمر کے ننھے سے پودے کی کتنی شاخوں کو کاٹ ڈالتا ہے ؎

موت کیا ہے؟ جسم کا بے حس و حرکت اور ٹھنڈا ہو جانا۔ جو لوگ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر، بیکار بیٹھ کر یا سو سو کر وقت گزارتے ہیں، اُن مُردوں اور مُردوں میں فرق ہی کیا ہے۔

ایک وقت میں ایک ہی کام مکمل طور پر کرنا کئی نامکمل کاموں کا خون کر دینے سے بہتر ہے۔

وقت ہمارے پاس اسی طرح آتا ہے جیسے کوئی دوست بھیس بدل کر آتا ہے اور چپ چاپ بیش قیمت تحفہ جات اپنے ساتھ لاتا ہے لیکن اگر ہم اُن سے فائدہ نہیں اُٹھاتے تو وہ چپکے سے مع اپنے تحائف کے واپس چلا جاتا ہے اور پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ ہر صبح کو ہمارے لیے نئی نئی نعمتیں آتی ہیں لیکن اگر ہم کل اور پرسوں کی چیزیں منظور نہیں کر سکتے تو ہم ان سے فائدہ اُٹھانے کے روز بروز ناقابل ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی خوبیوں کو سمجھنے اور اُن کو کام میں لانے کی طاقت جو ہم میں ہے رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے۔ کھوئی ہوئی دولت محنت اور کفایت شعاری سے پھر حاصل ہو سکتی ہے۔ کھویا ہوا علم مطالعہ سے پھر مل سکتا ہے۔

کھوئی ہوئی تندرستی تندرستی ڈاکٹر اور دوا کی مدد سے واپس آ سکتی ہے لیکن کھویا ہوا وقت لاکھ کوشش کرنے پر بھی دوبارہ حاصل نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ کے لیے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ بعد میں انسان کو یہ پُرانا سبق حاصل ہوتا ہے۔ "پن چکی اُس پانی سے نہیں چل سکتی جو بہ گیا ہے"

من نمی گویم زیاں کُن یا بفکرِ سُود باش　　اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زُود باش

فضول کاموں سے ایک گھنٹہ روزانہ بچا کر معمولی آدمی بھی کسی سائنس کو پوری طرح اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ دن میں ایک گھنٹہ ہر روز خرچ کر کے جاہل سے جاہل انسان بھی دس سال میں ایک اعلیٰ درجے کا باخبر اور عالم و فاضل بن سکتا ہے۔ ایک گھنٹہ میں ایک معمولی لڑکا خوب اچھی طرح سمجھ کر ایک کتاب کے بڑے بیس صفحے اور اس حساب سے سال بھر میں سات ہزار صفحے پڑھ سکتا ہے۔ غرض ایک گھنٹہ روزانہ کی بدولت ایک حیوانی زندگی کارآمد اور مسرّت بھری انسانی زندگی میں پھر تبدیل ہو سکتی ہے اور ایک گھنٹہ روزانہ کام کر کے ایک گمنام شخص ایک مشہور آدمی اور ایک ناکارہ آدمی قوم کا محسن بن سکتا ہے۔

درد ستِ فقیر نیست نقدے جز وقت　　آں نیز گر از دست دہد وائے برو

ایک اور دھوکا ہے جو انسان کو وقت کے ضائع کرنے کی شرم اور افسوس سے بچاتا رہتا ہے اور وہ لفظ "کل" ہے۔ جس کے لیے کہا گیا ہے کہ انسان کی زبان میں کوئی لفظ ویسا نہیں ہے جو "کل" کے لفظ کی طرح اتنے گناہوں، اتنی حماقتوں، اتنی وعدہ خلافیوں، اتنی خشک اُمیدوں، اتنی غفلتوں، اتنی بے پروائیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کے لیے جوابدہ ہو، کیونکہ اُس کی آنے والی کل یعنی فردا نہیں آتی۔ اور وہ فردائے قیامت یا گزری ہوئی کل

یعنی دیروز بن جاتی ہے - اور پچھلی کل کو ہم کبھی واپس نہیں بلا سکتے - اور فردائے قیامت
نہایت دور ہوتی ہے - اِن دونوں قسم کی کل کو ہم "آج" میں مستغرق نہیں کر سکتے - وقت
جب ایک دفعہ مر گیا تو اس کو پڑا رہنے دو - اب اس کے ساتھ اور کچھ نہیں کرنا ہے، سوائے
اس کے کہ اس کی قبر پر آنسو بہاؤ - اور آج کی طرف لوٹ آؤ - مگر لوگ اس کی طرف نہیں
لوٹتے اور عملاً فردا کو کبھی اِمروز نہیں ہونے دیتے ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم　　باز چوں فردا شود اِمروز را فردا کنم

ایک ہندی شاعر کا بے نظیر مقولہ ہے ؎

کل کرے سو آج کر، آج کرے سو اب　　پل میں پرلے ہوئے گی پھر کرے گا کب

وقت گزر جانے پر افسوس بے نتیجہ ہے - پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت -
مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد - موت پر اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا کہ وقت کے
فوت ہونے پر - دوزخی یہی کہیں گے "اے خدا تو ہمیں ایک بار پھر دُنیا میں بھیج دے" +

کیا تم کو زندگی سے محبت ہے؟ اگر ہے تو وقت کو برباد نہ کرو - کیونکہ اسی کا نام زندگی ہے اور
ایک ساعت کی بربادی سے جو نقصان ہوتا ہے بقائے دوام بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتی - اور
یہ کمی کبھی پوری نہیں ہوتی - سچ تو یہ ہے کہ وقت کو ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے - فرق
صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور تضیع اوقات ایک محدود
زمانے تک زندہ کو مُردہ بنا دیتی ہے - یہی منٹ گھنٹے اور دن جو غفلت اور بیکاری میں گزر
جاتے ہیں - اگر انسان حساب کرے تو اُن کی مجموعی مقدار مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے -
اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ تیری عمر سے دس پانچ سال کم کر دیئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ
ہوگا - لیکن وہ خود معطل بیٹھا ہوا اپنی عمرِ عزیز کو برباد کر رہا ہے - مگر اُس کے زوال و فنا پر کچھ افسوس
نہیں کرتا اور دائمی سوز و گداز میں مبتلا رہتا ہے ؎

عمرِ عزیز قابلِ سوز و گداز نیست　　ایں رشتہ را مسوز کہ چندیں دراز نیست
آنکہ مصرف میکند پیدا برائے سیم و زر　　کاش نقدِ وقت را ہم مصرفے پیدا کند ؎

اگرچہ وقت کا بیکار کھونا عمر کا کم کرنا ہے - لیکن اگر یہی ایک نقصان ہوتا تو چنداں غم نہ تھا
کیونکہ دُنیا میں سب کو عمرِ طویل نصیب نہیں ہوتی - لیکن بہت بڑا نقصان و خسارہ جو بیکاری اور
تضیع اوقات سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور زبوں ہو جاتے
ہیں - اور طرح طرح کے عوارضِ جسمانی و روحانی میں مبتلا ہو جاتا ہے - مردِ بیکار یا شود دُزد
یا شود بیمار - حرص و طمع، ظلم و ستم، قمار بازی، حق تلفی و نافرمانی، زناکاری و شراب خوری،

عموماً وہی اشخاص ہوتے ہیں جو معطل و بیکار رہتے ہیں۔ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ جب تک ان کی طبیعت اور دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہ ہوگا، اس کا میلان ضرور بدی اور معصیت کی طرف رہے گا۔ پس انسان اگر انسان بننا چاہتا ہے اور زندگی کو بآرام بسر کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو سب کاموں سے مقدم کام اس کے واسطے یہ ہے کہ وہ اپنے وقت پر نگہبان رہے۔ ایک لمحہ بھی فضول نہ کھوئے اور ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام مقرر کر دے۔ ورنہ جو شخص وقت کو برباد کریگا وقت اُس کو برباد کر دے گا +

فرینکلن نہایت محنتی، ان تھک کام کرنے والا، ازحد پابندِ اوقات اور ایک منٹ بھی ضائع نہ کرنے والا تھا۔ اپنے کھانے اور سونے کے لیے کم سے کم وقت جو دیا جا سکتا تھا دیا تھا۔ جب وہ بچہ ہی تھا تو ایک مرتبہ اپنے والد کے زیادہ دیر تک کھانا کھانے کی میز پر بیٹھے رہنے اور ہر ایک پیالے پر خدا سے برکت مانگنے پر گھبرا کر اپنے والد سے یہ پوچھا "کیا آپ تمام پیپے پر ہی ایک دم ہمیشہ کے لیے برکت نہیں مانگ سکتے ؟ اس طرح بہت سا وقت بچ جائے گا!" اُس نے اپنی سب سے اچھی تصانیف جہاز میں سفر کرتے ہوئے لکھی ہیں +

موجودہ وقت خام مسالے کی مانند ہے۔ جس سے آپ جو کچھ چاہیں بنا سکتے ہیں۔ گزشتہ زمانے کے متعلق افسوس مت کرو۔ یہ بے سود ہے۔ آئندہ زمانے کے خواب بھی مت دیکھو کہ یہ موہوم ہیں۔ وقت کو پیچھے سے مت پکڑو، ہاتھ نہ آئے گا۔ بلکہ آگے سے روک کر اس کو قابو میں لاؤ اور گزرے ہوئے سے تجربہ حاصل کرو اور سبق سیکھو۔ اس کے متعلق ایک مشہور انگریز شاعر کے خیالات کا ترجمہ درج ذیل ہے :- ؎

زیر و بالا دیکھنا ہرگز تجھے شاں نہیں ۔۔۔ فکرِ ماضی اور مستقبل کا شے دل سے نکال
تجھ کو کیا لینا ہے ماضی اور استقبال سے ۔۔۔ کام تجھ کو حال سے ہے کام کی ہے چیز حال
حال ہی خوشحال کر سکتا ہے گر ہے حالِ بد ۔۔۔ حال کی رکھ دل میں ساقی وہ وقت کا خیال
حال استقبال کا پہلا قدم ہے یاد رکھ ۔۔۔ حال استقبال کو دم بھر میں لیتا ہے سنبھال

؎ گزشتہ خواب و آئندہ خیالست ۔۔۔ ہماں دم را غنیمت داں کہ حالست

وقت دولت ہے ہمیں اس کے ساتھ اسراف کا سلوک کرنا واجب نہیں۔ جس طرح ہم کوئی روپیہ یا اشرفی فضول نہیں پھینکتے اسی طرح ہمیں وقت کا کوئی حصہ بھی بے سود نہ خرچ کرنا چاہیے۔ کیونکہ وقت کی بربادی نہ صرف دولت ہی کی بلکہ طاقت کی بھی بربادی ہے۔ سستی نسوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح لوہے کو زنگ۔ زندہ آدمی کے لیے بیکاری

زمرہ دگرگوں ہوتا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھو، ورنہ تمھارا ضمیر آزاد ہو کر کسی ایسی خرابی کے گڑھے میں گرائے گا۔ جس سے تمھیں سنبھلنا دشوار ہو جائے گا۔ اور تم نے اس گراوٹ کی خرابی کا کبھی اندازہ بھی نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ مشغولیت ہی انسانی زندگی کی محافظ اور بے کاری بُرائی کی مترادف ہے۔ کیونکہ بدی بڑی آسانی سے اس رُوح میں اُتر آتی ہے جو شغل سے خالی ہو +

نہ ہو کام کچھ اور دن ہو تمام ۔ تو ڈوبا وہ دن اور اُجڑی وہ شام
نہ تو کل کے افسوس میں آج رو ۔ کہ کل رونے بیٹھے گا پھر آج کو

داناؤں کے رجسٹروں میں "کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا۔ البتہ بیوقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے۔ عقلمندی اس لفظ کو قبول نہیں کرتی اور نہ سوسائٹی اس کو منظور کرتی ہے۔ یہ تو محض بچوں کا بہلاوا ہے کہ فلاں کھلونا تم کو کل دے دیا جائے گا۔ یہ ایسے لوگوں کے استعمال میں آنے والی چیز ہے جو صبح سے شام تک خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں۔ اور شام سے صبح تک خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ کامیابی کی شاہراہ پر بیشمار اپاہج سسکتے ہوئے کہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنی تمام عمر "کل" کا تعاقب کرتے ہوئے کھودی اور اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودی۔ ہم اسی دھوکے میں ہاتھ دھوکے بیٹھے رہے کہ کل" ہمارے لیے اچھی اچھی نعمتیں اور فائدہ مند اشیاء لائے گی لیکن افسوس کہ یہ محض دھوکے کی ٹٹی نکلی +

وہ آدمی جو دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر قیمتی وقت ضائع کرتا ہے جب کہ دوسرے کام کر رہے ہوں تو وہ بہت جلد اپنے ہاتھ دوسروں کی جیب میں ڈالے گا +

"کل" شیطان کا مقولہ ہے۔ تواریخ کے تمام اوراق "کل" کے شاندار شکاروں سے پُر ہیں۔ حیف ہے اُن بدنصیب انسانوں پر جن کی تجاویز صرف اس "کل" کے لفظ نے پوری نہ ہونے دیں۔ "کل" کا لفظ شُہرت الوجود نالائقوں اور بدبختوں کی جائے پناہ ہے۔ لنڈن افریقن ایسوسی ایشن نے سیاح لیڈیارڈ کو افریقہ بھیجنے کی تجویز کی۔ اُس سے دریافت کیا گیا کہ تم کب تک جانے کے لیے تیار ہو سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ "کل صبح تک"۔ پھر جان جرویس سے پوچھا کہ تم کب تک جہاز پر شامل ہو سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا "ابھی"۔ چنانچہ اُسی کو بھیجا گیا اور بعد میں ارل سینٹ وِنسینٹ بن گیا اور لیڈیارڈ "کل" کی وجہ سے محروم رہ گیا ؎

ماندم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر ۔ یک لمحہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

آج کرنے کے لائق فرض کو کل تک ملتوی کرنے میں جو طاقت برباد ہوتی ہے اُسی طاقت سے اکثر وہ کام کیا بھی جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کام کو جو ملتوی ہوتا آیا ہے، سرانجام دینا مشکل

اور ناخوشگوار ہو جاتا ہے۔ جو کام وقت پر آسانی سے کیا جا سکتا تھا وہ ہفتوں اور مہینوں
تک پڑا رہنے کے باعث وبالِ جان معلوم ہونے لگتا ہے۔ اُس کا وزن ہر روز بڑھتا جاتا ہے
اور غفلت ہر روز ناطاقتی بڑھاتی جاتی ہے۔ مثل ہے کہ وقت پر کا ایک ٹانکا سو ٹانکوں سے بچا
لیتا ہے۔ خطوط کا جواب جس آسانی سے اُن کے آتے ہی دیا جا سکتا ہے ویسا کبھی نہیں دیا جا سکتا۔
ملتوی کرنے کے معنی اکثر ترک کرنے کے ہوتے ہیں اور "کرنے کو ہوں" کا مطلب نہ کرنا ہوتا ہے۔
اگر کوئی سیارہ اپنی گردش میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر کر دے تو بس قیامت آ جائے۔ تمام نظام
شمسی، اجرامِ فلکی اور دُنیا کا کارخانہ اسی پابندیٔ وقت اور باقاعدگی پر قائم ہے۔ زمین اپنے
پچاس کروڑ میل کے دور دراز سفر کو کس باقاعدگی سے پورا کرتی ہے۔ اور اس میں مقررہ وقت
سے ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی اور ہزارہا سال سے یہ اسی باقاعدگی
سے اپنا کام کرتی چلی آتی ہے +

وقت خدا کی امانت ہے جس کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مجرمانہ خیانت ہے +

نپولین اعظم اُس اعلیٰ موقع پر جو ہر لڑائی میں رُونما ہوتا ہے بہت زور دیا کرتا تھا اور اُسی سے
فائدہ اُٹھا کر میدان مار لیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اہلِ آسٹریا کو میں نے اسی طرح فتح کیا ہے
کہ انھیں پانچ منٹ کی قدر و قیمت معلوم نہ تھی۔ جن چھوٹی چھوٹی باتوں سے خود نپولین کو واٹرلو
کے میدان میں شکست ہوئی اُن میں سب سے نمایاں بات یہ تھی کہ اس مہلک صبح کو نپولین اعظم اور
اس کے جرنیل گروشی نے چند بیش قیمت لمحات ضائع کر دیے تھے۔ بلوشر میدانِ جنگ میں وقت
پر پہنچ گیا اور گروشی وقت سے چند منٹ پیچھے پہنچا۔ یہی چند لمحوں کی دیر نپولین کو سینٹ ہلینا
میں بھیجنے والی اور کروڑہا انسانوں کی قسمت میں واردات کی تبدیلی پیدا کرنے والی ثابت ہوئی +

علیٰ الوقتی سے انسان تھوڑی سی محنت کر کے بے وقت کی بہت سی تکالیف سے بچ جاتا ہے +

واشنگٹن کے سیکرٹری نے ایک مرتبہ چند منٹ دیر سے آنے کا یہ عذر پیش کیا کہ اس کی گھڑی
پیچھے تھی۔ واشنگٹن نے اس سے کہا: "یا تم گھڑی بدل لو ورنہ مجھے اپنا سیکرٹری بدلنا پڑے گا" +

مارکس کیٹو نے اپنے نوکروں کو حکم دے رکھا تھا کہ یا تو کچھ کام کرتے رہا کریں یا سو جایا
کریں۔ وہ جاگنے والے بیکاروں پر سونے والوں کو ترجیح دیتا تھا +

ایک مرتبہ ایک بے گناہ شخص صرف اس وجہ سے پھانسی پا گیا کہ وہ قاصد جو اس کا معافی نامہ
لے کر جا رہا تھا، پانچ منٹ دیر سے پہنچا۔ سر والٹر سکاٹ سے ایک شخص نے نصیحت چاہی۔ اُس
نے کہا: "ہوشیار رہو۔ اپنے دل میں کوئی ایسی رغبت پیدا نہ ہونے دو جو تمہیں وقت رائگاں
کرنے والا بنا دے۔ جو کچھ کرنا ہو اسے فوراً کر ڈالو۔ کام کے بعد آرام کی خواہش دل میں بھی

نہ آنے دو ؎

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارہ پر تجھ سے بگڑنے کا نہیں ہے یارا
ہو جائے گر ایک تو ہمارا ساتھی پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا

الغرض وقت وہ قیمتی سرمایہ ہے جو ہر شخص کو قدرت کی طرف سے یکساں عطا ہُوا ہے۔ جو لوگ اس سرمائے کو معقول طور سے اور مناسب موقع پر کام میں لاتے ہیں۔ وہی جسمانی راحت اور رُوحانی مسرت حاصل کرتے ہیں۔ اِسی دولت کے صحیح اِستعمال سے ایک وحشی مہذب بن جاتا ہے اور ایک مہذب فرشتہ سیرت۔ اِسی کی برکت سے جاہل عالم، مفلس تونگر اور نادان دانا و تجربہ کار بنتے ہیں۔ گویا وقت ہی ایک ایسی دولت ہے جو شاہ و گدا، امیر و غریب، طاقتور و کمزور سب کو یکساں ملتی ہے ؞

وقت زندگی کا تانا بانا ہے۔ اگر بچپن کی بھاگ دوڑ میں اِسے توڑ ڈالو گے تو پھر عمر بھر نہ جوڑ سکو گے۔ جتنے ننگے بھوکے مُفلس تم دُنیا میں دیکھ رہے ہو، یہ سب وہی لوگ ہیں جنھوں نے بچپن میں اپنے وقت کو رائگاں کھویا ہے۔ لہذا کامیابی چاہتے ہو تو وقت کی ہر ایک منزل کو ہمّت و ہوشیاری سے طے کرو ؎

بگیر امروز را محکم کہ فردا ہنوز اندر ضمیر روزگار است

وقت رُوئی کے گالوں کی مانند ہے۔ عقل و حکمت کے چرخے میں کات کر اس کے قیمتی پارچات بنالو۔ ورنہ جہالت کی آندھیاں اُسے اُڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیں گی ؞

جو کام جتنی محنت اور جتنا وقت لیتا ہے، اُتنا ہی عمدہ، مفید اور دیرپا ہوتا ہے۔ وقت پاکر شہتوت کی پتیاں بھی ریشم بن جاتی ہیں ؞

زندگی کی قدر رکھنے والے ایک فلاسفر کا مقولہ ہے کہ مجھے فطرت کی اس کارروائی پر رہ رہ کر رشک آتا ہے کہ اُس نے کوّوں، سانپوں اور گدھوں جیسی بیکار زندگیوں کو تو اتنی لمبی لمبی عمریں دیں اور انسان جیسی مفید و مخترع ہستی کو نہایت محدود اور وہ بھی غیر معین وقت بخشا۔ پھر بھی وقت سے کام لینے والے اِس تھوڑی سی زندگی میں مُوجد و فلاسفر بن گئے ؞

وقت ایک ایسی زمین ہے جس میں محنت کے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ سعی کامل کی جائے تو یہ ضرور پھل دیتی ہے۔ بیکار چھوڑ دی جائے تو خاردار جھاڑیاں اُگاتی ہے ؞

واضح رہے کہ تفریح یا ورزش تضیع اوقات نہیں بلکہ ممد حیات ہے۔ لہذا وقت کا صحیح استعمال کرتے ہُوئے اپنی صحت کا بھی پورا خیال رکھو۔ کیونکہ رُوح ایک سوار ہے اور بدن اس کا گھوڑا۔ سوار خواہ کیسا ہی شہسوار ہو، بیمار گھوڑے سے کیا کام لے سکتا ہے۔ لہذا جو لوگ جسمانی قوت

یں پیچھے ہیں، وہ دماغی و رُوحانی طاقت میں بھی آگے نہیں ہو سکتے + ؎

کل آج کا دن ہاتھ نہ آئے گا ہمارے — مل سکتی ہے ہر گمشدہ شے ہم کو نہ گر وقت
ہر لمحہ غنیمت ہے ہر اک پل ہمیں نعمت — ہم مفلسوں کے ہاتھ میں ہے سِلکِ گہر وقت
آسائشِ دارین کا لیتے نہیں کیوں کام — ہر وقت ہے باندھے ہوئے خدمت کو کمر وقت
بے فائدہ گزرے کوئی ساعت نہ ہماری — اک ساتھ ہی دے گی بڑا اہم ہے اگر وقت
فرصت کی جو ساعت ہو غنیمت اسے سمجھو — کل آج سے لائے گا بُری شام و سحر وقت

دُنیا کی تمام اشیاء ضائع ہو جانے کے بعد پھر دستیاب ہو سکتی ہیں لیکن ضائع شدہ وقت واپس نہیں آسکتا۔ اِس مفہوم کو ایک انگریز شاعر نے بہترین پیرایہ اور موثر الفاظ میں نظم کیا ہے:

TIME THAT IS PAST THOU NEVER CAN'ST RECALL

کبھی گزشتہ وقت کو تُو واپس نہیں بُلا سکتا +

OF TIME TO COME THOU AR'T NOT SURE ATALL

آئندہ وقت کا آنا ہر گز یقینی نہیں ہے +

TIME PRESENT ONLY IS WITHIN THY POWER

صرف موجودہ وقت تیری دسترس میں ہے +

AND THEREFORE NOW IMPROVE THE PRESENT HOUR

لہذا موجودہ ساعت میں جو کچھ کرنا ہے کر لے +

؎ غافل ز احتیاطِ نفس یک نفس مباش — شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بُوَد

مذمتِ شراب

؎ اوّل تو شر بشر میں ہے پھر شر شراب میں — ممکن نہیں شراب پئیں اور شر نہ ہو

اِنسان کی زندگی میں بہت سارے ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات اس کو پیش آتے ہیں۔ جو ظاہراً تو بالکل بے حقیقت ہوتے ہیں۔ مگر بعض اوقات اس کی طبیعت پر ان کا اثر ایسا گہرا پڑتا ہے کہ شقی کو سعید اور سعید کو شقی بنا دیتا ہے۔ مجھے بھی ایسے واقعات اکثر پیش آئے ہیں جن سے مجھے اپنے اخلاق کی درستگی میں بہت بڑی امداد ملی ہے۔ انہیں واقعات میں سے ایک واقعہ یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور کیا عجب ہے کہ جس واقعے کا جو اثر مجھ پر ہوا تھا، وہی

اثر اس کا بیان پڑھنے سے کسی کے اثر پزیر دل پر بھی ہو۔ اور وہ بھی اس سے مستفیض ہو سکے۔
اُس زمانے میں کہ جب میں سکول میں پڑھتا تھا۔ اور جس وقت میری عمر کے وہ دن تھے کہ طبیعت غیر مطمئن تھی اور کسی شے کو قبول نہیں کرتی تھی۔ تاوقتیکہ اس کا تسکین بخش سبب نہ مل جائے۔ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ شارعؑ اسلام نے شراب کیوں منع کی ہے؟ اگر خمر اُمّ الخبائث ہے تو اِس حالت میں کہ کثرت سے استعمال کی جائے۔ اگر ایک شخص جادۂ اعتدال سے باہر قدم نہ رکھے تو کیا مضائقہ ہے۔ شاید شارعؑ اسلام نے قطعی ممانعت اس لیے کر دی ہو کہ لوگ اعتدال کے پردے میں حد سے گزرنے لگیں وغیرہ۔ یہی خیالات تھے جو میرے دماغ میں گزر رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ اپنے کسی بزرگ سے بحث کر کے اس بات کا تصفیہ کروں۔ غرض دو چار روز میں نے یہی کیا کہ اپنے ایک واجب التعظیم بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ "حضرت مجھے یہ سمجھا دیجیے کہ شارعؑ اسلام نے شراب کیوں حرام کی؟" میری زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ شامت آگئی۔ حضرت تھے بڑے تند مزاج۔ فوراً جھلّا اُٹھے اور بڑی سخت و سُست سناتے رہے۔ فرمانے لگے "تجھے شرم نہیں آتی کہ احکام شرع میں بھی چون و چرا کرتا ہے۔ اسی لیے تو ہم کہا کرتے تھے کہ انگریزی نہیں پڑھنی چاہیے"! خیر میں اپنا سا مُنہ لے کر کھسک گیا۔ مگر میری تشفی نہ ہوئی تھی۔ اس لیے ایک اور بزرگ سے وہی سوال کیا۔ وہ تھے زمانہ شناس۔ اُنھوں نے جواب دیا "تمھارا سوال اُصُول سے تعلق رکھتا ہے۔ اور چونکہ فی زمانہ ہم لوگوں نے اُصول کا پڑھنا چھوڑ دیا ہے اور فروعات ہی پر جھگڑتے رہتے ہیں۔ اس لیے تمھارا جواب ذرا مشکل سے ملے گا۔ لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری شرع میں ایک بھی ایسا حکم نہیں ہے جس کی کچھ حقیقت نہ ہو۔ یا کچھ اصل نہ ہو۔ جس کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ اگر تمھیں کوئی جواب نہ دے سکے تو تمھیں ایک لحظہ کے لیے بھی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ شرع ناقص ہے' بلکہ ہمارا علم ناقص ہے"۔ ان کی اس فہمائش سے یک گونہ تسکین تو ہوئی مگر اطمینان نہ ہوا +

اب ایک روز کا ذکر ہے۔ سُنیئے۔ میں نے اخبار میں پڑھا کہ آج فلاں ڈاکٹر صاحب ٹمپرنس لیکچر دینے والے ہیں۔ میں تو اسی کے خیال میں تھا۔ فوراً وہاں پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے شراب کی بُرائی میں نہایت مُدلّل تقریر کی اور نقشہ جات کے ذریعے سے ثابت کر دیا کہ شراب پینے والے بہ نسبت نہ پینے والوں کے زیادہ مرتے ہیں۔ اور عمر بھی کم پاتے ہیں۔ قوت بھی جو دودھ' دہی' گوشت روٹی وغیرہ غذاؤں سے حاصل ہوتی ہے وہ شراب سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ نشہ اُتر جانے کے بعد جو تکلیف اور سُستی پیدا ہو جاتی ہے' وہ شراب سے حاصل کی ہوئی عارضی قوت کا عوض کر دیتی ہے۔ اور نشہ کی قوت اور خمار کی سُستی کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم خسارے میں رہتے

ہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی دلیلیں وہ بیان کرتے رہے۔ لیکن وہ دلیلیں جو اب تک مجھے یاد ہیں۔ یہ تھیں کہ شراب پینے والے کے دل پر چربی بڑھجاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس چربی کے خول کا حجم بڑھتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ دلی انقباض کی وجہ سے اپنا کام چھوڑ دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اُنھوں نے اس دلیل کو عملی طور سے اس طرح ثابت کیا کہ لیکچر سے تین دن پہلے ایک گوشت کے تازے ٹکڑے کو کے دو ٹکڑے کیا۔ ایک ٹکڑا ایسی شیشی میں رکھدیا جس میں خالص پانی بھرا ہُوا تھا۔ اور دوسرا ٹکڑا شراب کی شیشی میں ڈال دیا۔ تین دن کے بعد جب اُنھوں نے دونوں شیشیاں ہمیں دکھلائیں تو وہ گوشت کا ٹکڑا جو پانی میں پڑا ہُوا تھا اپنی اصلی حالت پر تھا۔ مگر شراب والے ٹکڑے کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا اور اس پر ایک قسم کی سفیدی اور غبار بھی چھایا ہُوا تھا +

دُوسری دلیل دیتے ہُوئے اُنھوں نے پہلے ہمیں سمجھایا کہ خون کی بناوٹ کس طرح پر ہے۔ خُون ایک شفاف۔ بے رنگ سیال ہے جس میں سُرخ رنگ کے خُوردبینی کُرّے تیرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے خون کا رنگ سُرخ نظر آتا ہے۔ یہ کُرّے خوردبین کی مدد سے ایسے نظر آتے ہیں جیسے سڈول تازہ مٹر کے دانے جن کے رنگ میں بھی ایک قسم کا بلغمی پن پایا جاتا ہے جس کے دیکھنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے جس وقت شراب کا نام سنتا ہوں یا کسی کو پیتے دیکھتا ہوں تو فوراً اُن دو شیشیوں میں دونوں قسم کے خُون کے کُرّوں کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور شراب پینے پر دل کا للچانا تو درکنار اور نفرت پیدا ہوتی ہے +

افسوس ہے کہ ہمارے پاک مذہب کے اُصول تو ایسی سائنٹیفک باتوں پر مبنی ہوں لیکن ہمارے مذہبی رہنما اِن اُصول کو نہ سمجھا سکیں اور ان باتوں میں غیر ہمادی تسکین کریں۔ ڈاکٹر صاحب پارسی تھے۔ جن کے مذہب میں شاید شراب کی ممانعت بھی نہیں بلکہ خاص مذہبی رسُوم میں بھی استعمال کی جاتی ہے ۔

نمی دانند اہل غفلت انجام شراب آخر با آتش می روند ایں غافلاں از راہ آب آخر

کسی فلاسفر کا مقولہ ہے اور نہایت سچا مقولہ ہے کہ دُنیا میں نصف سے زیادہ گناہ شراب کی بدولت سرزد ہوتے ہیں۔ اِس کی عارضی مسرت بمقابلہ اس کے خمار کی دیرپا مضرت۔ اس کی بے حد تلخی، ناقابلِ برداشت بدبُو، بدذائقگی اور کڑواہٹ کے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اور یہ چند ساعتہ سرور نہایت خطرناک صُورت میں انجام پذیر ہوتا ہے۔ یعنی دردِ سر، طبیعت کا متلانا اور اس قسم کی اعضاء شکنی ہوتی ہے کہ کوئی عقلمند شخص دوبارہ اس کے پینے کی جُرات نہیں کرسکتا ۔

نشئہ صہبائی ارزد بہ تشویشِ خُمار در گذر از آب امروزنہ کہ فردا آتش است

لیکن اِس عادتِ بَد میں تو وہی بد بخت لوگ مُبتلا کیے جاتے ہیں جن پر خداوند کریم کا انتہائی قہر ہو۔ ورنہ ایسی کھُلی ہُوئی خرابیوں اور بدیہی نقصانات کو دیکھتے ہُوئے دانستہ طور پر کون شخص اِس آتشِ سیال میں گرنا پسند کرتا ہے"۔ اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثْ" شہنشاہِ اکبر نے باوجود ناخواندہ ہونے کے اپنی تمام عُمر میں صرف ایک قطعہ موزوں کیا ہے جو شراب کی بُرائیاں ظاہر کرتے اور اپنی معنوی خُوبیوں کے لحاظ سے خاص طور پر قابلِ قدر ہے ؎

دوشینہ بکُوئے مے فروشاں پیمانۂ مے بہ زر خریدم
اکنوں زخمار سرگرانم زر دادم و دردِ سرخریدم

قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اِسی ناصح شہنشاہ کے ہرسہ فرزندان جہانگیر، مُراد اور دانیال شرابِ خانہ خراب ہی کی عادتِ بد کا شکار ہو کر ہمکنارِ اجل ہو گئے۔ جہانگیر تو چند سال بادشاہی کے زور سے کاٹ گیا۔ باقی دونوں نوجوانی کے آغاز ہی میں مر گئے ؛

وہ محتاج فقیر جس کو نانِ شام بھی میسّر نہ ہو اُس سُلطانِ شام سے بدرجہا بہتر ہے جو کہ اس عادتِ بد میں مُبتلا ہے ؛ ؎

گلاسوں میں جو ڈوبے پھر نہ اُبھرے زندگانی میں ہزاروں بہ گئے اِن بوتلوں کے بند پانی میں
نہ کر برباد اپنی زندگی بوتل کے دیوانے وہ کانٹے گا بڑھاپے میں جو بوتا ہے جوانی میں
یہ دارو کا پیالہ موت کا کڑوا پیالہ ہے بلا ہے زہر شربت میں چھپی ہے آگ پانی میں
یہی سیّال آتش جسم کو بیکار کر دے گی چلے گی کیا گھڑی دم ہی نہ ہوگا جب کمائی میں

موجوداتِ عالم میں کوئی چیز شراب سے زیادہ بدبودار، بد ذائقہ، تلخ، تند اور کڑوی نہیں ہے۔ یہ چشم دید واقعہ ہے کہ ایک شخص کی چارپائی کے نیچے شراب کی بوتل رکھی تھی۔ اُس کے قریب ہی ایک بوتل مٹّی کے تیل کی پڑی تھی۔ عالمِ نشہ میں اُس نے شراب کی بجائے مٹّی کا تیل گلاس میں ڈال لیا اور پی گیا۔ جس سے اُس کی موت واقع ہو گئی۔ دُوسرا واقعہ ایک سنار کا ہے۔ جن کے ہاں تیزاب زیوروں کے صاف کرنے کے لیے استعمال میں آتا ہے۔ چنانچہ اس نوجوان سُنار نے غلطی سے شراب کی بجائے تیزاب پی لیا اور فی الفور مر گیا۔ یہ واقعات ثابت کرتے ہیں۔ جس چیز میں ظاہری طور پر اس قدر خرابیاں ہوں۔ اس کی اندرونی خرابیوں سے کون انکار کر سکتا ہے ؎

انگور میں یہ مے بھی پانی کے چند قطرے جب سے یہ کھچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

بڑے بڑے ڈاکٹر اور سائنس دان اب اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ شراب خوراک نہیں

بلکہ زہر ہے۔ یہ نہ ہی مُضر مادّہ کو ضائع کر سکتی ہے اور نہ ہی جسم کو طاقت بخشتی ہے بلکہ ہاضمہ کو خراب کرتی ہے۔ قبض پیدا کرتی ہے۔ بھُوک کم کرتی ہے۔ قوتِ مردمی کو زائل کرتی ہے اور نفس کو بے قابو کرتی ہے۔ اس کو آسانی پٹرول کی طرح آگ لگ جاتی ہے۔ یعنی دیا سلائی لگانے سے مشتعل ہو جاتی ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ اندرونی نازک ترحصّہ جسم پر یہ کیا اثر کرتی ہوگی تازہ انڈا توڑ کر شراب میں ڈالا جائے تو سُنہرا رنگ اختیار کرے گا۔ اور فوراً ہی اُبلے انڈے کی طرح سخت ہو جائے گا۔ جس سے اُس کی خشکی اور گرمی ظاہر ہے۔ جسم بھی تقریباً انہی اجزا کی ساخت سے ہے جو انڈے میں ہوتے ہیں۔ دردِ سر اور کثرتِ تشنگی اِس کی ناقابلِ بیان ہے۔ اس کا اثر چابک کی طرح ہے جو کہ تھکے ہُوئے گھوڑے پر پڑے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ یہ طاقت پیدا کرتی ہے۔ مگر یہ سراسر غلط خیال ہے۔ چابک تھکے ہُوئے گھوڑے میں طاقت پیدا نہیں کرتا بلکہ اِس کو تیز چلاتا ہے۔ لیکن یہ اثر عارضی ہوتا ہے۔ اور نتیجہ تھکاوٹ کی زیادتی ہے۔ اور جلد ہی گھوڑا تھک کر چُور ہو جاتا ہے +

واقعہ: سالنہ ۱۸۶۱ء میں مسٹر البرٹ ایک انگریز امیر نے جہاز کے کپتان سے کہا کہ اگر تمہیں اثنائے سفر میں اپنے سٹیمر کو دُوسرے سٹیمر سے آگے نکال کر لے جانے کا خبط نہ ہو تو میں اِس سٹیمر پر سوار ہو سکتا ہُوں۔ کپتان نے کہا۔ آپ ہر طرح مطمئن رہیے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہمیں خواہ مخواہ کسی سٹیمر سے اپنا سٹیمر آگے نکالنے میں کچھ ہاتھ تھوڑا ہی آتا ہے جو ہم ایسا کریں +

البرٹ نے مطمئن ہو کر ایک کمرہ کرایہ پر لے کر اُس میں اپنا اسباب رکھا اور جہاز میں سوار ہو گیا۔ لیکن دُوسرے ہی دن اُس نے جہاز کے کپتان کو جو کہ ایک شرابی تھا۔ فائرمینوں سے یہ کہتے سُنا کہ جو کچھ کوئلہ، لکڑی، ایندھن اور تیل جہاز میں موجود ہے۔ سب ایک دم بائلر میں جھونک دو۔ کیونکہ مَیں نے قسم کھائی ہے کہ یا تو اس سٹیمر سے جو ہمارے سٹیمر کے برابر آپہنچا ہے آگے نکل جائیں گے یا آج سے جہاز چلانا چھوڑ دیں گے۔ خواہ اِس کوشش میں ہمارا بائلر ہی کیوں نہ پھٹ جائے۔ اور کیسا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ دونوں باتیں ظہور میں آئیں۔ یعنی گو ہمارا اسٹیمر آگے نکل گیا مگر ساتھ ہی اُس کا بائلر بھی پھٹ کر بیکار ہو گیا۔ بعینہٖ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو شراب سے طاقت حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ وہ گویا جسمانی بائلر کے دُشمن ہیں اور ایک دن میں اس شرابی کپتان کی طرح اِسے ناکارہ کر کے رہیں گے +

اگر شراب نہ ہوتی تو دُنیا کے نصف گناہ اور بیماریاں ہمیں معلوم تک نہ ہوتیں (ڈاکٹر پارس اٹلی)

ماہرین تاثیرِ زہر تصدیق بالتحقیق کرتے ہیں کہ الکوحل جو شراب کا جزوِ اعظم ہے تمام زہروں سے خطرناک ہے +

بہت سے مریض ایسے دیکھے گئے جو شراب چھوڑنے سے اچھے ہوگئے۔ اگر شراب نہ چھوڑتے تو زندہ نہ رہتے + (مسٹر بگنن سرجن جنرل)

چور مال حاصل کرنے کے لیے چوری کرتا ہے۔ بشرطیکہ گرفتار نہ ہوسکے۔ لیکن شراب خوار مال اور عقل کھو دینے کے لیے شراب پیتا ہے خواہ گرفتار بھی ہوجائے +

خداوند کریم نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انسان کو عقل بخشی۔ لیکن شراب اس عطیۂ خداوندی یعنی عقل کو سلب کرتی ہے +

شراب ایک ایسا زہر ہے، جس سے پہلے اخلاقی اور پھر جلد ہی جسمانی موت واقع ہوتی ہے +

ے بنائے دولتِ خویش آں کسے خراب کُند کہ شام مے خورد و صبح گاہ خواب کُند

شراب پینا چھوڑ دے۔ اگر تو جواں مرد اور عقلمند ہے۔ کیونکہ عقلمند یہ کوشش نہیں کرتا کہ میں دیوانہ ہو جاؤں + ع

در ہوش چہ خطا دیدی کہ بیہوش شُدی

وہ کون شخص ہے جسے ملازم رکھنے میں کوئی سبقت نہیں کرتا۔ وہ کون شخص ہے جو صرف اپنی خواہش کے لیے تمام خاندان کی تباہی و بربادی کا موجب ہوتا ہے، وہ شرابی ہے +

جو کاروباری لوگ شراب کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، وہ سینکڑوں نفع کے ایسے موقعے کھو بیٹھتے ہیں کہ پھر نصیب نہ ہوں گے بلکہ اُلٹے نقصانات کے موقعے پیدا کر لیے۔ کب؟ جب وہ اپنے دوستوں کے پاس بیٹھے ہوئے شراب اُڑا رہے تھے۔ شراب خانہ خراب کے زیرِ سایہ کتنے احمقانہ سودے ہو چکے ہیں جب کہ شراب نے اپنے پینے والے کو عارضی طور پر دولت مند بنا رکھا تھا۔ کس قدر ضروری موقعے صبح تک اور صبح کے بعد ہمیشہ کے لیے ملتوی کیے گئے۔ محض اس وجہ سے کہ شراب کے پیالے نے پینے والے کے جسم کو دائمی کاہلی میں ڈال کر اس کے کاروبار میں کامیابی حاصل کرنے والے قویٰ کو ہمیشہ کے لیے معطل کر دیا تھا +

لطیفہ: نواب آصف الدولہ ایک مرتبہ ہاتھی پر سوار بازار میں سے گزر رہے تھے۔ راستے میں ایک سیاہ مست بلانوش شرابی لوٹ رہا تھا، تو عالمِ کیف میں اُسے ہاتھی کا سودا کرنے کی سوجھی اور چلا کر کہا: "ابے او دولے! یہ کٹیا پاڑھا کتنے کو فروخت کرو گے؟" اس کو گرفتار کر کے حسب الحکم دوسرے روز نواب کے پیش کیا گیا۔ نیک دل نواب نے نرمی سے پوچھا۔ "کیا آج وہ کٹیا خرید و گے؟" شرابی نے کہا "حضور! وہ خریدار تو کل ہی چلے گئے تھے!" نواب اس برجستہ و برمحل جواب باصواب سے بہت خوش ہوئے اور اپنی مشہورِ زمانہ سخاوت سے اس کو معقول انعام دے کر یہ تاکید کر دی کہ آئندہ شراب ہرگز نہ پینا۔ دیکھ لیجیے اس کی کیفیت

ہیں نواب آصف الدولہ "دولا" اور ہاتھی "کٹیا" بن جاتا ہے۔ اور پھر ایسے سودے بھی ہو جاتے ہیں کہ جس میں سر کٹنے کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو فوراً گردن کٹوا دیتا غرض مے نوشی ایک زبردست گناہ ہے۔ مذہب میں اس کی مذمت ہے فلسفہ سے اِس کی بُرائی ثابت ہے عقلِ سلیم اس کی مخالف ہے۔ روزمرہ کے مشاہدات اس کا خطرناک ہونا ثابت کرتے ہیں۔ بے شمار جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ لاکھوں کی کمائی غارت ہوتی ہے، ہزاروں گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں۔ حُکماء اِسے زہر آتشیں بتلاتے ہیں ؎

خونِ بطِ شراب کم از خونِ خوک نیست ای بے خبر حذر ز شکارِ پلید کُن

ایک امیر شخص کو شراب خوری سے روکنے کے لیے اُس کے ایک ہم نشین خیر خواہ نے بہت کچھ پند و نصیحت کی۔ اُس امیر نے جواب دیا کہ میں تو حکماء کے اس قول پر عمل پیرا ہو کر صرف ہفتہ وار نہایت اعتدال کے ساتھ پیتا ہوں یعنی ؎

بہر روز حمام و ہر ہفتہ مے بہر ماہ جُلاب و ہر سال قے

مثل مشہور ہے کہ شریف کی دوستی اور شراب کی عادت ہمیشہ بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ ع

چھٹتی نہیں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیونکہ انسان جس مقدار سے اسے پینا شروع کرتا ہے، چند روز کے بعد اس کا معمول ہو جانے کے باعث اُس مقدارِ سابقہ میں اِسے کچھ سرور نہیں آتا۔ پھر اس میں کچھ اضافہ کرتا جاتا ہے چنانچہ اسی اصول کے ماتحت آخرکار اُس کی یہ ہفتہ وار عادت روزانہ اور روزانہ سے ہر وقت میں تبدیل ہو گئی۔ اور اعتدال نے بھی کثرت کی صورت اختیار کر کے اُسے دائم الخمر بنا دیا۔ انجام کار یہ کہ تھوڑے عرصے ہی میں عزت، صحت، اور تمام دولت برباد کر کے نہایت حسرت و عسرت کے عالم میں ایامِ جوانی ہی میں اس عالمِ فانی سے رخصت ہو گیا۔ لوگوں کے لیے خزانۂ عبرت اور اولاد کے لیے دائمی افلاس و نکبت وراثت میں چھوڑ گیا ؎

اس کی بیٹی نے ہر اک چاہنے والا مارا خیریت گزری کہ انگور کے بیٹا نہ ہوا

شہنشاہ جہانگیر نے اپنے ایک معتمد درباری کو کسی کارِ ضروری کے لیے محلِ خاص میں طلب کیا۔ جب وہ درباری حاضر ہوا تو جہانگیر اس وقت مصروفِ مے نوشی تھا اور کثرتِ رعشہ سے اُس کا ہاتھ اس قدر کانپ رہا تھا کہ شراب چھلک چھلک کر پیالے سے باہر گر رہی تھی۔ یہ الم انگیز و عبرت خیز کیفیت دیکھ کر اُس حقیقی خیر خواہِ شہنشاہ نے نہایت جرأت کے ساتھ عرض کیا۔ کہ جہاں پناہ! جب آپ اس پیالے کو اپنے ہاتھ میں نہیں سنبھال سکتے تو اس قدر عظیم الشان و وسیع سلطنت کو کیسے سنبھال سکتے ہیں؟

جہانگیر نے کہا کہ میں تو چند پیالے شراب اور چند سیخ کباب پر سلطنت نورجہاں بیگم کے ہاتھ فروخت کر چکا ہوں۔ بہرحال تمھاری اس مخلصانہ و خیرخواہانہ نصیحت سے میں بیحد متاثر ہوا ہوں۔ اگرچہ میں اس مدت العمر کی عادت کو کلیتہً تو ترک کرنے سے معذور ہوں۔ البتہ اس میں کمی اور اعتدال ضرور پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ سولہ[16] پیالے روزانہ میں سے رفتہ رفتہ کم کرتے ہوئے وہ چار پیالے روزانہ پر آ گیا۔ خیال کیجیے کہ اتنا بڑا شہنشاہ باوجود اس قدر سطوت و مقدرت اور بہ موجودگیٔ حکمائے دربار و ماہرین اطبائے سلطنت اس عادت قبیحہ کے اثراتِ بد یعنی کثرتِ رعشہ و دیگر عوارضِ متفرقہ سے جو اس کا لازمی نتیجہ ہیں، خود کو محفوظ نہ رکھ سکا اور عمرِ طبعی تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ وقتِ موت اگرچہ معیّن ہے۔ بیشک اسبابِ موت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ع

تو مرد در دہانِ اژدرہا

تاریخ شاہد ہے کہ جہانگیر کے دو حقیقی بھائی شہزادہ دانیال و شہزادہ مراد بھی کثرتِ شراب نوشی کی بدولت ایامِ جوانی ہی میں فوت ہو گئے۔ اکبر کو ان دونوں شہزادوں کے دائم الخمر ہونے کی جب خبر ہوئی تو اس نے اس عادتِ بد سے روکنے کے لیے ان دونوں بدبختوں پر پہرہ لگا دیا تھا کہ کسی طرح سے شراب ان کے پاس نہ پہنچنے پائے۔ ایک نادان خیرخواہ بندوق کی نالی میں شراب بھر کر شہزادہ دانیال کو شراب مہیا کرتا۔ بندوق کے بارود کے دھوئیں والا زنگ تیزابی تاثیر سے شراب میں شامل ہو کر زہرِ ہلاہل کی خاصیت اختیار کر گیا جس کے پینے سے شہزادہ دانیال کی فوری موت واقع ہو گئی۔ جب بادشاہوں کا یہ انجام ہو تا بہ عوام چہ رسد۔ تاریخ کے اوراق کھول کر دیکھو، ہر سلطنت کا تاج و تخت شراب کے پیالے میں اغرق دکھائی دیتا ہے ✦

شہنشاہ بابر کی کثرتِ شراب نوشی اس کی خودنوشت سوانحعمری تزکِ بابری سے ظاہر ہے چنانچہ اس کا یہ شعر مشہورِ عوام ہے اور بوقتِ مے نوشی بعض لوگ اس کو تبرکاً پڑھتے ہیں ؎

نوروز و نوبہار و مے و دلربا خوش است — بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

فتحِ ہند کے سلسلے میں ایک مرتبہ دورانِ جنگ میں جب کہ دشمن کی فوج کا پلہ بہت بھاری تھا اور لازمی شکست کے آثار ظاہر ہوئے، اس نے دعا مانگی کہ "اے خداوندِ کریم! اگر اس جنگ میں تو مجھے فتحیاب کر دے تو آئندہ شراب ہرگز نہ پیوں گا"۔ چنانچہ اس مجیب الدعوات نے اس کی توبہ قبول کر کے اس جنگ میں اسے معجزہ کے طور پر فتح مبین عطا فرمائی جس سے کہ سلطنتِ مغلیہ کی بنیاد ہند میں صدیوں تک کے لیے مستحکم ہو گئی جس کو کہ محض توبۂ شراب ہی کی برکت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ✦

بابر کے بیٹے ہمایوں کو شیر شاہ سُوری سے جو شکست ملی اور پھر عرصۂ دراز تک مبتلائے مصائب گوناگوں رہا۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سب کچھ اس کی کثرتِ افیون خوری کے نتائج تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ عالمِ غنودگی میں رہتا اور انتظامِ سلطنت نہ کر سکا۔ محمد شاہ رنگیلے کو نادر شاہ کے ہاتھوں جو تباہی و بربادی حاصل ہوئی اور قتل و غارت کے علاوہ ہند کی تمام دولت اور تختِ طاؤس اور کوہِ نور ہیرا وغیرہ نادر شاہ کے ہاتھ لگے، وہ سب کچھ محمد شاہ کی شراب نوشی کا نتیجہ تھا۔ انتہا یہ کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر اور رفیع المرتبت صحابی کے فرزند ابو شحمہ اسی شراب نوشی کی بدولت (جو کہ ایک یہودی نے دھوکے سے ان کو پلادی تھی) اس گناہ زنا کے مرتکب ہوئے۔ جس کی پاداش میں بموجب قانونِ شریعتِ غرا کوڑے کھا کر ان کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار *

یہ امرِ واقعہ انتہائی طور پر طالبِ غور ہے کہ شراب خانہ خراب کی ترغیب و تحریص اور اس کی ترویج عام میں ہماری ایشیائی شاعری نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عالمگیرؒ نے ازراہِ دُوراندیشی اور احترامِ شریعت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی تمام قلمرو میں دیوانِ حافظ کا پڑھنا حکماً ممنوع قرار دیا تھا۔ ایشیائی شاعر صدیوں سے اپنے اشعار میں اس امّ الخبائث کی تعریف و توصیف میں اس قدر غلط بیانی سے کام لیتے اور زورِ قلم صرف کرتے ہیں کہ عوام کالانعام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور خواہ مخواہ اُن کے دلوں میں ایسے ناپاک اشعار کے مطالعے سے اس کے پینے کی ترغیب و تحریک اور ایسی شاعری سے علانیہ توہینِ شریعت اور صریح تلقینِ شراب نوشی ہوتی ہے۔ اگر یہی اشعار کسی حقیقی اسلامی عہدِ سلطنت میں لکھے جاتے تو مصنفین اشعار سزاوارِ دار قرار دیئے جاتے۔ لیکن یہ آزادی کا زمانہ ہے۔ ع انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ۔

افسوس ؎

شراب اُڑتی ہے پبلک میں روا ہے خونِ تقویٰ کا ‌ ‌ مزا ہے اب تو رندوں کو نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں

؎ مسجدیں چھوڑ کے جا بیٹھے ہیں میخانوں میں ‌ ‌ واہ کیا جوشِ ترقی ہے مسلمانوں میں

؎ بادہ و رندی کا ذکر اب شعر میں بیسود ہے ‌ ‌ کیا ضرورت نقل کی جب اصل ہی موجود ہے

بہت سے لوگ جو اس عادتِ بد میں مبتلا ہیں۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ ایسے اشعار ہی سے ترغیب پا کر ہم اس بد بادکُن عادت میں مبتلا ہوئے ہیں *

ہم ترکِ شراب سے متعلق عرفی کے ایک قصیدے میں سے چند آسان فہم و مؤثر اشعار منتخب کر کے لکھے دیتے ہیں۔ شاید کہ کوئی اصلاح پذیر طبیعت ان سے متاثر ہو کر مائلِ توبہ ہو جائے ؎

کردم از شراب ناب توبہ ‌ ‌ وز گفتۂ ناصواب توبہ

در لفظِ شراب چوں بود آب | در تشنہ لبی ز آب توبہ
مستانہ اگر رود بمن دم | پایم کند از رکاب توبہ
گر عرض کنم زبانِ مستی | از نشہ کند شراب توبہ
مے دیدم و پیچ و تاب خوردم | از خوردنِ پیچ و تاب توبہ
تا بادہ بخواب ہم نہ بینم | شاید کہ کنم ز خواب توبہ
در کشورِ بادہ نوشانِ ہند | گر دید کنے بخواب توبہ
عرفی چہ کنی بتوبہ نازش | ہشدار کہ شد خراب توبہ
مخروش کہ تائب از شرابم | ناگہ نشود سراب توبہ

خواجہ حافظ کی ہمعصر ایک مشہور شاعرہ جہاں تخلص کرتی تھی۔ حافظ نے اپنی ایک غزل میں اس پر ایک معاصرانہ طنز کی تھی ؎

اعتمادے نیست بر کارِ جہاں | بلکہ برگردونِ گرداں نیز ہم

جس کا جواب جہاں نے اس شعر میں دیا ؎

حافظا ایں مے پرستی تا بکے | مے ز تو بیزار و مستاں نیز ہم

واضح رہے کہ اگر پودے کو ایک ہزار بوند پانی میں ایک بوند شراب ملا کر اسی نسبت سے روز پانی میں ڈالا جائے تو وہ پودا عنقریب سڑ جائے گا اور مرجھا کر پتے زرد ہو جائیں گے جب نباتات پر اس کا ایسا برا اثر ہے تو انسانی جسم کا اندازہ کر لو ؎

شر جزوِ بشر نیز ہے شامل شراب کے | دو شر ہیں پھر ہے شر بھی پردے میں آب کے

زوالِ عقل اور بے اختیاریِ حواس اس کا پہلا کرشمہ ہے ؎

عقلِ سالم ز مئے ناب نیاید بیروں | کشتیِ کاغذی از آب نیاید بیروں
سجن[1] وگن کہوں شراب کا گیانی[2] ونت سن لے | مانش[3] سے پشوا[4] کرے دام گانٹھ سے دے

(۱) عجیب (۲) عقلمند (۳) انسان (۴) حیوان +

سمندر میں اس قدر آدمی غرق نہیں ہوتے جس قدر ایک جامِ مے سے ڈوب کر مرتے ہیں +

کوئی آدمی ایسا بے وقوف نہیں جو روپیہ خرچ کر کے رسوائی و ندامت حاصل کرے اور صحت برباد کرے سوائے شراب خوار کے +

شراب خانہ وہ جگہ ہے جہاں دیوانگی اور بربادی بوتلوں میں فروخت کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شراب روپے کی بربادی سے شروع ہوتی ہے اور عزت و عقل اور جان کی بربادی اس کا خاتمہ ہے +

تبرکاتِ حضرت سعدیؒ

(منظوم ترجمہ اُردو)

کر شکرِ حق کہ دی تجھے توفیق خیر کی ‏ ‏ محروم اُس کے فضل نے تجھ کو نہیں کیا
احساں نہ رکھ کہ خدمتِ سلطاں کروں ہوں میں ‏ ‏ احسان اسی کا جان کہ خدمت میں ہے رکھا

علم جتنا پڑھے تو حد سے فزوں ‏ ‏ گر نہیں ہے عمل تو ہے جنوں
نہ محقق ہے اور نہ دانش مند ‏ ‏ بیل پر ہیں لدی کتابیں چند
اُس تہی مغز کو نہیں ہے خبر ‏ ‏ کہ یہ لکڑی ہے اس پہ یا دفتر

پہنچا تھا بیلقاں میں اِک عابد کے پاس میں ‏ ‏ کی عرض میں نے جہل سے تو مجھ کو پاک کر
وہ بولا مثلِ خاک، تحمل کر اے فقیہ ‏ ‏ یا تو نے جو پڑھا ہے وہ سب زیرِ خاک کر

غرض مندوں کی مت سُن مدح ہرگز ‏ ‏ وہ اپنی غرض کے ہیں تجھ سے خواہاں
کہ گر اک دن مرادِ اُن کی نہ دے گا ‏ ‏ کہیں گے عیب وہ تیرے دوچنداں

بیاباں میں یہ دیکھا میں نے اکثر ‏ ‏ ہے سبقت سُست رو کو تیز رو پر
گرا تھک کر جو تھا چالاک گھوڑا ‏ ‏ شتر آہستگی سے چل رہا تھا

تھا احمق ایک دیتا خر کو تعلیم ‏ ‏ کرے تھا عمر اپنی صرف اس پر
حکیم اِک بولا کیا کرتا ہے ناداں ‏ ‏ ترا یہ فعل ہے نادانی یکسر
یہ خر تجھ سے نہیں سیکھے گا کچھ نطق ‏ ‏ خموشی سیکھ لے تو اس سے اے خر

خصلتِ مرد سے اِک روز میں پہچان سکیں ‏ ‏ کہ کہاں تک ہے اُسے رتبۂ تحصیلِ علوم
اُس کے باطن سے ولیکن تو نہ ہونا بیخوف ‏ ‏ کہ بدیٔ نفس کی برسوں میں نہ ہوگی معلوم

سُنا ہے ایک مردِ پارسا نے ‏ ‏ چھڑایا بھیڑ کو اک بھیڑیے سے
بوقتِ شب چھری اس پر چلائی ‏ ‏ تو اُس دم بھیڑ سے آواز آئی
کہ تو نے بھیڑیے سے گو چھڑایا ‏ ‏ مگر خود بھیڑیا تجھ کو ہی پایا

یہ بھی ہوتا ہے کہ دانا پیر سے ‏ ‏ بن نہیں پڑتی کبھی تدبیر ایک
گاہ ہوتا ہے کہ طفلِ غلط کار ‏ ‏ بس لگا ہی دے ہدف پر تیر ایک

غم اپنا نہ کہ دشمنوں سے کبھی ‏ ‏ کہ لاحول پڑھ کر کریں گے خوشی

کھانا ہے بہرِ زندگی و خدمتِ عوام ‏ ‏ اور مقصدِ حیات تو سمجھا فقط طعام

اس سرائے جہاں میں ہر کوئی | آسرا ہر کسی سے ہے رکھتا
پر مجھے خیر سے تری ہرگز | نہیں امید۔ شر تو مت پہنچا

بزرگ اک کوہ پر تھا ہم نے دیکھا | سراپا نور حق اس سے ہویدا
نہ تھی کچھ فکر اس کو بام و در کی | قناعت جگ میں بس اک غار پر کی
کہا میں نے شہر میں گر تو آئے | دل بستہ ترا اک بار کھل جائے
کہا واں کے عجائب ہیں پری رو | اداؤں سے بھرے با شکل نیکو
کہاں مقدور انساں تاب لائے | جو کیچڑ ہو بہت ہاتھی پھسل جائے

اگر رزق ہو موقوف ہو عقل پر | تو ناداں ہوتے یہاں تنگ تر
مگر رزق پہنچے یوں ناداں کو | کہ دانا کی واں عقل حیران ہو

باعث عصیاں یہی دونوں ہوئے | بخت نافرجام و عقل ناتمام
لائق تعزیر ہوں تو قید کر | پر نہیں بخشش سے بہتر انتقام

کہا میں نے دل میں کہ دم توں ذرا | ہوئی بند صد حیف راہ نفس
دریغا کہ اس زیست کے خوان سے | اٹھاتے ہی لقمہ صدا آئی بس

آمد نہیں ہے تجھ کو تو مت خرچ کر بہت | دریا کے بیچ گاتے ہیں ملاح یہ سرود
بارش نہ کوہسار میں برسے جو وقت پر | دجلہ بھی ایک سال میں ہو جائے خشک رود

مراد جس کی تو بر لائے تیرا ہو منقاد | سوائے نفس کہ حاکم ہو پائے گر وہ مراد

جاہل ناداں پریشاں روزگار | بہتر از دانائے ناپرہیزگار
وہ تو نابینا تھا بھٹکا راہ میں | یہ گرا وہ آنکھیں ہوتے چاہ میں

کب پوچھتا ہے گوشت جو کتے کو مل گیا | دجال کا یہ خر ہے یا صالح کا ہے شتر

گر خردمند کو اوباش سے پہنچے کچھ رنج | دل میں ہرگز نہ مکدر ہو نہ ہووے برہم
سنگ بدذات اگر کاسہ زریں توڑے | قیمت سنگ نہ بڑھ جائے گی نہ زر ہوگا کم

پدر جب آخری وقت اس کا آیا | مجھے یہ اک نصیحت کر کے گزرا
کہ شہوت آگ ہے کر اس سے پرہیز | نہ کر دوزخ کی آگ اپنے لیے تیز
نہ ہوگی تاب اس آتش کی تجھ کو | بجھا آج اس کو آب صبر سے تو

جاہلوں کے گروہ میں اک عالم | یہ مثل کہہ گئے ہیں صدیقاں
ہووے معشوق جیسے اندھوں میں | یا مصحف قرآں میان زندیقاں

سخن کہنے کا قصد اس وقت کر | کہ جانے کہ ہوگا سخن کارگر

دوستوں کے ساتھ بات آہستہ کر
دشمن خوئی نہ سن لیوے کہیں
گر کہے دیوار کے آگے بھی کچھ
جو نکتا رہ ہوں نہ واں بھی سامعیں

تو اس دوست سے دھو خردمند ہاتھ
جو ہو ہمنشیں تیرے دشمن کے ساتھ

قضا نہ بدلے گی گرچہ ہزار نالہ و آہ
بشکر یا بشکایت کسی کے لب پر آئے
فرشتہ جو کہ گرہ پر ہوا کے حاکم ہے
نہ کھائے غم جو چراغ ایک بیوہ کا بجھ جائے

ہوگا درویشوں میں تیرا خوں مباح
مال تیرا گر نہ ہو ان پر سبیل
یا تو مت رل یار نیلی پوش سے
یا تو اپنے گھر پر کھینچ انگشت نیل
یا تو مت کر فیلبانوں سے ملاپ
یا بنا وہ گھر بندھے جس گھر میں فیل

نہ ہو کتے کو اک لقمہ فراموش
اگر سو دفعہ مارے اس کو تو سنگ
دگر سب عمر سفلہ کو نوازے
ہو ادنیٰ بات پر آمادۂ جنگ

وہ سنا ہے تو نے اک جنگل کے بیچ
جاں سے گزرا ایک تاجر مالدار
بولا چشم تنگ دنیا دار کو
پر کرے ہے صبر یا خاک مزار

گر سفر کو جائے اپنے شہر سے
محنت و سختی نہ کھینچے پارہ دوز
ملک سے باہر خرابی میں پڑے
شب کو سوئے بھوکا شاہ نیمروز

ہے سنا تو نے چھپ کے اک دلبر
اپنے عاشق سے کہتا تھا اکثر
جب تلک اپنی قدر ہے تجھ کو
تجھ کو میری قدر بھلا کیا ہو

متقی کو ہے بس یہی زنداں
کہ رہے وہ بحلقۂ رنداں

کیے جس نے برسوں تلک نیک کام
کرے اک بدی اس کو رسوائے عام

جب ہووے بھوک قوت پرہیز کب رہے
افلاس باگ کھینچ لے تقویٰ کے ہاتھ سے

ہووے جس جوہر کے قابل اصل ہی
تربیت کا اس میں ہی ہووے اثر
کوئی صیقل صاف کرنے کا نہیں
ایسے لوہے کو جو ہووے بدگہر
گو ملیں ساتوں سمندر ہی تجھے
ان میں کتے کو کبھی دھونا نہ پر
پاک ہونے کا نہیں بلکہ پلید
بیشتر ہووے گا جو ہووے گا تر
جائے گو کعبہ کو عیسیٰ کا گدھا
پھر جو آئے دیکھیو ویسا ہی خر

وہ غم کہ جس کے بعد خوشی ہو تجھے بہم
بہتر ہے اس خوشی سے کہ ہو جس کے بعد غم

لڑائی ہے دو شخص میں آگ سی
چغل خور کرتا ہے ہیزم کشی
ملے دوسری بار دونوں کا دل
وہ کم بخت ہو درمیاں میں خجل

نہیں لائق اِنسان خاکی نژاد   کہ دِل میں بھرے کبر و تندی و باد
جو تجھ میں ہے یہ گرمی و سرکشی   نہ سمجھوں میں خاکی تو ہے آتشی
کہیں جہود و مسلمان دونوں لڑتے تھے   چنانچہ جھگڑے پہ اُن کے ہنسا میں حد سے فزوں
بطعن بولا یہ مسلمان کہ جو قبالہ مرا   نہ ہو درست میں یارب جہود ہو کے مروں
جہود بولا کہ توریت کی قسم ہے مجھے   ہوں میں بھی تجھ سا مسلماں جو جھوٹ کچھ بھی کہوں
جو عقل روئے زمیں سے ہو یک قلم معدوم   کہے نہ تب بھی کوئی آپ کو میں ناداں ہوں
ہو خوش قد گر کوئی پردے کے اندر   جو تو کھولے تو ہے مادر کی مادر
ترحم بھیڑیے پر اے برادر   ستم ہے یہ بچاری بکریوں پر
خوشی کیوں کر اُس گھر میں آئے بھلا   کہ جس گھر سے عورت کی نکلے صدا
قطرے پہ قطرہ اکٹھا ہو تو نالا ہو جائے   نالے پر نالا جو ہو جمع تو دریا ہو جائے
میں نے اِک خشک مغز کو دیکھا   کر رہا تھا عیوب صاحب جاہ
بولا میں خواجہ گر تو ہے بدبخت   نیک بخت آدمی کا ہے کیا گناہ
بنایا آپ کو خود تو نے ناداں   جو ناداں کو رکھا صحبت میں اے جاں
طلب کی میں نے اِک دانا سے اِک پند   کہا ناداں سے مت کر ربط و پیوند
کہ گر تو باخرد ہے خر بنے گا   وگر ناداں ہے ناداں تر بنے گا
فریدوں بولا نقاشانِ چیں سے   مرے ایواں کے لکھ دو گرد یہ بات
بدوں سے کر بھلائی مردِ ہشیار   کہ اچھے خود ہیں نیک اور نیک اوقات
لباسِ فقر و نانِ خشک پر میں   یہ لازم ہے کہ کر بیٹھوں قناعت
ہر اِک کی منتوں کا بوجھ اُٹھانا   ہے بہتر یا کہ اپنا بارِ منت
حق نے فرمایا کُلُوا وَاشْرَبُوا   ساتھ ہی اُس کے کہا لَا تُسْرِفُوا
گر نیک خو کے ہاتھ سے حنظل بھی کھائے تو   بہتر ہے اُس مٹھائی سے جو دیوے ترش رو
لاتا تھا آب نہر سے جو اِک غلام روز   آب نہر ہی لے گیا اِک دِن غلام کو
مچھلی کو دام کھینچ کے لاتا تھا بار بار   اب کے گھسیٹ لے گئی مچھلی ہی دام کو
شہ زور کیا کرے گا اُس میں جو ہے مقدر   بازوئے سخت سے ہے بازوئے بخت بہتر

اَشعارُ الاَخلاق

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام — کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

جہاں کے حادثوں سے اِک شے اِک رو تا ہی رہتا ہے — مگر جو اقتضا فطرت کا ہے ہوتا ہی رہتا ہے

اِتفاق امرِ مصیبت کو مَیں سمجھا تھا مگر — اب وہ میرے لیے قانون ہُوا جاتا ہے

تجھے اے اُمیدِ فردا، بے ثبات پیار کرتے — گر اپنی زندگی کا ہم اعتبار کرتے

بلند آشیانوں پہ بجلی گری — جو نیچے تھے ڈوبے وہ سیلاب میں

بلائیں بھی وہیں آتی ہیں جس جا تنگدستی ہے — یہ زنجیرِ مصیبت بیکسوں کو خوب کستی ہے

کل ہم آئینے میں رُخ کی جھریاں دیکھا کیے — یادگارِ عمرِ رفتہ کا نشاں دیکھا کیے

اِنساں کو ہے مصاحبِ بد سے کمال رنج — دیتا ہے پڑ کے آنکھ میں مژگاں کا بال رنج

قبر میں جاتے ہیں شاید رنج سے راحت ملے — اِس زمیں سے دُور کچھ تو آسماں ہوجائیگا

کبھی شادی کبھی غم ہے یہی عالم ہے عالم کا — مہِ عید الضحیٰ گزرا تو چاند آیا محرم کا

یہ اثر تیرا ہم اے دورِ قمر دیکھتے ہیں — بے ہُنر عیش میں ہیں، اہلِ ہُنر دیکھتے ہیں

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں — تخمِ خواہش دِل میں تو بوتا ہے کیا

کہنے کو یُوں جہاں میں ہزاروں ہیں یار دوست — مشکل کے وقت ایک ہے پروردگار دوست

کِس سے کہوں تلوّنِ ابنائے روزگار — دُشمن یہ لاکھ بار ہُوے لاکھ بار دوست

زمانہ رنج دیتا ہے بقدرِ حال انساں کو — گدا کو فکرِ ناں اندیشۂ عالم ہے سُلطاں کو

بجا ہے ترکِ عبادت جو کرے صاحبِ زر — پڑھے نماز وہ کیا نشۂ شراب میں ہے

بے ہُنر مسند نشیں اہلِ ہُنر دردر خراب — عقلِ انساں سے خُدا کا کارخانہ دُور ہے

بدل جائے جو تھوڑے رنج و غم میں وہ طبیعت کیا — کیا ہو شکر جس مُنہ سے کریں اُس سے شکایت کیا

مرد خوشخو نہیں تو پھر کیا ہے — پھُول میں بُو نہیں تو پھر کیا ہے

شوق یہ سیرِ عدم کا تم نہیں — وہ چلے جاتے ہیں جن میں دَم نہیں

کن حسرتوں سے چھوڑ کے ہم یہ جہاں چلے — آئے تو حد سُبک تھے پہ کتنے گراں چلے

اب عفو وہ کرے نہ کرے اختیار ہے — اُمیدِ عفو میں ہیں گنہ گار ہو چکا

اُٹھاؤں سختیاں لاکھوں کڑی بات اُٹھ نہیں سکتی — مَیں دِل رکھتا ہُوں شیشے کا جگر رکھتا ہُوں آہن کا

آئی بہار ہوگئے سب خارِ راہ سبز — لیکن ہُوے نہ آہ یہ بختِ سیاہ سبز

جب تواضع سے جھکے حیلت سے دشمن کٹ گیا تیغ کا خم جانتے ہیں ہم خمِ تسلیم کو

سرسبز باغِ دہر میں اہلِ قلم نہیں دیکھی ہری بھری کبھی شاخِ قلم نہیں

بہرِ رفتار میں جب کرتا ہوں تدبیر نئی ڈال دیتا ہے فلک پاؤں میں زنجیر نئی

یوں موسمِ شباب ہمارا گزر گیا گویا چڑھا ہوا کوئی دریا اُتر گیا

اُٹھائے رنج کیا کیا زندگی میں اجل آ، جان بچتی ہے اسی میں

سیہ بختی سخن سنجوں کو لازم ہے سمجھ دیکھو نہیں چلتا ہے جب ہوئے سیاہی سے قلم خالی

اُمید و بیم کے جھگڑوں سے آگاہی نہیں رکھتے سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہیں رکھتے

تجھے اے چرخ کیا مشکل ہے ہمکو مطمئن رکھنا فقیرِ بے نوا ہیں شوکتِ شاہی نہیں رکھتے

آہیں افلاک میں مل جاتی ہیں محنتیں خاک میں مل جاتی ہیں

جمتی نہیں ہے ران کسی شہسوار کی کیا شوخیاں ہیں ابلقِ لیل و نہار کی

موقعِ بحث نہیں صاحبِ اقبال ہیں آپ میری ہر بات بُری آپ کی ہر بات اچھی

کُفر کی رغبت ہے دِل میں اور بتوں کی چاہ بھی کہتے جاتے ہیں مگر مُنہ سے معاذ اللہ بھی

واہ کیا جلوہ ہے پیشِ چشم ادراکِ بشر شبہ بھی ہاں بھی نہیں بھی وہم بھی اللہ بھی

اپنی قسمت سے بدل لاؤں میں قسمت کس کی چھین کر دوں دلِ مضطر تجھے راحت کس کی

ہر لحظہ دیکھتا ہوں زمانے کی شان اَور گویا زمین اَور ہے اور آسمان اور

بھری ہے انجمن لیکن کسی سے دل نہیں ملتا ہمیں میں آ گیا کچھ نقص یا کامل نہیں ملتا

موقوف ہے کیوں حشر پہ انصاف ہمارا قصہ جو یہاں کا ہے تو پھر طے بھی یہیں ہو

جان دے جاناں کو ورنہ تجھ سے لے لیگی قضا خود تو ہی منصف ہو اے دِل یہ بجا یا وہ بجا

تو رنج و راحتِ گیتی سے مت کر غم نہ ہو شاداں کہ آئینِ جہاں یکساں کہاں رہتا ہے اے ناداں

خشتِ اول گر رکھے معمار کج تا ثریا جائے گی دیوار کج

وہ کارخانہ جس کی غفلت پہ ہو بنا ہشیار جینا اُس میں کچھ حکمت نہیں دلا

لائقِ اُلفت نہیں ہر ایک سر بارِ عیسےٰ کھینچے کب ہر ایک خر

رہے گا ہمیشہ ترا کیسہ پُر جو سمجھے تو ہر شخص کو کیسہ بُر

نہیں کہتا ہوں مذہب سے جُدا رہ یہ جس مذہب میں ہو وے با خُدا رہ

بھوکا مُلحد اور خانہ خالی پُر خواں عقل باور نہیں کرتی رکھے خوفِ رمضاں

درمیانِ قعرِ دریا کرکے مجھ کو تختہ بند پھر یہ کہتا ہے کہ دامن تر نہ ہووے ہوشمند

باقی جنوں کو کام ہے مُشتِ غبار سے بچے ہیں کھیلتے مری خاکِ مزار سے

دیکھا کل اِک بے عقل کو کہتے باپ میرا مصاحب خاں تھا
باوجودیکہ کچھ نہیں معلوم ہم نے مانا کہ بے شبہ ہاں تھا
کوئی لیکن نہیں ہے گُوہ کھاتا جو کہ عہدِ قدیم میں ناں تھا

عید آگئی اور غم میں بڑھا اک غمِ دگر ماتم زدہ کو عید بھی ہے ماتمِ دیگر

نہ شادی نے دیا ساماں غم نے کچھ کیا نقصاں کہ پیشِ ہمتِ مرداں جو آیا رہ گیا مہماں

وہ چہرہ جس سے دل نہ کھِلے ہے ندیدنی وہ بات جو ہو بے مغز ہے ناشنیدنی

اے بے خبر ہے شکوۂ جورِ زمانہ کیا اے اسپِ خام سرکشی از تازیانہ کیا
جو کچھ کہ پہنچے تجھ کو وہ خود کردہ ہے ترا جورِ فلک ہے کیسا، گناہِ زمانہ کیا

دل جو خفتہ ہو ترا دیدۂ بیدار ہے ہیچ خانہ ویراں جو ہو رونقِ بازار ہے ہیچ
بیٹھنا اُٹھنا سبھی تیرا جو ہے بہرِ نماز دل جو یکجا نہ ہو اُجنبشِ بیکار ہے ہیچ

مجھ کو نہیں حساب و عذابِ حشر کا ڈر دُنیا کے لوگ دیکھوں گا پھر ہے یہی خطر

جانور فربہ ہو راہِ نوشش سے آدمی فربہ ہو راہِ گوش سے (خوشخبری سُن کر)

جو نہ ہووے یار میرا ایزد اُس کا یار ہو جو کرے غرقاب مجھ کو کشتی اُس کی پار ہو
دشمنی سے خار رکھے جو کہ میری راہ میں یا الٰہی! اُس کا گلشن دائماً بے خار ہو

اگر دشمن موافق ہو نہ تجھ سے تو لازم ہے رہے تُو اُس سے راضی
دگر نہ چند روزہ صبر کر لے رہے گا وہ، نہ تُو، نے فخرِ رازی

اپنے جمال و مال پہ مت کر غرور تُو کھوئیگا دونو اِک شب و تب میں ضرور تُو

کہتا تھا کل مجھ سے پنہاں از دانِ تیز ہوش میں نہیں رکھتا ہُوں مخفی تجھ سے رازِ مَیفروش
کارِ دُنیا کو جہاں تک ہو سکے آساں کر سخت پکڑے ہے زمانہ اُس کو جو ہے سخت کوش
پر حقیقت کی نہ سُوجھے گا، نہ جانے جو یہ راز گوشِ نامحرم کے قابل ہو نہ پیغامِ سروش

یہی بہتر ہے خود کو شاد رکھئے اور اُس شادی میں رب کو یاد رکھئے

جہاں دار جانے جہاں پروری کہیں پر ہے خشکی کہیں پر تری
کسی سے محبت کسی سے نہ کیں تو خود دانا تر ہے جہاں آفریں

نہ کہہ فالِ بد لاتی ہے حالِ بد مبادا کہ کوئی کہے فالِ بد

یہ نکتہ سربستہ کھُلا ہے حباب سے کچھ بیش نہیں عمر تری نقش آب سے

ذوقِ فنا نہیں ہے تجھے ورنہ میری جان رنگیں تر از بہار ہے یاں جلوۂ خزاں

کہتا ہُوں ہر شب کہ کل کو ترکِ سودا کروں پھر جو کل آتی ہے تو امروز کو فردا کروں

اگر الحمد چاہو پڑھ دیں سو بار — مگر لِلّٰہ کوڑی بھی ہو صد بار (بوجھ)

زمانے کی چلی اُسے دے گی بس — جسے آمد نہیں ہو خرچ بیس

گر کیا مختارِ فاعل تُو نے دُنیا میں مجھے — پھر جو چاہوں اُسکے ملنے میں ہے یہ تاخیر کیوں

گر نہیں مختارِ فاعل جو ہے تیرے حکم سے — روزِ محشر میں ہوں میں پھر واجب التعزیر کیوں

ناتوانی سے قناعت پر ہوئے مجبور ہم — ضعف کے اسباب عزت کے نگہباں ہو گئے

صبر خودداری دلیری حق پرستی اب کہاں — رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہو گئے

عمرِ دوروزہ ہو گئی اک حال پر بسر — خالی رہا زمانہ مرا انقلاب سے

بیچ میں رُکتا نہیں زنہار جز دشتِ عدم — توسنِ عمرِ رواں بھی کس قدر منہ زور ہے

اپنی زندگی کو غم و رنج و مصیبت سمجھو — موت کی قید لگا دی ہے غنیمت سمجھو

کٹتے ہوں سنگ جشت کے کتنے ہی استخواں — ان کو ہٹا ہی دیتا ہے نیرنگِ روزگار

فکرِ فردا میں عبث روز اک نئی تمہید ہے — آج تک ہم کیا ہوئے آئندہ کیا اُمید ہے

سزائے موت پا کر تجھ سے گو اے سماں چھوٹے — زمیں کی قیدِ تنہائی سے لیکن ہم کہاں چھوٹے

ہے بھڑک جتنی زیادہ جلد ہے اُتنا زوال — سب ستاروں سے ہے روشن تر ستارہ صبح کا

عالم تمام اپنی جوانی سے تھا جواں — ہم پیر کیا ہوئے کہ جہاں پیر ہو گیا

دونوں کو بے ثباتی میں تشبیہ تام ہے — تجنیس ہے حیات کی لفظِ حباب میں

ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ زحمت سے سوا رحمت — عدد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے

جانتے ہیں کہ سدا خونِ جگر پینا ہے — پھر خوشی کیا کہ ابھی ہم کو بہت جینا ہے

شیطان کو ہے سوجھتی ہر دم نئی نئی — گو ہے سیاہ کار پہ روشن دماغ ہے

دیکھا بہت حضور کا انصاف دہر میں — باقی جو رہ گیا سو قیامت کو دیکھیے

ہیں ہر اک شے میں کچھ کافر بھی کچھ دیندار بھی — یاد رکھ تو بات یہ اک محرمِ اسرار کی

صورت و الفاظ کا اکثر نہیں ہے اعتبار — ہیں فقط یہ عادتیں رفتار کی گفتار کی

سیاہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں — اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچان سکتا ہے

آج بنگلے میں مرے آئی تھی آوازِ اذاں — جی رہے ہیں ابھی کچھ اگلے زمانے والے

جب تک جیے مصیبتِ غم کی مرے سر کی — سر سے گزر کے آخر، ہم نے مہم یہ سر کی

جہانگیری سے مشکل ہے مگر کارِ جہاں بینی — جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

تہذیب کے خلاف ہے جو لائے راہ پر — اب شاعری وہ ہے جو اُبھارے گناہ پر

انساں کے قول و فعل میں اس درجہ اختلاف — منبر پناہ مانگ رہا ہے خطیب سے

کان نے ہوش کو اُلجھایا ہے افسانوں میں   آنکھ نے دل کو پھنسا رکھا ہے ارمانوں میں

دُنیا ہے بس نے کچھ بھی نہ چاہا   دل ہی نہ اُبھرا جی ہی نہ چاہا

محتاج غیر کو نہیں اک حال بد ثبات   کیا رنگ دیکھتے نہیں تم ماہتاب کا

ہر قبر پر اُڑائے علی الاتصال خاک   سمجھے جو آدمی کہ ہے میرا مآل خاک

کچھ عزیزوں کا کچھ حق کے کہنے کا خیال   آپ ہی کہیے کہ اِس موقع پہ ہم کیا کریں

لازم سمجھ تو ذات کی خاطر صفات بھی   وہ گل نہیں ہے خار ہے جو رنگ و بُو نہ ہو

خُلقِ نکو کو سب نے خوشامد سمجھ لیا   کیا کیا مصیبتیں ہیں غریب آدمی کے ساتھ

فارقِ نیک و بدِ دہر ہے تیرا پندار   ورنہ کچھ فرق نہیں شنبہ و آدینہ میں

حرص گھٹ جائے وہی نعمتِ عظمیٰ ہوگی   تیری دولت نہیں بڑھنے کی تو چھا نہ بڑھے

قسمت گئی نہ بے کسی قدر داں تلک   وہ مُدعا ہوں میں جو نہ پہنچا بیاں تلک

بدل دی ہے غمِ پیہم نے فطرت زندگانی کی   ہمیں تو اب قفس بھی آشیاں معلوم ہوتا ہے

وہ حرف ہوں ابجد میں جو مرقوم نہیں ہے   وہ لفظ ہوں جس کا کوئی مفہوم نہیں ہے

ٹھوکر جدھر کو لگ گئی جاتا ہوں لڑھکتا   اپنا ٹھکانہ مجھ کو بھی معلوم نہیں ہے

ہر ذرہ چمکتا ہے انوارِ الٰہی سے   ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو خدا بھی ہے

غنچہ مُرجھا کے گرا شاخ سے افسوس گر   کھل بھی جاتا تو یہی تھا کہ پریشاں ہوتا

پھینک دو کاٹ کے جڑ نخلِ تمنّا کی اب   پھول کم بخت میں آئے نہ کبھی پھل آئے

بگولے اِس لیے منڈلا رہے ہیں میرے مدفن پر   کہ یہ دھبّا بھی کیوں باقی رہے صحرا کے دامن پر

بارانِ غم سے جب گلِ آدم بھگو چکے   اک قطرہ عیش کا بھی پلایا نہ تر کا

ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دُنیا کا نشیب   اِس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیے

کیا پُوچھتے ہو دل کا مرے کیا مقام ہے   فطرت کے کارخانے میں غم کا گودام ہے

دل نہ آغازِ دشمنی کرنا   اب کسی سے نہ دوستی کرنا

مَوت سے قبل زندگی کیسی   جی رہا ہوں ابھی خوشی کیسی

دل نکلتا نہیں ہے بستی سے   قبر بہتر ہے تنگ دستی سے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے   تہِ خاک ہم تو اکیلے رہے

چرخ کے کیسے انقلاب ہوئے   پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوئے

راہ سیدھی تو بتا دی خضر نے   اُونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

آدمی بھی ہے فرشتہ بے گماں   ہو نہ جب تک اُس کا مطلب درمیاں

کر شکر جور و ظلم کا تنگی کی تاب لا
شکوہ نہ لب پہ اے دلِ خانہ خراب لا

نہیں ہیں جھرّیاں چہرے پہ ضعفِ پیری نے
چُنا ہے جامۂ ہستی کی آستینوں کو

اے برق ڈھونڈ لے کوئی خرمن زمانے میں
رہنے دے چار تنکے مرے آشیانے میں

فرق ظاہر ہو گیا جب سے قلم اور تیغ کا
دل میں انشا کا جو تھا ارمان رخصت ہو گیا

دیکھتے تم کہ شرارت سے یہ شہر کیا کرتا
گر اجل سر پہ نہ ہوتی تو بشر کیا کرتا

مرتبہ عالی نہیں پاتا ہے اسفل مال سے
جانتے ہیں اہلِ دانش جن کو عقل و ہوش ہے

سر کا رتبہ پاؤں کو ہرگز کبھی ملتا نہیں
اس سے کیا ہوتا ہے زردوزی اگر پاپوش ہے

شکوہ نہ کر ازل سے یہی کارخانہ ہے
آج اس کا دور ہے تو کل اس کا زمانہ ہے

کام کچھ کسب و ہنر آتا نہیں ادبار میں
زنگ سے جوہر عیاں ہوتے نہیں شمشیر کے

اے طبیبو! موت نے کھویا ہر اک آزار کو
کم نہیں دارُ الشفا سے گور مجھ بیمار کو

اجل ہے سر پہ تو بھی زیست کا ساماں نہیں کیا کیا
امیدیں رکھتی ہیں دل کو مرے اندوہگیں کیا کیا

دیں عمرِ خضر گو ہمیں پیری میں تو نہ لے
مرنا ہی اس سے خوب ہے عہدِ شباب میں

بہت پسند ہے مجھ کو خموشی و عزلت
دل اپنا ہوتا ہے اپنا خیال ہوتا ہے

نہ ملیں لوگوں سے زندگی دشوار
اگر ملو تو نتیجہ ملال ہوتا ہے

کیونکر نہ خاکسار رہیں اہلِ کیں سے دور
دیکھو زمیں فلک سے فلک ہے زمیں سے دور

جو اس سے پہلے تھا یہ وہی خاکداں ہے اب
یا رب وہ خاکیوں کی کرامت کہاں ہے اب

کیوں ویسے آدمی نہیں آتے بروئے کار
آخر وہی زمین وہی آسماں ہے اب

شگفتگی کے ہوں ساماں ہزار غربت میں
برابر ایک سی ہے خزاں و بہار غربت میں

تہی دستوں کو کیا خوفِ بلائے آسمانی ہے
کفِ افسوس مل کے رہ گئی برق اپنے خرمن پر

جس جگہ ہیں صاف طینت ایک ہے پست و بلند
آگیا پانی جہاں سطح برابر ہو گیا

مُردہ کچھ سنتا نہیں چلا کے روتے ہیں عزیز
دم میں کتنا فاصلہ اللہ اکبر ہو گیا

آسماں مر کے تو راحت ہو کہیں تھوڑی سی
پاؤں پھیلانے کو ہاتھ آئے زمیں تھوڑی سی

غم نہیں ثابت قدم کو گر جہاں گردش میں ہے
قطب کو جنبش نہیں ہے آسماں گردش میں ہے

ہے کس قدر غرور شکن راہِ زندگی
جس سر کو دیکھتا ہوں وہی پائمال ہے

تو نے جسے بنایا اُس کو بگاڑ ڈالا
اے چرخ میں نے اپنی عرضی کو پھاڑ ڈالا

خدا کی یاد میں محویتِ دل بادشاہی ہے
مگر آساں نہیں ہے ساری دنیا کو بھلا دینا

ناچیز کو نہ صحبتِ نیکاں اثر کرے
رشتہ کو کہ تو آبِ گہر کیونکہ تر کرے

رنج ہے زیرِ فلک عیش کی تمہید کے بعد
دیکھیے ماہِ محرم ہی پڑا عید کے بعد

رکھنا اُمید، فہم کا اپنے قصور ہے
امداد وقتِ بد میں قریبوں سے دُور ہے

ہر قطرہ اور ذرّہ ہے موردِ حوادث
دفتر ترا کہاں تک، زورِ قلم کہاں تک

آہ کیا کیا ہو چکے ہیں انقلابِ روزگار
موجبِ عبرت ہے تفسیرِ کتابِ روزگار

آگیا فضلِ خدا سے فنِ صبر
اب مصیبت کی مجھے پروا نہیں

تکلف کی ضرورت کیا جہاں سچی محبت ہو
حلاوت شیرِ مادر میں نہیں ہوتی ہے شکر سے

ہم کب شریک ہوتے ہیں دُنیا کی جنگ میں
وہ اپنے رنگ میں ہے ہم اپنی ترنگ میں

بے ثباتی ہے نہایت حُسنِ بے ناموں کو
پائداری ہوتی ہے کم شمعِ بے فانوس کو

بس رُخ چلیں رسولؐ تو دُنیا سے اُٹھ گئے
اللہ ہے سو اُس کو میں پہچانتا نہیں

غفلت میں زندگی کو نہ کھو گر شعور ہے
یہ خواب زیرِ سایۂ بالِ طیور ہے

اُسی کو دیتے ہیں ہوتے ہیں جس سے منتفع منعم
کہ بادل سے سمندر ہی میں بس موتی برستے ہیں

غضب کا عبرت افزا انقلاب چرخِ گرداں ہے
ابھی اک شور برپا تھا ابھی اک ہُو کا میداں ہے

خدا میں شک ہو تو ہو موت میں نہیں کوئی شک
مشاہدے میں بھی کہیں احتمال ہوتا ہے

دیکھ جو کچھ سامنے آجائے مُنہ سے کچھ نہ بول
آنکھ آئینے کی پیدا کر دہن تصویر کا

ہے بُروں کو عیش اور اچھوں کو ہے دُنیا میں رنج
توڑتا ہے گل کو گلچیں، چھوڑتا ہے خار کو

کامیابی خارج از ہمت سے ناکامی بھلی
لطفِ دُشمن ہی سے شہرت ہو تو گمنامی بھلی

بے وفا سمجھیں تمھیں اہلِ حرم اس سے بچو
دَیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی

پُختہ ہو کر اپنی شاخ و بُن سے ہوتا ہے جُدا
اے ثمر چشمِ محبت میں تری خامی بھلی

اے دل نہ بنا غیر کو محرم اپنا
ہر زخم پہ رکھ آپ تو مرہم اپنا

تنہائی میں آپ اپنے دُکھ درد کو جھیل
اپنے کو بنا آپ ہی محرم اپنا

عالمِ اسباب سے حاصل ہوا آخر کفن
چلتے چلتے آسماں سے ہم بھی خلعت لے گئے

تیرہ بختی کے اثر نے شام سے گُل کر دیا
صبح کو کوئے سے اُٹھا کر شمعِ تربت لے گئے

قبر گر پختہ بنی مُردے کو کب
اُستخواں ہر ایک چُونا ہو گیا

مُردہ غریب تو ہے گڑھے میں پڑا ہوا
کیا فائدہ جو روضہ ہے اے مہرباں بلند

بیزار زندگی سے ہوں یہ شوقِ مرگ میں
ڈھونڈوں چراغ لے کے جو پیدا مزار ہو

زندگانی نے مجھے مُردہ بنا رکھا ہے
ملک الموت سے سائل ہوں مسیحائی کا

آواز یہ آتی ہے لبِ آبِ بقا سے
مرنا ہی یہاں خوب ہے جینا نہیں اچھا

اے موت آ کہیں رہوں تا چند منتظر — لادے ہوئے سفر کا سر انجام دوش پر

دُنیا میں لاکھ سعی سے پایا نہ ایک باغ — ملتا نہ سہل جان تو اے بے خبر بہشت

بجلی جلائے گلشنِ ہستی میں ہم صفیر — صیّاد کے ڈر سے جو کروں آشیاں بلند

میخانہ یہ خرابۂ عالم اگر نہیں — پھر کس لیے کسی کو کسی کی خبر نہیں

ناسخ ہے اِس جہان کا دارِ غرور نام — معذور ہے اگر کوئی مغرور ہو گیا

نہیں غم نقدِ جاں گو ہاتھ سے جائے — نہ میں عطار سے لوں گا دوا قرض

توڑوں جو اپنے پائے طلب فائدہ نہیں — تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو پائے حرص

بظاہر بے کسی گورِ غریباں پر برستی ہے — مگر زیرِ زمیں جا کر جو دیکھا خوب بستی ہے

خرمنِ عالم میں جو دانہ مری قسمت کا ہے — برق کی خاطر ہے کچھ ہے آسیا کے واسطے

خاکساری کا جہاں میں سب سے عالی رُتبہ ہے — یہ زمیں وہ ہے کہ جس پر آسماں ہوتا نہیں

ہے یہ کیسا غمکدہ اے بزم آرائے جہاں — کتنے اِس محفل میں ہیں پر شادماں کوئی نہیں

کیا ضرورت تھی جو یہ زحمت گوارا کی گئی — کیوں مجھے ناپید ہونے کے لیے پیدا کیا

عزت اُسی کی اہلِ نظر کی نظر میں ہے — سب کچھ بشر میں ہے جو محبت بشر میں ہے

آج تک کیا نہ ہوا اور نہ ہوگا کیا کیا — دیکھا اور دیکھیں گے دُنیا کا تماشا کیا کیا

گھر آپ کے بچشمِ گہر بار آئے ہیں — ہم نذر دینے موتیوں کا ہار آئے ہیں

مُوئے سفید نکلے، بعد از شباب مُنہ پر — دیتی ہے زندگانی، دیکھو جواب مُنہ پر

معنی کا لُطف کچھ نہیں صورت پرست کو — بلبل نہ ہو فریفتہ عطرِ گلاب پر

فرشِ نفیس خاک ہے بستر اگر نہیں — کنجِ لحد میں چین کریں گے جو گھر نہیں

کیا لُطفِ زندگی دلِ غم مُبتلا کے ساتھ — سیرِ جہاں کو آئے بھی تو کس بلا کے ساتھ

ہم بابِ وضع سے رہے ناکام بیشتر — نازک دماغیاں بھی ہیں یاں التجا کے ساتھ

فسردہ دِل چمنِ روزگار میں آئے — خزاں کو ساتھ لیے ہم بہار میں آئے

جب اِن ناکامیوں پر منحصر ہے زندگی اپنی — خدایا مرگ کیا ہوگی جو جینا اسکو کہتے ہیں

کروں میں ابتدا کس سے الٰہی — تمنائیں ہیں دِل میں انتہا کی

دِلِ مایوس میں وہ شورشیں برپا نہیں ہوتیں — اُمیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں

مری بیتابیاں بھی جزو ہیں اک میری ہستی کی — یہ ظاہر ہے کہ موجیں خارج از دریا نہیں ہوتیں

ہوا ہوں اِس قدر افسردہ رنگِ باغِ ہستی سے — ہوائیں فصلِ گل کی بھی نشاط افزا نہیں ہوتیں

جنگل میں تختۂ گلِ خود رو کو دیکھ کر — تازہ ہوا زمانہ کی ناقدریوں کا داغ

حقیقت بیں نگاہوں کو چمن ہے منظرِ عبرت
نظر آتی ہے پھولوں میں جھلک خونِ عنادل کی

ہوگی نہ قدرِ جان کی قربانیاں کیے بغیر
دام اٹھیں گے نہ جنس کے ارزاں کیے بغیر

نفس سے سر بر ہوتی دانش نہ صبر و عقل و ہوش
ایک دشمن بر سرِ کیں ہو تو ہیں سب یار ہیچ

مری ناکامیابی کی کوئی حد ہو نہیں سکتی
صداقت چل نہیں سکتی خوشامد ہو نہیں سکتی

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پاؤں رکاب میں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں

بنایا جسمِ خاکی مرکبِ جاں مدتوں اے دل
چلی ریگِ رواں میں کشتیِ عمرِ رواں برسوں

کیا خاک ہو غمِ دلِ اندوہ گیں غلط
لکھا نصیب کا بھی ہوا ہے کہیں غلط

کہنے کے واسطے ہیں بہت یار آشنا
لاکھوں میں یاں نکلتے ہیں دو چار آشنا

زندگی تلخ ہے اب ضبط کیے سے حاصل
صبر کرتے تھے رہے صبر کے جب تک قابل

اچھی نہیں شے کوئی محبت سے زیادہ
وہ بھی ہے بری ہو جو ضرورت سے زیادہ

ستم دورِ گردوں کے سہ جاؤں گا
جو گزرے گی دل پر وہ کہہ جاؤں گا

آرزوئیں کچھ نہیں جن کا لقب ہے کامیاب
مشکلیں کیا خاک ہونگی وہ کہ آساں ہو گئیں

بشر کو چاہیے پاسِ دلِ بشر رکھے
کسی کا ہو کے رہے یا کسی کو کر رکھے

انساں چلے وہ چال کہ جو ہو جہاں پسند
مہماں سے ہو وہ کام جو ہو میزباں پسند

جو کوئی دن کو چلے شب کو ٹھہر جاتا ہے
قاصدِ عمرِ رواں آٹھ پہر جاتا ہے

در پیش ہے ہزار مصیبت امید سے
کچھ غم نہیں ہے دل کو جو کچھ آرزو نہیں

نا امیدی تیرے قرباں تو نے دی راحت مجھے
ایک ارماں کم ہوا جب ایک دشمن کم ہوا

کیوں غنچہ پریشاں نہ ہو ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہونا ہی دلِ شاد غضب ہے

جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

لاٹھی بھلی کہ جس کی ملی ہووے رگ سے رگ
بیکار توپ جس کے ہوں پرزے الگ الگ

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

بے بصر ہیں وہ جو نخوت میں یہاں خود بیں ہیں
جن کی آنکھیں کھل گئیں ان کی زبانیں بند ہیں

جوں شرر ہے ہستیِ بے بود یاں
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

زور ہی کیا تھا جفائے باغباں دیکھا کیے
آشیاں جلتا رہا ہم ناتواں دیکھا کیے

جوشِ گل چاکِ قفس سے دمبدم دیکھا کیے
سب نے یاں لوٹیں بہاریں اور ہم دیکھا کیے

روشن ہے اس طرح دلِ ویراں کا داغ ایک
اجڑے نگر میں جیسے جلے ہے چراغ ایک

صحبت منافقانہ ہے ہر جا تعلق سے
گر اتفاق ہے کہیں تو اتفاق سے

زندگی بھر نہ یہ دیدۂ گریاں ٹھہرا
کشتیِ عمر ڈوبی تو یہ طوفاں ٹھہرا

غم ہے اس بحر میں کیا بے سر و سامانی کا
ناخدا خود ہے خدا کشتیِ طوفانی کا

طلب خدا سے کسی چیز کی نہیں ہم کو
یہی کہ عمرِ دو روزہ تمام ہو جائے

سازِ ہر صورت میں اے دل مرکزِ ایجاد ہے
نَے اگر ہے سب کی لیکن ایک سی فریاد ہے

ہر جزو کو ہے نسبتِ خاص اپنے کل کے ساتھ
کیا امتیاز قطرہ و دریا کرے کوئی

دیوانگانِ عشق کی بخشش عذاب ہے
پیدا کہاں بہشت میں صحرا کرے کوئی

ساز ہے ٹوٹا ہوا اور زمزمے خاموش ہیں
اہلِ دل لیکن ابھی محوِ نوائے دوش ہیں

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

وہ سودا زندگی کا ہے کہ غم انساں سہتا ہے
نہیں تو ہے بہت آساں اس جینے سے مر جانا

الجھ پڑوں کسی دامن سے وہ خار نہیں
وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں

ہم کو بہار میں بھی سرِ گلستاں نہ تھا
یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شادماں نہ تھا

کبک و قمری میں ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے
کل بتا دے گی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہے

مطمئن اس سے مسلماں نہ مسیحی نہ یہود
دوست کیا جانئے یہ چرخِ کہن کس کا ہے

واعظ اک عیب سے تو پاک ہے یاں ذاتِ خدا
ورنہ بے عیب زمانے میں چلن کس کا ہے

جا چکا قافلۂ ملکِ عدم دور تو کیا
ہم بھی دم بھر میں خدا چاہے تو جا لیتے ہیں

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیالِ رزق ہے رزاق کا خیال نہیں

خوب خوش باش گزر اہلِ صفا کرتے ہیں
نہ خفا ہوتے ہیں ایسے نہ خفا کرتے ہیں

آدمیت کو فقط جوہرِ انساں جانا
جس میں اخلاق نہ پائے اسے حیواں جانا

میں اپنا دردِ دل جا کر کہا جس پاس عالم میں
بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

آندھی کی ہوا برق کا دم دیکھ چکے ہیں
آگے نہ بڑھی عمر سے رفتار کسی کی

اس کشتِ روزگار میں تخمِ بقا نہیں
اس بوستاں کے پھولوں میں بوئے وفا نہیں

اس بزم کے چراغوں میں نورِ ولا نہیں
اس بحر کے صدف میں دُرِ مدعا نہیں

گھر کون سا بسا کہ جو ویراں نہ ہو گیا
گل کون سا ہنسا کہ پریشاں نہ ہو گیا

کن قافلوں کو خاک نہ اس راہ نے کیا
کن یوسفوں کو غرق نہ اس چاہ نے کیا

حق کا ملنا تو بہت آسان ہے
آدمی البتہ مشکل سے ملا

اڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

مر کر بھی نہ مرقد میں گئی گردشِ نصیب ۔ ہم سمجھتے تھے زیرِ زمیں آسماں نہیں

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی ۔ جو بڑھ کر خود اُٹھالے ہاتھ میں مینا اُسی کا ہے

غرور اب کیا بڑھے گا خم ہوئے اِس درجہ پیری میں ۔ ہم اپنے سر کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگاتے ہیں

جس کی بہار پہنچی نہ آخر خزاں تلک ۔ آیا نہ ایک گل کبھی اِس بوستاں تلک

سختی سے گزرے اہلِ سعادت کی یاں معاش ۔ ہے منحصر غذائے ہُما استخواں تلک

ہے اپنی زندگی کی یہ روداد مختصر ۔ کچھ روز بے کسی میں جیے اور مر گئے

سارے جہاں کا رنج مرے دِل میں آ گیا ۔ کیا کوزہ تھا کہ جس میں یہ دریا سما گیا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دلِ زار نہ تھا ۔ لیکن اِس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

ہیں جو روشن طبع بغض اُن سے سیہ کاروں کو ہے ۔ چور کو جس طرح آتا ہے نظر دُشمن چراغ

بہر کہ اُنس گرفتم ہزار عیب گرفت ۔ مصاحبے کہ درو عیب نیست تنہائی ست

وقتِ بد میں کون دیتا ہے کسی کا ساتھ رند ۔ یار ثابت اِک ملی دُنیا میں تنہائی مجھے

مآلِ کار سمجھایا قصور نے ہم کو ۔ یہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے

غافل نہ فکرِ زاد سے رہنا کہ بے خبر ۔ کیا جانئے یہ قافلہ کس دم سفر کرے

ہے رہنمائے خلق عمل جس کے نیک ہوں ۔ کافر ہو وہ عقیدے میں یا دیندار ہو

مختار بھی مجبور بھی کاموں میں بشر ہے ۔ اِس سے یہ سزاوارِ جزا ہے بھی نہیں بھی

جا و بے جا کے حوادث سے بچاتی ہے تجھے ۔ موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبانِ زندگی

رُوح کو آرام آغوشِ بدن میں کیوں نہیں ۔ یا خُدا اخلاص اِس دُلہا دُلہن میں کیوں نہیں

نہیں ممکن کہ ہو اصلاح ظالم کی طبیعت کی ۔ رہے خونریز خنجر گر بجھائیں آبِ حیواں میں

سمجھیں کہ نرم و سخت مقدر ازل سے ہے ۔ کب سر کسی کے گوشت میں ہے استخواں عبث

حکمتِ حق ہے طبائع کی کجی و راستی ۔ گر کماں پیدا نہ ہو کس طرح پھینکے تیر کو

آتش کدہ میں دہر کے رہ سرنگوں کہ یاں ۔ جُوں شمع سر اُٹھاتے ہی لگتی ہے سر کو آگ

دے جو محتاجوں کو دینا ہے کہ فرصت ہے ابھی ۔ ڈھونڈتا ہے گور میں قاروں گدا ملتا نہیں

نہ کیوں پابند ہوں اہلِ صفا خانہ نشینی کے ۔ نکلتے کس نے دیکھا ہے کبھی آئینے کو گھر سے (گھر یعنی چوکھٹ)

جو دم ہے غنیمت ہے کیا جانئے کیا کل ہو ۔ اِک دم کی نسبت ہے امروز کو فردا سے

بدل جاتی ہیں آنکھیں وقت پر ہر ایک مونس کی ۔ ضرورت ہی نہ پیدا ہو ضرورت ہے ہمیں اِسکی

پڑھ سکتا سرنوشت کا مطلب نہیں کوئی ۔ معلوم کچھ نہیں کہ یہ خط کس زباں میں ہے

کام سب تقدیر پر ہیں ہے مگر تدبیر شرط ۔ کچھ سبب بھی چاہیے اِس عالمِ اسباب میں

محتاج اب نہیں ہم، ناصح نصیحتوں کے — ساتھ اپنے سب وہ باتیں بیتی گئی جوانی

پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر — موئے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر

لباسِ اہلِ تقویٰ پر نہیں کچھ منحصر واعظ — کہیں کیا ہم نے کس کس لباس میں دیکھا ہے دنیا کو

بے وطن ہو کر زمانے میں ہوئے نالاں بشر — آشنا نالوں سے ہرگز نے نیستاں میں نہیں

جس چشم کے پردے میں چھلکتے رہیں آنسو — دراصل وہ سرچشمۂ انوارِ خدا ہے

غیر گردش کے نہیں ملتا ہے رزق — شاہد اس کا دیکھ سنگِ آسیا

رہتا ہے وہ خرابے میں پنہاں مثالِ گنج — جو دل شکستہ ہے وہی دل ہے مقامِ دوست

جو لوگ آسماں نے یاں خاک کر اڑائے — بے عبرتوں نے لے کر خاک ان کی گھر بنائے

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے — عاقل وہی ہے جو یہاں عاقل نہیں ہوتا

زندگی نے مجھے ہلاک کیا — مر گیا موت کے نہ آنے سے

پسند آئی ہے عزلت ہمیں اب اور گھر کا گوشہ ہے — خدا کی یاد منزل ہے، قناعت اپنا توشہ ہے

نہیں بننے کا سودا ہم سے اس بازارِ عالم میں — عداوت کی ہے ارزانی محبت کی گرانی ہے

ایک دم ہے یاں ترقی اور تنزل ایک دم — کوزے ہیں اہلِ جہاں اور آسماں دولاب ہے

فطرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں — پیدا ہوئی نہ اس لیے ہڈی زبان میں

بند کر اپنی زباں پھر نہیں دشمن کا خطر — مرغِ تصویر کو اندیشۂ صیاد نہیں

عریانِ محض مجھ کو نہ کر کچھ خدا سے ڈر — چادر تو کوئی دے فلک میرے کفن کو چھوڑ

تصویرِ غم مجھے نظر آتی ہے عیش میں — ماتم صدف کا کرتا ہوں گوہر کو دیکھ کر

مزا نہیں ہے خموشی کا خوش بیاں کے لیے — زباں سخن کے لیے ہے سخن زباں کے لیے

راز پوشی کاش ہم کو بھی سکھائے عندلیب — نام شبنم کا ہو اور آنسو بہائے عندلیب

درازی عمر کی ہے ہر کسی کی خاکساری سے — نہیں بجھتے جو خاکستر سے اخگر بند کرتے ہیں

سرکشی آخر فرومایہ کو دیتی ہے شکست — ٹوٹتا ہے نخل پر انجام خشتِ خام کا

بد سرشتوں کو نہ نیکوں کا اثر ہو ہرگز — صحبتِ گل سے نہ ہو دیں کبھی خوشبو کانٹے

یہ گردوں ابتدا سے اب تلک ممنون ہے میرا — سکھائی گردش اس کو جس نے وہ میرا مقدر تھا

دہنِ گرگ سے جیتا جو بچوں صحرا میں — ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے

جنت و حور کا طالب ہوں میں افسوس افسوس — کارِ طاعت ہے باغراضِ معلل میرا

خم جب سے قدِ راست میں آیا سنبھل گئے — سیدھے ہوئے ہم ایسے کہ سب بل نکل گئے

ہم خود ہی راست ہو گئے جب پیر ہو گئے — قد جب کماں ہو گیا ہم تیر ہو گئے

بہت مشکل ہے رہنا پاک دامن نوشِ دنیا سے
ضرور الجھا وہ جو اِس وادیٔ پُرخار میں آیا

غضب ہے جان کو پہلو میں ہونا دل سے دشمن کا
محلِ خوف ہے ہمسایہ قصاب و برہمن کا

کیونکر نہ ہووے خاک کے پُتلے کو جاں عزیز
رکھتا ہے میہماں کو بہت میزباں عزیز

سراپا آرزو ہوں کیا نہ مانگوں اور کیا مانگوں
خدا سے گر دعا مانگوں دلِ بے مدعا مانگوں

جان دی ہے جس کو تجھ نے نان بھی دے گا وہی
جو ترا خلّاق ہے ناصح وہی رزّاق ہے

وہ حسرتیں لحد میں ہیں دنیا تھی جس سے تنگ
وسعت کہاں کی آ گئی دو گز زمین میں

رفیقِ حال بُرے وقت میں نہیں کوئی
مثلِ یک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں

پارسائی اور جوانی کیوں کر ہو
ایک جا پر آگ پانی کیونکہ ہو

سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم
ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے

وا دریغا عجیب ہستی ہے
موت ہستی پہ اپنی ہنستی ہے

ہم سا کوئی گمنام زمانہ میں نہ ہوگا
گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا

دل دلاسوں سے کیے ہے آہ و زاری بیشتر
خانۂ ماتم میں ہو پُرسے سے زاری بیشتر

ہم بھی آدابِ شریعت سے تھے آگاہ مگر
نہ ہو برتاؤ میں جو رسم وہ کیا یاد رہے

اِک شخص کو توقع بخشش کی بے عمل ہے
اے زاہدو! تمھارا اِس میں ہے کیا اجارا

ہر چند آئنہ ہوں پہ اتنا ہوں ناقبول
مُنہ پھیر لے وہ جس کے مجھے روبرو کریں

برنگِ آبلہ اے وائے کیا یہ زندگانی ہے
کہ جس کے پاؤں پڑتا ہوں اُسی کو سرگرانی ہے

رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ
زندگی موت ہے حیات نہیں

اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیونکر کروں
بے طرح آتا ہے مجھے غصہ مگر کس پر کروں

کچھ پتا منزلِ مقصود کا پایا ہم نے
جب یہ جانا کہ ہمیں طاقتِ رفتار نہیں

مدتوں رشک نے اغیار سے ملنے نہ دیا
دل نے آخر یہ دیا حکم کہ کچھ عار نہیں

ملی کچھ روز راحت ہم کو برسوں جھیل کر زحمت
بڑی کاوش سے قطرے شہد کے حنظل سے نکلے ہیں

ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں
درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں

دین اور فقر تھے کبھی کچھ چیز
اب دھرا کیا ہے اُس میں اور اِس میں

فریبِ حسن سے گبر و مسلماں کا چلن بگڑا
خدا کی یاد بھولا شیخ بت سے برہمن بگڑا

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا
میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کفِ میزاں سے

تباہی پر ہے لازم یادِ حق اہلِ توکل کو
خدا پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں

تدبیر سدا راست جو آتی نہیں اکثر
انساں کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیز

طفلی میں بھی شادی متوحش رہی ہم سے — پایا نہ لطف جمعہ بھی کچھ ہفتہ کے غم سے
نفسِ شقی بھی روح کے ہمراہ تن میں ہے — یوسف کے ساتھ گرگ بھی اس پیرہن میں ہے
کیوں منہ پہ یہ لگاتے ہیں دھبّے خضاب کے — پیری نہ رنگ لائے گی عہدِ شباب کے
باقی رہی ہے شیخ کو حسرت گناہ کی — کالا کرے گا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی
چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر — کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی
پیری میں شوق کیوں نہ کریں ہم خضاب کا — رہ جائے کوئی صفحہ کیوں سادہ کتاب کا
گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر — آدھی شباب میں کٹی آدھی خضاب میں
روزِ سیاہ دہر سمجھ رنگِ عارضی — دو چار روز رہتی ہے رنگت خضاب کی
منتشر رہتا ہے مجموعۂ خاطر اپنا — ہر ورق جس کا پریشاں ہے وہ دفتر اپنا
میں تنگ ہوں اتنا کہ قبیلے میں سے کوئی — میراث کے لینے کو بھی وارث نہ کہایا
ممکن نہیں جو حرفِ قضا ہو جبیں سے دور — جو نقش ہو چکا نہیں ہوتا نگیں سے دور
بے برگی پہ اپنی رو دیا میں — پتا جو گرا کسی شجر کا
زمین و آسماں کا فرق ہے ادنیٰ و اعلیٰ میں — چمک سے ہمسرِ خورشید ذرّہ ہو نہیں سکتا
ہے فرق شاہ و گدا میں قولِ شاعر ہے یہی — شیرِ قالیں اور ہے شیرِ نیستاں اور ہے
کھینچے گی خاک ہو گا ٹھکانا جہاں کہیں — دو گز زمیں تو دے گا کبھی آسماں کہیں
جگہ تربت کی ہی تھوڑی ملے بعدِ فنا مجھ کو — فلک میرا بھی حق ہے کچھ تو موجوداتِ عالم میں
اپنے بندوں کو دیا ہے جس قدر اللہ نے — کچھ نہ کچھ اس کے سوا ہے ہر بشر کی احتیاج
کہیں ہم جستجو کرتے پھرے اور یہ کہیں نکلی — جو تھی آسائشِ دنیا وہ سب زیرِ زمیں نکلی
جب یہ کہتا ہوں کہ بس دنیا پہ اب تُف کیجیے — نفس کہتا ہے ابھی چندے توقف کیجیے
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ سر جانا — اجل کیا ہے؟ خمارِ بادۂ ہستی اتر جانا
نتیجہ زندگانی کا ہے کچھ دنیا میں کر جانا — خیالِ موت بیجا ہے وہ جب آئے تو مر جانا
مقامِ کوچ کیا ہے منزلِ مقصود تک بھولے — قیامت تھا سرائے دہر میں دو دن ٹھہر جانا
راحت کا جہاں میں یونہی اک نام ہے گویا — راحت کی تلاش اک طمعِ خام ہے گویا
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر — دیوانہ ہو جو حالِ قضا و قدر کھلے
محوِ کار اس بزم میں ہر شمع ہر پروانہ ہے — حسرت اس پر ہے جو حرفِ قصہ و افسانہ ہے
عبث طولِ امل ہے یہ خیاں ہو گا چنیں ہو گا — نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زیرِ زمیں ہو گا
غافل یہاں کے لذت و آرام پر نہ جا — دنیا میں ہائے ہائے بہت ہے مزے کے بعد

اِک اضطراب دل کو مرے کر گیا خراب　　کیا پُوچھتے ہو حالِ زمیں زلزلے کے بعد

نہ تعلق ہے کسی سے نہ شناسائی ہے　　انجمن میں ہوں مگر عالمِ تنہائی ہے

غم نہیں ہے فلک! جو تاج نہیں　　ہم کو سر کی بھی اِحتیاج نہیں

ہر طرح رِزق ہم کو مِلتا ہے　　غم ہے موجود اگر اناج نہیں

شبِ غم کی سحر نہیں ہوتی　　ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

جو ہے جری بحکمِ خدا لازوال ہے　　شہباز ہے حرام کبوتر حلال ہے

اِک جان پہ ہزاروں طرح کی کڑی سہی　　تھوڑی سی زندگی میں مصیبت بڑی سہی

ہم نے کاٹی ہر شبِ غم نالہ و فریاد میں　　وائے گر ہوں یہ نفس بھی زیست کی تعداد میں

زیادہ اس سے بھی کیا شُکر کرے خُدا جانے　　اگر بشر کہیں جینے کی انتہا جانے

اس جبر پر تو ذوقِ بشر کا یہ حال ہے　　کیا جانے کیا کرے جو خُدا اختیار دے

حسد جی کا وبال رہتا ہے　　زندگی بھر ملال رہتا ہے

مال کے دستیاب ہونے پر　　کس کو خوفِ مآل رہتا ہے

نہ رنجِ رفتگاں کر رفتہ رفتہ　　پہنچ جائے گا تُو بھی کارواں تک

کیا ہوائے نفس پر غالب ہو انسانِ ضعیف　　کچھ ہوا سے زور چل سکتا نہیں ہے کاہ کا

وہ دلِ خستہ ہُوں دُکھ جاتا ہے دل اندوہ دشمن پر　　رُلایا ہے کسی نے طالعِ ناکام رہزن پر

سال بھر خانۂ اللہ میں دیکھا جا کر　　سر بہ سجدہ کوئی دو ایک ہی اِنساں نکلے

مَیں نے سمجھا تھا مُسلماں یہاں کم ہیں مگر　　عید کے دن تو مسلماں ہی مُسلماں نکلے

آسماں کیا ہے مری آہِ رسا کے سامنے　　بُلبلے کی کیا حقیقت ہے ہوا کے سامنے

عیشِ فردا کی اُمیدیں دایہ ہیں　　طفل طبعوں کو بہلانے کے لیے

ایسا جو ہو تو شاید یہ دِل رہے ٹھکانے　　دُنیا کو مَیں نہ جانوں دُنیا مجھے نہ جانے

ہَیں خطِ تقدیر سے تحریر سب پیشانیاں　　پیش آتی ہیں وُہی باتیں جو ہیں پیش آنیاں

جیسی حالت پیش آتی ہے زمانے میں جسے　　ذہنِ انسانی میں ویسا ہی اُترتا ہے عکس

قومی ترقیوں کی زمانے میں دُھوم ہے　　مرد انے سے زیادہ زنانے میں دُھوم ہے

عبرت زدہ جو دِل ہو ارمان اُس میں کیسے　　بجلی گری ہو جس پر وہ شاخ کیا پھلے گی

دِل کے جو دُشمن ہیں اُن کے شوق میں رہتی ہے آنکھ　　جان کا مالک جو ہے اِس سے نظر مِلتی نہیں

پیری میں شیخ تائبِ عصیاں ہُوا کہ جب　　کوئی گناہ کرنے کے قابل نہیں رہا

بعد مرنے کے بھی دِل لاکھوں طرح کے غم میں ہے　　ہم نہیں دُنیا میں لیکن ایک دُنیا ہم میں ہے

کوئی شے ایسی نہیں عالم میں جو بیکار ہے — سنگ بھی موقع پہ اپنے گوہرِ شاہوار ہے

خدا کی یاد میں دنیا سے وہ منہ جو موڑے ہیں — وہی انسان اچھے ہیں مگر افسوس تھوڑے ہیں

مرگ اِک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

بالائے آسماں نہیں زیرِ زمیں نہیں — راحت ہے جس کا نام وہ اے دِل کہیں نہیں

تجربے کے دشت سے دِل کو گزرنے کے لیے — روز اِک صورت نئی ہے غور کرنے کے لیے

تابع ہوں لا دیانِ طریقِ صواب کا — لیکن طلب کروں گا خدا کی پناہ کو

اس کے خلاف آپ کی بحثیں ہیں نادرست — فرمایئے چراغ کو دیکھوں کہ راہ کو

انسان نے انسان سے کی جنگ ہمیشہ — دنیا کے نظر آتے یہی رنگ ہمیشہ

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا ہو عجم کے ساتھ — کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں — جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

افسوس عمر کٹ گئی رنج و ملال میں — دیکھا نہ خواب میں بھی جو کچھ تھا خیال میں

میری سی نہ غم دوست طبیعت ہو کسی کی — میں شوق سے لیتا ہوں مصیبت ہو کسی کی

شعلہ تھا عہدِ جوانی اُڑ گیا — برف تھا ہنگامِ پیری جم رہا

بانی کی اَور رائے ہوا کا کچھ اور حکم — اب کس طرف سفینۂ عمرِ رواں چلے

سکونِ قلب کی دولت کہاں دنیائے فانی میں — بس اِک غفلت سی ہو جاتی ہے اور وہ بھی جوانی میں

جو سعادت مند ہیں رہتے ہیں وہ بے خانماں — دہر میں پیدا ہما کا آشیاں ہوتا نہیں

دے کر سختی اٹھاتے ہیں دنیا کی سختیاں — پتھر عوض ثمر کے ثمر ہے نہال کا

جو ہیں اہلِ کرم شرمندہ ہوتے ہیں وہ سائل سے — جھکاتا ہے سرِ ساغر پہ شیشہ اپنی گردن کو

جوہر وہ خاکساری نے پیدا کیا مری — حاصل مہوسوں کو جو اکسیر سے ہوا

شاعر بس اب بہارِ جوانی تمام ہے — سمجھے ہو جس کو سانس وہ جھونکے خزاں کے ہیں

نہ پوچھ اے داورِ محشر کہ دنیا میں کیا کیا کیا — کہاں کہنے کے قابل ہم گنہگاروں کی باتیں ہیں

یہ عدم والوں کی خاموشی نے ثابت کر دیا — تھا عذابِ قبر سے بدتر عذابِ زندگی

افسانۂ شباب خدارا نہ پوچھیے — دیکھا ہے جس کو جاگتے میں یہ وہ خواب تھا

طلسم کالبد میں ہے مقید روح انساں کی — نہیں اربع عناصر چار دیواری ہے زنداں کی

تلاطم میں ہمیشہ کشتیٔ عمرِ رواں دیکھی — جہاں ہے قلزمِ طوفاں کنارا گو ساحل ہے

طلب اپنی نہ بڑھے وہ ضروری رزق کی حد سے — بچا لے گی قناعت تیری تجھ کو کفر کی زد سے

اچھا ہوا کہ زندگیٔ مختصر ملی — ورنہ امید و یاس کا قصہ دراز تھا

اس قدر صدمے اٹھائے مردمانِ دہر سے بھاگتا ہوں سوئے صحرا شکلِ انساں دیکھ کر

لوحِ پیشانی نہ دھوئی اے کراماً کاتبیں تم نے لکھے پر ہے لکھی داستانِ زندگی

لطفِ امروز اور ہے اور فکرِ فردا اور ہے راہِ دنیا اور ہے اور راہِ عقبیٰ اور ہے

میں سمجھتا ہوں کہ ساحل بھی ہے گردابِ فنا ناخدا کا اپنے سر پر بارِ احساں دیکھ کر

کون چھینے بت کو، توڑے برہمن کے دل کو کون اینٹ کی خاطر کوئی کافر ہی مسجد ڈھائے گا

ہوں تو دیوانہ و لے کہتا ہوں دانائی کی بات حلقۂ زنجیر بہتر حلقۂ احباب سے

رہ نوردانِ عدم اتنے پریشاں کیوں ہو تم چلو ہم بھی کوئی دن میں ہیں آنے والے

نہ پوچھو مری انتہا موت ہے وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے

دل گرفتارِ غم نہیں ناساز ہے سازِ نشاط عید کے دن رنج بڑھتا ہے دلِ محبوس کو

امید و بیمِ زیست سے فرصت نہیں مجھے کیسے کہوں کہ عقل مصیبت نہیں مجھے

طفلِ نو کی اشک باری سے یہ عقدہ کھل گیا داستانِ غم سے ہے آغازِ بابِ زندگی

گھر ہے اللہ کا گھر بے سر و سامانوں کا پاسبانوں کا یہاں کام نہ دربانوں کا

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

سبز باغِ دہر میں برگِ خزاں ہوتا نہیں پیر ہو کر پھر بشر کوئی جواں ہوتا نہیں

نہ روح کا ہے بھروسہ نہ اعتبارِ بدن ہوا حباب میں ہے یا حباب شیشے میں

جس جگہ تھے قصر و منزل بن گئیں گوریں تمام شہر جو آباد تھے شہرِ خموشاں ہو گئے

خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ آب خاک کو نافع ہے آتش کو مضر

رفتارِ سایہ کو ہے پست و بلند یکساں ٹھوکر کبھی نہ کھائی راہِ فروتنی میں

صحبتِ اہلِ صفا سے ہے تنفر بد کو آئینہ دیکھ کے زنگی ہے پشیماں ہوتا

عاریت جو شے ہے حاجت اس سے بر آتی نہیں پر تو ہیں پر کب اڑا جاتا ہے از خود تیر سے

ہاتھ آئے کس طرح دورِ جہاں میں جامِ عیش بختِ بد سے یاں خمِ افلاک تک معکوس ہے

شکایت عالمِ پیری میں ہے کیوں قدِ پر خم کی جھکا اتنا ہی تو جتنا اکڑتا تھا جواں ہو کر

ہم مشقت کرتے ہیں گر فضل تو بھی بر محل تھوڑی سی روزی میں بڑھ جاتا ہے دل مزدور کا

رحمدل وہ ہوں بناؤں گھر نہ دنیا میں کبھی بوجھ اٹھانا ناگوارا ہے مجھے مزدور کا

کھل نہیں سکتا کسی پر ماجرائے سرنوشت یہ لفافہ بند رکھا کاتبِ تقدیر نے

لذت ہے روح کو تنِ خاکی سے میل میں فطرت نے مست رکھا ہے قیدی کو جیل میں

روح کو خاک کے دامن میں لیے بیٹھا ہوں میرا قالب ہی حقیقت میں ہے مدفن میرا

گزرنے کی جب نہ صورت ہو گزر جانا ہی بہتر ہے ہوئی جب زندگی دشوار مرجانا ہی بہتر ہے

گفتگوئے اہلِ غفلت کی حقیقت کچھ نہیں خواب میں چلّائے ہر چند آدمی خاموش ہے

وقتِ پیدائش ہمارے گریہ کا باعث نہ پوچھ ابتدا ہی سے چلے ہیں انتہا کو دیکھ کر

بعد مرنے کے اگر تقدیر کی گردش رہی قبر کا پتھر بھی سنگِ آسیا ہو جائے گا

زندگی میں نہ میں نے پھل پایا ہو نہ میرے سرِ مزار درخت

اگر تم چاہتے ہو محرمِ اسرار ہو جانا سکھاؤ اپنے دل کو حرص سے بیزار ہو جانا

کسی نے اونٹ سے پوچھا کہ گردن تیری کیوں خم ہے تو وہ بولا کہ ہر اعضاء مرا گردن سے کیا کم ہے

دلِ شکستہ میں ایمان رہ سکے تو رہے اُجاڑ گھر میں یہ مہمان رہ سکے تو رہے

دلِ ضعیف کو چارہ نہیں ہے کفر سے اب اگر زبان مسلمان رہ سکے تو رہے

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا

نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا

اگر میرے سیہ خانے کو روشن کر نہیں سکتا چراغِ ماہ اپنی عالم افروزی سے شرمائے

ذرا دیکھے یہ باغِ زندگی کا خونچکاں منظر فلک باغِ شفق کی گل فشانی پر نہ اترائے

پھول بننے کی توقع پہ بجسے بیٹھی ہے ہر کلی جان کو مٹھی میں لیے بیٹھی ہے

شہسوارِ منزلِ ہستی! یہ غفلت تا کجا ہر نفس تیرا سمندِ عمر کو مہمیز ہے

خوابِ راحت ہے کہاں نادان دورِ چرخ میں گردشِ ایام ہے اے دل یہ گہوارہ نہیں

گردشِ ایام سے پھرتا نہیں اپنا نصیب اخترِ قسمت مرا ثابت ہے سیارہ نہیں

اچھی کہی یہ شیخ نے دنیا کو چھوڑ دو کیا اس کو ترک کر کے رہیں آسمان پر

جس نے کچھ احساں کیا اک بوجھ ہم پر رکھ دیا سر سے تنکا کیا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا

نہیں معلوم روزِ حشر کیا کچھ پیش آتی ہے مگر مدحِ خلائق مغفرت کی اک نشانی ہے

خیر خواہ آج زمانے میں کہاں ملتے ہیں ہے یہی لاکھ غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو

چاہے جو اپنی خیر تو جائے نہ شر کے پاس ہو جس بشر میں شر نہ رہے اس بشر کے پاس

بدخصلتوں کو کرتا ہے بالانشیں فلک اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ

دیکھا جو سخت روئی ابنائے دہر کو سمجھائیں نرم موم سے بھی کر گدن کی شاخ

ممکن ہے کہ ٹل جائے جبل اپنے مقر سے انساں کی مگر دور جبلت نہیں ہوتی

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقلِ سلیم ہے وہ مذہب مذہبِ اسلام بالتعظیم

مجھے آتا نہیں اچھی طرح اظہارِ غم کرنا مگر کچھ منحصر اس پر نہیں اس کا کرم کرنا

تختوں نے پٹ کے قبر میں اندھیر کر دیا
دو گز زمیں پہ یاں تو کئی آسماں ملے

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسدؔ
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

شمعِ مدفن تھی کہاں جو جل کے ہو جاتی خموش
ہے وہی شامِ غریبی کا اندھیرا پردہ پوش

تو ہی خود انصاف سے کہہ دے یہ کیا انصاف ہے
مالکِ ارض و سما تو اور میں خانہ بدوش

کیا مرے اک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہیں
ایک کُن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا

تم صاحبِ قوت سہی مانا کہ ہم میں دم نہیں
اب آخری ہے فیصلہ یا تم نہیں یا ہم نہیں

ناامیدی و یک جہاں اُمید
ناتوانی و کوششِ جاوید

کدورت تیرے دل میں مہ جبیں معلوم ہوتی ہے
ہمیں تو آسماں پر بھی زمیں معلوم ہوتی ہے

یہاں تک زندگی دو بھر ہوئی آلامِ دُنیا سے
قضا کو دیکھتا ہوں تو حسیں معلوم ہوتی ہے

دلِ درد آشنا ڈوبا جو دریائے محبت میں
حصارِ عافیت گرداب کو سمجھا مصیبت میں

گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو
ہم نے تو کوئی دل بھی نہ دیکھا جو صاف ہو

دُنیا سے کبھی ہاتھ اُٹھایا نہیں جاتا
دامن کو چھڑاتا ہوں چھڑایا نہیں جاتا

آشفتہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہؔ
طاعت میں کچھ مزا ہے نہ لذت گناہ میں

ہر چیز کائنات کی لبریزِ یاس ہے
دل کیا اُداس ہے کہ زمانہ اُداس ہے

پکالیں پیس کر دو روٹیاں تھوڑے سے جو لانا
ہماری کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

جہاں پُر شور ہے اے دل پڑا رہ کُنجِ عزلت میں
کہیں مارا نہ جائے جنگِ ہفتاد و دو ملت میں

دل ہی نہیں ہر اک سی مطلب سے آشنا
حرفِ دعا ہو کیوں کر مرے لب سے آشنا

مُنعمو شاد نہ ہو دولتِ دُنیا پا کر
خود ہی کھو جاؤ گے کیا جانے کیا کیا پا کر

کب قابلِ علاج محبت کا داغ ہے
دل خانۂ خدا ہے یہ اس میں چراغ ہے

گلستاں ترک کر اے باغباں ہم بن میں جا بیٹھے
تمہارا جس پہ جی چاہے کرو جور و جفا بیٹھے

اُمیدوارِ رحمتِ باری ہوں اس قدر
ہوتا ہوں میں شریک برائے گناہ میں

اہلِ دل سے نہ کبھی آپ سُنیں گے نالہ
چاک دل میں ہے مگر چاک گریباں میں نہیں

جب کہ بہارِ باغِ عمر رہ گزرِ فنا میں ہو
بچ کے چلے تباہ کیوں۔ بادِ خزاں کو کیا غرض

آدمی وہ ہے جو انجام نہ بھولے اپنا
گور کی فکر ہو تعمیرِ مکاں سے پہلے

خوشی جس کی تمنا تھی، ملی وہ کُنجِ مرقد میں
بہت ڈھونڈا تجھے بعدِ فنا اے زندگی میں نے

زندگی کی قدر اے محمودؔ مشکل ہو گئی
بار وہ ڈالا حوادث نے دلِ ناشاد پر

مرنے کی مانگتے ہیں دعائیں خدا سے ہم
تنگ آ گئی ہے ہم سے دعا اور دعا سے ہم

بحرِ ہستی میں نہ کر ایامِ پیری کا ملال   لوگ خوش ہوتے ہیں کشتی قربِ ساحل دیکھ کر
اس قدر اہلِ جہاں کو ہے محبت زر سے   پیٹ میں مارتے سونے کا جو خنجر ہوتا
ہے قوی دشمن تو غالب ہو جیسے تدبیر سے   پیلباں میں کب ہے جو پیلِ دماں میں زور ہے
تربیت کیا تیرہ باطن کے کرے دل میں صفا   سرمہ ہے بیکار چشمِ کورِ مادر زاد میں
نکالے عیب اتنے کر دیا بے عیب عالم میں   نہ کیونکر دوست سے پیارا ہمیں اپنا عدو ہوئے
بے وفائی، جعلسازی، غیبت و ناراستی   جانتا ہو جو یہ گھاتیں آج وہ فرزانہ ہے
نیک چلنی خلقِ خوش ایمان داری راستی   جس کسی میں ہوں یہ باتیں آج وہ دیوانہ ہے
کچھ غم نہیں اگر میں مایوس ہو گیا ہوں   اسباب یاس سے بہت کچھ مانوس ہو گیا ہوں
رہی نہ قلب میں قوت زمانہ سازی کی   دعا کرو نہ مری عمر کی درازی کی
ہمیشہ پیشِ نظر ہیں وضو شکن منظر   اس انجمن میں بنیے کس طرح نمازی کی
شمع اور پتنگ سے ہے ہر صبح وعظِ عبرت   یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے
رکتے ہیں دستِ دعا اٹھتے ہوئے   ہے جو ہونا کیوں رہے گا بے ہوئے
ہر ارادے میں نظر آتی ہے اک صورتِ یاس   شغل اب کچھ بھی نہیں فسخِ عزیمت کے سوا
شورِ دنیا سے پریشاں اہلِ دل ہوتا نہیں   شورِ دریا دُرمیں سیپی کے مخل ہوتا نہیں
دیں نہ اربابِ صفا ہرگز کسی کے دل کو رنج   گوشۂ دامن سے اُنچا جھاڑ کب بلّور کا
حباب آسا اٹھایا بحرِ ہستی میں جو سر اپنا   بنایا بس وہیں موجِ فنا نے ہمسفر اپنا
خزاں سے پھول، جہنم سے بوستاں مانگے   وفا کا اہلِ جہاں سے امیدوار نہ ہو
باغِ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا   نہ دماغ اپنا کرے مرغِ خوش الحاں خالی
ازل سے جانتے ہیں ہم نہیں مہر و وفا ہرگز   جہاں میں آزمائش خلق کی تحصیلِ حاصل ہے
اک غم فقط نہیں ہے دلِ ناشکیب میں   ایسے پڑے ہوئے ہیں بہت اپنی جیب میں
دانی کہ در نگینِ سلیماںؑ نوشتہ بود   آرے نوشتہ بود کہ "ایں نیز بگذرد"
دیتے ہیں جنتِ حیاتِ دہر کے بدلے   نشہ باندازۂ خمار نہیں ہے
وقتِ پیری آگیا اکثر جوانی ہو چکی   سانس لیتا رہ گیا اب زندگانی ہو چکی

درسِ اخوت

(حضرت فیض بودیانوی)

اُٹھ از سرِ نو دہر کے حالات بدل ڈال — تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
پھر درسِ اخوت کی ضرورت ہے جہاں کو — آقائی و خدمت کے خطابات بدل ڈال
کالا ہو کہ گورا ہو سبھی بندے ہیں اُسکے — قومیت بے جا کی روایات بدل ڈال
کُل چھوٹے بڑے آدمِ خاکی کے ہیں فرزند — ہر نسل سے بیزار ہو ہر ذات بدل ڈال
اخلاق میں طاقت ہے فزوں تیغ و سناں سے — بیکار کے یہ آہنی آلات بدل ڈال
کیا ظلم ہے انساں ہو انساں کا دشمن — اربابِ ہوس کار کی عادات بدل ڈال
محنت سے بھی مزدور کو روٹی نہیں ملتی — اِس بندۂ مجبور کے اوقات بدل ڈال
حُریتِ کامل کا وہ اعجاز دِکھا تو — دُنیا سے غلامی کے طلسمات بدل ڈال
میدان میں آ چھوڑ کے تسبیح و مصلّے — کچھ دن کے لیے طرزِ عبادات بدل ڈال
تعلیم پہ موقوف ہے رعنائی افکار — بیہودہ کتابوں کی خرافات بدل ڈال
کر فکرِ عمل ذکرِ خط و خال عبث ہے — اے فیض ذرا اپنے خیالات بدل ڈال

✣

دونوں جہاں میں تجھ سا کوئی بھی بھلا نہ ہو — تو کام کر وہ جس میں کسی کا بُرا نہ ہو
بیکار ہے وہ منہ جو سخن آشنا نہ ہو — ناکام وہ زباں ہے جو مُعجز نما نہ ہو
پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو بہا نہ ہو — صد چاک ہو وہ دل کہ جو درد آشنا نہ ہو
اُس کے سوا ہے کون جو بر لائے التجا — تو ملتجی کسی سے بھی غیر از خدا نہ ہو
گر تو غنی ہے دستِ کرم کو دراز کر — ٹوٹے وہ ہاتھ ہاتھ میں جس کے سخا نہ ہو
رو پوشِ حق سے بن کے تو کرتا ہے سو گناہ — پھر دیکھتا ہے تجھ کو کوئی دیکھتا نہ ہو
چلنا ہے اس سرائے سے عقبیٰ کی فکر کر — یہ سوچ امر و نہی کوئی رہ گیا نہ ہو

رُوحِ تصوّف

(ہمہ اوست یا ہمہ از اوست)

بنامِ آں کہ اُو نامے ندارد　　بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

مُندسے گر چشمِ ظاہر دیدۂ بیدار ہو پیدا　　در و دیوار سے شکلِ جمالِ یار ہو پیدا

تڑپتی کیوں ہے اے بُلبل کمالِ آشنا تو پیدا کر　　کہ تیرا آشیاں جس جا گرے گلزار ہو پیدا

یہاں تک کُفر پُورا چاہیے گر خاکِ گلشن ہو　　بجائے ہر رگِ گُل رشتۂ زُنّار ہو پیدا

قتیلِ خنجرِ مژگاں ہوں کیا یہ بھی تعجب ہے　　کہ میری خاک سے سبزے کی جائے خار ہو پیدا

مسیحائی ہے تیری تیغ میں کیا موت کو ڈر ہے　　جو لاکھوں بار ہووے قتل لاکھوں بار ہو پیدا

+

زاہد حرم میں کیا ہے ذرا بُتکدے میں چل　　تُو جس کو ڈھونڈتا ہے وہ شاید یہیں نہ ہو

رہتا ہے وہ حرم میں صنم خانے میں نہیں　　اچھا ترا خُدا ہے کہیں ہو کہیں نہ ہو

جو ہر جگہ ہے اُس کے لیے جُستجو ہی کیا　　کیا اُس کو ڈھونڈتا ہے جو ملتا کہیں نہ ہو

تم دُور دُور ڈھونڈتے جاتے ہو کیوں اُسے　　دیکھو کہیں یہیں رگِ جاں کے قریں نہ ہو

کر ہر نفس سے زادِ رہِ آخرت کی فکر　　شاید یہی نفس، نفسِ واپسیں نہ ہو

+

بنائے میکدہ ڈالی جو تُو نے پیرِ مے خانہ　　تو کعبہ ہی رہا کعبہ نہ پھر بُت خانہ بُت خانہ

دلِ آزاد کو وحشت نے بخشا ہے وہ کاشانہ　　کہ اک در جانبِ کعبہ ہے اک در سوئے بُتخانہ

نہ محرابِ حرم سمجھے نہ جانے طاقِ بُت خانہ　　جہاں دیکھی تجلّی ہو گیا قربان پروانہ

ہماری زندگی تو مختصر سی اک کہانی تھی　　بھلا ہو موت کا جس نے بنا رکھا ہے افسانہ

جلا کر شمع پروانے کو ساری عمر روتی ہے　　اور اپنی جان دے کر چین سے سوتا ہے پروانہ

+

نیستی ہستی ہے یارو، اور ہستی کچھ نہیں　　بے خودی مستی ہے یارو اور مستی کچھ نہیں

لامکاں کی منزلت پاتا ہے کب کون و مکاں　　"ہُو" کے ویرانے کے آگے "ہے" کی بستی کچھ نہیں

"کچھ نہیں" سب کچھ ہے یارو اور "سب کچھ" کچھ نہیں　　غیر اس کے معنیٔ رمزِ "الستی" کچھ نہیں

بندگی اور حق پرستی "کچھ نہ ہونا" ہے یہاں　　"کچھ نہ ہونے" کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

+

ساری دُنیا ہے ایک پردۂ راز
اُف رے تیرے حجاب کے انداز
موت کو اہلِ دل سمجھتے ہیں
زندگانیٔ عشق کا آغاز
مر کے پایا شہید کا رُتبہ
میری اِس زندگی کی عمر دراز
کوئی آیا تری جھلک دیکھی
کوئی بولا سُنی تری آواز
ہم سے کیا پوچھتے ہو ہم کیا ہیں
اِک بیاباں میں گمشدہ آواز
تیرے انوار سے کیا لب ہے
دِل کا سب سے عمیق گوشۂ راز
آ رہی ہے صدائے ہاتفِ غیب
جوشِ ہمتائے حافظِ شیراز

+

دلِ پُر داغ میرا بے نیازِ مَے پرستی ہے
کہ اِس گلزار کا جو پھول ہے لبریزِ مستی ہے
کشادِ کار کا غم ہے نہ فکرِ تنگدستی ہے
پرستارِ محبت تیری کیا آزاد ہستی ہے
تمہارا مرتبہ ارفع سہی لیکن مجھے مطلب
کہ دُنیائے محبت میں بلندی ہے نہ پستی ہے
دلِ ناشاد کو تم اِک لہو کی بوند سمجھے ہو
دو عالم تنگ ہیں جس کے مقابل یہ وہ بستی ہے

+

کہیں لیلیٰ کی صورت جلوہ آرا ہے نہاں ہو کر
کہیں رُسوائے عالم صورتِ مجنوں عیاں ہو کر
کہیں تو قاتلِ عالم نظر آتا ہے عالم میں
پھڑکتا ہے کہیں بسمل کی صورت نیمجاں ہو کر
کبھی تو بتکدے میں صورتِ ناقوس ہے نالاں
کبھی مسجد میں بول اُٹھا مؤذن کی اذاں ہو کر

شمعِ حرمِ جاں ہے یا مشعلِ بُت خانہ
کیا کیا میں کہوں تجھ کو اے جلوۂ جانانہ
منزل مرے مقصد کی کعبہ ہے نہ بُت خانہ
اِن دونوں سے آگے چل اے ہمتِ مردانہ
میرا دِلِ ویراں بھی آباد کیے جانا
اے زینتِ ہر محفل اے رونقِ ہر خانہ
زاہد مری قسمت میں سجدے ہیں اُسی در کے
چھُوٹا ہے نہ چھُوٹے گا سنگِ درِ جانانہ
تو شمع صفت اے گُل آئے جو سرِ محفل
پروانہ بنے بلبل، بلبل بنے پروانہ
یاں کافر و مومن کی تفریق ہے لاحاصل
سب یار کے جلوے ہیں اپنا ہے نہ بیگانہ

+

کہاں وہ نوک کی کاوش جو ہے قاتل کے مژگاں میں
چھُری میں، تیر میں، تلوار میں، خنجر میں، پیکاں میں
جو ہیں خاصانِ حق وہ اپنے دل کو شاد رکھتے ہیں

غم و اندوہ میں رنج و الم میں یاس و حرماں میں
اسی کی جلوہ پیرائی اسی کی کارفرمائی
نظر میں آنکھ میں سینے میں دل میں جسم میں جاں میں
یہ ہے نورِ ازل جو مختلف رنگوں میں ظاہر ہے
کواکب میں قمر میں کہکشاں میں مہرِ تاباں میں
ترے رخ کا جبیں کا زلف کا ہونٹوں کا شہرہ ہے
حلب میں چین میں تاتار میں ملکِ بدخشاں میں
یہ تابانی یہ رنگینی ہے آخر کس کے جلوے کی
گہر میں لعل میں یاقوت میں موتی میں مرجاں میں
ظہورِ نخل بندِ باغِ عالم کارفرما ہے
شجر میں برگ میں اثمار میں گلہائے خنداں میں
وہی حاضر وہی ناظر وہی حامی وہی حافظ
جبل میں بحر میں بر میں گلستاں میں بیاباں میں
کسی میں تیری نکہت ہے کسی میں تیری رنگت ہے
سمن میں ارغواں میں وردہ میں لالے میں ریحاں میں
خلیق اس کے مظاہر لاتعد سب میں وہی وہ ہے
پری میں جن میں انساں میں ملک میں حور و غلماں میں

+

خدا یاد آگیا مجھ کو بتوں کی بے نیازی سے بلا یا ہم حقیقت زینۂ عشق مجازی سے
آئے تھے یاں کدھر سے کہاں یاں سے جائینگے اول کی کچھ خبر ہے نہ ہم کو آخر کی
اس گوش و چشم سا نہ تو دیکھا ہے نہ سنا ہم کو قسم ہے ذاتِ سمیع و بصیر کی
عاشقِ روئے کتابی اگر انساں ہووے اس سے بہتر ہے جو یہ حافظِ قرآں ہووے
کفر و اسلام کی کچھ قید نہیں اے آتش شیخ ہو یا کہ برہمن ہو پر انساں ہووے
دیر و حرم میں شیخ و برہمن رہیں خراب ملتا ہے وہ کہاں کہیں جس کا مکاں نہ ہو
چشمِ ظاہر جسے نہ دیکھ سکے اس طرف التفات مشکل ہے
حق جمیل اور دوست رکھتا ہے جمال خوبرویوں سے محبت خوب ہے
اگر وہ بت کسی صورت سے میرا رام ہو جائے تو پوچھوں اس عقیدت سے کہ کفر اسلام ہو جائے

اِسلام چھوڑ کُفر کیا ہم نے اختیار   تُو بھی وہ بت نہ رام ہُوا اے خُدا عجب
تیار بیٹھے نماز کو ہم سُن کے ذکرِ حُور   جب جلوہ بُتوں کا دیکھ کر نیت بدل گئی
پُوجوں ہُوں جس بُت کو خُدا کا ہے تراشا   آذر نہیں لایا وہ مرے واسطے گھڑ کر
رات دن ناقوس کہتی ہے بآوازِ بلند   دَیر سے بہتر ہے کعبہ گر بُتوں میں تو نہیں
اُس مرے بُت نے سبھوں کو حق سے توڑا اپنا کیا   کام میں اپنے بھی وہ معبودِ باطل ایک ہے
گر ڈھونڈتے ہو آپ میں تم شانِ الٰہی   تو بندہ نوازی بھی بُتو سیکھو خُدا سے
اے بُت خُدا کے واسطے دل کو نہ سخت کر   اِس کعبہ میں ضرور نہیں فرش سنگ کا
آتا ہے رحم کافر و مومن کے حال پر   بُت محوِ ناز ہے تو خُدا بے نیاز ہے

بُتے می گُفت روزے با برہمن   خُدائے من تُوئی اے بندۂ من
مرا بر صُورتِ خود آفریدی   چرا خُود صُورتِ خود را نہ دیدی
اُن کے در پر مروں کیں سجدے میں   عُمر بھر کی قضا ادا ہو جائے
پہلو میں دل ہے دل میں بنائے یار ہے   آئینہ ہے جہاں وہیں آئینہ دار ہے
اگر نہ عکس تو بر بُت فتادے   نہ پیشِ بُت کسے گردن نہادے

ڈھونڈا بُتوں میں ذاتِ خُدا کو تمام عُمر   اے شیخ مرتکب ہُوئے ہم کس گُناہ کے
عدم کی سیر کی دُنیا میں آ کر اِک جہاں دیکھا   خُدا شاہد ہے او بُت تجھ سا یاں دیکھا نہ واں دیکھا
گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہُوئے تو ہیں   کعبہ سے اِن بتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی
ذاتِ باری کو کیا ظلم بُتاں نے ثابت   عدل کرتے یہ اگر اِن کی خُدائی ہوتی
عمر گُزری اِک بُت کافر نظر آتا نہیں   حشر میں کیونکر خُدا کا پائیں گے دیدار ہم
کُفر سے ایماں مِلا اِس مُلکِ ہستی میں ہمیں   حق پرستی ہاتھ آئی بُت پرستی میں ہمیں
دل میں آتا ہے پر آنکھوں سے نظر آتا نہیں   کیا تفاوت اب رہا اُس بُت میں اور اللہ میں
بُتوں کو دیکھ کر ہم کلمۂ توحید پڑھتے ہیں   خُدا راضی ہے جس میں وہ ہماری بُت پرستی ہے
سب دوئی کا ہی یہ پردہ ہے جو وحدت ہو جائے   گردنِ شیخ میں زُنار برہمن ڈالے
خُدا کو میں نے پہچانا ہے شیدائے بُتاں ہو کر   دِکھائی راہِ حق اصنام نے سنگِ نشاں ہو کر
بُت میں بھی دیکھتے ہیں نُورِ خُدا کا جلوہ   واعظو! حق کسے جانیں کسے باطل سمجھیں
صُلحِ کُل میں ہے ابھی شرکتِ کیں تھوڑی سی   اور رہے پیرِ خرابات نشیں تھوڑی سی
ہر جا ترا ظہور ہے یاں قابلِ سجدہ   جائز نماز کعبے میں ہر اِک سمت سے ہے
ساقی آنکھوں میں تری وہ بادۂ سرجوش ہے   اِک نظر میں میکدے کا میکدہ بے ہوش ہے

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اُٹھنا یاد ہے پھر ہُوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش ہے

مَیں اور حُسنِ یار کا جلوہ لیے ہوئے ذرّہ ہے دلفریبیِ دُنیا لیے ہُوئے

ویرانِ دِل کا آنکھوں میں نقشہ لیے ہُوئے صحرا میں پھر رہا ہُوں میں صحرا لیے ہُوئے

بُتوں کے پردے میں ہم دیکھتے ہیں نورِ خُدا خُدا کے دیکھنے کی اے کلیم تاب نہیں

ذرّوں کو مَیں نے مہر بداماں سمجھ لیا یعنی کسی کو تا حدِ امکاں سمجھ لیا

جب طے ہُوئے نہ راہِ محبت کے مرحلے دل ہی کو ہم نے منزلِ جاناں سمجھ لیا

اِک جانِ تازہ آ گئی احساسِ عشق میں جب زندگی نے درد کو درماں سمجھ لیا

منزل پہ جب نہ ہو سکی تکمیلِ جُستجو گُمراہیوں کو حاصلِ ایماں سمجھ لیا

حافظ سے بادہ کش کی طرب سازیاں نہ پُوچھ ہر ذرّۂ چمن کو غزل خواں سمجھ لیا

نسبت سے کر قطعِ نظر بہرِ خیالِ رُوئے دوست یا ہر اک شئے کو سمجھ عکسِ جمالِ رُوئے دوست

مستی میں چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا مَیں لغزش بڑھی ہُوئی تھی ولیکن سنبھل گیا

ہر قدم پر تھی اس کی منزل لیک سر سے سودائے جستجو نہ گیا

کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے جس طرف دیکھا مقام ہُو نظر آیا مجھے

ہے سجدہ ادھر فرض جدھر رُخ ہے ہمارا کاشانہ ترا قبلہ ہے اور قبلہ تمنا ہم

کعبہ ہے ایک بُت کدہ زاہد گلی گلی بُت لاکھ رنگ میں ہیں خدا ایک رنگ میں

زاہد ہمیشہ قبلے کا رُخ پُوچھتا پھرا ہم بتکدے میں جب گئے بے پیش و پس گئے

پی کے ہم بادۂ عرفاں کو اگر دیکھتے ہیں جلوہ اپنا نظر آتا ہے جدھر دیکھتے ہیں

مت رنج کر کسی کو کہ اپنا ہے اعتقاد دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہُوا

جس کا سر ہے دار پر سردار ہے عشق کی سرکار کیا سرکار ہے

بن تیرے مرا لب کبھی گویا نہیں ہوتا بے موسمِ گُل غنچہ کبھی وا نہیں ہوتا

ہو محویت یہ عشقِ بُتِ خوش جمال میں باقی نہ امتیاز ہو ہجر و وصال میں

خوشی ہو یا ہو غم دُنیا میں کلفت ہو یا راحت ہو بدل راضی ہُوں بسم اللہ جو تیری مشیت ہو

زاہد کھلا یہ ہم کو ترے اجتناب سے بے شک تُو نا اُمید ہے اُس کی جناب سے

وجُود اس کا ثابت ہُوا چاہتا ہے مرا نقشِ ہستی مٹا چاہتا ہے

کرتے ہیں سجدے اس لیے دیر و حرم میں ہم کیا جانیے وہ شوخ کہاں ہو کہاں نہ ہو

جو کچھ کہ تھا وظائف و اوراد رہ گیا تیرا ہی ایک نام ہمیں یاد رہ گیا

حرم و دیر کے جھگڑے ترے چھپنے سے پڑے ورنہ تو پردہ اُٹھا دے تو تُو ہی تُو ہو جائے

شب کو رِندوں میں عجب لطف مساوات ہے — مختلف شکل میں سب تھے مگر اک ذات ہے

لازم ہے ہر صنم کے لیے کعبہ اور عزور — پتھر ہے بُت نہیں جو نہ شانِ خدا ملے

بھلا ہم رِند، زاہد تجھ سے نیکوکار کیوں کر ہوں — ظہورِ مختلف کو چاہتی ہے شانِ خلّاقی

اُلٹی ہی چال چلتے ہیں دلدادگانِ عشق — آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

تیرے انعام کی نہیں خواہش — بلکہ مجھ کو تری ضرورت ہے

دل ہل رہا ہے حسنِ فسوں گر کے سامنے — قطرے ہیں جذر و مد ہے سمندر کے سامنے

اے آنکھ ہجرِ دوست میں آنسو بہا شتاب — اشکوں کی روشنی میں اُلٹتا ہے وہ نقاب

کبر بھی شرک ہی کی ہستی ہے — خود پرستی بھی بُت پرستی ہے

زاہد کے قصرِ زُہد کی بنیاد ہے یہی — مسجد بہت قریب تھی مے خانہ دُور تھا

ایک عالم تُو عطا کر اے کریم — یہ بھی کیا، کچھ قید کچھ آزاد ہوں

کیا تُو نے یہ معاملہ دیکھا نہیں کبھی — شبنم کے آنسوؤں پہ چمکتا ہے آفتاب

جس وقت تک اس آنکھ میں آنسو نہیں آتا — میں دیکھ چکا ہوں کہ نظر تُو نہیں آتا

حجِ اکبر زیارتِ دل ہے — طوفِ کعبہ کیا کرے کوئی

گو کعبہ گاہ دَیر کے پتھر سے ہے غرض — اِک بُت کے واسطے مجھے ہر سر سے ہے غرض

ہر اک جا شیوۂ ظہورِ نورِ روئے یارِ جانی ہے — کہاں ارنی کہاں موسیٰؑ کہاں کی لن ترانی ہے

زاہدِ گمراہ کے میں کس طرح ہمراہ ہوں — وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں

آہ گر پردہ نشیں وہ بُتِ گلفام نہ ہو — دَیر میں کفر نہ ہو کعبے میں اسلام نہ ہو

چشمِ حق بیں کو جہاں میں کفر سے کیا کام ہے — ہر صنم خانہ نظر میں کعبۂ اسلام ہے

آنکھ جب بند ہوئی کھل گیا رازِ قدرت — شانِ معبود اندھیرے میں اُجالا دیکھا

روئے گُل رنگِ خزاں جوشِ جنوں فصلِ بہار — چار دن کے لیے اس باغ میں کیا کیا دیکھا

ملیں گے زاہدانِ خشک کیونکر بادہ خواروں میں — کبھی گنتی نہ ہوگی ان پیادوں کی سواروں میں

اُس در کا رہنما دلِ بے کینہ ہو گیا — قبلہ نما مرے لیے آئینہ ہو گیا

مول جنت کا ہوا نقدِ عبادت زاہد — ہے کہیں مال کہیں دام لیے جاتے ہیں

نمرود کو خدائی کے دعوے سے کیا ملا — بندہ جُدا ہوا جو خودی سے خدا ملا

سُن کے بُت خانے کو ہم شہرتِ اصنام چلے — کتنے دن دیکھیے اب مذہبِ اسلام چلے

ہل جائے کوئی بُت تو اسے دل میں جگہ دیں — کعبے کے لیے ڈھونڈتے پھرتے ہیں صنم ہم

زاہد ثواب ڈھونڈیں قیامت کے واسطے — ہم تو گناہ کرتے ہیں رحمت کے واسطے

خدا علیم ہے ہر شخص کی بناوٹ کا   کہو نماز یہ سجدے کیے کہ سر پٹکا

فاصلہ کوچۂ محبوب کا کیا پوچھتے ہو   جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دور بھی ہے

بحرِ عرفاں کے لیے ہے کشتیِ دل لازمی   سود مند اس راہ میں الفاظ کا پل ہو چکا

دیر کیسا دل ہی میں کر لیتے ہیں یہ بت گزر   جلوہ گاہ ان کا خدا ہی کا ہو گھر تو کیا کروں

نوائے سازِ وحدت ہی ترے مشتاق سنتے ہیں   مسلماں کی اذاں سے ہو کہ ناقوسِ برہمن سے

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ   بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

سچ پوچھیے تو نیستی ہستی کا راز ہے   جو سر چڑھا ہے دار پر وہ سرفراز ہے

جب تلک ہست تھی دشوار تھا پانا تیرا   مٹ گئے ہم تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا

ممکن نہیں کہ شوق ہو جس دل میں تو نہ ہو   ہاں شرط یہ ہے تیرے سوا آرزو نہ ہو

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو   وگرنہ ہم خدا تھے گر دلِ بے مدعا پایا

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے   آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

کچھ شانِ کریمی نے اس انداز سے تولا   بھاری ہی رہا دیدۂ تر دامنِ تر سے

بنایا خاک سے سب کو جدا پر سب کی صورت ہے   سوا تیرے یہ اے صناعِ عالم کس میں قدرت ہے

دونوں کا سر جھکا ہے تری بارگاہ میں   یاں فرق کچھ نہیں ہے گدا اور شاہ میں

ہر چند تیری سمت سوا راہ ہی نہیں   تس پر بھی آہ یاں کوئی آگاہ ہی نہیں

کوئی بانی ہے بے شک محفلِ زیبائے عالم کا   نہ ہو یوں منتظم مجلس نہ جب تک مجلس آرا ہو

صانع کو دیکھنا ہے، تو عالم پہ کر نظر   آئینہ آئینہ ہے، خود آئینہ ساز کا

بہت خوش ہوں خدا یاد آ رہا ہے اس مصیبت میں   مری کشتی کو اے طوفاں یونہی زیر و زبر رکھنا

غل ہو گیا کہ ایسا گنہگار بچ گیا   رحمت کی دھوم ہو گئی میرے گناہ سے

آرزو مرگ کی اکبر نہ کر اللہ سے ڈر   تجھ سے عاصی کے لیے قبر میں کیا رکھا ہے

تو اگر دیکھے تو ہر ذرہ کتابِ پند ہے   کیا مگر دیکھے گا تو، تیرا تو دیدہ بند ہے

جن کی آنکھیں ہیں، نہیں وہ دیکھتے حیراں ہیں   وہ صنم پنہاں نہیں ہے کورِ مادرزاد سے

اپنی خودی ہی پردہ ہے دیدار کے لیے   ورنہ کوئی نقاب نہیں یار کے لیے

آنکھیں تو بے شمار دیکھیں۔ لیکن   کم تھیں بخدا، کہ جن کو بینا پایا

بیخودی دکھلاتی ہے جلوے مجھے ہر دم نئے   ہے عجب عالم کہ ہر عالم میں ہیں عالم نئے

حباب آسا محیطِ عشق سے جو پار اُترتے ہیں   گزر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

بتِ ہستی کو جو توڑیں تو خدا آئے نظر   آتشِ سنگ کی صورت ہے وہ پنہاں ہم سے

قدرت خدا کی ہے کہ ہلا دیں دعا سے ہم کتنا بڑا ہے عرش اور اتنے ذرا سے ہم

کامل کی جو پوچھو تو خضرؑ بھی نہیں کامل جینا اُسے آتا ہے تو مرنا نہیں آتا

زاہد کو بڑا ناز ہے میکش کو بڑا عجز اللہ کو مقبول مگر دیکھیے کیا ہو

بلبل یہ زمانہ ایک گل کا نہ ہوا محکوم ائمہ و رسل کا نہ ہوا

بندوں کو عبث خیالِ یکتائی ہے اللہ پر اتفاق کل کا نہ ہوا

ہم نے ہر ادنےٰ کو اعلیٰ کر دیا خاکساری اپنی کام آئی بہت

اہلِ مذہب میں زیادہ تر ہے بس لفظی نزاع ایک ہی مالک جہاں کا ہے تو پھر کیسی نزاع

ایک ہی مقصود ہے ہر غافل و آگاہ کا فرق ظاہر بیں جو کچھ ہو پھیر سمجھو راہ کا

دیر و مسجد پر نہیں موقوف کچھ اے غافلو یار کو سجدے سے مطلب ہے کہیں سجدہ کیا

طور کیا منصور کیا واقف ہوں میں اس راز سے ہر جگہ گویا ہے تو بدلی ہوئی آواز سے

مکانِ دل میں ہے جلوہ ترے رخسار و گیسو کا یہ کعبہ ہے مسلماں کا یہ بت خانہ ہے ہندو کا

نہ ہوگا مزرعۂ اعمالِ زاہد بارور ہرگز کہ سر سبزی سے ہے محروم سبحہ کا جو دانہ ہے

تو نے اے منصور بے سمجھے انا الحق کیوں کہا جان بھی تیری گئی دعویٰ بھی باطل ہو گیا

تری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے ہمارے میکدے میں رات دن رحمت برستی ہے

خضرؑ پیتا کبھی نہ آبِ بقا ہوتی گر لذتِ فنا معلوم

طوفان آئیں یا کہ مخالف ہوا چلے کشتی اگر تو چاہے تو بے ناخدا چلے

گر معرفت کا چشمِ بصیرت میں نور ہے تو جس طرف کو دیکھیے اُس کا ظہور ہے

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا تھا حرم میں لیک نامحرم رہا

حوصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ معراج ہے دار بھی ہے شاخِ سدرہ دیدۂ منصور میں

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

حق بات پر بھی دار پہ منصور کھچ گیا مقدور کیا کہ عشق میں لب وا کرے کوئی

جو ہے کلامِ شیخ وہی قول برہمن مطلب ہے ایک فرق فقط ہے لغات کا

بہ سیر کعبہ و دیر یم گاہ اینجا و گاہ آنجا کہ مطلب جستجوئے اوست خواہ اینجا و خواہ آنجا

حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہے جس وقت کہ وہ صورتِ انسان میں آیا

نفسِ ما کمتر از فرعون نیست لیک آں را عون مارا عون نیست

بتوں کے حسن سے ہے نورِ حق عیاں ہوتا مجاز پر بھی حقیقت کا ہے گماں ہوتا

جلوہ ہر رنگ میں ہے اُس بتِ ہرجائی کا یہ پریشاں نظری جرم ہے بینائی کا

حشر کا اے حضرتِ زاہد یہی مفہوم ہے
زندگی کے بعد دیکھیں گے تماشا ایک اور

چشمِ وحدت بیں سے لازم ہے تماشائے چمن
خار و گل دونوں بغل پروردہ ہیں گلزار کے

حجابِ قالبِ خاکی ہے جب تک دید مشکل ہے
مکانِ عاشق و معشوق میں دیوار حائل ہے

دستِ دُعا کو ملتی ہے تاثیر عرش سے
جو ہاتھ سے ہو، پاؤں سے وہ جستجو نہ ہو

مت دَیر و حرم کے سمجھ سجدے میں کچھ فرق
پتھر کا ہی جب پُوجنا آیا تو کہیں ہو

ہر طرف سے راستہ ہے خانۂ اللہ کا
دَیر، کعبہ یا کلیسا پھیر ہے اک راہ کا

ہوس میں کعبہ کے کیوں شیخ بت خانے سے گمراہ ہے
یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے

کس کی ملت میں گنوں آپ کو بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلماں مجھ کو

کب رُوح کو فنا ہے بدن کی فنا کے ساتھ
پستا کہاں ہے رنگ حنا کا حنا کے ساتھ

مرنا جینا نیک و بد کا جب تمہیں ہو اختیار
کیوں گناہوں کی ہو پرسش بندۂ مجبور سے

کعبے کو دیر سے چلے سُکرِ شراب میں
مستوں کو کیا تمیز عذاب و ثواب میں

نکتہ گیری کے سبب نکتہ نوازی کے طفیل
خلد سے شیخ ہے دوزخ سے ہے کافر باہر

پردہ جو رُخ سے دُور مرا دلربا کرے
ہر ذرہ مہر بن کے قیامت بپا کرے

عاشق کو تیرے لاکھ کوئی رہنما ملے
تیرا پتہ ملا ہے نہ تیرا پتا ملے

جب دَیر میں یہ دیکھا کہ اپنا گزر نہیں
کعبے کے جانے والوں میں مجبور جا ملے

رہ کے ہر شے میں نہاں ہو نہیں سکتے ظاہر
جتنے مختار ہو تم اُتنے ہی مجبور بھی ہو

کیفِ ہو نشۂ عرفاں کا وہ چنداں واعظ
تیری تسبیح میں گر دانہ انگور بھی ہو

ہم مٹ گئے تو صُورتِ ہستی نظر پڑی
ویراں جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی

دیکھا تو خاکسار ہی عالی مقام ہیں
جُوں جُوں بلند ہم ہوئے پستی نظر پڑی

ترے محفوظ کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا
عناصر چھو نہیں سکتے فلک دھمکا نہیں سکتا

کفر ہی کا اگر انسان کو عرفاں ہو جائے
جس جگہ ٹیک دے سر کعبۂ ایماں ہو جائے

عرش تک ہو نہیں سکتی جو رسائی نہ سہی
یہی انساں کی ہے معراج کہ انساں ہو جائے

دَیر کی تحقیر کم اِتنی نہ اے شیخِ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بت خانہ تھا

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر
فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

بُت پرستی پہ جو اپنا دلِ ناشاد آیا
سنگریزوں میں نظر حُسنِ خُداداد آیا

جُدا ہے فہم سے اور وہم سے وہ
سمجھ لے جس کو بندہ وہ خُدا کیا

پہنچا کوئی کعبے سے کوئی دیر سے پہنچا
تھی جس پہ تری مہر وہی خیر سے پہنچا

جاتے تھے جستجوئے بت خانہ و صنم میں — بھٹکے تو جا کے نکلے ہم بھی کہاں حرم میں
ہم بڑی چیز سمجھتے تھے یہ مے خانہ میں — نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایماں اپنا
صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں — صاحب معنی کو صرف اک لفظ کافی ہو گیا
ہے غلط گر گمان میں کچھ ہے — تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے
اور پیرایہ میں ممکن نہیں قدرت کا ظہور — ہے یقین مجھ کو خدا صورت انساں ہوگا
ہوئے ہم بت کے بندے برہمن سے آہ کرتے ہیں — حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں
دنیا طلب کا شیوہ، ہاتھوں کا ہے اٹھانا — دل ہی میں خدا کو رکھ کر، کیا ہو دعا کی خواہش
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے — تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں
مرے صنم کا کسی کو مکاں نہیں معلوم — خدا کا نام سنا ہے نشاں نہیں معلوم
آزاد ہے دل وسوسۂ ہر دو جہاں سے — ہے ہم کو تعلق نہ مکیں سے نہ مکاں سے
وحشت سے پھر رہا ہوں، تری جستجو نہیں — ہے کون سا مقام کہ اے جان تو نہیں
طوف در تیرا جو ہو گبر و مسلماں کو نصیب — بت پرستی چھوڑ دیں تربت پرستی چھوڑ دیں
پوجوں اگر بتوں کو تو کافر نہیں ہوں میں — واں بھی ترے شرار سے منکر نہیں ہوں میں
ہر شیخ و شاب شکل کا دیوانہ ہو گیا — کعبہ تمہارے آنے سے بت خانہ ہو گیا
اے خضر میری راہ تو بس راہ جنوں ہے — منزل کو غرض ہو تو خود اس راہ پر آئے
پردہ نشیں سمائے دل ناشناس میں — آتی نہیں یہ بات ہمارے قیاس میں
مکے گیا، مدینے گیا، کربلا گیا — جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا
ہر جا ہے اس کا جلوۂ رخ وہ کدھر نہیں — پر جس سے دیکھ لیں وہ ہماری نظر نہیں
عبادت اسی کی ہے رب کو پسند — کہ جس سے نہ پہنچے کسی کو گزند
ہے عیاں جلوہ ترا انسان کی تصویر میں — صورت معنی ہو ظاہر لفظ کی تحریر میں
عرش کی سیر ریاضت نے مجھے دکھلائی — دخل مزدور ہے سلطاں کے محل میں ہوتا
باغوں میں تیرے عارض و خط کی بہار ہے — سرخی جو پھول میں ہے تو سبزی گیاہ میں
میرا مسلک کچھ جدا ہے شیخ کے اسلام سے — یاں خدا سے کام ہے اس کو خدا کے نام سے
تجلی جلوہ چاہے تو صفائے سینہ پیدا کر — اگر دیدار کا طالب ہے تو آئینہ پیدا کر
سو رنگ کے ہیں پھول چمن ایک ہی ہے — سو طرح کے اشجار ہیں بن ایک ہی ہے
کثرت میں چھپی رہتی ہے وحدت اکثر — اعضا تو بہت سے ہیں بدن ایک ہی ہے
عبث جاتا ہے کعبے کو خدا نزدیک ہے دل سے — تو کیا ناداں ہے زاہد فائدہ تحصیل حاصل سے

بے دل ہزار دانۂ سبحہ سے سود کیا سب صفر ہوں تو کچھ نہیں حاصل شمار کا

ظرف ناپاک ہے تو اس میں ہے ہر شے ناپاک دل نہیں صاف تو کیا خاک عبادت ہوگی

ہم نے مخلوق میں خالق کی تجلی پائی دیکھ لی آئنہ میں آئنہ گر کی صورت

کس کے دلِ شکستہ کے ماتم میں اے کریم اب تک سیاہ پوش ہے کعبہ خلیلؑ کا

میں نہ فریادی بتوں کا ہوں خدا کے سامنے آشنا کا کیا گلہ نا آشنا کے سامنے

پڑھیں درود نہ کیوں دیکھ کر حسینوں کو خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینوں کو

صفحۂ ہستی میں صورت ہے نہیں اغیار کی ہر مرقع میں ہیں تصویریں بس اپنے یار کی

موقوف ضد ہی پر تو ہے ہر شے کی معرفت کچھ کفر بھی ضرور ہے اسلام کے لیے

مے پرستی ہے مری باعثِ آمرزشِ خلق توبہ صد قوم نے کی ہے مری میخواری سے

سیہ کاروں ہی کی خاطر ہے رحمت خاص اے زاہد یہ ہے ظلمات کی قسمت میں چشمہ آبِ حیواں کا

برائے دیدنِ روئے تو چشمے دیگرے باید ہر آں چشمے کہ من دارم جمالت را نمے شاید

بنایا چاہتے ہیں دیر میرے خانۂ دل کو یہ بُت اللہ اکبر گھر خدا کے گھر میں کرتے ہیں

جنوں میں اس قدر قائل ہوں میں توحیدِ یزداں کا کہ نقطہ "لا" کی صورت چاک ہے میرے گریباں کا

کیا حقیقت دو جہاں کی وسعتِ دل کے حضور لامکاں اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا

حرمتِ کعبہ طریقِ صاحبِ اسلام ہے چاہیے رنجیدہ کافر کا بھی تجھ سے دل نہ ہو

دونوں راہیں چھوڑ دیں ہیں ہم نے مشکل دیکھ کر دیر و کعبہ کون جائے وسعتِ دل دیکھ کر

خدا کو دل ہی میں ڈھونڈو ادھر ادھر نہ پھرو نہیں کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

صفائے قلب رکھتا ہوں کلیسا ہو کہ بت خانہ کہ ہو رُخ جس طرف زاہد اسی جانب حرم نکلے

دور کر دل کی کدورت محو ہو دیدار کا آئنہ کو بس صفائی نے دکھایا روئے دوست

واعظا اتنا بتا دے مجھ کو صاف صاف مرتبہ دل کا زیادہ ہے کہ بیت اللہ کا

خدا کا گھر بنانا ہے تو لے نقشہ کسی دل کا یہ دیواروں کی کیا تجویز ہے زاہد یہ چھت کیسی

بے ہوشیوں نے اور خبردار کر دیا سوئی جو عقل روح کو بیدار کر دیا

چشمِ خرد سے عار تھا، حُسنِ جنوں پسند کو عقل نے آنکھ بند کی، اُس نے حجاب اُٹھا دیا

تھا فضائے قدس میں اب قالبِ آدم میں ہوں چھٹ گیا مجھ سے وہ عالم اور ہی عالم میں ہوں

چلا عدم سے میں جبراً تو بول اٹھی تقدیر بلا میں پڑنے کو کچھ اختیار لیتا جا

ہم نیستی میں آپ کو سمجھے ہوئے ہیں ہست یہ وہ فریب ہے کہ جو اب تک کھلا نہیں

برہمن برہمن سمجھے مسلماں اہلِ ایماں میں بسر کر اس طرح سے زندگی گبر و مسلماں میں

کیا حرم کا نہ خاطر میں بھی کبھی احترام   خدا کا شکر بتوں سے میں شرمسار نہیں

اصل میں سب متحد ہیں، فرع کا کیا اعتبار   خار و گل نکلے ہیں دونوں ایک مشتِ خاک سے

بلا ناغہ ترے گھر دوست اور دشمن کی دعوت ہے   کشادہ کس قدر اللہ تیرا خوانِ نعمت ہے

ہوئے کونین اک کن سے تماشہ ہے یہ قدرت کا   خدائی ہیں تری خالق کسے ہے دخل حجت کا

مدرسہ یا دیر تھا کعبہ تھا یا بت خانہ تھا   ہم بھی مہمان تھے واں تو ہی صاحبِ خانہ تھا

بیاں مخلوق سے کب ہو سکے خالق کی قدرت کا   جو خود مصنوع ہو وہ کہہ سکے کیا رازِ صنعت کا

کل تلک تھا کثرتِ عصیاں سے نادم اے کریم   آج شرمندہ ہوں اپنی قلتِ تقصیر سے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے   بے گناہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

خیال چھوڑ دے زاہد تو بے گناہی کا   رکھے ہے شوق اگر رحمتِ الٰہی کا

کعبہ و بت خانہ میں شیخ و برہمن شاد ہیں   دونوں گھر یُن قدم سے عشق کے آباد ہیں

بے قربِ یار خواہشِ ہستی بعید ہے   جینا مضر ہے ہجر میں مرنا مفید ہے

جلوۂ حسنِ خدا داد ذرا دکھلا دے   منکروں کو بھی صنم شانِ خدا دکھلا دے

زاہد نہ توڑ بت کو کہ اس ہی کا ہے ظہور   کرتا ہے کیا معاملہ ناداں خدا کے ساتھ

اللہ کیا ہے حسن بتوں کے غرور کا   بندوں کو شک ہوا ہے خدا کے ظہور کا

کوئی کیسے تجھے پہچانے آخر   ہزاروں نام لاکھوں صورتیں ہیں

جستجو کی نہیں کوئی صورت   جادۂ معتبر نہیں ملتا

جو ہے اپنی ہی طرح رہرو ہے   ایک بھی راہبر نہیں ملتا

دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست   ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست

ساقی و جام و مے و گوشۂ ویراست ایں جا   للہ الحمد کہ احوال بخیر است ایں جا

نکتۂ عشق مپرسید کہ ہوشم باقی ست   سخن از یار مگوشید کہ غیر است ایں جا

قانع بہ تجلی نشود شائقِ دیدار   پروانہ بہ مہتاب تسلی نتواں کرد

ہو گیا پردہ برانداز انا الحق کہنا   بزمِ توحید میں گنجائشِ منصور نہیں

حیرت سے شش جہت نگراں و خموش ہوں   ہر دم جو سامنے ہو اسے یاد کیا کروں

ڈالا جو دل میں تھا وہی منصور نے کہا   گویا یہ بازگشت صدا کی ہے چاہ سے

امید اس کے وصل کی جب جیتے جی نہ ہو   مرنے کی اپنے کس لیے ہم کو خوشی نہ ہو

کاتبِ اعمال نکلے کام کے   مل گئے دو دو شریک الزام کے

سچ ہے کہ نردبانِ حقیقت مجاز ہے   ملتا نہیں خدا جو نہوں راہ بر صنم

زاہد بتا کہ کعبہ میں کیا دیکھتا ہے تو — جاتے ہیں دیر میں تو صنم دیکھتے ہیں ہم

بٹھا کے سامنے بت کو سلام کر لیں گے — خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے

کیا پہنچے تو فرشتہ کا جس جا گذر نہیں — بیت الصنم ہے شیخ خدا کا یہ گھر نہیں

بتوں کو جاننے والے خدا کو جان جاتے ہیں — بتوں کو جانتے ہیں کیا خدا کے جاننے والے

خدا کا جاننا بس تھا تو کیوں دنیا میں آئے تھے — خدا کے پاس ہی رہتے خدا کے جاننے والے

اگر دل مومنوں کے زاہد و عرشِ خدا ٹھہرے — بتوں نے جب انھیں چھینا تو پھر بتلاؤ کیا ٹھہرے

تمہاری مانگ کے عاشق ہیں شیخ و برہمن دونوں — یہ وہ رستہ ہے جس میں دوست دشمن مل کے چلتے ہیں

وصل ہو جائے یہیں حشر میں کیا رکھا ہے — آج کی بات کو کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے

جب دونوں کی خلقت ہوئی اک کن کی صدا پر — پھر شیخ میں ہے کیا جو برہمن میں نہیں ہے

زاہدا واحد ہے وہ وحدت میں اس کی شک نہیں — راز وحدت کیا بتائیں تجھ سے بے وحدت کو ہم

اے ترا با ہر دلے رازے دگر — ہر گدا را بر درت نازے دگر

تجلی جلوہ چاہے تو صفائے سینہ پیدا کر — اگر دیدار کا طالب ہے تو آئینہ پیدا کر

بے دلیل اس کو ہم نے پہچانا — عقل ناقص ہے فہم کامل ہے

حشر کے دن یہ کہوں گا میں خدا سے پہلے — شکلِ محبوب دکھا اپنی لقا سے پہلے

وہ معنی ہوں کہ مضمونِ فنا ہے زندگی میری — وہ مطلب ہوں کہ ہستی سے ہے بہتر نیستی میری

تو بدیں جمال و خوبی بسوئے طور گر خرامی — ارنی بگوید آں کس، کہ بگفت لن ترانی

نیست پروائے عدم وارستۂ ہستی را — از قفس مرغ بہر جا کہ رود بستان است

محمدؐ از تو می خواہم خدا را — خدایا از تو حبِ مصطفیٰؐ را

حاجی برہ کعبہ و من طالب دیدار — او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

جس جگہ جلوہ ترا مایۂ مدہوشی ہے — یاد میں اپنے اگر ہے تو فراموشی ہے

جمشید کا تو جام فقط تھا جہاں نما — ساغر مگر ہمارا ہے کون و مکاں نما

نغمۂ عشق سے ہیں سبحہ و زنار ملے — ایک آواز پہ دو ساز کے ہیں تار ملے

غیر از دوئی کے مانع دیدار کون ہے — وہ یار ہو گیا تو پھر اغیار کون ہے

بیم غضب رکھے ہے مجھے مغفرت سے دور — گر وہ کریم ہے تو گناہ گار کون ہے

دریا ہی پھر تو نام ہے ہر اک حباب کا — اٹھ جائے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا

جمی جس دن سے آ کر خانۂ دل میں نہیں نکلی — کسی پردہ نشیں کی یاد بھی پردہ نشیں نکلی

بتے می گفت روزے با برہمن — خدائے من توئی ای بندۂ من

مرا ہر صُورت خود آفریدی چرا خود صُورت خود را نہ دیدی

دلِ عاشق میں داغ ہے کس کا کعبہ میں یہ چراغ ہے کس کا

کیوں عبث مَیں علاجِ داغ کروں خانۂ دل کو بے چراغ کروں

مُدعا عالم سے اپنا ہی فقط دیدار تھا دید کو اپنی یہ آئینہ اِسے درکار تھا

ٹوٹے بُت، مسجد بنی مسمار بُت خانہ ہُوا جب تو اِک صُورت بھی تھی اب صاف ویرانہ ہُوا

بُتوں نے اِک حرم دے کر خدا کو عجم سے لے لیا ہندوستاں تک

محو بہارِ حُسنِ دل آرا ہُوں اس قدر ہر خارِ دشت سامنے آتا ہے بن کے پھُول

اُس رُخِ روشن کی جو کہ یاد میں مشغول ہے مہر اُس کے رُوبرو سُورج مُکھی کا پھُول ہے

ابُوتراب نخشبیؒ: صُوفی وہ ہے جسے کوئی چیز ناپاک نہ کر سکے اور خود ہر چیز کو پاک و صاف کر دے +

معروف کرخیؒ: تصوّف کے معنی یہ ہَیں کہ حقائق کو اخذ کیا جائے۔ اور اِن باتوں کو جو خلقت کے ہاتھ میں ہَیں چھوڑ دیا جائے +

ذوالنون مصریؒ: اہلِ تصوّف وہ لوگ ہَیں جنھوں نے خُدائے بزرگ و برتر کو تمام چیزوں پر ترجیح دی ہے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ خدائے برتر نے ان کو تمام چیزوں پر فوقیت بخشی +

سری سقطیؒ: صُوفی وہ ہے جس کا نورِ معرفت اس کے نورِ زہد و ورع کو ماند نہ کر دیتا ہو۔ اور جو کرامتیں اُسے عطا کی گئی ہیں اُن پر اِترا کر وہ مقدس قانون کی خلاف ورزی یا اس کا تہتک نہ کرتا ہو +

سہل بن عبداللہ تستریؒ: صُوفی وہ ہے جو اپنے خُون یعنی قتل کیے جانے کو جائز و مُباح سمجھے۔ اور اپنے مال و املاک کو دوسروں کا مال و املاک تصوّر کرے +

نیز صُوفی آں بود کہ صافی شود از کدر، پُر شود از فکر۔ در قُربِ خُدا منقطع شود از بشر و یکساں شود در چشم او خاک و زر +

سمنون المحبؒ: تصوّف یہ ہے کہ نہ کوئی چیز تیرے قبضہ میں ہو اور کسی چیز کا تجھ پر قبضہ ہو۔ صُوفی وہ ہے کہ جب نہ پائے تو چُپ رہے اور جب پائے تو اس سے دوسروں کو ترجیح دے +

عمر بن عثمان مکیؒ: صُوفی وہ ہے جو ہر وقت اِس شغل میں مصروف رہے۔ جو اس کے نزدیک اس وقت سب سے اولیٰ و انسب ہو۔ بالفاظِ دیگر خُدا کی قوّتِ فاعلی کے ظہور کے لیے محض ایک انفعالی آلہ بنا رہے +

گنج بخش لاہوریؒ: تصوّف ایک حقیقت تھی بے نام۔ لیکن آج ایک نام ہے

بے حقیقت +

جنید بغدادیؒ: ہمارا تصوف کتاب وسنت کے ذریعے مضبوط کیا گیا ہے۔ جس علم پر کتاب وسنت شاہد نہیں اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں +

ابوالحسین النوریؒ: صوفی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ بے قراری نہ ظاہر کرے۔ اور جب کچھ موجود ہو تو ایثار سے کام لے +

جنید بغدادیؒ: تصوف کے معنی یہ ہیں کہ باری تعالےٰ تیری خودی کو تجھ سے زائل کرکے تجھے فنا کردے اور اپنے میں ملاکر تجھے زندہ و باقی کردے +

ممشاد الدنیاوریؒ: تصوف وہ ہے جس میں صفائے اسرار ہو۔ اس پر عمل کرنا جس میں کہ رضائے جبار ہو اور خلق کے ساتھ صحبت بے اختیار ہو۔ صفائے اسرار سے مراد تزکیۂ قلب ہے بے اختیار کے یہاں یہ معنی ہیں کہ لوگوں سے ملو لیکن اپنی مشیت یا قوتِ ارادی کو سلب کرکے +

ابومحمد رویمؒ: تصوف نفس کو باری تعالےٰ کی مرضی پر چھوڑ دینے کا نام ہے +

نیز تصوف تین خصلتوں پر مبنی ہے۔ فقر وناداری کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ ایثار علی النفس کا حقیقت شناس ہونا، مشیتِ ایزدی میں دم مارنے اور اپنی مرضی کا اظہار کرنے سے باز رہنا +

علی بن سہلؒ اصفہانی: تصوف یہ ہے کہ خدا کے سوا تمام چیزوں کے تعلق سے بری ہو +

حسین بن منصورؒ حلاج: صوفی وہ ہے جو ذات کے لحاظ سے واحد ہو۔ نہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہو اور نہ وہ کسی کی طرف متوجہ ہو +

ابوالحسنؒ بوشنگی: تصوف کوتاہی امل اور مداومت عمل ہے +

ابومحمد الجریریؒ: تصوف اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے حاصل کرنے اور ادنیٰ درجہ کے اخلاق سے گریز کرنے کا نام ہے + تصوف تمام تر ادب ہے +

ابوعلی الرودباریؒ: صوفی وہ ہے کہ صوف پہنے بصفا، نفس کو چکھائے طعمۂ جفا، دنیا کو دیکھے از پسِ قفا، سلوک کرے طریقِ مصطفےٰ، درد کو سمجھے دوا، مرض کو جانے شفا، مرگ کو خیال کرے بقا +

ابوبکر الکتانیؒ: تصوف اخلاقِ حسنہ کا نام ہے۔ پس جو شخص تم پر اخلاقِ حسنہ میں فوقیت لے جائے۔ سمجھ لو کہ وہ صفائی قلب میں بھی تم سے بڑھ گیا ہے +

عبداللہؒ بن محمود المرتعش: صوفی وہ ہے جو ہر بلا سے بیخوف اور ہر عطا سے سیر چشم ہو +

تصوف مجموعہ ہے ان صفات کا جن کو ہر زبان میں اچھا جانتے ہوں اور ان کی ضد ہر زبان میں ناپسند ہو +

حضرت امام غزالیؒ: تصوف دو چیزوں کا نام ہے: اوّل راستی با خدا۔ دوم نکوئی با خلقِ خدا۔ یعنی جو کوئی خدا تعالیٰ کے نزدیک راستباز اور خلقِ خدا کے ساتھ نیک خواہ اور بُردبار ہے، وہ صوفی ہے۔ اور راستی خدا کے ساتھ یہ ہے کہ اپنے حظوظِ نفسانی کو اس کے حکم پر نثار کر دے اور نکوئی خلق کے ساتھ یہ ہے کہ دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔ بشرطیکہ حاجت ان کی شرع شریف کے موافق ہو +

حضرت احمد خضرویہؒ: تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو دل سے دوست رکھے اور زبان سے یاد رکھے اور ماسوا سے اپنے خیالات ہٹالے اور حق تعالیٰ سے نزدیک تر وہ شخص ہے، جس کا خلق زیادہ ہے +

حضرت جنید بغدادیؒ: تصوف اجتماع سے ایک ذکر ہے اور استماع سے ایک وجد ہے اور اتباع سے ایک عمل ہے۔ تصوف کا مشتق اصطفا ہے جو ماسوا سے برگزیدہ ہوا وہی صوفی ہے + تصوف ترکِ اختیار کا نام ہے +

ابوالحسن النوریؒ: صوفی وہ ہے جس کی جان کدورتِ بشریت سے آزاد ہے، آفتِ نفس سے صاف ہے اور خواہشات سے خالی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ درجۂ اعلیٰ میں حق تعالےٰ کے ساتھ آرام کرتا ہے + فقر کا آخر تصوف کا اوّل ہے +

تصوف اعتراض سے اعراض کرنے کا نام ہے + تصوف ترکِ اختیار کرنے کا نام ہے +

صوفی ماسوا اللہ سے بھلگے ہوئے ہیں۔ نہ تو وہ مالک ہیں نہ مملوک۔ نہ وہ کسی کی قید میں ہیں اور نہ کوئی ان کی قید میں +

تصوف نہ تو رسوم میں ہے نہ علوم میں۔ بلکہ اخلاق کا نام ہے۔ اگر رسم ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہوتا، علم ہوتا تو تعلیم سے ہاتھ آتا۔ مگر وہ تو اخلاق ہے +

تصوف حق تعالیٰ کی دوستی اور دُنیا کی دُشمنی ہے +

مجددِ الفِ ثانیؒ: تصوف زبدۂ عمل باحکامِ شریعت ہے +

ہر صوفی عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا +

جنید بغدادی: تصوف یہ ہے کہ ذکر ہو، لیکن حضورِ قلب کے ساتھ۔ وجد کی حالت طاری ہو لیکن آیت و حدیث کو سُن کر۔ اور عمل ہو لیکن بپابندیِ قرآن و سنت +

صوفی زمین کی مانند ہے۔ جس پر ناپاک چیزیں پھینکی جاتی ہیں لیکن جتنی چیزیں اس میں سے نکلتی ہیں، نفیس و پاک ہوتی ہیں +

نیز صوفی کی مثال زمین کی سی ہے۔ جس پر نیک و بد سبھی طرح کے لوگ چلتے ہیں۔ وہ

بادلوں کی طرح ہے جو اپنا سایہ ہر ایک چیز پر یکساں ڈالتے ہیں - اور مینہ کی طرح ہے جو ہر چیز کو یکساں سیراب کرتا ہے +

صُوفی اس وقت صوفی ہوتا ہے کہ جُملہ خلائق کو اپنا عیال خیال کرے +

ابو محمد الراجبیؒ: صُوفی اس وقت تک صُوفی نہیں ہوتا جب تک کہ حالت یہاں تک نہ پہنچ جائے کہ زمین اُسے پناہ نہ دے' آسمان اس پر سایہ نہ ڈالے' خلقِ خدا اُسے مردود و مطرود نہ جانے - اور ہر حالت میں اس کا مرجع باری تعالےٰ ہی نہ ہو +

ابو عثمان المغربیؒ: تصوف قطع علائق رفضِ خلائق اور اتصالِ حقائق ہے +

ابو الحسن البوشنجی: تصوف کوتاہی امل و مداومت بر عمل یعنی اُمیدوں کا کم کرنا اور عمل نیک پر ہمیشگی ہے + ماسوا کا نسیان تصوف کا پہلا قدم ہے +

حقائق کے حاصل کرنے اور دقائق کے بیان کرنے اور خلق کے ہاتھ میں جو کچھ ہے' اس سے مایوس ہونے کو تصوف کہتے ہیں +

ابو الحسن خرقانیؒ: صُوفی ایک ایسا دن ہے' جس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو - اور ایک ایسی رات ہے جسے چاند اور ستاروں کی ضرورت نہ ہو - اور ایک نیستی ہے جس کو کسی ہستی کی حاجت نہ ہو + تصوف صرف خیال کے صحیح کرنے کا نام ہے +

جنید بغدادیؒ: صُوفی وہ ہے کہ جس کا دل ابراہیمؑ کے دل کی طرح دُنیا سے سلامت یافتہ ہو - اور اسی کی طرح فرمانِ خدا بجا لانے والا ہو - اس کی تسلیم' تسلیمِ اسمٰعیلؑ اور اندوہ' اندوہِ داوٗدؑ اس کا فقر' فقرِ عیسٰیؑ - اس کا صبر' صبرِ ایوبؑ - اس کا شوق' شوقِ موسیٰؑ اور اس کا اخلاص اخلاص و اخلاقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو +

ابو عمرو بن النجیدؒ: تصوف صبر کرنا اور تحتِ امر و نہی ہے +

صُوفی وہ ہے جس کو جانوروں کی آواز میں ہر ایک سوز و ساز میں' چڑیوں کی چہک میں' پھولوں کی مہک میں' سبزے کی لہک میں' جواہرات کی دمک میں' سورج کی چمک میں' سماوی سمک میں' درختوں کے رنگ میں' شیشہ و سنگ میں' آہنگِ رباب و چنگ میں' زمزم و گنگ میں' پتھر کی سختی میں' خوشحالی و بدبختی میں' زمین کی نرمی میں' آتش کی گرمی میں' دریا کی روانی میں' کواکبِ سمانی میں' پہاڑ کے ابھار میں' بیابان و مرغزار میں' خزان و بہار میں' ایک نادیدہ ہستی کا جلوہ نظر آئے ؎

تو ئی معبود گر نزدیک دیرم ۔۔۔ تو ئی مقصود گر مشغولِ غیرم

اگرچہ کافرم یا بت پرستم ۔۔۔ قبولم کن خدایا ہرچہ ہستم

تحفۂ ہستی

(ایک خاتون شاعرہ)

مت دے چمن فریب گلوں کے نکھار کا　　　انجام جانتا ہوں میں تیری بہار کا
خنجر چبھا ہوا ہے ہر اک گل میں خار کا　　　مجروح ذرہ ذرہ ہے دنیائے زار کا
موجوں کا یہ چڑھاؤ نشاں ہے اُتار کا

سب ہیچ یاں ہے مہر و مروت کی آرزو　　　بیکار ہے وفا و محبت کی آرزو
پوری نہ ہو سکے گی مسرت کی آرزو　　　بر آئے گی جو ہے تمہیں کلفت کی آرزو
تحفہ یہی ہے ہستیٔ ناپائدار کا

کیا باغِ دہر ایک سیہ خانہ ہی تو ہے　　　نا آشنا جو گل ہے وہ فرزانہ ہی تو ہے
شیدا جو اس چمن پہ ہو دیوانہ ہی تو ہے　　　سبزہ تلک یہاں کا سو بیگانہ ہی تو ہے
کس سے جہاں میں آپ کو دعویٰ ہے پیار کا

دنیا میں ایک رقصِ شرر ہیں مسرتیں　　　یا برق کی چمک کا اثر ہیں مسرتیں
جھونکا سا اک ہوا کا مگر ہیں مسرتیں　　　اک سانس ہیں کہ پل میں اُدھر ہیں مسرتیں
یا مختصر سا وقت ہیں صبحِ بہار کا

ہمارے شاعر

(جناب فیاض ہریانوی)

کبھی نوعمر کے نورستہ خط پر زہر کھاتے ہیں　　　بہا دیتے ہیں دریائے معانی تل کے نقطے پر
دہانِ تنگ کی تنگی میں کرتے ہیں غلو اتنا　　　کہ تنگی میں اُسے ترجیح دے دیتے ہیں نقطے پر
لبوں کے سامنے خوں در جگر ہے لعلِ رمانی　　　دُرِ دنداں ہے چشمک زن ہر اک گوہر کے دانے پر
رموزِ شاعری سب خرچ کر ڈالی ہیں بے صرفہ　　　دقائق آفرینی کو ہوئے مائل جو غمزے پر
نظر کو تیر سے ابرو کو خنجر سے بڑھاتے ہیں　　　مژہ کو فوقیت دیتے ہیں ناوک بلکہ نیزے پر

بیانِ کاکلِ شبگوں پہ ظلمت ہو گئی طاری ہویدا ہو گیا ہے نور ذکرِ روئے زیبا پر
ستارے دیکھ کر ملتے ہیں پہ ہوتی ہے گل افشانی ہیں افشاں جبیں پر تارے ہیں عرشِ معلیٰ پر
جو رخ پر زلف آتی ہے تو یہ غوغا مچاتے ہیں کہ ہے کالی گھٹا چھائی ہوئی صحنِ حدیقے پر
وہ وہ نازک ادا اپنے پر کہتے ہیں یوں ظاہر کہ گویا حملہ آور ہو گئے دو ترک دارا پر
عذارِ لالہ گوں کی یاد میں ہر شعر ہے رنگیں رقم ہوتے ہیں مضموں شوخ چشم سرمہ سا لا پر
نکالا نقص یوسف میں جو نغمہ حسن کا چھیڑا نفس کی تان اگر چھیڑی تو رکھا حرف عیسیٰ پر
دمِ تحریر اوصافِ کمر ارشاد ہوتا ہے کہ زیبا ہے اگر اس وقت دے دے ہم کو عنقا پر
خرامِ ناز کے مذکور پر فتنے اٹھاتے ہیں بپا کر دیتے ہیں محشر بیانِ قدِ بالا پر
کسی کی بے حجابی سے یہ بیہوش ایسے ہوتے ہیں کوئی جلوے کہ جلوے سے غشی طاری ہے موسیٰ پر
زمین و آسماں کے یہ ملا دیتے ہیں قلابے مضامیں باندھتے ہیں جب حسینوں کے سراپا پر
کوئی پوچھے کہ تم کو کیا جو کوئی خوبصورت ہے تعجب ہے مجھے ان شاعروں کے شور و غوغا پر

کہاں تک یہ قصیدہ گوئیاں شانِ جمالی میں حسینوں مہ جبینوں کے قصیدے ترک کر بھی دو
سخن کے ساز پر چھیڑو نہ نغمہ بلبل و گل کے نہ گوندھو شعر کے گلدستے میں پژمردہ پھولوں کو
رباب شعر پر توبہ کرو نبیوں کا استہزا قلم کو اس حریمِ قدس کی توہین سے روکو
کہاں تک تذکرے فرہاد و شیریں کی محبت کے اب اس افسردہ گلدستے کو بالائے طاق رکھ دو
نہ ڈالو دامنِ قرطاس پر دھبے سیاہی کے ابھی رہنے دو زلف و خال کے قصے کو رہنے دو
"خدا کے واسطے اکبر کوئی ذکر اور ہی چھیڑو سنی باتوں کا کیا سننا کہی باتوں کا کیا کہنا"

تھا کسی بستی میں اک مردِ فقیر متقی و نیکدل روشن ضمیر
حال اس کا خلق سے مستور تھا نامِ حق لیتا نہ تھا وہ برملا
جب کوئی کہتا کہ ذکرِ حق کرو وہ کہا کرتا کہ فکرِ حق کرو
لوگ اس کی راہ پر آتے نہ تھے اس کی اونچی بات کو پاتے نہ تھے
جب کوئی کہتا کرے خالق کا نام فارسی کا شعر وہ پڑھتا مدام
ہر دو یکسانست پیشِ اخشمے بوئے مشک و پشک چوں بو دمے
جب غلط فہمی ہوئی پیدا بہم کر دیا یاروں نے اس کو متہم
کر دیا مشہور یہ زندیق ہے دین میں یہ باعثِ تفریق ہے

بادشاہِ وقت تک پہنچی خبر
شہر میں درویش سے ہے شور و شر

شہر میں اک سالکِ قالین ہے
منکرِ اعمال ہے بےدین ہے

کر دیا فرمان کہ بے پیچ و تاب
کھینچ لاؤ ایسے ملحد کو شتاب

الغرض مع ذلت و تحقیر سے
لائے اُس زاہد کو شہ کے سامنے

دیکھتے ہی شاہ نے اُس کو کہا
شہر میں خلقت تجھے کہتی ہے کیا

کیوں خدا کے نام سے ہے تو نفور
کیا ترے دل میں سمایا ہے غرور

تو بھی دم بھرنے لگا منصور کا
سر اُڑا دوں گا ابھی مغرور کا

ورنہ توبہ کر خدا سے ہو رجوع
پڑھ نمازِ حق بصد عجز و خشوع

سر اُٹھا کر یوں کہا درویش نے
کیا کہا شاہِ سیاست کیش نے

بادشہ کو ہم خدا کہتے نہیں
بادشہ کے ملک میں رہتے نہیں

ہم نہیں پڑھتے ہیں بندوں کی نماز
ہم ہیں آزادِ ملامت بے نیاز

جس نے تجھ کو کر دیا شاہِ زمیں
اُس کے آگے جھکتی ہے اپنی جبیں

لوگ تجھ کو گر نہیں کہتے بھگت
میں تو پہلے تج چکا ہوں یہ جگت

ہے خدا کے واسطے اپنی نماز
سلطنت کے واسطے شہ کی نماز

بادشہ مجبور ہے اظہار پر
اس کو ڈر ہے دین کے انکار پر

تخت سے بے دیں اُتارا جائیگا
عیش و عشرت کا سہارا جائیگا

قتل کرتے ہیں اگر بے دین ہو
میں تو پہلے ہی گدا مسکین ہوں

سیکھ لے مجھ سے گر پڑھنی نماز
موت سے پہلے ہو توبہ سے باز

ہنس کے بولا پھر فقیرِ خوش سیر
میں نے تجھ کو تو جگی ہے جان کر

بادشہ دن میں ہے مصروفِ شکار
اور ہے عیش و طرب میں شب گذار

چاہتا ہے ہو رعایا باخدا
یہ نرالا حکم دیکھا یا خدا

حکم ہے مجھ کو کہ پڑھ حق کی نماز
میں یہ کہتا ہوں خدا ہے بے نیاز

تو نمونہ بن کے دکھلا راج کو
رکھ دے خاکِ عجز پر اس تاج کو

پھر رعایا خود کرے گی اقتدا
بادشہ جب ہوگا اُس کا مقتدا

میں بھی ہوں گا شاہ کے پیچھے کھڑا
اور پڑھوں گا پھر نمازِ باصفا

پھر خدا کا نام لوں گا برملا
چشمِ دنیا سے حجاب اُٹھ جائیگا

ورنہ یکسانست ہیچ است شمے
بوئے بشنگ و مشک چوں خود شمے

قول زاہد شاہ کو آیا پسند
ہو گیا بیعت بدستِ ارجمند

بیدادِ زمانہ

کیونکر گزرتی ہے دلِ نالاں سے پُوچھ لے   وحشت کی میرے چاکِ گریباں سے پُوچھ لے
دِل میں جلن ہے نالۂ سوزاں سے پُوچھ لے   ہاں میرا حال دیدۂ گریاں سے پُوچھ لے
مَیں داغ داغ ہُوں تپِ فرقت سے پُوچھ لے
راحت ہے یا اَلَم مری غربت سے پُوچھ لے

سوزِ دروں کی داغِ محبت سے پُوچھ لے   کیونکر گزر رہی ہے مصیبت سے پُوچھ لے
رنج و اَلَم ہے یاس سے حسرت سے پُوچھ لے   ناسازگار بخت ہے قسمت سے پُوچھ لے
چھالوں کا حال خارِ مغیلاں سے پُوچھ لے
پردیسیوں کی گورِ غریباں سے پُوچھ لے

مَیں سوز ہُوں کہ ساز مقدر سے پُوچھ لے   سیماب ہے کہ دِل، دلِ مضطر سے پُوچھ لے
بلور ہُوں کہ کانچ ہُوں پتھر سے پُوچھ لے   وہ سخت جان ہُوں دمِ خنجر سے پُوچھ لے
کھلتا نہیں مَیں کس لیے بے تاب ہو گیا
یارب! ہُوں بارِ خاطرِ احباب ہو گیا

نورِ نظر کی دیدۂ گریاں سے پُوچھ لے   یعقوبؑ کا اَلَم مہِ کنعاں سے پُوچھ لے
گُل کا فسانہ بُلبلِ نالاں سے پُوچھ لے   سُرخ آنسوؤں کی لعلِ بدخشاں سے پُوچھ لے
خوں ہو کے آنکھ سے دلِ بیتاب بہ گیا
پہلو میں اِک رفیق تھا وہ بھی نہیں رہا

اِک مورِ ناتواں ہُوں نقاہت سے پُوچھ لے   جا، جا کے زعفران کی رنگت سے پُوچھ لے
مُضطر ہُوں اضطراب کی حالت سے پُوچھ لے   مَیں کیا کہوں تو اپنی عنایت سے پُوچھ لے
دُنیا بدل گئی، وہ زمانہ نہیں رہا
اب دِل ہمارا محوِ ترانہ نہیں رہا

گُم کردہ رہ ہُوں منزلِ جاناں سے پُوچھ لے   بس رہ گزر سے دشت و بیاباں سے پُوچھ لے
ہُوں صرفِ سوز، شمعِ فروزاں سے پُوچھ لے   محرومیِ ازل مرے داماں سے پُوچھ لے
سینہ ہے پاش پاش جگر لخت لخت ہے
نورِ نظر کسی کا وہ تاریک بخت ہے

آشفتہ حال ہوں مری وحشت سے پوچھ لے شوریدہ بخت ہوں مری قسمت سے پوچھ لے
اِک خار ہوں چمن میں نزاکت سے پوچھ لے فردِ گناہ اپنی ہی رحمت سے پوچھ لے
وہ پھول ہوں جو کھلتے ہی کملا کے رہ گیا
غنچہ ہوں جو ہو شاخ پہ مرجھا کے رہ گیا

میں کیا ہوں یاس و حسرتِ حرماں سے پوچھ لے کیفِ دری کی ہاں مہِ تاباں سے پوچھ لے
رونے کا حال ابرِ بہاراں سے پوچھ لے جوشِ جنوں کی دست و گریباں سے پوچھ لے
دل میں خلش ہے، سینے میں کاوش، جگر میں درد
بیمار دار ہیں مرے سرد آہ و رنگ زرد

کیا قہر ہے کہ نالۂ بلبل پہ گل ہنسیں شبنم کے آنسوؤں پہ شگوفے غضب کھلیں
گلشن میں سرو قمری کی فریاد پر تنیں بے لطف ہو رہی ہیں زمانے کی صحبتیں
دنیائے دوں کو جی میں ہے آتا کہ چھوڑ دوں
منہ خانماں سے موڑ کے جنگل میں جا بسوں

کٹیا مری ہو کاخِ وجاہت مرے لیے کمبل مرا ہو موجبِ زینت مرے لیے
کثرت کے رنگ میں ہو مئے وحدت مرے لیے ہو فرشِ خاک بسترِ راحت مرے لیے
جا دل میں ہو نہ فکرِ کم و بیش کے لیے
ہو چاند شمعِ خانۂ درویش کے لیے

سبزہ ہو نو دمیدہ لبِ جوئبار ہو نغموں میں طائروں کے مزا ہو بہار ہو
مے پی کے مستِ بیت کی یہ بادہ خوار ہو الفت ہوا ہوؤں سے غزالوں سے پیار ہو
جلوہ ہو حسنِ یار کا یہ خاکسار ہو
مرنے کے بعد بھی وہیں میرا مزار ہو

حکمِ مشیّت

(جوش ملیح آبادی)

خدا گواہ کہ منشا ہے یہ مشیّت کا کہ ہر نظام کے ہمراہ ابتری بھی رہے
موحّدوں کو رہے اختیارِ بت شکنی برہمنوں کے لیے اذنِ آذری بھی رہے

طلسمِ کوثر و تسنیم بھی نہ ہو باطل
شرابِ ناب کی صحبت فسوں گری بھی رہے

حدیثِ طاعت و آیاتِ حق کے دوش بدوش
زمیں پہ کفر و بغاوت کی شاعری بھی رہے

شعارِ عجز و سرِ انکسار کے ہمراہ
سرشتِ حضرتِ انساں میں خودسری بھی رہے

مذاقِ بندگی و ذوقِ سجدہ کے باوصف
مزاجِ آدمِ خاکی میں داوری بھی رہے

غرضکہ حکمِ مشیت یہ ہے کہ دنیا میں
پیمبری بھی رہے اور کافری بھی رہے

طریقِ عمل

(اکبر مغفور)

چاہا جو اُن سے میں نے طریقِ عمل پہ وعظ
بولے کہ نظمِ ذیل کو ارقام کیجیے

پیدا ہوئے ہیں ہند میں اِس عہد میں جو آپ
خالق کا شکر کیجیے آرام کیجیے

بے انتہا مفید ہیں یہ مغربی علوم
تحصیل اِن کی بھی سحر و شام کیجیے

یورپ میں پھر کے پیرس و لندن کو دیکھیے
تحقیقِ مکتب کا شعر و شام کیجیے

ہو جائیے طریقۂ مغرب میں مطمئن
خاطر سے محو خطرۂ ایام کیجیے

پیرانِ بے فروغ کا گل ہو چکا چراغ
ناحق نہ دل کو تابعِ اوہام کیجیے

رکھیے نہ دل کو دیر و کلیسا سے منحرف
متروک قیدِ جامہ و احرام کیجیے

الفاظِ کفر و فسق کو بس بھول جائیے
ہر ملت و طریق کا اکرام کیجیے

رہیے جہاں میں شستہ مشرب نیک نام
مجھ کو مرید ہندوؤں کو رام کیجیے

رکھیے نمود و شہرت و اعزاز پر نظر
دولت کو صرف کیجیے اور نام کیجیے

سامان جمع کیجیے کوٹھی بنائیے
با صد خلوص دعوتِ حکام کیجیے

یارانِ ہم مذاق سے ہم بزم ہو جیے
موقع ملے تو شغلِ مے و جام کیجیے

نظارۂ حسیناں سے تر و تازہ رکھیے آنکھ
تفریح پارک میں سحر و شام کیجیے

مذہب کا نام لیجیے عاقل نہ ہو جیے
جو متفق نہ ہو اُسے بدنام کیجیے

طرزِ قدیم پہ جو نظر آئیں مولوی
پبلک میں اُن کو موردِ الزام کیجیے

زنجیرِ فقہ توڑیے کہہ کر خلافِ شرع
مضمون لکھیے دعوئِ الہام کیجیے

ممنوع ہے تعددِ ازواج خاص کر
یوں گھوم پھر کے تنقیۂ عام کیجیے

قومی ترقیوں کے مشاغل بھی ہیں ضرور
اس مد میں بھی ضرور کوئی کام کیجیے

لڑکے نہ ہوں تو ہو نہیں سکتی چہل پہل
فکریں پئے وظیفہ و انعام کیجیے

تحصیلِ چندہ کیجیے لڑکوں کو بھیج کر
سارا علاقہ ہند کا اب خام کیجیے

بے رونقی سے کاٹیے کیوں اپنی عمر کو
کیوں انتظارِ گردشِ ایام کیجیے

جو چاہیے وہ کیجیے بس یہ ضرور ہے
ہر انجمن میں دعویٔ اسلام کیجیے

لیکن نہ بن پڑیں جو یہ باتیں حضور سے
مُردوں کے ساتھ قبر میں آرام کیجیے

ادبِ عالیہ فارسی

برآرا ز مدِ بسم اللہ تیغ خوش مقالی را
مسخر کن سوادِ اعظم نازک خیالی را

محمدؐ از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو حبِ مصطفےٰؐ را

دل از عشقِ محمدؐ ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم

بہائے نیست غیر از نقدِ تحسین شعرِ موزوں را
مدہ ہرگز بہ جوہر ناشناس ایں درِ مکنوں را

نباشد ایں قدر آساں بہ تحقیقِ سخن رفتن
خدا رس می شود ہر کس رسد اندازِ مضموں را

باذات بہر صفت گر آیند خوش است
نغمہ بہر آہنگ بر آیند خوش است

از بہرِ خدا ہیچ عمل ضائع نیست
در خلد ز ہر در کہ در آیند خوش است

مسافرانِ چمن نارسیدہ در کوچ اند
شگوفہ می رود و شاخ بر می آرد

نازم بایں شرف کہ غلامِ محمدیم
لافِ نسب ز نسبتِ آدم نمی زنم

ما عجز دشمنیم و حریفاں زبوں طلب
ای خونِ ما بہ گردنِ طبعِ غیورِ ما

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزادست
کہ سرخروئی گل از طپانچہ باد است

خموشی نفع ہا دارد سخن پرداز می داند
نخستیں ایں کہ ساکت ہیچگہ ملزم نمی گردد

بہ رہ باراں کوہ را از کاہ کمتر می نہند
ناتواناں اند لیکن در سخن پردا شتق

دل کہ افسردہ شد از سینہ بروں باید کرد
مردہ ہر چند عزیز است نگہ نتواں داشت

من آں مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے
تواند جنبشِ بادے مرا بے خانماں کردن

من آں مرغم کہ گر یاری نماید بختِ ناسازم ‌ بود تا گوشۂ بامِ قفس معراجِ پروازم

کم کن شرابِ لطف کہ پُر شد ایاغِ ما ‌ روغن چناں مریز کہ بمیرد چراغِ ما

دشنامِ خلق را ندہیم جز دعا جواب ‌ ابریم کہ تلخ گیریم و شیریں عوض دہیم

رہ و رسمِ کرم از دور بر افتادہ سلیم ‌ می دہند آنچہ کریماں بہ گدا دشنام است

زاں خسیسے کہ لازمِ اربابِ دولت است ‌ دشنام می دہند بہ سائل غنیمت است

گشت است درمیانہ روی عمرِ من تمام ‌ ما از پلِ صراط ہمیں جا گذشتہ ایم

خارِ حرم کہ تازہ زبانم بریدہ اند ‌ محرومِ بوستانم و مردودِ آتشم

بر آں گروہ باید گریست کز پسِ ما ‌ حکایتِ کرمِ روزگارِ ما گویند

از تحمل راہِ گفت و گو بہ دشمن بستہ ام ‌ پیشِ سیلابِ حوادث سدِّ آہن بستہ ام

ذوقِ ہستیم از آں ہم بد را نشید کہ من ‌ دیدہ ام آں قدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

یک دل آزاد دریں دامگہِ فانی نیست ‌ یوسفے نیست دریں مصر کہ زندانی نیست

در کعبہ اگر دل بسوئے یار نباشد ‌ احرام کم از بستنِ زنار نباشد

با خدا گر بت پرستی کعبہ ات سنگ آورد ‌ بے خدا گر کعبہ سازی بت ز تو ننگ آورد

ہرگز ایں طفل مزاجی نہ رود از یادم ‌ گر بہ تابوت زدہم شوخیِ گہوارہ کنم

لطف و دشنامِ تو تسکینِ دلِ بیہوش است ‌ آتش از آب چہ گرم و چہ خنک خاموش است

عذرِ دستِ تہی است خلقِ کریم ‌ میوۂ بید سایۂ بید است

چو وسعتِ عدمم در خیال می آید ‌ ز تنگنائے وجودم ملال می آید

دل را بہ شمیمِ گل داغے نرساندیم ‌ پروانۂ خود را بہ چراغے نرساندیم

در مجلسے کہ یاراں شربِ مدام کردند ‌ نوبت بہ ما چو آمد آتش بہ جام کردند

ایں جا غمِ معیشت آں جا جزائے عصیاں ‌ آسائشِ دو گیتی بر ما حرام کردند

روزیِ کس را خورد کسے دیگرے زاں چوب را ‌ آب نتواند فرو بردن کہ رزقِ آتش است

کہ کرد قطعِ تعلق کدام شد آزاد ‌ بریدہ ز ہمہ با خدا پیوست

آب چوں در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ ‌ صحبتِ ناجنس را باشد ثمرِ آزادہ

مارا خبر ز شادی و غم نیست چوں حنا ‌ در دستِ دیگرے ست بہار و خزانِ ما

بہ یک دل کے تواں اندیشۂ دنیا و دیں کردن ‌ کہ نتواں ہر دو دستِ خویش در یک آستیں کردن

اگر ہمراہِ موافق ز جہاں می طلبی ‌ آں قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آید

مرا کشائشِ خاطر نہ از گلستاں است ‌ کلیدِ قفلِ دلم برۂ بیاباں است

گوارا نیست عشرت طبعِ ناپرہیزگاراں را — چہ لذت از نشاطِ عید باشد روزہ خواراں را

ناقصاں را خود می باشد گوارا تر ز نعمت — آتشِ سوزاں بہ از آب است حسرتِ خام را

بہ شاہاں می رسد از زیر دستاں فیضِ پنہانی — بنائے خانہ را از خشتِ زیریں محکمی باشد

اگر خواہی ز عمرِ خود حلاوت۔ تن بہ سختی دہ — ثمر را وقتِ شیرینی چو آید استخواں گیرد

چو دولت یافتی خوئے بدت فرماں روا گردد — کہ در وقتِ سواری دستِ چپ صاحب عناں گردد

بود خاصیتِ آبِ بقا خوئے ملائم را — کہ از دنداں زباں را زندگانی بیشتر باشد

شاعراں جاں از برائے شعر فہماں می کنند — دخترِ ہر کس دہ جیہہ افتاد قسمت شوہر است

تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است — روز چوں شب می شود آئینہ فرد باطل است

تا نہ خواہند مشو سبز بہ ہر انجمنے — کہ بناشد بہ چمن قدرِ گلِ خود رو را

رشتۂ طولِ امل تارِ دہاں طنبور است — چہ قدر بر سرِ ایں کاسۂ خالی شور است

بہار وقتِ صبا۔ گل بکامِ گلچیں باد — کہ ما بہ کنجِ قفس طرحِ آشیاں کردیم

مستِ عرفاں را شرابِ دیگرے درکار نیست — جز طوافِ خویش دورِ ساغرے درکار نیست

آخر ز فقر بر سرِ دنیا زدیم پا — غلطے بجاہ تکیہ زدہ ماندیم پا

تنم ز بندِ لباسِ تکلف آزاد است — برہنگی بہ برم خلعتِ خداداد است

مردہ ہم فکرِ قیامت دارد — آرمیدن چہ قدر دشوار است

آبرو با عرضِ مطلب جمع نتواں ساختن — ہست حاجت تا بلندی کرد استغنا شکست

برنگِ آب سبز برگ را برگِ ایں چمن کردم — گلِ ما داغ است بیدل آنکہ بوئے از وفا دارد

دہر سبزہ ز مکافات است آگاہ کو تمیز — کم کسے ایں جا بحالِ خود ترحم می کند

زبانِ حقیقت ردّ و قبول پرسیدم — بخندہ گفت برو یا بیا کہ می پرسد

طپیدم نالہ کردم آب گشتم خاک گردیدم — تکلف بیش ازیں نتواں بعرضِ مدعا کردن

رائے گر نشہ سرخوش بعزلت یافتم — داشتم تصدیع گر با خضر صحبت یافتم

روئی کو ازدستِ دلی نکشاید ندیدنی است — سخنے کہ نیست مغز در و ناشنیدنی است

عیبِ مردم فاش کردن بدترین عیب است — عیب گو اول کند بے پردہ عیبِ خویش را

شرمِ احسانِ کریماں بسکہ تر داند مرا — آب گردم چوں کسے از خاک بردارد مرا

رو مکش از پندِ ناصح گرچہ باشد بے عمل — میکند ہموارہ سوزن گرچہ خود ہموار نیست

برو زاہد کہ تحصیلِ ارم طاعت نمی خواہد — خدا در کار سازی از کسے رشوت نمی خواہد

عبث در آرزوئے نوجوانی پیر می گردد — کجا در شیشۂ عینک پری تسخیر می گردد

گر ندارد انفعالی سخت حاجت خواستن — دست پیش رو چرا وقت دعا دارد کسی

عمر ست کہ تیرِ فلک را آماجم — بر تارکِ افلاس و فلاکت تاجم

یک شمہ ز احوالِ خویش ظاہر سازم — چندانکہ خدا غنی تر است من محتاجم

جہد کن تا دولتِ فقر ای پسر حاصل کنی — نیست این میراث کز مرگِ پدر آید بدست

سرنوشتی کہ بد افتد ز تدبیر چہ سود — کس بہ ناخن نگشاید گرہِ پیشانی

باحتیاط گذر از شکارگاہِ جہان — گمان مبر کہ ترا از کمیں نمی بینند

تمتعی نہ برند اغنیا ز نعمتِ خویش — کہ باغبان نہ شناسد کہ سیرِ گلشن چیست

کلیم از دستِ بیداد کہ نالم — کہ بر پشتم گناہِ لشکر افتاد

عمرِ کم بر جان گوارا کرد بارِ زندگی — رہِ کوتہ مایۂ آسائشِ مزدور بود

باشد برای طفلان مینا ز بادہ بہتر — در چشمِ اہلِ دنیا جان قدرِ تن ندارد

زنہار وفا را غرض آلودہ نباشی — در کوی توقع سگِ قصاب نباشی

عاقل بہ کارِ دنیا بسیار لاابالی ست — ہمسایۂ جنون است عقلی کہ کامل افتد

عیش ہم گرد و دہر بی تلخی اندوہ نیست — ہمچو نوروزی کہ واقع در محرم می شود

ای طور ترا جہان خریدار — من خود ترا بجان خریدار

ای دلِ بیکار آخر غمگسارِ من توئی — ہم چراغِ خانہ ہم شمعِ مزارِ من توئی

آنکہ ندید جلوۂ دہرِ خراب را — بیند چگونہ دیدۂ بیدار خواب را

طاعتِ ما غافلان ہرگز نیاید در حساب — کی رقم در نامۂ اعمال گردد فعلِ خواب

از کفر ہیچ چیز بتر نیست در جہان — کفرانِ نعمت است کہ بدتر ز کافری ست

پیری کہ زمانِ ناتوانی ست — خاکسترِ آتشِ جوانی ست

بحقیقت ہر کہ از اشیا نظر افگندہ است — گر بد شمن دوست بود از خدا شرمندہ است

ما را حلاوتی نہ بود از جہانِ تلخ — ہستیم در جہان چو زبان در دہانِ تلخ

گل از زورِ زر بلبلِ زار را — بہ مغروری خون بہا می کشد

اہلِ دنیا را بہ دنیا چشمِ دل وا می شود — کور را در خواب دیدن چشم بینا می شود

ای برادر چون مہِ کنعانی از اخوان گریز — جای امنی گر نہ یابی جانبِ زندان گریز

مردمِ دنیا سماجت خواہ و من نازک مزاج — ای خدا فضلی کہ استغنا بہ فریادم رسد

آدم از روزِ ازل خورد فریبِ شیطان — ہر کہ او بازیِ شیطان نہ خورد آدم نیست

ترکِ خصمی کن کہ دارد خوی افعی روزگار — نیست تا آزردہ۔ آزردن نمی داند کہ چیست

دارم دلے زطائرِ وحشی رمیدہ تر ہر چند دور تر زکساں آرمیدہ تر

نگردد رفعتِ دنیای دوں بے کشمکش حاصل بگردوں خیمہ را چندیں طناب افتد کہ برخیزد

نہ در بندِ فقیری شو نہ میلِ دولتے کن سفر در پیش داری ساعتے بنشیں و رہ طے کن

نقشے نہ بستہ ایم بہ دیوارِ زندگی چوں رخنہ است ہیچ نہ بودن نمودِ ما

ہماں بہتر کہ من از آستانش زود برخیزم چہ لازم بعد روزے چند ناخوشنود برخیزم

انصاف اینکہ کمتر از اصحابِ کہف نیست ہر کس دریں زمانہ بہ غارے خزیدہ است

من نمی گویم کہ مجنوں باش و در صحرا نشیں شہر ہم بد نیست لیکن فارغ از دنیا نشیں

از مئے ہستی نہ تنہا شیخ و شاب افتادہ اند ہر طرف معمورہا ست و خراب افتادہ اند

بر سرِ دریائے ہستی نقش آبم کردہ اند یک طرف تعمیر و یک جانب خرابم کردہ اند

نے تختِ جم نہ ملکِ سلیمانم آرزوست راہے بخلوتِ دل و جانانم آرزوست

من کہ عمرے بہ ہوس پیرویٔ دل کردم عمر بگذشت و ندانم کہ چہ حاصل کردم

با کمالِ احتیاج از خلق استغنا خوش است با زبانِ خشک مردن بر لبِ دریا خوش است

مرد آزادہ بدنیا نکند میل سہ چیز تا وجودش ہمہ ایام سلامت باشد

زن نخواہد اگرش دخترِ قیصر بدہند وام نستاند اگر وعدہ قیامت باشد

نرود بر درِ ارباب جہاں بہرِ طمع گرچہ مشہور چو حاتم بہ سخاوت باشد

در دلِ بے آرزو راہِ غم و تشویش نیست در جہانِ بے نیازی ہیچ کس درویش نیست

اگر تو کعبہ می جوئی بیا تعمیرِ دلہا کن کہ از طرفِ دلے صد حج کامل میشود پیدا

از مآلِ شادمانی سربلنداں غافل اند ارہ ایں نخلِ سرکش خندۂ دنداں نماست

شیرانِ جہاں پیش تو روبہ گردند گر تو سگِ نفس را بفرماں نشوی

مخند اے نوجواں زنہار بر موئے سفیدِ ما کہ ایں برفِ پریشاں بر سرِ ہر بام می بارد

درِ فیض است بنشیں از کشائش نا امید اینجا برنگِ دانہ از ہر قفل می روید کلید اینجا

ہر چہ دیدیم دریں باغ نہ دیدن بہ بود ہر گلے تازہ کہ چیدیم نہ چیدن بہ بود

ہر کجا منزلِ آرام تصور کردیم چوں نفس راست نمودیم رمیدن بہ بود

ہر متاعے کہ خریدیم بہ اوقاتِ عزیز بود گر یوسفِ مصری نخریدن بہ بود

غم از ہر جا کہ درماند شد در جستجوئے من بلا از ہر کہ سرگرداں شود آید بسوئے من

از تلخیٔ سوال کریمے کہ آگہ است فرصت بہ لب کشودنِ سائل نمی دہد

میکنم شکرِ بخیلاں از کریماں بیشتر کز رہِ امساک حفظِ آبرویم مے کنند

کارِ دُنیا کن و اندیشہ عقبیٰ مگذار تا بہ عقبیٰ نرسی دامنِ دُنیا مگذار

آنکہ مصرف میکند پیدا برائے سیم و زر کاش نقدِ وقت را ہم مصرفے پیدا کند

فقیر را ز غنی کاہش ست قسمت و بس ز آشنائی گوہر، بریسماں چہ رسد

غمگیں نشود طبعِ گل از نالۂ بلبل فریادِ گدا رونق بازارِ کریم است

ہر اشک کہ از چشمِ منِ غمزدہ ریزد طفلے ست کہ از صحبتِ مردم بگریزد

با خموشی ہستی از نیکانِ عالم بے سخن چوں کشودی لب بگفتن نیک یا بد میشوی

ہر چند کہ گم دید جو کا فورِ ترا موئے دل سرد نہ گردید ز دنیا سرِ موئے

در خورِ دخل بود خرج ز دیوانِ قضا نہ رود تا نفسے کے نفسے می آید

مجو رفعت اگر چوں مور می خواہی سرِ خود را مکن مقراضِ عمرِ خویشتن بال و پرِ خود را

فکرِ شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را عشرتِ امروزِ بے اندیشہ فردا خوش است

بردار کلاہِ بندی از سرِ بے مغز کایں خوانِ تہی حاجتِ سرپوش ندارد

شد فشارِ قبر بر من تنگ چشمی ہائے خلق آنچہ در مرگ است من در زندگانی دیدہ ام

نہ از روئے بصیرت سایۂ بالِ ہما افتد سیہ مست است دولت تا کجا خیزد کجا افتد

مختار و مجبور

(غلام محی الدین ملک مرحوم، لودیانوی)

دِل بھی کیا شے ہے کہ بھولا بھی ہے عیّار بھی ہے
خاکساری کا بھی رنگ اِس میں ہے پندار بھی ہے

بے خبر آپ سے ہے محرمِ اسرار بھی ہے
بُت کا بندہ بھی ہے خالق کا پرستار بھی ہے

متحرّک ہے کبھی اور کبھی ساکن ہے
یعنی خاموش بھی ہے، مائلِ گفتار بھی ہے

مجلسِ عشق میں پاتا ہوں اسے میں مدہوش
محفلِ عقل میں دیکھا تو یہ ہشیار بھی ہے

تازگی چہرہ پہ اُس کے ہے اُداسی ہے کبھی
اِس کی آغوش میں صحرا بھی ہے گلزار بھی ہے

دردو درماں سے بنائی ہے بہم اس کی سرشت
آپ ہی اپنا مسیحا بھی ہے بیمار بھی ہے

اس کی فطرت وہ سمندر ہے کہ جس میں پنہاں
موجِ اقبال بھی ہے ورطۂ ادبار بھی ہے

تنگ دستی میں کبھی دانۂ جَو کا محتاج
اور فراغت میں کبھی مالکِ خروار بھی ہے

بربریت کا ہلاکت کا فرشتہ بھی ہے یہ
قصرِ ایوانِ تمدّن کا یہ معمار بھی ہے

ہے کبھی اہلِ تحکّم کا گُلِ گلچیں یہ
کبھی احرار کا یہ طرّۂ دستار بھی ہے

کبھی طاعت سے گریزاں کبھی عصیاں سے نفور
مستحقِ خُلد کا دوزخ کا سزاوار بھی ہے

کچلے جانے کے لیے ہے یہ کہیں مورِ ضعیف
اور ہلاکت کے لیے یہ صفتِ مار بھی ہے

اپنے اعمالِ بد و نیک کی پاداش میں یہ
برسرِ دار کبھی اور کبھی سردار بھی ہے

ناز پر ہے کبھی آمادہ کبھی گرمِ نیاز
بے خبر اپنی خودی سے ہے خبردار بھی ہے

پُوچھ بازارِ محبت میں نہ حالت اِس کی
خود بھی بِک جاتا ہے اَوروں کا خریدار بھی ہے

معبدِ امن میں کرتا ہے یہ سجدے پیہم
عرصۂ جنگ میں آمادۂ پیکار بھی ہے

گلشنِ دہر میں ہے شان نرالی اِس کی
گُلِ سرسبز بھی ہے اور صفتِ خار بھی ہے

کرتا ہے پیلِ دماں شیرِ ژیاں کو بس میں
پشۂ و مگس کی ایذا سے یہ لاچار بھی ہے

غیر کے واسطے قربان بھی ہو جاتا ہے
گردنِ دوست پہ چلتی ہوئی تلوار بھی ہے

گاہے تقریر میں سحباں سے فصیح تر ہے یہ
اور خموشی میں کبھی صورتِ دیوار بھی ہے

الغرض فلسفۂ زیست ہے اِس کا مُبہم
یہ وہ زندہ ہے کہ مجبور بھی ہے مختار بھی ہے

ہر طرح کی قدرتیں ہیں اور پھر مجبور ہے
واہ کیا آزادیٔ انسان بے مقدور ہے

ندارد اختیار و گشتہ مامور
زہے مسکیں کہ مختار است و مجبور

تمت بالخیر

الحمد للہ